مترجم

الهداية

جلد 2

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۹۳-۵۱۱

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر الفرغانی

۵۱۱-۵۹۳

ترجمہ

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

نام کتاب ———— الھدایۃ (نمبر 2)

مترجم ———— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ———— ورڈ میکر

باہتمام ———— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ———— ستمبر 2013ء

سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر ددر 0322-7202212

طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ———— روپے

شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirborther786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام اہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے ، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تا کہ وہ درست کردی جائے۔ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

فَصْلٌ فِي الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُولِ

بَابُ تَفْوِيضِ الطَّلَاقِ

فَصْلٌ فِي الْاِخْتِيَارِ

فَصْلٌ فِي الْأَمْرِ بِالْيَدِ

فَصْلٌ فِی الْمَشِیْئَۃِ

بَابُ الْاَیْمَانِ فِی الطَّلَاقِ

فَصْلٌ فِی الْاِسْتِثْنَاءِ

بَابُ طَلَاقِ الْمَرِیْضِ

بَابُ الرَّجْعَةِ

فَصْلٌ فِيمَا تَحِلُّ بِهِ الْمُطَلَّقَةُ

بَابُ الْإِيلَاءِ

بَابُ الْخُلْعِ

بَابُ الظِّهَارِ

فَصْلٌ فِی الْکَفَّارَۃِ

بَابُ اللِّعَانِ

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

بَابُ الْوَلَدِ مَنْ اَحَقُّ بِهٖ

فصل

بَابُ النَّفَقَةِ

فصل

فصل

فصل

فصل

فصل

كتاب العتاق

فصل

بَابُ الْعَبْدِ يَعْتِقُ بَعْضُهُ

باب عتق احد العبدين

باب الحلف بالعتق

بَابُ الْعِتْقِ عَلٰی جُعْلٍ

بَابُ التَّدْبِیرِ

بَابُ الاسْتِیلَادِ

کِتَابُ الْأَیْمَانِ

بَابُ مَا یَکُوْنُ یَمِیْنًا وَمَا لَا یَکُوْنُ یَمِیْنًا

فَصْلٌ فِی الْکَفَّارَةِ

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الدُّخُوْلِ وَالسُّكْنٰى

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الْخُرُوْجِ وَالْاِتْيَانِ وَالرُّكُوْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الْكَلَامِ

فَصْلٌ

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالتَّزَوُّجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْحَجِّ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ

باب اليمين فى لبس الثياب والحلى وغيره ذالك

بَابُ الْيَمِينِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي تَقَاضِي الدَّرَاهِمِ

كتاب الحدود

فَصْلٌ فِي كَيْفِيَّةِ الْحَدِّ وَاِقَامَتِهٖ

بَابُ الْوَطْءِ الَّذِيْ يُوْجِبُ الْحَدَّ وَالَّذِيْ لَا يُوْجِبُهٗ

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا وَالرُّجُوعِ عَنْهَا

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ

فَصْلٌ فِی التَّعْزِیْرِ

کِتَابُ السَّرِقَةِ

بَابُ مَا یُقْطَعُ فِیْهِ وَمَا لَا یُقْطَعُ

فَصْلٌ فِی الْحِرْزِ وَالْاَخْذِ مِنْهُ

فَصْلٌ فِی کَیْفِیَّۃِ الْقَطْعِ وَاِثْبَاتِہٖ

بَابُ مَا یُحْدِثُہُ السَّارِقُ فِی السَّرِقَۃِ

بَابُ قَطْعِ الطَّرِیقِ

کِتَابُ السِّیَرِ

بَابُ کَیْفِیَّۃِ الْقِتَالِ

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَمَنْ يَجُوْزُ اَمَانُهٗ

فَصْلٌ

بَابُ الْغَنَائِمِ وَقِسْمَتِهَا

فَصْلٌ فِی كَيْفِيَّةِ الْقِسْمَةِ

فَصْلٌ فِی التَّنْفِيلِ

بَابُ اسْتِيلَاءِ الْكُفَّارِ

بَابُ الْمُسْتَأْمَنِ

فصل

بَابُ الْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ

كتاب اللقيط

كتاب اللقطة

كتاب الإباق

كتاب المفقود

كتاب الشركة

شرکت صنائع

فَصْلٌ فِی الشَّرِکَةِ الْفَاسِدَةِ

کِتَابُ الْوَقْفِ

بَابُ اِيْقَاعِ الطَّلَاقِ

﴿یہ باب وقوع طلاق کے بیان میں ہے﴾

باب ایقاع طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف جب طلاق سنت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے طلاق سنت کے مقابل یعنی طلاق بدعت کو بیان کیا ہے کیونکہ مقابل کو سامنے ذکر کرنا یا ساتھ ذکر کرنا ہی تقابل کو متقاضی ہے۔ اس کے بعد مصنف نے طلاق کی وہ اقسام یا وہ صورتیں جن میں طلاق واقع ہوگی یا نہ ہوگی اس کو بیان کریں گے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۸۵، بیروت)

طلاق (کے الفاظ) کی دو بنیادی اقسام

﴿الطَّلَاقُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ: صَرِيْحٌ، وَكِنَايَةٌ. فَالصَّرِيْحُ قَوْلُهُ: اَنْتِ طَالِقٌ وَمُطَلَّقَةٌ وَطَلَّقْتُكِ فَهٰذَا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ﴾ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ تُسْتَعْمَلُ فِي الطَّلَاقِ وَلَا تُسْتَعْمَلُ فِي غَيْرِهِ فَكَانَ صَرِيْحًا وَاَنَّهُ يَعْقُبُ الرَّجْعَةَ بِالنَّصِّ ﴿وَلَا يَفْتَقِرُ اِلَى النِّيَّةِ﴾ لِاَنَّهُ صَرِيْحٌ فِيْهِ لِغَلَبَةِ الْاِسْتِعْمَالِ، وَكَذَا اِذَا نَوَى الْاِبَانَةَ لِاَنَّهُ قَصَدَ تَنْجِيْزَ مَا عَلَّقَهُ الشَّرْعُ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ. وَلَوْ نَوَى الطَّلَاقَ عَنْ وِثَاقٍ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ لِاَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ وَيُدَيَّنُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِاَنَّهُ نَوٰى مَا يَحْتَمِلُهُ. وَلَوْ نَوٰى بِهِ الطَّلَاقَ عَنِ الْعَمَلِ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ وَلَا فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِاَنَّ الطَّلَاقَ لِرَفْعِ الْقَيْدِ وَهِيَ غَيْرُ مُقَيَّدَةٍ بِالْعَمَلِ. وَعَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّهُ يُدَيَّنُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِاَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ لِلتَّخْلِيْصِ.

اور طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ صریح سے مراد مرد کا یہ کہنا ہے (تجھے طلاق تو مطلقہ ہے میں نے تجھے طلاق دی) اس کے ذریعے رجعی طلاق واقع ہو جائے گی اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں اس کے علاوہ کسی دوسرے مفہوم میں استعمال نہیں ہوتے تو یہ (طلاق) صریح ہوگی اور نص سے یہ بات ثابت ہے کہ اس کے بعد رجوع کیا جا سکتا ہے اور اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ غالب استعمال کی وجہ سے یہ اس مفہوم میں صریح ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر مرد نے بائنہ کرنے کی نیت کی ہو (تو بھی یہی حکم ہوگا) کیونکہ اس نے ایسی چیز کو فوراً نافذ کرنا چاہا ہے جسے شریعت نے عدت پوری ہونے کے ساتھ متعلق کیا تھا۔ تو اسے اس پر لوٹا دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس نے قید (بندش) سے رہائی کی نیت

کی تو قضاء کے اعتبار سے اس کی بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس نے جونیت کی ہے' وہ ظاہر کے خلاف ہے' تاہم اس کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین معاملے کے اعتبار سے اس کی تصدیق کردی جائے گی' کیونکہ اس نے ایک ایسے مفہوم کی نیت کی ہے' جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔ اگر شوہر صریح لفظ کے ذریعے عمل (کام) سے آزادی کی نیت کرے' تو نہ تو قضاء کے اعتبار سے اس کی تصدیق کی جائے گی' اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان معاملے کے اندر اس کی تصدیق کی جائے گی' کیونکہ طلاق کا مطلب قید کو ختم کرنا ہے اور وہ عورت کام کرنے کے حوالے سے قید نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ منقول ہے: مرد اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملے میں اس بات کی تصدیق کردی جائے گی' کیونکہ یہ لفظ خلاصی دینے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

لفظ مطلقہ میں ''ط'' کو ساکن پڑھنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ اَنْتِ مُطْلَقَةٌ بِتَسْكِيْنِ الطَّاءِ لَا يَكُوْنُ طَلَاقًا اِلَّا بِالنِّيَّةِ لِاَنَّهَا غَيْرُ مُسْتَعْمَلَةٍ فِيْهِ عُرْفًا فَلَا يَكُوْنُ صَرِيْحًا﴾ قَالَ ﴿وَلَا يَقَعُ بِهِ اِلَّا وَاحِدَةٌ وَاِنْ نَوٰى اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقَعُ مَا نَوٰى لِاَنَّهُ مُحْتَمِلٌ لَفْظَهُ، فَاِنَّ ذِكْرَ الطَّالِقِ ذِكْرٌ لِلطَّلَاقِ لُغَةً كَذِكْرِ الْعَالِمِ ذِكْرٌ لِلْعِلْمِ وَلِهٰذَا يَصِحُّ قِرَانُ الْعَدَدِ بِهِ فَيَكُوْنُ نَصَبًا عَلَى التَّمْيِيْزِ . وَلَنَا اَنَّهُ نَعْتٌ فَرْدٌ حَتّٰى قِيْلَ لِلْمُثَنّٰى طَالِقَانِ وَلِلثَّلَاثِ طَوَالِقُ فَلَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ لِاَنَّهُ ضِدُّهُ، وَذِكْرُ الطَّالِقِ ذِكْرٌ لِطَلَاقٍ هُوَ صِفَةٌ لِلْمَرْاَةِ لَا لِطَلَاقٍ هُوَ تَطْلِيْقٌ، وَالْعَدَدُ الَّذِيْ يُقْرَنُ بِهِ نَعْتٌ لِمَصْدَرٍ مَحْذُوْفٍ مَعْنَاهُ طَلَاقًا ثَلَاثًا كَقَوْلِكَ اَعْطَيْتُهُ جَزِيْلًا

اور اگر مرد نے یہ کہا: انت مطلقة یعنی ''ط'' کو ساکن کیا' تو صرف نیت کی موجودگی میں وہ طلاق دینے والا شمار ہوگا' کیونکہ عرف میں یہ لفظ اس مفہوم میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ صریح استعمال نہیں ہوگا۔ فرماتے ہیں: ان الفاظ کے ذریعے صرف ایک طلاق واقع ہوگی' اگرچہ اس نے زیادہ کی نیت بھی کی ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: جو اس نے نیت کی ہے' اس کے مطابق طلاق واقع ہوجائے گی' کیونکہ اس کا لفظ اس مفہوم کا احتمال رکھتا ہے' کیونکہ لغت کے اعتبار سے طالق کا ذکر کرنا طلاق کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔ جیسے عالم کا ذکر کرنا' علم کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔ یہی دلیل ہے: اس لفظ کے ہمراہ تعداد کو ملانا درست ہوگا' اور یہ عدد' تمیز ہونے کی دلیل سے منصوب پڑھا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ لفظ مفرد کی صفت ہوتی ہے' یہاں تک کہ دو خواتین کو ''طلقان'' کہا جائے گا' اور تین خواتین کو طوالق کہا جائے گا' اس لیے یہ عدد کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ یہ اس کی ضد ہے اور لفظ طوالق کے ذریعے جس تعداد کا ذکر کیا جاتا ہے یہ عورت کی صفت ہے۔ طلاق کی صفت نہیں ہے' کیونکہ اس کی صفت تطلیق ہے (طلاق دینا) اور وہ عدد جو اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے وہ محذوف مصدر کی صفت ہوتا ہے' جس کا مطلب طلاقا ثلاثا ہے جیسے آپ یہ کہیں: اعطیته جزیلا (یعنی میں نے اسے بہت زیادہ عطا کیا)۔

طلاق صریح کے مختلف الفاظ کا بیان

﴿وَاِذَا قَالَ: اَنْتِ الطَّلَاقُ اَوْ اَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ اَوْ اَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ اَوْ نَوٰى وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ، وَاِنْ نَوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ﴾ وَوُقُوْعُ الطَّلَاقِ بِاللَّفْظَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ ظَاهِرٌ، لِاَنَّهُ لَوْ ذَكَرَ النَّعْتَ وَحْدَهُ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ، فَاِذَا ذَكَرَهُ وَذَكَرَ الْمَصْدَرَ مَعَهُ وَاَنَّهُ يَزِيْدُهُ وَكَادَةً اَوْلٰى .

وَاَمَّا وُقُوْعُهُ بِاللَّفْظَةِ الْاُوْلٰى فَلِاَنَّ الْمَصْدَرَ قَدْ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ الِاسْمُ، يُقَالُ: رَجُلٌ عَدْلٌ: اَىْ عَادِلٌ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ اَنْتِ طَالِقٌ، وَعَلٰى هٰذَا لَوْ قَالَ: اَنْتِ طَلَاقٌ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ اَيْضًا وَلَا يَحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى النِّيَّةِ وَيَكُوْنُ رَجْعِيًّا لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهُ صَرِيْحُ الطَّلَاقِ لِغَلَبَةِ الِاسْتِعْمَالِ فِيْهِ، وَتَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ يَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْكَثْرَةَ لِاَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ فَيُعْتَبَرُ بِسَائِرِ اَسْمَاءِ الْاَجْنَاسِ فَيَتَنَاوَلُ الْاَدْنٰى مَعَ احْتِمَالِ الْكُلِّ، وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثِّنْتَيْنِ فِيْهَا خِلَافًا لِزُفَرَ . هُوَ يَقُوْلُ: اِنَّ الثِّنْتَيْنِ بَعْضُ الثَّلَاثِ فَلَمَّا صَحَّتْ نِيَّةُ الثَّلَاثِ صَحَّتْ نِيَّةُ بَعْضِهَا ضَرُوْرَةً . وَنَحْنُ نَقُوْلُ: نِيَّةُ الثَّلَاثِ اِنَّمَا صَحَّتْ لِكَوْنِهَا جِنْسًا، حَتّٰى لَوْ كَانَتِ الْمَرْاَةُ اَمَةً تَصِحُّ نِيَّةُ الثِّنْتَيْنِ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الْجِنْسِيَّةِ، اَمَّا الثِّنْتَانِ فِيْ حَقِّ الْحُرَّةِ فَعَدَدٌ، وَاللَّفْظُ لَا يَحْتَمِلُ الْعَدَدَ وَهٰذَا لِاَنَّ مَعْنَى التَّوَحُّدِ يُرَاعٰى فِيْ اَلْفَاظِ الْوُحْدَانِ وَذٰلِكَ بِالْفَرْدِيَّةِ اَوِ الْجِنْسِيَّةِ وَالْمُثَنّٰى بِمَعْزِلٍ مِنْهُمَا .

اور اگر مرد نے یہ کہا اَنْتِ الطَّلَاقُ یا یہ کہا اَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ یا یہ کہا اَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا تو اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو یا اس نے ایک کی نیت کی ہو یا دو کی نیت کی ہو تو یہ ایک رجعی طلاق ہوگی اور اگر اس نے تین کی نیت کی ہو تو تین طلاقیں شمار ہوں گی۔ دوسرے لفظ اور تیسرے لفظ کے ذریعے طلاق کا واقع ہونا تو ظاہر ہے چونکہ اگر وہ شخص صرف صفت ذکر کر دیتا تو اس کے ذریعے بھی طلاق واقع ہو جاتی' جب اس نے صفت ذکر کی اور اس کے ساتھ مصدر کو بھی ذکر کر دیا' جو اس میں مزید تاکید پیدا کر رہا ہے' تو بدرجہ اولیٰ طلاق واقع ہو جائے گی۔

جہاں تک پہلے لفظ کے ذریعے طلاق واقع ہونے کا تعلق ہے' تو اس کی دلیل یہ ہے: بعض اوقات مصدر ذکر کیا جاتا ہے اس سے مراد اسم ہوتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے' رجل عدل' اس سے مراد عادل ہوتا ہے' تو وہ جملہ بھی مرد کے اس قول کی طرح ہو جائے گا۔ انت طالق اسی اصول کی بنیاد پر' اگر مرد نے یہ کہا: انت طلاق تو اس کے ذریعے بھی طلاق واقع ہو جائے گی' اور اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوگی' اور یہ طلاق رجعی شمار ہوگی اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں' یہ صریح طلاق ہوگی' کیونکہ عام طور پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے' اور تین کی نیت کی بھی درست ہوگی' کیونکہ مصدر عموم اور کثرت کا بھی احتمال رکھتا ہے' کیونکہ یہ اسم جنس ہوتا

ہے تو اسے دیگر تمام اسمائے جنس پر قیاس کیا جائے گا' تو یہ کل کے احتمال کے ہمراہ کم از کم فرد کو شامل ہوگا۔ اس بارے میں دو کی نیت درست نہیں ہوگی' جبکہ امام زفر کی دلیل اس بارے میں مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: دو' تین کا حصہ ہے' تو جب تین کی نیت درست ہوگی' تو اس کے حصے کی نیت بھی لازمی طور پر درست ہونی چاہئے۔ ہم یہ کہتے ہیں: تین کی نیت اس اعتبار سے درست ہوتی ہے' کیونکہ وہ جنس ہے' یہاں تک کہ اگر وہ عورت کنیز ہو' تو جنس ہونے کے مفہوم کا اعتبار کرتے ہوئے' دو کی نیت بھی درست ہوگی' لیکن آزاد عورت کے حق میں دو طلاقیں عدد ہیں اور یہ لفظ عدد کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ ایک کے مفہوم کی رعایت ان میں کی جاتی ہے' اور وہ یا فرد ہونے کے اعتبار سے ہوسکتا ہے یا جنس ہونے کے اعتبار سے ہوسکتا ہے' جبکہ دو اس سے الگ ہوتا ہے۔

اَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ کہنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ فَقَالَ: اَرَدْتُ بِقَوْلِي طَالِقٌ وَاحِدَةً وَبِقَوْلِي الطَّلَاقَ اُخْرٰى يُصَدَّقُ﴾ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَالِحٌ لِلْاِيْقَاعِ فَكَاَنَّهُ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَطَالِقٌ فَتَقَعُ رَجْعِيَّتَانِ اِذَا كَانَتْ مَدْخُولًا بِهَا .

اگر مرد نے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ اور پھر وہ بولا: میں نے اپنے لفظ طالق کے ذریعے ایک طلاق مراد لی ہے اور اپنے لفظ طلاق کے ذریعے دوسری مراد لی ہے' تو اس شخص کی تصدیق کی جائے گی' کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک لفظ طلاق واقع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو گویا اس شخص نے یہ کہا: انت طالق وطالق تو دو رجعی طلاقیں واقع ہو جائیں گی' جبکہ وہ عورت مدخول بہا ہو۔

عورت کے وجود یا کسی عضو کی طرف طلاق کی نسبت کرنا

﴿وَاِذَا اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى جُمْلَتِهَا اَوْ اِلٰى مَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ وَقَعَ الطَّلَاقُ﴾ لِاَنَّهُ اُضِيْفَ اِلٰى مَحِلِّهِ، وَذٰلِكَ ﴿مِثْلَ اَنْ يَّقُوْلَ اَنْتِ طَالِقٌ﴾ لِاَنَّ التَّاءَ ضَمِيْرُ الْمَرْاَةِ ﴿اَوْ﴾ يَقُوْلَ ﴿رَقَبَتُكِ طَالِقٌ اَوْ عُنُقُكِ﴾ طَالِقٌ اَوْ رَاْسُكِ طَالِقٌ ﴿اَوْ رُوْحُكِ اَوْ بَدَنُكِ اَوْ جَسَدُكِ اَوْ فَرْجُكِ اَوْ وَجْهُكِ﴾ لِاَنَّهُ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جَمِيْعِ الْبَدَنِ .

اَمَّا الْجَسَدُ وَالْبَدَنُ فَظَاهِرٌ وَكَذَا غَيْرُهُمَا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ وَقَالَ ﴿فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ﴾ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوْجَ عَلَى السُّرُوْجِ(۱)﴾ وَيُقَالُ فُلَانٌ رَاْسُ الْقَوْمِ وَيَا وَجْهَ الْعَرَبِ وَهَلَكَ رُوْحُهُ بِمَعْنٰى نَفْسُهُ وَمِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ الدَّمُ فِيْ رِوَايَةٍ يُقَالُ دَمُهُ هَدَرٌ وَمِنْهُ النَّفْسُ وَهُوَ ظَاهِرٌ ﴿وَكَذٰلِكَ اِنْ﴾ طَلَّقَ جُزْءًا شَائِعًا مِنْهَا مِثْلَ اَنْ يَّقُوْلَ نِصْفُكِ اَوْ ثُلُثُكِ﴾ طَالِقٌ لِاَنَّ الشَّائِعَ مَحِلٌّ لِسَائِرِ التَّصَرُّفَاتِ كَالْبَيْعِ وَغَيْرِهِ فَكَذَا يَكُوْنُ مَحِلًّا لِلطَّلَاقِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يَتَجَزَّاُ فِيْ حَقِّ الطَّلَاقِ فَيَثْبُتُ فِي الْكُلِّ ضَرُوْرَةً

اور جب مرد نے طلاق کی نسبت عورت کے مکمل وجود کی طرف کی یا اس کے کسی ایسے جزء کی طرف کی جس سے پورا وجود مراد لیا جا سکتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس کی نسبت اس کے محل کی طرف کی گئی ہے اور اس کی مثال یوں ہو گی جیسے مرد نے یہ کہا ہو: انت طالق۔ اس کی دلیل یہ ہے: ''ت'' عورت (مؤنث) کی ضمیر ہے اگر مرد یہ کہے: تمہاری گردن کو طلاق ہے تمہاری گدی کو طلاق ہے تمہارے سر کو طلاق ہے یا تمہاری روح کو یا تمہارے بدن کو یا تمہارے جسم کو یا تمہاری شرمگاہ کو یا تمہارے چہرے کو (طلاق ہے تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی) کیونکہ ان اعضاء کے ذریعے پورا جسم مراد لیا جاتا ہے۔

جہاں تک لفظ جسم اور بدن کا تعلق ہے تو وہ ظاہر ہے اور جہاں تک دیگر الفاظ کا تعلق ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''گردن آزاد کرنا''۔ یہ بھی ارشاد ہے: ''ان کی گردنیں جھک گئیں''۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ ان شرمگاہوں پر لعنت کرے جو (گھوڑوں کی) زین پر رہتی ہیں''۔

اسی طرح یہ مقولہ ہے: فلاں شخص اپنی قوم کا سر ہے یا عربوں کا چہرہ ہے یا اس کی روح ہلاکت کا شکار ہو گئی اور اس سے مراد آدمی کی ذات ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق لفظ خون بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے جیسے کہا جاتا ہے: دمہ ہدر (اس کا خون رائیگاں گیا) اور لفظ نفس بھی اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے۔ اسی طرح اگر مرد نے ایسے جزء کو طلاق دی جو پھیلا ہوا ہو (یعنی کئی اعضاء پر مشتمل ہو تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی) جیسے مرد یہ کہے: تمہارے نصف (وجود) یا ایک تہائی (وجود) کو طلاق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: پھیلا ہوا جزء خرید و فروخت وغیرہ کی طرح تمام تصرفات کا محل ہوتا ہے تو اسی طرح یہ طلاق کا بھی محل ہو گا البتہ طلاق کے حق میں یہ ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو گا تو لازمی طور پر پورے وجود پر طلاق ماننا پڑے گی۔

ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کی طرف طلاق کی نسبت کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: يَدُكِ طَالِقٌ اَوْ رِجْلُكِ طَالِقٌ لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ﴾ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يَقَعُ، وَكَذَا الْخِلَافُ فِي كُلِّ جُزْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ يَكُوْنُ مَحِلًّا لِلطَّلَاقِ فَيَثْبُتُ الْحُكْمُ فِيهِ قَضِيَّةً لِلْإِضَافَةِ ثُمَّ يَسْرِي اِلَى الْكُلِّ كَمَا فِي الْجُزْءِ الشَّائِعِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اُضِيفَ اِلَيْهِ النِّكَاحُ لِاَنَّ التَّعَدِّيَ مُمْتَنِعٌ اِذِ الْحُرْمَةُ فِي سَائِرِ الْاَجْزَاءِ تَغْلِبُ الْحِلَّ فِي هٰذَا الْجُزْءِ وَفِي الطَّلَاقِ الْاَمْرُ عَلَى الْقَلْبِ.

وَلَنَا اَنَّهُ اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى غَيْرِ مَحِلِّهِ فَيَلْغُوْ كَمَا اِذَا اَضَافَهُ اِلٰى رِيقِهَا اَوْ ظُفُرِهَا، وَهٰذَا لِاَنَّ مَحِلَّ الطَّلَاقِ مَا يَكُوْنُ فِيهِ الْقَيْدُ لِاَنَّهُ يُنْبِئُ عَنْ رَفْعِ الْقَيْدِ وَلَا قَيْدَ فِي الْيَدِ وَلِهٰذَا لَا تَصِحُّ اِضَافَةُ النِّكَاحِ اِلَيْهِ، بِخِلَافِ الْجُزْءِ الشَّائِعِ لِاَنَّهُ مَحِلٌّ لِلنِّكَاحِ عِنْدَنَا حَتّٰى تَصِحَّ اِضَافَتُهُ اِلَيْهِ فَكَذَا يَكُوْنُ مَحِلًّا لِلطَّلَاقِ. وَاخْتَلَفُوْا فِي الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ، وَالْاَظْهَرُ اَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ لَا يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ.

اور اگر مرد یہ کہے: تمہارے ہاتھ کو طلاق ہے یا تمہارے پاؤں کو طلاق ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ امام زفر اور امام شافعی فرماتے ہیں: واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح یہ اختلاف ہر اس متعین جزء کے بارے میں پایا جاتا ہے جس کے ذریعے پورا جسم مراد نہیں لیا جاتا۔ امام زفر اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے: عقد نکاح کی دلیل سے یہ ایک ایسا جزء بن گیا ہے جس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے اور جس جزء کا یہ حال ہو وہ نکاح کے حکم کا محل بن سکتا ہے تو یہ طلاق کا محل بھی بن جائے گا۔ لہٰذا اضافت کے تقاضے کی دلیل سے اس میں حکم ثابت ہوگا اور پھر وہ حکم پورے وجود میں جاری ہوگا جیسا کہ جزء شائع میں ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جب اس کی طرف نکاح کی نسبت کی جائے (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ یہاں متعدی کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام اجزاء کی حرمت اس جزء میں حلت پر غالب آ جائے گی جبکہ طلاق میں معاملہ اس کے الٹ ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: اس شخص نے طلاق کی نسبت اس جزء کی طرف کی ہے جو طلاق کا محل نہیں ہے تو یہ لغو جائے گا تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے اس شخص نے طلاق کی نسبت عورت کے تھوک یا اس کے ناخن کی طرف کی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے: طلاق کا محل وہ عضو ہوتا ہے جس میں قید کا مفہوم پایا جاتا ہو کیونکہ طلاق قید ختم ہونے کی خبر دیتی ہے اور ہاتھ میں ایسی کوئی قید نہیں پائی جاتی یہی دلیل ہے: ہاتھ کی طرف نکاح کی نسبت بھی نہیں کی جاتی۔ جزء شائع کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ نکاح کا محل ہے یہاں تک کہ اس کی طرف نکاح کو منسوب کرنا درست شمار ہوگا اور اسی دلیل سے وہ طلاق کا بھی محل ہے۔ پشت (کمر) اور پیٹ کے بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے زیادہ ظاہر یہی ہے (کہ ان کی طرف طلاق کی نسبت کرنے پر) وہ درست نہیں ہوگی کیونکہ ان دونوں اعضاء کے ذریعے پورا جسم مراد نہیں لیا جاتا۔

نصف یا ایک تہائی طلاق دینے کا بیان

﴿وَإِنْ طَلَّقَهَا نِصْفَ تَطْلِيقَةٍ أَوْ ثُلُثَهَا كَانَتْ﴾ طَالِقًا ﴿تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً﴾ لِأَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَتَجَزَّأُ، وَذِكْرُ بَعْضِ مَا لَا يَتَجَزَّأُ كَذِكْرِ الْكُلِّ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي كُلِّ جُزْءٍ سَمَّاهُ لِمَا بَيَّنَّا ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثَةَ أَنْصَافِ تَطْلِيقَتَيْنِ فَهِيَ طَالِقٌ ثَلَاثًا﴾ لِأَنَّ نِصْفَ التَّطْلِيقَتَيْنِ تَطْلِيقَةٌ، فَإِذَا جَمَعَ بَيْنَ ثَلَاثَةِ أَنْصَافٍ تَكُونُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ ضَرُورَةً.

وَلَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثَةَ أَنْصَافِ تَطْلِيقَةٍ، قِيلَ: يَقَعُ تَطْلِيقَتَانِ لِأَنَّهَا طَلْقَةٌ وَنِصْفٌ فَيَتَكَامَلُ، وَقِيلَ: يَقَعُ ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ لِأَنَّ كُلَّ نِصْفٍ يَتَكَامَلُ فِي نَفْسِهِ فَتَصِيرُ ثَلَاثًا.

اگر مرد عورت کو نصف طلاق دے یا ایک تہائی طلاق دے تو عورت کو ایک طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلاق کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ (اور بنیادی اصول یہ ہے) جس چیز کو اجزاء میں تقسیم نہ کیا جا سکتا ہو اس کے بعض حصے کو ذکر کرنا اسے مکمل ذکر کرنے کی مانند ہوگا۔ اسی طرح ہر اس جزء کا جواب ہوگا جس کا شوہر نے نام لیا ہو اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر مرد نے عورت سے یہ کہا: تمہیں تین آدھی آدھی طلاقیں ہیں تو اس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اگر مرد نے عورت سے یہ کہا: تم

طلاقوں کے تین نصف والی ہو تو عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں گی' کیونکہ دو طلاقوں کا نصف ایک طلاق ہے' تو جب تین نصف جمع کیے جائیں گے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

عربی کے بعض جملوں سے طلاق کے استدلال کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ مِنْ وَاحِدَةٍ اِلٰى ثِنْتَيْنِ اَوْ مَا بَيْنَ وَاحِدَةٍ اِلٰى ثِنْتَيْنِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ .وَلَوْ قَالَ: مِنْ وَاحِدَةٍ اِلٰى ثَلَاثٍ اَوْ مَا بَيْنَ وَاحِدَةٍ اِلٰى ثَلَاثٍ فَهِيَ ثِنْتَانِ .وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ .وَقَالَ فِى الْاُوْلٰى هِيَ ثِنْتَانِ وَفِى الثَّانِيَةِ ثَلَاثٌ﴾ وَقَالَ زُفَرُ: الْاُوْلٰى لَا يَقَعُ شَيْءٌ، وَفِى الثَّانِيَةِ تَقَعُ وَاحِدَةٌ، وَهُوَ الْقِيَاسُ لِاَنَّ الْغَايَةَ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمَضْرُوْبِ لَهُ الْغَايَةُ، كَمَا لَوْ قَالَ: بِعْتُ مِنْكَ مِنْ هٰذَا الْحَائِطِ اِلٰى هٰذَا الْحَائِطِ .وَجْهُ قَوْلِهِمَا وَهُوَ الِاسْتِحْسَانُ اَنَّ مِثْلَ هٰذَا الْكَلَامِ مَتٰى ذُكِرَ فِى الْعُرْفِ يُرَادُ بِهِ الْكُلُّ، كَمَا تَقُوْلُ لِغَيْرِكَ: خُذْ مِنْ مَالِىْ مِنْ دِرْهَمٍ اِلٰى مِائَةٍ .وَلِاَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْاَكْثَرُ مِنَ الْاَقَلِّ وَالْاَقَلُّ مِنَ الْاَكْثَرِ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ سِنِّىْ مِنْ سِتِّيْنَ اِلٰى سَبْعِيْنَ وَمَا بَيْنَ سِتِّيْنَ اِلٰى سَبْعِيْنَ وَيُرِيْدُوْنَ بِهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَاِرَادَةُ الْكُلِّ فِيْمَا طَرِيْقُهُ طَرِيْقُ الْاِبَاحَةِ كَمَا ذُكِرَ، اِذِ الْاَصْلُ فِى الطَّلَاقِ هُوَ الْحَظْرُ، ثُمَّ الْغَايَةُ الْاُوْلٰى لَا بُدَّ اَنْ تَكُوْنَ مَوْجُوْدَةً لِيَتَرَتَّبَ عَلَيْهَا الثَّانِيَةُ، وَوُجُوْدُهَا بِوُقُوْعِهَا، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّ الْغَايَةَ فِيْهِ مَوْجُوْدَةٌ قَبْلَ الْبَيْعِ .وَلَوْ نَوٰى وَاحِدَةً يَدِيْنُ دِيَانَةً لَّا قَضَاءً لِاَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ لٰكِنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ .

📖 اور اگر اس نے یہ کہا: تم ایک طلاق کے تین نصف کے ساتھ طلاق یافتہ ہو' تو ایک قول کے مطابق دو طلاقیں واقع ہوں گی' کیونکہ یہ دونوں مل کر ڈیڑھ طلاقیں ہو رہی ہیں' جنہیں مکمل کیا جائے گا (تو دو ہو جائیں گی) اور ایک قول کے مطابق تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی' کیونکہ ہر نصف اپنی ذات کے اعتبار سے مکمل ہے' تو یہ تین ہو جائیں گی۔ اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں ایک سے لے کر دو تک' طلاق ہے یا ایک اور دو کے درمیان' جو ہے اتنی طلاق ہے' تو یہ ایک طلاق ہو گی۔ اور اگر مرد نے یہ کہا: ایک سے لے کر تین تک' ہے یا ایک سے لے کر تین کے درمیان' جو کچھ ہے اتنی طلاق ہے' تو یہ دو طلاقیں ہوں گی' یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے پہلی صورت کے بارے میں یہ کہا ہے: دو طلاقیں ہو جائیں گی' اور دوسری صورت کے بارے میں یہ کہا ہے: تین واقع ہو جائیں گی۔ امام زفر نے پہلی صورت کے بارے میں یہ کہا ہے: کوئی چیز واقع نہیں ہو گی اور دوسری صورت کے بارے میں یہ کہا ہے: ایک طلاق واقع ہو گی اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' اس کی دلیل یہ ہے: غایت اس چیز کے تحت داخل نہیں ہوتی جس کے لئے غایت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے: جیسے اس شخص نے یہ کہا: میں اس دیوار سے لے کر اس دیوار تک تمہیں فروخت کر رہا ہوں۔ صاحبین کے فتویٰ کی دلیل استحسان ہے: اس طرح کا کلام جو عرف میں ذکر کیا جاتا ہے' تو اس سے مراد ''کل'' ہوتا ہے جیسے

آپ کسی دوسرے سے یہ کہیں: میرے مال میں سے ایک درہم سے لے کر سو درہم تک لے لو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: اس طرح کے کلام میں سب سے کم سے مراد سب سے زیادہ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ سے مراد سب سے کم ہوتا ہے۔ یہ اسی طرح ہے: جیسے لوگ یہ کہتے ہیں: میری عمر ساٹھ سے لے کر ستر تک ہے یا ساٹھ سے لے کر ستر کے درمیان ہے اور اس سے وہی معنی مراد لیتے ہیں جو ہم ذکر کر چکے ہیں۔

ایسے کلام سے کل مراد لینا اس صورت میں ہوتا ہے جب اباحت کا طریقہ ہو جیسا کہ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے جبکہ طلاق میں اصل ممانعت ہے پھر اس کے ساتھ پہلی غایت کا موجود ہونا بھی ضروری ہے تا کہ اس پر دوسری غایت کو مرتب کیا جا سکے اور اس کے وجوب کی دلیل سے اس کا وجوب ہو سکے جبکہ خرید و فروخت کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ سودے سے پہلے یہاں غایت موجود ہے۔ اگر مرد نے ایک طلاق کی نیت کی ہو تو دیانت کے اعتبار سے اس کی بات تسلیم کی جائے گی لیکن قضاء کے اعتبار سے تسلیم نہیں کی جائے گی اس کی دلیل یہ ہے: اس کا کلام اس مفہوم کا احتمال رکھتا ہے لیکن یہ بات ظاہر کے خلاف ہے۔

ضرب اور حساب کے الفاظ سے طلاق کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَّاحِدَةً فِيْ ثِنْتَيْنِ وَنَوَى الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ اَوْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَهِيَ وَاحِدَةٌ﴾ وَقَالَ زُفَرُ: تَقَعُ ثِنْتَانِ لِعُرْفِ الْحِسَابِ، وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ. وَلَنَا اَنَّ عَمَلَ الضَّرْبِ اَثَرُهُ فِيْ تَكْثِيْرِ الْاَجْزَاءِ لَا فِيْ زِيَادَةِ الْمَضْرُوْبِ، وَتَكْثِيْرُ اَجْزَاءِ الطَّلْقَةِ لَا يُوْجِبُ تَعَدُّدَهَا ﴿فَاِنْ نَوٰى وَاحِدَةً وَّثِنْتَيْنِ فَهِيَ ثَلَاثٌ﴾ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُهُ فَاِنَّ حَرْفَ الْوَاوِ لِلْجَمْعِ وَالظَّرْفَ يَجْمَعُ الْمَظْرُوْفَ، وَلَوْ كَانَتْ غَيْرَ مَدْخُوْلٍ بِهَا تَقَعُ وَاحِدَةً كَمَا فِيْ قَوْلِهِ وَاحِدَةً وَّثِنْتَيْنِ، وَاِنْ نَوٰى وَاحِدَةً مَعَ ثِنْتَيْنِ تَقَعُ الثَّلَاثُ لِاَنَّ كَلِمَةَ "فِيْ" تَاْتِيْ بِمَعْنٰى "مَعَ" كَمَا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ﴾ اَيْ مَعَ عِبَادِيْ، وَلَوْ نَوَى الظَّرْفَ تَقَعُ وَاحِدَةٌ، لِاَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَصْلُحُ ظَرْفًا فَيَلْغُوْ ذِكْرُ الثَّانِيْ ﴿وَلَوْ قَالَ اثْنَتَيْنِ فِي اثْنَتَيْنِ وَنَوَى الضَّرْبَ وَالْحِسَابَ فَهِيَ ثِنْتَانِ﴾ وَعِنْدَ زُفَرَ ثَلَاثٌ لِاَنَّ قَضِيَّتَهُ اَنْ تَكُوْنَ اَرْبَعًا، لٰكِنْ لَّا مَزِيْدَ لِلطَّلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ. وَعِنْدَنَا الْاِعْتِبَارُ الْمَذْكُوْرُ الْاَوَّلُ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ.

اور جب مرد نے یہ کہا: تمہیں دو میں ایک طلاق ہے اور اس نے ضرب اور حساب کی نیت کی یا اس نے کوئی نیت نہیں کی تو یہ ایک طلاق شمار ہو گی۔ امام زفر فرماتے ہیں: یہ دو طلاقیں ہوں گی کیونکہ عرف کا حساب کیا جائے گا۔ امام حسن بن زیاد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے: ضرب کا عمل اجزاء میں کثرت پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ مضروب (جس چیز کو ضرب دی گئی ہو) میں اضافے کے لئے نہیں ہوتا اور طلاق کے اجزاء میں کثرت پیدا کرنے کے نتیجے میں اس کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا تو اگر مرد نے ایک یا دو کی نیت کی تھی تو یہ تین ہوں گی کیونکہ کلام اس بات کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ حرف ''و'' جمع کے لئے استعمال

ہوتا ہے اور ضرب' مضروب کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ اگر بیوی غیر مدخول بہا ہو' تو ایک طلاق واقع ہوگی' جیسا کہ مرد اگر یہ کہتا: ڈیڑھ اور دو (تو ایک طلاق واقع ہوگی)

اگر مرد نے دو کے ہمراہ ایک طلاق کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی' کیونکہ لفظ ''فی'' بعض اوقات ''مع'' (ساتھ کے معنی) میں استعمال ہوتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ'' یعنی میرے بندوں کے ساتھ۔ اگر مرد نے ضرب کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی' کیونکہ طلاق ضرب بننے کی اہلیت نہیں رکھتی اس لیے دوسری کا ذکر لغو جائے گا۔ اگر مرد نے یہ کہا: ''دو میں دو'' اور پھر اس نے ضرب اور حساب کی نیت کی' تو یہ دو طلاقیں شمار ہوں گی' جبکہ امام زفر کے نزدیک یہ تین شمار ہوں گی' کیونکہ اس کا بنیادی تقاضا تو یہ تھا' چار طلاقیں ہو جاتیں' لیکن چونکہ تین سے زیادہ طلاقیں ہو ہی نہیں سکتی ہیں (اس لیے تین شمار ہوں گی) ہمارے نزدیک اسی چیز کا اعتبار کیا جائے گا' جس کا ذکر پہلے ہوا ہے' جیسا کہ ہم پہلے اس بارے میں بیان کر چکے ہیں۔

طلاق کی نسبت فاصلے کی طرف کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ مِنْ هُنَا اِلَى الشَّامِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ بِمِلْكِ الرَّجْعَةِ﴾ وَقَالَ زُفَرُ: هِيَ بَائِنَةٌ لِاَنَّهُ وَصَفَ الطَّلَاقَ بِالطُّوْلِ قُلْنَا: لَا بَلْ وَصَفَهُ بِالْقِصَرِ لِاَنَّهُ مَتَى وَقَعَ وَقَعَ فِي الْاَمَاكِنِ كُلِّهَا

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں ''یہاں'' سے لے کر ''شام'' تک طلاق ہے' تو یہ ایک طلاق ہوگی' جس میں مرد رجوع کرنے کا حق رکھے گا۔ امام زفر فرماتے ہیں: یہ طلاق بائنہ ہوگی' کیونکہ مرد نے طلاق کو طوالت کے ساتھ موصوف کیا ہے' ہم یہ کہیں گے: بلکہ اس نے طلاق کو ''قصر'' کے ساتھ موصوف کیا ہے' جب یہ واقع ہوگی' تو کسی بھی جگہ واقع ہو سکتی ہے۔

طلاق کی نسبت جگہ کی طرف کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ بِمَكَّةَ اَوْ فِيْ مَكَّةَ فَهِيَ طَالِقٌ فِي الْحَالِ فِيْ كُلِّ الْبِلَادِ، وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ فِي الدَّارِ﴾ لِاَنَّ الطَّلَاقَ لَا يَتَخَصَّصُ بِمَكَانٍ دُوْنَ مَكَانٍ، وَاِنْ عَنٰى بِهٖ اِذَا اَتَيْتِ مَكَّةَ يُصَدَّقُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِاَنَّهُ نَوَى الْاِضْمَارَ وَهُوَ خِلَافُ الظَّاهِرِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَّاَنْتِ مَرِيْضَةٌ، وَاِنْ نَوٰى اِنْ مَرِضْتِ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ ﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا دَخَلْتِ مَكَّةَ لَمْ تَطْلُقْ حَتّٰى تَدْخُلَ مَكَّةَ﴾ لِاَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالدُّخُوْلِ .

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں ''مکہ'' میں طلاق ہے' تو اس عورت کو اسی وقت طلاق ہو جائے گی' خواہ وہ کسی بھی جگہ پر ہو۔ اسی طرح اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں گھر میں طلاق ہے (تو بھی وہ عورت جہاں بھی ہو اسے طلاق ہو جائے گی) اس کی دلیل یہ ہے: طلاق کو ایک جگہ چھوڑ کر' دوسری جگہ کے ساتھ مختص نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مرد نے اس سے مراد یہ لیا ہو: جب تم مکہ آ ؤ گی (تو تمہیں طلاق ہوگی) تو دیانت کے اعتبار سے اس کی بات کی تصدیق کی جائے گی' لیکن قضاء (قاضی کے فیصلے) کے اعتبار سے تصدیق نہیں

کی جائے گی' کیونکہ اس نے پوشیدہ مفہوم کا ارادہ کیا ہے اور یہ بات ظاہر کے خلاف ہے۔ اگر مرد نے یہ کہا: جب تم "مکہ" میں داخل ہو تو تمہیں طلاق ہوگی' تو عورت کو اس وقت تک طلاق نہیں ہوگی' جب تک وہ مکہ میں داخل نہ ہو جائے' کیونکہ مرد نے طلاق کو داخل ہونے کے ساتھ معلق کیا ہے۔

طلاق گھر سے معلق کرنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ دُخُوْلِ الدَّارِ یَتَعَلَّقُ بِالْفِعْلِ لِمُقَارَبَةٍ بَیْنَ الشَّرْطِ وَالظَّرْفِ فَحُمِلَ عَلَیْهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ الظَّرْفِیَّةِ۔

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہارے گھر میں داخل ہونے پر طلاق ہے' تو یہ چیز ایک ایسے فعل کے ساتھ معلق ہوگی ہے' جس میں شرط اور ظرف دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے' تو جب ظرف کا مفہوم مراد لینا ناممکن ہو' تو اسے شرط پر محمول کیا جائے گا۔
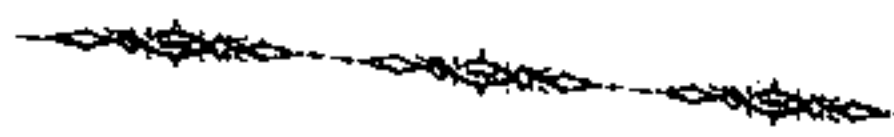
فَصْلٌ فِیْ اِضَافَةِ الطَّلَاقِ اِلَی الزَّمَانِ

یہ فصل طلاق کو زمانے کی طرف منسوب کرنے کے بیان میں ہے

فصل طلاق اضافت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ اضافت طلاق کی فصل کے بعد طلاق کی اضافت زمانے کی طرف ہو اس فصل کو بیان کیا ہے' کیونکہ اس فصل کی مطابقت ماقبل فصل سے واضح ہے۔ کیونکہ اس میں طلاق کی اضافت کا فقہی بیان ذکر کیا جارہا ہے اور اس میں بھی بالکل اسی طرح اضافتی طلاق کا بیان ہو رہا ہے۔ البتہ اس کو مؤخر کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہاں اضافت کا تعلق زمانے کے ساتھ ہے اور یہی عموم میں تخصیص ہے اور تخصیص ہمیشہ عموم کے بعد ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا مصنف کے اس فصل کی تخصیص کے پیش نظر اس کو سابقہ فصل سے مؤخر کرکے ذکر کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۵، ص ۲۲۲، بیروت)

طلاق کی نسبت اگلے دن کی طرف کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا وَقَعَ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ﴾ لِاَنَّهُ وَصَفَهَا بِالطَّلَاقِ فِیْ جَمِيْعِ الْغَدِ وَذٰلِكَ بِوُقُوْعِهٖ فِیْ اَوَّلِ جُزْءٍ مِنْهُ . وَلَوْ نَوٰى بِهٖ اٰخِرَ النَّهَارِ صُدِّقَ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِاَنَّهُ نَوَى التَّخْصِيصَ فِی الْعُمُوْمِ، وَهُوَ يَحْتَمِلُهُ لٰكِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلظَّاهِرِ ﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ غَدًا اَوْ غَدًا الْيَوْمَ يُؤْخَذُ بِاَوَّلِ الْوَقْتَيْنِ الَّذِیْ تَفَوَّهَ بِهٖ﴾ فَيَقَعُ فِی الْاَوَّلِ فِی الْيَوْمِ وَفِی الثَّانِیْ فِی الْغَدِ، لِاَنَّهُ لَمَّا قَالَ: الْيَوْمَ كَانَ تَنْجِيزًا وَالْمُنَجَّزُ لَا يَحْتَمِلُ الْاِضَافَةَ، وَاِذَا قَالَ: غَدًا كَانَ اِضَافَةً وَالْمُضَافُ لَا يَتَنَجَّزُ لِمَا فِيْهِ مِنْ اِبْطَالِ الْاِضَافَةِ فَلَغَا اللَّفْظُ الثَّانِیْ فِی الْفَصْلَيْنِ .

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں کل طلاق ہو' تو اگلے دن صبح صادق کے ساتھ اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے اگلے پورے دن کے ساتھ اسے معلق کیا ہے' تو یہ اگلے دن کے پہلے جزء کے واقع ہونے کے ساتھ ہی واقع ہو جائے گی' اور اگر مرد نے دن کے آخری حصے کی نیت کی ہو' تو دیانت کے اعتبار سے اس کی بات کی تصدیق کی جائے گی' لیکن قضاء کے اعتبار سے نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس نے عموم میں تخصیص کی نیت کی ہے' اور وہ عموم اس کا احتمال رکھتا ہے' لیکن یہ مفہوم ظاہر کے خلاف ہے۔

اگر مرد نے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ غَدًا اَوْ غَدًا الْيَوْمَ تو دونوں میں سے وہ پہلا وقت مراد لیا جائے گا' جس کو مرد نے کلام

میں پہلے ادا کیا' تو پہلی صورت میں پہلے دن طلاق واقع ہو جائے گی' اور دوسری صورت میں اگلے دن واقع ہو گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد نے "آج" کہا تو یہ بات فوری واقع ہو جائے گی' اور جو چیز فوراً ہو وہ اضافت کا احتمال نہیں رکھتی' اور اگر مرد نے "کل" کہا: تو یہ اضافت ہو گی اور جو چیز مضاف ہو وہ فوراً نہیں ہو سکتی' کیونکہ اس صورت میں اضافت باطل ہو جائے گی' اس لیے دونوں صورتوں میں دوسرا لفظ لغو شمار ہو گا۔

اگلے دن کی طرف نسبت کرتے ہوئے لفظ "فی" استعمال کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَدٍ وَقَالَ نَوَیْتُ اٰخِرَ النَّهَارِ دِیْنَ فِی الْقَضَاءِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَقَالَا: لَا یَدِیْنُ فِی الْقَضَاءِ خَاصَّةً﴾ لِاَنَّهٗ وَصَفَهَا بِالطَّلَاقِ "فِیْ" جَمِیْعِ الْغَدِ فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهٖ غَدًا عَلٰی مَا بَیَّنَّاهُ وَلِهٰذَا یَقَعُ فِیْ اَوَّلِ جُزْءٍ مِّنْهُ عِنْدَ عَدَمِ النِّیَّةِ، وَهٰذَا لِاَنَّ حَذْفَ فِیْ وَاِثْبَاتَهٗ سَوَاءٌ لِاَنَّهٗ ظَرْفٌ فِی الْحَالَیْنِ. وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهٗ نَوٰی حَقِیْقَةَ كَلَامِهٖ لِاَنَّ كَلِمَةَ فِیْ لِلظَّرْفِ وَالظَّرْفِیَّةُ لَا تَقْتَضِی الْاِسْتِیْعَابَ وَتَعَیَّنَ الْجُزْءُ الْاَوَّلُ ضَرُوْرَةَ عَدَمِ الْمُزَاحِمِ، فَاِذَا عَیَّنَ اٰخِرَ النَّهَارِ كَانَ التَّعْیِیْنُ الْقَصْدِیُّ اَوْلٰی بِالْاِعْتِبَارِ مِنَ الضَّرُوْرِیِّ، بِخِلَافِ قَوْلِهٖ غَدًا لِاَنَّهٗ یَقْتَضِی الْاِسْتِیْعَابَ حَیْثُ وَصَفَهَا بِهٰذِهِ الصِّفَةِ مُضَافًا اِلٰی جَمِیْعِ الْغَدِ. نَظِیْرُهٗ اِذَا قَالَ: وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ عُمْرِیْ، وَنَظِیْرُ الْاَوَّلِ: وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ فِیْ عُمْرِیْ، وَعَلٰی هٰذَیْنِ الدَّهْرَ وَفِی الدَّهْرِ

اور اگر مرد نے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَدٍ (تمہیں کل میں طلاق ہو جائے) اور پھر اس نے یہ کہا: میں نے دن کے آخری حصے کی نیت کی تھی' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قضاء میں اس کی بات معتبر مانی جائے گی۔ صاحبین یہ فرماتے ہیں: قضاء میں بطور خاص یہ بات معتبر نہیں ہو گی' کیونکہ مرد نے عورت کو اگلے پورے دن میں طلاق کے ساتھ موصوف کیا ہے' تو یہ مرد کے اس قول کی طرح ہو جائے گا: تمہیں کل طلاق ہو گی' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہی دلیل ہے: جب مرد کی نیت نہ ہو' تو دن کے ابتدائی حصے میں ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: لفظ "فی" کو حذف کرنا یا برقرار رکھنا برابر ہے' کیونکہ یہ دونوں صورتوں میں ظرف ہی بنے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: مرد نے لفظ کی حقیقت مراد لی ہے' کیونکہ لفظ "فی" ظرف کے لئے ہوتا ہے اور ظرفیت استیعاب کا تقاضا نہیں کرتی' تو جب کوئی مزاحمت نہ ہو' تو لازمی طور پر ابتدائی جزء متعین ہو جائے گا' لیکن جب اس نے دن کے آخری حصے کو متعین کر دیا تو بدیہی قیاس کے مقابلے میں یہ تعین زیادہ قابل اعتبار ہو گا' جبکہ اس کا یہ کہنا: کل ہو گی' اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہ استیعاب کا تقاضا کرتا ہے' کیونکہ مرد نے عورت کو اس صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور اس کی نسبت اگلے پورے دن کی طرف کی ہے۔

اس کی دلیل مرد کا یہ جملہ ہو گا: اللہ کی قسم! میں عمر بھر روزے رکھتا رہوں گا' اور اسی کے پیش نظر اس کا یہ قول ہو گا: ہمیشہ اور زمانے میں (روزے رکھتا رہوں گا)۔

طلاق کی نسبت گزشتہ کل کی طرف کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ اَمْسِ وَقَدْ تَزَوَّجَهَا الْيَوْمَ لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّهُ اَسْنَدَهُ اِلٰى حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِيَةٍ لِمَالِكِيَّةِ الطَّلَاقِ فَيَلْغُوْ، كَمَا اِذَا قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ، وَلِاَنَّهُ يُمْكِنُ تَصْحِيْحُهُ اِخْبَارًا عَنْ عَدَمِ النِّكَاحِ اَوْ عَنْ كَوْنِهَا مُطَلَّقَةً بِتَطْلِيْقِ غَيْرِهِ مِنَ الْاَزْوَاجِ ﴿وَلَوْ تَزَوَّجَهَا اَوَّلَ مِنْ اَمْسِ وَقَعَ السَّاعَةَ﴾ لِاَنَّهُ مَا اَسْنَدَهُ اِلٰى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ وَلَا يُمْكِنُ تَصْحِيْحُهُ اِخْبَارًا اَيْضًا فَكَانَ اِنْشَاءً، وَالْاِنْشَاءُ فِي الْمَاضِيْ اِنْشَاءٌ فِي الْحَالِ فَيَقَعُ السَّاعَةَ

اور جب کسی شخص نے یہ کہا: تمہیں گزشتہ کل طلاق ہوگئی حالانکہ شادی اس نے اس عورت کے ساتھ آج کی ہو تو کوئی بھی چیز واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے جو طلاق کی ملکیت کے منافی ہے لہٰذا یہ بات لغو جائے گی۔ یہ اسی طرح ہے: جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میری پیدائش سے پہلے تمہیں طلاق ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: یہ بات ممکن ہے اس کلام کو نکاح نہ ہونے کی اطلاع کے طور پر صحیح قرار دیا جائے یا اس چیز کی اطلاع قرار دیا جائے کہ وہ عورت (پہلے) شوہر سے طلاق یافتہ ہے۔ اگر مرد نے گزشتہ شام کے ابتدائی حصے میں اس عورت کے ساتھ شادی کی تھی تو طلاق فوراً واقع ہو جائے گی کیونکہ مرد نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف نہیں کی جو ملکیت کے منافی ہو اور اس بات کو اطلاع کے طور پر درست قرار دینا بھی ممکن نہیں ہے تو یہ انشاء شمار ہوگا اور ماضی میں انشاء زمانہ حال میں انشاء کی مانند ہوتا ہے اس لیے وہ طلاق اسی وقت واقع ہو جائے گی۔

طلاق کی نسبت شادی سے پہلے کے وقت کی طرف کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ اَنْ اَتَزَوَّجَكِ لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّهُ اَسْنَدَهُ اِلٰى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ: طَلَّقْتُكِ وَاَنَا صَبِيٌّ اَوْ نَائِمٌ، اَوْ يُصَحَّحُ اِخْبَارًا عَلٰى مَا ذَكَرْنَا .

اور اگر مرد نے یہ کہا: میرے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی تمہیں طلاق ہے تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے جو ملکیت کے منافی ہے تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں اس وقت طلاق دی جب میں بچہ تھا یا جب میں سویا ہوا تھا یا پھر یہ اطلاع کے طور پر درست ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

طلاق کی نسبت طلاق نہ دینے کی طرف کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ اَوْ مَتٰى لَمْ اُطَلِّقْكِ اَوْ مَتٰى مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ وَسَكَتَ طُلِّقَتْ﴾ لِاَنَّهُ اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى زَمَانٍ خَالٍ عَنِ التَّطْلِيْقِ وَقَدْ وُجِدَ حَيْثُ سَكَتَ، وَهٰذَا لِاَنَّ كَلِمَةَ مَتٰى وَمَتٰى مَا صَرِيْحٌ فِي الْوَقْتِ لِاَنَّهُمَا مِنْ ظُرُوْفِ الزَّمَانِ، وَكَذَا كَلِمَةُ "مَا" قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ اَيْ وَقْتَ الْحَيَاةِ .

اور اگر مرد نے یہ الفاظ استعمال کیے: میں جب تمہیں طلاق نہ دوں یا میں جب تک تمہیں طلاق نہ دوں، تمہیں طلاق ہے تو جیسے ہی مرد خاموش ہوگا عورت کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ مرد نے طلاق کی نسبت ایک ایسے زمانے کی طرف کی ہے جو طلاق دینے سے خالی ہو اور یہ زمانہ اسی وقت پایا گیا جب وہ مرد خاموش ہوا اس کی دلیل یہ ہے: لفظ "متیٰ" اور "متیٰ ما" وقت کے حوالے سے صریح ہوتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ظرف زمان ہیں۔ لفظ "ما" کا بھی یہی حکم ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جب تک میں زندہ رہا" یعنی زندگی کا وقت ہے۔

طلاق نہ دینے سے طلاق کے حکم کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ لَّمْ اُطَلِّقْكِ لَمْ تَطْلُقْ حَتّٰى يَمُوْتَ﴾ لِاَنَّ الْعَدَمَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِالْيَاْسِ عَنِ الْحَيَاةِ وَهُوَ الشَّرْطُ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ اِنْ لَّمْ اٰتِ الْبَصْرَةَ، وَمَوْتُهَا بِمَنْزِلَةِ مَوْتِهٖ هُوَ الصَّحِيْحُ.

اور جب کسی شخص نے یہ کہا: اگر میں تمہیں طلاق نہ دوں، تو تمہیں طلاق ہے، تو جب تک آدمی مر نہیں جاتا، عورت کو طلاق نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ عدم اسی وقت متحقق ہو سکتا ہے، جب زندگی سے مایوس ہوا جا چکا ہو اور یہ بات شرط ہے، جیسا کہ مرد کا یہ کہنا "اگر میں بصرہ نہ آؤں"۔ اور عورت کا مرنا بھی مرد کے مرنے کی مانند ہوگا صحیح قول یہی ہے۔

طلاق دیتے ہوئے لفظ "اِذا" استعمال کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا لَمْ اُطَلِّقْكِ، اَوْ اِذَا مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ لَمْ تَطْلُقْ حَتّٰى يَمُوْتَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: تَطْلُقُ حِيْنَ سَكَتَ﴾ لِاَنَّ كَلِمَةَ اِذَا لِلْوَقْتِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ وَقَالَ قَائِلُهُمْ: وَاِذَا تَكُوْنُ كَرِيْهَةٌ اُدْعٰى لَهَا وَاِذَا يُحَاسُ الْحَيْسُ يُدْعٰى جُنْدُبٌ (۱) فَصَارَ بِمَنْزِلَةِ مَتٰى وَمَتٰى مَا، وَلِهٰذَا لَوْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا شِئْتِ لَا يَخْرُجُ الْاَمْرُ مِنْ يَدِهَا بِالْقِيَامِ عَنِ الْمَجْلِسِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ مَتٰى شِئْتِ. وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ كَلِمَةَ اِذَا تُسْتَعْمَلُ فِي الشَّرْطِ اَيْضًا، قَالَ قَائِلُهُمْ: وَاسْتَغْنِ مَا اَغْنَاكَ رَبُّكَ بِالْغِنٰى

وَاِذَا تُصِبْكَ خَصَاصَةٌ فَتَجَمَّلْ (۱)

فَاِنْ اُرِيْدَ بِهِ الشَّرْطُ لَمْ تَطْلُقْ فِي الْحَالِ. وَاِنْ اُرِيْدَ بِهِ الْوَقْتُ تَطْلُقُ فَلَا تَطْلُقُ بِالشَّكِّ وَالْاِحْتِمَالِ، بِخِلَافِ مَسْاَلَةِ الْمَشِيْئَةِ لِاَنَّهٗ عَلٰى اعْتِبَارِ اَنَّهٗ لِلْوَقْتِ لَا يَخْرُجُ الْاَمْرُ مِنْ يَدِهَا، وَعَلٰى اعْتِبَارِ اَنَّهٗ لِلشَّرْطِ يَخْرُجُ وَالْاَمْرُ صَارَ فِيْ يَدِهَا فَلَا يَخْرُجُ بِالشَّكِّ وَالْاِحْتِمَالِ، وَهٰذَا الْخِلَافُ فِيْمَا اِذَا لَمْ تَكُنْ لَهٗ نِيَّةٌ اَلْبَتَّةَ، اَمَّا اِذَا نَوَى الْوَقْتَ يَقَعُ فِي الْحَالِ وَلَوْ نَوَى الشَّرْطَ يَقَعُ فِيْ آخِرِ الْعُمُرِ لِاَنَّ اللَّفْظَ يَحْتَمِلُهُمَا.

اور جب اگر مرد نے یہ کہا: اگر میں تمہیں طلاق نہ دوں یا جب تک میں تمہیں طلاق نہ دوں تو تم طلاق والی ہو تو جب تک مرد مر نہیں جاتا عورت کو طلاق نہیں ہوگی' یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین یہ فرماتے ہیں: جیسے ہی مرد خاموش ہوگا' عورت کو طلاق ہو جائے گی' کیونکہ لفظ "اذا" وقت کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "جب سورج بے نور ہو جائے گا"۔ اور کسی شاعر کا شعر ہے: "جب کبھی مشکل صورت حال درپیش ہوتی ہے' تو اس کے لئے مجھے بلایا جاتا ہے اور جب کبھی "حیس" (مخصوص قسم کا حلوہ) تیار ہوتا ہے' تو جندب کو بلالیا جاتا ہے"۔ تو یہ لفظ "متیٰ" اور "متیٰ ما" کی طرح ہو جائے گا۔ یہی دلیل ہے: اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا: جب تم چاہو تو تمہیں طلاق ہے' تو اس مجلس سے اٹھنے کی دلیل سے عورت کا اختیار ختم نہیں ہوگا' جیسا کہ مرد اگر یہ کہتا: "جب تم چاہو" (تو اختیار ختم نہیں ہوتا)۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: یہ لفظ "(اذا)" شرط کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اصل اختلاف علم لغت اور علم نحو کے ماہرین کے درمیان ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

"جب تک تمہارا پروردگار خوشحالی کے ہمراہ تمہیں خوشحال رکھے تم خوشحال رہو اور جب تمہیں تنگی لاحق ہو تو صبر کرو"۔ اگر اس سے مراد "شرط" ہو' تو عورت کو فوراً طلاق نہیں ہوگی اور اگر اس سے مراد وقت ہو' تو عورت کو طلاق ہو جائے گی' تو کیونکہ شک اور احتمال کی دلیل سے طلاق نہیں ہوتی ہے' جبکہ لفظ "مشیت" استعمال کرنے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ اگر اس میں وقت کے مفہوم کا اعتبار کیا جائے' تو عورت کا اختیار ختم نہیں ہوگا اور اگر شرط کا اعتبار کیا جائے' تو اختیار ختم ہو جائے گا' تو کیونکہ یہ اختیار عورت کے پاس جا چکا ہے' اس لیے شک اور احتمال کی دلیل سے ختم نہیں ہوگا۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے: جب مرد نے کوئی نیت نہ کی ہو' لیکن اگر اس نے وقت کی نیت کی ہو' تو طلاق فوراً واقع ہو جائے گی' اور اگر اس نے شرط کی نیت کی ہو' تو عمر کے آخری حصے میں واقع ہوگی' کیونکہ یہ لفظ ان دونوں مفاہیم کا احتمال رکھتا ہے۔

طلاق دیتے ہوئے لفظ "ما" استعمال کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ اَنْتِ طَالِقٌ فَهِيَ طَالِقٌ بِهٰذِهِ التَّطْلِيْقَةِ﴾ مَعْنَاهُ قَالَ ذٰلِكَ مَوْصُوْلًا بِهٖ، وَالْقِيَاسُ اَنْ يَّقَعَ الْمُضَافُ فَيَقَعَانِ اِنْ كَانَتْ مَدْخُوْلًا بِهَا، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهٗ وُجِدَ زَمَانٌ لَّمْ يُطَلِّقْهَا فِيْهِ وَاِنْ قَلَّ وَهُوَ زَمَانُ قَوْلِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْهَا. وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ زَمَانَ الْبِرِّ مُسْتَثْنًى عَنِ الْيَمِيْنِ بِدَلَالَةِ الْحَالِ لِاَنَّ الْبِرَّ هُوَ الْمَقْصُوْدُ، وَلَا يُمْكِنُهٗ تَحْقِيْقُ الْبِرِّ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَ هٰذَا الْقَدْرَ مُسْتَثْنًى، اَصْلُهٗ مَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَاشْتَغَلَ بِالنَّقْلَةِ مِنْ سَاعَتِهٖ وَاَخَوَاتُهٗ عَلٰى مَا يَاْتِيْكَ فِي الْاَيْمَانِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور اگر مرد نے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ مَا لَمْ اُطَلِّقْكِ اَنْتِ طَالِقٌ (تمہیں طلاق ہے' جب تک میں تمہیں طلاق نہ دوں تمہیں طلاق ہے) تو وہ عورت اس (دوسری) طلاق کے ذریعے طلاق یافتہ ہو جائے گی۔

---

(۱) القائل هو عبدالقيس بن خفاف و قيل لحارثة بن بدر و هو من شواهد المغني برقم (۱۳۹)

اس کا مفہوم یہ ہے: جب مرد نے جملے کے ساتھ ہی یہ الفاظ استعمال کیے ہوں۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: منسوب کردہ طلاق بھی واقع ہو جائے اور یہ دونوں طلاقیں ہو جائیں اگر وہ عورت مدخول بہا ہے جیسا کہ امام زفر اسی بات کے قائل ہیں اس کی دلیل یہ ہے: ایسا زمانہ پایا گیا ہے جس میں مرد نے عورت کو طلاق نہیں دی اگر چہ وہ بہت تھوڑا سا زمانہ ہے اور یہ زمانہ مرد کے اس جملے کا زمانہ ہے۔ (تمہیں طلاق ہے) اس سے پہلے کہ مرد اسے پورا کر کے فارغ ہوتا۔ استحسان کی صورت یہ ہے: قسم پوری کرنے کا وقت قسم سے مستثنیٰ ہوتا ہے حال کی دلالت کی دلیل سے کیونکہ اصل مقصد قسم کو پورا کرنا ہے تو کچھ مقدار کا استثناء کیے بغیر قسم پورا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی بنیاد یہ مسئلہ ہے: جب مرد نے یہ قسم اٹھائی: وہ اس گھر میں نہیں رہے گا اور وہ پھر اسی لمحے میں سامان وغیرہ منتقل کرنے میں مشغول ہو گیا یا اس جیسے دیگر مسائل ہیں جن کا بیان قسموں سے متعلق باب میں آئے گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

شادی کے دن کے ساتھ طلاق کو مشروط کرنا

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَةٍ: يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَتَزَوَّجَهَا لَيْلًا طَلُقَتْ﴾ لِاَنَّ الْيَوْمَ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ بَيَاضُ النَّهَارِ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ وَاِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ يَمْتَدُّ كَالصَّوْمِ وَالْاَمْرِ بِالْيَدِ لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الْمِعْيَارُ، وَهٰذَا اَلْيَقُ بِهِ، وَيُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ مُطْلَقُ الْوَقْتِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ﴾ وَالْمُرَادُ بِهِ مُطْلَقُ الْوَقْتِ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ اِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ لَا يَمْتَدُّ وَالطَّلَاقُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ فَيَنْتَظِمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَلَوْ قَالَ: عَنَيْتُ بِهِ بَيَاضَ النَّهَارِ خَاصَّةً دِيْنَ فِي الْقَضَاءِ لِاَنَّهُ نَوٰى حَقِيْقَةَ كَلَامِهِ وَاللَّيْلُ لَا يَتَنَاوَلُ اِلَّا السَّوَادَ وَالنَّهَارُ يَتَنَاوَلُ الْبَيَاضَ خَاصَّةً وَهٰذَا هُوَ اللُّغَةُ.

اور جس شخص نے کسی عورت سے یہ کہا: جس دن میں تمہارے ساتھ شادی کروں گا تو تمہیں طلاق ہے پھر اس نے اسی رات اس عورت کے ساتھ شادی کر لی تو عورت کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ بعض اوقات لفظ "یوم" ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دن کی سفیدی ہوتی ہے اور لفظ یوم کو اسی مفہوم پر محمول کیا جاتا ہے اگر اس کا تعلق کسی ایسے فعل کے ساتھ ہو جو پھیلا ہوا ہو جیسے روزہ رکھنا ہے یا کسی کے سپرد معاملہ کرنا ہے کیونکہ عام طور پر اس سے مراد معیار ہوتا ہے اور یہ اس کے زیادہ لائق بھی ہے۔ بعض اوقات اس لفظ کو ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد "مطلق وقت" ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور جو شخص اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا"۔ اس سے مراد "مطلق وقت" ہے تو اسے اس پر محمول کیا جائے گا جب یہ کسی ایسے فعل کے ساتھ متصل ہو جو پھیلا ہوا نہ ہو۔ کیونکہ طلاق بھی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے اس لیے یہ لفظ رات اور دن دونوں کو شامل ہوگا۔ اگر مرد یہ کہے: میں نے اس لفظ کے ذریعے دن کی سفیدی ہی مراد لی تھی تو قضاء میں اس کی بات کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے اپنے کلام کی حقیقت مراد لی ہے اور رات صرف سیاہی کو شامل ہوتی ہے اور دن صرف سفیدی کو شامل ہوتا ہے تو یہ بات لغت کے اعتبار سے ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل عورت کی طرف سے طلاق کے بیان میں ہے﴾

فصل طلاق ز دلیل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ مسائل منثورہ ہیں' یا شتیٰ ہیں' یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے: ابواب میں داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں' کیونکہ شاذ و نادر ہونے کی دلیل سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے' جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثور ، متفرقہ یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مصنف رحمہ اللہ طلاق کی اضافت مردوں کی طرف ہے اس فصل سے فارغ ہوئے' تو اب انہوں نے طلاق کی اضافت عورتوں کی طرف جب کی جائے اس فصل کو شروع کیا ہے' کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ لہٰذا ان مسائل کو ایک مختلف نوع میں مسائل شتیٰ کی طرح بیان کیا ہے۔ تاکہ ان کی اہمیت واضح ہو جائے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۴۱، بیروت)

ان کو مسائل کو الگ ذکر کرنے کی دلیل یہ بھی ہے کہ تنوع میں مختلف مسائل ہمیشہ الگ ذکر کیے جاتے ہیں کیونکہ ان کا استدلال اور ان کے دلائل خواہ وہ ان کے حق میں ہوں' یا ان کی تردید میں ہوں ان کے حکم کے اختلاف کی دلیل سے ان کو الگ ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

عورت کی طرف سے طلاق ہونے کا حکم

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اَنَا مِنْك طَالِقٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ وَاِنْ نَوٰى طَلَاقًا، وَلَوْ قَالَ: اَنَا مِنْك بَائِنٌ اَوْ اَنَا عَلَيْك حَرَامٌ يَنْوِى الطَّلَاقَ فَهِيَ طَالِقٌ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ اَيْضًا اِذَا نَوٰى﴾ لِاَنَّ مِلْكَ النِّكَاحِ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ حَتّٰى مَلَكَتْ هِيَ الْمُطَالَبَةَ بِالْوَطْيِ كَمَا يَمْلِكُ هُوَ الْمُطَالَبَةَ بِالتَّمْكِينِ، وَكَذَا الْحِلُّ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا وَالطَّلَاقُ وُضِعَ لِاِزَالَتِهِمَا فَيَصِحُّ مُضَافًا اِلَيْهِ كَمَا صَحَّ مُضَافًا كَمَا فِي الْاِبَانَةِ وَالتَّحْرِيمِ .

وَلَنَا اَنَّ الطَّلَاقَ لِاِزَالَةِ الْقَيْدِ وَهُوَ فِيهَا دُوْنَ الزَّوْجِ، اَلَاتَرٰى اَنَّهَا هِيَ الْمَمْنُوْعَةُ عَنِ التَّزَوُّجِ وَالْخُرُوْجِ وَلَوْ كَانَ لِاِزَالَةِ الْمِلْكِ فَهُوَ عَلَيْهَا لِاَنَّهَا مَمْلُوْكَةٌ وَّالزَّوْجَ مَالِكٌ وَّلِهٰذَا سُمِّيَتْ

مَنْكُوحَةٌ بِخِلَافِ الْإِبَانَةِ لِأَنَّهَا لِإِزَالَةِ الْوُصْلَةِ وَهِيَ مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَهُمَا بِخِلَافِ التَّحْرِيمِ لِأَنَّهُ لِإِزَالَةِ الْحِلِّ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا فَصَحَّتْ إِضَافَتُهُمَا إِلَيْهِمَا وَلَا تَصِحُّ إِضَافَةُ الطَّلَاقِ إِلَّا إِلَيْهَا

اور جب مرد اپنی بیوی سے یہ کہے: مجھے تمہاری طرف سے طلاق ہے' تو کچھ بھی نہیں ہوگا اگر چہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔ اگر مرد یہ کہے: میں تم سے بائنہ ہوں' یا تم پر حرام ہوں اور اس کے ذریعے اس نے طلاق کی نیت کی ہو' تو عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: پہلی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی' جب مرد نے اس کی نیت کی ہو' اس کی دلیل یہ ہے: نکاح کی ملکیت میاں بیوی کے درمیان مشترک ہے۔ یہاں تک کہ عورت صحبت کرنے کا مطالبہ کر سکتی ہے' جیسا کہ مرد اس بات کا مالک ہے کہ وہ عورت سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اپنا آپ مرد کے سپرد کر دے۔

اسی طرح حلت بھی ان دونوں کے درمیان مشترک ہے' جبکہ طلاق کو' ان دونوں کو' زائل کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے' اس لیے مرد کی طرف اس کی نسبت درست ہوگی' جس طرح عورت کی طرف اس کی نسبت درست ہوتی ہے' جس طرح لفظ ابانہ اور تحریم میں (یہی حکم ہے)۔ ہماری دلیل یہ ہے: طلاق کا مطلب قید کو زائل کرنا ہے اور یہ مفہوم عورت میں پایا جاتا ہے' مرد میں نہیں۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا۔ عورت کے لئے یہ بات ممنوع ہے: وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ بھی شادی کر لے (یا مرد کی اجازت کے بغیر) گھر سے باہر نکلے۔ اگر طلاق کو ملکیت کے ازالے کے لئے فرض کر بھی لیا جائے' تو بھی یہ عورت پر واقع ہوگی' کیونکہ عورت مملوکہ ہے اور شوہر مالک ہے' یہی دلیل ہے: عورت کو منکوحہ کا نام دیا گیا ہے۔ لیکن لفظ ''ابانہ'' کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ یہ ملی ہوئی چیز کو زائل کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے' اور یہ کیفیت میاں بیوی کے درمیان مشترک ہے۔ اسی طرح لفظ تحریم کا حکم مختلف ہے' کیونکہ یہ حلت کو زائل کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ مفہوم بھی مشترک ہے اس لیے ان دونوں الفاظ کی نسبت دونوں میاں بیوی کی طرف کرنا درست ہوگا' لیکن طلاق ہونے کی نسبت صرف عورت کی طرف کرنا درست ہوگا۔

طلاق دینے یا نہ دینے کے الفاظ استعمال کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً أَوْ لَا فَلَيْسَ بِشَيْءٍ﴾ .قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: هٰكَذَا ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ، وَهٰذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ آخِرًا .وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ أَوَّلًا تَطْلُقُ وَاحِدَةً رَجْعِيَّةً، ذَكَرَ قَوْلَ مُحَمَّدٍ فِي كِتَابِ الطَّلَاقِ فِيمَا إِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً أَوْ لَا شَيْءَ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْمَسْأَلَتَيْنِ .وَلَوْ كَانَ الْمَذْكُورُ هَاهُنَا قَوْلَ الْكُلِّ فَعَنْ مُحَمَّدٍ رِوَايَتَانِ، لَهُ أَنَّهُ أَدْخَلَ الشَّكَّ فِي الْوَاحِدَةِ لِدُخُولِ كَلِمَةِ "أَوْ" بَيْنَهَا وَبَيْنَ النَّفْيِ فَيَسْقُطُ اعْتِبَارُ الْوَاحِدَةِ وَيَبْقَى قَوْلُهُ أَنْتِ طَالِقٌ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ أَنْتِ طَالِقٌ أَوْ لَا لِأَنَّهُ أَدْخَلَ الشَّكَّ فِي أَصْلِ الْإِيقَاعِ فَلَا يَقَعُ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْوَصْفَ مَتَى قُرِنَ بِالْعَدَدِ كَانَ الْوُقُوعُ بِذِكْرِ الْعَدَدِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ قَالَ لِغَيْرِ

الْمَدْخُوْلِ بِهَا: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا تَطْلُقُ ثَلَاثًا، وَلَوْ كَانَ الْوُقُوْعُ بِالْوَصْفِ لَلَغَا ذِكْرُ الثَّلَاثِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْوَاقِعَ فِي الْحَقِيْقَةِ اِنَّمَا هُوَ الْمَنْعُوْتُ الْمَحْذُوْفُ مَعْنَاهُ اَنْتِ طَالِقٌ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً عَلٰى مَا مَرَّ، وَاِذَا كَانَ الْوَاقِعُ مَا كَانَ الْعَدَدُ نَعْتًا لَهُ كَانَ الشَّكُّ دَاخِلًا فِي اَصْلِ الْاِيْقَاعِ فَلَا يَقَعُ شَيْءٌ.

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں ایک طلاق ہے یا نہیں ہے تو کچھ واقع نہیں ہوگا۔ مصنف فرماتے ہیں: ''الجامع الصغیر'' میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے اور اس میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابویوسف کا دوسرا قول یہی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق' جو امام ابویوسف کا پہلا قول ہے' اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ''کتاب الطلاق'' میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے' جب مرد بیوی سے یہ کہے: تمہیں ایک طلاق ہے یا کچھ نہیں ہے' تو دونوں مسئلوں کے درمیان کچھ فرق نہیں ہوگا۔ اگر یہاں تمام حضرات کا قول مذکور ہو' تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دو روایات ہوں گی۔ ان کی دلیل یہ ہے: شوہر نے لفظ ''واحدۃ'' میں شک داخل کر دیا ہے' کیونکہ لفظ ''او'' ایک اور نفی کے درمیان آ گیا ہے' اس لیے ''واحدۃ'' کا اعتبار ساقط ہوگا' اور اس کا صرف یہ قول باقی رہ جائے گا: ''تمہیں طلاق ہے''۔ اس کے برخلاف شوہر کا یہ کہنا ''تمہیں طلاق ہے یا نہیں'' تو یہاں پر طلاق کے اصل واقع کرنے میں ہی شک داخل کر دیا ہے' لہٰذا یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: جب کسی صفت کو عدد کے ساتھ ملا دیا جائے' تو واقع ہونا عدد کے ذکر کے اعتبار سے ہوتا ہے' کیا آپ نے غور نہیں کیا۔ اگر مرد اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے یہ کہے: تمہیں تین طلاقیں ہیں' تو اس عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ اگر یہ طلاق کا واقع ہونا' صرف صفت کے اعتبار سے ہوتا' تو تین کا ذکر لغو ہونا چاہیے تھا۔ حکم کی دلیل یہ ہے: حقیقت میں واقع ہونے والی چیز وہ موصوف ہے' جو محذوف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا: اَنْتِ طَالِقٌ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اگر واقع ہونے والی چیز وہ عدد ہوتا' جو اس کی صفت ہے' تو شک اصل طلاق دینے میں داخل ہو جائے گا' اور کوئی بھی چیز واقع نہیں ہوگی۔

طلاق کی نسبت اپنی یا بیوی کی موت کی طرف کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ مَعَ مَوْتِيْ اَوْ مَعَ مَوْتِكِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ﴾ لِاَنَّهُ اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ لَهُ لِاَنَّ مَوْتَهُ يُنَافِي الْاَهْلِيَّةَ وَمَوْتَهَا يُنَافِي الْمَحَلِّيَّةَ وَلَا بُدَّ مِنْهُمَا.

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں میری موت کے ساتھ طلاق ہے' یا تمہیں تمہاری موت کے ساتھ طلاق ہے' تو کچھ بھی نہیں ہوگا' کیونکہ مرد نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے' جو اس کے منافی ہے' کیونکہ مرد کی موت اس کی اہلیت کے منافی ہوگی اور عورت کی موت طلاق کا محل ہونے کے منافی ہوگی' اس لیے (طلاق ہونے کے لئے) دونوں کا زندہ ہونا ضروری ہے۔

جب شوہر یا بیوی' دوسرے فریق کے مالک بن جائیں

﴿وَاِذَا مَلَكَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ اَوْ شِقْصًا مِنْهَا اَوْ مَلَكَتِ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا اَوْ شِقْصًا مِنْهُ وَقَعَتْ

الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ عِلَّتُهُ فَالطَّلَاقُ يُقَارِنُ التَّطْلِيقَ لِأَنَّهُ عِلَّتُهُ فَيَقْتَرِنَانِ .

﴿ ترجمہ ﴾ اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: جب کل آئے گی تو تمہیں دو طلاقیں ہوں گی اور اس کے مالک نے اسے یہ کہہ دیا: جب کل آئے گی تو تم آزاد ہو گی تو اگلے دن (اس عورت کو دو طلاقیں ہو جائیں گی) اور جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے (طلاق یافتہ یا بیوہ نہیں ہو جاتی) پہلے مرد کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ البتہ اس کی عدت تین حیض ہو گی یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا' کیونکہ شوہر نے طلاق کے وقوع کو آقا کے آزاد کرنے کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور شوہر نے بھی اس چیز کے ساتھ حکم کو معلق کیا ہے' جس کے ساتھ آقا نے آزادی کو معلق کیا تھا' اس لیے جس چیز کو معلق کیا گیا ہے' یعنی طلاق دینا وہ شرط کے پائے جانے پر سبب بن جائے گا' اور آزاد ہونا' آزاد کرنے کے ساتھ ہوگا' کیونکہ آزاد کرنا علت ہے اور آزاد ہونا طے شدہ ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے' اس لیے طلاق دینا لازمی طور پر آزاد ہونے کے ساتھ ہوگا' تو یہ آزاد ہونے کے بعد طلاق ہوگی' تو اس کی مثال پہلے مسئلے کی مانند ہو جائے گی۔ یہی دلیل ہے: اس کی عدت تین حیض مقرر کی گئی ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: شوہر نے طلاق کو اسی شرط کے ساتھ معلق کیا ہے' جس کے ساتھ آقا نے آزادی کو معلق کیا تھا لہٰذا آزادی عورت کو اس حالت میں ملے گی' جب وہ کنیز تھی' تو اسی طرح طلاق بھی اسی حالت میں ملنی چاہیے اور کیونکہ کنیز کے حق میں دو طلاقیں بائنہ ہوتی ہیں (اس لیے یہی حکم ہوگا) جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے' تو اس کا حکم مختلف ہے' کیونکہ وہاں پر طلاق دینے کو آقا کے آزاد کرنے کے ساتھ معلق کیا گیا تھا اور طلاق' آزاد ہونے کے بعد واقع ہوئی تھی' جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ حکم عدت میں مختلف اس لیے ہے' کیونکہ احتیاط کے پیش نظر اس کی عدت تین حیض قرار دی گئی ہے' اسی طرح حرمت کو بھی (احتیاط کے پیش نظر) حرمت مغلظہ قرار دیا گیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات بیان کی ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں ہے' کیونکہ اگر آزاد ہونا' آزاد کرنے کے ساتھ ہوگا' کیونکہ وہ علت ہے' تو اسی طرح طلاق ہونا طلاق دینے کے ساتھ ہوگا' کیونکہ طلاق دینا' طلاق کی علت ہے' اس لیے وہ دونوں مل جائیں گے۔

فَصْلٌ فِیْ تَشْبِیْهِ الطَّلَاقِ وَوَصْفِهٖ

یہ فصل طلاق کو کسی چیز سے تشبیہ دینے اور اس کے وصف کے بیان میں ہے

طلاق تشبیہ طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے اصل کو ذکر کرنے کے بعد اس کی فرع کو ذکر کیا ہے' کیونکہ طلاق اصل ہے اور اس طلاق کو کسی وصف کے خاص کرنا یہ اس کی فرع ہے۔ اور اصول یہی ہے کہ اصل ہمیشہ مقدم ہوا کرتی ہے' جبکہ فرع مؤخر ہوتی ہے۔

اصل کو ہمیشہ مقدم اور فرع کو اس کی نیابت کے پیش نظر مؤخر ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ اصول بھی عام ہے نائب اسی وقت معتبر ہوتا ہے' جب اصل نہ ہو کیونکہ اگر اصل ہو حکم اصل کی طرف رہتا ہے کسی بھی چیز کا حکم اصل سے فرع کی طرف تبھی جاتا ہے' جب اصل معدوم ہو کر فرع کی طرف کا راستہ چھوڑ جائے یعنی علت کے اشتراک کے پیش نظر حکم ایک جیسا ہو۔

(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۵، ص ۲۵۵، بیروت)

تشبیہ کی اصطلاح کا لغوی وفقہی مفہوم

علم بیان کی رو سے جب کسی ایک چیز کو مشترک خصوصیت کی بنا پر دوسرے کی مانند قرار دے دیا جائے' تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔ بنیادی طور پر تشبیہ کے معنی ہیں "مثال دینا"۔ کسی شخص یا چیز کو اس کی کسی خاص خوبی یا صفت کی بنا پر کسی ایسے شخص یا چیز کی طرح قرار دینا، جس کی وہ خوبی سب کے ہاں معروف اور مانی ہوئی ہو۔ تشبیہ کہلاتا ہے۔

مثلاً "" بچہ تو چاند کی مانند حسین ہے " تو یہ تشبیہ کہلائے گی کیونکہ چاند کا حسن مسلمہ ہے۔ اگرچہ یہ مفہوم بچے کو چاند سے تشبیہ دیئے بغیر بھی ادا کیا جاسکتا تھا کہ بچہ تو حسین ہے' لیکن تشبیہ کی بدولت اس کلام میں فصاحت وبلاغت پیدا ہوگئی ہے۔

اسی طرح "عبداللہ شیر کی طرح بہادر ہے۔" بھی تشبیہ کی ایک مثال ہے' کیونکہ شیر کی بہادری مسلمہ ہے اور مقصد عبداللہ کی بہادری کو واضح کرنا ہے' جو عبداللہ اور شیر دونوں میں پائی جاتی ہے۔

ارکانِ تشبیہ یہ ہیں۔ تشبیہ کے مندرجہ ذیل پانچ ارکان ہیں

ا۔مشبہ: جس چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے وہ مشبہ کہلاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں بچہ اور عبداللہ مشبہ ہیں۔

ب۔مشبہ بہ: وہ چیز جس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی جائے یا مشبہ کو جس چیز سے تشبیہ دی جائے، وہ مشبہ بہ کہلاتی ہے۔ مثلاً "چاند اور شیر مشبہ بہ ہیں ان دونوں یعنی مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

فحش ترین، بُری ترین، شیطان کی، یا بدعت، طلاق کے الفاظ استعمال کرنا

﴿وَكَذَا إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ أَفْحَشَ الطَّلَاقِ﴾ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُوصَفُ بِهٰذَا الْوَصْفِ بِاعْتِبَارِ أَثَرِهِ وَهُوَ الْبَيْنُونَةُ فِي الْحَالِ فَصَارَ كَقَوْلِهِ بَائِنٌ، وَكَذَا إِذَا قَالَ أَخْبَثَ الطَّلَاقِ ﴿أَوْ أَسْوَأَهُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَكَذَا إِذَا قَالَ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ أَوْ طَلَاقَ الْبِدْعَةِ﴾ لِأَنَّ الرَّجْعِيَّ هُوَ السُّنِّيُّ فَيَكُونُ قَوْلُهُ: الْبِدْعَةَ وَطَلَاقَ الشَّيْطَانِ بَائِنًا. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي قَوْلِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ لِلْبِدْعَةِ أَنَّهُ لَا يَكُونُ بَائِنًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ لِأَنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ تَكُونُ مِنْ حَيْثُ الْإِيقَاعُ فِي حَالَةِ حَيْضٍ فَلَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ لِلْبِدْعَةِ أَوْ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ يَكُونُ رَجْعِيًّا لِأَنَّ هٰذَا الْوَصْفَ قَدْ يَتَحَقَّقُ بِالطَّلَاقِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ فَلَا تَثْبُتُ الْبَيْنُونَةُ بِالشَّكِّ ﴿وَكَذَا إِذَا قَالَ: كَالْجَبَلِ﴾ لِأَنَّ التَّشْبِيهَ بِهِ يُوجِبُ زِيَادَةً لَا مَحَالَةَ وَذٰلِكَ بِإِثْبَاتِ زِيَادَةِ الْوَصْفِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ: مِثْلَ الْجَبَلِ لِمَا قُلْنَا، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَكُونُ رَجْعِيًّا لِأَنَّ الْجَبَلَ شَيْءٌ وَاحِدٌ فَكَانَ تَشْبِيهًا بِهِ فِي تَوَحُّدِهِ

اور اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں سب سے زیادہ فحش طلاق ہے' تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی' کیونکہ طلاق کو ایسی صفت کے ساتھ اسی وقت متصف کیا جا سکتا ہے' جب اس کے اثر کو معتبر قرار دیا جائے اور وہ اثر یہ ہے: علیحدگی فوراً واقع ہو جائے' لہٰذا یہ جملہ بھی لفظ بائنہ کے استعمال کی طرح ہوگا۔ جب شوہر لفظ ''سب سے خبیث ترین طلاق'' استعمال کرے' تو ایسی صورت کا بھی وہی حکم ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اگر شوہر نے شیطان کی طلاق یا طلاق بدعت کا لفظ استعمال کیا ہو' تو وہ ہمارے نزدیک ایک بائنہ طلاق ہوگی' کیونکہ ایک رجعی طلاق تو سنت ہوتی ہے اس لیے طلاق بدعت یا شیطان کی طلاق کو بائنہ قرار دیا جائے گا۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر مرد کسی نیت کے بغیر یہ کہتا ہے' تمہیں طلاق بدعت ہے' تو اس سے طلاق بائنہ نہیں ہوگی' کیونکہ بعض اوقات حیض کی حالت میں طلاق رجعی' طلاق دینے کے اعتبار سے بدعت ہوتی ہے' اس لیے بائنہ ہونے کے لئے نیت ضروری ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: طلاق بدعت یا شیطان کی طلاق' کا لفظ استعمال کرنے سے طلاق رجعی واقع ہوگی' کیونکہ یہ صفت تو حالت حیض میں طلاق دینے سے بھی پیدا ہو سکتی ہے اس لیے محض شک کی بنیاد پر علیحدگی اور بینونت ثابت نہیں ہو سکے گی۔ اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں پہاڑ کی مانند طلاق ہے' تو اس سے ایک بائنہ طلاق واقع ہوگی' کیونکہ پہاڑ سے تشبیہ دینے کا لازمی تقاضا یہ ہے: طلاق میں اضافہ ہو اور وہ اضافہ صفت میں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر شوہر نے ''پہاڑ کی مانند'' کا لفظ استعمال کیا' تو بھی یہی حکم ہوگا' جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں طلاق رجعی ہوگی' کیونکہ پہاڑ ایک ہی چیز ہے' لہٰذا یہ تشبیہ ایک ہونے کے بارے میں ہوگی۔

شدید ترین ایک ہزار جتنی بھرے گھر جتنی طلاق کے الفاظ استعمال کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ أَشَدَّ الطَّلَاقِ أَوْ كَأَلْفٍ أَوْ مِلْءَ الْبَيْتِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ ثَلَاثًا﴾ أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ وَصَفَهُ بِالشِّدَّةِ وَهُوَ الْبَائِنُ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الِانْتِقَاضَ وَالِارْتِفَاضَ، أَمَّا الرَّجْعِيُّ فَيَحْتَمِلُهُ، وَإِنَّمَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ لِذِكْرِهِ الْمَصْدَرَ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ قَدْ يُرَادُ بِهٰذَا التَّشْبِيهِ فِي الْقُوَّةِ تَارَةً وَفِي الْعَدَدِ أُخْرَى، يُقَالُ هُوَ كَأَلْفِ رَجُلٍ وَيُرَادُ بِهِ الْقُوَّةُ فَتَصِحُّ نِيَّةُ الْأَمْرَيْنِ، وَعِنْدَ فِقْدَانِهَا يَثْبُتُ أَقَلُّهُمَا.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَقَعُ الثَّلَاثُ عِنْدَ عَدَمِ النِّيَّةِ لِأَنَّهُ عَدَدٌ فَيُرَادُ بِهِ التَّشْبِيهُ فِي الْعَدَدِ ظَاهِرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ كَعَدَدِ أَلْفٍ، وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّ الشَّيْءَ قَدْ يَمْلَأُ الْبَيْتَ لِعِظَمِهِ فِي نَفْسِهِ وَقَدْ يَمْلَؤُهُ لِكَثْرَتِهِ، فَأَيُّ ذٰلِكَ نَوَى صَحَّتْ نِيَّتُهُ، وَعِنْدَ انْعِدَامِ النِّيَّةِ يَثْبُتُ الْأَقَلُّ.

اور اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں شدید ترین طلاق ہے یا ایک ہزار جتنی طلاق ہے یا بھرے گھر جتنی طلاق ہے تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی البتہ اگر اس نے تین کی نیت کی ہو تو حکم مختلف ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: پہلی صورت میں اس نے طلاق کو شدت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور وہ شدت بائنہ ہو سکتی ہے کیونکہ طلاق بائنہ میں متروک ہونے اور ساقط ہونے کا احتمال نہیں ہوتا جبکہ طلاق رجعی میں یہ احتمال پایا جاتا ہے۔ یہاں تین کی نیت کو درست اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس میں مصدر کا ذکر کیا ہے۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے تو اس میں یہ کہا جا سکتا ہے: عدد کا ذکر کرنے سے بعض اوقات تشبیہ میں شدت مراد ہوتی ہے اور بعض اوقات عدد میں اضافہ مراد ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص ہزار مردوں کے برابر ہے تو اس سے مراد قوت میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے دونوں چیزوں کی نیت درست ہو سکتی ہے اور جب نیت نہ ہو تو دونوں میں سے کمتر چیز مراد لی جائے گی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ بات بیان کرتے ہیں: جب نیت نہ ہو تو بھی تین ہی واقع ہوں گی کیونکہ لفظ ہزار عدد ہے اس لیے اس میں عدد کے حوالے سے تشبیہ مراد ہوگی۔ گویا کہ شوہر نے یہ کہا: تمہیں ہزار کے عدد جتنی طلاقیں ہیں۔ جہاں تک تیسری صورت کا تعلق ہے: تو بعض اوقات کوئی چیز اپنے حجم کے زیادہ ہونے کی دلیل سے گھر کو بھر دیتی ہے اور بعض اوقات اپنی تعداد زیادہ ہونے کی دلیل سے گھر کو بھرتی ہے۔ اس لیے شوہر نے جس چیز کی بھی نیت کی ہوگی: وہ درست شمار ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہ کی ہو تو دونوں میں سے کمتر حیثیت کو مراد لیا جائے گا۔

آئمہ کے نزدیک بنیادی اصول کا اختلاف اور اس کا نتیجہ

ثُمَّ الْأَصْلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ مَتَى شَبَّهَ الطَّلَاقَ بِشَيْءٍ يَقَعُ بَائِنًا: أَيَّ شَيْءٍ كَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ ذَكَرَ الْعِظَمَ أَوْ لَمْ يَذْكُرْ لِمَا مَرَّ أَنَّ التَّشْبِيهَ يَقْتَضِي زِيَادَةَ وَصْفٍ. وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ إِنْ ذَكَرَ

الْعِظَمَ يَكُونُ بَائِنًا وَإِلَّا فَلَا اَىَّ شَيْءٍ كَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ لِاَنَّ التَّشْبِيهَ قَدْ يَكُونُ فِي التَّوْحِيدِ عَلَى التَّجْرِيدِ. اَمَّا ذِكْرُ الْعِظَمِ فَلِلزِّيَادَةِ لَا مَحَالَةَ. وَعِنْدَ زُفَرَ اِنْ كَانَ الْمُشَبَّهُ بِهِ مِمَّا يُوصَفُ بِالْعِظَمِ عِنْدَ النَّاسِ يَقَعُ بَائِنًا وَإِلَّا فَهُوَ رَجْعِيٌّ. وَقِيلَ مُحَمَّدٌ مَعَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقِيلَ مَعَ اَبِي يُوسُفَ. وَبَيَانُهُ فِي قَوْلِهِ مِثْلَ رَأْسِ الْاِبْرَةِ مِثْلَ عِظَمِ رَأْسِ الْاِبْرَةِ وَمِثْلَ الْجَبَلِ مِثْلَ عِظَمِ الْجَبَلِ

اوراس نوعیت کی تشبیہات کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بنیادی قاعدہ یہ ہے: جب طلاق کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے' تو اس کے نتیجے میں طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔ خواہ جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے' اس کی عظمت کا ذکر کیا جائے یا ذکر نہ کیا جائے۔ یہ بات ہم نے پہلے بیان کی ہے: تشبیہ صفت میں اضافے کا تقاضا کرتی ہے۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: عظمت اور بڑائی کا ذکر کرنے کے نتیجے میں طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے ورنہ طلاق بائنہ واقع نہیں ہوتی' خواہ جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی جا رہی ہے' وہ کسی بھی نوعیت کی ہو' کیونکہ بعض اوقات تشبیہ سے مراد مجرد ہونا بھی ہوتا ہے' لیکن عظمت کا تذکرہ کرنا لازمی طور پر صفت میں اضافے کے لئے ہوتا ہے۔ امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر عام عرف میں اسے بڑا قرار دیا جا سکتا ہے' تو طلاق بائنہ واقع ہوگی' ورنہ طلاق رجعی واقع ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: ان کا موقف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے موقف کے مطابق ہے اور بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: ان کا موقف امام ابو یوسف کی دلیل کے ساتھ ہے۔ اس مسئلے کا بیان مرد کے ان الفاظ میں ہوگا۔ ''سوئی کی نوک کی مانند' سوئی کی نوک جتنی بڑی' پہاڑ کی مانند' بڑے پہاڑ کی مانند''۔

شدید' چوڑی' لمبی طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ تَطْلِيقَةً شَدِيدَةً اَوْ عَرِيضَةً اَوْ طَوِيلَةً فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ﴾ لِاَنَّ مَا لَا يُمْكِنُ تَدَارُكُهُ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَهُوَ الْبَائِنُ، وَمَا يَصْعُبُ تَدَارُكُهُ يُقَالُ: لِهٰذَا الْاَمْرِ طُولٌ وَعَرْضٌ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ يَقَعُ بِهَا رَجْعِيَّةً لِاَنَّ هٰذَا الْوَصْفَ لَا يَلِيقُ بِهِ فَيَلْغُو، وَلَوْ نَوَى الثَّلَاثَ فِي هٰذِهِ الْفُصُولِ صَحَّتْ نِيَّتُهُ لِتَنَوُّعِ الْبَيْنُونَةِ عَلَى مَا مَرَّ وَالْوَاقِعُ بِهَا بَائِنٌ.

اور اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں شدید' چوڑی یا لمبی طلاق ہے' تو اس کے نتیجے میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی' کیونکہ جس چیز کا تدارک ممکن نہ ہو مرد کو وہ چیز شدید معلوم ہوتی ہے' اور وہ چیز طلاق بائنہ ہے۔ اسی طرح جو کام آدمی کے لئے سخت یا مشکل ہوتا ہے اس کے لئے یہ کہا جاتا ہے'' یہ بڑا لمبا چوڑا کام ہے''۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: ان الفاظ کے نتیجے میں طلاق رجعی واقع ہوگی' کیونکہ طلاق اس نوعیت کے اوصاف کے ذریعے متصف نہیں ہو سکتی اس لیے اس صفت کا بیان لغو قرار دیا جائے گا۔ اگر اس صورت میں' مرد نے تین کی نیت کی ہو' تو یہ نیت درست شمار ہوگی' کیونکہ بینونت کی مختلف قسمیں ہیں' جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' اور ان کے ذریعے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

فَصْلٌ فِی الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ

﴿یہ فصل جماع سے پہلے طلاق دینے کے بیان میں ہے﴾

غیر مدخولہ کی طلاق والی فصل کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب دخول سے پہلے طلاق دینے کا حکم عارضے کے مرتبے میں ہے یعنی یہ حکم بھی اصل کے ساتھ جس طرح کوئی عارضہ لاحق ہوتا ہے اسی طرح ہے اور جس طرح عرض مؤخر ہوتا ہے اسی طرح اس فصل کو بھی مصنف نے علیہ الرحمہ ذکر کیا ہے کیونکہ عوارض ہمیشہ مؤخر ہوتے ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۶۶، بیروت)

غیر مدخولہ کے تصرف مہر میں اولیاء کے حق پر فقہی مذاہب اربعہ

اس صورت میں جو یہاں بیان ہو رہی ہے آدھے مہر پر علماء کا اجماع ہے، لیکن تین کے نزدیک پورا مہر اس وقت واجب ہو جاتا ہے جبکہ خلوت ہوگئی یعنی میاں بیوی تنہائی کی حالت میں کسی مکان میں جمع ہوگئے، گو ہم بستری نہ ہوئی ہو۔ امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی ہے اور خلفائے راشدین کا فیصلہ بھی یہی ہے، لیکن امام شافعی کی روایت سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس صورت میں بھی صرف نصف مہر مقررہ ہی دینا پڑے گا،

امام شافعی فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں اور ظاہر الفاظ کتاب اللہ کے بھی یہی کہتے ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ سند پکڑے جانے کے قابل نہیں لیکن ابن ابی طلحہ سے ابن عباس کی یہ روایت مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرمان یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ اگر عورتیں خود ایسی حالت میں اپنا آدھا مہر بھی خاوند کو معاف کر دیں تو یہ اور بات ہے اس صورت میں خاوند کو سب معاف ہو جائے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ثیبہ عورت اگر اپنا حق چھوڑ دے تو اسے اختیار ہے۔ بہت سے مفسرین تابعین کا یہی قول ہے،

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عورتوں کا معاف کرنا نہیں بلکہ مردوں کا معاف کرنا ہے۔ یعنی مرد اپنا آدھا حصہ چھوڑ دے اور پورا مہر دے دے لیکن یہ قول شاذ ہے کوئی اور اس قول کا قائل نہیں، پھر فرماتا ہے کہ وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے اس سے مراد خاوند ہے۔

حضرت علی سے سوال ہوا کہ اس سے مراد کیا عورت کے اولیاء ہیں، فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد خاوند ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔ امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس لئے کہ حقیقتاً نکاح کو باقی رکھنا توڑ دینا وغیرہ یہ سب خاوند کے ہی اختیار میں ہے اور جس طرح ولی کو اس کی طرف سے جس کا ولی ہے، اس کے مال کا دے دینا جائز نہیں اسی طرح اس کے مہر کے معاف کر دینے کا بھی اختیار نہیں۔ دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کے باپ بھائی اور وہ لوگ ہیں جن کی اجازت بغیر عورت نکاح نہیں کر سکتی۔

ابن عباس، علقمہ، حسن، عطاء، طاؤس، زہری، ربیعہ، زید بن اسلم، ابراہیم نخعی، عکرمہ، محمد بن سیرین سے بھی یہی مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ولی نے ہی اس حق کا حقدار اسے کیا تھا تو اس میں تصرف کرنے کا بھی اسے اختیار ہے، گو اور مال میں ہیر پھیر کرنے کا اختیار نہ ہو، عکرمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دینے کی رخصت عورت کو دی اور اگر وہ بخیلی اور تنگ دلی کرے تو اس کا ولی بھی معاف کر سکتا ہے۔ گو وہ عورت سمجھدار ہو۔

حضرت شریح بھی یہی فرماتے ہیں لیکن جب شعبی نے انکار کیا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمانے لگے کہ اس سے مراد خاوند ہی ہے بلکہ وہ اس بات پر مباہلہ کو تیار رہتے تھے۔

غیر مدخول بہا بیوی کو طلاق دینے کی مختلف صورتوں کا بیان

﴿وَاِذَا طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَقَعْنَ عَلَيْهَا﴾ لِاَنَّ الْوَاقِعَ مَصْدَرٌ مَحْذُوْفٌ لِاَنَّ مَعْنَاهُ طَلَاقًا ثَلَاثًا عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، فَلَمْ يَكُنْ قَوْلُهٗ اَنْتِ طَالِقٌ اِيْقَاعًا عَلٰى حِدَةٍ فَيَقَعْنَ جُمْلَةً. ﴿فَاِنْ فَرَّقَ الطَّلَاقَ بَانَتْ بِالْاُوْلٰى وَلَمْ تَقَعِ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ﴾ وَذٰلِكَ مِثْلُ اَنْ يَّقُوْلَ: اَنْتِ طَالِقٌ طَالِقٌ طَالِقٌ لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ اِيْقَاعٌ عَلٰى حِدَةٍ اِذَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْ آخِرِ كَلَامِهٖ مَا يُغَيِّرُ صَدْرَهٗ حَتّٰى يَتَوَقَّفَ عَلَيْهِ فَتَقَعُ الْاُوْلٰى فِي الْحَالِ فَتُصَادِفُهَا الثَّانِيَةُ وَهِيَ مُبَانَةٌ ﴿وَكَذَا اِذَا قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً وَقَعَتْ وَاحِدَةٌ﴾ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّهَا بَانَتْ بِالْاُوْلٰى ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً فَمَاتَتْ قَبْلَ قَوْلِهٖ وَاحِدَةً كَانَ بَاطِلًا﴾ لِاَنَّهٗ قَرَنَ الْوَصْفَ بِالْعَدَدِ فَكَانَ الْوَاقِعُ هُوَ الْعَدَدَ، فَاِذَا مَاتَتْ قَبْلَ ذِكْرِ الْعَدَدِ فَاتَ الْمَحَلُّ قَبْلَ الْاِيْقَاعِ فَبَطَلَ ﴿وَكَذَا لَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا﴾ لِمَا بَيَّنَّا وَهٰذِهٖ تُجَانِسُ مَا قَبْلَهَا مِنْ حَيْثُ الْمَعْنٰى.

اور اگر شوہر نے غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دیں، تو وہ تینوں واقع ہو جائیں گی، کیونکہ طلاق محذوف کی دلیل سے واقع ہوئی ہے اور اس کا مطلب "طلاقاً ثلاثا" ہوگا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لیے صرف انت طالق کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، بلکہ تینوں اکٹھی واقع ہو جائیں گی۔ اگر غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں الگ الگ دی جائیں، تو وہ پہلی ہی طلاق کے ذریعے بائنہ ہو جائے گی، اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوں گی، جیسے شوہر نے یہ کہا: تمہیں طلاق ہے، طلاق

ہے' کیونکہ ہر لفظ الگ طور پر واقع ہوا ہے' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے' کلام میں کوئی ایسی چیز ذکر نہ کی جائے' جو صدر کلام میں تغییر پیدا کر دیتی ہے' یعنی یہ ہو کہ کلام کا پہلا حصہ آخری حصے پر موقوف ہو جائے۔

اس لیے پہلی طلاق اسی وقت واقع ہو جائے گی' دوسری طلاق اس وقت پہنچے گی' جب وہ پہلے ہی بائنہ ہو چکی ہے۔ (اس لیے وہ لغو جائے گی) اسی طرح اگر شوہر اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے یہ کہے: تمہیں ایک اور ایک طلاق ہے' تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی' جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں' وہ عورت پہلی طلاق کے ذریعے بائنہ ہو جائے گی۔ اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں ایک طلاق ہے اور وہ عورت لفظ ایک کی ادائیگی سے پہلے انتقال کر گئی تو طلاق باطل ہو جائے گی' اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے طلاق کی صفت کے طور پر عدد کو ذکر کیا ہے' لہٰذا واقع ہونے والی چیز عدد ہوگا' لیکن جب عدد کا ذکر کرنے سے پہلے عورت کا انتقال ہو گیا' تو طلاق ہونے سے پہلے ہی طلاق کا محل ختم ہو گیا' اس لیے وہ طلاق باطل شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں دو طلاقیں ہیں' یا تین طلاقیں ہیں' تو بھی یہی حکم ہوگا' جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے' کیونکہ یہ صورت بھی معنوی اعتبار سے سابقہ صورت کی مشابہ ہے۔

طلاق دیتے ہوئے ''قبل'' اور ''بعد'' کے الفاظ استعمال کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ اَوْ بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ وَقَعَتْ وَاحِدَةٌ﴾ وَالْاَصْلُ اَنَّهُ مَتٰى ذَكَرَ شَيْئَيْنِ وَاَدْخَلَ بَيْنَهُمَا حَرْفَ الظَّرْفِ اِنْ قَرَنَهَا بِهَاءِ الْكِنَايَةِ كَانَ صِفَةً لِلْمَذْكُورِ آخِرًا كَقَوْلِهٖ: جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَبْلَهٗ عَمْرٌو، وَاِنْ لَمْ يَقْرِنْهَا بِهَاءِ الْكِنَايَةِ كَانَ صِفَةً لِلْمَذْكُورِ اَوَّلًا كَقَوْلِهٖ: جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَبْلَ عَمْرٍو، وَاِيْقَاعُ الطَّلَاقِ فِي الْمَاضِيْ اِيْقَاعٌ فِي الْحَالِ لِاَنَّ الْاِسْنَادَ لَيْسَ فِيْ وُسْعِهٖ فَالْقَبْلِيَّةُ فِيْ قَوْلِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ صِفَةٌ لِلْاُوْلٰى فَتَبِيْنُ بِالْاُوْلٰى فَلَا تَقَعُ الثَّانِيَةُ، وَالْبَعْدِيَّةُ فِيْ قَوْلِهٖ بَعْدَهَا وَاحِدَةٌ صِفَةٌ لِلْاَخِيْرَةِ فَحَصَلَتِ الْاِبَانَةُ بِالْاُوْلٰى

اور اگر شوہر نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے یہ کہا: تمہیں ایک سے پہلے ایک طلاق ہے' یا ایک کے بعد ایک طلاق ہے' تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ اصول یہ ہے: جب دو ایسی چیزوں کا ذکر کیا جائے جن کے درمیان ظرف کا کلمہ موجود ہو اور اس کے بعد اسم ضمیر ہو' تو وہ ظرف کا کلمہ اس کی صفت بن جائے گا' جسے آخر میں ذکر کیا گیا ہے جیسے یہ جملہ ہے: جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَبْلَهٗ عَمْرٌو (یعنی میرے پاس زید آیا اور اس سے پہلے عمرو (آ چکا تھا)۔ اگر ظرف کے کلمے کے ہمراہ اسم ضمیر کا تذکرہ نہ ہو' تو ظرف کا کلمہ پہلے ذکر ہونے والے کی صفت بنتا ہے' جیسے یہ جملہ ہے: جَاءَنِيْ زَيْدٌ قَبْلَ عَمْرٍو۔ (یعنی زید عمرو سے پہلے میرے پاس آیا۔) طلاق کا ماضی میں واقع ہونا اس کے حال میں واقع ہونے کے مترادف ہے' کیونکہ ماضی کی طرف منسوب کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے' تو جب قبل واحدہ کی صورت میں لفظ قبل پہلے کی صفت بنے گا اس لیے دوسری طلاق واقع ہی نہیں ہوگی اور بعد واحدہ کی صورت میں لفظ ''بعد'' دوسرے کی صفت بنے گا' اور علیحدگی پہلی طلاق کے ساتھ ہو چکی ہے (تو دوسری طلاق لغو جائے گی)

لفظ "قبل" کے ہمراہ اسم ضمیر استعمال کرنے کا حکم

﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ تَقَعُ ثِنْتَانِ﴾ لِاَنَّ الْقَبْلِيَّةَ صِفَةٌ لِلثَّانِيَةِ لِاتِّصَالِهَا بِحَرْفِ الْكِنَايَةِ فَاقْتَضٰى اِيْقَاعَهَا فِي الْمَاضِيْ وَاِيْقَاعَ الْاُوْلٰى فِي الْحَالِ، غَيْرَ اَنَّ الْاِيْقَاعَ فِي الْمَاضِيْ اِيْقَاعٌ فِي الْحَالِ اَيْضًا فَيَقْتَرِنَانِ فَيَقَعَانِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ لِاَنَّ الْبَعْدِيَّةَ صِفَةٌ لِلْاُوْلٰى فَاقْتَضٰى اِيْقَاعَ الْوَاحِدَةِ فِي الْحَالِ وَاِيْقَاعَ الْاُخْرٰى قَبْلَ هٰذِهِ فَتَقْتَرِنَانِ ﴿وَلَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً مَعَ وَاحِدَةٍ اَوْ مَعَهَا وَاحِدَةٌ تَقَعُ ثِنْتَانِ﴾ لِاَنَّ كَلِمَةَ مَعَ لِلْقِرَانِ۔

وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ فِيْ قَوْلِهٖ: مَعَهَا وَاحِدَةٌ اَنَّهٗ تَقَعُ وَاحِدَةٌ لِاَنَّ الْكِنَايَةَ تَقْتَضِيْ سَبْقَ الْمُكَنّٰى عَنْهُ لَا مَحَالَةَ، وَفِي الْمَدْخُوْلِ بِهَا تَقَعُ ثِنْتَانِ فِي الْوُجُوْهِ كُلِّهَا لِقِيَامِ الْمَحَلِّيَّةِ بَعْدَ وُقُوْعِ الْاُوْلٰى

اور جب شوہر نے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَهَا وَاحِدَةٌ (تمہیں ایک ایسی طلاق ہے جس سے پہلے بھی ایک
طلاق ہو) تو دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی اس کی دلیل یہ ہے: لفظ قبل دوسری طلاق کی صفت بن رہا ہے اس کی دلیل یہ ہے: ظرف کا
کلمہ اسم ضمیر کے ساتھ متصل ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے: دوسری طلاق زمانہ ماضی میں واقع ہو چکی ہو اور پہلی اسی وقت واقع ہو تو
کیونکہ طلاق کا ماضی میں واقع ہونا اس کے زمانہ حال میں واقع ہونے کے مترادف ہے اس لیے یہ دونوں اکٹھی ہو جائیں گی اور
دونوں ہی واقع ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر مرد نے یہ کہا: تمہیں ایک طلاق ہے جس کے بعد ایک طلاق ہے تو دو واقع ہو جائیں
گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: بعدیت پہلی کی صفت ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک طلاق زمانہ حال میں واقع ہو اور دوسری
اس سے پہلے واقع ہو چکی ہو۔ تو یہ دونوں ایک ساتھ واقع ہو جائیں گی۔ اگر شوہر نے یہ کہا: (تمہیں ایک طلاق کے ہمراہ ایک طلاق
ہے) تو دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی کیونکہ لفظ "مع" کے ذریعے دونوں کا ایک دوسرے سے ملنا ظاہر ہو رہا ہے۔ امام ابو یوسف کے
نزدیک لفظ "مع" استعمال کرنے کے نتیجے میں ایک ہی طلاق واقع ہو گی کیونکہ کنایہ کے لئے پہلے مکنی عنہ ہونا چاہیے۔ مذکورہ بالا
تمام صورتوں میں اگر بیوی مدخول بہا ہو تو اس پر دو طلاقیں واقع ہوں گی چونکہ پہلی طلاق کے واقع ہونے کے بعد دوسری کا محل باقی
رہتا ہے۔

جب تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے ایک طلاق ہوئی

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَّاحِدَةً وَّوَاحِدَةً فَدَخَلَتْ وَقَعَتْ عَلَيْهَا وَاحِدَةٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: تَقَعُ ثِنْتَانِ، وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ وَّاحِدَةً وَّوَاحِدَةً اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَدَخَلَتْ طَلُقَتْ ثِنْتَيْنِ﴾ بِالْاِتِّفَاقِ. لَهُمَا اَنَّ حَرْفَ الْوَاوِ لِلْجَمْعِ الْمُطْلَقِ فَتَعَلَّقْنَ جُمْلَةً كَمَا اِذَا نَصَّ عَلَى الثَّلَاثِ اَوْ اٰخَرَ الشَّرْطَ. وَلَهٗ اَنَّ الْجَمْعَ الْمُطْلَقَ يَحْتَمِلُ الْقِرَانَ وَالتَّرْتِيْبَ،

فَعَلٰی اعْتِبَارِ الْاَوَّلِ تَقَعُ ثِنْتَانِ، وَعَلٰی اعْتِبَارِ الثَّانِیْ لَا تَقَعُ اِلَّا وَاحِدَةٌ کَمَا اِذَا نَجَّزَ بِهٰذِهِ اللَّفْظَةِ فَلَا یَقَعُ الزَّائِدُ عَلَی الْوَاحِدَةِ بِالشَّكِّ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَخَّرَ الشَّرْطَ لِاَنَّهٗ مُغَیِّرٌ صَدْرَ الْكَلَامِ فَیَتَوَقَّفُ الْاَوَّلُ عَلَیْهِ فَیَقَعْنَ جُمْلَةً وَلَا مُغَیِّرَ فِیْمَا اِذَا قَدَّمَ الشَّرْطَ فَلَمْ یَتَوَقَّفْ .وَلَوْ عَطَفَ بِحَرْفِ الْفَاءِ فَهُوَ عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ فِیْمَا ذَكَرَ الْكَرْخِیُّ، وَذَكَرَ الْفَقِیْهُ اَبُو اللَّیْثِ اَنَّهٗ یَقَعُ وَاحِدَةٌ بِالِاتِّفَاقِ لِاَنَّ الْفَاءَ لِلتَّعْقِیْبِ وَهُوَ الْاَصَحُّ .

اور اگر شوہر نے ''غیر مدخول بہا'' بیوی سے یہ کہا: اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَّاحِدَةً وَّوَاحِدَةً 'اگر تم گھر میں داخل ہوئی' تو تمہیں ایک اور ایک طلاق ہے اور پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوگئی' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی' جبکہ صاحبین کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: اَنْتِ طَالِقٌ وَّاحِدَةً وَّوَاحِدَةً اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ (تمہیں ایک اور ایک طلاق ہے' اگر تم گھر میں داخل ہوئی) اور پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوگئی' تو تمام حضرات کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ پہلی صورت میں صاحبین کی دلیل یہ ہے: لفظ ''و'' مطلق طور پر جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے اس لیے دونوں ایک ساتھ واقع ہو جائیں گی' جیسا کہ مرد نے دو طلاقوں کا لفظ استعمال کیا ہو' یا شرط کو مؤخر کر دیا ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: مطلق جمع میں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور ترتیب کا بھی احتمال ہوتا ہے' تو اگر پہلا معنی مراد لیا جائے' تو دو واقع ہوں گی' اور اگر دوسرا معنی مراد لیا جائے' یعنی ترتیب کا لحاظ کیا جائے' تو ایک ہی واقع ہوگی' جیسے اگر مرد نے شرط کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا اور صرف یہ کہا ہوتا: تمہیں ایک اور ایک طلاق ہے' تو آپ کے نزدیک بھی شک کی بنیاد پر ایک سے زیادہ طلاق نہ ہوتی۔ تاہم جب شرط کو مؤخر کر دیا جائے' تو حکم اس سے مختلف ہوگا' کیونکہ شرط کو مؤخر کرنے کے نتیجے میں کلام کے آغاز میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے' اور کلام کا آغاز' شرط پر موقوف ہو جاتا ہے' اس لیے دونوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جائیں گی' لیکن جب شرط کا ذکر پہلے کیا گیا ہو' تو کلام کے آغاز میں تغیر پیدا نہیں ہوتا اور موقوف ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر حرف ''ف'' کے ذریعے عطف کیا جائے' تو امام کرخی کے مطابق تینوں حضرات کے درمیان اسی طرح اختلاف ہوگا' لیکن فقیہ ابواللیث کے بیان کے مطابق' تمام فقہاء کا اتفاق ہے' ایک ہی طلاق واقع ہوگی' کیونکہ ''ف'' ''تعقیب'' کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہی دلیل زیادہ درست ہے۔

یہاں طلاق کنایہ کا بیان ہے

طلاق کنایہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کنایہ طلاق وہ الفاظ ہیں؛ جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی اُن کا استعمال ہوتا ہو۔ کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں۔ بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے، بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ، بلکہ جواب کے لیے متعین ہیں۔ اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں اور جن میں گالی کا احتمال ہے اُن سے طلاق ہونا خوشی اور غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب و مذاکرہ کے وقت بغیر نیت بھی طلاق واقع ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق)

اسمائے کنایہ کی تعریف:

وہ اسماء جو کسی چیز پر اشارۃً دلالت کریں۔ ان کو اسمائے کنایہ کہا جاتا ہے۔ اسمائے کنایہ کی دو قسمیں ہیں

(۱)۔ عدد مبہم کے لئے استعمال ہونے والے (۲)۔ مبہم بات کے لئے استعمال ہونے والے

()۔ عدد مبہم کے لئے استعمال ہونے والے اسمائے کنایات

وہ اسمائے کنایہ جو عدد مبہم سے کنایہ کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ تین ہیں۔

(۱)۔ کَمْ ۔(۲) کَذَا ۔(۳) کَاَیِّنْ

لفظ کنایہ، کم کا بیان

اس کی دو قسمیں ہیں۔ استفہامیہ۔ خبریہ

کم استفہامیہ کی تعریف

وہ کم جس کے ذریعے کسی عدد کے بارے میں سوال کیا جائے۔ جیسے کَمْ رَجُلاً عِنْدَكَ؟ (تیرے پاس کتنے آدمی ہیں؟

کم خبریہ کی تعریف

وہ کم جس کے ذریعے کسی عدد کے بارے میں خبر دی جائے جیسے کَمْ کُتُبٍ دَرَسْتُ (میں نے بہت سی کتابیں پڑھیں)

فائدہ: کم کے بعد آنیوالا اسم تمیز کہلاتا ہے۔ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کے اعراب

کم استفہامیہ کی تمیز کے اعراب:

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلاً ضَرَبْتَ؟ (تو نے کتنے آدمیوں کو مارا؟
فائدہ: کم استفہامیہ کی تمیز کو کسی قرینے کے پائے جانے کی صورت میں حذف کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کَمْ مَالُكَ؟ اصل میں کَمْ دِرْهَمًا مَالُكَ؟ تھا یعنی (تیرا مال کتنے درھم ہے؟) یہاں پر قرینہ یہ ہے کہ کم استفہامیہ کے بعد اس کی تمیز منصوب آتی ہے جو کہ یہاں نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کی تمیز محذوف ہے۔

کم خبریہ کی تمیز کے اعراب:

اس کی تمیز نکرہ اور مجرور ہوتی ہے، کبھی تو مضاف الیہ ہونے کی دلیل سے مجرور ہوگی اور کبھی حرف جر مِنْ کی دلیل سے۔ جیسے کَمْ کِتَابٍ رَأَيْتُ (میں نے بہت سی کتابیں دیکھیں) اور کَمْ مِنْ کِتَابٍ رَأَيْتُ (میں نے بہت سی کتابیں دیکھیں)
فائدہ: کم خبریہ کی تمیز مفرد اور جمع دونوں طرح آسکتی ہے۔ جیسے کَمْ عِلْمٍ تَعَلَّمْتُ، کَمْ عُلُوْمٍ تَعَلَّمْتُ۔

کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی پہچان کا طریقہ

کم استفہامیہ کی پہچان کا طریقہ:۔ اس کی تمیز منصوب ہوگی۔ اس کے ذریعے سوال کیا گیا ہوگا۔ اس کے بعد اکثر مخاطب کا صیغہ یا مخاطب کی ضمیر آتی ہے۔
کم خبریہ کی پہچان کا طریقہ: اس کی تمیز مجرور ہوگی۔ اس کے ذریعے کوئی خبر دی گئی ہوگی۔ اس کے بعد اکثر متکلم کا صیغہ یا متکلم کی ضمیر آتی ہے۔

لفظ کنایہ کذا کا بیان

یہ عدد کثیر اور قلیل دونوں سے کنایہ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے زُرْتُ كَذَا عَالِمًا (میں نے اتنے عالموں کی زیارت کی)۔ کذا کی تمیز کے اعراب یہ ہے کہ کَذَا کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔
فائدہ: کَذَا اکیلا بھی استعمال ہوتا ہے اور کبھی تکرار کیساتھ بھی۔ جیسے ضَرَبْتُ كَذَا وَكَذَا رَجُلاً (میں نے اتنے اتنے مردوں کو مارا)۔ فائدہ:۔ کَذَا کا ابتدائے کلام میں آنا ضروری نہیں۔

لفظ کنایہ کاین کا بیان

اس کے ذریعے عدد کثیر کے بارے میں خبر دی جاتی ہے۔
کَاَیِّنْ کی تمیز کے اعراب: اس کی تمیز مفرد اور حرف جار مِنْ کے ساتھ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے كَاَيِّنْ مِن دَابَّةٍ لا تَحْمِلُ رِزْقَهَا (اور کتنے ہی ایسے جاندار ہیں جو اپنے رزق کو جمع نہیں کرتے)۔
فائدہ: کَمْ اور کَاَیِّنْ کا ابتدائے کلام میں آنا ضروری ہے۔ () ۔ کسی مبہم بات کے لئے استعمال ہونے والے اسمائے کنایہ وہ اسماء جو کسی مبہم بات سے کنایہ کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ وہ دو ہیں () کَیْتَ () ذَیْتَ۔ کَیْتَ وذَیْتَ کی تمیز

کے اعراب: کَیْتَ وَ ذَیْتَ کی تمیز ہمیشہ منصوب اور مفرد ہوتی ہے۔

کَیْتَ وَ ذَیْتَ کا استعمال: یہ دونوں واؤ عطف اور تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے قُلْتُ کَیْتَ وَ ذَیْتَ حَدِیْثًا (میں نے فلاں فلاں بات کی)۔ قُلْتُ کَیْتَ وَ کَیْتَ حَدِیْثًا (میں نے فلاں فلاں بات کی)۔ قُلْتُ ذَیْتَ وَ ذَیْتَ حَدِیْثًا (میں نے فلاں فلاں بات کی)

ترکیب: کَمْ کِتَابًا عِنْدَكَ

کَمْ ممیز کِتَابًا تمییز، ممیز تمییز ملکر مبتدا عِنْدَ مضاف كَ ضمیر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر ثَابِتٌ کا متعلق ثَابِتٌ اسم فاعل اپنے هُوَ ضمیر فاعل اور متعلق سے ملکر خبر۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ۔

ترکیب: سَمِعْتُ كَذَا وَ كَذَا حَدِیْثًا

سَمِعْتُ فعل تُ ضمیر اسکا فاعل كَذَا اسم کنایہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ كَذَا اسم کنایہ معطوف، معطوف معطوف علیہ ملکر ممیز، حَدِیْثًا تمییز، ممیز تمییز ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ۔ فائدہ: کَیْتَ اور ذَیْتَ کی ترکیبیں بھی کَذَا کی طرح ہیں۔

علم بیان کے مطابق کنایہ کا مفہوم

کنایہ: علم بیان کی رو سے یہ وہ کلمہ ہے، جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہوں اور ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو، وہ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں۔ یعنی بولنے والا ایک لفظ بول کر اس کے مجازی معنوں کی طرف اشارہ کردے گا، لیکن اس کے حقیقی معنیٰ مراد لینا بھی غلط نہ ہوگا۔

مثلاً "" بال سفید ہوگئے لیکن عادتیں نہ بدلیں"۔

یہاں مجازی معنوں میں بال سفید ہونے سے مراد بڑھاپا ہے' لیکن حقیقی معنوں میں بال سفید ہونا بھی درست ہے۔ بلاغت کی بحث میں تشبیہ ابتدائی صورت ہے اور استعارہ اس کی بلیغ تر صورت ہے۔ اس کے بعد استعارہ اور مجاز مرسل میں بھی فرق ہے۔ استعارہ اور مجاز مرسل میں لفظ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے' لیکن استعارہ میں لفظ کی حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے' جب کہ مجاز مرسل میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجاز مرسل اور کنایہ میں بھی فرق ہے، کنایہ میں مفظ کے حقیقی و مجازی معنی دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں جب کہ مجاز مرسل میں حقیقی معنیٰ مراد نہیں لیے جاسکتے بلکہ مجازی معنیٰ ہی مراد لیے جائیں گے۔

طلاق کنایہ کی صورتوں کا بیان

﴿وَاَمَّا الضَّرْبُ الثَّانِیْ وَهُوَ الْكِنَایَاتُ لَا یَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ اِلَّا بِالنِّیَّةِ اَوْ بِدَلَالَةِ الْحَالِ﴾ لِاَنَّهَا غَیْرُ مَوْضُوعَةٍ لِلطَّلَاقِ بَلْ تَحْتَمِلُهُ وَغَیْرَهُ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّعْیِینِ اَوْ دَلَالَتِهِ .قَالَ ﴿وَهِیَ عَلٰی

ضربَيْنِ. مِنْهَا ثَلَاثَةُ أَلْفَاظٍ يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَلَا يَقَعُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةٌ، وَهِيَ قَوْلُهُ اعْتَدِّي وَاسْتَبْرِئِي رَحِمَكِ وَأَنْتِ وَاحِدَةٌ؛ أَمَّا الْأُولَى فَلِأَنَّهَا تَحْتَمِلُ الْاِعْتِدَادَ عَنِ النِّكَاحِ وَتَحْتَمِلُ اعْتِدَادَ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَإِنْ نَوَى الْأَوَّلَ تَعَيَّنَ بِنِيَّتِهِ فَيَقْتَضِي طَلَاقًا سَابِقًا وَالطَّلَاقُ يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ.

وَأَمَّا الثَّانِيَةُ فَلِأَنَّهَا تُسْتَعْمَلُ بِمَعْنَى الْاِعْتِدَادِ لِأَنَّهُ تَصْرِيحٌ بِمَا هُوَ الْمَقْصُودُ مِنْهُ فَكَانَ بِمَنْزِلَتِهِ وَتَحْتَمِلُ الْاِسْتِبْرَاءَ لِيُطَلِّقَهَا، وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَلِأَنَّهَا تَحْتَمِلُ أَنْ تَكُوْنَ نَعْتًا لِمَصْدَرٍ مَحْذُوْفٍ مَعْنَاهُ تَطْلِيْقَةٌ وَاحِدَةٌ، فَإِذَا نَوَاهُ جُعِلَ كَأَنَّهُ قَالَهُ، وَالطَّلَاقُ يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ، وَيَحْتَمِلُ غَيْرَهُ وَهُوَ أَنْ تَكُوْنَ وَاحِدَةً عِنْدَهُ أَوْ عِنْدَ قَوْمِهِ، وَلَمَّا احْتَمَلَتْ هٰذِهِ الْأَلْفَاظُ الطَّلَاقَ وَغَيْرَهُ تَحْتَاجُ فِيْهِ إِلَى النِّيَّةِ وَلَا تَقَعُ إِلَّا وَاحِدَةٌ لِأَنَّ قَوْلَهُ: أَنْتِ طَالِقٌ فِيْهَا مُقْتَضًى أَوْ مُضْمَرٌ، وَلَوْ كَانَ مُظْهَرًا لَا تَقَعُ بِهَا إِلَّا وَاحِدَةٌ، فَإِذَا كَانَ مُضْمَرًا أَوْلٰى، وَفِيْ قَوْلِهِ وَاحِدَةٌ وَإِنْ صَارَ الْمَصْدَرُ مَذْكُوْرًا لٰكِنَّ التَّنْصِيْصَ عَلَى الْوَاحِدَةِ يُنَافِيْ نِيَّةَ الثَّلَاثِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِإِعْرَابِ الْوَاحِدَةِ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ هُوَ الصَّحِيْحُ لِأَنَّ الْعَوَامَّ لَا يُمَيِّزُوْنَ بَيْنَ وُجُوْهِ الْإِعْرَابِ.

📖 اور جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو وہ کنایات ہیں اور ان کے ذریعے طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب نیت موجود ہو یا قرائن سے یہ بات ثابت ہو اس کی دلیل یہ ہے: یہ الفاظ طلاق کے لئے وضع نہیں کیے گئے ہیں بلکہ یہ طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور دوسرے مفہوم کا بھی احتمال رکھتے ہیں تو اس لیے یہ متعین کرنا ضروری ہوگا یا دلالت حال ضروری ہوگی۔فرماتے ہیں: کنایات کی دو قسمیں ہیں: ان میں سے تین الفاظ ایسے ہیں جن کے ذریعے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور وہ بھی صرف ایک واقع ہوتی ہے۔وہ الفاظ یہ ہیں: (تم عدت گزارو) (تم استبراء رحم کرو) (تم ایک ہو) جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے: تو اس کی دلیل یہ ہے: لفظ اعتدی کا مطلب نکاح کا شمار بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار بھی ہوسکتا ہے اس لیے اگر پہلے معنی کی نیت کی جائے تو نیت کی دلیل سے یہ مفہوم متعین ہو جائے گا تاہم ان الفاظ کے ذریعے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طلاق پہلے ہو چکی ہے اس لیے طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش ہوگی۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے تو استبراء کے الفاظ بھی اعتداد کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ عدت کے ذریعے جو چیز مقصود ہوتی ہے اس کلام میں اس کی تصریح موجود ہے اس لیے یہ الفاظ بھی اعتدی کی مانند ہوں گے اور یہاں یہ احتمال ہوسکتا ہے ان الفاظ کے ذریعے مطلق طور پر استبراء مقصود ہوتا کہ آدمی اسے طلاق دے سکے۔ جہاں تک تیسری صورت کا تعلق ہے تو اس میں بھی اس بات کا احتمال موجود ہے: لفظ واحدۃ محذوف مصدر کی صفت ہو اور انت واحدۃ کا مطلب یہ ہوگا انت تطلیقۃ واحدۃ ہے لہٰذا جب مرد طلاق کی نیت کر لے گا تو گویا کہ اس نے انت تطلیقۃ واحدۃ کہہ دیا اور ایسی طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش ہوتی ہے۔اس میں دوسرا احتمال یہ پایا جاتا ہے: وہ اپنے شوہر کے نزدیک یا اپنی قوم میں ایک (یعنی

یکتا اور بے مثال) ہے۔

کیونکہ ان تینوں قسم کے الفاظ میں طلاق دینے اور نہ دینے دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے اس لیے طلاق واقع ہونے کے لیے نیت کی موجودگی ضروری ہوگی اور اس نیت کے نتیجے میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ پہلی دونوں صورتوں میں لفظ انت طالق ظاہر کے اعتبار سے موجود ہے اور تیسری صورت میں مضمر طور پر موجود ہے کیونکہ اگر شوہر انت طالق لفظ کہہ دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی تو اگر یہ پوشیدہ ہو تو پھر بدرجہ اولیٰ ایک ہی ہونی چاہئے۔ مرد کا لفظ واحدۃ اگرچہ مصدر ہے اور ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ ایک ہونے کے بارے میں تصریح ہے اور یہ تین کی نیت کے منافی ہوگا۔ اس بارے میں لفظ واحدۃ پر پڑھے جانے والے اعراب کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ عام مشائخ اسی بات کے قائل ہیں اور یہی بات درست بھی ہے کیونکہ عوام اعراب کی مختلف صورتوں کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔

بقیہ کنایات میں نیت کا بیان

قَالَ ﴿وَبَقِيَّةُ الْكِنَايَاتِ إِذَا نَوٰى بِهَا الطَّلَاقَ كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً، وَإِنْ نَوٰى ثَلَاثًا كَانَتْ ثَلَاثًا، وَإِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ كَانَتْ وَاحِدَةً، وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ: أَنْتِ بَائِنٌ وَبَتَّةٌ وَبَتْلَةٌ وَحَرَامٌ وَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ وَالْحَقِي بِأَهْلِكِ وَخَلِيَّةٌ وَبَرِيَّةٌ وَوَهَبْتُكِ لِأَهْلِكِ وَسَرَّحْتُكِ وَفَارَقْتُكِ وَأَمْرُكِ بِيَدِكِ وَاخْتَارِي وَأَنْتِ حُرَّةٌ وَتَقَنَّعِي وَتَخَمَّرِي وَاسْتَتِرِي وَاغْرُبِي وَاخْرُجِي وَاذْهَبِي وَقُومِي وَابْتَغِي الْأَزْوَاجَ﴾ لِأَنَّهَا تَحْتَمِلُ الطَّلَاقَ وَغَيْرَهٗ فَلَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ۔

قَالَ ﴿إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ حَالِ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ﴾ فَيَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ، وَلَا يَقَعُ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهٗ. قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿سَوّٰى بَيْنَ هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ وَقَالَ: وَلَا يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ إِذَا كَانَ فِيْ حَالِ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ﴾ قَالُوْا ﴿وَهٰذَا فِيْمَا لَا يَصْلُحُ رَدًّا﴾ وَالْجُمْلَةُ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّ الْأَحْوَالَ ثَلَاثَةٌ: حَالَةٌ مُطْلَقَةٌ وَهِيَ حَالَةُ الرِّضَا، وَحَالَةُ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ، وَحَالَةُ الْغَضَبِ۔

اور قسم کے کنایات وہ ہیں جب ان کے ذریعے طلاق کی نیت کی جائے تو ایک بائنہ طلاق ہو جائے گی اور اگر تین کی نیت کی جائے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک بائنہ طلاق ہوگی ان میں یہ الفاظ شامل ہیں۔ تم بائنہ ہو تم بتہ ہو بتلہ حرام تمہاری رسی تمہاری گردن پر ہے۔ تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ خالی ہونا بری ہونا میں نے تمہیں تمہارے گھر والوں کی نذر کیا۔ میں نے تمہیں آرام دیا میں نے تم سے علیحدگی اختیار کی تمہارا معاملہ تمہارے سپرد ہے تم اختیار کر لو تم آزاد ہو تم دوپٹہ اوڑھ لو تم چادر اوڑھ لو تم استبراء کر لو تم دور ہو جاؤ تم نکل جاؤ تم چلی جاؤ تم کھڑی ہو جاؤ تم میاں تلاش کر لو۔ ان تمام الفاظ میں طلاق دینے اور طلاق نہ دینے دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے اس لیے نیت کی موجودگی ضروری ہوگی۔ البتہ طلاق کا مذاکرہ

چل رہا ہو اور مرد ان الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ استعمال کر لے تو قضاء کے اعتبار سے طلاق ہو جائے گی' لیکن دیانت کے اعتبار سے اسی وقت واقع ہو گی جب ایسی صورت حال میں مرد نے طلاق کی نیت کی ہو۔

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: امام قدوری نے ان تمام الفاظ کو یکساں حیثیت کا حامل تسلیم کیا ہے حالانکہ یہ چیز ان الفاظ میں ہو سکتی ہے جن میں رد کیے جانے کا احتمال نہ ہو۔ مختصر یہ کہ حالتیں تین طرح کی ہیں: مطلق حالت' یہ رضامندی کی حالت ہوتی ہے طلاق کے مذاکرے کی حالت اور غصے کی حالت۔

کنایات کی تین بنیادی اقسام کی وضاحت کا بیان

وَالْكِنَايَاتُ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ: مَا يَصْلُحُ جَوَابًا وَرَدًّا، وَمَا يَصْلُحُ جَوَابًا لَا رَدًّا، وَمَا يَصْلُحُ جَوَابًا وَسَبًّا وَشَتِيمَةً .فَفِيْ حَالَةِ الرِّضَا لَا يَكُوْنُ شَيْءٌ مِنْهَا طَلَاقًا اِلَّا بِالنِّيَّةِ، فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ فِيْ اِنْكَارِ النِّيَّةِ لِمَا قُلْنَا، وَفِيْ حَالَةِ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ لَا يُصَدَّقُ فِيْمَا يَصْلُحُ جَوَابًا، وَلَا يَصْلُحُ رَدًّا فِي الْقَضَاءِ مِثْلُ قَوْلِهٖ خَلِيَّةٌ بَرِيَّةٌ بَائِنٌ بَتَّةٌ حَرَامٌ اعْتَدِّيْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ اخْتَارِيْ ؛ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ مُرَادَهُ الطَّلَاقُ عِنْدَ سُؤَالِ الطَّلَاقِ، وَيُصَدَّقُ فِيْمَا يَصْلُحُ جَوَابًا وَرَدًّا مِثْلُ قَوْلِهٖ: اذْهَبِيْ اُخْرُجِيْ قُوْمِيْ تَقَنَّعِيْ تَخَمَّرِيْ وَمَا يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى لِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ الرَّدَّ وَهُوَ الْاَدْنٰى فَحُمِلَ عَلَيْهِ .

وَفِيْ حَالَةِ الْغَضَبِ يُصَدَّقُ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ لِاحْتِمَالِ الرَّدِّ وَالسَّبِّ، اِلَّا فِيْمَا يَصْلُحُ لِلطَّلَاقِ وَلَا يَصْلُحُ لِلرَّدِّ وَالشَّتْمِ كَقَوْلِهٖ: اعْتَدِّيْ وَاخْتَارِيْ وَاَمْرُكِ بِيَدِكِ فَاِنَّهٗ لَا يُصَدَّقُ فِيْهَا لِاَنَّ الْغَضَبَ يَدُلُّ عَلٰى اِرَادَةِ الطَّلَاقِ .وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ فِيْ قَوْلِهٖ: لَا مِلْكَ لِيْ عَلَيْكِ وَلَا سَبِيْلَ لِيْ عَلَيْكِ وَخَلَّيْتُ سَبِيْلَكِ وَفَارَقْتُكِ، اَنَّهٗ يُصَدَّقُ فِيْ حَالَةِ الْغَضَبِ لِمَا فِيْهَا مِنْ احْتِمَالِ مَعْنَى السَّبِّ .ثُمَّ وُقُوْعُ الْبَائِنِ بِمَا سِوَى الثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ مَذْهَبُنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَقَعُ بِهَا رَجْعِيًّا لِاَنَّ الْوَاقِعَ بِهَا طَلَاقٌ، لِاَنَّهَا كِنَايَاتٌ عَنْ الطَّلَاقِ وَلِهٰذَا تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ وَيُنْتَقَصُ بِهِ الْعَدَدُ، وَالطَّلَاقُ مُعْقِبٌ لِلرَّجْعَةِ كَالصَّرِيْحِ .

وَلَنَا اَنَّ تَصَرُّفَ الْاِبَانَةِ صَدَرَ مِنْ اَهْلِهٖ مُضَافًا اِلٰى مَحَلِّهٖ عَنْ وِلَايَةٍ شَرْعِيَّةٍ، وَلَا خَفَاءَ فِي الْاَهْلِيَّةِ وَالْمَحَلِّيَّةِ، وَالدَّلَالَةُ عَلَى الْوِلَايَةِ اَنَّ الْحَاجَةَ مَاسَّةٌ اِلٰى اِثْبَاتِهَا كَيْ لَا يَنْسَدَّ عَلَيْهِ بَابُ التَّدَارُكِ وَلَا يَقَعُ فِيْ عُهْدَتِهَا بِالْمُرَاجَعَةِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ، وَلَيْسَتْ كِنَايَاتٍ عَلَى التَّحْقِيْقِ لِاَنَّهَا عَوَامِلُ فِيْ حَقَائِقِهَا، وَالشَّرْطُ تَعْيِيْنُ اَحَدِ نَوْعَيِ الْبَيْنُوْنَةِ دُوْنَ الطَّلَاقِ، وَانْتِقَاصُ الْعَدَدِ

لِثُبُوتِ الطَّلَاقِ بِنَاءً عَلَى زَوَالِ الْوُصْلَةِ، وَاِنَّمَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ فِيْهَا لِتَنَوُّعِ الْبَيْنُوْنَةِ اِلٰى
غَلِيْظَةٍ وَخَفِيْفَةٍ، وَعِنْدَ انْعِدَامِ النِّيَّةِ يَثْبُتُ الْاَدْنٰى. وَلَا تَصِحُّ نِيَّةُ الْاِثْنَتَيْنِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ
لِاَنَّهُ عَدَدٌ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ اور کنایات کی بھی تین قسمیں ہیں: جو جواب اور رد دونوں کی صلاحیت رکھتے ہوں' جو جواب بن سکتے ہوں لیکن رد نہ
بن سکتے ہوں اور جو جواب بھی بن سکتے ہوں اور رد بھی بن سکتے ہوں۔ رضامندی کی حالت میں' ان میں سے کسی بھی لفظ کے
ذریعے طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر مرد نیت کا انکار کر دیتا ہے' تو اس کی بات درست تسلیم کی جائے گی اس کی دلیل ہم پہلے بیان کر
چکے ہیں۔

طلاق کے مذاکرے کی حالت میں مرد کی اس چیز کے بارے میں تصدیق نہیں کی جائے گی' جو چیز جواب بن سکتی ہو اور رد نہ
بن سکتی ہو اور یہ حکم قضاء کے اعتبار سے ہوگا' جیسے یہ الفاظ ہیں:

خَلِيَّةٌ بَرِيَّةٌ بَائِنٌ بَتَّةٌ حَرَامٌ اعْتَدِّي اَمْرُكِ بِيَدِكِ اخْتَارِي.

اس کی دلیل یہ ہے: بظاہر تو ان سے مراد طلاق ہی ہے' جب طلاق کا مطالبہ کیا گیا ہو۔ جو چیز جواب اور رد دونوں کی صلاحیت
رکھتی ہو اس کے بارے میں مرد کی تصدیق کی جائے گی' جیسے اس کے یہ الفاظ ہیں (تم چلی جاؤ' تم نکل جاؤ' تم اٹھ کھڑی ہو' تم دوپٹہ
اوڑھ لو' تم چادر لے لو) یا اس نوعیت کے دیگر الفاظ' کیونکہ یہ رد کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور کیونکہ یہ کمتر حیثیت رکھتا ہے اس لیے ان
الفاظ کو اسی مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ جہاں تک غضب کی حالت کا تعلق ہے' تو اس میں ان تمام الفاظ کے بارے میں مرد کی بات کی
تصدیق کی جائے گی' کیونکہ یہاں رد کرنے اور گالی دینے دونوں کا احتمال موجود ہے۔ البتہ وہ الفاظ جن میں صرف طلاق کا مفہوم پایا
جاتا ہے رد اور جواب کا مفہوم نہیں پایا جاتا جیسے (تم گنتی کر لو' تم اختیار کر لو' تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے وغیرہ) تو غصے کی حالت
طلاق کے ارادے پر ہی دلالت کرتی ہے۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: یہ الفاظ: تم پر میری کوئی ملکیت نہیں ہے' میں نے تمہارا راستہ خالی کر دیا ہے' میں نے تم
سے علیحدگی اختیار کی وغیرہ میں غضب کی حالت میں مرد کی بات تسلیم کی جائے گی' کیونکہ یہ الفاظ طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔ پہلے
تین کے علاوہ میں' بائن طلاق کا واقع ہونا احناف کے نزدیک طے شدہ ہے۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں
طلاق رجعی واقع ہوگی' کیونکہ ان الفاظ میں طلاق کا کنایہ موجود ہے اس لیے نیت کرنا شرط ہوگا اور اس سے عدد کو کم بھی کیا جا سکتا ہے
اور ایسی طلاق کے ذریعے اسی طرح رجوع کیا جا سکتا ہے جیسے صریح الفاظ استعمال کرنے کے نتیجے میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ہم یہ
کہتے ہیں: علیحدگی کے بارے میں تصرف اس شخص کی طرف سے واقع ہوا ہے' جو اس کا اہل ہے اور علیحدگی کی نسبت بھی اسی شخص کی
طرف ہوئی ہے' جو اس کا محل ہے اور شریعت نے مرد کو طلاق بائنہ دینے کا اختیار بھی دیا ہے اس لیے مذکورہ بالا صورتوں میں اہلیت'
محلیت اور ولایت میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے اور ولایت کو ثابت کرنے کی ضرورت بھی ہے۔ طلاق کے کنایات' حقیقی نہیں ہوتے
کیونکہ یہ اپنے حقیقی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نیت کو اس لیے شرط قرار دیا گیا ہے' تا کہ اس علیحدگی کی دو قسموں میں سے کسی

ایک کا تعین ہو سکے۔ اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ طلاق کے لئے نیت شرط ہوتی ہے۔ عدد میں کمی اس لیے ہوتی ہے کہ تعلق کو توڑ دینے کے نتیجے میں طلاق کا ثبوت ہوتا ہے۔ تین کی نیت اس لیے درست ہے کیونکہ بینونت کی دو قسمیں ہیں۔ خفیفہ اور غلیظہ اور جب کوئی نیت نہ ہو تو اس صورت میں بینونت خفیفہ ہی ثابت ہوگی۔ ہمارے نزدیک دو کی نیت کرنا درست نہیں ہے البتہ امام زفر کی دلیل مختلف ہے کیونکہ دو ایک عدد ہے اس پر گفتگو پہلے کی جا چکی ہے۔

لفظ اِعْتَدِّی کو تکرار کے ساتھ استعمال کرنے میں طلاق کا بیان

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: اعْتَدِّي اعْتَدِّي اعْتَدِّي وَقَالَ: نَوَيْتُ بِالْأُولَى طَلَاقًا وَبِالْبَاقِي حَيْضًا دِيْنَ فِي الْقَضَاءِ﴾ لِأَنَّهُ نَوَى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ، وَلِأَنَّهُ يَأْمُرُ امْرَأَتَهُ فِي الْعَادَةِ بِالِاعْتِدَادِ بَعْدَ الطَّلَاقِ فَكَانَ الظَّاهِرُ شَاهِدًا لَهُ ﴿وَإِنْ قَالَ: لَمْ أَنْوِ بِالْبَاقِي شَيْئًا فَهِيَ ثَلَاثٌ﴾ لِأَنَّهُ لَمَّا نَوَى بِالْأُولَى الطَّلَاقَ صَارَ الْحَالُ حَالَ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ فَتَعَيَّنَ الْبَاقِيَانِ لِلطَّلَاقِ بِهَذِهِ الدَّلَالَةِ فَلَا يُصَدَّقُ فِي نَفْيِ النِّيَّةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ: لَمْ أَنْوِ بِالْكُلِّ الطَّلَاقَ حَيْثُ لَا يَقَعُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ لَا ظَاهِرَ يُكَذِّبُهُ، وَبِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ: نَوَيْتُ بِالثَّالِثَةِ الطَّلَاقَ دُوْنَ الْأُولَيَيْنِ حَيْثُ لَا يَقَعُ إِلَّا وَاحِدَةٌ لِأَنَّ الْحَالَ عِنْدَ الْأُولَيَيْنِ لَمْ تَكُنْ حَالَ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ، وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ يُصَدَّقُ الزَّوْجُ عَلَى نَفْيِ النِّيَّةِ إِنَّمَا يُصَدَّقُ مَعَ الْيَمِيْنِ لِأَنَّهُ أَمِيْنٌ فِي الْإِخْبَارِ عَمَّا فِي ضَمِيْرِهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْأَمِيْنِ مَعَ الْيَمِيْنِ.

اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم عدت گزارو (یا تم گنتی کرو) یہ لفظ تین دفعہ استعمال کیا اور پھر یہ کہا: پہلے لفظ سے مراد میری طلاق تھی اور باقی دو الفاظ کے ذریعے میری مراد حیض تھی تو عدالت میں اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اس نے کلام کی حقیقت کی نیت کی ہے اس کی دلیل یہ ہے: انسان طلاق دینے کے بعد اپنی بیوی کو عدت شمار کرنے کا حکم دیتا ہے اس لیے ظاہر بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: باقی دو الفاظ کے ذریعے میں نے کوئی نیت نہیں کی تھی تو یہ تین طلاقیں شمار ہوں گی کیونکہ جب اس نے پہلے لفظ کے ذریعے طلاق کی نیت کی تھی تو یہ طلاق کے مذاکرے کی حالت ہو جائے گی اور باقی دو الفاظ بھی اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں: اس کے لئے طلاق متعین ہو جائے لہٰذا نیت کی نفی میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی تاہم اگر شوہر یہ کہہ دے: میں نے کسی بھی لفظ کے ذریعے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگا کیونکہ ظاہری صورت حال بھی اس بات کی تکذیب نہیں کر رہی ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: میں نے پہلے دو الفاظ کے ذریعے طلاق کی نیت نہیں کی تھی لیکن تیسرے لفظ کے ذریعے طلاق کی نیت کی تھی تو ایک طلاق واقع ہوگی چونکہ پہلے دو الفاظ کے استعمال کے وقت طلاق کے مذاکرے کی حالت نہیں تھی۔ مذکورہ بالا تمام صورتوں میں نیت کی نفی کے بارے میں مرد سے قسم لی جائے گی اور اس کی تصدیق کر دی جائے گی کیونکہ وہ اپنے ذہن میں موجود بات کے بارے میں اطلاع دینے کے حوالے سے امین ہے اور ہمیشہ امین شخص کی بات کو تسلیم کیا جاتا ہے تاہم (احتیاط کے پیش نظر) اس سے قسم لی جاتی ہے۔

بَابُ تَفْوِيْضِ الطَّلَاقِ

﴿یہ باب حق طلاق کو سپرد کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب تفویض طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے طلاق صریح اور کنایہ کو بیان کرنے کے بعد اب طلاق کے حق کو بیوی کو سپرد کرنے کے حکم سے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے طلاق کا بیان مطلق تھا جس میں صرف شوہر کے لئے حق طلاق اور استعمال طلاق کا حق متعین تھا اور عام اصول کے موافق تھا اسی کو مطلق کہا جاتا ہے اور اب کے اس کے حکم طلاق یا حق طلاق کو مقید کیا جا رہا ہے کہ جب اس کو مفوض کر دیا جائے۔ تو یہ حکم مقید ہوا اور مقید ہمیشہ مطلق کے بعد آتا ہے۔ یعنی کسی حکم شرعی میں اطلاق ہوتا ہے اور اس کے بعد اس میں کی دوسری شرعی دلیل یا اسی جیسی نص کے ساتھ اس حکم کو مقید کر دیا جاتا ہے' لیکن اس کا مقام مطلق کے بعد آتا ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے اس اصول کی رعایت کے پیش نظر اس باب کو مؤخر کیا ہے۔

حق طلاق کا اختیار دینے کا حکم شرعی

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۔(الاحزاب، ۲۸)

اے غیب بتانے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیبیوں سے فرما دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے لئے اجازت مانگی' تو صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے پایا ان میں سے کسی کو اجازت نہ دی گئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی گئی تو وہ داخل ہو گئے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اجازت مانگی' تو انہیں بھی اجازت دے دی گئی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج غمگین اور خاموش بیٹھی تھیں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ضرور کسی بات کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنساؤں گا' تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خارجہ کی بیٹی کو دیکھتے جو کہ ان کی بیوی ہیں اس نے مجھ سے نفقہ مانگا' تو میں اس کا گلا دبانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے فرمایا یہ میرے ارد گرد ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نفقہ مانگتی ہیں پس ابوبکر رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلا دبانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور عمر حفصہ رضی اللہ عنہا کا گلا دبانے کے لئے اٹھے اور یہ

دونوں ان سے کہہ رہے تھے کہ تم نبی ﷺ سے ایسا سوال کرتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو پھر آپ ﷺ ان سے ایک ماہ یا انتیس دن علیحدہ رہے پھر آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا 28 وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

(33۔الاحزاب:28)

پس آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شروع فرمایا اور فرمایا: اے عائشہ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تیرے سامنے ایک معاملہ پیش کروں یہاں تک کہا اپنے والدین سے مشورہ کر لے انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وہ کیا معاملہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں آپ ﷺ کے معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہوں میں آپ ﷺ سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ ﷺ اپنی دوسری ازواج سے اس کا ذکر نہ فرمائیں جو میں نے کہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو ان میں سے مجھ سے پوچھے گی، تو میں اسے خبر دے دوں گا' کیونکہ اللہ نے مجھے مشکلات میں ڈالنے والا اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اللہ نے مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔(صحیح مسلم: جلددوم: حدیث نمبر 1197)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سیدِ عالم ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے آپ سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں' تو کمالِ زہد تھا سامانِ دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو تخییر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قرشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ عنہما) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمِ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمِ سلمٰی بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زمعہ اور چار غیر قرشیہ (۱) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۲) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۳) صفیہ بنتِ حُیی بن اخطب خیبریہ (۴) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنہن۔

سیدِ عالم ﷺ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا: جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو دلیل ہو اس پر عمل کرو، انہوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیا، میں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔

جس عورت کو اختیار دیا جائے وہ اگر اپنے زوج کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ہمارے نزدیک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

جس عورت کے ساتھ بعدِ نکاح دخول یا خلوتِ صحیحہ ہوئی اس کو طلاق دی جائے' تو کچھ سامان دینا مستحب ہے اور وہ سامان تین کپڑوں کا جوڑا ہوتا ہے، یہاں مال سے وہی مراد ہے۔ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اس کو قبلِ دخول طلاق دی تو یہ جوڑا دینا

واجب ہے۔ بغیر کسی ضرر کے۔ (خزائن العرفان، الاحزاب، ۲۸)

سورہ 1 کی ابتدا اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ کے الفاظ سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد یہاں بھی اور
مقامات پر بھی طلاق کے احکام جہاں بیان ہوئے ہیں، اس فعل کی نسبت مرد ہی کی طرف کی گئی ہے۔
قرآن نے شوہر کا مال واپس کر کے طلاق لینے کے لیے 'فِیمَا افْتَدَتْ بِهٖ' (جو عورت فدیہ میں دے) کے الفاظ
یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ طلاق کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے۔ اس کی دلیل بھی بالکل واضح ہے۔
کفالت کی ذمہ داری ہمیشہ سے مرد پر ہے اور اس کی اہلیت بھی قدرت نے اسے ہی دی ہے۔ قرآن نے اسی بنا پر
اور بقرہ ہی کی آیت 228 میں بہ صراحت فرمایا ہے: لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ' (شوہروں کو ان پر ایک درجہ فوقیت
ہے)۔ چنانچہ ذمہ داری کی نوعیت اور حفظ مراتب، دونوں کا تقاضا ہے کہ طلاق کا اختیار بھی شوہر ہی کو دیا جائے۔
ہے کہ خاندان کا ادارہ انسان کی ناگزیر ضرورت ہے۔ ذمہ داریوں کے فرق اور وصل و فصل کے یکساں اختیارات
طرح دنیا کا کوئی دوسرا ادارہ قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح خاندان کا ادارہ بھی نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ عورت نے اپنی
حفاظت و کفالت کے عوض اگر اپنے آپ کو کسی مرد کے سپرد کر دینے کا معاہدہ کر لیا ہے تو اسے ختم کر دینے کا اختیار بھی
معاملہ کیے بغیر عورت کو نہیں دیا جا سکتا۔ یہی انصاف ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری صورت اگر اختیار کی جائے گی تو یہ بے انصافی ہو
گی اور اس کا نتیجہ بھی لامحالہ یہی نکلے گا کہ خاندان کا ادارہ بالآخر ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ عورت اگر علیحدگی چاہے تو وہ طلاق دے گی نہیں، بلکہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے گی۔
حالات میں توقع یہی ہے کہ ہر شریف النفس آدمی نباہ کی کوئی صورت نہ پا کر یہ مطالبہ مان لے گا، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو عورت عدالت
سے رجوع کر سکتی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو عدالتوں کے لیے اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ اگر یہ بات
اگر تحقیق ہو جاتی ہے کہ عورت اپنے شوہر سے بےزار ہے اور اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو شوہر کو حکم دیا جائے کہ اس نے مہر کے
علاوہ کوئی مال یا جائیداد اگر بیوی کو دی ہوئی ہے اور وہ اسے واپس لینا چاہتا ہے تو واپس لے کر اسے طلاق دے دے۔

سیدنا ابن عباس کی روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ، میں
اس کے دین و اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی، مگر مجھے اسلام میں کفر کا اندیشہ ہے۔ 25 نبی ﷺ نے یہ شکایت سنی تو فرمایا: اس کا باغ
واپس کرتی ہو؟ اس نے مان لیا تو آپ نے ثابت کو حکم دیا کہ باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے کر الگ کر دو۔

(صحیح بخاری)

فَصْلٌ فِی الاِخْتِیَارِ

یہ فصل حق طلاق بیوی کو سپرد کرنے کے بیان میں ہے

اختیار طلاق فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

تفویض طلاق کے باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس فصل کو پہلے ذکر کیا ہے جس میں طلاق کا حق بیوی کو سپرد کر دیا جائے اور دلیل مناسبت و مطابقت یہ ہے کہ طلاق کا اکثر حق تفویض ز دلیل سے متعلق ہوتا ہے۔ ویسے عمومی طور پر طلاق کا تعلق جس قدر بیوی سے ہوتا ہے اس قدر ز دلیل کے اولیاء یا شوہر کے اعزاء اقرباء و دوست واحباب یا دیگر کسی قسم کے وکلاء سے نہیں ہوتا ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس فصل میں حق طلاق کو بیوی کے سپرد کرنے سے متعلق مسائل کو بیان کیا ہے۔

جب شوہر نے بیوی کو طلاق کا اختیار دیدیا

﴿وَإِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: اخْتَارِي يَنْوِي بِذٰلِكَ الطَّلَاقَ اَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ فَلَهَا اَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا مَا دَامَتْ فِي مَجْلِسِهَا ذٰلِكَ، فَإِنْ قَامَتْ مِنْهُ اَوْ اَخَذَتْ فِي عَمَلٍ اٰخَرَ خَرَجَ الْاَمْرُ مِنْ يَدِهَا﴾ لِاَنَّ الْمُخَيَّرَةَ لَهَا الْمَجْلِسُ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ، (۱) وَلِاَنَّهُ تَمْلِيكُ الْفِعْلِ مِنْهَا، وَالتَّمْلِيكَاتُ تَقْتَضِي جَوَابًا فِي الْمَجْلِسِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، لِاَنَّ سَاعَاتِ الْمَجْلِسِ اُعْتُبِرَتْ سَاعَةً وَاحِدَةً، اِلَّا اَنَّ الْمَجْلِسَ تَارَةً يَتَبَدَّلُ بِالذَّهَابِ عَنْهُ وَتَارَةً بِالِاشْتِغَالِ بِعَمَلٍ اٰخَرَ، اِذْ مَجْلِسُ الْاَكْلِ غَيْرُ مَجْلِسِ الْمُنَاظَرَةِ وَمَجْلِسُ الْقِتَالِ غَيْرُهُمَا .

وَيَبْطُلُ خِيَارُهَا بِمُجَرَّدِ الْقِيَامِ لِاَنَّهُ دَلِيلُ الْاِعْرَاضِ، بِخِلَافِ الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ لِاَنَّ الْمُفْسِدَ هُنَاكَ الِافْتِرَاقُ مِنْ غَيْرِ قَبْضٍ، ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ فِي قَوْلِهِ: اخْتَارِي لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَخْيِيرَهَا فِي نَفْسِهَا وَيَحْتَمِلُ تَخْيِيرَهَا فِي تَصَرُّفٍ اٰخَرَ غَيْرِهِ ﴿فَإِنْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فِي قَوْلِهِ اخْتَارِي كَانَتْ وَاحِدَةً بَائِنَةً﴾ . وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَقَعَ بِهٰذَا شَيْءٌ، وَاِنْ نَوَى الزَّوْجُ الطَّلَاقَ لِاَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْاِيقَاعَ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَلَا يَمْلِكُ التَّفْوِيضَ اِلَى غَيْرِهِ اِلَّا اَنَّا اسْتَحْسَنَّاهُ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِاَنَّهُ بِسَبِيلٍ مِنْ اَنْ يَسْتَدِيمَ نِكَاحَهَا اَوْ يُفَارِقَهَا فَيَمْلِكُ اِقَامَتَهَا مَقَامَ نَفْسِهِ فِي

حَقِّ هٰذَا الْحُكْمِ، ثُمَّ الْوَاقِعُ بِهَا بَائِنٌ لِاَنَّ اخْتِيَارَهَا نَفْسَهَا بِثُبُوتِ اخْتِصَاصِهَا بِهَا وَذٰلِكَ فِي الْبَائِنِ ﴿وَلَا يَكُوْنُ ثَلَاثًا وَاِنْ نَوَى الزَّوْجُ ذٰلِكَ﴾ لِاَنَّ الْاِخْتِيَارَ لَا يَتَنَوَّعُ، بِخِلَافِ الْاِبَانَةِ لِاَنَّ الْبَيْنُوْنَةَ قَدْ تَتَنَوَّعُ.

جب شوہر بیوی سے یہ کہے: ''تمہیں اختیار ہے (کہ طلاق لے لو)'' اور اس نے طلاق کی نیت بھی کی ہو یا پھر مرد نے یہ کہا'' تم اپنے آپ کو طلاق دے دو'' تو عورت کو یہ حق حاصل ہوگا' جب تک وہ اس مجلس میں موجود ہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے' لیکن اگر وہ اس مجلس سے اٹھ کر چلی جائے یا اسی مجلس میں کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے' تو اس کا یہ اختیار ختم ہو جائے گا' کیونکہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے: اس نوعیت کا اختیار اس مخصوص مجلس تک محدود رہتا ہے۔ اس صورت میں کیونکہ عورت کو مالک بنا دیا جاتا ہے' اور اس مالک بنانے کے جواب کا' بنیادی تقاضا اسی مجلس کے ساتھ متعلق ہوتا ہے' جیسا کہ خرید وفروخت کا یہی حکم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مجلس کی مختلف گھڑیاں ایک ہی گھڑی شمار ہوتی ہیں البتہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اٹھ کر چلے جانے کے نتیجے میں مجلس تبدیل شمار ہوتی ہے اور بعض اوقات کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے کی دلیل سے مجلس تبدیل شمار ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کھانے پینے کی محفل مناظرے کی محفل سے مختلف ہوتی ہے اور لڑنے جھگڑنے والی محفل کا رنگ اور ہوتا ہے۔ عورت کو ملنے والا یہ اختیار' محض اس کے کھڑے ہو جانے سے باطل ہو جائے گا' کیونکہ محفل سے اٹھ کھڑے ہونا انحراف کی علامت ہوتا ہے' جبکہ بیع صرف اور بیع سلم کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ ان میں' قبضے میں لیے بغیر اٹھ کر چلے جانا فاسد کرتا ہے۔ ''تمہیں اختیار ہے'' جیسے الفاظ میں طلاق کی نیت بھی ضروری ہے' کیونکہ صرف لفظ اختیار استعمال کیا جائے' تو اس سے طلاق بھی مراد ہو سکتی ہے اور کسی دوسرے معاملے کا اختیار بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر مرد کے ان الفاظ ''تمہیں اختیار ہے'' کے جواب میں عورت نے یہ کہہ دیا۔ میں نے اختیار کر لیا' تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ قیاس کا تقاضا تو یہ تھا: ان الفاظ کے ذریعے کچھ بھی واقع نہ ہو۔ اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہوئی ہو' کیونکہ اس نوعیت کے الفاظ کے ذریعے تو خاوند خود بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا تو ان کے ذریعے کسی دوسرے کو طلاق کا مالک کیسے بنا سکتا ہے؟ لیکن ہم قیاس کو ترک کر کے استحسان کو اختیار کریں گے۔ نیز صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع بھی ہے۔ ایک دلیل یہ بھی ہے: مرد کو اس بات کا حق حاصل ہے: وہ عورت کو نکاح میں برقرار رکھے یا اسے چھوڑ دے' تو لہٰذا وہ اس عورت کو اس حکم میں نکاح کو باقی رکھنے یا ترک کرنے کے اختیار کی مالک بھی بنا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے بائنہ طلاق واقع ہوگی' کیونکہ عورت کا اپنی ذات کو اختیار کرنے کا مطلب یہ ہوگا' وہ اپنی ذات کو اس طرح پیش کرنا چاہتی ہے کہ اس کا اختیار اپنی ذات کے ساتھ مخصوص رہے اور یہ بات صرف بائنہ طلاق کی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں اگر شوہر نے تین طلاقوں کی نیت بھی کی ہوئی ہو' تو تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: اختیار میں تنوع نہیں ہوتا۔ البتہ ابانت کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔

مرد یا عورت کے کلام میں لفظ ''نفس'' (ذات) کا ذکر ہونا ضروری ہے

قَالَ ﴿وَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِ النَّفْسِ فِيْ كَلَامِهِ اَوْ فِيْ كَلَامِهَا، حَتّٰى لَوْ قَالَ لَهَا: اخْتَارِيْ فَقَالَتْ قَدْ:

اخْتَرْتُ فَهُوَ بَاطِلٌ﴾ لِأَنَّهُ عُرِفَ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ فِي الْمُفَسَّرَةِ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ، وَلِأَنَّ الْمُبْهَمَ لَا يَصْلُحُ تَفْسِيرًا لِلْمُبْهَمِ الْآخَرِ وَلَا تَعْيِينَ مَعَ الْإِبْهَامِ ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اخْتَارِي نَفْسَكِ فَقَالَتْ: اخْتَرْتُ تَقَعُ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ﴾ لِأَنَّ كَلَامَهُ مُفَسَّرٌ، وَكَلَامُهَا خَرَجَ جَوَابًا لَهُ فَيَتَضَمَّنُ إِعَادَتَهُ ﴿وَكَذَا لَوْ قَالَ اخْتَارِي اخْتِيَارَةً فَقَالَتْ: اخْتَرْتُ﴾ لِأَنَّ الْهَاءَ فِي الْاخْتِيَارَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْاتِّحَادِ وَالْانْفِرَادِ، وَاخْتِيَارُهَا نَفْسَهَا هُوَ الَّذِي يَتَّحِدُ مَرَّةً وَيَتَعَدَّدُ أُخْرَى فَصَارَ مُفَسَّرًا مِنْ جَانِبِهِ.

فرمایا: اور شوہر یا بیوی کے کلام میں لفظ نفس (ذات) کا موجود ہونا ضروری ہے اگر شوہر نے صرف یہ کہا: "تم اختیار کرلو" اور بیوی نے یہ کہا "میں نے اختیار کرلیا" تو یہ کہنا باطل شمار ہوگا' کیونکہ یہ بات اجماع سے ثابت ہے اور اجماع میں بھی یہ بات شامل ہے کہ فریقین میں سے ایک کی طرف سے لفظ "نفس" (ذات) استعمال ہونا چاہئے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: ایک مبہم لفظ کسی دوسرے مبہم لفظ کی وضاحت نہیں کرسکتا اور جب تک ابہام موجود ہو اس وقت تک تعین ممکن نہیں ہوتا۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "تمہیں اپنی ذات کے بارے میں اختیار ہے" اور بیوی نے جواب میں یہ کہہ دیا "میں نے اختیار کیا" تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ مرد کا کلام مفسر ہے' جبکہ عورت کا کلام مرد کے کلام کے جواب میں صادر ہوا ہے اس لیے مرد کے کلام کا مفہوم اس میں پایا جائے گا۔ اسی طرح اگر شوہر نے یہ کہا: تم اختیار کرلو' اور عورت نے جواب میں یہ کہہ دیا: میں نے اختیار کیا' تو لفظ اختیارۃً میں "ۃ" اتحاد اور انفراد کی اطلاع دیتی ہے۔ عورت اپنی ذات کو بعض اوقات ایک مرتبہ اختیار کرتی ہے اور بعض اوقات متعدد مرتبہ اختیار کرتی ہے اس لیے یہ کلام مرد کی طرف سے مفسر شمار ہوگا۔

اختیار سے وقوع طلاق کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ: اخْتَارِي فَقَالَتْ: قَدِ اخْتَرْتُ نَفْسِي يَقَعُ الطَّلَاقُ إِذَا نَوَى الزَّوْجُ﴾ لِأَنَّ كَلَامَهَا مُفَسَّرٌ، وَمَا نَوَاهُ الزَّوْجُ مِنْ مُحْتَمَلَاتِ كَلَامِهِ ﴿وَلَوْ قَالَ: اخْتَارِي فَقَالَتْ: أَنَا أَخْتَارُ نَفْسِي فَهِيَ طَالِقٌ﴾ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا تَطْلُقَ لِأَنَّ هٰذَا مُجَرَّدُ وَعْدٍ أَوْ يَحْتَمِلُهُ، فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ فَقَالَتْ: أَنَا أُطَلِّقُ نَفْسِي. وَجْهُ الْاسْتِحْسَانِ حَدِيثُ ﴿عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَإِنَّهَا قَالَتْ لَا بَلْ أَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾ اعْتَبَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَوَابًا مِنْهَا، وَلِأَنَّ هٰذِهِ الصِّيغَةَ حَقِيقَةٌ فِي الْحَالِ وَتَجُوزُ فِي الْاسْتِقْبَالِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ، وَأَدَاءِ الشَّاهِدِ الشَّهَادَةَ، بِخِلَافِ قَوْلِهَا: أُطَلِّقُ نَفْسِي لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ حَمْلُهُ عَلَى الْحَالِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحِكَايَةٍ عَنْ حَالَةٍ قَائِمَةٍ، وَلَا كَذٰلِكَ قَوْلُهَا: أَنَا أَخْتَارُ نَفْسِي لِأَنَّهُ حِكَايَةٌ عَنْ حَالَةٍ قَائِمَةٍ وَهُوَ اخْتِيَارُهَا

نَفْسَهَا،

اور جب شوہر نے یہ کہا: "تمہیں اختیار ہے" اور بیوی نے جواب میں یہ کہہ دیا "میں اپنی ذات کو اختیار کرتی ہوں" تو اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو اس کے نتیجے میں طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی' کیونکہ یہاں عورت کا کلام مفسر ہے اور مرد نے جس بات کی نیت کی ہے اس کے کلام میں اس مفہوم کا احتمال پایا جاتا ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: تم اختیار کرو اور عورت نے جواب میں یہ کہا: میں اپنی ذات کو اختیار کرتی ہوں' تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: طلاق واقع نہیں ہونی چاہئے کیونکہ (عبارت میں استعمال ہونے والا لفظ) مستقبل کا مفہوم رکھنے کی دلیل سے محض وعدہ بن جاتا ہے اور (دوسری طرف زمانہ حال) کا بھی احتمال رکھتا ہے' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جیسے مرد نے یہ کہا ہو "تم اپنی ذات کو طلاق دے دو" اور اس کے جواب میں عورت نے یہ کہہ دیا ہو: میں اپنی ذات کو طلاق دے دوں گی (تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی)۔ لیکن اس جگہ پر استحسان کی دلیل سیدہ عائشہ ؓ کے یہ الفاظ ہیں (جن کا تذکرہ احادیث میں ہے) "نہیں! بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اختیار کروں گی"۔ (اس میں بھی فعل مضارع کا صیغہ ہے) لیکن نبی اکرم ﷺ نے اس جواب کو قابل اعتبار تسلیم کیا تھا۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے: لفظ اختار شہادت (گواہی) کا کلمہ ہے اور دوسری گواہیوں کی طرح یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے زمانہ حال کا مفہوم ادا کرتا ہے اور مجازی طور پر زمانہ مستقبل کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ لیکن جہاں تک لفظ اطلق نفسی (میں اپنی ذات کو طلاق دیتی ہوں) کا تعلق ہے' تو اسے زمانہ حال پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ کسی موجودہ حالت کا بیان نہیں ہے۔ لیکن یہ صورت اس سے مختلف ہے: جب عورت نے یہ کہا ہو: میں اپنی ذات کو اختیار کرتی ہوں' کیونکہ یہ حالت کا بیان ہو سکتا ہے اور وہ اس کا اپنی ذات کو اختیار کرنا ہے۔

جب شوہر تین مرتبہ لفظ "اختاری" استعمال کرے

وَلَوْ قَالَ لَهَا: اخْتَارِي اخْتَارِي اخْتَارِي فَقَالَتْ: قَدْ اخْتَرْتُ الْأُولٰى أَوِ الْوُسْطٰى أَوِ الْأَخِيرَةَ طَلُقَتْ ثَلَاثًا فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَلَا يُحْتَاجُ إِلَى نِيَّةِ الزَّوْجِ ﴿وَقَالَا: تَطْلُقُ وَاحِدَةً﴾ وَإِنَّمَا لَا يُحْتَاجُ إِلَى نِيَّةِ الزَّوْجِ لِدَلَالَةِ التَّكْرَارِ عَلَيْهِ إِذِ الِاخْتِيَارُ فِي حَقِّ الطَّلَاقِ هُوَ الَّذِي يَتَكَرَّرُ لَهُمَا إِنْ ذَكَرَ الْأُولٰى، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهُ إِنْ كَانَ لَا يُفِيدُ مِنْ حَيْثُ التَّرْتِيبُ يُفِيدُ مِنْ حَيْثُ الْإِفْرَادُ فَيُعْتَبَرُ فِيمَا يُفِيدُ.

وَلَهُ أَنَّ هٰذَا وَصْفٌ لَغْوٌ لِأَنَّ الْمُجْتَمِعَ فِي الْمِلْكِ لَا تَرْتِيبَ فِيهِ كَالْمُجْتَمِعِ فِي الْمَكَانِ، وَالْكَلَامُ لِلتَّرْتِيبِ وَالْإِفْرَادُ مِنْ ضَرُورَاتِهِ، فَإِذَا لَغَا فِي حَقِّ الْأَصْلِ لَغَا فِي حَقِّ الْبِنَاءِ ﴿وَلَوْ قَالَتْ اخْتَرْتُ اخْتِيَارَةً فَهِيَ ثَلَاثٌ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا﴾ لِأَنَّهَا لِلْمَرَّةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا صَرَّحَتْ بِهَا وَلِأَنَّ الِاخْتِيَارَةَ لِلتَّأْكِيدِ وَبِدُونِ التَّأْكِيدِ تَقَعُ الثَّلَاثُ فَمَعَ التَّأْكِيدِ أَوْلٰى ﴿وَلَوْ قَالَتْ قَدْ طَلَّقْتُ نَفْسِي أَوِ اخْتَرْتُ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ﴾ لِأَنَّ هٰذَا اللَّفْظَ يُوجِبُ

الِانطِلَاقِ بَعْدَ انقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَكَأَنَّهَا اخْتَارَتْ نَفْسَهَا بَعْدَ الْعِدَّةِ ﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا أَمْرُكِ بِيَدِكِ فِي تَطْلِيقَةٍ أَوْ اخْتَارِي تَطْلِيقَةً فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ﴾ لِأَنَّهُ جَعَلَ لَهَا الِاخْتِيَارَ لَكِنْ بِتَطْلِيقَةٍ وَهِيَ مُعْقِبَةٌ لِلرَّجْعَةِ بِالنَّصِّ.

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "تمہیں اختیار ہے' تمہیں اختیار ہے' تمہیں اختیار ہے" اور بیوی نے جواب میں یہ کہا: میں نے پہلا' دوسرا اور تیسرا اختیار قبول کر لیا' تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس بارے میں شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ البتہ صاحبین کے نزدیک اس کے ذریعے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور اس میں بھی شوہر کا نیت کرنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ شوہر کے الفاظ میں تکرار طلاق کے مفہوم پر دلالت کر رہا ہے اور اختیار کے بارے میں الفاظ کا تکرار صرف طلاق کے حق کے بارے میں ہی ہو سکتا ہے۔ صاحبین اس بات کے قائل ہیں: پہلی طلاق اور اس کے بعد دوسری طلاقوں کا تذکرہ کرنا ترتیب کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس کے ذریعے مفرد معنیٰ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے' لہٰذا لفظ جو فائدہ دے رہا ہے وہی قابل اعتبار استعمال ہوگا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: یہ وصف لغو شمار ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: جو بھی چیز ملکیت میں اکٹھی ہو کر آئے اس میں ترتیب نہیں پائی جاتی جیسے اگر چار آدمی ایک ہی مکان میں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہوں' تو ان میں ترتیب ضروری نہیں ہوگی۔ البتہ کلام میں ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے اور مفرد ہونا اس کے لئے ضروری ہے' لہٰذا جب کلام اپنی اصل کے اعتبار سے لغو ہو جائے گا' تو اس امر کے حق میں بھی لغو ہو جائے گا' جو اس کلام پر مبنیٰ ہے۔ مذکورہ صورت میں اگر بیوی جواب میں یہ کہے: میں نے اختیار کیا' تو سب کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی' کیونکہ لفظ اختیار ایک مرتبہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے' تو گویا بیوی نے جواب میں یہ کہا: میں نے تینوں کو ایک ہی مرتبہ میں اختیار کر لیا ہے۔ نیز لفظ اختیارہ تاکید کے لئے بھی ہے' اور جب تاکید کے بغیر تین واقع ہو رہی ہیں' تو تاکید کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ تین واقع ہونی چاہئے۔ اگر بیوی جواب میں یہ کہہ دے: میں نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی' یا میں نے ایک طلاق کو اختیار کیا' تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی' اور ایسی صورت میں مرد رجوع کرنے کا حق رکھے گا' چونکہ لفظ کا تقاضا یہ ہے: طلاق عدت کے گزر جانے کے بعد واقع ہو' تو گویا اس عورت نے اپنی ذات کو عدت کے بعد اختیار کیا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ایک طلاق کے بارے میں تمہیں اختیار ہے' یا تم ایک طلاق کو اختیار کر سکتی ہو' اور پھر عورت نے اپنی ذات کو اختیار کر لیا' تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی' جس میں شوہر کو رجوع کا اختیار ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کو اختیار دیا ہے' لیکن صرف ایک طلاق کے بارے میں اور نص سے یہ بات ثابت ہے اس کے نتیجے میں رجوع کی گنجائش ہوتی ہے۔

فَصْلٌ فِی الْاَمْرِ بِالْیَدِ

﴿یہ فصل طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں کہنے کے بیان میں ہے﴾

طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں فصل کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار والی فصل سے اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی تائید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ہے۔ اور جب کوئی شخص کسی معاملہ کو اپنی بیوی کے سپرد کر دے تو یہ اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح اختیار کے دیگر مسائل کا حکم شرعی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵ ص ۳۰۰، بیروت)

تیرے ہاتھ میں امر سے طلاق کی تحقیق

حضرت حماد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ایوب سے دریافت کیا کہ کیا تم اس شخص سے واقف ہو جو کہ جملہ امرک بیدک بولنے سے تین طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہو علاوہ حضرت حسن کے وہ فرماتے ہیں اس جملہ کے کہنے سے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں۔ حضرت ایوب نے جواب دیا: میں نے کسی شخص کو اس طریقہ سے کہتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کہہ رہے ہیں اس جملہ کے کہنے سے تین طلاق (یعنی طلاق مغلظہ) واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بات سن کر خدا ان کی مغفرت فرما دے اگر ان سے غلطی ہوگئی ہو لیکن وہ حدیث شریف جو کہ مجھ سے حضرت قتادہ نے نقل کی۔ حضرت کثیر کی روایت ہے اور کثیر نے حضرت ابوسلمہ سے اور حضرت ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طریقہ سے بیان کیا کہ وہ تین طلاقیں ہوتی ہیں۔ راوی کہتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے یہ حالت نقل کی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ وہ بھول گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن جو کہ اس کتاب کے مصنف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 348)

اَمْرُكِ بِيَدِكِ الفاظ استعمال کرنے کا حکم

﴿وَاِنْ قَالَ لَهَا: اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَنْوِي ثَلَاثًا فَقَالَتْ: قَدْ اخْتَرْتُ نَفْسِي بِوَاحِدَةٍ فَهِيَ ثَلَاثٌ﴾ لِاَنَّ الْاِخْتِيَارَ يَصْلُحُ جَوَابًا لِلْاَمْرِ بِالْيَدِ لِكَوْنِهِ تَمْلِيكًا كَالتَّخْيِيرِ، وَالْوَاحِدَةُ صِفَةٌ لِلْاِخْتِيَارَةِ، فَصَارَ كَاَنَّهَا قَالَتْ: اخْتَرْتُ نَفْسِي بِمَرَّةٍ وَاحِدَةٍ وَبِذٰلِكَ يَقَعُ الثَّلَاثُ ﴿وَلَوْ قَالَتْ: قَدْ طَلَّقْتُ نَفْسِي بِوَاحِدَةٍ اَوْ اخْتَرْتُ نَفْسِي بِتَطْلِيقَةٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ﴾ لِاَنَّ الْوَاحِدَةَ نَعْتٌ لِمَصْدَرٍ

مَحْذُوفٍ وَهُوَ فِي الْأُولَى الْإِخْتِيَارَةُ، وَفِي الثَّانِيَةِ التَّطْلِيقَةُ إِلَّا أَنَّهَا تَكُونُ بَائِنَةً لِأَنَّ التَّفْوِيضَ فِي الْبَائِنِ ضَرُورَةُ مِلْكِهَا أَمْرَهَا، وَكَلَامُهَا خَرَجَ جَوَابًا لَهُ فَتَصِيرُ الصِّفَةُ الْمَذْكُورَةُ فِي التَّفْوِيضِ مَذْكُورَةً فِي الْإِيقَاعِ وَإِنَّمَا تَصِحُّ نِيَّةُ الثَّلَاثِ فِي قَوْلِهِ: أَمْرُكِ بِيَدِكِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَالْخُصُوصَ وَنِيَّةُ الثَّلَاثِ نِيَّةُ التَّعْمِيمِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ: اخْتَارِي لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

اور اگر شوہر نے تین طلاقوں کی نیت رکھتے ہوئے بیوی سے کہا "تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے" اور بیوی نے جواب میں یہ کہہ دیا: میں اپنے لیے ایک (طلاق) اختیار کرتی ہوں' تو تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی۔ لفظ اختیار بھی "الامر بالید" کا جواب ہوسکتا ہے' کیونکہ اختیار دینے کی طرح لفظ "الامر بالید" کے ذریعے بھی عورت کو مالک بنایا جا سکتا ہے' تو لفظ واحدہ اختیار کی صفت ہوگی گویا بیوی نے جواب میں یہ کہہ دیا: میں نے اپنی ذات کو ایک ہی مرتبہ اختیار کرلیا اور ان الفاظ کے ذریعے تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ اگر مذکورہ کلام کے جواب میں بیوی یہ کہے: (میں نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی' یا میں نے اپنے لیے ایک طلاق کو اختیار کیا) تو اس کے نتیجے میں ایک بائنہ طلاق واقع ہوگی' کیونکہ لفظ واحدۃ محذوف مصدر کی صفت ہے اور وہ پہلی صورت میں اختیار شمار ہوگا اور دوسری صورت میں طلاق ہوگا اور طلاق بھی بائنہ شمار ہوگی' کیونکہ بائنہ طلاق میں تفویض کرنا ضرورت کے پیش نظر ہے' جبکہ شوہر نے خود اسے اس معاملے کا مالک بنایا ہے' اور عورت کا قول' جواب کے طور پر اس سے صادر ہوا ہے' لہٰذا تفویض میں جو صفت مذکور ہوگی طلاق کے واقع ہونے میں بھی وہی پائی جائے گی۔ اس کے علاوہ لفظ امرک بیدک میں تین طلاقوں کی نیت اس لیے بھی درست ہے' کیونکہ لفظ الامر بالید میں عموم اور خصوص دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے اور تین کی نیت کرنا عموم کا مفہوم رکھتا ہے۔ لیکن اگر مرد نے یہ لفظ استعمال کیے "اختاری" تو ان میں عموم کا احتمال نہیں پایا جاتا ہم اس سے پہلے اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔

آج اور پرسوں کا اختیار دینے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: أَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَبَعْدَ غَدٍ لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ اللَّيْلُ وَإِنْ رَدَّتِ الْأَمْرَ فِي يَوْمِهَا بَطَلَ أَمْرُ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْأَمْرُ بِيَدِهَا بَعْدَ غَدٍ﴾ لِأَنَّهُ صَرَّحَ بِذِكْرِ وَقْتَيْنِ بَيْنَهُمَا وَقْتٌ مِنْ جِنْسِهِمَا لَمْ يَتَنَاوَلْهُ الْأَمْرُ إِذْ ذِكْرُ الْيَوْمِ بِعِبَارَةِ الْفَرْدِ لَا يَتَنَاوَلُ اللَّيْلَ فَكَانَا أَمْرَيْنِ فَبِرَدِّ أَحَدِهِمَا لَا يَرْتَدُّ الْآخَرُ. وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: هُمَا أَمْرٌ وَاحِدٌ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ: أَنْتِ طَالِقٌ الْيَوْمَ وَبَعْدَ غَدٍ. قُلْنَا: الطَّلَاقُ لَا يَحْتَمِلُ التَّأْقِيتَ، وَالْأَمْرُ بِالْيَدِ يَحْتَمِلُهُ، فَيُوَقَّتُ الْأَمْرُ بِالْأَوَّلِ وَجَعَلَ الثَّانِيَ أَمْرًا مُبْتَدَأً

اگر شوہر نے بیوی سے کہا: أَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَبَعْدَ غَدٍ (تمہیں آج اور کل کے بعد اختیار ہے) تو اس حکم میں رات شامل نہیں ہوگی۔ اگر بیوی نے دن کا اختیار مسترد کردیا' تو اس دن کا اختیار ختم ہوجائے گا' البتہ پرسوں کا اختیار عورت کے پاس

رہے گا' کیونکہ شوہر نے دو ایسے اوقات کی صراحت کی ہے جن کے درمیان ان ہی کی جنس کا وقت موجود ہے جس میں
(کی صورت) شامل نہیں ہے۔ جب لفظ "یوم" کو انفرادی طور پر ذکر کیا جائے' تو اس میں رات شامل نہیں ہوتی ہے' کیونکہ الامر بالید
اور الامر بعد الغد دونوں الگ' الگ معاملے ہیں۔ لہٰذا ایک کے مسترد کرنے سے دوسرا مسترد شمار نہیں ہوگا۔ امام زفر نے
ارشاد فرمائی ہے: تفویض کی یہ دونوں صورتیں حقیقت کے اعتبار سے ایک ہی "الامر بالید" ہیں۔ یہ اسی طرح ہے: جیسے کوئی
صریح طلاق میں یہ کہے: "تم کو آج طلاق ہے اور پرسوں طلاق ہے" تو اس صورت میں آپ بھی یہ تسلیم کریں گے: اس دن طلاق
واقع ہوگی دو الگ' الگ اوقات میں واقع نہیں ہوگی۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں: طلاق میں وقت مقرر کرنے کا احتمال نہیں ہے
لیکن الامر بالید میں یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ آج کا اختیار الگ ہو اور پرسوں کا اختیار الگ ہو' لہٰذا دوسرے وقت میں نئے سرے سے
الامر بالید کا مفہوم پایا جائے گا۔

آج اور کل کے اختیار میں رات بھی شامل ہوگی

﴿وَلَوْ قَالَ اَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَغَدًا يَدْخُلُ اللَّيْلُ فِيْ ذٰلِكَ، فَاِنْ رَدَّتِ الْاَمْرَ فِيْ يَوْمِهَا لَا يَبْقَى الْاَمْرُ فِيْ يَدِهَا فِيْ غَدٍ﴾ لِاَنَّ هٰذَا اَمْرٌ وَاحِدٌ لِاَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّلْ بَيْنَ الْوَقْتَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ وَقْتٌ مِنْ جِنْسِهِمَا لَمْ يَتَنَاوَلْهُ الْكَلَامُ وَقَدْ يَهْجُمُ اللَّيْلُ وَمَجْلِسُ الْمَشُوْرَةِ لَا يَنْقَطِعُ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ: اَمْرُكِ بِيَدِكِ فِيْ يَوْمَيْنِ .وَعَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا اِذَا رَدَّتِ الْاَمْرَ فِي الْيَوْمِ لَهَا اَنْ تَخْتَارَ نَفْسَهَا غَدًا لِاَنَّهَا لَا تَمْلِكُ رَدَّ الْاَمْرِ كَمَا لَا تَمْلِكُ رَدَّ الْاِيْقَاعِ .وَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّهَا اِذَا اخْتَارَتْ نَفْسَهَا الْيَوْمَ لَا يَبْقَى لَهَا الْخِيَارُ فِي الْغَدِ، فَكَذَا اِذَا اخْتَارَتْ زَوْجَهَا بِرَدِّ الْاَمْرِ لِاَنَّ الْمُخَيَّرَ بَيْنَ الشَّيْئَيْنِ لَا يَمْلِكُ اِلَّا اخْتِيَارَ اَحَدِهِمَا .وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اِذَا قَالَ: اَمْرُكِ بِيَدِكِ الْيَوْمَ وَاَمْرُكِ بِيَدِكِ غَدًا اَنَّهُمَا اَمْرَانِ لِمَا اَنَّهُ ذَكَرَ لِكُلِّ وَقْتٍ خَبَرًا بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ

اور جب شوہر نے یہ کہا "تمہیں آج اختیار ہے اور کل اختیار ہوگا" تو اس میں رات بھی شامل ہوگی۔ اگر عورت نے اس دن کا اختیار مسترد کر دیا تو دوسرے دن بھی اس کے پاس اختیار باقی نہیں رہے گا' کیونکہ یہ اختیار ایک ہی معاملہ ہے اور دونوں مذکور اوقات کے درمیان ایسا کوئی وقت نہیں ہے' جو ان کی جنس سے تعلق نہ رکھتا ہو اور ان کے درمیان خلل انداز ہو رہا ہو' یعنی جس میں الامر بالید کا حکم شامل نہ ہو۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے: مذاکرے کی محفل ابھی ختم نہیں ہوئی ہوتی اور رات درمیان میں آجاتی ہے' تو یہ اس طرح ہو جائے گا گویا شوہر نے یہ کہا ہوگا: تمہیں دو دن اختیار ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی منقول ہے: اگر بیوی نے آج کے دن کا اختیار مسترد کر دیا تو اسے اگلے دن بھی اپنی ذات کے بارے میں اختیار ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: عورت الامر بالید کو مسترد کرنے کی مالک نہیں ہوتی' بالکل اسی طرح جیسے وہ طلاق کو واقع ہونے سے نہیں روک سکتی۔ ظاہر الروایت

کی دلیل یہ ہے: بیوی نے جب آج کے دن اپنی ذات کو اختیار کر لیا تو اسے کل کے دن میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔ اسی طرح اگر اس نے آج الامر بالید کو مسترد کر کے شوہر کو اختیار کر لیا (تو کل بھی اسے شوہر کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا)۔ اس کی دلیل یہ ہے: جس شخص کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جائے اسے دو میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر شوہر نے یہ کہا ہو "تجھے آج اختیار ہے اور تجھے کل بھی اختیار ہوگا" تو یہ دو اختیار شمار ہوں گے کیونکہ شوہر نے ہر ایک وقت کی خبر کو علیحدہ طور پر ذکر کیا ہے لیکن پہلی صورت میں مسئلہ اس سے مختلف ہے۔

کسی شخص کی دن کے وقت آمد کے ساتھ امر بالید کو مشروط کرنا

﴿وَاِنْ قَالَ: اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ فَقَدِمَ فُلَانٌ فَلَمْ تَعْلَمْ بِقُدُوْمِهٖ حَتّٰى جَنَّ اللَّيْلُ فَلَا خِيَارَ لَهَا﴾ لِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْيَدِ مِمَّا يَمْتَدُّ فَيُحْمَلُ الْيَوْمَ الْمَقْرُوْنَ بِهٖ عَلٰى بَيَاضِ النَّهَارِ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ فَيَتَوَقَّتُ بِهٖ ثُمَّ يَنْقَضِيْ بِانْقِضَاءِ وَقْتِهٖ

اور جب شوہر نے یہ کہا ہو "جس دن فلاں شخص آئے گا تمہیں اپنی ذات کے بارے میں اختیار ہوگا" پھر وہ شخص آ گیا مگر اس کی آمد کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا' یہاں تک کہ رات کی تاریکی چھا گئی' تو عورت کے پاس اختیار نہیں رہے گا' کیونکہ الامر بالید کا حکم ایسا ہے' جس میں' توسیع ممکن ہے اس لیے جو یوم اس توسیع والے وقت کے ساتھ متصل ہوگا اس سے مراد دن کی سفیدی ہوگی اس کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں' لہٰذا وہ اختیار دن کے ساتھ مخصوص ہوگا اور دن گزرنے کے ساتھ اختیار بھی ختم ہو جائے گا۔

عورت کے اختیار طلاق کے باقی رہنے کا بیان

﴿وَاِذَا جَعَلَ اَمْرَهَا بِيَدِهَا اَوْ خَيَّرَهَا فَمَكَثَتْ يَوْمًا لَمْ تَقُمْ فَالْاَمْرُ فِيْ يَدِهَا مَا لَمْ تَاْخُذْ فِيْ عَمَلٍ اٰخَرَ﴾ لِاَنَّ هٰذَا تَمْلِيْكُ التَّطْلِيْقِ مِنْهَا ﴿لِاَنَّ الْمَالِكَ مَنْ يَتَصَرَّفُ بِرَاْيِ نَفْسِهٖ وَهِيَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَالتَّمْلِيْكُ يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ﴾

ثُمَّ اِنْ كَانَتْ تَسْمَعُ يُعْتَبَرُ مَجْلِسُهَا ذٰلِكَ، وَاِنْ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ فَمَجْلِسُ عِلْمِهَا وَبُلُوْغِ الْخَبَرِ اِلَيْهَا لِاَنَّ هٰذَا تَمْلِيْكٌ فِيْهِ مَعْنَى التَّعْلِيْقِ فَيَتَوَقَّفُ عَلٰى مَا وَرَاءَ الْمَجْلِسِ، وَلَا يُعْتَبَرُ مَجْلِسُهٗ لِاَنَّ التَّعْلِيْقَ لَازِمٌ فِيْ حَقِّهٖ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهٗ تَمْلِيْكٌ مَحْضٌ لَا يَشُوْبُهُ التَّعْلِيْقُ، وَاِذَا اُعْتُبِرَ مَجْلِسُهَا فَالْمَجْلِسُ تَارَةً يَتَبَدَّلُ بِالتَّحَوُّلِ وَمَرَّةً بِالْاَخْذِ فِيْ عَمَلٍ اٰخَرَ عَلٰى مَا بَيَّنَّا فِي الْخِيَارِ، وَيَخْرُجُ الْاَمْرُ مِنْ يَدِهَا بِمُجَرَّدِ الْقِيَامِ لِاَنَّهٗ دَلِيْلُ الْاِعْرَاضِ، اِذِ الْقِيَامُ يُفَرِّقُ الرَّاْيَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا مَكَثَتْ يَوْمًا لَمْ تَقُمْ وَلَمْ تَاْخُذْ فِيْ عَمَلٍ اٰخَرَ لِاَنَّ الْمَجْلِسَ قَدْ يَطُوْلُ وَقَدْ

يَقْصُرُ فَيَبْقَى إِلَى أَنْ يُوجَدَ مَا يَقْطَعُهُ أَوْ مَا يَدُلُّ عَلَى الْإِعْرَاضِ. وَقَوْلُهُ مَكَثَتْ يَوْمًا لَيْسَ لِلتَّقْدِيرِ بِهِ. وَقَوْلُهُ مَا لَمْ تَأْخُذْ فِي عَمَلٍ آخَرَ يُرَادُ بِهِ عَمَلٌ يُعْرَفُ أَنَّهُ قَطْعٌ لِمَا كَانَ فِيهِ لَا مُطْلَقَ الْعَمَلِ

اور جب شوہر نے بیوی کو الامر بالید کا موقع دیا اور اسے اختیار دیا اور پھر وہ عورت اس دن اسی جگہ پر بیٹھی رہی ہوئی تو اسے اختیار حاصل رہے گا اس وقت تک جب تک وہ کسی دوسرے کام میں مشغول نہیں ہو جاتی' کیونکہ اس اختیار کے نتیجے میں عورت اپنی ذات کو طلاق دینے کی مالک بن چکی ہے اور مالک وہی شخص ہوتا ہے' جو اپنی دلیل کے مطابق تصرف کر سکے اور عورت اس صفت کے ساتھ موصوف ہے' لیکن مالک بنانے کا یہ حق اس محفل تک محدود ہے' جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر بیوی شوہر کے اس کلام کو سن رہی ہو' تو اس عورت کی وہی مجلس معتبر شمار ہوگی' جس مجلس میں اس نے پوری بات کو سنا ہے' لیکن اگر خود اس نے اس بات کو نہیں سنا' تو اس کی اس محفل کا اعتبار کیا جائے گا' جس میں اسے اس بات کا علم ہوا یا اس کی اطلاع پہنچی۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس مالک بنانے میں تعلیق (معلق کرنے) کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ مجلس کے بعد تک مؤخر شمار ہوگی۔

اس بارے میں شوہر کی مجلس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا' اس کی دلیل یہ ہے: الامر بالید کو معلق کرنا شوہر کے لئے لازم ہے' خرید و فروخت کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ خرید و فروخت میں مالک بنانا' محض مالک بنانا ہوتا ہے' اس میں تعلیق کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ جب عورت کی مجلس قابل اعتبار شمار ہوگی' تو بعض اوقات مجلس جگہ بدلنے کی دلیل سے تبدیل شمار ہوتی ہے' اور بعض اوقات ایک کام کو چھوڑ کر دوسرا کام کرنے کے نتیجے میں بھی تبدیل شمار ہوتی ہے' جیسا کہ اختیار کی بحث میں ہم اس بارے میں گفتگو کر چکے ہیں۔ اگر عورت وہاں سے کھڑی ہو جائے' تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا' کیونکہ اس کا کھڑے ہونا اعراض کرنے کی دلیل ہے' اسی طرح کھڑے ہونا دلیل میں بھی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے اس کے برخلاف اگر وہ وہاں اسی طرح بیٹھی رہے نہ تو وہ وہاں سے اٹھے اور نہ ہی کسی دوسرے کام میں مشغول ہو (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ مجلس بعض اوقات لمبی ہو جاتی ہے' اور کبھی مختصر ہوتی ہے اس لیے یہ مجلس باقی شمار ہوگی' جب تک کوئی ایسا عمل نہیں پایا جاتا جو مجلس کو ختم کر دے' یا عورت کے اعراض کرنے پر دلالت کرے۔ "الجامع الصغیر" میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ "مکثت یوما" سے مراد وقت کا اندازہ نہیں ہے اور ان کے قول مالم تاخذ فی عمل اٰخر سے مراد وہ عمل ہے' جس سے یہ ثابت ہو کہ عورت اس نے لاتعلقی ظاہر کر رہی ہے۔ جس میں عورت مصروف تھی (یعنی غور و فکر) اس سے مراد مطلق کام نہیں ہے۔

...ت کی تبدیلی کا' کس صورت میں اختیار باقی رہے گا

وَلَوْ كَانَتْ قَائِمَةً فَجَلَسَتْ فَهِيَ عَلَى خِيَارِهَا لِأَنَّهُ دَلِيلُ الْإِقْبَالِ فَإِنَّ الْقُعُودَ أَجْمَعُ لِلرَّأْيِ وَكَذَا إِذَا كَانَتْ قَاعِدَةً فَاتَّكَأَتْ أَوْ مُتَّكِئَةً فَقَعَدَتْ لِأَنَّ هٰذَا انْتِقَالٌ مِنْ جِلْسَةٍ إِلَى جِلْسَةٍ

فَلَا يَكُوْنُ اِعْرَاضًا، كَمَا اِذَا كَانَتْ مُحْتَبِيَةً فَتَرَبَّعَتْ .قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: هٰذَا رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ، وَذَكَرَ فِيْ غَيْرِهٖ اَنَّهَا اِذَا كَانَتْ قَاعِدَةً فَاتَّكَاَتْ لَا خِيَارَ لَهَا لِاَنَّ الْاِتِّكَاءَ اِظْهَارُ التَّهَاوُنِ بِالْاَمْرِ فَكَانَ اِعْرَاضًا، وَالْاَوَّلُ هُوَ الْاَصَحُّ وَلَوْ كَانَتْ قَاعِدَةً فَاضْطَجَعَتْ فَفِيْهِ رِوَايَتَانِ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ

اور جب عورت کھڑی ہوئی تھی اور پھر وہ (اس بات کو سن کر) بیٹھ گئی تو اس کا اختیار باقی رہے گا' کیونکہ یہ متدلیل ہونے کی علامت ہوتا ہے' کیونکہ بیٹھ جانا دلیل کو زیادہ جامع اور درست کر دیتا ہے۔اسی طرح اگر وہ بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور تکیے سے ذراہٹ کے بیٹھ گئی (تو بھی اختیار باقی رہے گا) کیونکہ اس صورت میں نشست کے ایک مخصوص طریقے کو چھوڑ کر دوسرے طریقے کو اختیار کرنا ہے اور یہ بات اعراض شمار نہیں ہوگی' اسی طرح جیسے اگر وہ دوزانوں بیٹھی ہوئی تھی اور پھر چار زانوں بیٹھ جائے۔مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: "الجامع الصغیر" کی روایت یہ ہے: لیکن دوسری کتابوں میں یہ بات مذکور ہے' اگر عورت بیٹھی ہوئی تھی اس نے تکیہ لگالیا تو اب اس کو اختیار باقی نہیں رہے گا' کیونکہ تکیہ لگانا اس سے لاتعلقی ظاہر کرنے کے مترادف ہے۔لہٰذا یہ اس کے اعراض کرنے کی دلیل شمار ہوگی' لیکن پہلی دلیل زیادہ درست ہے۔اگر عورت بیٹھی ہوئی تھی اور پھر لیٹ گئی تو اس بارے میں امام ابو یوسف سے دو طرح کی روایات منقول ہیں۔

والد کو مشورہ کے لیے بلانے یا گواہوں کو بلانے پر اختیار باقی رہے گا

﴿وَلَوْ قَالَتْ اُدْعُ اَبِيْ اَسْتَشِرْهُ اَوْ شُهُوْدًا اُشْهِدُهُمْ فَهِيَ عَلٰى خِيَارِهَا﴾ لِاَنَّ الْاِسْتِشَارَةَ لِتَحَرِّي الصَّوَابِ، وَالْاِشْهَادَ لِلتَّحَرُّزِ عَنِ الْاِنْكَارِ فَلَا يَكُوْنُ دَلِيْلَ الْاِعْرَاضِ ﴿وَاِنْ كَانَتْ تَسِيْرُ عَلٰى دَابَّةٍ اَوْ فِيْ مَحْمَلٍ فَوَقَفَتْ فَهِيَ عَلٰى خِيَارِهَا، وَاِنْ سَارَتْ بَطَلَ خِيَارُهَا﴾ لِاَنَّ سَيْرَ الدَّابَّةِ وَوُقُوْفَهَا مُضَافٌ اِلَيْهَا ﴿وَالسَّفِيْنَةُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْتِ﴾ لِاَنَّ سَيْرَهَا غَيْرُ مُضَافٍ اِلٰى رَاكِبِهَا، اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ لَا يَقْدِرُ عَلٰى اِيْقَافِهَا وَرَاكِبُ الدَّابَّةِ يَقْدِرُ .

اور جب عورت نے یہ کہہ دیا: پہلے میرے والد کو بلا کر لاؤ تاکہ میں ان سے مشورہ کرلوں' یا یہ کہہ دیا: گواہوں کو بلا کر لاؤ تاکہ میں انہیں اس بارے میں گواہ بنالوں' تو اس کا اختیار باقی رہے گا' کیونکہ مشورہ کرنے کا مطلب یہ ہے: آدمی درست بات معلوم کرنے کی کوشش کرے اور گواہی قائم کرنے کا مقصد یہ ہے' آدمی انکار سے بچ سکے' اس لیے یہ عمل اعراض کی دلیل شمار نہیں ہوگا۔اگر عورت جانور پر سوار تھی اور وہ ٹھہر گئی تو بھی اختیار باقی رہے گا' لیکن اگر وہ روانہ ہوگئی تو اختیار ختم ہو جائے گا' کیونکہ جانور کا چلنا یا اس کا رکنا اس کی نسبت عورت کی طرف کی جائے گی۔کشتی کا حکم بھی گھر کی طرح ہے' کیونکہ کشتی کا چلنا بیٹھے ہوئے شخص کی طرف منسوب نہیں ہوتا' کیونکہ کشتی پر بیٹھا ہوا شخص اسے روکنے پر قادر نہیں ہوتا لیکن جانور پر بیٹھا ہوا شخص اسے روکنے پر قادر ہوتا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْمَشِیْئَۃِ

﴿یہ فصل مشیت طلاق کے بیان میں ہے﴾

فصل مشیت طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس فصل کی دلیل مناسبت واضح ہے۔ امر بہ ید سے موخر اس کو ذکر کرنا اس لئے استعمال کی قلت کے پیش نظر ہے۔

اس فصل کی فقہی مطابقت اختیار والے باب میں انواع طلاق یعنی طلاق کے الفاظ واستعمال ہونے والے محاورات کی قلت وکثرت کا اعتبار کیا گیا ہے اور فقہاء نے ہمیشہ کم استعمال ہونے والے مسائل کی جزئیات کو موخر ذکر کیا ہے۔

مشیت کا لغوی مفہوم

عربی زبان سے مشتق اسم عرب کے ساتھ ی بطور لاحقہ نسبت لگانے سے عربی بنا۔ اردو میں بطور صفت اور اسم مستعمل سب سے پہلے 1603ء کو "شرح تمہیدات ہمدانی" میں مستعمل ملتا ہے۔

اس کی اصل ''مَشَی، یمشِی'' ہے، جس کے معنی ہیں چلنا، اسی سے یہ تَماشَی بن جاتا ہے، جیسے "تَماشَی النّاس" یعنی وہ ایک ساتھ مل کر چلے۔ اس افراتفری کے دور میں لوگوں کا ایک ساتھ مل کر چلنا واقعی ایک تماشا ہے، لوگ جمع ہو کر دیکھنے لگے ہیں کہ کیا بات ہے یہ لوگ کیا ہیں، ہڑتالی یا باراتی؟

اردو سے مدراس کی تامل زبان میں بصورت تماش داخل ہوا جس کے معنی ہیں، مذاق، لطیفہ، دل لگی۔ مراٹھی زبان میں ایک قسم کا لوک تھیٹر ہوتا ہے، جس کو "تماشہ" کہتے ہیں۔

مشَی / مشَی بـ یَمشِي، امْشِ، مَشْیًا، فهو ماشٍ، والمفعول مَمشِیّ به: مشَی الشّخْصُ 1 - سار، انتقل علی قدمیه من مکان إلی آخر بإرادته، ذهب ومضی "مشی مُسرعًا / متثاقلاً - یسافر مشیًا" - (وَلاَ تَمْشِ فِی الأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الأَرْضَ) "مشَی علی آثاره: حذا حذوه وحاكاه، - مشَی في ركابه: تبعه.

2 - اهتدی "(وَیَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ)". مشی الأمرُ: استمرّ "مشتِ الانتخابات بصورة طبیعیّة". مشی الشّخصُ بالنمیمة: سَعَی بها، وشی وأفسد، نمّ. المعجم: اللغة العربیة المعاصر - (ابحث فی المعنی)

عورت کو طلاق دینے کے لئے کہنے کا بیان

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: طَلِّقِي نَفْسَكِ وَلَا نِيَّةَ لَهُ أَوْ نَوَى وَاحِدَةً فَقَالَتْ: طَلَّقْتُ نَفْسِي فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ، وَإِنْ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا وَقَدْ أَرَادَ الزَّوْجُ ذٰلِكَ وَقَعْنَ عَلَيْهَا﴾ وَهٰذَا لِأَنَّ قَوْلَهُ طَلِّقِي مَعْنَاهُ افْعَلِي فِعْلَ التَّطْلِيقِ، وَهُوَ اسْمُ جِنْسٍ فَيَقَعُ عَلَى الْأَدْنَى مَعَ احْتِمَالِ الْكُلِّ كَسَائِرِ أَسْمَاءِ الْأَجْنَاسِ، فَلِهٰذَا تَعْمَلُ فِيهِ نِيَّةُ الثَّلَاثِ، وَيَنْصَرِفُ إِلَى وَاحِدَةٍ عِنْدَ عَدَمِهَا وَتَكُونُ الْوَاحِدَةُ رَجْعِيَّةً لِأَنَّ الْمُفَوَّضَ إِلَيْهَا صَرِيحُ الطَّلَاقِ، وَلَوْ نَوَى الثِّنْتَيْنِ لَا تَصِحُّ لِأَنَّهُ نِيَّةُ الْعَدَدِ إِلَّا إِذَا كَانَتِ الْمَنْكُوحَةُ أَمَةً لِأَنَّهُ جِنْسٌ فِي حَقِّهَا.

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ "تم اپنے آپ کو طلاق دے دو" اور مرد نے کسی بھی چیز کی نیت نہ کی ہو یا اس نے ایک طلاق کی نیت کی ہو اور عورت جواب میں یہ کہے: "میں نے اپنے آپ کو طلاق دی" تو اس کے نتیجے میں ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر بیوی نے اپنے آپ کو تین طلاقیں دی ہوں اور شوہر نے بھی تین طلاقوں کی نیت کی ہو تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: مرد کے یہ الفاظ "تم طلاق دے دو" کا مطلب یہ ہے "تم طلاق کا فعل سرانجام دو" اور طلاق اسم جنس ہے جس کا اطلاق اس کے کم از کم فرد پر بھی ہوتا ہے لیکن اس میں کل کا بھی احتمال باقی رہتا ہے جیسا کہ تمام اسمائے اجناس کا بنیادی اصول یہی ہے۔ اس لیے طلاق میں تین کی نیت کرنا اثر انداز ہو گا اور اگر نیت موجود نہ ہو تو اس سے ایک طلاق مراد لی جائے گی اور وہ ایک طلاق بھی رجعی ہو گی کیونکہ صریح طلاق کو عورت کے سپرد کیا گیا ہے اور صریح طلاق رجعی ہوتی ہے۔ اگر مرد نے دو طلاقوں کی نیت کی ہو تو یہ درست نہیں ہو گی کیونکہ دو کی نیت عدد کی نیت ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس کی بیوی کنیز ہو (تو درست ہو گی) کیونکہ دو کا عدد کنیز کے حق میں جنس شمار ہو گا۔

عورت کا جواب میں خود کو بائنہ قرار دینے کا بیان

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ قَالَتْ: أَبَنْتُ نَفْسِي طَلَقَتْ﴾ وَلَوْ قَالَتْ: قَدِ اخْتَرْتُ نَفْسِي لَمْ تَطْلُقْ لِأَنَّ الْإِبَانَةَ مِنْ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: أَبَنْتُكِ يَنْوِي بِهِ الطَّلَاقَ أَوْ قَالَتْ: أَبَنْتُ نَفْسِي فَقَالَ الزَّوْجُ: قَدْ أَجَزْتُ ذٰلِكَ بَانَتْ فَكَانَتْ مُوَافِقَةً لِلتَّفْوِيضِ فِي الْأَصْلِ إِلَّا أَنَّهَا زَادَتْ فِيهِ وَصْفًا وَهُوَ تَعْجِيلُ الْإِبَانَةِ فَيَلْغُو الْوَصْفُ الزَّائِدُ وَيَثْبُتُ الْأَصْلُ، كَمَا إِذَا قَالَتْ: طَلَّقْتُ نَفْسِي تَطْلِيقَةً بَائِنَةً، وَيَنْبَغِي أَنْ تَقَعَ تَطْلِيقَةٌ رَجْعِيَّةٌ. بِخِلَافِ الْاِخْتِيَارِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ اخْتَرْتُكِ أَوِ اخْتَارِي يَنْوِي الطَّلَاقَ لَمْ يَقَعْ، وَلَوْ قَالَتْ اِبْتِدَاءً: اخْتَرْتُ نَفْسِي فَقَالَ الزَّوْجُ: قَدْ أَجَزْتُ لَا يَقَعُ شَيْءٌ إِلَّا أَنَّهُ عُرِفَ

طَلَاقًا بِالْإِجْمَاعِ إِذَا حَصَلَ جَوَابًا لِلتَّخْيِيرِ، وَقَوْلُهُ طَلِّقِي نَفْسَكَ لَيْسَ بِتَنْجِيزٍ فَيَلْغُو. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَقَعُ شَيْءٌ بِقَوْلِهَا أَبَنْتُ نَفْسِي لِأَنَّهَا أَتَتْ بِغَيْرِ مَا فَوَّضَ إِلَيْهَا إِذِ الْإِبَانَةُ تُغَايِرُ الطَّلَاقَ.

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ''تم اپنے آپ کو طلاق دے دو'' اور عورت نے جواب میں یہ کہہ دیا ''میں نے اپنے آپ کو بائنہ کرلیا'' تو بھی ایک ہی طلاق واقع رجعی ہوگی۔ اگر اس کے جواب میں عورت نے یہ کہہ دیا ''میں اپنی ذات کو اختیار کرتی ہوں'' تو اس کے نتیجے میں طلاق نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے: لفظ ابانت کا تعلق طلاق کے الفاظ سے ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا: اگر شوہر یہ کہہ دے ''میں نے تمہیں بائنہ کردیا'' اور وہ اس لفظ کے ذریعے طلاق کی نیت کرے' یا عورت یہ کہے: ''میں نے اپنے آپ کو بائنہ کرلیا'' اور مرد یہ کہے: میں اس چیز کو برقرار رکھتا ہوں' تو عورت پر بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ طلاق کی اصل میں' بیوی نے شوہر کی تفویض کی موافقت کی ہے' البتہ اتنا ہوا ہے کہ عورت نے اس میں ایک صفت کا اضافہ کردیا ہے' یعنی ابانت کو جلدی کرلیا ہے' لہٰذا اضافی وصف لغو شمار ہوگا اور رجعی طلاق باقی رہ جائے گی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے عورت ''تم اپنے آپ کو طلاق دو'' کے جواب میں یہ کہے: ''میں اپنے آپ کو ایک بائنہ طلاق دیتی ہوں'' تو مناسب یہی ہوگا' رجعی طلاق واقع ہو۔ البتہ یہ صورت اس سے مختلف ہے: جب عورت یہ کہے: ''میں نے اپنے آپ کو اختیار کرلیا'' اس کی دلیل یہ ہے: لفظ اختیار کا تعلق طلاق کے الفاظ کے ساتھ نہیں ہے۔

کیا آپ نے غور نہیں کیا؟ اگر شوہر یہ کہے: ''میں نے تمہیں اختیار کیا'' یا یہ کہے: ''تم اختیار کرلو'' (یا تمہیں اختیار ہے) اور اس کی نیت طلاق ہو' تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگر عورت آغاز میں یہ کہہ دے ''میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا'' اور شوہر یہ کہے: ''میں نے اجازت دی'' تو کوئی بھی چیز واقع نہیں ہوگی البتہ اس بات پر اجماع ہے' یہ بات طلاق شمار ہوگی' جب یہ اختیار دینے کے جواب میں واقع ہو اور مرد کا یہ کہنا ''تم اپنے آپ کو طلاق دو'' یہ اختیار دینا نہیں ہے' لہٰذا عورت کا یہ کہنا ''میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا'' لغو شمار ہوگا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے' اس کا یہ کہنا ''میں نے اپنی ذات کو بائنہ کرلیا'' اس سے کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: شوہر نے بیوی کے سپرد جو چیز کی تھی عورت نے اس کے بجائے دوسری چیز کو اختیار کرلیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: ابانت' طلاق کے مغایر ہوتی ہے۔

طلاق کا اختیار دینے کے بعد شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوگا

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَنْهُ﴾ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْيَمِينِ لِأَنَّهُ تَعْلِيقُ الطَّلَاقِ بِتَطْلِيقِهَا وَالْيَمِينُ تَصَرُّفٌ لَازِمٌ، وَلَوْ قَامَتْ عَنْ مَجْلِسِهَا بَطَلَ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لَهَا: طَلِّقِي ضَرَّتَكِ لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ وَإِنَابَةٌ فَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ وَيَقْبَلُ الرُّجُوعَ

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ہو ''تم اپنے آپ کو طلاق دے دو'' تو اس کے بعد مرد کو اپنی بات سے رجوع کرنے کا

اختیار باقی نہیں رہے گا' کیونکہ اس میں مشروط کا مفہوم پایا جاتا ہے' کیونکہ یہاں پر طلاق کو معلق کیا گیا ہے عورت کے طلاق دینے کے ساتھ اور مشروط کرنا ایک ایسا تصرف ہے' جو لازم ہے۔ اگر عورت اس محفل سے اٹھ جائے' تو اس کا یہ اختیار باطل ہو جائے گا' اس کی دلیل یہ ہے: یہ تملیک ہے۔ اس کے برخلاف اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ''تم اپنی سوکن کو طلاق دے دو'' تو یہ وکیل بنانا ہوگا' لہٰذا نائب بننا مجلس پر موقوف نہیں ہوتا اس میں رجوع کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔

لفظ متٰی سے ملنے والا اختیار ماورلیل مجلس تک ہوتا ہے

﴿وَاِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ مَتٰى شِئْتِ فَلَهَا اَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهُ﴾ لِاَنَّ كَلِمَةَ مَتٰى عَامَّةٌ فِي الْاَوْقَاتِ كُلِّهَا فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ شِئْتِ .

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ''تم جب چاہو اپنے آپ کو طلاق دے دو'' تو عورت کو اس محفل میں' یا اس محفل کے بعد بھی طلاق کا اختیار رہے گا' کیونکہ لفظ ''متیٰ'' کا تعلق تمام اوقات سے ہوتا ہے گویا مرد نے یہ کہا ہوگا ''تم جس وقت بھی چاہو''۔

علامہ علاؤالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: کہ جب کسی شخص نے عورت سے کہا اگر تو چاہے' تو اپنے کو دس طلاقیں دے عورت نے تین دیں' یا کہا اگر چاہے' تو ایک طلاق دے عورت نے آدھی دی تو دونوں صورتوں میں ایک بھی واقع نہیں۔ اور جب شوہر نے کہا تو اپنے کو رجعی طلاق دے عورت نے بائن دی یا شوہر نے کہا بائن طلاق دے عورت نے رجعی دی تو جو شوہر نے کہا وہ واقع ہوگی عورت نے جیسی دی وہ نہیں اور اگر شوہر نے اُس کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ تو اگر چاہے اور عورت نے اُس کے حکم کے خلاف بائن یا رجعی دی تو کچھ نہیں۔ (درمختار، کتاب طلاق)

کسی دوسرے شخص کو طلاق دینے کے لئے وکیل بنانا

﴿وَاِذَا قَالَ لِرَجُلٍ: طَلِّقِ امْرَاَتِيْ فَلَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهُ﴾ وَلَهُ اَنْ يَرْجِعَ عَنْهُ لِاَنَّهُ تَوْكِيْلٌ وَاَنَّهُ اسْتِعَانَةٌ، فَلَا يَلْزَمُ وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ لِامْرَاَتِهِ: طَلِّقِي نَفْسَكِ لِاَنَّهَا عَامِلَةٌ لِنَفْسِهَا فَكَانَ تَمْلِيْكًا لَا تَوْكِيْلًا ﴿وَلَوْ قَالَ لِرَجُلٍ: طَلِّقْهَا اِنْ شِئْتَ فَلَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ خَاصَّةً﴾ وَلَيْسَ لِلزَّوْجِ اَنْ يَرْجِعَ .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: هٰذَا وَالْاَوَّلُ سَوَاءٌ لِاَنَّ التَّصْرِيْحَ بِالْمَشِيْئَةِ كَعَدَمِهِ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ عَنْ مَشِيْئَتِهِ فَصَارَ كَالْوَكِيْلِ بِالْبَيْعِ اِذَا قِيْلَ لَهُ: بِعْهُ اِنْ شِئْتَ .وَلَنَا اَنَّهُ تَمْلِيْكٌ لِاَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالْمَشِيْئَةِ وَالْمَالِكُ هُوَ الَّذِيْ يَتَصَرَّفُ عَنْ مَشِيْئَتِهِ، وَالطَّلَاقُ يَحْتَمِلُ التَّعْلِيْقَ بِخِلَافِ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُهُ .

اور جب ایک مرد کسی دوسرے مرد سے یہ کہے: ''تم میری بیوی کو طلاق دے دو'' تو اس دوسرے مرد کو یہ اختیار ہوگا' وہ چاہے' تو اسی محفل میں طلاق دیدے یا اس کے بعد دے۔ اس بارے میں خاوند رجوع بھی کر سکتا ہے' کیونکہ یہ وکیل مقرر کرنے کے مترادف ہے اور مدد حاصل کرنا ہے اس لیے (اسے پورا کرنا) لازم نہیں ہوگا اور نہ ہی (اس کا اختیار) اس محفل تک محدود ہوگا۔ اس

کے برخلاف اس شخص کا اپنی بیوی سے یہ کہنا "تم اپنے آپ کو طلاق دے دو" اس کا حکم مختلف ہے کیونکہ اب عورت نے اپنی ذات کے بارے میں کام کرنا ہے لہٰذا یہ مالک بنانا ہوگا' وکیل مقرر کرنا نہیں ہوگا۔ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص سے یہ کہا: تم اس عورت کو طلاق دے دو اگر تم چاہو' تو اس دوسرے شخص کو یہ اختیار حاصل ہوگا' وہ اسی محفل میں طلاق دے سکتا ہے اور اس بارے میں شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ امام زفر یہ فرماتے ہیں: یہ اور پہلی صورت برابر ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے: لفظ مشیت کے ذریعے صراحت کرنا اس کے نہ ہونے کے مترادف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: وہ اپنی مرضی کے ساتھ ہی تصرف کرے گا' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح سودے میں کسی کو وکیل مقرر کیا جائے: جب اسے یہ کہا جائے: اگر تم چاہو تو اسے فروخت کر دو۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ مالک مقرر کرنا ہے نیز اس نے اس حکم کو مشیت کے ساتھ معلق کیا ہے اور مالک وہی شخص ہوتا ہے' جو اپنی مشیت کے ساتھ تصرف کر سکے' جبکہ طلاق معلق ہونے کا احتمال رکھتی ہے' جبکہ خرید و فروخت میں ایسا نہیں ہوتا' کیونکہ وہ اس کا احتمال نہیں رکھتا۔

شوہر کے دیے ہوئے اختیار اور عورت کے قبول کرنے میں فرق

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا فَطَلَّقَتْ وَاحِدَةً فَهِيَ وَاحِدَةٌ﴾ لِاَنَّهَا مَلَكَتْ اِيقَاعَ الثَّلَاثِ فَتَمْلِكُ اِيقَاعَ الْوَاحِدَةِ ضَرُورَةً ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ وَاحِدَةً فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا ثَلَاثًا لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: تَقَعُ وَاحِدَةٌ﴾ لِاَنَّهَا اَتَتْ بِمَا مَلَكَتْهُ وَزِيَادَةٍ فَصَارَ كَمَا اِذَا طَلَّقَهَا الزَّوْجُ اَلْفًا.

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهَا اَتَتْ بِغَيْرِ مَا فُوِّضَ اِلَيْهَا فَكَانَتْ مُبْتَدِئَةً، وَهٰذَا لِاَنَّ الزَّوْجَ مَلَّكَهَا الْوَاحِدَةَ وَالثَّلَاثُ غَيْرُ الْوَاحِدَةِ لِاَنَّ الثَّلَاثَ اسْمٌ لِعَدَدٍ مُرَكَّبٍ مُجْتَمِعٍ وَالْوَاحِدَةُ فَرْدٌ لَا تَرْكِيبَ فِيهِ فَكَانَتْ بَيْنَهُمَا مُغَايَرَةٌ عَلٰى سَبِيلِ الْمُضَادَّةِ، بِخِلَافِ الزَّوْجِ لِاَنَّهُ يَتَصَرَّفُ بِحُكْمِ الْمِلْكِ، وَكَذَا هِيَ فِي الْمَسْاَلَةِ الْاُولٰى لِاَنَّهَا مَلَكَتْ الثَّلَاثَ، اَمَّا هٰهُنَا لَمْ تَمْلِكْ الثَّلَاثَ وَمَا اَتَتْ بِمَا فُوِّضَ اِلَيْهَا فَلَغَتْ.

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دو اور عورت نے خود کو ایک طلاق دی' تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: جب وہ عورت تین طلاقیں دینے کی مالک ہو سکتی ہے' تو لازمی طور پر ایک طلاق دینے کی بھی مالک ہوگی۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم اپنے آپ کو ایک طلاق دے دو' لیکن عورت نے خود کو تین طلاقیں دیدیں' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کچھ بھی واقع نہیں ہوگا' جبکہ صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: عورت نے جو کچھ کیا ہے' اس نے کچھ وہ کام کیا ہے' جس کی وہ مالک تھی اور کچھ اس نے اضافہ کر دیا ہے یہ بالکل اسی طرح ہوگا' جیسے شوہر عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے (تو تین ہو جائیں گی' اور باقی لغو قرار دی جائیں گی)۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت نے وہ کام کیا ہے' جو شوہر نے اس کے سپرد نہیں کیا تھا' تو اس کا مطلب یہ

ہوگا' وہ نئے سرے سے خودکو تین طلاقیں دے رہی ہے۔اس کی دلیل یہ ہے: شوہر نے تو اسے صرف ایک طلاق کا مالک بنایا تھا اور تین کا عدد ایک نہیں ہوتا' کیونکہ تین ایک مرکب اور جمع عدد کا نام ہے' جبکہ ایک' مفرد ہے' جس میں ترکیب نہیں پائی جاتی اس لیے ایک اور تین ایک دوسرے کے ایسے متضاد ہوں گے جن میں مغایرت پائی جاتی ہے' لیکن شوہر کا حکم اس سے مختلف ہے' اس کی دلیل یہ ہے: وہ اپنی ملکیت کے دائرے میں تصرف کرتا ہے۔اسی طرح پہلے مسئلے میں ہے: کیونکہ وہ تین طلاقوں کی مالکہ تھی لیکن اب وہ تین کی مالک نہیں ہے۔اس نے جو کچھ کیا ہے' اس کا اسے اختیار ہی نہیں دیا گیا لہٰذا اسے تفویض کرنا لغو قرار دیا جائے گا۔

رجوع کے حق کے ساتھ حق طلاق کا اختیار

﴿وَإِنْ اَمَرَهَا بِطَلَاقٍ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَطَلَّقَتْ بَائِنَةً، اَوْ اَمَرَهَا بِالْبَائِنِ فَطَلَّقَتْ رَجْعِيَّةً﴾ ﴿وَقَعَ مَا اَمَرَ بِهِ الزَّوْجُ﴾ فَمَعْنَى الْاَوَّلِ اَنْ يَقُوْلَ لَهَا الزَّوْجُ: طَلِّقِي نَفْسَكِ وَاحِدَةً اَمْلِكُ الرَّجْعَةَ فَتَقُوْلُ: طَلَّقْتُ نَفْسِي وَاحِدَةً بَائِنَةً فَتَقَعُ رَجْعِيَّةً لِاَنَّهَا اَتَتْ بِالْاَصْلِ وَزِيَادَةِ وَصْفٍ كَمَا ذَكَرْنَا فَيَلْغُو الْوَصْفُ وَيَبْقَى الْاَصْلُ، وَمَعْنَى الثَّانِي اَنْ يَقُوْلَ لَهَا طَلِّقِي نَفْسَكِ وَاحِدَةً بَائِنَةً فَتَقُوْلُ طَلَّقْتُ نَفْسِي وَاحِدَةً رَجْعِيَّةً فَتَقَعُ بَائِنَةً لِاَنَّ قَوْلَهَا وَاحِدَةً رَجْعِيَّةً لَغْوٌ مِنْهَا لِاَنَّ الزَّوْجَ لَمَّا عَيَّنَ صِفَةَ الْمُفَوَّضِ اِلَيْهَا فَحَاجَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَى اِيْقَاعِ الْاَصْلِ دُوْنَ تَعْيِيْنِ الْوَصْفِ فَصَارَ كَاَنَّهَا اقْتَصَرَتْ عَلَى الْاَصْلِ فَيَقَعُ بِالصِّفَةِ الَّتِيْ عَيَّنَهَا الزَّوْجُ بَائِنًا اَوْ رَجْعِيًّا

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا اِنْ شِئْتِ فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّ مَعْنَاهُ اِنْ شِئْتِ الثَّلَاثَ وَهِيَ بِاِيْقَاعِ الْوَاحِدَةِ مَا شَاءَتِ الثَّلَاثَ فَلَمْ يُوْجَدِ الشَّرْطُ ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ وَاحِدَةً اِنْ شِئْتِ فَطَلَّقَتْ ثَلَاثًا فَكَذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ لِاَنَّ مَشِيْئَةَ الثَّلَاثِ لَيْسَتْ بِمَشِيْئَةٍ لِلْوَاحِدَةِ كَاِيْقَاعِهَا ﴿وَقَالَا: تَقَعُ وَاحِدَةٌ﴾ لِاَنَّ مَشِيْئَةَ الثَّلَاثِ مَشِيْئَةٌ لِلْوَاحِدَةِ، كَمَا اَنَّ اِيْقَاعَهَا اِيْقَاعٌ لِلْوَاحِدَةِ فَوُجِدَ الشَّرْطُ .

اور اگر شوہر بیوی کو ایسی طلاق کا اختیار دے' جس سے وہ رجوع کر سکتا ہو' لیکن عورت اپنے آپ کو بائنہ طلاق دیدے یا شوہر نے بائنہ طلاق کا حکم دیا ہو اور عورت خود کو رجعی طلاق دیدے' تو خاوند کے بیان کے مطابق طلاق شمار ہوگی۔ پہلے مسئلے کی صورت یہ ہے: جب شوہر نے کہا ہو: تم اپنے آپ کو ایسی ایک طلاق دو' جس کے نتیجے میں مجھے رجوع کا حق حاصل ہو اور عورت یہ کہے: میں اپنے آپ کو ایک بائنہ طلاق دیتی ہوں' تو رجعی طلاق واقع ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے: عورت نے اصل حکم کو پورا کرتے ہوئے ساتھ صفت کا اضافہ کر دیا ہے' جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے' لہٰذا اب وہ وصف لغو شمار ہوگا اور اصل اپنی جگہ پر برقرار رہے گی۔دوسری صورت یہ ہے: مرد یہ کہے: تم اپنے آپ کو ایک بائنہ طلاق دو اور عورت یہ کہے: میں اپنے آپ کو ایک رجعی طلاق دیتی ہوں' تو بائنہ طلاق ہو جائے گی۔اس کی دلیل یہ ہے: عورت کا یہ کہنا کہ

ایک رجعی طلاق' یہ اس کی طرف سے ایک لغو بات ہے' اس کی دلیل یہ ہے: جب شوہر نے تفویض کردہ طلاق کی صفت متعین کر دی ہے' تو عورت کا یہ کام تھا کہ وہ اسی طلاق کو واقع کرے' اپنی طرف سے وہ اس میں صفت کا تعین نہیں کرے گی' تو گویا عورت نے اصل طلاق پر اکتفاء کیا اس لیے رجعی یا بائن طلاق اس صفت کے ساتھ واقع ہوگی' جسے مرد نے متعین کیا تھا۔

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دو' اگر تم چاہو' اور عورت نے ایک کو اختیار کیا' تو کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: مرد کے کلام کا مفہوم یہ ہے: اگر تم تین چاہو تو دے سکتی ہو' لیکن عورت نے ایک طلاق دی جس کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ اس نے تین کو نہیں چاہا اس لیے یہ شرط گویا پائی ہی نہیں گئی۔

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم اپنے آپ کو ایک طلاق دے دو' اگر تم چاہو' لیکن عورت نے خود کو تین طلاقیں دیں' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہوگا' کیونکہ تین کی اجازت دینا' ایک کی اجازت دینا نہیں ہوتا' بالکل اسی طرح جیسے تین طلاقیں دینا ایک طلاق دینا نہیں ہوتا۔ صاحبین اس بات کے قائل ہیں: ایک طلاق واقع ہو جائے گی' اس کی دلیل یہ ہے: جن تین طلاقوں کی مشیت دی گئی ہے ان میں ایک طلاق بھی موجود ہے یہ بالکل اسی طرح ہے: تین طلاقیں لینا ایک طلاق لینا بھی ہوتا ہے' لہٰذا شرط پائی جائے گی۔

بیوی کا اپنی مشیت کو کسی دوسری چیز سے مشروط کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شِئْتِ فَقَالَتْ: شِئْتُ اِنْ شِئْتَ فَقَالَ الزَّوْجُ: شِئْتُ يَنْوِى الطَّلَاقَ بَطَلَ الْاَمْرُ﴾ لِاَنَّهُ عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِالْمَشِيْئَةِ الْمُرْسَلَةِ وَهِيَ اَتَتْ بِالْمُعَلَّقَةِ فَلَمْ يُوجَدْ الشَّرْطُ وَهُوَ اشْتِغَالٌ بِمَا لَا يَعْنِيهَا فَخَرَجَ الْاَمْرُ مِنْ يَدِهَا، وَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ بِقَوْلِهِ شِئْتُ وَاِنْ نَوَى الطَّلَاقَ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِي كَلَامِ الْمَرْاَةِ ذِكْرُ الطَّلَاقِ لِيَصِيْرَ الزَّوْجُ شَائِيًا طَلَاقَهَا، وَالنِّيَّةُ لَا تَعْمَلُ فِي غَيْرِ الْمَذْكُورِ حَتّٰى لَوْ قَالَ: شِئْتُ طَلَاقَكِ يَقَعُ اِذَا نَوٰى لِاَنَّهُ اِيْقَاعٌ مُبْتَدَاٌ اِذِ الْمَشِيْئَةُ تُنْبِئُ عَنِ الْوُجُوْدِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ اَرَدْتُ طَلَاقَكِ لِاَنَّهُ لَا يُنْبِئُ عَنِ الْوُجُوْدِ. ﴿وَكَذَا اِذَا قَالَتْ شِئْتُ اِنْ شَاءَ اَبِيْ اَوْ شِئْتُ اِنْ كَانَ كَذَا لِاَمْرٍ لَمْ يَجِئْ بَعْدُ﴾ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الْمَاْتِيَّ بِهِ مَشِيْئَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَبَطَلَ الْاَمْرُ ﴿وَاِنْ قَالَتْ: قَدْ شِئْتُ اِنْ كَانَ كَذَا لِاَمْرٍ قَدْ مَضٰى طَلُقَتْ﴾ لِاَنَّ التَّعْلِيْقَ بِشَرْطٍ كَائِنٍ تَنْجِيْزٌ.

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ اِذَا شِئْتِ اَوْ اِذَا مَا شِئْتِ اَوْ مَتٰى شِئْتِ اَوْ مَتٰى مَا شِئْتِ فَرَدَّتِ الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ رَدًّا وَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ﴾ اَمَّا كَلِمَةُ مَتٰى وَمَتٰى مَا فَلِاَنَّهُمَا لِلْوَقْتِ وَهِيَ عَامَّةٌ فِي الْاَوْقَاتِ كُلِّهَا، كَاَنَّهُ قَالَ فِيْ اَيِّ وَقْتٍ شِئْتِ فَلَا يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ بِالْاِجْمَاعِ، وَلَوْ رَدَّتِ الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ رَدًّا لِاَنَّهُ مَلَّكَهَا الطَّلَاقَ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ شَاءَتْ فَلَمْ يَكُنْ تَمْلِيْكًا

قَبْلَ الْمَشِيْئَةِ حَتّٰى يَرْتَدَّ بِالرَّدِّ، وَلَا تُطَلِّقُ نَفْسَهَا اِلَّا وَاحِدَةً لِاَنَّهَا تَعُمُّ الْاَزْمَانَ دُوْنَ الْاَفْعَالِ فَتَمْلِكُ التَّطْلِيْقَ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ وَلَا تَمْلِكُ تَطْلِيْقًا بَعْدَ تَطْلِيْقٍ، وَاَمَّا كَلِمَةُ اِذَا وَاِذَا مَا فَهُمَا وَمَتٰى سَوَاءٌ عِنْدَهُمَا ۔وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ يُسْتَعْمَلُ لِلشَّرْطِ كَمَا يُسْتَعْمَلُ لِلْوَقْتِ لٰكِنَّ الْاَمْرَ صَارَ بِيَدِهَا فَلَا يَخْرُجُ بِالشَّكِّ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ ۔

ترجمہ اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: اگر تم چاہو تو تمہیں طلاق ہے اور بیوی نے جواب میں کہا: اگر تم چاہو تو میں نے چاہ لیا اور پھر مرد نے طلاق کی نیت کرتے ہوئے یہ کہا: میں نے یہ چاہا تو اس کے نتیجے میں عورت کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: شوہر نے عورت کی طلاق کو عورت کی آزاد دلیل کے ساتھ معلق کیا تھا لیکن عورت نے اپنی دلیل کو مقید کر لیا تو شرط اپنی جگہ پر برقرار نہیں رہی اور عورت غیر متعلقہ باتوں میں مشغول ہو گئی۔ لہٰذا مرد کا یہ کہنا: میں نے چاہا اس کے نتیجے میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ اگرچہ اس نے اس لفظ کے ذریعے طلاق کی نیت کی بھی ہو اس کی دلیل یہ ہے: بیوی کے اس کلام میں طلاق کا ذکر نہیں ہے کہ مرد کو طلاق کا دینے والا قرار دیا جا سکے۔

(اصول یہ ہے) نیت ایسی کسی بھی چیز میں اثر انداز نہیں ہوتی جس کا ذکر ہی نہ ہو۔ البتہ اگر شوہر بیوی کے الفاظ کے جواب میں یہ کہے: میں تمہیں طلاق دینا چاہتا ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اس کے لئے یہ شرط ہے: اس نے طلاق کی نیت بھی کی ہوئی ہو کیونکہ اس صورت میں از سرِ نو طلاق دینا شمار ہوگا اور طلاق کا چاہنا طلاق ہونے کی اطلاع دے رہا ہے اس کے برخلاف "میں تمہاری طلاق کا ارادہ کرتا ہوں" کا حکم مختلف ہے کیونکہ ارادہ کرنا اس چیز کے موجود ہونے کی اطلاع نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر عورت نے جواب میں یہ کہہ دیا ہو "اگر میرے والد کو منظور ہوا تو مجھے بھی منظور ہے" یا عورت نے جواب میں یہ کہہ دیا "اگر اس طرح ہو گیا تو مجھے بھی منظور ہے"۔ یعنی اس نے اس کو کسی ایسے عمل کے ساتھ مشروط کر دیا جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا تو یہی حکم ہوگا جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس نے اپنی مشیت کو معلق کر دیا اس لیے طلاق واقع نہیں ہوگی اور اختیار باطل شمار ہوگا۔ اگر عورت نے یہ کہا: اگر ایسا ہو گیا تو میں نے چاہا اور وہ ایک ایسا معاملہ ہو جو پہلے ہو چکا ہو تو عورت کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ کسی موجود چیز کے ساتھ معلق کرنے کا مطلب اس کو فوراً نافذ کرنا ہوگا۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "تم جب چاہو (اور اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال کیے) تو تمہیں طلاق ہے عورت نے اس تفویض کو مسترد کر دیا تو یہ مسترد نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کا حکم محفل کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ ان میں سے دو الفاظ "متیٰ" اور "متیٰ ما" یہ دونوں وقت کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور یہ تمام اوقات کے لئے عام ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا: مرد نے یہ کہا "تم جس وقت بھی چاہو" اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے: یہ اختیار اس محفل تک مخصوص نہیں ہوگا اور اگر عورت نے اس کو اس وقت مسترد کر دیا تو بھی رد نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کو اس کا اختیار ہر اس وقت کے ساتھ دیا ہے جب وہ چاہے لہٰذا اس کے ایسا چاہنے سے پہلے طلاق کی ملکیت بنانا ثابت نہیں ہوگا اسے رد کرنے کے ساتھ رد کیا جا سکے۔

عورت ایسی صورت میں اپنے آپ کو ایک طلاق دے سکتی ہے اس کی دلیل یہ ہے: لفظ "متیٰ" زمانے کے اعتبار سے تو عام ہے لیکن فعل کے اعتبار سے عام نہیں ہے لہٰذا عورت کو ہر زمانے میں طلاق دینے کا اختیار ہوگا لیکن ایک طلاق دینے کا اختیار رہوگا

دوسری مرتبہ طلاق دینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ لفظ "اذا" اور "اذاما" صاحبین کے نزدیک "متی" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل ہیں: لفظ اذا شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ یہ وقت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس صورت میں کیونکہ عورت کے پاس اختیار آ چکا ہے تو یہ شک کی دلیل سے زائل نہیں ہوگا۔ اس موضوع پر ہم اس سے پہلے بحث کر چکے ہیں۔

لفظ "کلّما" کے ذریعے دیے جانے والے اختیار کا حکم

﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ كُلَّمَا شِئْتِ فَلَهَا اَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا وَاحِدَةً بَعْدَ وَاحِدَةٍ حَتّٰى تُطَلِّقَ نَفْسَهَا ثَلَاثًا﴾ لِاَنَّ كَلِمَةَ كُلَّمَا تُوجِبُ تَكْرَارَ الْاَفْعَالِ اِلَّا اَنَّ التَّعْلِيقَ يَنْصَرِفُ اِلَى الْمِلْكِ الْقَائِمِ ﴿حَتّٰى لَوْ عَادَتْ اِلَيْهِ بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّهُ مِلْكٌ مُسْتَحْدَثٌ ﴿وَلَيْسَ لَهَا اَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ﴾ لِاَنَّهَا تُوجِبُ عُمُوْمَ الْاِنْفِرَادِ لَا عُمُوْمَ الْاِجْتِمَاعِ فَلَا تَمْلِكُ الْاِيْقَاعَ جُمْلَةً وَجَمْعًا ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ حَيْثُ شِئْتِ اَوْ اَيْنَ شِئْتِ لَمْ تَطْلُقْ حَتّٰى تَشَاءَ، وَاِنْ قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَلَا مَشِيْئَةَ لَهَا﴾ لِاَنَّ كَلِمَةَ حَيْثُ وَاَيْنَ مِنْ اَسْمَاءِ الْمَكَانِ وَالطَّلَاقُ لَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْمَكَانِ فَيَلْغُوْ وَيَبْقٰى ذِكْرُ مُطْلَقِ الْمَشِيْئَةِ فَيَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ، بِخِلَافِ الزَّمَانِ لِاَنَّ لَهُ تَعَلُّقًا بِهِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْ زَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ فَوَجَبَ اعْتِبَارُهُ عُمُوْمًا وَخُصُوْصًا۔

اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "تم جب کبھی بھی چاہو تمہیں طلاق ہے" تو ایسی صورت میں عورت اپنے آپ کو ایک کے بعد دوسری طلاق دے سکتی ہے یہاں تک کہ وہ خود کو تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے کیونکہ لفظ "کلما"، فعل میں تکرار کا تقاضا کرتا ہے لیکن یہ تعلیق اور اختیار عورت کو اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک وہ اس مرد کے نکاح میں رہے لیکن اگر وہ عورت اس مرد سے طلاق لینے کے بعد دوسری شادی کرتی ہے پھر اس سے طلاق لے کر دوبارہ پہلے مرد کے نکاح میں آ جاتی ہے تو اب وہ اپنے آپ کو طلاق دینے کی مالک نہیں ہوگی کیونکہ یہ نئے سرے سے ملکیت ہے۔ اسی طرح اس کو یہ اختیار بھی نہیں ہوگا: وہ ایک ہی مرتبہ اپنے آپ کو تین طلاقیں دیدے کیونکہ "کلما" ایک طلاق کا تقاضا کرتا ہے اکٹھی طلاقوں کا تقاضا نہیں کرتا لہٰذا جب ایسی صورتحال ہوگی تو عورت ایک ہی جملے کے ذریعے اور ایک ساتھ طلاق واقع کرنے کی مالک نہیں ہوگی لیکن اگر مرد نے عورت سے یہ کہا ہو جیسے تم چاہو اور جہاں تم چاہو تمہیں طلاق ہے تو عورت کو اس وقت تک طلاق نہیں ہوگی جب تک وہ چاہے گی نہیں۔ اگر وہ عورت اس محفل سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے تو اب اس کی مشیت ختم ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حیث اور این اسمائے مکان ہیں جبکہ طلاق کا کسی مخصوص مکان (جگہ) کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کا ذکر لغو جائے گا اور مطلق مشیت کا حکم باقی رہ جائے گا جو اس مخصوص مجلس پر موقوف ہوگا جبکہ زمانے (کے ساتھ مشیت کو مشروط کرنے) کا حکم مختلف ہے کیونکہ طلاق کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور وہ کسی ایک زمانے کی بجائے کسی دوسرے زمانے میں واقع ہو سکتی ہے اس لئے عموم یا خصوص کے اعتبار سے زمانے کا

اعتبار کرنا لازم ہوگا۔

لفظ ''کیف'' کے ذریعے دیے جانے والے اختیار کا حکم

﴿وَاِنْ قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ كَيْفَ شِئْتِ طَلُقَتْ تَطْلِيْقَةً يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ﴾ وَمَعْنَاهُ قَبْلَ الْمَشِيئَةِ، فَاِنْ قَالَتْ: قَدْ شِئْتُ وَاحِدَةً بَائِنَةً اَوْ ثَلَاثًا وَقَالَ الزَّوْجُ ذٰلِكَ نَوَيْتُ فَهُوَ كَمَا قَالَ، لِاَنَّ عِنْدَ ذٰلِكَ تَثْبُتُ الْمُطَابَقَةُ بَيْنَ مَشِيئَتِهَا وَاِرَادَتِهِ، اَمَّا اِذَا اَرَادَتْ ثَلَاثًا وَالزَّوْجُ وَاحِدَةً بَائِنَةً اَوْ عَلَى الْقَلْبِ تَقَعُ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ لِاَنَّهُ لَغَا تَصَرُّفُهَا لِعَدَمِ الْمُوَافَقَةِ فَبَقِيَ اِيْقَاعُ الزَّوْجِ وَاِنْ لَمْ تَحْضُرْهُ النِّيَّةُ تُعْتَبَرُ مَشِيئَتُهَا فِيْمَا قَالُوْا جَرْيًا عَلٰى مُوْجَبِ التَّخْيِيْرِ ﴿قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ﴾ وَقَالَ فِي الْاَصْلِ هٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ﴿وَعِنْدَهُمَا لَا يَقَعُ مَا لَمْ تُوْقِعِ الْمَرْاَةُ فَتَشَاءُ رَجْعِيَّةً اَوْ بَائِنَةً اَوْ ثَلَاثًا﴾ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْعَتَاقُ لَهُمَا اَنَّهُ فَوَّضَ التَّطْلِيْقَ اِلَيْهَا عَلٰى اَيِّ صِفَةٍ شَائَتْ فَلَا بُدَّ مِنْ تَعْلِيْقِ اَصْلِ الطَّلَاقِ بِمَشِيئَتِهَا لِتَكُوْنَ لَهَا الْمَشِيئَةُ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ: اَعْنِيْ قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَبَعْدَهُ. وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ كَلِمَةَ كَيْفَ لِلْاِسْتِيْصَافِ، يُقَالُ كَيْفَ اَصْبَحْتَ وَالتَّفْوِيْضُ فِيْ وَصْفِهِ يَسْتَدْعِيْ وُجُوْدَ اَصْلِهِ وَوُجُوْدُ الطَّلَاقِ بِوُقُوْعِهِ.

📖 اور جب کسی شوہر نے بیوی سے یہ کہا ہو: جیسے تم چاہو تمہیں طلاق ہے' تو عورت کو ایک طلاق ہو جائے گی' جس میں شوہر کو رجوع کرنے کا حق ہوگا۔ اس کا مفہوم یہ ہے: مشیت سے پہلے ایسا ہوگا۔ اگر عورت یہ کہتی ہے: میں نے ایک بائنہ طلاق یا تین طلاقوں کو چاہا اور شوہر یہ کہتا ہے: میں نے اس کی نیت کی تھی' تو یہ حکم مرد کے بیان کے مطابق ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: اس صورت میں عورت کی مشیت اور مرد کے ارادے کے درمیان مطابقت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر عورت نے تین کا ارادہ کیا اور شوہر نے ایک بائنہ کا ارادہ کیا تھا یا معاملہ اس کے برعکس ہو تو اس کے نتیجے میں ایک رجعی طلاق واقع ہوگی۔ چونکہ موافقت نہ ہونے کی دلیل سے عورت کا تصرف لغو ہو جائے گا' اور شوہر کا طلاق دینا باقی رہ جائے گا۔ لیکن اگر (شوہر کی) نیت موجود نہ ہو تو عورت کی مشیت کا اعتبار کیا جائے گا اس میں اس حکم کو بنیاد بنایا جائے گا' جو اختیار دینے کے نتیجے میں فقہاء نے بیان کیا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''المبسوط'' میں اس کو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔ صاحبین کے نزدیک یہ اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک عورت واقع نہ کرلے۔ پس وہ عورت رجعی طلاق چاہے یا بائن طلاق چاہے' یا تین طلاق چاہے (اس کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی)۔ غلام آزاد کرنے کا مسئلہ بھی اسی اختلاف پر مبنی ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: شوہر نے طلاق کو عورت کے سپرد کر دیا ہے' خواہ اس کی کیفیت جو بھی ہو' تو اس کے لئے یہ ضروری ہے: اصل طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ متعلق ہونی چاہئے تاکہ ہر حال میں اس کے لئے مشیت ثابت رہے۔ ہر حالت سے مراد یہ ہے: خواہ یہ دخول سے پہلے ہو یا دخول کے بعد ہو' اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: لفظ ''کیف'' صفت دریافت کرنے

سے لیے استعمال کیا جاتا ہے یعنی جیسے کہا جاتا ہے "تم نے کیسے صبح کی" (یعنی تمہارا کیا حال ہے)۔ اور طلاق کی صفت تو تفویض کا تقاضا کرتا ہے کہ اصل طلاق پہلے موجود ہو اور طلاق اسی صورت میں موجود ہو سکتی ہے جب وہ پہلے واقع ہو چکی ہو۔

لفظ کم اور ما کے ذریعے اختیار دینے کا حکم

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ كَمْ شِئْتِ أَوْ مَا شِئْتِ طَلَّقَتْ نَفْسَهَا مَا شَاءَتْ﴾ لِأَنَّهُمَا يُسْتَعْمَلَانِ لِلْعَدَدِ فَقَدْ فَوَّضَ إِلَيْهَا أَيَّ عَدَدٍ شَاءَتْ ﴿فَإِنْ قَامَتْ مِنَ الْمَجْلِسِ بَطَلَ، وَإِنْ رَدَّتِ الْأَمْرَ كَانَ رَدًّا﴾ لِأَنَّ هٰذَا أَمْرٌ وَاحِدٌ وَهُوَ خِطَابٌ فِي الْحَالِ فَيَقْتَضِي الْجَوَابَ فِي الْحَالِ. ﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِي نَفْسَكِ مِنْ ثَلَاثٍ مَا شِئْتِ فَلَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا وَاحِدَةً أَوْ ثِنْتَيْنِ وَلَا تُطَلِّقُ ثَلَاثًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: تُطَلِّقُ ثَلَاثًا إِنْ شَاءَتْ﴾ لِأَنَّ كَلِمَةَ مَا مُحْكَمَةٌ فِي التَّعْمِيمِ وَكَلِمَةَ مِنْ قَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلتَّمْيِيزِ فَحُمِلَ عَلَى تَمْيِيزِ الْجِنْسِ، كَمَا إِذَا قَالَ: كُلْ مِنْ طَعَامِي مَا شِئْتَ أَوْ طَلِّقْ مِنْ نِسَائِي مَنْ شَاءَتْ. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ كَلِمَةَ مِنْ حَقِيقَةٌ لِلتَّبْعِيضِ وَمَا لِلتَّعْمِيمِ فَعُمِلَ بِهِمَا، وَفِيمَا اسْتَشْهَدَا بِهِ تُرِكَ التَّبْعِيضُ بِدَلَالَةِ إِظْهَارِ السَّمَاحَةِ أَوْ لِعُمُومِ الصِّفَةِ وَهِيَ الْمَشِيئَةُ، حَتّٰى لَوْ قَالَ: مَنْ شِئْتَ كَانَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تم جتنی چاہو تمہیں طلاق ہے' تو عورت اپنے آپ کو جتنی چاہے طلاق دے سکتی ہے' اس کی دلیل یہ ہے: یہ دونوں لفظ عدد کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور شوہر نے وہ عدد عورت کے سپرد کر دیا ہے۔ یعنی جتنی تعداد میں وہ عورت چاہے۔ اگر عورت اس اختیار کو چھوڑ کر محفل سے کھڑی ہو گئی تو تفویض باطل ہو جائے گی اگر اس نے اس اختیار کو مسترد کر دیا تو وہ رد ہو جائے گا' کیونکہ یہ تفویض امرِ واحد کی طرح ہے اور فوری خطاب ہے اس کا بنیادی تقاضا یہ ہے: اس کا جواب بھی فوری ہونا چاہئے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "تم تین میں سے جتنی چاہے طلاق دے سکتی ہو" تو بیوی کو اپنے آپ کو ایک یا دو طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا تیسری طلاق دینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ یہ موقف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: اگر وہ چاہے' تو تین طلاقیں بھی دے سکتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: عام ہونے کے اعتبار سے لفظ "ما" محکم ہے اور لفظ "من" تمییز کے لئے استعمال ہوتا ہے' لہٰذا یہ جنس کی تمییز پر محمول کیا جائے گا' یہ بالکل اسی طرح ہے' جیسے شوہر نے یہ کہا ہو: "تم میرے کھانے میں سے جتنا چاہو کھا سکتی ہو"۔ یا تم میری بیویوں میں سے جسے چاہو طلاق دے سکتی ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: "من" حقیقت کے اعتبار سے بعض کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لفظ "ما" عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے' لہٰذا ان دونوں پر عمل کیا جائے گا (آپ نے جو مثالیں پیش کی ہیں) ان میں سے پہلی میں بعضیت کے مفہوم کو اس لیے چھوڑ دیا گیا ہے' تاکہ سخاوت کا اظہار ہو سکے اور دوسری مثال میں صفت عام ہے اور یہ مشیت ہے۔ یہاں تک کہ اگر مرد نے یہ کہا "جسے چاہو" تو یہ اسی اختلاف کی بنیاد پر ہوگا۔

بَابُ الْاَيْمَانِ فِى الطَّلَاقِ

یہ باب طلاق کو قسم کے ساتھ مشروط کرنے کے بیان میں ہے

مشروط بہ قسم طلاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے طلاق صریح اور طلاق کنایہ سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے اس کے بعد طلاق کے ایسے مسائل ذکر کیے ہیں جو شرط کے ساتھ مرکب ہیں۔ اور یہ اصول ہے کہ مرکب مفرد سے مؤخر ہوتا ہے۔ اور طلاق میں قسم سے مراد یہ ہے کہ طلاق کو ایسے حکم کے ساتھ معلق کرنا جس میں شرط کا معنی پایا جائے۔ اور وہ حقیقت کے اعتبار سے شرط و جزاء ہے، لیکن بطور مجاز اس کا نام یمین رکھا گیا ہے، کیونکہ اس میں سبب ہونے کا معنی پایا جا رہا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۳۴۱، بیروت)

یمین کا لغوی وفقہی مفہوم

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یمین کا معنی قوت ہے۔ جس طرح شاعر کا قول ہے۔

اِنَّ الْمَقَادِيرَ بِالْاَوْقَاتِ نَازِلَةٌ وَلَا يَمِيْنَ عَلٰى دَفْعِ الْمَقَادِيرِ اَىْ لَا قُوَّةَ

اور اسی طرح دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو یمین کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے ہاتھ سے قوت میں زیادہ ہوتا ہے۔ اور اللہ کی قسم کھانے کو یمین اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں قوت کا افادہ ہوتا ہے اور یہ قوت کا اظہار محلوف علیہ پر کسی فعل کے وجود یا ترک فعل کے طور پر ہوتا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۸، ص ۳۷۲، بیروت)

طلاق کی قسم کھانے کی ممانعت کا بیان

عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: مَاحَلَفَ بِالطَّلَاقِ مُؤمِنٌ، وَمَااسْتَحْلَفَ بِهٖ اِلَّا مُنَافِقٌ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن طلاق کی قسم نہ کھاتا ہے اور نہ کھلاتا ہے، ہاں جو منافق صفت انسان ہو وہ ایسا کرتا ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، ج ۲، ۲۸۶، المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۸، ۲۶۹)

طلاق تعلیق پر فقہاء امت کے اجماع کا بیان

فقہائے اُمت صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور تبع تابعین کا مذہب یہ ہے کہ طلاق کو جب کسی شرط پر معلق کیا جائے، تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ شرط، حلف کے قبیل سے ہو، کہ ترغیب کا یا منع کا یا تصدیق کا فائدہ دے، یا اس

قبیل سے نہ ہو، کہ ان میں سے کسی چیز کا فائدہ نہ دے، ان تمام اکابر کے خلاف ابن تیمیہ کا قول ہے کہ جو تعلیق کہ از قبیل حلف ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ حلف ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ لازم آتا ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو ابن تیمیہ سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔ تعلیق کی ان دونوں قسموں میں روافض بھی صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے مخالف ہیں اور بعض ظاہریہ نے جن میں ابن حزم بھی شامل ہیں اس مسئلے میں روافض کی پیروی کی ہے۔ اور ان سب سے پہلے جو اجماع منعقد ہو چکا ہے وہ ان کے خلاف حجت ہے۔ اور جن حضرات نے اس مسئلے پر اجماع نقل کیا ہے وہ یہ ہیں: امام شافعی، ابوعبید، ابوثور، ابن جریر، ابن منذر، محمد بن نصر مروزی، ابن عبدالبر (التمہید اور الاستذکار میں)، فقیہ ابن رُشد (المقدمات میں)، اور ابوالولید الباجی (المنتقیٰ) میں۔

حدیث و آثار کی وسعتِ علم میں ان حضرات کا وہ مرتبہ ہے کہ ان میں سے ایک بزرگ اگر چھینکیں تو ان کی چھینک سے شوکانی، محمد بن اسماعیل الامیر اور قنوجی جیسے دسیوں آدمی جھڑیں گے، تنہا محمد بن نصر مروزی کے بارے میں ابن حزم کہتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو محمد بن نصر کے پاس نہ ہو تو اس شخص کا دعویٰ صحیح ہوگا۔

اور یہ غیر مقلدین اجماع کے نقل کرنے میں امین ہیں، اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ طلاق معلق واقع ہو جاتی ہے، چنانچہ نافع کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے یوں طلاق دی کہ اگر وہ نکلی تو اسے قطعی طلاق، حضرت ابن عمر نے فرمایا: اگر نکلی تو اس سے بائنہ ہو جائے گی، نہ نکلی تو کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ اسی زیرِ بحث مسئلے میں ہے، ابن عمر کے علم اور فتویٰ میں ان کے مجتہد ہونے میں کون شک کر سکتا ہے؟ اور کسی ایک صحابی کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا کہ جس نے اس فتویٰ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہو یا اس پر انکار فرمائی ہو۔

طلاق کو نکاح سے مشروط کرنے کا بیان

﴿وَإِذَا أَضَافَ الطَّلَاقَ إِلَى النِّكَاحِ وَقَعَ عَقِيبَ النِّكَاحِ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ لِامْرَأَةٍ إِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ أَوْ كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى: لَا يَقَعُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ﴾ وَلَنَا أَنَّ هٰذَا تَصَرُّفُ يَمِينٍ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ فَلَا يُشْتَرَطُ لِصِحَّتِهِ قِيَامُ الْمِلْكِ فِي الْحَالِ لِأَنَّ الْوُقُوعَ عِنْدَ الشَّرْطِ وَالْمِلْكُ مُتَيَقَّنٌ بِهِ عِنْدَهُ وَقَبْلَ ذٰلِكَ أَثَرُهُ الْمَنْعُ وَهُوَ قَائِمٌ بِالْمُتَصَرِّفِ، وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى نَفْيِ التَّنْجِيزِ، وَالْحَمْلُ مَأْثُورٌ عَنِ السَّلَفِ كَالشَّعْبِيِّ وَالزُّهْرِيِّ وَغَيْرِهِمَا

اگر مرد طلاق کو (ہونے والے) نکاح کے ساتھ مشروط کر دے تو نکاح کے ہونے کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی جیسے کوئی شخص کسی خاتون سے یہ کہے: ''اگر میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا تو تمہیں طلاق ہے'' یا یہ کہہ دے ''ہر وہ عورت جس کے ساتھ میں شادی کروں اسے طلاق ہے''۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ نبی

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''نکاح سے پہلے طلاق نہیں دی جاسکتی''۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ تصرف یمین (مشروط کرنے) کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس میں شرط اور جزا دونوں موجود ہیں لہٰذا اس کی درستگی کے لئے زمانہ حال میں ملکیت ہونا شرط نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: طلاق واقع تو اس وقت ہوگی جب شرط پائی جائے گی اور اس وقت ملکیت یقینی طور پر مرد کو حاصل ہوگی اس سے پہلے اس کا اثر کرنا منع ہے۔ تاہم یہ چیز تصرف کرنے والے شخص کے ساتھ لاحق ہوگی اور حدیث اس بات پر محمول ہوگی کہ اس میں فوری نفاذ کی نفی کی گئی ہے اور یہ مفہوم اسلاف سے منقول ہے جیسے امام شعبی' امام زہری اور دیگر حضرات ہیں۔

طلاق کو کسی عمل سے مشروط کرنے کا بیان

﴿وَإِذَا أَضَافَهُ إِلَى شَرْطٍ وَقَعَ عَقِيبَ الشَّرْطِ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ لِامْرَأَتِهِ: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ﴾ وَهٰذَا بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَائِمٌ فِي الْحَالِ، وَالظَّاهِرُ بَقَاؤُهُ إِلَى وَقْتِ وُجُودِ الشَّرْطِ فَيَصِحُّ يَمِينًا أَوْ إِيقَاعًا.

اور جس وقت شوہر نے طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا ہو تو اس شرط کی موجودگی میں طلاق واقع ہو جائے گی جیسے شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا ہو: ''اگر تم گھر کے اندر داخل ہوئی تو تمہیں طلاق ہے''۔ اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے کیونکہ ایسی صورت میں نکاح کی ملکیت قائم ہے اور ظاہر یہی ہے: شرط کے موجود ہونے تک یہ ملکیت قائم رہے گی۔ لہٰذا یہ قول یمین بننے یا طلاق واقع کرنے کی صلاحیت رکھے گا۔

طلاق کو صرف ملکیت کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے

﴿وَلَا تَصِحُّ إِضَافَةُ الطَّلَاقِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْحَالِفُ مَالِكًا أَوْ يُضِيفَهُ إِلَى مِلْكٍ﴾ لِأَنَّ الْجَزَاءَ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ ظَاهِرًا لِيَكُونَ مُخِيفًا فَيَتَحَقَّقُ مَعْنَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْقُوَّةُ وَالظُّهُورُ بِأَحَدِ هٰذَيْنِ، وَالْإِضَافَةُ إِلَى سَبَبِ الْمِلْكِ بِمَنْزِلَةِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ ظَاهِرٌ عِنْدَ سَبَبِهِ.

اور طلاق کو کسی بھی شرط کے ساتھ مشروط کرنا اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک قسم اٹھانے والا شخص طلاق کی ملکیت نہ رکھتا ہو یا وہ اسے اپنی ملکیت کی طرف منسوب نہ کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ بات لازم ہے: شرط کی جزا ظاہر ہوتا کہ مرد عورت کو اس سے ڈرا سکے تو ان دو میں سے ایک سے یمین کا مفہوم متحقق ہو جائے گا' اور وہ قوت اور غلبہ ہے اور اسے ملکیت کے سبب یعنی نکاح کی طرف منسوب کرنا' اسی طرح ہوگا' جیسے نفس ملکیت کی طرف منسوب کیا جائے' کیونکہ سبب ملک (ملکیت) کے وقت ظاہر ہو جاتا ہے۔

اجنبی عورت کو ملا کر مشروط طلاق دینے کا بیان

﴿فَإِنْ قَالَ لِأَجْنَبِيَّةٍ: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَدَخَلَتِ الدَّارَ لَمْ تَطْلُقْ﴾ لِأَنَّ

الْحَالِفَ لَيْسَ بِمَالِكٍ وَلَا أَضَافَهُ إِلَى الْمِلْكِ أَوْ سَبَبِهِ وَلَا بُدَّ مِنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا

اور اگر کسی شخص نے کسی اجنبی عورت سے کہا: اگر تم اس گھر میں داخل ہوئی تو تمہیں طلاق ہے پھر اس شخص نے اس خاتون کے ساتھ شادی کر لی اور وہ خاتون اس گھر میں داخل ہوگئی تو اسے طلاق نہیں ہوگی کیونکہ یمین والا شخص اس طلاق کا مالک نہیں ہے اور نہ ہی اس نے اس طلاق کو اپنی ملکیت یا ملکیت کے سبب کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ ملک ہونا یا ملکیت کے سبب کی طرف منسوب کرنا شرط کے لئے ضروری ہے۔

شرط کے مختلف الفاظ اور ان کے احکام

﴿وَأَلْفَاظُ الشَّرْطِ إِنْ وَإِذَا وَإِذَا مَا وَكُلُّ وَكُلَّمَا وَمَتَى وَمَتَى مَا﴾ لِأَنَّ الشَّرْطَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْعَلَامَةِ، وَهٰذِهِ الْأَلْفَاظُ مِمَّا تَلِيهَا أَفْعَالٌ فَتَكُونُ عَلَامَاتٍ عَلَى الْحِنْثِ، ثُمَّ كَلِمَةُ إِنْ حَرْفٌ لِلشَّرْطِ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا مَعْنَى الْوَقْتِ وَمَا وَرَاءَهَا مُلْحَقٌ بِهَا، وَكَلِمَةُ كُلٍّ لَيْسَتْ شَرْطًا حَقِيقَةً لِأَنَّ مَا يَلِيهَا اسْمٌ وَالشَّرْطُ مَا يَتَعَلَّقُ بِهِ الْجَزَاءُ وَالْأَجْزِيَةُ تَتَعَلَّقُ بِالْأَفْعَالِ إِلَّا أَنَّهُ أُلْحِقَ بِالشَّرْطِ لِتَعَلُّقِ الْفِعْلِ بِالِاسْمِ الَّذِي يَلِيهَا مِثْلُ قَوْلِكَ كُلُّ عَبْدٍ اشْتَرَيْتُهُ فَهُوَ حُرٌّ .

اور شرط کے الفاظ یہ ہیں اگر جب جب بھی جب کبھی بھی جب بھی اس کی دلیل یہ ہے: لفظ شرط کا ایک مطلب علامت بھی ہے اور مذکورہ الفاظ ایسے ہیں جن کے ساتھ جب جزا واقع ہو تو یہ قسم توڑنے کی علامت بن جاتے ہیں۔ پھر لفظ "ان" صرف شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے اس میں وقت کا مفہوم نہیں پایا جاتا جبکہ بقیہ الفاظ اس کے ساتھ ملحق ہیں۔ لفظ "کل" حقیقت کے اعتبار سے شرط نہیں ہے کیونکہ لفظ "کل" کے ساتھ جو بھی لفظ متصل ہوتا ہے وہ اسم ہوتا ہے اور شرط وہ ہوتی ہے جس کے ساتھ جزاء بھی ہو اور جزاء کا تعلق فعل کے ساتھ ہوتا ہے لیکن لفظ "کل" کو شرط کے الفاظ کے ساتھ اس لیے ملایا گیا ہے کیونکہ فعل کا تعلق اسی اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ متصل ہو جیسا کہ آپ یہ کہیں: "ہر وہ غلام جسے میں خریدلوں وہ آزاد ہوگا"۔

ان الفاظ کا حکم اور کلما کی استثنائی صورت

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: ﴿فَفِي هٰذِهِ الْأَلْفَاظِ إِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ انْحَلَّتْ وَانْتَهَتِ الْيَمِينُ﴾ لِأَنَّهَا غَيْرُ مُقْتَضِيَةٍ لِلْعُمُومِ وَالتَّكْرَارِ لُغَةً، فَبِوُجُودِ الْفِعْلِ مَرَّةً يَتِمُّ الشَّرْطُ وَلَا بَقَاءَ لِلْيَمِينِ بِدُونِهِ ﴿إِلَّا فِي كُلَّمَا فَإِنَّهَا تَقْتَضِي تَعْمِيمَ الْأَفْعَالِ﴾ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ﴾ الْآيَةَ وَمِنْ ضَرُورَةِ التَّعْمِيمِ التَّكْرَارُ .

مصنف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ان الفاظ میں شرط پائی جائے گی تو قسم تحلیل ہوکر ختم ہو جائے گی اس کی دلیل یہ ہے: یہ عموم اور تکرار کا لغوی اعتبار سے تقاضا نہیں کرتے لہٰذا ایک ہی مرتبہ فعل کے پائے جانے کے نتیجے میں شرط پوری ہو جائے گی اور اس

کے بعد وہ باقی نہیں رہے گی البتہ لفظ ''کلما'' کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ افعال میں تعمیم کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے
جب بھی ان کے چمڑے گل جائیں گے'' تعمیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں تکرار پائی جاتی ہو۔

دوسری شادی کی صورت میں سابقہ شرط معتبر نہیں ہوگی

قَالَ ﴿فَاِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ وَتَكَرَّرَ الشَّرْطُ لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّ بِاسْتِيفَاءِ الطَّلَقَاتِ الثَّلَاثِ الْمَمْلُوْكَاتِ فِيْ هٰذَا النِّكَاحِ لَمْ يَبْقَ الْجَزَاءُ وَبَقَاءُ الْيَمِيْنِ بِهٖ وَبِالشَّرْطِ .وَفِيْهِ خِلَافُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَنُقَرِّرُهٗ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَوْ دَخَلَتْ عَلٰى نَفْسِ التَّزَوُّجِ بِاَنْ قَالَ: كُلَّمَا تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَهِيَ طَالِقٌ يَحْنَثُ بِكُلِّ مَرَّةٍ وَاِنْ كَانَ بَعْدَ زَوْجٍ اٰخَرَ﴾ لِاَنَّ انْعِقَادَهَا بِاعْتِبَارِ مَا يَمْلِكُ عَلَيْهَا مِنَ الطَّلَاقِ بِالتَّزَوُّجِ وَذٰلِكَ غَيْرُ مَحْصُوْرٍ .

فرمایا اور اگر مرد اس عورت کے ساتھ شادی کر لے یعنی اس کی دوسری شادی ہونے کے بعد (طلاق ہونے کے بعد) شادی کرے تو شرط دوبارہ پائی جائے تو اس کے لئے اس صورت میں کچھ بھی واقع نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: مرد پہلے نکاح میں جن تین طلاقوں کا مالک تھا وہ انہیں مکمل طور پر استعمال کر چکا ہے لہٰذا اب جزاء کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی اور قسم کی بقاء تو جزاء پر تھی یا شرط پر تھی۔ اس بارے میں امام زفر کی دلیل مختلف ہے اسے ہم انشاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔ اگر لفظ ''کلما'' نفس ''تزوج'' (شادی) پر داخل ہو یعنی کوئی شخص یہ کہہ دے ''جب کبھی میں جس خاتون سے شادی کروں تو اسے طلاق ہے'' تو وہ شخص ہر بار نکاح کرنے پر حانث ہوگا خواہ یہ نکاح عورت کی دوسری شادی کرنے کے بعد طلاق لینے کے بعد (اس شخص کے ساتھ شادی کرنے پر ہی کیوں نہ ہو) اس کی دلیل یہ ہے: اس کا انعقاد اس طلاق کے حق کی دلیل ہے جس کا مالک وہ نکاح کرنے کی دلیل سے بنا ہے اور اس کا کوئی بھی شمار نہیں ہو سکتا۔

مشروط کرنے کے بعد ملکیت کے زائل ہونے کا حکم

قَالَ ﴿وَزَوَالُ الْمِلْكِ بَعْدَ الْيَمِيْنِ لَا يُبْطِلُهَا﴾ لِاَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدِ الشَّرْطُ فَبَقِيَ وَالْجَزَاءُ بَاقٍ لِبَقَاءِ مَحَلِّهٖ فَبَقِيَ الْيَمِيْنُ ﴿ثُمَّ اِنْ وُجِدَ الشَّرْطُ فِيْ مِلْكِهٖ انْحَلَّتِ الْيَمِيْنُ وَوَقَعَ الطَّلَاقُ﴾ لِاَنَّهٗ وُجِدَ الشَّرْطُ وَالْمَحَلُّ قَابِلٌ لِلْجَزَاءِ فَيَنْزِلُ الْجَزَاءُ وَلَا تَبْقَى الْيَمِيْنُ لِمَا قُلْنَا ﴿وَاِنْ وُجِدَ فِيْ غَيْرِ الْمِلْكِ انْحَلَّتِ الْيَمِيْنُ﴾ لِوُجُوْدِ الشَّرْطِ ﴿وَلَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَّةِ .

﴿وَاِنِ اخْتَلَفَا فِيْ وُجُوْدِ الشَّرْطِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ اِلَّا اَنْ تُقِيْمَ الْمَرْاَةُ الْبَيِّنَةَ﴾ لِاَنَّهٗ مُتَمَسِّكٌ بِالْاَصْلِ وَهُوَ عَدَمُ الشَّرْطِ، وَلِاَنَّهٗ يُنْكِرُ وُقُوْعَ الطَّلَاقِ وَزَوَالَ الْمِلْكِ وَالْمَرْاَةُ تَدَّعِيْهِ ﴿فَاِنْ كَانَ الشَّرْطُ لَا يُعْلَمُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهَا فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا فِيْ حَقِّ نَفْسِهَا مِثْلُ اَنْ يَقُوْلَ: اِنْ حِضْتِ

فَاَنْتِ طَالِقٌ وَفُلَانَةُ فَقَالَتْ: قَدْ حِضْتُ طَلُقَتْ هِيَ وَلَمْ تَطْلُقْ فُلَانَةُ﴾ وَوُقُوعُ الطَّلَاقِ اسْتِحْسَانًا، وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَقَعَ لِاَنَّهُ شَرْطٌ فَلَا تُصَدَّقُ كَمَا فِي الدُّخُوْلِ. وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهَا اَمِيْنَةٌ فِيْ حَقِّ نَفْسِهَا اِذْ لَا يُعْلَمُ ذٰلِكَ اِلَّا مِنْ جِهَتِهَا فَيُقْبَلُ قَوْلُهَا كَمَا قُبِلَ فِيْ حَقِّ الْعِدَّةِ وَالْغَشَيَانِ لٰكِنَّهَا شَاهِدَةٌ فِيْ حَقِّ ضَرَّتِهَا بَلْ هِيَ مُتَّهَمَةٌ فَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهَا فِيْ حَقِّهَا.

فرمایا: اور قسم اٹھانے کے بعد ملکیت کا زائل ہونا قسم کو باطل نہیں کرتا' کیونکہ شرط پوری نہیں ہوگی لہٰذا قسم باقی رہے گا اور جزاء کا محل یعنی خاتون کے باقی ہونے کے ساتھ جزاء بھی باقی رہے گی' لہٰذا یمین بھی باقی رہے گی۔ پھر اگر شرط اس کی ملکیت میں پائی جائے گی' تو قسم تحلیل ہو جائے گی' اور طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ شرط پائی گئی ہے' جبکہ محل یعنی خاتون میں جزاء کی اہلیت موجود ہے' تو قسم نہیں رہے گی' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں' لیکن اگر شرط ملکیت کے غیر میں پائی جائے' تو قسم تحلیل ہو جائے گی کیونکہ شرط پائی گئی ہے مگر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ عورت اب طلاق کا محل نہیں ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان شرط کے بارے میں اختلاف ہو جائے' تو مرد کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔ اگر عورت ثبوت پیش کر دے (تو اس کی بات معتبر ہوگی) کیونکہ مرد کا تمسک اصل سے ہے اور وہ شرط کا نہ ہونا ہے' اس کی دلیل یہ ہے: شوہر مدعیٰ علیہ ہے' جبکہ بیوی مدعیہ ہے۔ اگر شرط کی نوعیت ایسی ہو' جس کا علم صرف عورت کے حوالے سے ہی ہو سکتا ہے' تو اس کے اپنے حق میں اس کی بات قبول کی جائے گی۔ جیسے شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ''اگر تمہیں حیض آ گیا تو تم اور فلاں عورت کو طلاق ہے'' اور پھر عورت نے یہ بات بیان کی مجھے حیض آ گیا ہے' تو اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی' لیکن فلاں عورت پر طلاق نہیں ہوگی۔ اس عورت پر بھی طلاق کا واقع ہونا استحسان کے پیش نظر ہے: ورنہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے: طلاق واقع نہ ہو' کیونکہ یہ شرط ہے اور اس بارے میں عورت کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ اس طرح گھر میں داخل ہونے کے مسئلے کا حکم ہے۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: عورت کو اپنے نفس کے بارے میں علم ہونا اس کے لئے امانت کے مقام میں ہے' کیونکہ اس شرط کا علم محض عورت کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے' لہٰذا اسی کا قول معتبر ہوگا' جیسا کہ عدت اور وطی کے بارے میں اس کا قول معتبر ہوتا ہے۔ البتہ اپنی سوکن کے حق میں کیونکہ وہ گواہ ہے' بلکہ اس بارے میں اس پر الزام بھی عائد ہو سکتا ہے' لہٰذا اس سوکن کے حق میں اس عورت کا قول قبول نہیں ہوگا۔

مختلف شرائط سے طلاق کو مشروط کرنے کے احکام

وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ: اِنْ كُنْتِ تُحِبِّيْنَ اَنْ يُعَذِّبَكِ اللّٰهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَعَبْدِيْ حُرٌّ فَقَالَتْ اُحِبُّهُ اَوْ قَالَ: ﴿اِنْ كُنْتِ تُحِبِّيْنِيْ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَهٰذِهِ مَعَكِ فَقَالَتْ: اُحِبُّكَ طَلُقَتْ هِيَ وَلَمْ يُعْتَقِ الْعَبْدُ وَلَا تَطْلُقُ صَاحِبَتُهَا﴾ لِمَا قُلْنَا، وَلَا يُتَيَقَّنُ بِكَذِبِهَا لِاَنَّهَا لِشِدَّةِ بُغْضِهَا اِيَّاهُ قَدْ تُحِبُّ التَّخْلِيْصَ مِنْهُ بِالْعَذَابِ، وَفِيْ حَقِّهَا اِنْ تَعَلَّقَ الْحُكْمُ بِاِخْبَارِهَا وَاِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَفِيْ حَقِّ غَيْرِهَا بَقِيَ الْحُكْمُ عَلَى الْاَصْلِ وَهِيَ الْمَحَبَّةُ﴿وَاِذَا قَالَ لَهَا: اِذَا حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ

فَرَأَتْ الدَّمَ لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ حَتَّى يَسْتَمِرَّ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ﴿ لِأَنَّ مَا يَنْقَطِعُ دُوْنَهَا لَا يَكُوْنُ حَيْضًا ﴿فَإِذَا تَمَّتْ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ حَكَمْنَا بِالطَّلَاقِ مِنْ حِيْنِ حَاضَتْ﴾ لِأَنَّهُ بِالِامْتِدَادِ عُرِفَ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِمِ فَكَانَ حَيْضًا مِنَ الِابْتِدَاءِ ﴿وَلَوْ قَالَ لَهَا: إِذَا حِضْتِ حَيْضَةً فَأَنْتِ طَالِقٌ لَمْ تَطْلُقْ حَتَّى تَطْهُرَ مِنْ حَيْضَتِهَا﴾ لِأَنَّ الْحَيْضَةَ بِالْهَاءِ هِيَ الْكَامِلَةُ مِنْهَا، وَلِهٰذَا حُمِلَ عَلَيْهِ فِيْ حَدِيْثِ الِاسْتِبْرَاءِ (١) وَكَمَالُهَا بِانْتِهَائِهَا وَذٰلِكَ بِالطُّهْرِ ﴿وَإِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ إِذَا صُمْتِ يَوْمًا طَلُقَتْ حِيْنَ تَغِيْبُ الشَّمْسُ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ تَصُوْمُ﴾ لِأَنَّ الْيَوْمَ إِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ مُمْتَدٍّ يُرَادُ بِهِ بَيَاضُ النَّهَارِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِذَا صُمْتِ لِأَنَّهُ لَمْ يُقَدِّرْهُ بِمِعْيَارٍ وَقَدْ وُجِدَ الصَّوْمُ بِرُكْنِهِ وَشَرْطِهِ .

اور اسی طرح اگر مرد نے یہ کہا: اگر تمہیں یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کی آگ میں عذاب دے تو تمہیں طلاق ہے اور میرا غلام آزاد ہوگا اور عورت یہ کہہ دے: مجھے یہ بات پسند ہے۔ یا مرد نے یہ کہا: اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو تو تمہیں طلاق ہے اور یہ (میری دوسری بیوی) بھی تمہارے ساتھ ہے اور عورت یہ کہہ دے: میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تو اس عورت کو طلاق ہو جائے گی لیکن وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اور اس عورت کی سوکن کو طلاق نہیں ہوگی اور اس کے جھوٹ ہونے کا یقین بھی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ مرد سے شدید نفرت کرتی ہو اور یہ بات پسند کرتی ہو کہ عذاب کے بدلے میں ہی سہی اسے مرد سے نجات مل جائے۔ لیکن اس عورت کے حق میں یہ حکم اس کے اطلاع دینے سے متعلق ہوگا۔ اگرچہ وہ جھوٹی ہو لیکن اس عورت کے علاوہ کے حق میں حکم اپنی اصل پر برقرار رہے گا اور وہ محبت ہے۔ جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "جب تمہیں حیض آ جائے تو تمہیں طلاق ہے" اور پھر وہ عورت خون دیکھ لے تو طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک مسلسل تین دن تک خون جاری نہ رہے اس کی دلیل یہ ہے: جو اس سے پہلے منقطع ہو جائے وہ (شرعی طور پر) حیض شمار نہیں ہوگا۔

جب تین دن پورے ہو جائیں تو ہم اس وقت سے طلاق کا حکم دیں گے جب اس عورت کو حیض آیا تھا کیونکہ یہ مدت گزرنے کے بعد یہ بات پتہ چل گئی کہ یہ (خون) رحم سے نکلا ہے اس لیے یہ آغاز سے ہی حیض شمار ہوگا۔ اگر شوہر نے عورت سے یہ کہا: "جب تمہیں ایک حیض آ جائے تو تمہیں طلاق ہے" تو عورت کو اس وقت تک طلاق نہیں ہوگی جب تک وہ اس حیض سے پاک نہ ہو جائے اس کی دلیل یہ ہے لفظ "حیضۃ" میں موجود "ۃ" اس کے مکمل ہونے (کے مفہوم پر دلالت کرتی ہے) لہٰذا استبراء سے متعلق حدیث کو اسی مفہوم پر محمول کیا جائے گا اور یہ چیز طہر سے حاصل ہوگی۔

جب مرد نے یہ کہا "جس دن تم نے روزہ رکھا تمہیں طلاق ہے" تو جس دن عورت نے روزہ رکھا ہو اس دن سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی عورت کو طلاق ہو جائے گی اس کی دلیل یہ ہے: جب لفظ "یوم" کو ایسے فعل کے ساتھ متصل کیا جائے جو لمبا ہو تو اس سے مراد دن کی سفیدی ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: "جب تم نے روزہ رکھا" (تو اس کا حکم مختلف

ہوگا)۔اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے کوئی ایسی چیز مقرر نہیں کی جو معیار ہو اور روزہ اپنے رکن اور شرط کے ہمراہ پایا جارہا ہے۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ طلاق کو مشروط کرنے کا بیان

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ: اِذَا وَلَدْتِ غُلَامًا فَاَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَاِذَا وَلَدْتِ جَارِيَةً فَاَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَيْنِ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً وَلَا يَدْرِي اَيُّهُمَا اَوَّلُ لَزِمَهُ فِي الْقَضَاءِ تَطْلِيْقَةٌ، وَفِي التَّنَزُّهِ تَطْلِيْقَتَانِ وَانْقَضَتِ الْعِدَّةُ بِوَضْعِ الْحَمْلِ﴾ لِاَنَّهَا لَوْ وَلَدَتِ الْغُلَامَ اَوَّلًا وَقَعَتْ وَاحِدَةٌ وَتَنْقَضِي عِدَّتُهَا بِوَضْعِ الْجَارِيَةِ ثُمَّ لَا تَقَعُ اُخْرٰى بِهٖ لِاَنَّهٗ حَالُ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، وَلَوْ وَلَدَتِ الْجَارِيَةَ اَوَّلًا وَقَعَتْ تَطْلِيْقَتَانِ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا بِوَضْعِ الْغُلَامِ ثُمَّ لَا يَقَعُ شَيْءٌ اٰخَرُ بِهٖ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّهٗ حَالُ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، فَاِذًا فِي حَالٍ تَقَعُ وَاحِدَةٌ وَفِي حَالٍ تَقَعُ ثِنْتَانِ فَلَا تَقَعُ الثَّانِيَةُ بِالشَّكِّ وَالْاِحْتِمَالِ، وَالْاَوْلٰى اَنْ يُؤْخَذَ بِالثِّنْتَيْنِ تَنَزُّهًا وَاحْتِيَاطًا، وَالْعِدَّةُ مُنْقَضِيَةٌ بِيَقِيْنٍ لِمَا بَيَّنَّا۔

اور جب کسی شخص نے بیوی سے یہ کہا ”اگر تم نے لڑکے کو جنم دیا تو تمہیں ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی کو جنم دیا تو تمہیں دو طلاقیں ہیں“ پھر وہ عورت ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو جنم دے اور یہ پتہ نہ چل سکے کہ دونوں میں سے پہلے کس کی پیدائش ہوئی ہے؟ تو قضاء کے اعتبار سے عورت کو ایک طلاق ہوگی اور احتیاط کے پیش نظر دو طلاقیں ہوں گی (اور دوسرے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی) عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: اگر اس نے پہلے لڑکے کو جنم دیا ہو تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی اور لڑکی کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی اس لیے دوسری طلاق واقع ہی نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: وہ ایک ایسا وقت ہے جب عدت ختم ہو چکی ہے۔ اگر اس نے پہلے لڑکی کو جنم دیا ہو تو دو طلاقیں واقع ہوں گی اور لڑکے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی اس لیے مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یہ وہ وقت ہے جب عدت ختم ہو چکی ہے۔ جب ایک حالت میں ایک طلاق واقع ہو رہی ہے اور دوسری حالت میں دو طلاقیں واقع ہو رہی ہیں تو محض شک اور احتمال کی دلیل سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔ تاہم زیادہ بہتر یہ ہے: ہم تقویٰ اور احتیاط کو پیش نظر رکھیں (اور دوسری طلاق کو واقع تسلیم کریں) البتہ عدت یقینی طور پر ختم ہو جائے گی اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔

شرط کے ملکیت میں یا ملکیت سے باہر پائے جانے کا حکم

﴿وَاِنْ قَالَ لَهَا: اِنْ كَلَّمْتِ اَبَا عَمْرٍو وَاَبَا يُوْسُفَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ثُمَّ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً فَبَانَتْ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَكَلَّمَتْ اَبَا عَمْرٍو ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَكَلَّمَتْ اَبَا يُوْسُفَ فَهِيَ طَالِقٌ ثَلَاثًا مَعَ الْوَاحِدَةِ الْاُوْلٰى﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَقَعُ، وَهٰذِهٖ عَلٰى وُجُوْهٍ: ﴿اَمَّا اِنْ وُجِدَ الشَّرْطَانِ

فِي الْمِلْكِ فَيَقَعُ الطَّلَاقُ وَهٰذَا ظَاهِرٌ، أَوْ وُجِدَا فِي غَيْرِ الْمِلْكِ فَلَا يَقَعُ، أَوْ وُجِدَ الْأَوَّلُ فِي الْمِلْكِ وَالثَّانِي فِي غَيْرِ الْمِلْكِ فَلَا يَقَعُ أَيْضًا لِأَنَّ الْجَزَاءَ لَا يَنْزِلُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ فَلَا يَقَعُ﴾ أَوْ وُجِدَ الْأَوَّلُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ وَالثَّانِي فِي الْمِلْكِ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْكِتَابِ الْخِلَافِيَّةُ. لَهُ اعْتِبَارُ الْأَوَّلِ بِالثَّانِي إِذْ هُمَا فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ كَشَيْءٍ وَاحِدٍ.

وَلَنَا أَنَّ صِحَّةَ الْكَلَامِ بِأَهْلِيَّةِ الْمُتَكَلِّمِ، إِلَّا أَنَّ الْمِلْكَ يُشْتَرَطُ حَالَةَ التَّعْلِيقِ لِيَصِيرَ الْجَزَاءُ غَالِبَ الْوُجُودِ لِاسْتِصْحَابِ الْحَالِ فَتَصِحُّ الْيَمِينُ وَعِنْدَ تَمَامِ الشَّرْطِ لِيَنْزِلَ الْجَزَاءُ لِأَنَّهُ لَا يَنْزِلُ إِلَّا فِي الْمِلْكِ، وَفِيمَا بَيْنَ ذٰلِكَ الْحَالُ حَالُ بَقَاءِ الْيَمِينِ فَيَسْتَغْنِي عَنْ قِيَامِ الْمِلْكِ إِذْ بَقَاؤُهُ بِمَحَلِّهِ وَهُوَ الذِّمَّةُ.

اور اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: ''اگر تم نے ابوعمرو اور ابویوسف کے ساتھ بات کی' تو تمہیں تین طلاقیں ہیں پھر اس کے بعد شوہر (کسی اور دلیل سے) عورت کو ایک طلاق دیدے' وہ بائنہ ہو جائے اور اس کی عدت بھی پوری ہو جائے پھر وہ عورت ابوعمرو کے ساتھ کلام کرے' پھر اس کا شوہر اس عورت کے ساتھ دوبارہ شادی کر لے' پھر وہ عورت ابویوسف کے ساتھ بات کرے' تو اس عورت کو پہلے والی ایک طلاق سمیت تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ امام زفر یہ فرماتے ہیں: وہ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں۔ اگر دونوں شرائط ملکیت (یعنی نکاح کی حالت) میں پائی جائیں' تو طلاق ہو جائے گی' اور یہ بات ظاہر ہے' یا یہ دونوں ملکیت سے باہر پائی جائیں' تو واقع نہیں ہوں گی۔ یا ان میں سے پہلی ملکیت میں پائی جائے' اور دوسری ملکیت سے باہر پائی جائے' تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: جزاء ملکیت سے باہر موثر نہیں ہوتی۔ یا ان میں سے پہلی شرط ملکیت سے باہر پائی جائے اور دوسری شرط ملکیت میں پائی جائے' یہ کتاب میں مذکور مسئلہ ہے' جس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا امام زفر کی دلیل یہ ہے: وہ پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرتے ہیں' کیونکہ طلاق کے حکم کے حوالے سے یہ دونوں ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے: متکلم کی اہلیت کی بنیاد پر کلام درست شمار ہوتا ہے البتہ تعلیق کی صورت میں ملکیت مشروط ہو جاتی ہے' تاکہ جزاء کا وجود غالب ہو اس کی دلیل' استصحاب حال ہے' لہٰذا یہ یمین (مشروط کرنا) درست ہوگا اور شرط پوری ہونے کے وقت جزاء ثابت ہو جائے گی' کیونکہ جزاء ملکیت میں ثابت ہوئی ہے اور اس کے درمیان کی حالت ایسی حالت ہے' جس میں یمین باقی ہے' لہٰذا وہ ملکیت کے قیام سے بے نیاز ہوگی' کیونکہ اس کی بقاء کا تعلق اس کے محل کے ساتھ ہے اور وہ (محل) ذمہ ہے۔

شرط کا بعض حصہ ملکیت میں اور بعض ملکیت سے باہر پائے جانے کا حکم

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا: إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَطَلَّقَهَا ثِنْتَيْنِ وَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا آخَرَ وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ عَادَتْ إِلَى الْأَوَّلِ فَدَخَلَتِ الدَّارَ طُلِّقَتْ ثَلَاثًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالَى. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِ: هِيَ طَالِقٌ مَا بَقِيَ مِنَ الطَّلَاقِ﴾ وَهُوَ قَوْلُ

زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ . وَاَصْلُهُ اَنَّ الزَّوْجَ الثَّانِيَ يَهْدِمُ مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ عِنْدَهُمَا فَتَعُوْدُ اِلَيْهِ بِالثَّلَاثِ . وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی لَا يَهْدِمُ مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ فَتَعُوْدُ اِلَيْهِ بِمَا بَقِيَ، وَسَنُبَيِّنُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَاِنْ قَالَ لَهَا: اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَهَا: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ غَيْرَهُ وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ رَجَعَتْ اِلَى الْاَوَّلِ فَدَخَلَتِ الدَّارَ لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ: يَقَعُ الثَّلَاثُ لِاَنَّ الْجَزَاءَ ثَلَاثٌ مُطْلَقٌ لِاِطْلَاقِ اللَّفْظِ، وَقَدْ بَقِيَ حَتّٰی وُقُوْعِهَا فَتَبْقَى الْيَمِيْنُ . وَلَنَا اَنَّ الْجَزَاءَ طَلَقَاتُ هٰذَا الْمِلْكِ لِاَنَّهَا هِيَ الْمَانِعَةُ لِاَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ مَا يَحْدُثُ وَالْيَمِيْنُ تُعْقَدُ لِلْمَنْعِ اَوِ الْحَمْلِ، وَاِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ فَاتَ بِتَنْجِيْزِ الثَّلَاثِ الْمُبْطِلِ لِلْمَحَلِّيَّةِ فَلَا تَبْقَى الْيَمِيْنُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَبَانَهَا لِاَنَّ الْجَزَاءَ بَاقٍ لِبَقَاءِ مَحَلِّهِ

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: اگر تم گھر میں داخل ہوئی' تو تمہیں تین طلاق ہے' پھر اس نے کسی (اور دلیل کے ساتھ) بیوی کو دو طلاقیں دیدیں پھر اس عورت نے کسی اور شخص کے ساتھ شادی کر لی اس دوسرے شوہر نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی (پھر اس عورت کو طلاق ہو گئی یا وہ بیوہ ہو گئی) اور پھر اس کی شادی پہلے شوہر کے ساتھ ہو گئی (اور اس کے بعد) وہ گھر میں داخل ہوئی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف کے نزدیک اسے تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے باقی رہ جانے والی ایک طلاق ہوگی۔ امام زفر بھی اس بات کے قائل ہیں۔ اصول یہ ہے: شیخین کے نزدیک دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو بھی کالعدم کر دیتا ہے۔ اس لیے وہ عورت (نئے سرے سے) تین طلاقوں سمیت پہلے والے شوہر کے پاس واپس آئے گی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر کے نزدیک (دوسرا شوہر) تین سے کم طلاقوں کو کالعدم نہیں کرتا' اس لیے وہ عورت باقی رہ جانے والی طلاقوں سمیت پہلے شوہر کے پاس واپس جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو ہم اسے آگے چل کر واضح طور پر بیان کریں گے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: اگر تم گھر میں داخل ہوئی' تو تمہیں تین طلاق ہے۔ پھر اس کے بعد اس نے بیوی سے کہا (کسی اور دلیل سے) تمہیں تین طلاقیں ہیں۔ پھر اس عورت نے دوسرے شخص کے ساتھ شادی کر لی۔ اس شخص نے اس عورت کے ساتھ صحبت کر لی (پھر طلاق دیدی) اور پھر وہ عورت پہلے شوہر کے پاس واپس آگئی اور پھر گھر میں داخل ہوئی' تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ امام زفر فرماتے ہیں: تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: جزاء میں تین مطلق طلاقیں ہوں گی' کیونکہ لفظ مطلق ہے اور کیونکہ ان کے واقع ہونے کا احتمال باقی ہے' اس لئے یمین باقی ہوگی۔ ہماری دلیل یہ ہے: جزاء وہ طلاقیں ہیں جو اس ملکیت (پہلی شادی) سے تعلق رکھتی ہیں اور یہی رکاوٹ ہیں' کیونکہ ظاہر یہ ہے: جو ہو گا وہ معلوم ہے اور یمین روکنے یا آمادہ کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہے تو جب جزاء وہ ہو' جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور حالت یہ ہو کہ طلاق کے محل کو باطل کرنے والی تین طلاقوں کی فوری موجودگی کی دلیل سے جزاء فوت ہو گئی تو یمین بھی باقی نہیں رہے گی۔ اس کے برخلاف: جب شوہر بیوی کو بائنہ کر دے (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ محل کی بقاء

ی رہیں سے بڑا باقی رہے گی۔

طلاق کو صحبت کے عمل کے ساتھ مشروط کرنے کا بیان

وَلَوْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: إِذَا جَامَعْتُكِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَجَامَعَهَا فَلَمَّا الْتَقَى الْخِتَانَانِ طَلُقَتْ ثَلَاثًا، وَإِنْ لَبِثَ سَاعَةً لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الْمَهْرُ، وَإِنْ أَخْرَجَهُ ثُمَّ أَدْخَلَهُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْمَهْرُ ۞ وَكَذَا إِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ: إِذَا جَامَعْتُكِ فَأَنْتِ حُرَّةٌ ۞ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ أَنَّهُ أَوْجَبَ الْمَهْرَ فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ أَيْضًا لِوُجُودِ الْجِمَاعِ بِالدَّوَامِ عَلَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ لِلِاتِّحَادِ ۞ وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْجِمَاعَ إِدْخَالُ الْفَرْجِ فِي الْفَرْجِ وَلَا دَوَامَ لِلْإِدْخَالِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَخْرَجَ ثُمَّ أَوْلَجَ لِأَنَّهُ وُجِدَ الْإِدْخَالُ بَعْدَ الطَّلَاقِ إِلَّا أَنَّ الْحَدَّ لَا يَجِبُ بِشُبْهَةِ الِاتِّحَادِ بِالنَّظَرِ إِلَى الْمَجْلِسِ وَالْمَقْصُودِ وَإِذَا لَمْ يَجِبِ الْحَدُّ وَجَبَ الْعُقْرُ إِذِ الْوَطْءُ لَا يَخْلُو عَنْ أَحَدِهِمَا، وَلَوْ كَانَ الطَّلَاقُ رَجْعِيًّا يَصِيرُ مُرَاجِعًا بِاللَّبَاثِ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِوُجُودِ الْمِسَاسِ، وَلَوْ نَزَعَ ثُمَّ أَوْلَجَ صَارَ مُرَاجِعًا بِالْإِجْمَاعِ لِوُجُودِ الْجِمَاعِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

📖 اور جب شوہر بیوی سے یہ کہے: جب میں نے تمہارے ساتھ صحبت کی تو تمہیں تین طلاقیں ہیں اور پھر وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کرلے تو جیسے ہی دونوں کی شرمگاہیں ملیں گی' عورت کو تین طلاقیں ہوجائیں گی' اگر شوہر نے کچھ دیر یہ عمل کیا' تو اس پر مہر لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے (عورت کی شرمگاہ سے) اپنے آلے کو باہر نکال کر پھر داخل کیا' تو اس پر مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی کنیز سے یہ کہا: جب میں تمہارے ساتھ صحبت کروں' تو تم آزاد ہو۔ امام ابو یوسف کے بارے میں یہ منقول ہے: وہ پہلی صورت میں بھی مہر کی ادائیگی کو واجب قرار دیتے ہیں' کیونکہ مداومت کے ساتھ صحبت کرنے کا عمل پایا گیا ہے۔ البتہ عمل کے اتحاد کی دلیل سے شوہر پر حد جاری نہیں ہوگی۔ "ظاہر الروایہ" کی دلیل یہ ہے: لفظ "جماع" کا مطلب ایک شرمگاہ کو دوسری شرمگاہ میں داخل کرنا ہے اور داخل کرنے کے لئے دوام نہیں ہوتا اس کے برخلاف جب وہ (مرد اپنے آلے کو) باہر نکال کر پھر داخل کرے (تو حکم مختلف ہوگا) اس کی دلیل یہ ہے: یہاں داخل کرنا طلاق کے بعد پایا گیا ہے۔ البتہ مجلس اور مقصود کے اتحاد کے شبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حد واجب نہیں ہوگی اور جب حد واجب نہیں ہوگی' تو مہر واجب ہوگا' کیونکہ حرام وطی دونوں میں سے کسی ایک پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر طلاق رجعی ہو' تو امام ابو یوسف کے نزدیک صحبت کا عمل برقرار رکھنے کے نتیجے میں' شوہر رجوع کرنے والا شمار ہوگا' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ کی دلیل مختلف ہے' کیونکہ مساس موجود ہے۔ لیکن اگر اس نے (اپنے آلے کو) باہر نکال کر پھر داخل کیا' تو اس بات پر اجماع ہے: وہ رجوع کرنے والا شمار ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: صحبت کا عمل پایا گیا ہے۔

فَصْلٌ فِی الْاِسْتِثْنَاءِ

﴿یہ فصل استثناء کے بیان میں ہے﴾

فصل استثناء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے استثناء کی فصل کو تعلیق کے ساتھ لاحق کیا ہے کیونکہ تعلیق توی ہے جبکہ استثناء ہمیشہ کسی کلام سے بعض حصے کو الگ کرنے کی غرض سے آتا ہے۔ اور تعلیق کل کلام سے روکنے والی ہے جبکہ استثناء بعض مقدم کلام سے منع کرنے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۷۰، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: استثناء لفظ ''الا'' اور اس کے اخوات کے ذکر سے پایا جاتا ہے۔ اور یہاں استثناء کی تعریف میں متصل اور منقطع دونوں شامل ہیں۔ اور یہاں استثناء سے مراد اصطلاحی یعنی واطی ہے جو حقیقت میں ایک جنس سے بعض افراد کو خارج کرتا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۸، ص ۳۳۷، بیروت)

طلاق دینے کے ساتھ انشاء اللہ کہنے کا حکم

﴿وَاِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَاَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُتَّصِلًا لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ﴾ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿مَنْ حَلَفَ بِطَلَاقٍ اَوْ عَتَاقٍ وَقَالَ: اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُتَّصِلًا بِهٖ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ(۱)﴾ وَلِاَنَّهٗ اَتٰی بِصُوْرَةِ الشَّرْطِ فَيَكُوْنُ تَعْلِيْقًا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِنَّهٗ اِعْدَامٌ قَبْلَ الشَّرْطِ وَالشَّرْطُ لَا يُعْلَمُ هَاهُنَا فَيَكُوْنُ اِعْدَامًا مِنَ الْاَصْلِ وَلِهٰذَا يُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ مُتَّصِلًا بِهٖ بِمَنْزِلَةِ سَائِرِ الشُّرُوْطِ ﴿وَلَوْ سَكَتَ ثَبَتَ حُكْمُ الْكَلَامِ الْاَوَّلِ﴾ فَيَكُوْنُ الِاسْتِثْنَاءُ اَوْ ذِكْرُ الشَّرْطِ بَعْدَهٗ رُجُوْعًا عَنِ الْاَوَّلِ۔

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: انشاء اللہ تمہیں طلاق ہے (اور لفظ) انشاء اللہ متصل طور پر استعمال کیا ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''جو شخص طلاق یا عتاق کی قسم اٹھائے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ کہہ دے تو وہ حانث نہیں ہوگا''۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے جملے کو شرط کے طور پر ادا کیا ہے۔ تو یہ اس اعتبار سے تعلیق ہوگی کیونکہ یہ شرط سے پہلے معدوم کرنا ہے اور شرط کے بارے میں یہاں علم نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اصل ہی کو معدوم قرار دینے کے مترادف ہوگا۔ یہی دلیل ہے: یہاں یہ بات شرط رکھی گئی ہے لفظ ''انشاء اللہ'' جملے سے متصل ہونا چاہئے اور یہ دیگر شرائط کی طرح ہوگا۔ (اگر جملے کے بعد اور انشاء اللہ کہنے سے پہلے) شوہر خاموش ہو گیا تو جملے کے ابتدائی حصے کا حکم ثابت ہو جائے گا اور اس کے بعد استثناء کرنا یا شرط کو ذکر کرنا سابقہ کلام سے رجوع کرنے کے مترادف ہوگا۔

استثناء ذکر کرنے سے پہلے بیوی کے انتقال کر جانے کا بیان

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: ﴿وَکَذَا اِذَا مَاتَتْ قَبْلَ قَوْلِہٖ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی﴾ لِاَنَّ بِالْاِسْتِثْنَاءِ خَرَجَ الْکَلَامُ مِنْ اَنْ یَّکُوْنَ اِیْجَابًا وَالْمَوْتُ یُنَافِی الْمُوْجِبَ دُوْنَ الْمُبْطِلِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا مَاتَ الزَّوْجُ لِاَنَّہٗ لَمْ یَتَّصِلْ بِہِ الْاِسْتِثْنَاءُ

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر شوہر کے ''انشاء اللہ'' کہنے سے پہلے بیوی فوت ہو جائے' تو بھی یہی حکم ہوگا' کیونکہ استثناء کی دلیل سے کلام ایجاب بننے کی کیفیت سے خارج ہو گیا' کیونکہ موت موجب کے منافی ہے مبطل کے منافی نہیں ہے۔ لیکن اگر شوہر (انشاء اللہ کہنے سے پہلے) فوت ہو جائے' تو حکم مختلف ہوگا' کیونکہ اس (کے کلام) کے ساتھ استثناء متصل نہیں ہے۔

طلاق کے جملے میں حرف استثناء ذکر کرنے کا حکم

﴿وَاِنْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا وَاحِدَۃً طَلُقَتْ ثِنْتَیْنِ، وَاِنْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا ثِنْتَیْنِ طَلُقَتْ وَاحِدَۃً﴾ وَالْاَصْلُ اَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ تَکَلُّمٌ بِالْحَاصِلِ بَعْدَ الثُّنْیَا ھُوَ الصَّحِیْحُ، وَمَعْنَاہُ اَنَّہٗ تَکَلَّمَ بِالْمُسْتَثْنٰی مِنْہُ، اِذْ لَا فَرْقَ بَیْنَ قَوْلِ الْقَائِلِ لِفُلَانٍ عَلَیَّ دِرْھَمٌ وَبَیْنَ قَوْلِہٖ عَشَرَۃٌ اِلَّا تِسْعَۃً فَیَصِحُّ اسْتِثْنَاءُ الْبَعْضِ مِنَ الْجُمْلَۃِ لِاَنَّہٗ یَبْقَی التَّکَلُّمُ بِالْبَعْضِ بَعْدَہٗ، وَلَا یَصِحُّ اسْتِثْنَاءُ الْکُلِّ مِنَ الْکُلِّ لِاَنَّہٗ لَا یَبْقٰی بَعْدَہٗ شَیْءٌ لِیَصِیْرَ مُتَکَلِّمًا بِہٖ وَصَارِفًا لِلَّفْظِ اِلَیْہِ، وَاِنَّمَا یَصِحُّ الْاِسْتِثْنَاءُ اِذَا کَانَ مَوْصُوْلًا بِہٖ کَمَا ذَکَرْنَا مِنْ قَبْلُ، وَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَفِی الْفَصْلِ الْاَوَّلِ الْمُسْتَثْنٰی مِنْہُ ثِنْتَانِ فَیَقَعَانِ وَفِی الثَّانِیْ وَاحِدَۃٌ، فَتَقَعُ وَاحِدَۃٌ وَلَوْ قَالَ: اِلَّا ثَلَاثًا یَقَعُ الثَّلَاثُ لِاَنَّہٗ اسْتِثْنَاءُ الْکُلِّ مِنَ الْکُلِّ فَلَمْ یَصِحَّ الْاِسْتِثْنَاءُ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اور جب شوہر نے یہ کہا: تمہیں ایک کے علاوہ تین طلاقیں ہیں' تو عورت کو دو طلاقیں ہوں گی۔ اگر یہ کہا: تمہیں دو کے علاوہ تین طلاقیں ہیں' تو ایک طلاق ہوگی۔ اصول یہ ہے: استثناء کے بعد حاصل ہونے والی چیز کے بارے میں کلام کرنا استثناء ہوتا ہے اور یہی دلیل درست ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے: اس شخص نے مستثنیٰ منہ کے بارے میں کلام کیا ہے' کیونکہ ان دو جملوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ میں نے فلاں کا ایک درہم دینا ہے یا میں نے فلاں کے نو کے سوا دس درہم دینے ہیں' یعنی ایک درہم دینا ہے' لہٰذا کل میں سے بعض کا استثناء کرنا درست ہوگا' کیونکہ اس کے بعد بعض کا تکلم باقی رہے گا۔ کل میں سے کل کا استثناء درست نہیں ہے' کیونکہ استثناء کے بعد کوئی چیز باقی نہیں رہے گی' جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہو' یا جس کی طرف لفظ کو پھیرا جا سکے۔ استثناء اسی وقت درست ہوتا ہے' جب وہ مستثنیٰ منہ کے ساتھ ہو' جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ جب یہ اصول ثابت ہو گیا: تو پہلی صورت میں مستثنیٰ منہ دو ہیں' اس لیے دو طلاقیں واقع ہوں گی' اور دوسری صورت میں ایک ہے' اس لئے ایک طلاق واقع ہوگی۔ اگر مرد نے یہ کہا ہو: الا ثلاثا' تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی' کیونکہ یہاں کل میں سے کل کا استثناء ہے' اس لیے استثناء درست ہی نہیں ہوگا' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بَابُ طَلَاقِ الْمَرِيْضِ

﴿یہ باب بیمار شخص کی دی ہوئی طلاق کے بیان میں ہے﴾

باب طلاق مریض کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ طلاق سنت و بدعت، صریح، کنایہ، اختیار اور تعلیق کی اقسام سے فارغ ہوئے تو اب انہوں نے عوارض کو بیان کیا ہے اور مرض عوارض سماویہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا بیان اصل کی بہ نسبت مؤخر کیا ہے اور اصل کے بیان سے مراد تندرستی کی حالت میں طلاق کا بیان ہے کیونکہ تندرستی اصل ہے جبکہ مرض عارضہ ہے لہٰذا عارضہ کو اصل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵،ص ۲۷۹، بیروت)

طلاق مریض سے فقہی مفہوم کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مریض سے مراد وہ شخص ہے، جس کی نسبت غالب گمان ہو کہ اس مرض سے ہلاک ہو جائے گا کہ مرض نے اُسے اتنا لاغر کر دیا ہے کہ گھر سے باہر کے کام کے لیے نہیں جا سکتا مثلاً نماز کے لیے مسجد کو نہ جا سکتا ہو یا اپنی دوکان تک نہ جا سکتا ہو اور یہ اکثر کے لحاظ سے ہے، ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ اُس مرض میں غالب گمان موت ہو اگرچہ ابتداءً بجز شدت نہ ہوئی ہو باہر جا سکتا ہو مثلاً ہیضہ وغیرہا امراض مہلکہ میں بعض لوگ گھر سے باہر کے بھی کام کر لیتے ہیں مگر ایسے امراض میں غالب گمان ہلاکت ہے۔ یونہی یہاں مریض کے لیے صاحب فراش ہونا بھی ضروری نہیں اور امراض مزمنہ مثلاً سل۔ فالج اگر روز بروز زیادتی پر ہوں، تو یہ بھی مرض الموت ہیں اور اگر ایک حالت پر قائم ہو گئے اور پرانے ہو گئے یعنی ایک سال کا زمانہ گزر گیا تو اب اُس شخص کے تصرفات تندرست کی مثل نافذ ہوں گے۔ (ردمحتار، کتاب طلاق)

مرض میں طلاق علت محروم وراثت نہیں ہے

امام عبد الرزاق علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فرمایا اگر مریض طلاق دے تو عورت جب تک عدت میں ہے شوہر کی وارث ہے اور شوہر اُس کا وارث نہیں۔ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث، ۱۲۲۲۸)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو مرض میں طلاق بائن دی اور عدت میں اُن کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُن کی زوجہ کو میراث دلائی اور یہ واقعہ مجمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا اور کسی نے انکار نہ کیا۔ لہٰذا اس پر اجماع ہو گیا۔ (فتح القدیر، باب طلاق مریض، ج ۴،ص ۳، بیروت)

بیماری کے عالم میں بیوی کو طلاقِ بائنہ دینے کا حکم

وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ طَلَاقًا بَائِنًا فَمَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ وَرِثَتْهُ، وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَلَا مِيرَاثَ لَهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَرِثُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَدْ بَطَلَتْ بِهٰذَا الْعَارِضِ وَهِيَ السَّبَبُ وَلِهٰذَا لَا يَرِثُهَا إِذَا مَاتَتْ. وَلَنَا أَنَّ الزَّوْجِيَّةَ سَبَبُ إِرْثِهَا فِي مَرَضِ مَوْتِهِ وَالزَّوْجُ قَصَدَ إِبْطَالَهُ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ قَصْدُهُ بِتَأْخِيرِ عَمَلِهِ إِلَى زَمَانِ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهَا، وَقَدْ أَمْكَنَ لِأَنَّ النِّكَاحَ فِي الْعِدَّةِ يَبْقَى فِي حَقِّ بَعْضِ الْآثَارِ فَجَازَ أَنْ يَبْقَى فِي حَقِّ إِرْثِهَا عَنْهُ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْاِنْقِضَاءِ لِأَنَّهُ لَا إِمْكَانَ، وَالزَّوْجِيَّةُ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ لَيْسَتْ بِسَبَبٍ لِإِرْثِهِ عَنْهَا فَتَبْطُلُ فِي حَقِّهِ خُصُوصًا إِذَا رَضِيَ بِهِ. ﴿وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا بِأَمْرِهَا أَوْ قَالَ لَهَا اخْتَارِي فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا أَوِ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ ثُمَّ مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ لَمْ تَرِثْهُ﴾ لِأَنَّهَا رَضِيَتْ بِإِبْطَالِ حَقِّهَا وَالتَّأْخِيرِ لِحَقِّهَا. وَإِنْ قَالَتْ طَلِّقْنِي لِلرَّجْعَةِ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَرِثَتْهُ لِأَنَّ الطَّلَاقَ الرَّجْعِيَّ لَا يُزِيلُ النِّكَاحَ فَلَمْ تَكُنْ بِسُؤَالِهَا رَاضِيَةً بِبُطْلَانِ حَقِّهَا.

اور جب شوہر اپنی بیوی کو مرض الموت کے دوران طلاق بائن دیدے اور اس عورت کی عدت کے دوران ہی اس شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت شوہر کی میراث میں حصہ دار ہوگی لیکن اگر شوہر کا انتقال اس کی عدت گزرنے کے بعد ہو تو وہ میراث سے محروم رہے گی۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: دونوں صورتوں میں عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوگی کیونکہ طلاق بائنہ کی دلیل سے زوجیت باطل ہوگئی جبکہ میراث کا سبب یہی زوجیت ہو سکتی تھی۔ اسی طرح اگر مذکورہ صورتوں میں عورت کا انتقال ہو جائے تو شوہر اس کی وراثت سے محروم رہے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے: مرض الموت کے دوران عورت کی زوجیت وراثت کا سبب بنتی ہے لیکن کیونکہ شوہر نے اس سبب کو ضائع کرنے کا قصد کیا ہے لہٰذا شوہر کے اس قصد کو اسی طرح باطل کیا جا سکتا ہے جب تک عورت کی عدت پوری نہ ہو مرد کے ارادے کو ملتوی قرار دیا جائے تاکہ عورت نقصان سے محفوظ رہے اور اس نوعیت کا التواء ممکن بھی ہے کیونکہ عدت میں نکاح کے بعض آثار باقی ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے: مرد سے عورت کے میراث پانے کے حق کے لئے بھی نکاح کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے برخلاف جب عدت گزر جائے گی (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ اب کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اس حالت میں زوجیت مرد کے عورت کے مال کا وارث ہونے کا سبب نہیں بن سکتی اس لیے مرد کے حق میں وراثت کا حق باطل قرار دیا جائے گا۔ خصوصاً اس وقت جب شوہر نے اپنی مرضی کے ساتھ عورت کو طلاق دی تھی۔ اگر شوہر نے عورت کی فرمائش پر ایسی حالت میں تین طلاقیں دی ہوں یا مرد نے عورت کو اختیار دیا ہو اور عورت نے اس اختیار کو قبول کر لیا ہو یا اس وقت میں عورت نے شوہر سے خلع لے لیا ہو اور پھر اس کے بعد خاوند کا انتقال ہو جائے اور بیوی کی ابھی عدت پوری نہ ہوئی ہو تو ان تمام صورتوں میں وہ شوہر کی وراثت سے محروم رہے گی کیونکہ ان صورتوں میں عورت نے خود اپنی وراثت کو باطل کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے جبکہ

پہلے اس صورت میں تاخیر اور التواء عورت کے حق کی دلیل سے تھا۔ اگر بیوی نے رجعی طلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر نے اسے تین طلاقیں دیدیں تو عورت وارث شمار ہوگی کیونکہ رجعی طلاق کے نتیجے میں نکاح مکمل طور پر زائل نہیں ہوتا اس لئے عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ کرنے پر اس کے اپنے حق کو باطل کرنے پر رضامندی تصور نہیں کی جائے گی۔

بیماری کے دوران بیوی کے لئے قرض کا اقرار یا وصیت کا حکم

﴿وَإِنْ قَالَ لَهَا فِي مَرَضِ مَوْتِهِ كُنْتُ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا فِي صِحَّتِي وَانْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَصَدَّقَتْهُ، ثُمَّ أَقَرَّ لَهَا بِدَيْنٍ أَوْ أَوْصَى لَهَا بِوَصِيَّةٍ فَلَهَا الْأَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ وَمِنَ الْمِيرَاثِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: يَجُوزُ إِقْرَارُهُ وَوَصِيَّتُهُ. وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فِي مَرَضِهِ بِأَمْرِهَا ثُمَّ أَقَرَّ لَهَا بِدَيْنٍ أَوْ أَوْصَى لَهَا بِوَصِيَّةٍ فَلَهَا الْأَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ وَمِنَ الْمِيرَاثِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا﴾ إِلَّا عَلَى قَوْلِ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَإِنَّ لَهَا جَمِيعَ مَا أَوْصَى وَمَا أَقَرَّ بِهِ، لِأَنَّ الْمِيرَاثَ لَمَّا بَطَلَ بِسُؤَالِهَا زَالَ الْمَانِعُ مِنْ صِحَّةِ الْإِقْرَارِ وَالْوَصِيَّةِ. وَجْهُ قَوْلِهِمَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى أَنَّهُمَا لَمَّا تَصَادَقَا عَلَى الطَّلَاقِ وَانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ صَارَتْ أَجْنَبِيَّةً عَنْهُ حَتَّى جَازَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُخْتَهَا فَانْعَدَمَتِ التُّهْمَةُ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لَهَا وَيَجُوزُ وَضْعُ الزَّكَاةِ فِيهَا، بِخِلَافِ الْمَسْأَلَةِ الثَّانِيَةِ لِأَنَّ الْعِدَّةَ بَاقِيَةٌ وَهِيَ سَبَبُ التُّهْمَةِ، وَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلَى دَلِيلِ التُّهْمَةِ وَلِهٰذَا يُدَارُ عَلَى النِّكَاحِ وَالْقَرَابَةِ، وَلَا عِدَّةَ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُولَى وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْمَسْأَلَتَيْنِ أَنَّ التُّهْمَةَ قَائِمَةٌ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ قَدْ تَخْتَارُ الطَّلَاقَ لِيَنْفَتِحَ بَابُ الْإِقْرَارِ وَالْوَصِيَّةِ عَلَيْهَا فَيَزِيدَ حَقُّهَا، وَالزَّوْجَانِ قَدْ يَتَوَاضَعَانِ عَلَى الْإِقْرَارِ بِالْفُرْقَةِ وَانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لِيَبَرَّهَا الزَّوْجُ بِمَالِهِ زِيَادَةً عَلَى مِيرَاثِهَا وَهٰذِهِ التُّهْمَةُ فِي الزِّيَادَةِ فَرَدَدْنَاهَا، وَلَا تُهْمَةَ فِي قَدْرِ الْمِيرَاثِ فَصَحَّحْنَاهُ، وَلَا مُوَاضَعَةَ عَادَةً فِي حَقِّ الزَّكَاةِ وَالتَّزَوُّجِ وَالشَّهَادَةِ، فَلَا تُهْمَةَ فِي حَقِّ هٰذِهِ الْأَحْكَامِ

اور جب شوہر نے مرض الموت کے دوران اپنی بیوی سے یہ کہا: میں نے اپنی صحت کے دنوں میں تمہیں تین طلاقیں دیدی تھیں اور تمہاری عدت گزر چکی ہے اور پھر عورت نے شوہر کے کلام کی تصدیق بھی کر دی۔ اس کے بعد شوہر نے یہ اقرار کیا کہ میرے ذمے عورت کا کچھ قرض بھی تھا یا پھر شوہر نے اپنے مال میں سے اس کے لئے کچھ وصیت کر دی تو قرض یا وصیت میں سے جو بھی رقم کم ہوگی وہ اس عورت کو مل جائے گی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہاں قرض اور وصیت کے ہمراہ میراث کا بھی ذکر کیا ہے تاہم صاحبین کے نزدیک یہ حکم صرف قرض اور وصیت کے بارے میں ہے۔ اگر شوہر نے بیماری کے دوران عورت کی

فریقین پر تہمت عائد نہیں ہوتی اور پھر اس کے بعد قرض کا اقرار کیا یا وصیت کر دی تو اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ قرض، وصیت اور وراثت میں سے جو سب سے کم ہوگا وہ خاتون کو مل جائے گا۔ اس بارے میں امام زفر کی دلیل مختلف ہے۔ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے قرض یا وصیت میں سے وہ شخص جس چیز کا بھی اقرار کرے گا وہ عورت کو مکمل طور پر ملے گا کیونکہ جب خاتون کے مطالبے کی وجہ سے اس کی وراثت کے حق کو باطل قرار دیا گیا ہے تو اب اقرار اور وصیت کے لئے کوئی بھی چیز رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

پہلی صورت میں صاحبین نے اپنے موقف کی دلیل یہ پیش کی ہے جب میاں بیوی نے طلاق واقع ہونے اور عدت گزر جانے کو باہمی طور پر تسلیم کر لیا تو اب یہ خاتون شوہر کے لئے ایک اجنبی خاتون کی طرح ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ شوہر اس خاتون کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور یہاں تہمت کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔ کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا؟ اب اس عورت کے حق میں اس مرد کی گواہی کو قبول کیا جا سکتا ہے اور وہ مرد اس عورت کو زکوۃ دے سکتا ہے اس کے برخلاف دوسری صورت میں ابھی عدت باقی ہے اور یہ بات تہمت کا سبب بن سکتی ہے اور تہمت کے سبب پر کسی بھی حکم کو جاری کیا جا سکتا ہے۔ اسی بناء پر نکاح اور قرابت پر حکم کا مدار ہوتا ہے جبکہ پہلے مسئلے میں ابھی عدت باقی نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں صورتوں میں یہ بات بیان کی ہے ان دونوں صورتوں میں تہمت کا امکان موجود ہے کیونکہ بعض اوقات عورت اپنی کسی غرض کی وجہ سے طلاق کو اختیار کر سکتی ہے تا کہ اس کے لئے اقرار یا وصیت کا دروازہ کھل جائے اور اس کے حق میں اضافہ ہو سکے۔ اسی طرح بعض اوقات میاں بیوی خفیہ طور پر یہ طے کر لیتے ہیں کہ وہ طلاق واقع ہونے اور عدت گزر جانے کا اقرار کر لیں (اور اس کے ذریعے ان کو مخصوص فوائد حاصل ہو سکیں) تو یہ تہمت اضافے کے سلسلے میں ہے لیکن ہم اضافے کو مسترد کر دیں گے لیکن کیونکہ وراثت میں کوئی تہمت نہیں ہے اس لیے ہم وراثت کی مقدار کو برقرار رکھیں گے لہٰذا قرض، وصیت اور وراثت میں جو بھی کم ہوگا اس کے دینے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ عام طور پر زکوۃ دینے یا بیوی کی بہن کے ساتھ نکاح کرنے یا گواہی کے لئے اس نوعیت کی خفیہ تدابیر نہیں کی جاتی ہیں۔ اس لیے ان تمام صورتوں میں تہمت کا امکان باقی نہیں رہتا۔

قریب المرگ ہونے کی بعض دیگر ممکنہ صورتوں کے احکام

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ﴿وَمَنْ كَانَ مَحْصُوْرًا اَوْ فِيْ صَفِّ الْقِتَالِ فَطَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا لَمْ تَرِثْهُ، وَاِنْ كَانَ قَدْ بَارَزَ رَجُلًا اَوْ قُدِّمَ لِيُقْتَلَ فِيْ قِصَاصٍ اَوْ رَجْمٍ وَرِثَتْ اِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْوَجْهِ اَوْ قُتِلَ﴾ وَاَصْلُهُ مَا بَيَّنَّا اَنَّ امْرَاَةَ الْفَارِّ تَرِثُ اسْتِحْسَانًا، وَاِنَّمَا يَثْبُتُ حُكْمُ الْفِرَارِ بِتَعَلُّقِ حَقِّهَا بِمَالِهِ، وَاِنَّمَا يَتَعَلَّقُ بِمَرَضٍ يُخَافُ مِنْهُ الْهَلَاكُ غَالِبًا كَمَا اِذَا كَانَ صَاحِبَ الْفِرَاشِ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ بِحَالٍ لَا يَقُوْمُ بِحَوَائِجِهِ كَمَا يَعْتَادُهُ الْاَصِحَّاءُ، وَقَدْ يَثْبُتُ حُكْمُ الْفِرَارِ بِمَا هُوَ فِيْ مَعْنَى الْمَرَضِ فِيْ تَوَجُّهِ الْهَلَاكِ الْغَالِبِ، وَمَا يَكُوْنُ الْغَالِبُ مِنْهُ السَّلَامَةَ لَا يَثْبُتُ بِهِ حُكْمُ الْفِرَارِ، فَالْمَحْصُوْرُ وَالَّذِيْ فِيْ صَفِّ الْقِتَالِ الْغَالِبُ مِنْهُ السَّلَامَةُ لِاَنَّ الْحِصْنَ لِدَفْعِ بَاْسِ

رَجُلٌ وَجْهِ عَلَى وَجْهَيْنِ: اَمَّا اِنْ كَانَ التَّعْلِيْقُ فِى الصِّحَّةِ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ اَوْ كِلَاهُمَا فِى الْمَرَضِ ۔

اَمَّا الْوَجْهَانِ الْاَوَّلَانِ وَهُوَ مَا اِذَا كَانَ التَّعْلِيْقُ بِمَجِيءِ الْوَقْتِ بِاَنْ قَالَ اِذَا جَاءَ رَاْسُ الشَّهْرِ فَاَنْتِ طَالِقٌ اَوْ بِفِعْلِ الْاَجْنَبِيِّ بِاَنْ قَالَ اِذَا دَخَلَ فُلَانٌ الدَّارَ اَوْ صَلَّى فُلَانٌ الظُّهْرَ، فَاِنْ كَانَ التَّعْلِيْقُ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ فَلَهَا الْمِيْرَاثُ لِاَنَّ الْقَصْدَ اِلَى الْفِرَارِ قَدْ تَحَقَّقَ مِنْهُ بِمُبَاشَرَةِ التَّعْلِيْقِ فِىْ حَالِ تَعَلُّقِ حَقِّهَا بِمَالِهِ، وَاِنْ كَانَ التَّعْلِيْقُ فِى الصِّحَّةِ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ لَمْ تَرِثْ ۔

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَرِثُ لِاَنَّ الْمُعَلَّقَ بِالشَّرْطِ يَنْزِلُ عِنْدَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ كَالْمُنَجَّزِ فَكَانَ اِيْقَاعًا فِى الْمَرَضِ ۔وَلَنَا اَنَّ التَّعْلِيْقَ السَّابِقَ يَصِيْرُ تَطْلِيْقًا عِنْدَ الشَّرْطِ حُكْمًا لَا قَصْدًا وَلَا ظُلْمَ اِلَّا عَنْ قَصْدٍ فَلَا يُرَدُّ تَصَرُّفُهُ ۔وَاَمَّا الْوَجْهُ الثَّالِثُ وَهُوَ مَا اِذَا عَلَّقَهُ بِفِعْلِ نَفْسِهِ فَسَوَاءٌ كَانَ التَّعْلِيْقُ فِى الصِّحَّةِ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ اَوْ كَانَا فِى الْمَرَضِ وَالْفِعْلُ مِمَّا لَهُ مِنْهُ بُدٌّ اَوْ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ يَصِيْرُ فَارًّا لِوُجُوْدِ قَصْدِ الْاِبْطَالِ، اِمَّا بِالتَّعْلِيْقِ اَوْ بِمُبَاشَرَةِ الشَّرْطِ فِى الْمَرَضِ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْ فِعْلِ الشَّرْطِ بُدٌّ فَلَهُ مِنَ التَّعْلِيْقِ اَلْفُ بُدٍّ فَيُرَدُّ تَصَرُّفُهُ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهَا ۔

وَاَمَّا الْوَجْهُ الرَّابِعُ وَهُوَ مَا اِذَا عَلَّقَهُ بِفِعْلِهَا. فَاِنْ كَانَ التَّعْلِيْقُ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ وَالْفِعْلُ مِمَّا لَهَا مِنْهُ بُدٌّ كَكَلَامِ زَيْدٍ وَنَحْوِهِ لَمْ تَرِثْ لِاَنَّهَا رَاضِيَةٌ بِذٰلِكَ، وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مِمَّا لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ كَاَكْلِ الطَّعَامِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ وَكَلَامِ الْاَبَوَيْنِ تَرِثُ لِاَنَّهَا مُضْطَرَّةٌ فِى الْمُبَاشَرَةِ لِمَا لَهَا فِى الْاِمْتِنَاعِ مِنْ خَوْفِ الْهَلَاكِ فِى الدُّنْيَا اَوْ فِى الْعُقْبٰى وَلَا رِضًا مَعَ الْاِضْطِرَارِ ۔وَاَمَّا اِذَا كَانَ التَّعْلِيْقُ فِى الصِّحَّةِ وَالشَّرْطُ فِى الْمَرَضِ، فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مِمَّا لَهَا مِنْهُ بُدٌّ فَلَا اِشْكَالَ اَنَّهُ لَا مِيْرَاثَ لَهَا، وَاِنْ كَانَ مِمَّا لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ مِنَ الزَّوْجِ صُنْعٌ بَعْدَمَا تَعَلَّقَ حَقُّهَا بِمَالِهِ ۔وَعِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَاَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَرِثُ لِاَنَّ الزَّوْجَ اَلْجَاَهَا اِلَى الْمُبَاشَرَةِ فَيَنْتَقِلُ الْفِعْلُ اِلَيْهِ كَاَنَّهَا اٰلَةٌ لَّهُ كَمَا فِى الْاِكْرَاهِ ۔

اور جب کسی شخص نے صحت کے عالم میں اپنی بیوی سے یہ کہا: ''جب مہینے کی ابتداء ہو یا جب تم گھر میں داخل ہو یا جب فلاں شخص ظہر کی نماز ادا کرے یا جب فلاں شخص گھر میں داخل ہو تو تمہیں طلاق ہے''۔ اور یہ تمام امور اس وقت واقع ہوئے

جب خاوند شدید بیمار ہو چکا تھا' تو عورت شوہر کی وارث نہیں ہوگی' لیکن اگر مذکورہ باتیں بیماری کے عالم میں کہی گئی ہوں' تو عورت وارث ہو جائے گی۔ سوائے ایک صورت کے جب شوہر نے (شدید بیماری کے عالم میں) اس سے یہ کہا ہو: ''اگر تم اس گھر میں داخل ہوئی' تو تمہیں طلاق ہے''۔ اس مسئلے کی کئی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے: طلاق کو کسی آنے والے وقت کے ساتھ معلق کر دیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے: طلاق کو کسی اجنبی شخص کے کسی فعل کے ساتھ معلق کر دیا جائے۔ تیسری صورت یہ ہے: طلاق کو اپنے کسی فعل کے ساتھ معلق کیا جائے۔ چوتھی صورت یہ ہے: طلاق کو عورت کے کسی فعل کے ساتھ معلق کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر ایک صورت کی مزید دو ذیلی صورتیں ہوں گی۔ پہلی ذیلی صورت یہ ہے: وہ معلق کرنا صحت کے عالم میں ہو اور شرط بیماری کے عالم میں پائی جائے۔ دوسری ذیلی صورت یہ ہے: وہ معلق کرنا اور شرط کا وجود' دونوں بیماری کے عالم میں پائے جائیں۔ آپ پہلی دو صورتوں کو لیں' یعنی جب تعلیق کا تعلق وقت سے ہو' جیسے شوہر نے یہ کہا ہو: جب مہینے کا آغاز ہو' تو تمہیں طلاق ہے۔ یا جب تعلیق کا تعلق کسی اجنبی شخص کے کسی فعل کے ساتھ ہو' یعنی جب فلاں شخص ظہر کی نماز ادا کرے گا' جب فلاں شخص گھر میں داخل ہوگا' تو تمہیں طلاق ہے۔

اگر ان دونوں صورتوں میں تعلیق اور شرط بیماری کے عالم میں ہو' تو عورت وراثت کی حقدار ہوگی' کیونکہ ایسی حالت میں شوہر کی طرف سے وراثت سے فرار کا پہلو ثابت ہو جاتا ہے' کیونکہ اس نے طلاق کی تعلیق ایسی حالت میں کی ہے' جب عورت کا حق شوہر کے مال سے متعلق ہو چکا ہے۔

اگر ان دونوں صورتوں میں تعلیق صحت کے عالم میں ہو اور شرط بیماری کے عالم میں پائی جائے' تو بیوی کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا۔ امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: اسے وراثت میں حصہ ملے گا' کیونکہ جو بھی طلاق شرط سے متعلق ہو' شرط کے وجود کے وقت اسی کیفیت میں واقع ہوتی ہے' جو بغیر تعلیق کے دی جاتی ہے' تو گویا شوہر نے بیماری کے دوران اس عورت کو طلاق دی۔ ہماری دلیل یہ ہے: سابقہ تعلیق شرط کے وجود کے وقت حکم کے اعتبار سے طلاق بنتی ہے۔ قصد کے اعتبار سے طلاق نہیں بنتی اور قصد کے بغیر ظلم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس کا یہ تصرف مسترد نہیں کیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے: مرد نے طلاق کو اپنے کسی ذاتی فعل کے ساتھ معلق کر دیا ہو اور یہ تعلیق صحت کے عالم میں کی ہو' لیکن شرط کا وجود بیماری کے عالم میں ہوا' یا پھر یہ دونوں چیزیں بیماری کے عالم میں پیش آئیں' تو دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے اگر طلاق کے فعل کو کسی ایسے فعل کے ساتھ معلق کیا جو اس کے لئے لازمی ہو' یا اس کے لئے لازمی نہ ہو' تو اس میں کوئی فرق نہیں ہوگا اور شوہر کو فرار اختیار کرنے والا شمار کیا جائے گا' کیونکہ اس کے عمل میں عورت کے حق کو ساقط کرنے کا ارادہ پایا جاتا ہے' خواہ اس نے مرض کے عالم میں اس کو معلق کیا ہو' یا وہ شرط بیماری کے عالم میں پائی جائے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جس فعل کو اس نے شرط قرار دیا ہے وہ اس کے لئے ضروری ہے' جبکہ معلق نہ کرنے کے لئے' اس کے پاس ہزار طرح کے امکانات تھے لہٰذا مرد کے تصرف کو مسترد کیا جائے گا تاکہ عورت کو ضرر اور نقصان سے بچایا جا سکے۔ چوتھی صورت یہ ہے: طلاق کو عورت کے کسی فعل کے ساتھ معلق کیا جائے' اگر یہ تعلیق اور اس کی شرط کا وجود دونوں بیماری کے عالم میں پائے جائیں

اور پھر عمل بھی ایسا ہو جس سے عورت بچ سکتی ہو مثلاً کسی سے کلام کرنا یا کسی کے گھر جانا تو عورت وارث شمار نہیں ہوگی' کیونکہ اپنا حق حاصل کرنے میں اس کی رضامندی پائی جا رہی ہے' لیکن اگر اس کی تعلیق عورت کے کسی ایسے فعل کے ساتھ کی گئی ہو جس سے بچنا ممکن نہ ہو جیسے کھانا کھانا یا نماز ادا کرنا یا ماں باپ سے بات چیت کرنا تو ان افعال کے نتیجے میں (ثابت ہونے والی طلاق کے بعد) عورت وراثت کی حقدار قرار دی جائے گی' کیونکہ وہ ان افعال کو سرانجام دینے کے لئے مجبور تھی اور ان میں سے بعض افعال سے باز رہنے کے نتیجے میں اس کے لئے دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا اندیشہ تھا اس لیے مجبوری کے عالم میں رضامندی کا امکان باقی نہیں رہے گا۔

اگر معلق کرنا صحت کے عالم میں تھا اور شرط بیماری کے عالم میں پائی گئی اور فعل بھی ایسا ہے' جس سے خاتون بچ سکتی ہو' تو عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوگی اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اگر طلاق کو معلق کرنا ایسے فعل کے ساتھ ہو' جس سے عورت کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے' تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہوگا۔ امام زفر نے یہی بات بیان کی ہے' اس کی دلیل یہ ہے' جب عورت کا حق مرد کے مال سے متعلق ہو' تو مرد کی طرف سے اس کے حق کو ساقط کرنے کے لئے کوئی بھی چیز یہاں موجود نہیں ہوگی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان صورتوں میں عورت کو وارث قرار دیا جائے گا' کیونکہ شوہر نے اسے یہ عمل کرنے پر مجبور کیا ہے' تو یہ فعل مرد کی طرف منتقل گا' کیونکہ اس کام میں عورت مرد کی آلہ کار کی حیثیت رکھتی ہے جیسے زبردستی یا مجبوری کے عالم میں کچھ کروایا جاتا ہے۔

بیماری کے عالم میں طلاق دینے کے بعد تندرست ہو جانا

قَالَ ﴿وَاِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا وَهُوَ مَرِيْضٌ ثُمَّ صَحَّ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَرِثْ﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ: تَرِثُ لِاَنَّهُ قَصَدَ الْفِرَارَ حِيْنَ اَوْقَعَ فِي الْمَرَضِ وَقَدْ مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَلٰكِنَّا نَقُوْلُ. الْمَرَضُ اِذَا تَعَقَّبَهُ بُرْءٌ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الصِّحَّةِ لِاَنَّهُ يَنْعَدِمُ بِهِ مَرَضُ الْمَوْتِ فَتَبَيَّنَ اَنَّهُ لَا حَقَّ لَهَا يَتَعَلَّقُ بِمَالِهِ فَلَا يَصِيْرُ الزَّوْجُ فَارًّا وَلَوْ طَلَّقَهَا فَارْتَدَّتْ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اَسْلَمَتْ ثُمَّ مَاتَ الزَّوْجُ مِنْ مَرَضِهِ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ لَمْ تَرِثْ، وَاِنْ لَمْ تَرْتَدَّ بَلْ طَاوَعَتْ ابْنَ زَوْجِهَا فِي الْجِمَاعِ وَرِثَتْ .وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّهَا بِالرِّدَّةِ اَبْطَلَتْ اَهْلِيَّةَ الْاِرْثِ اِذِ الْمُرْتَدُّ لَا يَرِثُ اَحَدًا وَلَا بَقَاءَ لَهُ بِدُوْنِ الْاَهْلِيَّةِ، وَبِالْمُطَاوَعَةِ مَا اَبْطَلَتِ الْاَهْلِيَّةَ لِاَنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ لَا تُنَافِي الْاِرْثَ وَهُوَ الْبَاقِي، بِخِلَافِ مَا اِذَا طَاوَعَتْ فِيْ حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ لِاَنَّهَا تُثْبِتُ الْفُرْقَةَ فَتَكُوْنُ رَاضِيَةً بِبُطْلَانِ السَّبَبِ، وَبَعْدَ الطَّلْقَاتِ الثَّلَاثِ لَا تَثْبُتُ الْحُرْمَةُ بِالْمُطَاوَعَةِ لِتَقَدُّمِهَا عَلَيْهَا فَافْتَرَقَا

📖 فرمایا: اور جب شوہر نے بیماری کے عالم میں تین طلاقیں دی ہوں' پھر وہ تندرست ہو جائے اور اس کے بعد پھر اس کا انتقال ہو جائے' تو اب عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔ امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: وہ وارث ہوگی' کیونکہ شوہر نے بیماری کے

عالم میں طلاقیں دی تھیں اس لیے فرار کا ارادہ ثابت ہو گیا اور عورت عدت ہی میں تھی جب شوہر کا انتقال ہوا۔
بیمار ہونے کے بعد جب شوہر تندرست ہو گیا تو وہ بیماری نہیں صحت کی حالت شمار ہو گی کیونکہ اب اس کا مرض الموت
اور یہ بات ظاہر ہوئی، عورت کا کوئی بھی حق مرد کے مال کے ساتھ متعلق نہیں ہے اس لیے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ شوہر نے
راہ اختیار کی تھی۔ اگر شوہر نے بیوی کو مرض الموت کے دوران طلاق دی اور اس کے بعد خاتون مرتد ہو گئی اس کے
دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور شوہر کا اسی بیماری کے دوران انتقال ہو گیا تو عورت اس کی وارث نہیں بنے گی۔ البتہ اگر خاتون
ہوئی ہو لیکن اس نے شوہر کے بیٹے کو صحبت کی طرف مائل کر لیا ہو تو وہ وارث بن جائے گی۔ دونوں صورتوں میں فرق
نے مرتد ہو کر وراثت کی اہلیت کو ضائع کر دیا کیونکہ مرتد کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا اور جب تک وارث بننے کی
وراثت باقی نہیں رہ سکتی۔ لیکن شوہر کے بیٹے کے ساتھ صحبت کرنا اس کی اہلیت کو تو ضائع نہیں کر سکتا، کیونکہ محرم ہونا وارث
کے منافی نہیں ہوتا اور ہم نے یہاں صرف وراثت ہی کو باقی رکھا ہے۔

اس کے برخلاف: جب عورت نکاح قائم ہونے کی حالت میں شوہر کے بیٹے کے ساتھ رضامندی کے ساتھ یہ عمل کرے
میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور وہ عورت وراثت سے محروم قرار دی جائے گی کیونکہ نکاح قائم ہونے کی حالت
جدائی ثابت ہو گئی ہے لہٰذا عورت نے اپنا حق اپنی رضامندی کے ساتھ باطل کر دیا ہے۔ لیکن شوہر کے تین طلاقیں دینے
اس کے بیٹے کے ساتھ صحبت کرنا حرمت والی صورت پیدا نہیں کرتا کیونکہ پہلے ہی تین طلاقوں کے نتیجے میں علیحدگی ہو چکی ہے
دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہو جائے گا۔

تندرستی کے عالم میں الزام لگانا اور بیماری کے دوران لعان کرنے کا حکم

﴿وَمَنْ قَذَفَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ صَحِيحٌ وَلَاعَنَ فِي الْمَرَضِ وَرِثَتْ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ لَا تَرِثُ، وَإِنْ كَانَ الْقَذْفُ فِي الْمَرَضِ وَرِثَتْهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا﴾ وَهٰذَا مُلْحَقٌ بِالتَّعْلِيقِ بِفِعْلٍ لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ إِذْ هِيَ مُلْجَأَةٌ إِلَى الْخُصُومَةِ لِدَفْعِ عَارِ الزِّنَا عَنْ نَفْسِهَا وَقَدْ بَيَّنَّا الْوَجْهَ فِيهِ ﴿وَإِنْ آلٰى وَهُوَ صَحِيحٌ ثُمَّ بَانَتْ بِالْإِيلَاءِ وَهُوَ مَرِيضٌ لَمْ تَرِثْ، وَإِنْ كَانَ الْإِيلَاءُ أَيْضًا فِي الْمَرَضِ وَرِثَتْ﴾ لِأَنَّ الْإِيلَاءَ فِي مَعْنَى تَعْلِيقِ الطَّلَاقِ بِمُضِيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ خَالِيَةٍ عَنِ الْوِقَاعِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِالتَّعْلِيقِ بِمَجِيْءِ الْوَقْتِ وَقَدْ ذَكَرْنَا وَجْهَهُ قَالَ ﴿وَالطَّلَاقُ الَّذِي يَمْلِكُ فِيهِ الرَّجْعَةَ تَرِثُ بِهِ فِي جَمِيعِ الْوُجُوهِ﴾ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ لَا يُزِيلُ النِّكَاحَ حَتّٰى يَحِلَّ الْوَطْءُ فَكَانَ السَّبَبُ قَائِمًا. قَالَ ﴿وَكُلُّ مَا ذَكَرْنَا أَنَّهَا تَرِثُ إِنَّمَا تَرِثُ إِذَا مَاتَ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ﴾ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ، وَاللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور جس شخص نے تندرستی کے زمانے میں بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہو اور بیماری کے عالم میں اس نے لعان کیا

ایسی صورت میں بیوی اس کی وارث ہوگی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وارث نہیں ہوگی۔ اگر اس نے بیماری کے دوران قسم اٹھائی تو تمام فقہاء کے نزدیک وارث ہوگی۔ مسئلے کی یہ صورت ایسی تعلیق کے ساتھ منسوب ہے جس میں عورت نے لئے اس فعل کو کرنا ضروری ہو کیونکہ وہ خاتون اپنی ذات سے زنا کے الزام کو ختم کرنے کے لئے دعویٰ کرنے پر مجبور ہوگی۔ ہم اس کی توضیح پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر شوہر نے تندرستی کے عالم میں عورت کے ساتھ ایلاء کیا اور پھر عورت ایلاء کی وجہ سے بائنہ ہوگئی اور شوہر ابھی بیمار ہی تھا تو عورت اس کی وارث نہیں بنے گی۔ اگر ایلاء بیماری کے عالم میں کیا تو عورت اس کی وارث بن جائے گی کیونکہ ایلاء کا حکم بھی طلاق کو معلق کرنے کی مانند ہے جبکہ چار ماہ مباشرت کے بغیر گزر چکے ہوں تو وہ تعلیق آنے والے وقت سے منسوب ہو جائے گی اور اس کی دلیل بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: جس طلاق میں مرد کو رجوع کرنے کا اختیار ہو اس کی تمام صورتوں میں عورت وارث شمار ہوگی جیسا کہ ہم نے پہلے یہ بات ذکر کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجعی طلاق کے نتیجے میں نکاح زائل نہیں ہوتا اور صحبت کرنا بھی جائز ہوتا ہے تو سبب ابھی موجود ہے۔ جہاں کہیں ہم نے عورت کے وارث ہونے کا ذکر کیا ہے اس کا مقصد یہ ہے: وہ صرف ایسی صورت میں وارث ہوگی جب اس عورت کی عدت کے دوران ہی شوہر کا انتقال ہو جائے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے۔

بَابُ الرَّجْعَةِ

﴿یہ باب طلاق سے رجوع کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب رجعت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: رجعت طبعی طور پر طلاق سے مؤخر ہے۔ تو مصنف علیہ الرحمہ نے وضعی طور پر بھی رجعت کو طلاق سے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو جائے۔ اور رجعت کو فتح اور کسرہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے البتہ فتح زیادہ صحیح ہے اور نکاح کے دوام کو باقی رکھنے کا نام رجعت ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۹۵، بیروت)

رجعت کی لغوی واصطلاحی تعریف وحکم کا بیان

رجعت کے لغوی معنی لوٹانا اصطلاحی معنی پہلے سے قائم نکاح (جو طلاق کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے) پھر سے برقرار رکھنا ہے۔ طلاق کی تین قسموں میں سے رجعت صرف طلاق رجعی کی صورت میں ہوا کرتی ہے اور طلاق رجعی میں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجعت کرنے کا حق ہوتا ہے، اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتا، رجعت کے لیے عورت کا رضامند ہونا یا اس کے علم میں لا کر رجعت کرنا ضروری نہیں۔

عن قيس بن زيد: أن النبي صلى الله عليه و سلم طلق حفصة بنت عمر فدخل عليها خالاها قدامة و عثمان ابنا مظعون فبكت و قالت: و الله ما طلقني عن شبع و جاء النبي صلى الله عليه و سلم فقال: قال لي جبريل عليه السلام راجع حفصة فإنها صوامة قوامة وإنها زوجتك في الجنة. (مستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا، حدیث نمبر ۶۷۵۳)

وَكَذَا لَا مَهْرَ فِي الرَّجْعَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا رِضَا الْمَرْأَةِ ؛ لِأَنَّهَا مِنْ شَرَائِطِ ابْتِدَاءِ الْعَقْدِ لَا مِنْ شَرْطِ الْبَقَاءِ، وَكَذَا إعْلَامُهَا بِالرَّجْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ حَتَّى لَوْ لَمْ يُعْلِمْهَا بِالرَّجْعَةِ جَازَتْ ؛ لِأَنَّ الرَّجْعَةَ حَقُّهُ عَلَى الْخُلُوصِ لِكَوْنِهِ تَصَرُّفًا فِي مِلْكِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ، وَالِاسْتِدَامَةِ، فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ إعْلَامُ الْغَيْرِ كَالْإِجَازَةِ فِي الْخِيَارِ لَكِنَّهُ مَنْدُوبٌ إلَيْهِ، وَمُسْتَحَبٌّ

(بدائع الصنائع، فصل فی شرائط جواز الرجعۃ، ج ۷، ص ۳۳۳)

رجعت کے دو طریقے ہیں۔ (۱) قولی، (۲) فعلی

(۱) رجعت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے صاف صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے تم کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا اور اس

پر گواہ بنائے (یہ رجعت کا بہتر طریقہ ہے) یا رجعت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو دو معنی رکھتے ہوں (۱) حقیقی معنی (۲) مجازی معنی جس سے رجعت مراد لی جاسکتی ہو جیسے: تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے پہلے تھی، البتہ ان الفاظ میں رجعت کی نیت کرنے سے رجعت ہوگی ورنہ نہیں (ان دونوں صورتوں کو رجعت قولی کہتے ہیں)۔

وَاَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ اَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: اَمَّا الْقَوْلُ فَنَحْوُ اَنْ يَقُولَ لَهَا: رَاجَعْتُكِ اَوْ رَدَدْتُكِ اَوْ رَجَعْتُكِ اَوْ اَعَدْتُكِ اَوْ رَاجَعْتُ امْرَاَتِي اَوْ رَاجَعْتُهَا اَوْ رَدَدْتُهَا اَوْ اَعَدْتُهَا وَنَحْوُ ذٰلِكَ لِاَنَّ الرَّجْعَةَ رَدٌّ وَاِعَادَةٌ اِلَى الْحَالَةِ الْاُولٰى وَلَوْ قَالَ لَهَا نَكَحْتُكِ اَوْ تَزَوَّجْتُكِ كَانَ رَجْعَةً فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ

(۲) رجعت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے افعال کئے جائیں جو صرف بیوی کیساتھ کیے جاتے ہیں: اس کو شہوت سے چھولے یا بوسہ لیلے یا صحبت کر لیو غیرہ، اس کیلیے گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ حوالہ

وَاَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ اَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: .وَاَمَّا الْفِعْلُ الدَّالُّ عَلَى الرَّجْعَةِ فَهُوَ اَنْ يُجَامِعَهَا اَوْ يَمَسَّ شَيْئًا مِنْ اَعْضَائِهَا لِشَهْوَةٍ اَوْ يَنْظُرَ اِلٰى فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ اَوْ يُوجَدَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ هٰهُنَا عَلٰى مَا بَيَّنَّا وَوَجْهُ دَلَالَةِ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ عَلَى الرَّجْعَةِ مَا ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ وَهٰذَا عِنْدَنَا (بدائع الصنائع رُكْنُ الرَّجْعَةِ، ج۷، ص ۳۵۳)

رجوع وعدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق

اسی طرح حضرات فقہاء نے قرآن وسنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد عورت اور مرد کی حیثیت کیا رہے گی۔ گویا کہ طلاق کی یہ تین قسمیں وقوع طلاق کے بعد اس کے اثرات اور ان کے نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) طلاق رجعی

وہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد عورت کی عدت کے اندر مرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے رجوع کر لے۔ لیکن مرد کو یہ اختیار صرف ایک یا دو طلاقوں تک رہتا ہے۔

طلاق رجعی کا حکم

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نہیں نکلے گی بلکہ عدت گزرنے تک وہ نکاح میں رہے گی اس لیے عدت کے اندر شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، چھو سکتا ہے اور صحبت وغیرہ کر سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے رجعت ہو جائے گی اور وہ رجعت نہ کرنا چاہے تو ان ساری چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عدت میں اچھا زیب وزینت اور خوب بناؤ سنگھار کرتی رہے کہ ہو سکتا ہے مرد کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور رجعت کرلے، عدت گزر گئی اور مرد نے رجعت

ختم کی تو وہ نکاح سے نکل جائے گی اور اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کا حکم رکھے گی اور عدت کے بعد بغیر نکاح کے مرد اس کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا۔

وَأَمَّا بَيَانُ حُكْمِ الطَّلَاقِ فَحُكْمُ الطَّلَاقِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الطَّلَاقِ مِنَ الرَّجْعِيِّ، وَالْبَائِنِ، وَيَتَعَلَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ بَعْضُهَا أَصْلِيٌّ، وَبَعْضُهَا مِنَ التَّوَابِعِ، أَمَّا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لَهُ هُوَ نُقْصَانُ الْعَدَدِ، فَأَمَّا زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحِلُّ الْوَطْءِ فَلَيْسَ بِحُكْمٍ أَصْلِيٍّ لَهُ لَازِمٍ حَتَّى لَا يَثْبُتَ لِلْحَالِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الثَّانِي بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، فَإِنْ طَلَّقَهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا بَلْ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بَانَتْ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَزُولُ أَصْلًا، وَإِنَّمَا يَحْرُمُ وَطْؤُهَا مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ كَالْوَطْءِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ، وَالنِّفَاسِ وَالدَّلِيلُ عَلَى قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَنَّهُ يَصِحُّ طَلَاقُهُ، وَظِهَارُهُ، وَإِيلَاؤُهُ، وَيَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا، وَيَتَوَارَثَانِ، وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ، وَكَذَا يَمْلِكُ مُرَاجَعَتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا وَلَوْ كَانَ مِلْكُ النِّكَاحِ زَائِلًا مِنْ وَجْهٍ لَكَانَتِ الرَّجْعَةُ إِنْشَاءَ النِّكَاحِ عَلَى الْحُرَّةِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا مِنْ وَجْهٍ، وَهَذَا لَا يَجُوزُ فَجَازَ أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُ هَذَا الطَّلَاقِ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ، وَهُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ، عَلَى أَنَّ لَهُ أَثَرًا نَاجِزًا، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا أَنْ تَتَشَوَّفَ، وَتَتَزَيَّنَ ؛ لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَيُسْتَحَبُّ لَهَا ذَلِكَ لَعَلَّ زَوْجَهَا يُرَاجِعُهَا، وَعَلَى هَذَا يُبْنَى حَقُّ الرَّجْعَةِ أَنَّهُ ثَابِتٌ لِلزَّوْجِ بِالْإِجْمَاعِ سَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا أَوِ اثْنَيْنِ، أَمَّا عِنْدَنَا فَلِقِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ

(بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي بَيَانِ حُكْمِ الطَّلَاقِ: ۱/۰)

(۲) طلاق بائن یا بائنہ صغری

اگر عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر عدت کے اندر اس نے رجوع نہیں کیا، تو عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت بائن یعنی جدا ہو جاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی کی حیثیت اختیار کر گئے۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد۔ یا ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی نکاح کرنا چاہیں، تو ان کا دوبارہ سے نکاح نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اسی دلیل سے اس طلاق کو بائنہ صغری یعنی چھوٹی جدائی والی بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نکل جائے گی اب شوہر کے لیے وہ اجنبیہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کو دیکھنا غیر ضروری بات کرنا، چھونا اور جماع وغیرہ سب ممنوع ہوگا البتہ اس میں یہ گنجائش ہوگی کہ اگر وہ اس کو پھر سے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہو تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد۔

وَاَمَّا حُکْمُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَالْحُکْمُ الْاَصْلِیُّ لِمَا دُوْنَ الثَّلَاثِ مِنَ الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ، وَالثِّنْتَیْنِ الْبَائِنَتَیْنِ هُوَ نُقْصَانُ عَدَدِ الطَّلَاقِ، وَزَوَالُ الْمِلْكِ اَیْضًا حَتّٰی لَا یَحِلَّ لَهٗ وَطْؤُهَا اِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِیْدٍ وَلَا یَصِحُّ ظِهَارُهٗ، وَاِیْلَاؤُهٗ وَلَا یَجْرِی اللِّعَانُ بَیْنَهُمَا وَلَا یَجْرِی التَّوَارُثُ وَلَا یُحَرَّمُ حُرْمَةً غَلِیْظَةً حَتّٰی یَجُوْزَ لَهٗ نِكَاحُهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ تَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ؛ لِاَنَّ مَا دُوْنَ الثَّلَاثَةِ وَاِنْ كَانَ بَائِنًا فَاِنَّهٗ یُوْجِبُ زَوَالَ الْمِلْكِ لَا زَوَالَ حِلِّ الْمَحَلِّیَّةِ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِی حُکْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

(۳) طلاق مغلظہ

وہ ہے جس میں تین طلاقیں تین طہروں میں متواتر دے دی جائیں۔ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔ ایسی عورت طلاق دینے والے مرد پر فوری طور پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اس طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزار کر دوسرے کسی شخص سے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔ اور پھر وہ دوسرا شوہر خود ہی کسی دلیل سے اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کی طلاق کی یا وفات کی عدت پوری کرنے کے بعد اگر دونوں میاں بیوی چاہیں تو نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ چونکہ اس طلاق میں بیوی کی جدائی سابقہ شوہر سے زیادہ ہو جاتی ہے اور عموماً خواتین واپس پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرتی ہیں اس لیے اس طلاق کو بائنہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق مغلظہ کا حکم

طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فوراً اس کے نکاح سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گی اور عدت کے اندر بھی وہ اجنبیہ ہی کی طرح ہوگی اور وہ اس کو پھر سے اپنی زوجیت بنانا چاہتا ہو تو نہیں بنا سکتا البتہ اتنی گنجائش ہوگی کہ اس عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے اور ان دونوں میں صحبت بھی ہو جائے پھر شوہر ثانی کسی دلیل سے اسے طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کی عدت گزارے تو اب شوہر اول اسے اپنی زوجیت نکاح کے ذریعہ بنا سکتا ہے لیکن اس عورت کی نیت عقد ثانی کے وقت حلالہ کی ہو تو وہ اور شوہر ثانی دونوں گناہ گار ہوں گے۔

رجعی طلاق دینے کے بعد شوہر کو عدت کے دوران رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے

﴿وَاِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ تَطْلِیْقَةً رَجْعِیَّةً اَوْ تَطْلِیْقَتَیْنِ فَلَهٗ اَنْ یُرَاجِعَهَا فِیْ عِدَّتِهَا رَضِیَتْ بِذٰلِكَ اَوْ لَمْ تَرْضَ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ مِنْ غَیْرِ فَصْلٍ وَلَا بُدَّ مِنْ قِیَامِ الْعِدَّةِ لِاَنَّ الرَّجْعَةَ اسْتِدَامَةُ الْمِلْكِ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّهٗ سَمّٰی اِمْسَاكًا وَهُوَ الْاِبْقَاءُ وَاِنَّمَا یَتَحَقَّقُ الْاِسْتِدَامَةُ فِی الْعِدَّةِ لِاَنَّهٗ لَا مِلْكَ بَعْدَ انْقِضَائِهَا۔

اور جب شوہر نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو وہ عدت کے دوران اس سے رجوع کر سکتا ہے خواہ عورت اس بات پر راضی ہو یا نہ ہو۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "تم انہیں معروف طریقے سے روک لو" اور یہ فرمان مطلق طور پر ذکر ہوا ہے۔ اس کے لیے عدت کا قیام ضروری بھی ہے کیونکہ رجعت کا مطلب یہ ہے ملکیت کو برقرار رکھا جائے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا: قرآن میں اس رجوع کرنے کے لئے لفظ امساک (استعمال ہوا ہے) اور امساک کا معنی باقی رکھنا ہے اور یہ برقرار رکھنا عدت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ عدت گزر جانے کے بعد نکاح کی ملکیت باقی نہیں رہے گی۔

رجوع کے طریقے کا فقہی بیان

﴿وَالرَّجْعَةُ اَنْ يَّقُوْلَ رَاجَعْتُكِ اَوْ رَاجَعْتُ امْرَاَتِىْ﴾ وَهٰذَا صَرِيْحٌ فِى الرَّجْعَةِ وَلَا خِلَافَ فِيْهِ بَيْنَ الْاَئِمَّةِ. قَالَ ﴿اَوْ يَطَاَهَا اَوْ يُقَبِّلَهَا اَوْ يَلْمِسَهَا بِشَهْوَةٍ اَوْ يَنْظُرَ اِلٰى فَرْجِهَا بِشَهْوَةٍ﴾ وَهٰذَا عِنْدَنَا وَقَالَ الشَّافِعِىُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ: لَا تَصِحُّ الرَّجْعَةُ اِلَّا بِالْقَوْلِ مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ لِاَنَّ الرَّجْعَةَ بِمَنْزِلَةِ اِبْتِدَاءِ النِّكَاحِ حَتّٰى يَحْرُمَ وَطْؤُهَا، وَعِنْدَنَا هُوَ اسْتِدَامَةُ النِّكَاحِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ وَسَنُقَرِّرُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

وَالْفِعْلُ قَدْ يَقَعُ دَلَالَةً عَلَى الْاِسْتِدَامَةِ كَمَا فِىْ اِسْقَاطِ الْخِيَارِ، وَالدَّلَالَةُ فِعْلٌ يَخْتَصُّ بِالنِّكَاحِ وَهٰذِهِ الْاَفَاعِيْلُ تَخْتَصُّ بِهٖ خُصُوْصًا فِى الْحُرَّةِ، بِخِلَافِ النَّظَرِ وَالْمَسِّ بِغَيْرِ شَهْوَةٍ لِاَنَّهٗ قَدْ يَحِلُّ بِدُوْنِ النِّكَاحِ كَمَا فِى الْقَابِلَةِ وَالطَّبِيْبِ وَغَيْرِهِمَا، وَالنَّظَرُ اِلٰى غَيْرِ الْفَرْجِ قَدْ يَقَعُ بَيْنَ الْمُسَاكِنَيْنِ وَالزَّوْجُ يُسَاكِنُهَا فِى الْعِدَّةِ، فَلَوْ كَانَ رَجْعَةً لَطَلَّقَهَا فَتَطُوْلُ الْعِدَّةُ عَلَيْهَا.

اور رجوع اس طرح ہو سکتا ہے شوہر بیوی سے مخاطب ہو کر یہ کہے: میں نے تم سے رجوع کر لیا یا یہ کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ رجوع کرنے کے بارے میں یہ الفاظ صریح ہیں اور ان کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ شوہر عورت کے ساتھ صحبت کرے یا اس کا بوسہ لے شہوت کے ساتھ اسے چھو لے یا اس کی شرمگاہ کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں ہمارے نزدیک (رجوع شمار ہوگا) امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: جب وہ شخص بولنے کی قدرت رکھتا ہو تو الفاظ ادا کئے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے (امام شافعی کے نزدیک) رجوع کرنا نئے سرے سے نکاح کرنے کی مانند ہے (یہاں تک کہ عدت کے دوران رجوع کئے بغیر) بیوی کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہے۔ ہمارے نزدیک رجوع کا مطلب نکاح کو برقرار رکھنا ہے جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں اور آئندہ بھی اس کی وضاحت کریں گے۔ مرد کا فعل بھی اس کے نکاح کے قائم رکھنے کے اسی طرح دلیل بن سکتا ہے جیسے اختیار ساقط کرنے کے لئے بن سکتا ہے۔

اور فعل کا رجوع کرنے کی دلیل ہونا ایسے افعال کے ذریعے ثابت ہوگا جو نکاح کے ساتھ مخصوص ہوں اور وہ افعال وہی ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ بطور خاص آزاد عورت کے حق میں۔ اس کے برخلاف اس طرح سے چھونا اور اس طرح سے دیکھنا جو

شہوت کے بغیر ہو (اس کا حکم مختلف ہے) کیونکہ شہوت کے بغیر دیکھ لینا' یا چھو لینا نکاح کے بغیر بھی جائز ہوتا ہے' جیسے دایہ اور طبیب وغیرہ کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور شرمگاہ کے علاوہ نگاہ ڈالنے کے بارے میں' تو اس بات کا امکان زیادہ ہے' جو ایک ہی جگہ رہنے والے لوگوں کے درمیان پایا جا سکتا ہے۔ عدت کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ ہی رہے گا' لہٰذا فرج کے علاوہ دیگر اعضاء کی طرف دیکھنے کو اگر رجعت قرار دیا جائے' تو (تو یہ عملی طور پر ممکن نہیں) اس لئے پھر اسے طلاق دینا پڑے گی' اور اس عورت کی عدت خواہ مخواہ طویل ہوتی چلی جائے گی۔

رجوع کے لئے گواہی کے استحباب کا بیان

قَالَ ﴿وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُشْهِدَ عَلَى الرَّجْعَةِ شَاهِدَيْنِ، فَإِنْ لَمْ يُشْهِدْ صَحَّتِ الرَّجْعَةُ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ لَا تَصِحُّ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ وَالْأَمْرُ لِلْإِيجَابِ. وَلَنَا إِطْلَاقُ النُّصُوصِ عَنْ قَيْدِ الْإِشْهَادِ، وَلِأَنَّهُ اسْتِدَامَةٌ لِلنِّكَاحِ، وَالشَّهَادَةُ لَيْسَتْ شَرْطًا فِيهِ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ كَمَا فِي الْفَيْءِ فِي الْإِيلَاءِ، إِلَّا أَنَّهَا تُسْتَحَبُّ لِزِيَادَةِ الِاحْتِيَاطِ كَيْ لَا يَجْرِيَ التَّنَاكُرُ فِيهَا، وَمَا تَلَاهُ مَحْمُولٌ عَلَيْهِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ قَرَنَهَا بِالْمُفَارَقَةِ وَهُوَ فِيهَا مُسْتَحَبٌّ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُعْلِمَهَا كَيْ لَا تَقَعَ فِي الْمَعْصِيَةِ ﴿وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَقَالَ كُنْتُ رَاجَعْتُهَا فِي الْعِدَّةِ فَصَدَّقَتْهُ فَهِيَ رَجْعَةٌ، وَإِنْ كَذَّبَتْهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا﴾ لِأَنَّهُ أَخْبَرَ عَمَّا لَا يَمْلِكُ إِنْشَاءَهُ فِي الْحَالِ فَكَانَ مُتَّهَمًا إِلَّا أَنَّ بِالتَّصْدِيقِ تَرْتَفِعُ التُّهْمَةُ، وَلَا يَمِينَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الِاسْتِحْلَافِ فِي الْأَشْيَاءِ السِّتَّةِ وَقَدْ مَرَّ فِي كِتَابِ النِّكَاحِ

اور یہ مستحب ہے' رجوع کرنے کے لئے دو گواہ قائم کر لئے جائیں' اگر گواہ موجود نہ ہوں' تو عورت سے رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گواہوں کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہوں کو گواہ بنالو''۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص مطلق ہے' اور گواہ بنانے کی قید کے بغیر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجوع کرنے کا مطلب نکاح کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے میں گواہی شرط نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایلاء میں رجوع کرنے میں یہ شرط نہیں ہے۔ البتہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرنا مستحب ہے' تاکہ اس بارے میں باہمی طور پر کوئی اختلاف نہ رہے۔ امام شافعی نے جس آیت کو تلاوت کیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگی۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا اسے علیحدگی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں ایسا کرنا مستحب ہے' لہٰذا یہ بات مستحب ہوگی کہ وہ اس بارے میں عورت کو بتا دے تاکہ کسی معصیت کا شکار نہ ہو۔ جب عدت ختم ہو جائے اور شوہر یہ کہے: میں نے عدت کے دوران ہی عورت سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس بات کی تصدیق کر دے' تو یہ بات رجوع شمار ہوگی۔ اگر عورت مرد

کی اس بات کو جھوٹ قرار دے' تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا' کیونکہ شوہر نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے' جس کو وہ فوری طور پر موجود کرنے کا مالک نہیں ہے' لہٰذا اس بارے میں متہم شمار ہوگا۔ البتہ عورت نے اس کی تصدیق کر دی ہو' تو یہ تہمت ختم ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عورت کے لیے قسم اٹھانا واجب نہیں ہے' اور قسم لینے کا یہ مسئلہ چھ باتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ جس کا ذکر ہم کتاب نکاح میں کر چکے ہیں۔

جب شوہر رجوع کرنے اور بیوی عدت گزر جانے کا دعویٰ کرے

﴿وَاِذَا قَالَ الزَّوْجُ قَدْ رَاجَعْتُكِ فَقَالَتْ مُجِيبَةً لَهُ قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي لَمْ تَصِحَّ الرَّجْعَةُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾ وَقَالَا: تَصِحُّ الرَّجْعَةُ لِاَنَّهَا صَادَفَتِ الْعِدَّةَ اِذْ هِيَ بَاقِيَةٌ ظَاهِرًا اِلٰى اَنْ تُخْبِرَ وَقَدْ سَبَقَتْهُ الرَّجْعَةُ، وَلِهٰذَا لَوْ قَالَ لَهَا طَلَّقْتُكِ فَقَالَتْ مُجِيبَةً لَهُ قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِي يَقَعُ الطَّلَاقُ وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا صَادَفَتْ حَالَةَ الِانْقِضَاءِ لِاَنَّهَا اَمِينَةٌ فِي الْاِخْبَارِ عَنِ الِانْقِضَاءِ فَاِذَا اَخْبَرَتْ دَلَّ ذٰلِكَ عَلٰى سَبْقِ الِانْقِضَاءِ وَاَقْرَبُ اَحْوَالِهِ حَالُ قَوْلِ الزَّوْجِ وَمَسْاَلَةُ الطَّلَاقِ عَلَى الْخِلَافِ، وَلَوْ كَانَتْ عَلَى الِاتِّفَاقِ فَالطَّلَاقُ يَقَعُ بِاِقْرَارِهِ بَعْدَ الِانْقِضَاءِ وَالْمُرَاجَعَةُ لَا تَثْبُتُ بِهِ ۔

اور جب شوہر نے بیوی سے یہ کہا: میں نے تم سے رجوع کرلیا اور بیوی نے جواب میں یہ کہا: میری عدت گزر چکی ہے' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک رجوع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: یہ رجوع کرنا درست ہوگا' کیونکہ رجوع کرنے کا عمل عدت کے ساتھ پایا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: عورت نے یہ بات بعد میں بیان کی ہے' میری عدت گزر چکی ہے' کیونکہ بظاہر عدت اس وقت تک رہتی ہے' جب تک عورت عدت گزرنے کی خبر نہ دے' لیکن یہاں خبر دینے سے پہلے ہی رجوع کرنا واقع ہو گیا ہے۔ اسی بنا پر اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں دوسری طلاق دیدی ہے اور عورت نے جواب میں یہ کہا ہو: میری عدت گزر چکی ہے' تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: رجوع کرنے کا فعل عدت کے اختتام پر واقع ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: عورت عدت گزرنے کی خبر دینے کی امین ہے' تو عورت نے جب اپنے شوہر کو خبر دی تو اس سے یہ ثابت ہو گیا' عدت کے گزرنے کی قریبی حالت یہی ہے' جب شوہر نے رجوع کرنے کی بات کی تھی۔ اس طرح طلاق کے مسئلے میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کرلیں' طلاق کے مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے (تو بھی طلاق اور رجوع کرنے میں فرق ہوگا) کیونکہ طلاق تو عدت گزرنے کے بعد' شوہر کے اقرار سے ثابت ہو جاتی ہے' مگر رجوع کرنا محض اس کے اقرار سے ثابت نہیں ہوگا۔

جب کنیز بیوی رجوع کا انکار کرے

﴿وَاِذْ قَالَ زَوْجُ الْاَمَةِ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا: قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُهَا وَصَدَّقَهُ الْمَوْلٰى وَكَذَّبَتْهُ الْاَمَةُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا: الْقَوْلُ قَوْلُ الْمَوْلٰى﴾ لِاَنَّ بُضْعَهَا مَمْلُوكٌ لَهُ،

فَقَدْ اَقَرَّ بِمَا هُوَ خَالِصُ حَقِّهٖ لِلزَّوْجِ فَشَابَهُ الْاِقْرَارَ عَلَيْهَا بِالنِّكَاحِ، وَهُوَ يَقُوْلُ حُكْمُ الرَّجْعَةِ يُبْتَنٰى عَلَى الْعِدَّةِ وَالْقَوْلُ فِى الْعِدَّةِ قَوْلُهَا، فَكَذَا فِيْمَا يُبْتَنٰى عَلَيْهَا، وَلَوْ كَانَ عَلَى الْقَلْبِ فَعِنْدَهُمَا الْقَوْلُ قَوْلُ الْمَوْلٰى، وَكَذَا عِنْدَهٗ فِى الصَّحِيْحِ لِاَنَّهَا مُنْقَضِيَةُ الْعِدَّةِ فِى الْحَالِ، وَقَدْ ظَهَرَ مِلْكُ الْمُتْعَةِ لِلْمَوْلٰى فَلَا يُقْبَلُ قَوْلُهَا فِىْ اِبْطَالِهٖ، بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ لِاَنَّ الْمَوْلٰى بِالتَّصْدِيْقِ فِى الرَّجْعَةِ مُقِرٌّ بِقِيَامِ الْعِدَّةِ عِنْدَهَا وَلَا يَظْهَرُ مِلْكُهٗ مَعَ الْعِدَّةِ ﴿وَاِنْ قَالَتْ قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِىْ وَقَالَ الزَّوْجُ وَالْمَوْلٰى لَمْ تَنْقَضِ عِدَّتُكِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا﴾ لِاَنَّهَا اَمِيْنَةٌ فِىْ ذٰلِكَ اِذْ هِىَ الْعَالِمَةُ بِهٖ

اور جب کنیز کا شوہر عدت گزر جانے کے بعد اس سے یہ کہے: میں نے عدت کے دوران تم سے رجوع کر لیا تھا اور کنیز کا آقا بھی اس بات کا اقرار کرے' لیکن کنیز اس بات سے انکار کر دے' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کنیز کا قول معتبر ہوگا۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: آقا کی بات مانی جائے گی' کیونکہ کنیز کی عدت گزر جانے کے بعد اس کی بضع کا مالک صرف آقا ہوتا ہے' لہٰذا آقا نے خالص اپنے حق کے بارے میں' کنیز کے شوہر کے قول کا اقرار کر لیا ہے' تو یہ اس طرح ہوگا' جیسے وہ آقا اس کنیز کے نکاح کا اقرار کر لے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: رجوع کرنے کے حکم کی بنیاد عدت پر ہے' لہٰذا عدت کے بارے میں چونکہ کنیز کا ہی قول معتبر ہوگا' تو اس طرح جو بات عدت پر مبنی ہو۔ اس میں کنیز کا قول معتبر ہوگا۔ اگر مذکورہ بالا مسئلے کے برخلاف ہو جائے' تو صاحبین کے نزدیک آقا کی بات مانی جائے گی' اور صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کے قائل ہیں' کیونکہ فوری طور پر تو یہ کنیز اپنی عدت گزار چکی ہے' اور آقا کے لئے اس کنیز کی ملک متعہ ظاہر اور ثابت ہے۔ (جبکہ پہلی صورت کا حکم مختلف ہے) کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہلی صورت میں آقا کی ملکیت ابھی ظاہر ہی نہیں ہوئی کیونکہ جب آقا نے شوہر کے قول کی تصدیق کر دی تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگی' وہ رجوع کرنے کے وقت میں عدت کی موجودگی کا قائل تھا اور جب تک عدت موجود رہے۔ آقا کی تمتع کرنے کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی۔ اگر کنیز یہ کہے: میری عدت گزر چکی ہے' اور آقا اور اس کا شوہر یہ کہیں: تمہاری عدت نہیں گزری ہے' تو کنیز کی بات کو تسلیم کیا جائے گا' کیونکہ وہ اس بارے میں امین ہے اور عدت گزرنے کا صرف اسے ہی پتہ چل سکتا ہے۔

حق رجوع کے ختم ہونے والے وقت کا بیان

﴿وَاِذَا انْقَطَعَ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ لِعَشَرَةِ اَيَّامٍ انْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ وَاِنْ لَمْ تَغْتَسِلْ، وَاِنِ انْقَطَعَ لِاَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ اَيَّامٍ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ حَتّٰى تَغْتَسِلَ اَوْ يَمْضِىَ عَلَيْهَا وَقْتُ صَلَاةٍ كَامِلٍ﴾ لِاَنَّ الْحَيْضَ لَا مَزِيْدَ لَهٗ عَلَى الْعَشَرَةِ، فَبِمُجَرَّدِ الِانْقِطَاعِ خَرَجَتْ مِنَ الْحَيْضِ فَانْقَضَتِ الْعِدَّةُ وَانْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ، وَفِيْمَا دُوْنَ الْعَشَرَةِ يُحْتَمَلُ عَوْدُ الدَّمِ فَلَا بُدَّ اَنْ يَّعْتَضِدَ

الانقطاعُ بحقيقةِ الاغتسالِ اَوْ بِلزومِ حُكْمٍ مِنْ اَحْكامِ الطّاهِراتِ بِمُضِيّ وَقْتِ الصَّلاةِ، بِخِلافِ مَا اِذَا كانَتْ كِتابِيَّةً لِاَنَّهُ لا يُتَوَقَّعُ فِي حَقِّهَا اَمارَةٌ زَائِدَةٌ فَاكْتَفَى بِالانْقِطاعِ، وَتَنْقَطِعُ اِذَا تَيَمَّمَتْ وَصَلَّتْ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَهٰذَا اسْتِحْسانٌ وَقالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِذَا تَيَمَّمَتْ انْقَطَعَتْ، وَهٰذَا قِياسٌ لِاَنَّ التَّيَمُّمَ حالَ عَدَمِ الْمَاءِ طَهارَةٌ مُطْلَقَةٌ حَتّٰى يَثْبُتُ بِهِ مِنَ الْاَحْكامِ مَا يَثْبُتُ بِالاغْتِسالِ فَكانَ بِمَنْزِلَتِهِ. وَلَهُمَا اَنَّهُ مُلَوِّثٌ غَيْرُ مُطَهِّرٍ، وَاِنَّمَا اُعْتُبِرَ طَهارَةً ضَرُورَةَ اَنْ لا تَتَضاعَفَ الْوَاجِباتُ، وَهٰذِهِ الضَّرُورَةُ تَتَحَقَّقُ حالَ اَدَاءِ الصَّلاةِ لا فِيمَا قَبْلَهَا مِنَ الْاَوْقاتِ، وَالْاَحْكامُ الثّابِتَةُ اَيْضًا ضَرُورِيَّةٌ اقْتِضائِيَّةٌ، ثُمَّ قِيلَ تَنْقَطِعُ بِنَفْسِ الشُّرُوعِ عِنْدَهُمَا، وَقِيلَ بَعْدَ الْفَراغِ لِيَتَقَرَّرَ حُكْمُ جَوازِ الصَّلاةِ

﴿وَاِذَا اغْتَسَلَتْ وَنَسِيَتْ شَيْئًا مِنْ بَدَنِهَا لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ، فَاِنْ كانَ عُضْوًا فَمَا فَوْقَهُ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ، وَاِنْ كانَ اَقَلَّ مِنْ عُضْوٍ انْقَطَعَتْ﴾ قالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذَا اسْتِحْسانٌ. وَالْقِياسُ فِي الْعُضْوِ الْكامِلِ اَنْ لا تَبْقَى الرَّجْعَةُ لِاَنَّهَا غَسَلَتِ الْاَكْثَرَ. وَالْقِياسُ فِيمَا دُونَ الْعُضْوِ اَنْ تَبْقٰى لِاَنَّ حُكْمَ الْجَنابَةِ وَالْحَيْضِ لا يَتَجَزَّاُ. وَوَجْهُ الاسْتِحْسانِ وَهُوَ الْفَرْقُ اَنَّ مَا دُونَ الْعُضْوِ يَتَسارَعُ اِلَيْهِ الْجَفافُ لِقِلَّتِهِ فَلا يُتَيَقَّنُ بِعَدَمِ وُصُولِ الْمَاءِ اِلَيْهِ، فَقُلْنَا بِاَنَّهُ تَنْقَطِعُ الرَّجْعَةُ وَلا يَحِلُّ لَهَا التَّزَوُّجُ اَخْذًا بِالاحْتِياطِ فِيهِمَا، بِخِلافِ الْعُضْوِ الْكامِلِ لِاَنَّهُ لا يَتَسارَعُ اِلَيْهِ الْجَفافُ وَلا يُغْفَلُ عَنْهُ عادَةً فَافْتَرَقَا. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعالٰى: اَنَّ تَرْكَ الْمَضْمَضَةِ وَالاسْتِنْشاقِ كَتَرْكِ عُضْوٍ كامِلٍ. وَعَنْهُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعالٰى عَلَيْهِ: هُوَ بِمَنْزِلَةِ مَا دُونَ الْعُضْوِ لِاَنَّ فِي فَرْضِيَّتِهِ اخْتِلافًا بِخِلافِ غَيْرِهِ مِنَ الْاَعْضاءِ.

اور جب (عدت گزارنے والی عورت) کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہو جائے' تو رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔ اگر چہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو۔ اگر حیض کا خون دس دن سے پہلے بند ہو جائے' تو جب تک وہ خاتون غسل نہ کرے' یا ایک نماز کا وقت پورا نہ گزر جائے' تو اس وقت تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا اس کی دلیل یہ ہے: شرعی طور پر دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہو سکتا اس لئے خون کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی حیض ختم شمار ہو جائے گا' اور عدت پوری ہو جائے گی' اور رجوع کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔

لیکن اگر دس دن سے پہلے ہی حیض کی آمد رک جائے' تو رجوع کا حق باقی رہے گا' کیونکہ ہو سکتا ہے دوبارہ خون جاری ہو جائے اس کے منقطع ہونے کا یقین ہونا ضروری ہو گا اور یہ یقین اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے' جب غسل کر لیا جائے یا اس عورت کو پاک عورتوں کے حکم میں شامل کر لیا جائے' جیسے ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اس کے برخلاف جب بیوی اہل کتاب ہو' تو اس کے حق

میں مزید کسی علامت کی توقع نہیں ہے لہٰذا اس بارے میں صرف خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابویوسف کے نزدیک رجوع کا حق اسی وقت منقطع ہو جائے گا' جب عورت تیمم کر کے کوئی بھی (نفل) نماز ادا کر لے اور نماز پڑھنے کی قید استحسان کے طور پر لگائی گئی ہے' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت کے تیمم کرنے کے ساتھ ہی یہ حق ختم ہو جائے گا' اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' کیونکہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرنا مطلق طہارت شمار ہوتا ہے' یہاں تک کہ جو احکام غسل کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام احکام تیمم کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں' تو تیمم' غسل کی مانند ہوگا۔

شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: تیمم درحقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا ہے' بلکہ آلودہ کر دیتا ہے اور اس کو صرف ضرورت کے پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے' تا کہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے' اس کی ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت پیش آتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پیش نہیں آتی۔ اس طرح دیگر جن امور کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی نماز کے کا اقتضاء ہونے کی دلیل سے ضرورت کے تحت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے: شیخین کے نزدیک نماز شروع کرنے کے ساتھ ہی رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد منقطع ہوگا' تا کہ نماز کے جواز کا حکم پختہ ہو سکے۔

(ایسی صورت میں) جب عورت غسل کر لے اور اس دوران جسم کا کوئی ایسا حصہ بھول جائے جس تک پانی نہ پہنچا ہو' تو اگر وہ حصہ پورے ایک عضو کے برابر ہو' یا اس سے زیادہ ہو' تو رجوع کرنے کا حق منقطع نہیں ہوگا' لیکن اگر اس سے کم نہ ہو' تو شوہر کے رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بھی استحسان کے طور پر ہے' ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: کامل عضو رہ جانے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی نہ رہے' کیونکہ وہ عورت اکثر جسم کو دھو چکی ہے۔ اس طرح اگر ایک عضو سے کم حصہ سوکھا رہ گیا تھا' تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے' رجوع کا حکم باقی رہے' کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: ایک عضو سے کم حصہ خشک رہ جائے گا' تو یہ کہا جائے گا' شاید یہ حصہ اپنے تھوڑے حجم کی دلیل سے پہلے خشک ہو گیا ہو اس لئے پانی نہ پہنچنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے' اس لئے ہم نے یہ فیصلہ دیا' اس صورت میں رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا تا کہ دونوں باتوں میں احتیاط پر عمل کیا جا سکے' لیکن مکمل عضو کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ مکمل عضو اس طرح سے جلد خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی غسل کے دوران عام طور پر مکمل عضو کے بارے میں غفلت اختیار کی جاتی ہے' لہٰذا دونوں مسائل الگ حیثیت کے حامل ہوں گے۔

امام ابویوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کلی کرنے کا یا ناک میں پانی ڈالنے کا عمل چھوٹ جائے' تو اس کا مطلب یہ ہے: پورا عضو چھوٹ گیا۔ ان سے دوسری روایت یہ ہے: جس کے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی قائل ہیں: یہ ایک مکمل عضو سے کم شمار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے' جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے۔

حاملہ عورت سے رجوع کرنے کا بیان

﴿وَمَنْ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ وَهِيَ حَامِلٌ اَوْ وَلَدَتْ مِنْهُ وَقَالَ لَمْ اُجَامِعْهَا فَلَهُ الرَّجْعَةُ﴾ لِاَنَّ الْحَبَلَ

مَتٰی ظَهَرَ فِیْ مُدَّةٍ یُتَصَوَّرُ اَنْ یَکُوْنَ مِنْهُ جُعِلَ مِنْهُ لِقَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " ﴿اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ(۱)﴾ وَذٰلِكَ دَلِیْلُ الْوَطْءِ مِنْهُ وَکَذَا اِذَا ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ جُعِلَ وَاطِئًا، وَاِذَا ثَبَتَ الْوَطْءُ تَاَکَّدَ الْمِلْكُ وَالطَّلَاقُ فِیْ مِلْكٍ مُتَاَکِّدٍ یَعْقُبُ الرَّجْعَةَ وَیَبْطُلُ زَعْمُهٗ بِتَکْذِیْبِ الشَّرْعِ، اَلَا تَرٰی اَنَّهٗ یَثْبُتُ بِهٰذَا الْوَطْءِ الْاِحْصَانُ فَلَاَنْ تَثْبُتَ بِهِ الرَّجْعَةُ اَوْلٰی .وَتَاْوِیْلُ مَسْاَلَةِ الْوِلَادَةِ اَنْ تَلِدَ قَبْلَ الطَّلَاقِ، لِاَنَّهَا لَوْ وَلَدَتْ بَعْدَهٗ تَنْقَضِی الْعِدَّةُ بِالْوِلَادَةِ فَلَا تُتَصَوَّرُ الرَّجْعَةُ .

قَالَ: ﴿فَاِنْ خَلَا بِهَا وَاَغْلَقَ بَابًا اَوْ اَرْخٰی سِتْرًا وَقَالَ لَمْ اُجَامِعْهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا لَمْ یَمْلِكِ الرَّجْعَةَ﴾ لِاَنَّ تَاَکُّدَ الْمِلْكِ بِالْوَطْءِ وَقَدْ اَقَرَّ بِعَدَمِهٖ فَیُصَدَّقُ فِیْ حَقِّ نَفْسِهٖ وَالرَّجْعَةُ حَقُّهٗ وَلَمْ یَصِرْ مُکَذَّبًا شَرْعًا، بِخِلَافِ الْمَهْرِ لِاَنَّ تَاَکُّدَ الْمَهْرِ الْمُسَمّٰی یُبْتَنٰی عَلٰی تَسْلِیْمِ الْمُبْدَلِ لَا عَلَی الْقَبْضِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ .

جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور وہ عورت حمل کی حالت میں ہو اور اس کے ہاں بچے کی پیدائش ہو جائے اور مرد دعویٰ کر دے' میں نے تو اس عورت کے ساتھ صحبت ہی نہیں کی ہے' تو مرد کو رجوع کا اختیار ہوگا' کیونکہ جب حمل کا ظہور اتنے عرصے میں ہو کہ اسے شوہر سے منسوب کیا جا سکے تو وہ اسی شوہر کا شمار ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے''۔ یہ معاملہ اس مرد کے صحبت کرنے کی دلیل بھی بن جائے گا۔ اسی طرح بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا' تو وہ مرد وطی کرنے والا شمار ہوگا' لہٰذا جب وطی ثابت ہو جائے' تو ملکیت مستحکم ہو جائے گی۔ ملکیت میں جو بھی طلاق دی جائے گی اس کے بعد رجوع کی گنجائش ہوگی۔ اور شریعت کی تکذیب کی دلیل سے شوہر کا بیان غلط قرار دیا جائے گا۔ کیا یہ بات طے شدہ نہیں ہے: وطی سے ''احصان'' ثابت ہو جاتا ہے' تو رجوع کرنے کا صحیح ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا۔ مذکورہ مسئلے کی صورت یہ ہے: مرد کے طلاق دینے سے پہلے خاتون نے بچے کو جنم دیا ہو' کیونکہ اگر طلاق دینے کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی' تو بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عورت کی عدت ختم ہو جائے گی' اور رجوع کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔

اگر شوہر نے بیوی کے ساتھ خلوت کی' دروازہ بند کر دیا' یا پردہ لٹکا دیا' اور پھر یہ کہہ دیا: میں نے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی اور پھر عورت کو طلاق دیدی تو اسے رجوع کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ نکاح کی ملکیت وطی کرنے سے مؤکد ہوتی ہے' لیکن شوہر نے صحبت نہ کرنے کا اقرار کر لیا ہے' تو اس کی ذات کے بارے میں تصدیق کی جائے گی' کیونکہ رجوع کرنے کا حق بنیادی طور پر مرد کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اسے جھٹلایا نہیں جائے گا۔ جبکہ اس عورت کے مہر کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ اس کے طے شدہ مہر کا تعلق اس وقت ہوتا ہے' جب عورت خود کو مرد کے سپرد کر دے اس میں مرد کا تمتع کرنا شرط نہیں ہے۔ اس کے برخلاف پہلی صورت کا حق مختلف ہے۔

خلوت کے بعد جماع کے انکار کرنے کا بیان

﴿فَاِنْ رَاجَعَهَا﴾ مَعْنَاهُ بَعْدَمَا خَلَا بِهَا وَقَالَ لَمْ اُجَامِعْهَا ﴿ثُمَّ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَیْنِ بِیَوْمٍ

صَحَّتْ تِلْكَ الرَّجْعَةُ﴾ لِاَنَّهٗ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ اِذْ هِيَ لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ وَالْوَلَدُ يَبْقٰى فِي الْبَطْنِ هٰذِهِ الْمُدَّةَ فَانْزِلَ وَاطِئًا قَبْلَ الطَّلَاقِ دُوْنَ مَا بَعْدَهٗ لِاَنَّ عَلٰى اعْتِبَارِ الثَّانِيْ يَزُوْلُ الْمِلْكُ بِنَفْسِ الطَّلَاقِ لِعَدَمِ الْوَطْءِ قَبْلَهٗ فَيَحْرُمُ الْوَطْءُ وَالْمُسْلِمُ لَا يَفْعَلُ الْحَرَامَ

﴿فَاِنْ قَالَ لَهَا اِذَا وَلَدْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ ثُمَّ اَتَتْ بِوَلَدٍ اٰخَرَ فَهِيَ رَجْعَةٌ﴾ مَعْنَاهُ مِنْ بَطْنٍ اٰخَرَ وَهُوَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ اِذَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ لِاَنَّهٗ وَقَعَ الطَّلَاقُ عَلَيْهِ بِالْوَلَدِ الْاَوَّلِ وَوَجَبَتِ الْعِدَّةُ فَيَكُوْنُ الْوَلَدُ الثَّانِيْ مِنْ عَلُوْقٍ حَادِثٍ مِنْهُ فِي الْعِدَّةِ لِاَنَّهَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَيَصِيْرُ مُرَاجِعًا

اور جب شوہر نے رجوع کرلیا اور یہ کہا: میں نے صحبت نہیں کی پھر اس کے بعد عورت نے بچے کو جنم دیا اور یہ واقعہ دو برس پورے ہونے سے پہلے پیش آیا' تو رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا اور اس بچے کا تعلق اس مرد سے ثابت ہو جائے گا۔ شرط یہ ہے: عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے: بچے کا دو سال پیٹ میں رہنا ممکن ہے' لہٰذا شوہر کو طلاق سے پہلے صحبت کرنے والا تسلیم کیا جائے گا' اس کے بعد نہیں۔ کیونکہ دوسری صورت میں طلاق واقع کرنے کے ساتھ ہی ملک نکاح ختم ہو جائے گی' کیونکہ طلاق سے پہلے وطی معدوم ہے' لہٰذا یہ (بعد میں کی جانے والی صحبت) حرام ہو جائے گی' اور مسلمان کسی حرام کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

اگر شوہر نے یہ کہا: جب تم بچے کو جنم دو' تو تمہیں طلاق ہے اور پھر عورت نے بچے کو جنم دیدیا (تو طلاق واقع ہو جائے گی) پھر اس عورت کے ہاں دوسرے بچے کی پیدائش ہوئی' تو رجوع کرنا شمار ہوگا۔ خواہ وہ پیدائش چھ ماہ بعد ہوئی یا دو سال کے بعد ہو' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے' عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے: پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عورت کو طلاق واقع ہو گئی اور عدت واجب ہو گئی' تو دوسرا بچہ اسی عدت کے دوران شوہر کے نئے تعلق کی دلیل سے پیدا ہوا ہوگا' کیونکہ عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہیں کیا تھا لہٰذا شوہر کو رجوع کرنے والا شمار کیا جائے گا۔

اگر شوہر بچے کی پیدائش سے مشروط طلاق دے

﴿وَاِنْ قَالَ كُلَّمَا وَلَدْتِ وَلَدًا فَاَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ ثَلَاثَةَ اَوْلَادٍ فِيْ بُطُوْنٍ مُخْتَلِفَةٍ فَالْوَلَدُ الْاَوَّلُ طَلَاقٌ وَالْوَلَدُ الثَّانِيْ رَجْعَةٌ وَكَذَا الثَّالِثُ﴾ لِاَنَّهَا اِذَا جَاءَتْ بِالْاَوَّلِ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَصَارَتْ مُعْتَدَّةً، وَبِالثَّانِيْ صَارَ مُرَاجِعًا لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهٗ يُجْعَلُ الْعَلُوْقُ بِوَطْءٍ حَادِثٍ فِي الْعِدَّةِ وَيَقَعُ الطَّلَاقُ الثَّانِيْ بِوِلَادَةِ الْوَلَدِ الثَّانِيْ لِاَنَّ الْيَمِيْنَ مَعْقُوْدَةٌ بِكَلِمَةِ كُلَّمَا وَوَجَبَتِ الْعِدَّةُ، وَبِالْوَلَدِ الثَّالِثِ صَارَ مُرَاجِعًا لِمَا ذَكَرْنَا، وَتَقَعُ الطَّلْقَةُ الثَّالِثَةُ بِوِلَادَةِ الثَّالِثِ وَوَجَبَتِ الْعِدَّةُ بِالْاَقْرَاءِ لِاَنَّهَا حَائِلٌ مِنْ ذَوَاتِ الْحَيْضِ حِيْنَ وَقَعَ الطَّلَاقُ

اور جب کسی شوہر نے بیوی سے یہ کہا: جب کبھی بھی تم بچے کو جنم دو تو تمہیں طلاق ہے تو جب عورت کے ہاں تین بچے پیدا ہو جائیں تو پہلے بچے کی ولادت طلاق شمار ہوگی۔ دوسرے بچے کی ولادت رجوع شمار ہوگی اور ساتھ ہی دوسری طلاق بھی ہو جائے گی اور اسی طرح تیسرے بچے کی ولادت دوسری طلاق سے رجوع شمار ہوگی اور تیسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ جب عورت کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش ہوئی تھی تو پہلے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی ایک طلاق واقع ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ عورت عدت گزارنا شروع ہو گئی تھی۔ دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد رجوع ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے بچے کی پیدائش پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شوہر نے لفظ ''کلما'' استعمال کیا ہے اور عدت واجب ہو جائے گی پھر تیسرے بچے کی پیدائش سے مرد رجوع کرنے والا شمار ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اور عدت کا شمار حیض سے کیا جائے گا کیونکہ اس وقت جب عورت پر طلاق واقع ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی اور اسے حیض آیا کرتا تھا۔

رجعی طلاق یافتہ عورت زیب وزینت اختیار کر سکتی ہے

﴿وَالْمُطَلَّقَةُ الرَّجْعِيَّةُ تَتَشَوَّفُ وَتَتَزَيَّنُ﴾ لِاَنَّهَا حَلَالٌ لِلزَّوْجِ اِذِ النِّكَاحُ قَائِمٌ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ الرَّجْعَةُ مُسْتَحَبَّةٌ وَالتَّزَيُّنُ حَامِلٌ لَهُ عَلَيْهَا فَيَكُوْنُ مَشْرُوْعًا ﴿وَيُسْتَحَبُّ لِزَوْجِهَا اَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهَا حَتّٰى يُؤْذِنَهَا اَوْ يُسْمِعَهَا خَفْقَ نَعْلَيْهِ﴾ مَعْنَاهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ قَصْدِهِ الْمُرَاجَعَةُ لِاَنَّهَا رُبَّمَا تَكُوْنُ مُتَجَرِّدَةً فَيَقَعُ بَصَرُهُ عَلٰى مَوْضِعٍ يَصِيْرُ بِهِ مُرَاجِعًا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا فَتَطُوْلُ الْعِدَّةُ عَلَيْهَا ﴿وَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُسَافِرَ بِهَا حَتّٰى يُشْهِدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا﴾ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ: لَهُ ذٰلِكَ لِقِيَامِ النِّكَاحِ، وَلِهٰذَا لَهُ اَنْ يَغْشَاهَا عِنْدَنَا .

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ﴾ الْاٰيَةَ، وَلِاَنَّ تَرَاخِيَ عَمَلِ الْمُبْطِلِ لِحَاجَتِهِ اِلَى الْمُرَاجَعَةِ، فَاِذَا لَمْ يُرَاجِعْهَا حَتّٰى انْقَضَتِ الْعِدَّةُ ظَهَرَ اَنَّهُ لَا حَاجَةَ لَهُ فَتَبَيَّنَ اَنَّ الْمُبْطِلَ عَمَلَ عَمَلَهُ مِنْ وَقْتِ وُجُوْدِهِ وَلِهٰذَا تُحْتَسَبُ الْاَقْرَاءُ مِنَ الْعِدَّةِ فَلَمْ يَمْلِكِ الزَّوْجُ الْاِخْرَاجَ اِلَّا اَنْ يُشْهِدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا فَتَبْطُلُ الْعِدَّةُ وَيَتَقَرَّرُ مِلْكُ الزَّوْجِ .وَقَوْلُهُ حَتّٰى يُشْهِدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا مَعْنَاهُ الْاِسْتِحْبَابُ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ

اور جب عورت رجعی طلاق کی عدت گزار رہی ہو تو اس کے لئے آرائش وزیبائش کرنا (جائز ہے) کیونکہ وہ ابھی تک اپنے شوہر کے لئے حلال ہے اور دونوں کے درمیان نکاح قائم ہے اس طرح رجوع کرنا بھی مستحب عمل ہے تو عورت کی آرائش وزیبائش مرد کو رجوع کرنے کی طرف مائل کر سکتی ہے لہٰذا یہ شرعی طور پر جائز ہوگا۔ شوہر کے لئے بھی یہ بات مستحب ہے: وہ ایسی عورت کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے یا جب تک اسے اپنے جوتے کی آہٹ نہ سنائے اس کا مطلب یہ ہے: جب اس کا رجوع کرنے کا ارادہ نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے: بعض اوقات عورت ایسی حالت میں ہوتی ہے کہ مرد

اس کی شرمگاہ کو دیکھ لے تو وہ رجوع کرنے والا شمار ہوگا پھر وہ طلاق دے گا' تو اس طرح عدت طویل ہو جائے گی۔

شوہر کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ (رجعی طلاق یافتہ) بیوی کو سفر پر ساتھ لے جائے' جب تک وہ اس سے رجوع نہیں کر لیتا اور رجوع پر گواہ قائم نہیں کر لیتا۔ امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: شوہر کو بیوی کو سفر پر ساتھ لے جانے کا حق حاصل ہوگا' کیونکہ ان کے درمیان نکاح قائم ہے' اس لئے ہمارے نزدیک مرد کو یہ حق بھی حاصل ہے' وہ اس عورت کے ساتھ صحبت کر سکتا ہے۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تم انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو''۔ دوسری بات یہ ہے: مرد کے رجوع کرنے کی حاجت کا خیال رکھتے ہوئے ہی طلاق کو مؤخر کیا گیا ہے' لیکن جب عدت گزر جائے گی' تو یہ پتہ چل جائے گا' مرد کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس سے ظاہر یہ ہو جائے گا' طلاق نے اپنا عمل اسی وقت شروع کر دیا تھا جب وہ وجود میں آئی تھی اس دوران اسے جو حیض آئے وہ عدت شمار ہوں گے اس لئے خاوند کو اسے باہر لے جانے کا اختیار نہیں ہوگا' صرف یہی صورت ہو سکتی ہے: وہ اپنے رجوع کرنے پر گواہ قائم کرے تاکہ عدت ختم ہو جائے اور مرد کی ملکیت نکاح مستحکم ہو جائے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے یہ الفاظ ''جب تک وہ اس رجوع کے گواہ نہیں بنالیتا'' یہ استحباب کا مفہوم واضح کرنے کے لئے ہیں (وجوب کے لئے نہیں ہے) اس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

طلاق رجعی سے جماع کے حرام نہ ہونے کا بیان

﴿وَالطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ لَا يُحَرِّمُ الْوَطْئَ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُحَرِّمُهُ لِاَنَّ الزَّوْجِيَّةَ زَائِلَةٌ لِوُجُوْدِ الْقَاطِعِ وَهُوَ الطَّلَاقُ .وَلَنَا اَنَّهَا قَائِمَةٌ حَتّٰى يَمْلِكَ مُرَاجَعَتَهَا مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا لِاَنَّ حَقَّ الرَّجْعَةِ ثَبَتَ نَظَرًا لِلزَّوْجِ لِيُمْكِنَهُ التَّدَارُكُ عِنْدَ اعْتِرَاضِ النَّدَمِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى يُوجِبُ اسْتِبْدَادَهُ بِهِ، وَذٰلِكَ يُؤْذِنُ بِكَوْنِهِ اسْتِدَامَةً لَا اِنْشَاءً اِذِ الدَّلِيْلُ يُنَافِيْهِ وَالْقَاطِعُ اَخَّرَ عَمَلَهُ اِلٰى مُدَّةٍ اِجْمَاعًا اَوْ نَظَرًا لَهُ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور رجعی طلاق کے نتیجے میں وطی کرنا حرام نہیں ہوتا امام شافعی اس کی حرمت کے قائل ہیں' چونکہ طلاق کے نتیجے میں میاں بیوی کا ازدواجی تعلق زائل ہو جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: یہ ازدواجی تعلق بدستور قائم ہے' یہاں تک کہ شوہر بیوی کی رضامندی کے بغیر بھی اس سے رجوع کر سکتا ہے' کیونکہ رجوع کرنے کا تعلق شوہر کی حاجت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہے' تاکہ اگر وہ ندامت محسوس کرے' تو اس کا تدارک کر سکے' ورنہ رجوع کرنے کا حق تو عورت پر ظلم شمار ہوگا۔ اس سے یہ بھی پتہ چل گیا' رجوع کرنے کا مطلب' نکاح کو برقرار رکھنا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نئے سرے سے نکاح کیا جا رہا ہے' کیونکہ مذکورہ دلیل اس کے منافی ہوگی۔ نیز طلاق کا عمل سب کے نزدیک ایک مدت تک التواء کا شکار رہتا ہے' یا شوہر کے حق رعایت کی پیش نظر ہوتی ہے' جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

فَصْلٌ فِیْمَا تَحِلُّ بِهِ الْمُطَلَّقَةُ

﴿یہ فصل مطلقہ کوحلال کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہے﴾

مطلقہ کی حلت والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہما الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ نے طلاق کے حکم شرعی کے ادراک یعنی رجوع کے احکام شرعیہ کو بیان کیا ہے اور اب اسی کا غیر یعنی جب طلاق بائنہ یا پھر طلاق ثلاثہ جس میں حلالہ کے بغیر حلت ثابت نہیں ہوتی ان احکام کو ذکر کریں گے' کیونکہ سابقہ فصل میں بیان کردہ احکام کے مقابل انہی مسائل کا ذکر ہے۔

(فتح القدیر، ج ۸، ص ۲۳۷، عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۳۲۷، بیروت، بتصرف)

تین سے کم طلاقیں دی ہوں' تو شوہر عورت کے ساتھ شادی کرسکتا ہے

﴿وَاِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا دُوْنَ الثَّلَاثِ فَلَهُ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِي الْعِدَّةِ وَبَعْدَ انْقِضَائِهَا﴾ لِاَنَّ حِلَّ الْمَحَلِّيَّةِ بَاقٍ لِاَنَّ زَوَالَهُ مُعَلَّقٌ بِالطَّلْقَةِ الثَّالِثَةِ فَيَنْعَدِمُ قَبْلَهُ، وَمَنْعُ الْغَيْرِ فِي الْعِدَّةِ لِاشْتِبَاهِ النَّسَبِ وَلَا اشْتِبَاهَ فِيْ اِطْلَاقِهِ۔

اور جب طلاقیں تین سے کم ہوں' اور بائنہ ہوں' تو مرد کو اختیار ہوتا ہے' وہ عدت کے دوران' یا عدت کے بعد عورت کے ساتھ نکاح کر سکے' اس کی دلیل یہ ہے: عورت کا حلال ہونا ابھی اس کے لئے باقی ہے اور حلت کے ازالے کا مدار تیسری طلاق پر ہے' جب تک تیسری طلاق نہ ہو حلت زائل نہیں ہوگی۔ دوسرے شخص کو عورت کی عدت کے دوران نکاح کرنے سے اسی لیے منع کیا گیا ہے' تاکہ نسب میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہو سکے البتہ پہلے شوہر سے متعلق عدت کے دوران' یا عدت کے بعد' نکاح کرنے میں اس قسم کے شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

تین طلاقیں دینے کے بعد' عورت سے شادی کرنا کب حلال ہوگا؟

﴿وَاِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ اَوْ ثِنْتَيْنِ فِي الْاَمَةِ لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيْحًا وَيَدْخُلَ بِهَا ثُمَّ يُطَلِّقَهَا اَوْ يَمُوْتَ عَنْهَا﴾ وَالْاَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ فَالْمُرَادُ الطَّلْقَةُ الثَّالِثَةُ،

اور جب کوئی شخص آزاد عورت کو تین طلاقیں دیدے یا کنیز کو دو طلاقیں دیدے تو وہ عورت اس وقت تک اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ صحیح نکاح نہ کرلے اور وہ دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کرلے اور پھر اسے طلاق نہ دیدے یا انتقال نہ کر جائے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "پس اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دیدے تو وہ عورت اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک اس کے علاوہ دوسرے شخص کے ساتھ شادی نہ کرلے"۔ اس سے مراد تیسری طلاق ہے۔

کنیز کے حق میں دو طلاقیں ہوتی ہیں

وَالثِّنْتَانِ فِي حَقِّ الْاَمَةِ كَالثَّلَاثِ فِي حَقِّ الْحُرَّةِ، لِاَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ لِحِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ عَلٰى مَا عُرِفَ .

اور باندی کے حق میں دو طلاقوں کی وہی حیثیت ہوگی جو آزاد عورت کے حق میں تین طلاقوں کی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کنیز ہونا حلال ہونے کے محل کو نصف کر دیتا ہے جیسا کہ یہ بات پتہ چل چکی ہے۔

عورت کے حلال ہونے کے لئے دوسری شادی میں صحبت شرط ہے

ثُمَّ الْغَايَةُ نِكَاحُ الزَّوْجِ مُطْلَقًا، وَالزَّوْجِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ اِنَّمَا تَثْبُتُ بِنِكَاحٍ صَحِيْحٍ، وَشَرْطُ الدُّخُوْلِ ثَبَتَ بِاِشَارَةِ النَّصِّ وَهُوَ اَنْ يُحْمَلَ النِّكَاحُ عَلَى الْوَطْءِ حَمْلًا لِلْكَلَامِ عَلَى الْاِفَادَةِ دُوْنَ الْاِعَادَةِ اِذِ الْعَقْدُ اُسْتُفِيْدَ بِاِطْلَاقِ اسْمِ الزَّوْجِ اَوْ يُزَادَ عَلَى النَّصِّ بِالْحَدِيْثِ الْمَشْهُوْرِ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿لَا تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَذُوْقَ عُسَيْلَةَ الْاٰخَرِ (۱)﴾ رُوِيَ بِرِوَايَاتٍ، وَلَا خِلَافَ لِاَحَدٍ فِيْهِ سِوٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ .(۱) وَقَوْلُهُ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ حَتّٰى لَوْ قَضٰى بِهِ الْقَاضِيْ لَا يَنْفُذُ، وَالشَّرْطُ الْاِيْلَاجُ دُوْنَ الْاِنْزَالِ لِاَنَّهُ كَمَالٌ وَمُبَالَغَةٌ فِيْهِ وَالْكَمَالُ قَيْدٌ زَائِدٌ

اور پھر غایت کلام تو یہ ہے: مطلق طور پر دوسرے شخص کے ساتھ شادی کرلے اور مطلق زوجیت صحیح نکاح کے ذریعے ثابت ہو جاتی ہے لیکن دخول کی شرط اشارۃ النص کے ذریعے ثابت ہے اور وہ یہ ہے: یہاں نکاح کو وطی پر محمول کیا جائے یعنی کلام کو افادے پر محمول کیا جائے اعادے پر نہیں کیونکہ عقد نکاح کا فائدہ تو زوج کے مطلق لفظ کے ذریعے بھی حاصل ہو گیا ہے یا پھر یہاں حدیث مشہور کے ذریعے نص پر اضافہ ہوگا اور وہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "وہ پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسرے کا شہد نہ چکھ لے"۔ اس بارے میں کئی روایات منقول ہیں البتہ سعید بن مسیب کی دلیل اس بارے میں مختلف ہے اور ان کا قول معتبر نہیں ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی قاضی اس کے مطابق فیصلہ دیدے تو وہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ یہاں (دوسرے شخص کا شہد چکھنے میں) دخول شرط ہے انزال شرط نہیں کیونکہ دخول کے ذریعے وطی کامل ہو جاتی ہے اور انزال کی حیثیت مبالغے کی ہے

اور کامل ہونے کی قید اضافی ہے۔

مراہق بچہ عورت کو پہلے شوہر کے لئے حلال کرسکتا ہے

﴿وَالصَّبِيُّ الْمُرَاهِقُ فِي التَّحْلِيْلِ كَالْبَالِغِ﴾ لِوُجُوْدِ الدُّخُوْلِ فِيْ نِكَاحٍ صَحِيْحٍ وَهُوَ الشَّرْطُ بِالنَّصِّ، وَمَالِكٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُخَالِفُنَا فِيْهِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا بَيَّنَّاهُ ۔وَفَسَّرَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَقَالَ: غُلَامٌ لَمْ يَبْلُغْ وَمِثْلُهُ يُجَامِعُ جَامَعَ امْرَأَتَهُ وَجَبَ عَلَيْهَا الْغُسْلُ وَاَحَلَّهَا عَلَى الزَّوْجِ الْاَوَّلِ، وَمَعْنٰى هٰذَا الْكَلَامِ اَنْ تَتَحَرَّكَ آلَتُهُ وَيَشْتَهِي، وَاِنَّمَا وَجَبَ الْغُسْلُ عَلَيْهَا لِالْتِقَاءِ الْخِتَانَيْنِ وَهُوَ سَبَبٌ لِنُزُوْلِ مَائِهَا وَالْحَاجَةِ اِلَى الْاِيْجَابِ فِيْ حَقِّهَا، اَمَّا لَا غُسْلَ عَلَى الصَّبِيِّ وَاِنْ كَانَ يُؤْمَرُ بِهِ تَخَلُّقًا قَالَ ﴿وَوَطْءُ الْمَوْلٰى اَمَتَهُ لَا يُحِلُّهَا﴾ لِاَنَّ الْغَايَةَ نِكَاحُ الزَّوْجِ ۔

اور جولڑکا قریب بلاغت ہو وہ حلال کرنے میں بالغ شخص کی مانند ہوگا' کیونکہ صحیح نکاح میں دخول پایا گیا ہے اور نص کے ذریعے شرط یہی ہے۔امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل اس بارے میں ہم سے مختلف ہے اور ان کے خلاف دلیل وہ ہے' جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامع الصغیر'' میں اس کی وضاحت یہ کی ہے' وہ فرماتے ہیں: ایسا لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو' لیکن اس کی عمر کے لڑکے صحبت کر سکتے ہوں' اگر وہ لڑکا عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو اس پر حکم واجب ہوگا اور وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔اس کلام کا مطلب یہ ہے: اس کا آلہ تناسل متحرک ہو جائے اور وہ شہوت محسوس کرے تاہم غسل صرف عورت پر واجب ہوگا اس کی دلیل شرمگاہوں کا ملنا ہے اور یہی اس کے انزال کا سبب ہے اور ضرورت اس بات کی ہے: عورت کے حق میں اسے واجب قرار دیا جائے' البتہ بچے پر غسل واجب نہیں ہوگا' تاہم اگر تربیت کے پیش نظر اسے اس کا حکم دیا جائے (تو مناسب ہوگا)۔فرماتے ہیں: اگر آقا اپنی طلاق یافتہ کنیز کے ساتھ صحبت کر لے تو وہ کنیز اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی' کیونکہ اصل مقصد دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کرنا ہے۔

حلالہ کی شرط پر شادی کرنا مکروہ ہے

﴿وَاِذَا تَزَوَّجَهَا بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ فَالنِّكَاحُ مَكْرُوْهٌ﴾ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ﴾ وَهٰذَا هُوَ مَحْمَلُهُ ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا بَعْدَمَا وَطِئَهَا حَلَّتْ لِلْاَوَّلِ﴾ لِوُجُوْدِ الدُّخُوْلِ فِيْ نِكَاحٍ صَحِيْحٍ اِذِ النِّكَاحُ لَا يَبْطُلُ بِالشَّرْطِ وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهُ يُفْسِدُ النِّكَاحَ لِاَنَّهُ فِيْ مَعْنَى الْمُؤَقَّتِ فِيْهِ وَلَا يُحِلُّهَا عَلَى الْاَوَّلِ لِفَسَادِهٖ ۔وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ يَصِحُّ النِّكَاحُ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَا يُحِلُّهَا عَلَى الْاَوَّلِ لِاَنَّهُ اسْتَعْجَلَ مَا اَخَّرَهُ الشَّرْعُ فَيُجَازٰى بِمَنْعِ مَقْصُوْدِهٖ كَمَا فِيْ قَتْلِ الْمُوَرِّثِ

اور اگر دوسرا شوہر صرف حلال کرنے کی شرط کے ساتھ نکاح کرتا ہے' تو یہ مکروہ ہوگا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''حلالہ کرنے والے پر' اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر' اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''۔ اس حدیث کا مصداق یہی صورت ہے۔ اگر دوسرا شوہر اس عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد' اسے طلاق دیدے' تو وہ پہلے کے لئے حلال ہو جائے گی' کیونکہ صحیح نکاح کے ہمراہ دخول پایا گیا ہے' اس کی دلیل یہ ہے: فاسد شرائط کے ساتھ نکاح فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس کے نتیجے میں نکاح فاسد ہو جائے گا' کیونکہ حلالے کی شرط پر نکاح کرنا وقتی نکاح ہوگا' جو متعہ ہے اور ایسی عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی' کیونکہ دوسرا نکاح فاسد تھا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حلالے کی شرط پر نکاح درست تو ہو جائے گا' لیکن عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: شریعت نے جس چیز کو پہلے شوہر کے لئے التواء میں رکھا تھا۔ دوسرے شوہر نے اس میں عجلت اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا' تو اس کی سزا کے طور پر اسے مقصد کے حصول سے روک دیا جائے گا' جیسا کہ کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کردے (تو وراثت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے)۔

دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو بھی کالعدم کر دیتا ہے

﴿وَإِذَا طَلَّقَ الْحُرَّةَ تَطْلِيقَةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ اٰخَرَ ثُمَّ عَادَتْ إِلَى الزَّوْجِ الْأَوَّلِ عَادَتْ بِثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ كَمَا يَهْدِمُ الثَّلَاثَ. وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يَهْدِمُ مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ﴾ لِأَنَّهُ غَايَةٌ لِلْحُرْمَةِ بِالنَّصِّ فَيَكُوْنُ مُنْهِيًا، وَلَا إِنْهَاءَ لِلْحُرْمَةِ قَبْلَ الثُّبُوتِ. وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ(١)﴾ سَمَّاهُ مُحَلِّلًا وَهُوَ الْمُثْبِتُ لِلْحِلِّ ﴿وَإِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَقَالَتْ قَدْ انْقَضَتْ عِدَّتِي وَتَزَوَّجْتُ وَدَخَلَ بِي الزَّوْجُ وَطَلَّقَنِي وَانْقَضَتْ عِدَّتِي وَالْمُدَّةُ تَحْتَمِلُ ذٰلِكَ جَازَ لِلزَّوْجِ أَنْ يُصَدِّقَهَا إِذَا كَانَ فِي غَالِبِ ظَنِّهِ أَنَّهَا صَادِقَةٌ﴾ لِأَنَّهُ مُعَامَلَةٌ أَوْ أَمْرٌ دِينِيٌّ لِتَعَلُّقِ الْحِلِّ بِهِ، وَقَوْلُ الْوَاحِدِ فِيهِمَا مَقْبُوْلٌ وَهُوَ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ إِذَا كَانَتِ الْمُدَّةُ تَحْتَمِلُهُ. وَاخْتَلَفُوا فِي أَدْنٰى هٰذِهِ الْمُدَّةِ وَسَنُبَيِّنُهَا فِي بَابِ الْعِدَّةِ.

اور جب کوئی مرد آزاد بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے' تو عورت عدت گزارنے کے بعد دوسری شادی کر لے پھر طلاق حاصل کرنے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ دوبارہ شادی کر لے تو مرد کو تین طلاقوں کا حق حاصل ہوگا اور دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو کالعدم کر دے گا' جیسا کہ وہ تین طلاقوں کو کالعدم کر دیتا ہے' یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: دوسرا شوہر تین سے کم طلاقوں کو کالعدم نہیں کرے گا' کیونکہ قرآن پاک کی نص سے یہ بات ثابت ہے: دوسرا شوہر حرمت کی انتہاء کو معدوم کرتا ہے' اس لئے انتہائی حرمت ثابت ہونے سے پہلے اختتام اور کالعدم کرنے

کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''حلالہ کرنے والے شخص اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے' اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔

نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کو محلل (حلال کرنے والا) کا نام دیا ہے اور یہ وہی شخص ہو سکتا ہے' جو حلت کو ثابت کر دے۔ جب شوہر بیوی کو تین طلاقیں دیدے' اور بیوی یہ کہہ دے: میری عدت پوری ہو چکی ہے' اور میں نے دوسرے شوہر کے ساتھ شادی بھی کر لی اور اس نے میرے ساتھ صحبت بھی کر لی اور پھر اس نے مجھے طلاق بھی دیدی اور میری دوسرے شوہر سے بھی عدت گزر چکی ہے' تو اگر یہ اتنی طویل مدت ہو کہ جس میں ان تمام باتوں کا عملی طور پر ہونا ممکن ہو' تو مرد کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ اس بارے میں عورت کے بیان کی تصدیق کر دے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے: شوہر کے غالب گمان میں عورت کی بات کا سچ ہونا غالب ہو' اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی بات کا تعلق یا تو دین کے معاملے سے ہے' یا دنیا کے معاملے سے ہے' کیونکہ اس کا تعلق حلال ہونے کے ساتھ ہے اس لیے دونوں صورتوں میں اس کی خبر واحد قبول کی جائے گی۔ عورت کا یہ اطلاع دینا غیر مناسب بھی نہیں ہے' جبکہ اتنی مدت بھی گزر چکی ہو' جس میں ان تمام باتوں کے پائے جانے کا امکان موجود ہو' لیکن اگر اتنی مدت نہ گزری ہو' تو اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے' جسے ہم عدت کے بیان میں نقل کریں گے۔

بَابُ الْاِیْلَاءِ

﴿یہ باب ایلاء کے بیان میں ہے﴾

باب ایلاء کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صاحب نہایہ نے اسرار کی کتاب طلاق کے شروع میں کہا ہے۔ کہ ملک نکاح کے حکم سے چار حرمات نافذ ہوتی ہیں۔(۱) طلاق (۲) ایلاء (۳) لعان (۴) ظہار۔ اس کے بعد ان سب میں اصل طلاق ہے' جو کسی وقت شوہر کے لئے مباح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے کتاب طلاق کو ذکر کیا ہے اور اب اس کے بعد باب ایلاء کو ذکر کر رہے ہیں۔ اور یہ طلاق کی نسبت سے کم ظلم ہے' جس کے احکام مفصل آ رہے ہیں۔ طلاق میں صراحت کے ساتھ بیوی سے تفریق کا اعلان ہے' جبکہ ایلاء میں یمین کے ساتھ صرف وطی سے یا قربت سے انکار کا اعلان ہے۔ لہٰذا ایلاء کی اسی حیثیت کے پیش نظر اس کو کتاب طلاق میں اور پھر باب طلاق کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ لغت میں یمین کہلاتا ہے' کیونکہ اس میں شوہر بیوی سے عدم قربت کی قسم کھاتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص ۴۴۱، بیروت)

ایلاء کا فقہی مفہوم

"ایلاء" "آلَا یَاْلُو" سے باب افعال ہے۔ "آلَا یَاْلُو" کا اصل لغوی مفہوم کسی امر میں کوتاہی اور کمی کرنا ہے اور "ایلاء" "ایلاء" کے لغوی معنی یہ ہیں کہ قسم (یمین) کے ہیں خواہ کسی بھی بات پر قسم کھائی جائے۔ جبکہ اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لیے یا چار مہینہ اور اس سے زیادہ مدت کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لے، اسی طرح بیوی سے صحبت کرنے کی صورت میں کوئی ایسی چیز اپنے اوپر لازم کر لے جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے صحبت کر لوں' تو مجھ پر حج یا روزہ وغیرہ واجب ہو جائے' تو بھی ایلاء ہی شمار ہوگا۔ (فقہ اسلامی وادلہ، ج ۹، ص ۵۰۲)

مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے۔ (شرح السنہ مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 496)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینہ یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینہ یا چھ مہینہ) تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہٰذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے' تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول

کے مطابق اس مرد کی بیوی پر محض چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کرنیوالے کو ٹھہرایا جائیگا یعنی حاکم وقاضی اس کو محبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کرو یعنی اس سے جماع کرلو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائیگا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا' اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے' تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "امام نخعی اور قتادہ اور حماد، و ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا قول ہے کہ جس نے بھی قلیل یا اکثر وقت میں وطئی نہ کرنے کی قسم اٹھائی، اور اسے چار ماہ تک چھوڑ دیا تو اس نے ایلاء کیا ہے' کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں)۔ اور یہ شخص ایلاء کرنے والا ہے؛ کیونکہ ایلاء حلف ہے اور اس نے قسم اٹھائی ہے۔ (المغنی (415/7)

ایلاء کے حکم کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار ماہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۴۴۳، بیروت)

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَاَمَّا حُكْمُ الْإِيلَاءِ فَنَقُولُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ اِنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِالْإِيلَاءِ حُكْمَانِ: حُكْمُ الْحِنْثِ، وَحُكْمُ الْبِرِّ، اَمَّا حُكْمُ الْحِنْثِ فَيَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَحْلُوفِ بِهِ: فَإِنْ كَانَ الْحَلِفُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ وُجُوبُ كَفَّارَةِ الْيَمِينِ كَسَائِرِ الْاَيْمَانِ بِاللّٰهِ،، اَمَّا اَصْلُ الْحُكْمِ فَهُوَ وُقُوعُ الطَّلَاقِ بَعْدَ مُضِيِّ الْمُدَّةِ مِنْ غَيْرِ فَيْءٍ (بدائع الصنائع فصل فی حُكْمِ الْإِيلَاءِ)

ایلاء کے تاریخی پس منظر کا بیان اور اسلامی اصول کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں ایک طریقہ میاں بیوی میں علیحدگی کا یہ بھی تھا کہ شوہر غصے میں آ کر قسم کھا بیٹھتے تھے کہ وہ اپنی بیویوں سے ہم بستری نہ کریں گے۔ اصطلاح میں اسی کو ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کرنے کے بعد جو ایک طرح کی طلاق ہی تھی، شوہر اپنی بیوی کے نان و نفقہ اور ہر قسم کے ادائے حقوق سے معاذ دستبردار ہو جاتا تھا۔

اسلام نے اس طریقہ طلاق کی بھی اصلاح کی اور اسے ایک قانون کی شکل میں نافذ فرمایا اور فطرت بشری کا بالکل صحیح اندازہ

کر کے حکم دیا کہ چونکہ زوجین میں تعلقات ہمیشہ خوشگوار تو نہیں رہ سکتے، بگاڑ پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں، لیکن ایسے بگاڑ کو خدا کی شریعت پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ، قانونی طور پر رشتہ ازدواج میں تو بندھے رہیں، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں کہ گویا وہ میاں بیوی نہیں ہیں۔ ایسے بگاڑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مدت مقرر فرما دی کہ یا تو اس مدت میں سارے پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کے بعد اپنے تعلقات درست کر لو لیکن اس صورت میں ایسی قسم توڑنے کا گناہ ایک خفیف سے کفارے کے بعد معاف کیا جائے گا ورنہ رشتہ ازدواج منقطع کر دو تا کہ دونوں، ایک دوسرے سے آزاد ہو کر جس سے چاہیں، نباہ کر سکیں۔ فریقین بنسی خوشی اور باضابطہ معاہدہ نکاح کو فسخ کر کے ایک دوسرے سے مستقل علیحدگی اختیار کر لیں۔ یہ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ رہیں تو میاں بیوی، لیکن عملاً ایک دوسرے سے لاتعلق ہو جائیں۔

ایلاء کے الفاظ اور اس کے احکام

﴿وَإِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ أَوْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَهُوَ مُولٍ﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ﴾ الْآيَةُ ﴿فَإِنْ وَطِئَهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ حَنِثَ فِي يَمِينِهِ وَلَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ﴾ لِأَنَّ الْكَفَّارَةَ مُوجِبُ الْحِنْثِ ﴿وَسَقَطَ الْإِيلَاءُ﴾ لِأَنَّ الْيَمِينَ تَرْتَفِعُ بِالْحِنْثِ

﴿وَإِنْ لَمْ يَقْرَبْهَا حَتّٰى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَانَتْ مِنْهُ بِتَطْلِيقَةٍ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَبِينُ بِتَفْرِيقِ الْقَاضِي لِأَنَّهُ مَانِعٌ حَقَّهَا فِي الْجِمَاعِ فَيَنُوبُ الْقَاضِي مَنَابَهُ فِي التَّسْرِيحِ كَمَا فِي الْجُبِّ وَالْعُنَّةِ. وَلَنَا أَنَّهُ ظَلَمَهَا بِمَنْعِ حَقِّهَا فَجَازَاهُ الشَّرْعُ بِزَوَالِ نِعْمَةِ النِّكَاحِ عِنْدَ مُضِيِّ هٰذِهِ الْمُدَّةِ وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلَاثَةِ وَزَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، (۱) وَكَفٰى بِهِمْ قُدْوَةً، وَلِأَنَّهُ كَانَ طَلَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَحَكَمَ الشَّرْعُ بِتَأْجِيلِهِ إِلَى انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ

اور جب شوہر بیوی سے یہ کہے: اللہ کی قسم میں تمہارے قریب نہیں آؤں گا یا یہ کہہ دے: اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ ایلاء کرتے ہیں ان کے لئے حکم ہے کہ وہ چار ماہ تک انتظار کریں''۔ اگر چار ماہ کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو وہ قسم توڑنے والا شمار ہوگا اور اس پر کفارے کی ادائیگی لازم ہوگی چونکہ قسم توڑنے کے نتیجے میں کفارہ لازم ہو جاتا ہے اور ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ توڑے جانے کے نتیجے میں قسم خود بخود ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت کے قریب نہیں جاتا اور چار ماہ گزر جاتے ہیں تو عورت کو ایک بائنہ طلاق ہو جائے گی۔

امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: عورت قاضی کی تفریق کے بعد بائنہ ہوگی اس کی دلیل یہ ہے: مرد نے صحبت کے بارے

میں اس کے حق میں رکاوٹ پیدا کی ہے تو قاضی عورت کو نجات دلانے کے لئے مرد کا قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ اگر شوہر نامرد ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: مرد نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اس کے حق میں رکاوٹ ڈالی ہے تو شریعت نے اسے یہ سزا دی ہے طے شدہ مدت گزرنے کے بعد نکاح کی نعمت خود بخود زائل ہو جائے گی اور یہی بات حضرت عثمان غنی حضرت علی حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور ان حضرات کی پیروی کافی ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: یہ (ایلاء) زمانہ جاہلیت میں طلاق شمار ہوتا تھا تو شریعت نے یہ حکم دیا: مخصوص مدت گزرنے تک اس کو مؤخر کیا جائے۔

ایلاء مؤقت وغیر مؤقت کا بیان

﴿فَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَقَدْ سَقَطَتِ الْيَمِينُ﴾ لِأَنَّهَا كَانَتْ مُؤَقَّتَةً بِهِ ﴿وَإِنْ كَانَ حَلَفَ عَلَى الْأَبَدِ فَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ﴾ لِأَنَّهَا مُطْلَقَةٌ وَلَمْ يُوجَدِ الْحِنْثُ لِتَرْتَفِعَ بِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَتَكَرَّرُ الطَّلَاقُ قَبْلَ التَّزَوُّجِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ مَنْعُ الْحَقِّ بَعْدَ الْبَيْنُونَةِ ﴿فَإِنْ عَادَ فَتَزَوَّجَهَا عَادَ الْإِيلَاءُ، فَإِنْ وَطِئَهَا وَإِلَّا وَقَعَتْ بِمُضِيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ تَطْلِيقَةٌ أُخْرَى﴾ لِأَنَّ الْيَمِينَ بَاقِيَةٌ لِإِطْلَاقِهَا، وَبِالتَّزَوُّجِ ثَبَتَ حَقُّهَا فَيَتَحَقَّقُ الظُّلْمُ وَيُعْتَبَرُ ابْتِدَاءُ هَذَا الْإِيلَاءِ مِنْ وَقْتِ التَّزَوُّجِ. ﴿فَإِنْ تَزَوَّجَهَا ثَالِثًا عَادَ الْإِيلَاءُ وَوَقَعَتْ بِمُضِيِّ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ أُخْرَى إِنْ لَمْ يَقْرَبْهَا﴾ لِمَا بَيَّنَّاهُ ﴿فَإِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ لَمْ يَقَعْ بِذَلِكَ الْإِيلَاءِ طَلَاقٌ﴾ لِتَقَيُّدِهِ بِطَلَاقِ هَذَا الْمِلْكِ وَهِيَ فَرْعُ مَسْأَلَةِ التَّنْجِيزِ الْخِلَافِيَّةِ وَقَدْ مَرَّ مِنْ قَبْلُ ﴿وَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ﴾ لِإِطْلَاقِهَا وَعَدَمِ الْحِنْثِ ﴿فَإِنْ وَطِئَهَا كَفَّرَ عَنْ يَمِينِهِ﴾ لِوُجُودِ الْحِنْثِ

﴿فَإِنْ حَلَفَ عَلَى أَقَلَّ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَكُنْ مُولِيًا﴾ لِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: لَا إِيلَاءَ فِيمَا دُونَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ، (۱) وَلِأَنَّ الِامْتِنَاعَ عَنْ قُرْبَانِهَا فِي أَكْثَرِ الْمُدَّةِ بِلَا مَانِعٍ وَبِمِثْلِهِ لَا يَثْبُتُ حُكْمُ الطَّلَاقِ فِيهِ ﴿وَلَوْ قَالَ وَاللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ شَهْرَيْنِ وَشَهْرَيْنِ بَعْدَ هَذَيْنِ الشَّهْرَيْنِ فَهُوَ مُولٍ﴾ لِأَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِحَرْفِ الْجَمْعِ فَصَارَ كَجَمْعِهِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ ﴿وَلَوْ مَكَثَ يَوْمًا ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَا أَقْرَبُكِ شَهْرَيْنِ بَعْدَ الشَّهْرَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ لَمْ يَكُنْ مُولِيًا﴾ لِأَنَّ الثَّانِيَ إِيجَابٌ مُبْتَدَأٌ وَقَدْ صَارَ مَمْنُوعًا بَعْدَ الْيَمِينِ الْأُولَى شَهْرَيْنِ وَبَعْدَ الثَّانِيَةِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ إِلَّا يَوْمًا مَكَثَ فِيهِ فَلَمْ تَتَكَامَلْ مُدَّةُ الْمَنْعِ

اور اگر شوہر نے چار ماہ کی قسم اٹھائی ہو تو (چار ماہ گزرنے کے بعد) مدت پوری ہوگی کیونکہ قسم کے لئے اتنی ہی

مدت معیار مقرر کی گئی تھی لیکن اگر شوہر نے ہمیشہ کے لئے قسم اٹھائی ہو تو قسم باقی رہے گی' کیونکہ قسم مطلق ہے (اس میں کوئی قید نہیں ہے) اور حانث ہونا بھی نہیں پایا گیا کہ اس کے نتیجے میں یہ ختم ہو جائے البتہ یہ ضرور ہو گا' نکاح سے پہلے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اگر شوہر نے عورت کے بائنہ ہونے کے بعد رجوع کر لیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کر لیا تو پھر ایلاء بھی واپس آ جائے گا پھر اگر اس نے اس کے ساتھ صحبت کی (تو قسم ٹوٹ جائے گی' اور کفارہ لازم ہو گا) لیکن اگر چار ماہ گزر گئے' تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی' کیونکہ قسم اپنے مطلق ہونے کی دلیل سے باقی ہے اور دوبارہ نکاح کرنے کی دلیل سے عورت کا صحبت کرنے کا حق واضح ہو چکا ہے' اس لئے مرد کی زیادتی ثابت ہو جائے گی نیز اس کی ابتداء کی مدت نکاح کے وقت سے شمار کی جائے گی۔

اگر شوہر نے تیسری مرتبہ اس عورت سے نکاح کر لیا تو ایلاء دوبارہ لوٹ آئے گا' اور مزید چار ماہ گزرنے کے بعد تیسری طلاق واقع ہو جائے گی اس کے لئے شرط ہے: مرد نے عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو' جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اب اگر عورت دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے کے بعد (طلاق لے) کر' پھر پہلے شوہر کے ساتھ شادی کر لیتی ہے' تو اب اس ایلاء کی دلیل سے کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی' کیونکہ ایلاء کا تعلق پہلی ملکیت کے ساتھ تھا اور یہ اختلافی مسئلہ ''تنجیز'' کی ایک شاخ ہے' جسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے البتہ قسم اب بھی باقی ہو گی چونکہ وہ مطلق ہے اور ابھی تک قسم توڑنے کی صورت واقع نہیں ہوئی کیونکہ مرد اس عورت کے ساتھ صحبت کرے گا' تو اس قسم کا کفارہ دے گا' کیونکہ قسم توڑنے کی صورت پائی جا رہی ہے۔ اگر شوہر نے چار ماہ سے کم مدت کی قسم اٹھائی تھی' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہیں ہو گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ بات بیان کی ہے: چار ماہ سے کم میں ایلاء واقع نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے: مدت کے اکثر حصے میں مرد کا عورت سے صحبت کرنے سے گریز کرنا' کسی رکاوٹ کے بغیر ہے۔ اسی طرح طلاق کا حکم بھی ثابت نہیں ہو گا۔ اگر شوہر نے ان الفاظ میں قسم اٹھائی ''اللہ کی قسم میں دو ماہ تک' اور دو ماہ کے بعد مزید دو ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا'' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہو گا' کیونکہ اس نے اپنے کلام میں حرف جمع استعمال کیا ہے' تو گویا اس نے تمام مدت کو ایک ہی لفظ میں جمع کر دیا ہے۔

اگر وہ ایک دن ٹھہرا رہے اور پھر اس کے بعد یہ کہے: اللہ کی قسم! میں پہلے دو ماہ کے بعد مزید دو ماہ تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا'' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہیں ہو گا' کیونکہ دوسرا بیان نئے سرے سے شمار ہو گا اور پہلی قسم کے بعد دو ماہ تک اس کے لئے صحبت کرنا منع ہے' تو دوسری قسم کے بعد ایک دن کم چار ماہ کے لئے منع ہو جائے گا' تو منع کی مدت کامل نہیں ہو گی۔

ایلاء سے متعلق جملے میں استثناء کا حکم

﴿وَلَوْ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ سَنَةً إِلَّا يَوْمًا لَمْ يَكُنْ مُوْلِيًا﴾ خِلَافًا لِزُفَرَ، هُوَ يَصْرِفُ الْاِسْتِثْنَاءَ إِلَى آخِرِهَا اعْتِبَارًا بِالْإِجَارَةِ فَتَمَّتْ مُدَّةُ الْمَنْعِ. وَلَنَا أَنَّ الْمُوْلِيَ مَنْ لَا يُمْكِنُهُ الْقُرْبَانُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ إِلَّا بِشَيْءٍ يَلْزَمُهُ وَهَاهُنَا يُمْكِنُهُ لِأَنَّ الْمُسْتَثْنَى يَوْمٌ مُنَكَّرٌ، بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ لِأَنَّ الصَّرْفَ إِلَى الْآخِرِ لِتَصْحِيحِهَا فَإِنَّهَا لَا تَصِحُّ مَعَ التَّنْكِيرِ وَلَا كَذٰلِكَ الْيَمِيْنُ ﴿وَلَوْ قَرِبَهَا فِي

يَوْمٍ وَالْبَاقِي اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ اَوْ اَكْثَرَ صَارَ مُولِيًا﴾ لِسُقُوطِ الِاسْتِثْنَاءِ. ﴿وَلَوْ قَالَ وَهُوَ بِالْبَصْرَةِ وَاللّٰهِ لَا اَدْخُلُ الْكُوفَةَ وَامْرَاَتُهُ بِهَا لَمْ يَكُنْ مُولِيًا﴾ لِاَنَّهُ يُمْكِنُهُ الْقُرْبَانُ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ يَلْزَمُهُ بِالْاِخْرَاجِ مِنَ الْكُوفَةِ ﴿قَالَ: وَلَوْ حَلَفَ بِحَجٍّ اَوْ بِصَوْمٍ اَوْ بِصَدَقَةٍ اَوْ عِتْقٍ اَوْ طَلَاقٍ فَهُوَ مُولٍ﴾ لِتَحَقُّقِ الْمَنْعِ بِالْيَمِينِ وَهُوَ ذِكْرُ الشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ، وَهٰذِهِ الْاَجْزِيَةُ مَانِعَةٌ لِمَا فِيهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ. وَصُورَةُ الْحَلِفِ بِالْعِتْقِ اَنْ يُعَلِّقَ بِقُرْبَانِهَا عِتْقَ عَبْدِهِ، وَفِيهِ خِلَافُ اَبِي يُوسُفَ فَاِنَّهُ يَقُولُ: يُمْكِنُهُ الْبَيْعُ ثُمَّ الْقُرْبَانُ فَلَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَهُمَا يَقُولَانِ الْبَيْعُ مَوْهُومٌ فَلَا يَمْنَعُ الْمَانِعِيَّةَ فِيهِ، وَالْحَلِفُ بِالطَّلَاقِ اَنْ يُعَلِّقَ بِقُرْبَانِهَا طَلَاقَهَا اَوْ طَلَاقَ صَاحِبَتِهَا وَكُلُّ ذٰلِكَ مَانِعٌ.

اور اگر اس نے یہ کہا: اللہ کی قسم میں ایک دن کم' ایک سال تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔ امام زفر کی دلیل مختلف ہے' وہ استثناء کو آخری حصے کی طرف پھیرتے ہیں' اسے اجارہ پر قیاس کرتے ہوئے' تو ایلاء کرنے کی نسبت مکمل ہو جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے: (شرعی طور پر) ایلاء کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے' جو کسی بھی چیز کو اپنے اوپر لازم کیے بغیر' چار ماہ تک عورت کے قریب جانا ممکن نہ ہو اور اس صورت میں مرد کے لئے کسی چیز کو لازم کیے بغیر ایسا کرنا ممکن ہے' جبکہ اجارہ کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ اسے آخر کی طرف پھیرا جاتا ہے' تا کہ اسے صحیح قرار دیا جا سکے کیونکہ وہ اجارہ (غیر متعین) کے ہمراہ درست نہیں ہوتا اور یمین میں یہ صورت نہیں ہوگی۔ اگر شوہر نے اس صورت میں عورت کے ساتھ صحبت کر لی اور بقیہ مدت چار ماہ یا اس سے زائد ہوگی' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ اب استثناء ساقط ہو چکا ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: جبکہ وہ بصرہ میں مقیم ہو' اللہ کی قسم! میں کوفہ میں داخل نہیں ہوں گا' حالانکہ اس کی بیوی وہاں ہو' تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا' کیونکہ اس کے لئے یہ بات ممکن ہے' وہ اپنے اوپر کوئی چیز لازم کیے بغیر' عورت کو کوفہ سے باہر لے جا کر (اس کے ساتھ صحبت کر لے) اگر اس نے حج کرنے یا روزہ رکھنے یا صدقہ کرنے یا غلام آزاد کرنے یا طلاق دینے کی قسم اٹھائی تو وہ ایلاء کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ قسم کے نتیجے میں رکاوٹ متحقق ہو گئی ہے اور وہ چیز شرط اور جزاء کا ذکر کرنا ہے اور یہ تمام جزاء اس کے لئے رکاوٹ ہوگی' کیونکہ اس میں مشقت پائی جاتی ہے۔ غلام آزاد کرنے کے بارے میں قسم اٹھانے کی صورت یہ ہے: وہ عورت کے ساتھ صحبت کو غلام کی آزادی کے ساتھ معلق کر دے۔ اس بارے میں امام ابو یوسف کی دلیل مختلف ہے' وہ یہ فرماتے ہیں: مرد کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ پہلے غلام کو فروخت کر دے' اور پھر عورت کے ساتھ صحبت کرے اس لیے اس سے کوئی بھی چیز لازم نہیں ہوگی۔ طرفین یہ فرماتے ہیں: یہاں پر ''بیع'' کا امکان موہوم ہے' لہٰذا یہ اس بارے میں مانعیت کو روکے گی نہیں۔ طلاق کے ساتھ قسم اٹھانے کی صورت یہ ہے: مرد اس کی طلاق کو' یا اس کی سوکن کی طلاق کو صحبت کے ساتھ معلق کر دے' اور یہ دونوں باتیں رکاوٹ ہیں۔

طلاق رجعی یا بائنہ والی عورت سے ایلاء کرنے کا بیان

﴿وَاِنْ آلٰى مِنَ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ كَانَ مُولِيًا، وَاِنْ آلٰى مِنَ الْبَائِنَةِ لَمْ يَكُنْ مُولِيًا﴾ لِاَنَّ

الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةٌ فِي الْأُولٰى دُوْنَ الثَّانِيَةِ، وَمَحَلُّ الْإِيلَاءِ مَنْ تَكُوْنُ مِنْ نِسَائِنَا بِالنَّصِّ، فَلَوْ انْقَضَتْ الْعِدَّةُ قَبْلَ انْقِضَاءِ مُدَّةِ الْإِيلَاءِ سَقَطَ الْإِيلَاءُ لِفَوَاتِ الْمَحَلِّيَّةِ ﴿وَلَوْ قَالَ لِأَجْنَبِيَّةٍ وَاللّٰهِ لَا أَقْرَبُكِ أَوْ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ثُمَّ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَكُنْ مُوْلِيًا وَلَا مُظَاهِرًا﴾ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي مَخْرَجِهِ وَقَعَ بَاطِلًا لِانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَّةِ فَلَا يَنْقَلِبُ صَحِيْحًا بَعْدَ ذٰلِكَ ﴿وَإِنْ قَرِبَهَا كَفَّرَ﴾ لِتَحَقُّقِ الْحِنْثِ إِذِ الْيَمِيْنُ مُنْعَقِدَةٌ فِي حَقِّهِ ﴿وَمُدَّةُ إِيلَاءِ الْأَمَةِ شَهْرَانِ﴾ لِأَنَّ هٰذِهِ مُدَّةٌ ضُرِبَتْ أَجَلًا لِلْبَيْنُوْنَةِ فَتَتَنَصَّفُ بِالرِّقِّ كَمُدَّةِ الْعِدَّةِ۔

اور جب شوہر ایسی عورت سے ایلاء کرے جسے پہلے رجعی طلاق دی جا چکی ہو تو مرد ایلاء کرنے والا شمار ہوگا' لیکن اگر اسے بائنہ طلاق ہو چکی ہو اور اس کے ساتھ ایلاء کرے' تو یہ ایلاء ثابت نہیں ہوگا' اس کی دلیل یہ ہے: پہلی صورت میں میاں بیوی کا رشتہ قائم ہے اور دوسری صورت میں یہ قائم نہیں رہتا کیونکہ قرآن پاک سے یہ ثابت ہے' ایلاء صرف بیوی کے ساتھ ہو سکتا ہے' اس لیے اگر ایلاء کی مدت گزرنے سے پہلے' عورت کی عدت ختم ہوگئی' تو ایلاء بھی ساقط ہو جائے گا' کیونکہ ایلاء کا محل باقی نہیں رہا۔ اگر مرد نے کسی اجنبی عورت سے یہ کہہ دیا: اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ قربت نہیں کروں گا' یا تم میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہو اور پھر وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کر لے تو وہ ایلاء کرنے والا شمار نہیں ہوگا اور نہ ہی ظہار کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ یہ قول اپنے آغاز میں ہی باطل شمار ہو گیا' کیونکہ اجنبی عورت (ایلاء یا ظہار) کا محل نہیں ہوتی' لہٰذا یہ قول درست شمار نہیں ہوگا۔ لیکن اگر مرد اس عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' تو اسے کفارہ دینا پڑے گا' کیونکہ قسم ٹوٹنے کی صورت پائی جا رہی ہے' کیونکہ مرد کے حق میں قسم منعقد ہوگئی تھی۔ کنیز کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے' کیونکہ اسی مدت کو ان کے لئے علیحدگی کی آخری حد قرار دیا گیا ہے' لہٰذا عدت کی مدت کی طرح' غلامی کی دلیل سے' یہ مدت بھی نصف ہو جائے گی۔

ایلاء کرنے والا شخص' یا اس کی بیوی بیمار ہوں' تو ان کا حکم

﴿وَإِنْ كَانَ الْمُوْلِيْ مَرِيْضًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ أَوْ كَانَتْ مَرِيْضَةً أَوْ رَتْقَاءَ أَوْ صَغِيْرَةً لَا تُجَامَعُ أَوْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مَسَافَةٌ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهَا فِيْ مُدَّةِ الْإِيلَاءِ فَفَيْؤُهُ أَنْ يَقُوْلَ بِلِسَانِهِ فِئْتُ إِلَيْهَا فِيْ مُدَّةِ الْإِيلَاءِ، فَإِنْ قَالَ ذٰلِكَ سَقَطَ الْإِيلَاءُ﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا فَيْءَ إِلَّا بِالْجِمَاعِ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الطَّحَاوِيُّ، لِأَنَّهُ لَوْ كَانَ فَيْئًا لَكَانَ حِنْثًا ۔ وَلَنَا أَنَّهُ آذَاهَا بِذِكْرِ الْمَنْعِ فَيَكُوْنُ إِرْضَاؤُهَا بِالْوَعْدِ بِاللِّسَانِ، وَإِذَا ارْتَفَعَ الظُّلْمُ لَا يُجَازَى بِالطَّلَاقِ ﴿وَلَوْ قَدَرَ عَلَى الْجِمَاعِ فِي الْمُدَّةِ بَطَلَ ذٰلِكَ الْفَيْءُ وَصَارَ فَيْؤُهُ بِالْجِمَاعِ﴾ لِأَنَّهُ قَدَرَ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ بِالْخَلَفِ ۔

اور اگر ایلاء کرنے والا شخص بیمار ہو صحبت کرنے پر قادر نہ ہو یا عورت بیمار ہو یا کوئی اور جسمانی عیب ہو یا عورت نابالغ ہو جس کے ساتھ صحبت نہ کی جاسکتی ہو یا میاں بیوی کے درمیان اتنی دوری ہو کہ ایلاء کی مدت تک مرد عورت تک نہ پہنچ سکتا ہو تو اس کے لئے رجوع کا طریقہ یہ ہوگا: وہ اپنی زبان کے ذریعے یہ کہے: میں نے ایلاء کی مدت میں اس سے رجوع کیا' جب وہ یہ الفاظ کہہ دے گا: تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: صرف صحبت کے ذریعے رجوع ثابت ہوسکتا ہے امام طحاوی بھی اسی بات کے قائل ہیں اس کی دلیل یہ ہے: اگر اس عمل کو رجوع قرار دیا جائے' تو یہ قسم توڑنا بھی ہونا چاہئے۔ ہماری دلیل یہ ہے: مرد نے صحبت سے رکنے کا ذکر کر کے عورت کو تکلیف دی اب عورت کو راضی کرنا بھی اسی طریقے کے ساتھ ہوگا' جب اس کے ساتھ زبانی طور پر یہ وعدہ کرلے' نیز جب زیادتی کا ازالہ ہوگیا' تو اب اسے طلاق کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اگر ایلاء کی مدت میں وہ صحبت کرنے پر قادر ہو جائے' تو زبانی طور پر اس کا رجوع کرنا باطل قرار دیا جائے گا' اور پھر عملی طور پر صحبت کے ذریعے رجوع درست ہو سکے گا' کیونکہ وہ رجوع کی اصل صورت پر قادر ہو چکا ہے اور اس سے پہلے وہ اس اصل صورت کے نائب' یعنی زبانی اقرار کے ذریعے اپنے مقصد کو حاصل کر پایا تھا۔

بیوی کو اپنے پر حرام قرار دینے کا حکم

﴿وَاِذَا قَالَ لِامْرَاَتِهٖ اَنْتِ عَلَیَّ حَرَامٌ سُئِلَ عَنْ نِیَّتِهٖ﴾، فَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الْكَذِبَ فَهُوَ كَمَا قَالَ لِاَنَّهٗ نَوٰی حَقِیْقَةَ كَلَامِهٖ، وَقِیْلَ لَا یُصَدَّقُ فِی الْقَضَاءِ لِاَنَّهٗ یَمِیْنٌ ظَاهِرًا ﴿وَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الطَّلَاقَ فَهِیَ تَطْلِیْقَةٌ بَائِنَةٌ اِلَّا اَنْ یَّنْوِیَ الثَّلَاثَ﴾ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِی الْكِنَایَاتِ ﴿وَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ ۔وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَیْسَ بِظِهَارٍ لِانْعِدَامِ التَّشْبِیْهِ بِالْمُحَرَّمَةِ وَهُوَ الرُّكْنُ فِیْهِ ۔وَلَهُمَا اَنَّهٗ اَطْلَقَ الْحُرْمَةَ وَفِی الظِّهَارِ نَوْعُ حُرْمَةٍ وَالْمُطْلَقُ یَحْتَمِلُ الْمُقَیَّدَ ﴿وَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ التَّحْرِیْمَ اَوْ لَمْ اُرِدْ بِهٖ شَیْئًا فَهُوَ یَمِیْنٌ یَصِیْرُ بِهٖ مُوْلِیًا﴾ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِیْ تَحْرِیْمِ الْحَلَالِ اِنَّمَا هُوَ یَمِیْنٌ عِنْدَنَا وَسَنَذْكُرُهٗ فِی الْاَیْمَانِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔وَمِنَ الْمَشَایِخِ مَنْ یَّصْرِفُ لَفْظَةَ التَّحْرِیْمِ اِلَی الطَّلَاقِ مِنْ غَیْرِ نِیَّةٍ بِحُكْمِ الْعُرْفِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

اور اگر شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا: تم میرے لیے حرام ہو' تو مرد سے اس کی نیت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا' اگر وہ یہ کہے: میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا' تو یہ اس کے اس بیان کے مطابق شمار ہوگا' کیونکہ اس نے کلام کے ذریعے اس کے حقیقی معنی مراد لیے ہیں۔ فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: قضاء میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی' کیونکہ یہ الفاظ ظاہری طور پر قسم پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر شوہر نے یہ کہا: میں نے طلاق کی نیت کی تھی' تو ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی' البتہ اگر اس نے تین کی نیت کی ہو' تو (تین طلاقیں ہو جائیں گی) ان کی تفصیل کنایات سے متعلق باب میں گزر چکی ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: ان الفاظ کے

ذریعے میں نے ظہار کی نیت کی تھی' تو اس پر ظہار کا حکم عائد کیا جائے گا۔

یہ شیخین کا مؤقف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی ہے: ''ظہار'' شمار نہیں ہوگا' کیونکہ ان الفاظ میں محرم خواتین کے ساتھ کوئی تشبیہ نہیں ہے' جبکہ ظہار میں ایسی تشبیہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: مرد نے مطلق لفظ ''حرام'' استعمال کیا ہے اور ظہار میں بھی ایک قسم کی حرمت ہوتی ہے اس لیے مطلق میں مقید کا احتمال بہرحال باقی ہوتا ہے۔ اگر شوہر نے یہ کہا: میں نے صرف تحریم مراد لی تھی' یا میں نے اس کے ذریعے' کسی بھی چیز کا ارادہ نہیں کیا تھا' تو مرد کے یہ الفاظ قسم شمار ہوں گے' اور مرد ایلاء کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ حلال چیز کو حرام کرنا' ہمارے نزدیک اصل کے اعتبار سے قسم شمار ہوتا ہے۔ انشاء اللہ قسموں سے متعلق باب میں ہم اس کی وضاحت کریں گے۔ جب مرد نے لفظ تحریم کے ہمراہ کوئی نیت نہ کی ہو' تو بعض مشائخ نے اسے طلاق شمار کیا ہے' کیونکہ عرف میں عام طور پر اس لفظ کے ذریعے یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔

بَابُ الْخُلْعِ

﴿یہ باب خلع کے بیان میں ہے﴾

باب خلع کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے باب خلع کو باب ایلاء سے مؤخر ذکر کیا ہے اس کے دو معانی ہیں۔ ایک معنی یہ ہے کہ ایلاء مال سے خالی ہے لہٰذا اس بنیاد پر وہ طلاق کے زیادہ قریب ہوا اس لئے اس کو باب خلع پر مقدم کیا ہے جبکہ خلع میں مال کا معاوضہ ہوتا ہے۔

اور دوسرا معنی یہ ہے۔ کہ ایلاء کی بنیاد شوہر کی طرف سے نافرمانی ہے جبکہ خلع کی بنیاد بیوی کی طرف سے نافرمانی ہے۔ لہٰذا جانب شوہر کی طرف سے ہونے والے انکار کو مقدم ذکر کیا ہے۔ اور خلع کی خاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جس طرح کہا جاتا ہے "خَالَعَتِ الْمَرْاَۃُ زَوْجَهَا وَاخْتَلَعَتْ مِنْهُ بِمَالِهَا" (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۲۵۶، بیروت)

خلع کا فقہی مفہوم

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زبر کے ساتھ) اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑے اور موزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کر لے مثلاً اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی وسرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی وسرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلاً روپیہ وغیرہ لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی وسرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی وبداطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کرسکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کرسکتی ہو؟ ثابت کی بیوی نے کہا: ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا: تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 475)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بداخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہرحال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلاً مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کرلوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بدصورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحتاً یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کرلے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطليقة بائنة یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

فدیہ کے لفظ میں معاوضہ کا معنی ہے اور معاوضہ میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وفی تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع فدیہ دلیل علی ان فیہ معنی المعاوضۃ ولھذا اعتبر فیہ رضا الزوجین (زادالمعاد)

اور حضور ﷺ نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور اس لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔

فان خفتم سے جملہ شرطیہ شروع ہوتا ہے اور فلاجناح علیھما فیماافتدت بہ جملہ جزائیہ ہے، جزا سے کہیں یہ ثابت نہیں ہورہا کہ اگر زوجین اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو حکام ان کے درمیان تفریق کردیں۔ خلع کی صورت میں شوہر کچھ مالی مفاد حاصل کرلیتا ہے، جبکہ طلاق دینے کی صورت میں مالی فوائد سے یکسر محروم رہتا ہے، اس لئے بجائے طلاق کے شوہر کے لئے خلع باعث کشش ہے، بسا اوقات شوہر خلع دینے پر رضامند ہوتا ہے مگر بیوی یا تو جدائی ہی نہیں چاہتی یا چاہتی ہے مگر جدائی کے بدلے مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالت شوہر کی خواہش پر بیوی کو زبردستی خلع لینے پر مجبور کرسکتی ہے؟ ظاہر ہے عدالت ایسا اختیار نہیں رکھتی پس آیت شریفہ کی رو سے جس طرح بیوی کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

ایک مقدمہ فرض کیجئے کہ شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت طلاق چاہتی ہے مگر مہر نہیں چھوڑنا چاہتی، علیحدگی کی کوئی اور معقول دلیل بھی موجود نہیں اور حکام کو صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ دونوں حدوداللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے، کیا فان خفتم کے خطاب کی دلیل سے حکام زبردستی ان کا نکاح منسوخ اور کالعدم کرسکتے ہیں؟

آیت شریفہ اپنی گفتگو میں میاں بیوی دونوں کو شریک رکھتی ہے ولا یحل لکم سے شوہر کو مال واپس لینے سے منع کردیا گیا ہے، الا ان یخافا سے ایک صورت میں اجازت دی گئی، ان لایقیما حدوداللہ کے الفاظ سے بدل خلع کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، مگر مال کے بدلے علیحدگی کی صورت میں زوجین کو مال کی ادائیگی ووصولی میں گناہ کا شک ہوسکتا تھا، فلا جناح علیھما کے الفاظ سے اس تردد کو زائل کردیا گیا۔

ہر وہ شخص جسے سخن فہمی کا سلیقہ ہو وہ ان علیحدہ علیحدہ جملوں اور آیت شریفہ کے مجموعی تأثر سے یہی مفہوم اخذ کرے گا کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے، جب تک زبان وبیان کے قاعدوں کا خون نہ کیا جائے، اور خواہشات کا رندہ قرآن کریم پر نہ چلایا جائے، اس وقت تک شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا جواز آیت شریفہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں بیوی مل کر نکاح کی صورت میں ایک گرہ لگاتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ گرہ لگنے کے بعد صرف شوہر ہی اسے کھول سکتا ہے، یعنی طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں ہے۔ الذی بیدہ عقدۃ النکاح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

عمرو بن شعیب کی مرفوع روایت میں ہے، جو سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں کہ اس سے مراد شوہر ہے، حضرت علی اور ابن عباس سمیت صحابہ کی اکثریت سے یہی تفسیر منقول ہے، حافظ ابن جریر طبری نے بھی ناقابل انکار دلائل سے یہی ثابت کیا ہے

خلع کی شرطیں بھی وہی ہیں جو طلاق کی ہیں، اور طلاق میں شوہر کی مرضی و اجازت شرط ہے اس لئے خلع میں بھی شوہر کی رضامندی شرط ہے، وشرطه شرط الطلاق (فتاوی ھندیہ: ر) خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔
حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سمیت تمام ائمہ مجتہدین اس نظریئے میں ہم خیال وہم زبان ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے۔

حنفی مسلك: والخلع جائز عند السلطان وغيره لانه عقد يعتمد التراضي (المبسوط)

شافعي مسلك: لان الخلع طلاق فلا يكون لأحد ان يكلف عن احد اب ولا سيد ولا ولي ولا سلطان (الامام الشافعي، مكتبه الازهريه)

مالكي مسلك: وتجبر على الرجوع اليه ان لم يرفراقهما بخلع او بغيره المنتقى)

حنبلی مسلك لانه قطع عقد بالتراضي فاشبه الاقالة ابن قدامة، المغني دار المنار

ظاهري مسلك: الخلع هو الافتداء وانما يجوز بتراضيهما ۔

(ابن حزم، المحلی اداره الطباعة المنيرية)

جب میاں بیوی ایک ساتھ نہ رہ سکتے ہوں، تو خلع جائز ہے

﴿وَاِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا اَنْ لَا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا بَأْسَ بِاَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا بِهِ﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ ﴿فَاِذَا فَعَلَا ذٰلِكَ وَقَعَ بِالْخُلْعِ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ وَلَزِمَهَا الْمَالُ﴾ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿اَلْخُلْعُ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ (١)﴾ وَلِاَنَّهٗ يَحْتَمِلُ الطَّلَاقَ حَتّٰى صَارَ مِنَ الْكِنَايَاتِ، وَالْوَاقِعُ بِالْكِنَايَةِ بَائِنٌ اِلَّا اَنَّ ذِكْرَ الْمَالِ اَغْنٰى عَنِ النِّيَّةِ هُنَا، وَلِاَنَّهَا لَا تُسَلِّمُ الْمَالَ اِلَّا لِتَسْلَمَ لَهَا نَفْسُهَا وَذٰلِكَ بِالْبَيْنُوْنَةِ ۔

جب میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو جائے اور ان دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو اس بارے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنی ذات کے فدیہ کے طور پر کچھ مال دے کے اس کے عوض میں خلع حاصل کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس کے بارے میں جو وہ عورت فدیہ دیتی ہے“۔ جب وہ دونوں ایسا کریں گے تو اس خلع کے نتیجے میں ایک بائنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ عورت کے ذمے مال کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”خلع بائنہ طلاق ہے“۔ دوسری بات یہ ہے: خلع میں طلاق کا احتمال موجود ہوتا ہے یہاں تک کہ لفظ خلع کے ذریعے کنایہ مراد لیا جا سکتا ہے اور کنایہ کے ذریعے ہمیشہ بائنہ طلاق واقع ہوتی ہے البتہ خلع میں جب مال کا ذکر کر دیا جائے تو پھر (طلاق کی) نیت کی ضرورت نہیں رہتی۔ تیسری بات یہ ہے: عورت صرف اسی دلیل سے اپنے ذمے مال کی ادائیگی کو لازم کرتی ہے کہ اس کی ذات اس کے قبضے میں آ جائے (یعنی اسے طلاق بائنہ مل جائے) اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ بائنہ ہو جائے۔

اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو اس کے لئے عوض وصول کرنا مکروہ ہے

﴿وَاِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِهٖ يُكْرَهُ لَهُ اَنْ يَأْخُذَ مِنْهَا عِوَضًا﴾ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ﴾ اِلٰى اَنْ قَالَ ﴿فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ وَلِاَنَّهٗ اَوْحَشَهَا بِالْاِسْتِبْدَالِ فَلَا يَزِيْدُ فِيْ وَحْشَتِهَا بِاَخْذِ الْمَالِ ﴿وَاِنْ كَانَ النُّشُوْزُ مِنْهَا كَرِهْنَا لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهَا﴾ وَفِيْ رِوَايَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ طَابَ الْفَضْلُ اَيْضًا لِاِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا بَدْءًا. وَوَجْهُ الْاُخْرٰى قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ امْرَاَةِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ﴿اَمَّا الزِّيَادَةُ فَلَا (۱)﴾ وَقَدْ كَانَ النُّشُوْزُ مِنْهَا ﴿وَلَوْ اَخَذَ الزِّيَادَةَ جَازَ فِي الْقَضَاءِ﴾ وَكَذٰلِكَ اِذَا اَخَذَ وَالنُّشُوْزُ مِنْهُ لِاَنَّ مُقْتَضٰى مَا تَلَوْنَا شَيْئَانِ الْجَوَازُ حُكْمًا وَالْاِبَاحَةُ، وَقَدْ تُرِكَ الْعَمَلُ فِيْ حَقِّ الْاِبَاحَةِ لِمُعَارِضٍ فَبَقِيَ مَعْمُوْلًا فِي الْبَاقِيْ .

اگر یہ ناپسندیدگی مرد کی طرف سے ہو تو مرد کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ عورت سے عوض وصول کرے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اگر تم ایک بیوی کی بجائے دوسری بیوی لانا چاہتے ہو تو اگرچہ تم پہلی بیوی کو ایک ڈھیر کے برابر (مال) دے چکے ہو تو پھر بھی اس سے کچھ (واپس) نہ لو''۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے: شوہر اس عورت کو چھوڑ کر دوسری بیوی لانے کے ذریعے اسے پریشانی کا شکار کر سکتا ہے تو اب وہ اس سے مال لے کر اسے مزید پریشان نہ کرے۔

لیکن اگر ناپسندیدگی عورت کی طرف سے ہو تو ہمارے نزدیک یہ بات مکروہ ہے کہ مرد عورت سے اس سے زیادہ وصول کرے جو (اس نے مہر کے طور پر) دیا تھا۔ ''الجامع الصغیر'' کی ایک روایت میں یہ بات ہے: اضافی ادائیگی لینا بھی جائز ہوگا اس کی دلیل وہ روایت ہے ہم نے جو روایت آغاز میں نقل کی ہے وہ مطلق ہے۔ دوسری دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: جو حضرت ثابت بن قیس کی اہلیہ کے بارے میں ہے۔ ''جہاں تک اضافی ادائیگی کا تعلق ہے تو وہ نہیں''۔ اس مسئلے میں ناپسندیدگی خاتون کی طرف سے تھی۔ اگر مرد زیادہ وصولی کر لیتا ہے تو قضا کے اعتبار سے یہ جائز ہوگا اسی طرح اگر وہ عوض وصول کر لیتا ہے اور ناپسندیدگی بھی اس کی طرف سے ہو تو (یہ بھی جائز) ہوگا کیونکہ ہم نے جو آیت تلاوت کی ہے اس کا مقتضیٰ دو چیزیں ہیں۔ حکم کے اعتبار سے جائز ہونا اور مباح ہونا اس لئے اباحت کے حق میں عمل ترک کر دیا جائے گا کیونکہ اس کے مقابلے میں چیز موجود ہے تو باقی پر عمل کرنا باقی رہ جائے گا۔

اگر عورت طے کر لے تو اس پر طے شدہ مال کی ادائیگی لازم ہو گی

﴿وَاِنْ طَلَّقَهَا عَلٰى مَالٍ فَقَبِلَتْ وَقَعَ الطَّلَاقُ وَلَزِمَهَا الْمَالُ﴾ لِاَنَّ الزَّوْجَ يَسْتَبِدُّ بِالطَّلَاقِ تَنْجِيْزًا وَتَعْلِيْقًا وَقَدْ عَلَّقَهٗ بِقَبُوْلِهَا، وَالْمَرْاَةُ تَمْلِكُ الْتِزَامَ الْمَالِ لِوِلَايَتِهَا عَلٰى نَفْسِهَا، وَمِلْكُ النِّكَاحِ مِمَّا يَجُوْزُ الْاِعْتِيَاضُ عَنْهُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَالًا كَالْقِصَاصِ ﴿وَكَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا﴾ لِمَا

بَيَّنَّا وَلِاَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِالنَّفْسِ وَقَدْ مَلَكَ الزَّوْجُ اَحَدَ الْبَدَلَيْنِ فَتَمْلِكُ هِيَ الْاٰخَرَ وَهِيَ النَّفْسُ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ ۔

اور اگر شوہر نے مال کے عوض طلاق دی اور عورت نے اسے قبول کر لیا تو طلاق ہو جائے گی اور عورت کے ذمے مال کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے: شوہر کو اس وقت فوری طور پر یا بعد میں معلق طور پر طلاق دینے کا اختیار حاصل ہے اور مذکورہ صورت میں اس نے طلاق کو عورت کی قبولیت کے ساتھ معلق کر دیا ہے۔ اس طرح عورت چونکہ اپنی ذات کے بارے میں اختیار رکھتی ہے تو اسے اپنے ذمے مال کی ادائیگی لازم کرنے کا بھی اختیار ہونا چاہئے اور ملک نکاح ایک ایسی چیز ہے جس میں عوض لینا جائز ہے اگر چہ وہ مال نہیں ہے جیسا کہ قصاص کا یہی حکم ہے اور طلاق بائنہ ہو جائے گی اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ جان کے بدلے میں مال کا معاوضہ ہے تو جب مرد ایک بدل کا مالک بن جائے گا تو دوسرے بدل یعنی نفس کی مالک عورت ہو جائے گی تاکہ برابری کا حکم ہو سکے۔

خلع میں عوض باطل ہونے کا حکم

قَالَ ﴿وَاِنْ بَطَلَ الْعِوَضُ فِي الْخُلْعِ مِثْلَ اَنْ يُخَالِعَ الْمُسْلِمُ عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ اَوْ مَيْتَةٍ فَلَا شَيْءَ لِلزَّوْجِ وَالْفُرْقَةُ بَائِنَةٌ، وَاِنْ بَطَلَ الْعِوَضُ فِي الطَّلَاقِ كَانَ رَجْعِيًّا﴾ فَوُقُوْعُ الطَّلَاقِ فِي الْوَجْهَيْنِ لِلتَّعْلِيْقِ بِالْقَبُوْلِ وَافْتِرَاقُهُمَا فِي الْحُكْمِ لِاَنَّهُ لَمَّا بَطَلَ الْعِوَضُ كَانَ الْعَامِلُ فِي الْاَوَّلِ لَفْظُ الْخُلْعِ وَهُوَ كِنَايَةٌ، وَفِي الثَّانِي الصَّرِيْحُ وَهُوَ يَعْقُبُ الرَّجْعَةَ وَاِنَّمَا لَمْ يَجِبْ لِلزَّوْجِ شَيْءٌ عَلَيْهَا لِاَنَّهَا مَا سَمَّتْ مَالًا مُتَقَوَّمًا حَتّٰى تَصِيْرَ غَارَّةً لَهُ، وَلِاَنَّهُ لَا وَجْهَ اِلٰى اِيْجَابِ الْمُسَمّٰى لِلْاِسْلَامِ وَلَا اِلٰى اِيْجَابِ غَيْرِهِ لِعَدَمِ الْاِلْتِزَامِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا خَالَعَ عَلٰى خَلٍّ بِعَيْنِهِ فَظَهَرَ اَنَّهُ خَمْرٌ لِاَنَّهَا سَمَّتْ مَالًا فَصَارَ مَغْرُوْرًا، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا كَاتَبَ اَوْ اَعْتَقَ عَلٰى خَمْرٍ حَيْثُ تَجِبُ قِيْمَةُ الْعَبْدِ لِاَنَّ مِلْكَ الْمَوْلٰى فِيْهِ مُتَقَوَّمٌ وَمَا رَضِيَ بِزَوَالِهِ مَجَّانًا، اَمَّا مِلْكُ الْبُضْعِ فِيْ حَالَةِ الْخُرُوْجِ غَيْرُ مُتَقَوَّمٍ عَلٰى مَا نَذْكُرُ، وَبِخِلَافِ النِّكَاحِ لِاَنَّ الْبُضْعَ فِيْ حَالَةِ الدُّخُوْلِ مُتَقَوَّمٌ، وَالْفِقْهُ اَنَّهُ شَرِيْفٌ فَلَمْ يَشْرَعْ تَمَلُّكَهُ اِلَّا بِعِوَضٍ اِظْهَارًا لِشَرَفِهِ، فَاَمَّا الْاِسْقَاطُ فَنَفْسُهُ شَرَفٌ فَلَا حَاجَةَ اِلٰى اِيْجَابِ الْمَالِ ۔ قَالَ ﴿وَمَا جَازَ اَنْ يَكُوْنَ مَهْرًا جَازَ اَنْ يَكُوْنَ بَدَلًا فِي الْخُلْعِ﴾ لِاَنَّ مَا يَصْلُحُ عِوَضًا لِلْمُتَقَوَّمِ اَوْلٰى اَنْ يَصْلُحَ عِوَضًا لِغَيْرِ الْمُتَقَوَّمِ ۔

فرمایا: اور اگر خلع میں عوض باطل ہو جیسے کوئی مسلمان شراب، خنزیر یا مردار کے عوض خلع کرے تو شوہر کو کچھ نہیں ملے گا اور علیحدگی بائنہ طور پر ہو گی لیکن اگر طلاق میں عوض باطل ہو تو رجعی طلاق ہوتی ہے۔ البتہ دونوں صورتوں میں طلاق کا وقوع قبول

کرنے پر ہوگا اور حکم میں دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے اس کی دلیل یہ ہے: عوض باطل ہوگا' تو پہلی صورت میں عمل کرنے والا لفظ خلع ہوگا جو کہ ''کنایہ'' ہے اور دوسری صورت میں لفظ ''صریح'' ہوگا جو رجعت لے کر آتا ہے البتہ عورت کے ذمے کسی بھی چیز کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی جو شوہر کو ادا کی جائے اس کی دلیل یہ ہے: اس نے ایسی کسی چیز کو مقرر نہیں کیا جو قیمت رکھتی ہو اسے مرد کے ساتھ دھوکے کرنے والی قرار دیا جائے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے: اس نے جس چیز کو معاوضہ مقرر کیا ہے وہ اسلام کی دلیل سے قابل قبول نہیں ہے اور اس چیز کے علاوہ' کسی دوسری چیز کی ادائیگی بھی عورت کے ذمے لازم نہیں کی گئی۔ اس کی دلیل یہ ہے: عورت نے کسی اور چیز کی ادائیگی کو اپنے ذمے نہیں لیا۔

البتہ جب شوہر نے کسی متعین سرکے کے عوض خلع کیا ہو اور بعد میں وہ شراب نکل آئے (تو حکم مختلف ہوگا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت نے مال متعین کر لیا تھا اور اس طرح شوہر کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ اس کے برخلاف جب کوئی شخص اپنے غلام کو شراب کے عوض میں آزاد کر دے یا مکاتب بنالے تو اس صورت میں مالک غلام کی قیمت کو وصول کرے گا' کیونکہ آقا جس چیز کا مالک ہے وہ ایک قیمت والی چیز ہے اور وہ اپنی ملکیت کو کسی معاوضہ کے بغیر زائل کرنے پر رضامند نہیں ہوگا۔ جہاں تک ملک بضع کا تعلق ہے تو وہ طلاق کی دلیل سے باقیمت مال نہیں رہتا' اس کی تفصیل ہم عنقریب بیان کریں گے' جبکہ شراب کے عوض نکاح کرنے کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ عورت سے تمتع کا حق رکھنا ایک باقیمت چیز شمار ہوگا۔ اس میں مفہوم یہ ہے: عورت سے تمتع قابل احترام ہے اور شریعت نے اس چیز کو درست قرار نہیں دیا کہ عوض کے بغیر اس کا مالک بنا جائے اس کی دلیل یہ ہے' اس کے شرف واحترام کو نمایاں کیا جاسکے' لیکن اگر شوہر عورت سے اس کے حق کو زائل کر دے' تو وہ از خود قابل احترام ہے اس لئے مال کو واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ فرماتے ہیں: جو بھی چیز مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے' اسے خلع میں معاوضے کے طور پر قبول کیا جاسکتا ہے' کیونکہ ہر وہ باقیمت چیز تمتع کے حق کا عوض بن سکتی ہے وہ اس چیز کا عوض بدرجہ اولیٰ بن سکتی ہے' جو باقیمت نہ ہو۔

جب عورت نے جو کچھ ہاتھ میں ہے اس پر خلع کیا

﴿فَإِنْ قَالَتْ لَهُ خَالِعْنِي عَلٰى مَا فِي يَدِي فَخَالَعَهَا فَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ عَلَيْهَا﴾ لِأَنَّهَا لَمْ تَغُرَّهُ بِتَسْمِيَةِ الْمَالِ ﴿وَإِنْ قَالَتْ خَالِعْنِي عَلٰى مَا فِي يَدِي مِنْ مَالٍ فَخَالَعَهَا فَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ رَدَّتْ عَلَيْهِ مَهْرَهَا﴾ لِأَنَّهَا لَمَّا سَمَّتْ مَالًا لَمْ يَكُنِ الزَّوْجُ رَاضِيًا بِالزَّوَالِ إِلَّا بِعِوَضٍ، وَلَا وَجْهَ إِلَى إِيجَابِ الْمُسَمّٰى وَقِيمَتِهِ لِلْجَهَالَةِ وَلَا إِلَى قِيمَةِ الْبُضْعِ: أَعْنِي مَهْرَ الْمِثْلِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ حَالَةَ الْخُرُوجِ فَتَعَيَّنَ إِيجَابُ مَا قَامَ بِهِ عَلَى الزَّوْجِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ ﴿وَلَوْ قَالَتْ خَالِعْنِي عَلٰى مَا فِي يَدِي مِنْ دَرَاهِمَ أَوْ مِنَ الدَّرَاهِمِ فَفَعَلَ فَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْءٌ فَعَلَيْهَا ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ﴾ لِأَنَّهَا سَمَّتِ الْجَمْعَ وَأَقَلُّهُ ثَلَاثَةٌ، وَكَلِمَةُ مِنْ هَاهُنَا لِلصِّلَةِ دُونَ التَّبْعِيضِ لِأَنَّ الْكَلَامَ يَخْتَلُّ بِدُونِهِ .

اور اگر بیوی نے شوہر سے یہ کہا: میرے پاس جو مال ہے اس کے عوض مجھ سے خلع کرلو اور مرد اس بات کو تسلیم کرے اور عورت کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو عورت کو اپنا مہر مرد کو واپس کرنا ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: جب عورت نے مال کا نام لیا تو اس سے یہ پتہ چل گیا کہ شوہر عوض کے بغیر اپنی ملکیت کو زائل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اور عورت نے جس کو مال قرار دیا تھا اس کے لازم کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اس کی قیمت کو بھی لازم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ چیز تو معلوم ہی نہیں ہے تو عورت پر تمتع کے حق کا معاوضہ یعنی مہر مثل بھی لازم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خروج کی حالت میں بضع مال متقوم نہیں ہوتی ہے۔ اب صرف ایک ہی صورت باقی رہ جائے گی کہ مرد نے جو کچھ اسے ادا کیا تھا اس کی ادائیگی عورت پر لازم کردی جائے تاکہ شوہر کے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔ اگر عورت نے یہ کہا ہو: میرے ہاتھ میں جو دراہم ہیں اس کے عوض مجھ سے خلع کرلو اور شوہر خلع کرے لیکن عورت کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہو تو عورت کو تین درہم کی ادائیگی لازم ہوگی کیونکہ عورت نے اپنے الفاظ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین افراد پر ہوتا ہے اسی طرح لفظ "من" بیان کے طور پر ہے یہ تبعیض کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: لفظ "من" کے بغیر کلام میں خلل واقع ہو جائے گا۔

مفرور غلام کے عوض میں خلع لینے کا حکم

﴿فَإِنْ اخْتَلَعَتْ عَلٰى عَبْدٍ لَهَا آبِقٍ عَلٰى أَنَّهَا بَرِيئَةٌ مِنْ ضَمَانِهِ لَمْ تَبْرَأْ وَعَلَيْهَا تَسْلِيمُ عَيْنِهِ إِنْ قَدَرَتْ وَتَسْلِيمُ قِيمَتِهِ إِنْ عَجَزَتْ﴾ لِأَنَّهُ عَقْدُ الْمُعَاوَضَةِ فَيَقْتَضِي سَلَامَةَ الْعِوَضِ، وَاشْتِرَاطُ الْبَرَاءَةِ عَنْهُ شَرْطٌ فَاسِدٌ فَيَبْطُلُ إِلَّا أَنَّ الْخُلْعَ لَا يَبْطُلُ بِالشُّرُوطِ الْفَاسِدَةِ، وَعَلٰى هٰذَا النِّكَاحُ

اور اگر عورت کسی ایسے غلام کے عوض خلع کرے جو مفرور ہو اور یہ شرط بھی عائد کردے کہ اس غلام کی میری طرف سے کوئی ضمانت نہیں ہے تو وہ عورت بری الذمہ نہیں ہوگی اور اسے وہی غلام ادا کرنا ہوگا اگر وہ اس پر قادر ہو جاتی ہے اور اگر قادر نہیں ہوتی تو اسے اس غلام کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے: معاوضے کا عقد ہے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عوض کو سلامتی کے ساتھ (ادا کیا جائے) اور اس سے بری ہونے کو شرط مقرر کرنا یہ ایک فاسد شرط ہے لہٰذا یہ باطل قرار دی جائے گی البتہ خلع باطل شرائط کے نتیجے میں خود باطل نہیں ہوتا اور یہی حکم نکاح کا بھی ہے۔

طلاق کے مطالبے اور خلع کے عوض میں فرق کا حکم

﴿وَإِذَا قَالَتْ طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِأَلْفٍ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً فَعَلَيْهَا ثُلُثُ الْأَلْفِ﴾ لِأَنَّهَا لَمَّا طَلَبَتِ الثَّلَاثَ بِأَلْفٍ فَقَدْ طَلَبَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ بِثُلُثِ الْأَلْفِ، وَهٰذَا لِأَنَّ حَرْفَ الْبَاءِ يَصْحَبُ الْأَعْوَاضَ وَالْعِوَضُ يَنْقَسِمُ عَلَى الْمُعَوَّضِ وَالطَّلَاقُ بَائِنٌ لِوُجُوبِ الْمَالِ ﴿وَإِنْ قَالَتْ طَلِّقْنِي ثَلَاثًا عَلٰى أَلْفٍ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَيَمْلِكُ الرَّجْعَةَ. وَقَالَا هِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ بِثُلُثِ الْأَلْفِ﴾ لِأَنَّ كَلِمَةَ عَلٰى بِمَنْزِلَةِ الْبَاءِ فِي الْمُعَاوَضَاتِ، حَتّٰى إِنَّ قَوْلَهُمْ

اِحْمِلْ هٰذَا الطَّعَامَ بِدِرْهَمٍ اَوْ عَلٰی دِرْهَمٍ سَوَاءٌ. وَلَهٗ اَنَّ کَلِمَةَ عَلٰی لِلشَّرْطِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿يُبَايِعْنَكَ عَلٰی اَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ عَلٰی اَنْ تَدْخُلِي الدَّارَ كَانَ شَرْطًا، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ لِلُّزُوْمِ حَقِيْقَةً، وَاسْتُعِيْرَ لِلشَّرْطِ لِاَنَّهٗ يُلَازِمُ الْجَزَاءَ، وَاِذْ كَانَ لِلشَّرْطِ فَالْمَشْرُوْطُ لَا يَتَوَزَّعُ عَلٰی اَجْزَاءِ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ الْبَاءِ لِاَنَّهٗ لِلْعِوَضِ عَلٰی مَا مَرَّ، وَاِذَا لَمْ يَجِبِ الْمَالُ كَانَ مُبْتَدَاً فَوَقَعَ الطَّلَاقُ وَيَمْلِكُ الرَّجْعَةَ

اور جب عورت یہ کہے: ایک ہزار کے عوض میں مجھے تین طلاق دے دو اور مرد اسے ایک طلاق دیدے تو عورت کے ذمے ایک ہزار کا تیسرا حصہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: جب اس نے تین طلاقوں کا مطالبہ ایک ہزار کے عوض میں کیا تھا' تو گویا اس نے ہر ایک طلاق کو ایک ہزار کے ایک تہائی کے عوض میں طلب کیا اس کی دلیل یہ بھی ہے: حرف ''ب'' عوض کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے' اور عوض اپنے متبادل پر تقسیم ہو جاتا ہے اور یہ طلاق بائنہ ہوگی' کیونکہ مال کی ادائیگی لازم ہوگئی ہے۔ اگر عورت نے یہ کہا ہو: ایک ہزار پر تین طلاقیں دے دو' تو مرد ایک طلاق دیدے' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوئی بھی ادائیگی واجب نہیں ہوگی اور مرد طلاق سے رجوع کرنے کا مالک ہوگا۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: یہ طلاق واقع ہو جائے گی' اور عورت کو ایک ہزار کا ایک تہائی حصہ ادا کرنا ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک حرف ''علی'' بھی معاوضے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح سے اس مفہوم میں استعمال ہوتا ہے' جیسا کہ لوگوں کا محاورہ ہے ''اس اناج کو ایک درہم کے عوض میں اٹھا کر لے جاؤ' یا ایک درہم پر اٹھا کر لے جاؤ' یہ دونوں ایک جیسا مفہوم رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: لفظ ''علی'' شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''یہ عورتیں اس شرط پر تمہاری بیعت کریں گی کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گی''۔ جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: ''تمہیں طلاق ہے اس شرط پر کہ تم گھر میں داخل ہو جاؤ'' تو یہاں بھی ''علی'' شرط کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ حقیقت لازم کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسے استعارے کے طور پر شرط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' کیونکہ شرط اپنی جزا کے ساتھ لازم ہو جاتی ہے۔ تو جب یہ شرط کے لئے استعمال ہوگا' تو مشروط چیز شرط کے اجزاء پر تقسیم نہیں ہوتی جبکہ ''ب'' اس کا حکم مختلف ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں: وہ عوض کے لئے استعمال ہوتا ہے' تو جب مال کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی' تو یہ شوہر کی طرف سے ابتدائی طلاق ہوگی اور اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

خلع سے متعلق ایک ذیلی صورت کا حکم

﴿وَلَوْ قَالَ الزَّوْجُ طَلِّقِي نَفْسَكِ ثَلَاثًا بِاَلْفٍ اَوْ عَلٰی اَلْفٍ فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً لَمْ يَقَعْ شَيْءٌ﴾ لِاَنَّ الزَّوْجَ مَا رَضِيَ بِالْبَيْنُوْنَةِ اِلَّا لِتَسْلَمَ لَهُ الْاَلْفُ كُلُّهَا، بِخِلَافِ قَوْلِهَا طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِاَلْفٍ لِاَنَّهَا لَمَّا رَضِيَتْ بِالْبَيْنُوْنَةِ بِاَلْفٍ كَانَتْ بِبَعْضِهَا اَرْضٰی ﴿وَلَوْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ عَلٰی اَلْفٍ فَقَبِلَتْ طُلِّقَتْ وَعَلَيْهَا الْاَلْفُ وَهُوَ كَقَوْلِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ بِاَلْفٍ﴾ وَلَا بُدَّ مِنَ الْقَبُوْلِ فِي الْوَجْهَيْنِ

لِاَنَّ مَعْنٰی قَوْلِهٖ بِاَلْفٍ بِعِوَضِ اَلْفٍ یَجِبُ لِیْ عَلَیْكِ، وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ عَلٰی اَلْفٍ عَلٰی شَرْطِ اَلْفٍ یَكُوْنُ لِیْ عَلَیْكِ، وَالْعِوَضُ لَا یَجِبُ بِدُوْنِ قَبُوْلِهٖ، وَالْمُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ لَا یَنْزِلُ قَبْلَ وُجُوْدِهٖ .وَالطَّلَاقُ بَائِنٌ لِمَا قُلْنَا .

اور اگر شوہر نے یہ کہا: ایک ہزار کے عوض میں' یا ایک ہزار پر' اپنے آپ کو تین طلاقیں دے دو' تو وہ عورت اپنے آپ کو ایک طلاق دیدے' تو کچھ واقع نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: شوہر مکمل علیحدگی پر اس وقت راضی شمار ہوگا۔ جب پورے ایک ہزار اس کے سپرد کیے جائیں اس کے برخلاف جب عورت یہ کہے: تم مجھے ایک ہزار کے عوض تین طلاقیں دے دو تو اس کا حکم مختلف ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: عورت ایک ہزار کے عوض علیحدگی پر راضی ہے' تو وہ اس کے بعض حصے کے عوض میں بدرجہ اولیٰ علیحدگی پر راضی ہوگی۔

اگر شوہر نے یہ کہا: تمہیں ایک ہزار پر طلاق ہے اور عورت اس بات کو قبول کرلے تو عورت کو طلاق ہوجائے گی' اور اس کے ذمے ایک ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی یہ ان الفاظ کی طرح ہے ''ایک ہزار کے عوض تمہیں طلاق ہے''۔ دونوں صورتوں میں قبول کرنا لازم ہوگا' کیونکہ مرد کے الفاظ ''بالف'' کا مطلب یہ ہے: ایک ہزار کے عوض میں جو میرے لئے تم پر واجب ہوجائیں گے' اور مرد کے یہ الفاظ ''علی'' کا مطلب یہ ہے: اس شرط پر کہ تمہاری طرف سے ایک ہزار مجھے ملیں گے' اور عوض اسی وقت لازم ہوگا' جب اسے قبول کیا جائے' اور جس چیز کو شرط کے ساتھ معلق کیا جائے وہ شرط کے وجود سے پہلے ثابت نہیں ہوتی اور اس صورت میں طلاق بائنہ ہوگی' جس کی دلیل ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

شوہر کا بیوی کو ایک ہزار کے بدلے میں طلاق دینے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ وَعَلَیْكِ اَلْفٌ فَقَبِلَتْ، وَقَالَ لِعَبْدِهٖ اَنْتَ حُرٌّ وَعَلَیْكَ اَلْفٌ فَقَبِلَ عَتَقَ الْعَبْدُ وَطَلُقَتِ الْمَرْاَةُ، وَلَا شَیْءَ عَلَیْهِمَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ﴾ وَكَذَا اِذَا لَمْ یَقْبَلَا ﴿وَقَالَا عَلٰی كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْاَلْفُ اِذَا قَبِلَ﴾ وَاِذَا لَمْ یَقْبَلْ لَا یَقَعُ الطَّلَاقُ وَالْعَتَاقُ .لَهُمَا اَنَّ هٰذَا الْكَلَامَ یُسْتَعْمَلُ لِلْمُعَاوَضَةِ، فَاِنَّ قَوْلَهُمْ احْمِلْ هٰذَا الْمَتَاعَ وَلَكَ دِرْهَمٌ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِمْ بِدِرْهَمٍ .وَلَهٗ اَنَّهٗ جُمْلَةٌ تَامَّةٌ فَلَا تَرْتَبِطُ بِمَا قَبْلَهَا اِلَّا بِدَلَالَةٍ، اِذِ الْاَصْلُ فِیْهَا الِاسْتِقْلَالُ وَلَا دَلَالَةَ، لِاَنَّ الطَّلَاقَ وَالْعَتَاقَ یَنْفَكَّانِ عَنِ الْمَالِ، بِخِلَافِ الْبَیْعِ وَالْاِجَارَةِ لِاَنَّهُمَا لَا یُوْجَدَانِ دُوْنَهٗ .

اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: تمہیں طلاق ہے اور تم پر ایک ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی اور عورت قبول کرے یا وہ شخص اپنے غلام سے یہ کہے: تم آزاد ہو اور تم پر ایک ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی اور غلام اس بات کو قبول کرے' تو وہ آزاد ہوجائے گا' اور عورت کو طلاق ہوجائے گی' لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان دونوں پر کوئی ادائیگی لازم نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر وہ دونوں

اسے قبول نہیں کرتے (تو یہی حکم ہے) صاحبین یہ فرماتے ہیں: جب وہ قبول کرلیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر ایک ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی اور اگر وہ قبول نہیں کرتے تو نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ وہ غلام آزاد ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے: یہ کلام معاوضے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے لوگ کہتے ہیں: تم یہ سامان اٹھالو تمہیں ایک درہم دینا ہوگا' تو یہ اسی طرح ہے: یہ ایک درہم کے عوض میں ہے۔
امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: یہ جملہ مکمل ہے' اس لئے یہ اپنے ماقبل کے ساتھ کسی دلالت کی دلیل سے ہی مربوط ہوگا' کیونکہ اس میں اصل کے اعتبار سے استقلال کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہاں کوئی دلالت نہیں پائی جارہی کیونکہ طلاق اور غلام آزاد ہونا' عوض کے بغیر بھی ہو سکتے ہیں۔ خرید و فروخت اور اجارہ کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ یہ دونوں مال کے بغیر نہیں پائے جا سکتے۔

خلع میں اختیار کی شرط عائد کرنا

﴿وَلَوْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ عَلٰى اَلْفٍ عَلٰى اَنِّي بِالْخِيَارِ اَوْ عَلٰى اَنَّكِ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَقَبِلَتْ فَالْخِيَارُ بَاطِلٌ اِذَا كَانَ لِلزَّوْجِ، وَهُوَ جَائِزٌ اِذَا كَانَ لِلْمَرْاَةِ، فَاِنْ رَدَّتْ الْخِيَارَ فِي الثَّلَاثِ بَطَلَ، وَاِنْ لَمْ تَرُدَّ طَلُقَتْ وَلَزِمَهَا الْاَلْفُ﴾ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ ﴿وَقَالَا: الْخِيَارُ بَاطِلٌ فِي الْوَجْهَيْنِ، وَالطَّلَاقُ وَاقِعٌ وَعَلَيْهَا اَلْفُ دِرْهَمٍ﴾ لِاَنَّ الْخِيَارَ لِلْفَسْخِ بَعْدَ الْاِنْعِقَادِ لَا لِلْمَنْعِ مِنَ الْاِنْعِقَادِ، وَالتَّصَرُّفَانِ لَا يَحْتَمِلَانِ الْفَسْخَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ لِاَنَّهُ فِيْ جَانِبِهٖ يَمِيْنٌ وَمِنْ جَانِبِهَا شَرْطُهَا. وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَنَّ الْخُلْعَ فِي جَانِبِهَا بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ حَتّٰى يَصِحَّ رُجُوْعُهَا، وَلَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى مَا وَرَاءِ الْمَجْلِسِ فَيَصِحُّ اشْتِرَاطُ الْخِيَارِ فِيْهِ، اَمَّا فِيْ جَانِبِهٖ يَمِيْنٌ حَتّٰى لَا يَصِحُّ رُجُوْعُهُ وَيَتَوَقَّفُ عَلٰى مَا وَرَاءِ الْمَجْلِسِ، وَلَا خِيَارَ فِي الْاَيْمَانِ، وَجَانِبُ الْعَبْدِ فِي الْعَتَاقِ مِثْلُ جَانِبِهَا فِي الطَّلَاقِ.

اور اگر مرد یہ کہے: تمہیں ایک ہزار پر طلاق ہے' اس شرط پر کہ تین دن تک مجھے اختیار حاصل ہوگا' یا تین دن تک تمہیں اختیار حاصل ہوگا اور عورت اس بات کو قبول کرے' تو یہ اختیار باطل ہوجائے گا۔ اگر یہ شوہر کے لئے ہو اور اگر یہ عورت کے لئے ہو' تو جائز ہوگا اور اگر وہ تین دن میں اس اختیار کو مسترد کردے' تو وہ باطل ہوجائے گا' اور اگر مسترد نہیں کرتی ہے' تو اسے طلاق ہو جائے گی' اور اس کے ذمے ایک ہزار کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں: دونوں صورتوں میں اختیار باطل ہوجائے گا' اور طلاق واقع ہوجائے گی' اور عورت کے ذمے ایک ہزار درہم کی ادائیگی لازم ہوجائے گی۔
اس کی دلیل یہ ہے: یہ انعقاد کے بعد فسخ کا اختیار ہے' نہ کہ انعقاد سے روکنے کا اختیار ہے اور یہ دونوں تصرف دونوں طرف سے فسخ کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ مرد کی طرف سے یمین ہے (یعنی مشروط کرنا ہے) اور عورت کی طرف سے شرط ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف میں خلع سودے کی طرح ہے' یہاں تک کہ عورت کا رجوع کرنا درست ہوگا اور یہ بات

مجلس سے باہر ہونے پر موقوف نہیں ہوگی۔ لہٰذا اس بارے میں اختیار کو شرط رکھنا درست ہوگا جہاں تک مرد کے پہلو کا تعلق ہے کہ یہ یمین ہے' اس کا طلاق کے بارے میں رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اور یہ ماوراء مجلس پر موقوف ہوگا۔ جبکہ یمین میں اس نوعیت کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔ آزاد ہونے میں غلام کی حیثیت وہی ہوتی ہے' جو طلاق ہونے میں عورت کی ہوتی ہے۔

خلع قبول کرنے میں اختلاف کا بیان

﴿وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ طَلَّقْتُكِ اَمْسِ عَلٰى اَلْفِ دِرْهَمٍ فَلَمْ تَقْبَلِي فَقَالَتْ قَبِلْتُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الزَّوْجِ، وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ بِعْتُ مِنْكَ هٰذَا الْعَبْدَ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ اَمْسِ فَلَمْ تَقْبَلْ فَقَالَ: قَبِلْتُ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُشْتَرِي﴾ وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الطَّلَاقَ بِالْمَالِ يَمِيْنٌ مِنْ جَانِبِهٖ فَالْاِقْرَارُ بِهٖ يَكُوْنُ اِقْرَارًا بِالشَّرْطِ لِصِحَّتِهٖ بِدُوْنِهٖ، اَمَّا الْبَيْعُ فَلَا يَتِمُّ اِلَّا بِالْقَبُوْلِ وَالْاِقْرَارُ بِهٖ اِقْرَارٌ بِمَا لَا يَتِمُّ اِلَّا بِهٖ فَاِنْكَارُهُ الْقَبُوْلَ رُجُوْعٌ مِنْهُ ۔

اور جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: میں نے گزشتہ کل ایک ہزار درہم کے عوض میں طلاق دیدی تھی لیکن تم نے قبول نہیں کی تھی اور عورت یہ کہے: میں نے قبول کر لی تھی' تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ لیکن جو شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے: میں نے تمہیں یہ غلام کل ایک ہزار درہم کے عوض میں فروخت کیا تھا اور تم نے قبول نہیں کیا تھا اور وہ شخص کہے: میں نے قبول کر لیا تھا' تو اس بارے میں خریدار کا قول معتبر ہوگا۔ فرق کی دلیل یہ ہے: مال کے عوض طلاق مرد کی طرف سے یمین ہے' لہٰذا اس کے بارے میں اقرار کرنا شرط کے بارے میں اقرار کرنا نہیں ہوگا' کیونکہ یہ اس کے بغیر بھی درست ہوتی ہے' لیکن جہاں تک خرید و فروخت کا تعلق ہے' تو یہ صرف قبول کے ذریعے ہی مکمل ہوتی ہے اور اس کے بارے میں اقرار کرنا اس چیز کے بارے میں اقرار کرنا ہے' جو صرف اسی کے ہمراہ مکمل ہو سکتی ہے۔ اس لئے فروخت کنندہ کا (خریدار کے) قبول کرنے کا انکار کرنا' اس کی طرف سے رجوع کرنا شمار ہوگا۔

مبارات کا خلع کی طرح ہونے کا بیان

قَالَ ﴿وَالْمُبَارَاَةُ كَالْخُلْعِ كِلَاهُمَا يُسْقِطَانِ كُلَّ حَقٍّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْاٰخَرِ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِالنِّكَاحِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَسْقُطُ فِيْهِمَا اِلَّا مَا سَمَّيَاهُ، وَاَبُوْ يُوْسُفَ مَعَهٗ فِي الْخُلْعِ وَمَعَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْمُبَارَاَةِ لِمُحَمَّدٍ اَنَّ هٰذِهٖ مُعَاوَضَةٌ وَفِي الْمُعَاوَضَاتِ يُعْتَبَرُ الْمَشْرُوْطُ لَا غَيْرُهٗ ۔

وَلِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ الْمُبَارَاَةَ مُفَاعَلَةٌ مِنَ الْبَرَاءَةِ فَتَقْتَضِيْهَا مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَاَنَّهٗ مُطْلَقٌ قَيَّدْنَاهُ بِحُقُوْقِ النِّكَاحِ لِدَلَالَةِ الْغَرَضِ اَمَّا الْخُلْعُ فَمُقْتَضَاهُ الْاِنْخِلَاعُ وَقَدْ حَصَلَ فِيْ نَقْضِ النِّكَاحِ وَلَا ضَرُوْرَةَ اِلَى انْقِطَاعِ الْاَحْكَامِ، وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْخُلْعَ يُنْبِئُ عَنِ الْفَصْلِ وَمِنْهُ خَلْعُ النَّعْلِ

وَخَلَعَ الْعَمَلَ وَهُوَ مُطْلَقٌ كَالْمُبَارَاةِ فَيُعْمَلُ بِإِطْلَاقِهِمَا فِي النِّكَاحِ وَأَحْكَامِهِ وَحُقُوقِهِ.

فرمایا: باہمی طور پر ایک دوسرے کو بری قرار دینا بھی خلع کی مانند ہے چونکہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے حق کو ساقط کر دیتے ہیں وہ حق جس کے ساتھ نکاح متعلق ہوتا ہے۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: ان دونوں میں نکاح کا ہر حق زائل نہیں ہوتا بلکہ وہی حقوق زائل ہوں گے جنہیں ان دونوں نے متعین کیا ہو۔ امام ابویوسف کی خلع کے بارے میں دلیل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کے مطابق ہے اور مبارات کے بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل کے مطابق ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: یہ معاوضہ ہے اور معاوضات میں صرف مشروط کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کے علاوہ کسی چیز کا نہیں کیا جاتا۔ امام ابویوسف یہ فرماتے ہیں: لفظ مبارات لفظ برأت سے ماخوذ ہے تو یہ دونوں طرف سے بری ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ لفظ چونکہ مطلق ہے تو ہم نے اسے نکاح کے حقوق کے ساتھ مقید کر دیا ہے کیونکہ غرض اس پر دلالت کرتی ہے لیکن جہاں تک خلع کا تعلق ہے تو اس کا تقاضا بالکل علیحدگی ہے اور یہ نکاح ٹوٹنے کے نتیجے میں ہی حاصل ہوتی ہے اس لئے احکام منقطع کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: خلع کا تعلق علیحدگی کے ساتھ ہے۔ اسی سے لفظ خلع النعل اور خلع العمل (اس نے جوتا اتارا یا کام سے علیحدگی اختیار کی) ماخوذ ہے تو یہ مبارات کی طرح مطلق لفظ ہے لہٰذا نکاح کے احکام اور اس کے حقوق میں ان دونوں پر مطلق طور پر عمل کیا جائے گا۔

نابالغ بچی کی طرف سے خلع کرنے کا بیان

قَالَ ﴿وَمَنْ خَلَعَ ابْنَتَهُ وَهِيَ صَغِيرَةٌ بِمَالِهَا لَمْ يَجُزْ عَلَيْهَا﴾ لِأَنَّهُ لَا نَظَرَ لَهَا فِيهِ إِذَا الْبُضْعُ فِي حَالَةِ الْخُرُوجِ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ، وَالْبَدَلُ مُتَقَوِّمٌ بِخِلَافِ النِّكَاحِ لِأَنَّ الْبُضْعَ مُتَقَوِّمٌ عِنْدَ الدُّخُولِ وَلِهَذَا يُعْتَبَرُ خَلْعُ الْمَرِيضَةِ مِنَ الثُّلُثِ وَنِكَاحُ الْمَرِيضِ بِمَهْرِ الْمِثْلِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَإِذَا لَمْ يَجُزْ لَا يَسْقُطُ الْمَهْرُ وَلَا يَسْتَحِقُّ مَالَهَا، ثُمَّ يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي رِوَايَةٍ وَفِي رِوَايَةٍ لَا يَقَعُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ لِأَنَّهُ تَعْلِيقٌ بِشَرْطِ قَبُولِهِ فَيُعْتَبَرُ بِالتَّعْلِيقِ بِسَائِرِ الشُّرُوطِ ﴿وَإِنْ خَالَعَهَا عَلَى أَلْفٍ عَلَى أَنَّهُ ضَامِنٌ فَالْخُلْعُ وَاقِعٌ وَالْأَلْفُ عَلَى الْأَبِ﴾ لِأَنَّ اشْتِرَاطَ بَدَلِ الْخُلْعِ عَلَى الْأَجْنَبِيِّ صَحِيحٌ فَعَلَى الْأَبِ أَوْلَى.

وَلَا يَسْقُطُ مَهْرُهَا لِأَنَّهُ لَمْ يَدْخُلْ تَحْتَ وِلَايَةِ الْأَبِ ﴿وَإِنْ شَرَطَ الْأَلْفَ عَلَيْهَا تَوَقَّفَ عَلَى قَبُولِهَا إِنْ كَانَتْ مِنْ أَهْلِ الْقَبُولِ، فَإِنْ قَبِلَتْ وَقَعَ الطَّلَاقُ﴾ لِوُجُودِ الشَّرْطِ ﴿وَلَا يَجِبُ الْمَالُ﴾ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ أَهْلِ الْغَرَامَةِ فَإِنْ قَبِلَهُ الْأَبُ عَنْهَا فَفِيهِ رِوَايَتَانِ ﴿وَكَذَا إِنْ خَالَعَهَا عَلَى مَهْرِهَا وَلَمْ يَضْمَنِ الْأَبُ الْمَهْرَ تَوَقَّفَ عَلَى قَبُولِهَا، فَإِنْ قَبِلَتْ طَلُقَتْ وَلَا يَسْقُطُ الْمَهْرُ﴾ وَإِنْ قَبِلَ الْأَبُ عَنْهَا فَعَلَى الرِّوَايَتَيْنِ ﴿وَإِنْ ضَمِنَ الْأَبُ الْمَهْرَ وَهُوَ أَلْفُ دِرْهَمٍ

طَلُقَتْ لِوُجُودِ قَبُولِهِ وَهُوَ الشَّرْطُ وَيَلْزَمُهُ خَمْسُمِائَةٍ اِسْتِحْسَانًا ۔

وَفِي الْقِيَاسِ يَلْزَمُهُ الْاَلْفُ، وَاَصْلُهُ فِي الْكَبِيْرَةِ اِذَا اخْتَلَعَتْ قَبْلَ الدُّخُوْلِ عَلٰى اَلْفٍ وَمَهْرُهَا اَلْفٌ فَفِي الْقِيَاسِ عَلَيْهَا خَمْسُمِائَةٍ زَائِدَةٌ، وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ لَا شَيْءَ عَلَيْهَا لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ عَادَةً حَاصِلُ مَا يَلْزَمُ لَهَا ۔

اور جب کوئی شخص اپنی نابالغ بیٹی کا خلع اس بچی کے مال کے عوض میں حاصل کرے (تو یہ درست ہوگا) لیکن اس مال کی ادائیگی اس نابالغ بچی پر واجب نہیں ہوگی' کیونکہ اس صورت میں اس نابالغ بچی کے لئے شفقت ثابت نہیں ہو رہی' اس کی دلیل یہ ہے: عورت نکاح میں نہ ہونے کی صورت میں اس سے حق تمتع قیمتی نہیں رہتا' جبکہ معاوضہ با قیمت ہوتا ہے' جبکہ نکاح کا حکم اس کے برخلاف ہے' اس کی دلیل یہ ہے: دخول کے وقت بضع قیمتی ہو جاتی ہے۔ یہی دلیل ہے: ایک تہائی مال میں سے بیمار شخص کا خلع کرنا معتبر ہوگا اور پورے مال میں سے' مہر مثل میں بیمار کا نکاح کرنا درست ہوگا اور جب یہ جائز نہیں ہوگا۔ تو مہر ساقط نہیں ہوگا اور مرد عورت کے مال کا مستحق نہیں ہوگا۔ پھر ایک روایت کے مطابق' طلاق واقع ہو جائے گی' اور ایک روایت کے مطابق' واقع نہیں ہوگی۔ پہلی دلیل زیادہ درست ہے' اس کی دلیل یہ ہے: اسے ایک شرط کے ساتھ معلق کرنا ہے' جسے قبول کیا جائے لہٰذا دیگر شرائط کی طرح یہ تعلیق معتبر ہوگی۔ اگر شوہر نے ایک ہزار کے عوض میں عورت کے ساتھ خلع کیا اس شرط پر کہ اس لڑکی کا باپ ضامن ہوگا' تو خلع واقع ہو جائے گا' اور ایک ہزار کی ادائیگی لڑکی کے باپ پر واجب ہو جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے: خلع کا بدل مقرر کرنا اجنبی شخص پر درست ہے' تو باپ پر بدرجہ اولیٰ درست ہوگا اور عورت کا مہر ساقط نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: یہ باپ کی ولایت کے تحت داخل نہیں ہوتا۔ لیکن شوہر نے اگر ایک ہزار کی ادائیگی عورت کے ذمے ہونے کی شرط رکھی تو عورت کے قبول کرنے پر یہ بات موقوف ہوگی' اگر وہ قبول کرنے کی اہل ہو' اگر وہ قبول کر لیتی ہے' تو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے اور مال واجب نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: وہ تاوان ادا کرنے کی اہل نہیں ہے۔ اگر اس کی طرف سے باپ اس کو قبول کر لیتا ہے' تو اس بارے میں دو روایات ہیں۔

اسی طرح مرد نے (نابالغ) لڑکی کے ساتھ مہر کے عوض خلع کر لیا اور باپ مہر کا ضامن نہ بنا تو یہ عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا۔ اگر وہ قبول کر لیتی ہے' تو اسے طلاق ہو جائے گی' اور مہر ساقط نہیں ہوگا۔ اگر اس کی طرف سے اس کا باپ قبول کرے' تو اس بارے میں دو روایات ہیں۔ اگر باپ مہر کا ضامن ہو جاتا ہے' جو ایک ہزار درہم ہے' تو عورت کو طلاق ہو جائے گی' کیونکہ اسے قبول کرنے کا وجود پایا جا رہا ہے اور وہی شرط ہے اور استحسان کے پیش نظر اس کے باپ پر پانچ سو درہم کی ادائیگی لازم ہوگی۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: اس پر ایک ہزار درہم کی ادائیگی لازم ہو۔ اس کی اصل بالغ لڑکی کے مسئلے میں ہے: جب وہ خلع' دخول سے پہلے حاصل کر لیتی ہے اور ایک ہزار کے عوض میں کرتی ہے' تو مہر بھی ایک ہزار ہو' تو اس پر قیاس کی صورت یہ ہے: پانچ سو درہم ادائیگی لازم ہو جبکہ استحسان کا تقاضا یہ ہے: اس پر کوئی بھی ادائیگی لازم نہ ہو' کیونکہ مراد اس چیز کا حصول ہوتا ہے' جو عورت کے لیے مرد کے ذمے واجب ہے۔

بَابُ الظِّھَارِ

﴿یہ باب ظہار کے بیان میں ہے﴾

باب ظہار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ظہار کی مناسبت خلع کے ساتھ اس طرح واضح ہے کہ ان میں سے ہر ایک حکم کے اعتبار سے ایک ہی طرح واضح ہے اور فرق یہ ہے کہ خلع میں جماع کی حرمت ثابت ہوتے ہی نکاح ختم ہو جاتا ہے' جبکہ ظہار میں جماع کی حرمت نکاح کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح کو ختم کرنے والی حرمت کو پہلے ذکر کیا ہے' کیونکہ وہ مقام طلاق کے قریب ہے اور نکاح کے ساتھ پائی جانے والی حرمت کو مؤخر کیا ہے' کیونکہ یہ نکاح کے قریب معارضہ کے ساتھ باقی ہے۔

(فتح القدیر، بتصرف، ج ۹ ص ۱۰۱، بیروت)

ظہار کا لغوی معنی و تعریف

ظہار کے لغوی معنی: ظہار ظہر سے مشتق ہے ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ظہار کے اصطلاحی معنی: بیوی یا اس کے بعض حصہ جیسے آدھا یا چوتھائی وغیرہ یا اس کے ایسے عضو جس کو بول کر پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، وغیرہ کو اپنے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں۔ جو اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے جزء کو جس کو بول کر کل مراد لیا جا سکتا ہو، اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے، ظہار کہلاتا ہے' جس کی مثال یہ ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے' تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے' تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے جماع کرنا جائز نہیں اور نہ اس کو چھونا اور نہ بوسہ لینا جائز ہے حتی کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۳۸۹ مجتبائے دہلی)

ظہار کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ظہار کا معنی ہے کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (درمختار، ج ۵ ص ۱۲۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر

یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار، رحمانیہ لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا' تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے' تو قضاء تصدیق نہ کریں گے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (عالمگیری، باب ظہار)

ظہار کا شرعی حکم

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دیدے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار)

قرآن کے مطابق حکم ظہار کا بیان

وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔ (المجادلہ، ۳)

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں۔ پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے۔ تو ان پر لازم ہے۔ ایک بردہ آزاد کرنا۔ قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے

فقہائے اسلام نے اس آیت کے الفاظ، رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں، اور اسلام کے اصول عامہ سے اس مسئلے میں جو قانون اخذ کیا ہے اس کی تفصیلات یہ ہیں۔

ظہار کا یہ قانون عرب جاہلیت کے اس رواج کو منسوخ کرتا ہے' جس کی رو سے یہ فعل نکاح کے رشتے کو توڑ دیتا تھا اور عورت شوہر کے لیے ابداً حرام ہو جاتی تھی۔ اسی طرح یہ قانون ان تمام قوانین اور رواجوں کو بھی منسوخ کرتا ہے' جو ظہار کو بے معنی اور بے اثر سمجھتے ہوں اور آدمی کے لیے اس بات کو جائز رکھتے ہوں کہ وہ اپنی بیوی کا ماں' یا محرمات سے تشبیہ دے کر بھی اس کے ساتھ حسب سابق زن وشو کا تعلق جاری رکھے، کیونکہ اسلام کی نگاہ میں ماں اور دوسری محرمات کی حرمت ایسی معمولی چیز نہیں ہے کہ انسان ان کے اور بیوی کے درمیان مشابہت کا خیال بھی کرے، کجا کہ اس کے زبان پر لائے۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اسلامی قانون نے اس معاملہ میں جو موقف اختیار کیا ہے وہ تین بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ ظہار سے نکاح نہیں ٹوٹتا بلکہ عورت بدستور شوہر کی بیوی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ظہار سے عورت وقتی طور پر شوہر کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ تیسرے یہ یہ حرمت اس وقت تک باقی رہتی ہے' جب تک شوہر کفارہ ادا نہ کر دے، اور یہ کہ صرف کفارہ ہی اس حرمت کو رفع کر سکتا ہے۔

ظہار کرنے والے شخص کے بارے میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ اس شوہر کا ظہار معتبر ہے' جو عاقل و بالغ ہو اور بحالت ہوش و

حواس ظہار کے الفاظ زبان سے ادا کرے۔ بچے اور مجنون کا ظہار معتبر نہیں ہے۔ نیز ایسے شخص کا ظہار بھی معتبر نہیں جو ان الفاظ کو ادا کرتے وقت اپنے ہوش وحواس میں نہ ہو، مثلاً سوتے میں بڑبڑائے، یا کسی نوعیت کی بیہوشی میں مبتلا ہو گیا ہو۔ اس کے بعد حسب ذیل امور میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

نشئی کے ظہار میں مذاہب اربعہ

نشے کی حالت میں ظہار کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ سمیت فقہاء کی عظیم اکثریت کہتی ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور چیز جان بوجھ کر استعمال کی ہو تو اس کا ظہار اس کی طلاق کی طرح قانوناً صحیح مانا جائے گا، کیونکہ اس نے یہ حالت اپنے اوپر خود طاری کی ہے۔ البتہ اگر مرض کی دلیل سے اس نے کوئی دوا پی ہو اور اس سے نشہ لاحق ہو گیا ہو، یا پیاس کی شدت میں وہ جان بچانے کے لیے شراب پینے پر مجبور ہوا ہو تو اس طرح کے نشے کی حالت میں اس کے ظہار وطلاق کو نافذ نہیں کیا جائے گا۔ احناف اور شوافع اور حنابلہ کی دلیل یہی ہے اور صحابہ کا عام مسلک بھی یہی تھا۔ بخلاف اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ نشے کی حالت میں طلاق وظہار معتبر نہیں ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ترجیح دیتے رہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول اس کی تائید میں ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے نشے کی حالت میں ظہار معتبر ہوگا' جس میں آدمی بالکل بہک نہ گیا ہو، بلکہ وہ مربوط اور مرتب کلام کر رہا ہو اور اسے یہ احساس ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

ظہار کے متعین وقت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

کیا ظہار ایک خاص وقت تک کے لیے ہو سکتا ہے؟ حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر آدمی نے کسی خاص وقت کی تعیین کر کے ظہار کیا ہو تو جب تک وہ وقت باقی ہے، بیوی کو ہاتھ لگانے سے کفارہ لازم آئے گا، اور اس وقت کے گزر جانے پر ظہار غیر مؤثر ہو جائے گا۔ اس کی دلیل سلمہ بن صخر بیاضی کا واقعہ ہے' جس میں انہوں نے اپنی بیوی سے رمضان کے لیے ظہار کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وقت کی تعیین بے معنی ہے۔ بخلاف اس کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ ظہار جب بھی کیا جائے گا، ہمیشہ کے لیے ہوگا' اور وقت کی تخصیص غیر مؤثر ہوگی، کیونکہ جو حرمت واقع ہو چکی ہے وہ وقت گزر جانے پر آپ سے آپ ختم نہیں ہو سکتی۔

مشروط ظہار کیا گیا ہو تو جس وقت بھی شرط کی خلاف ورزی ہوگی، کفارہ لازم آ جائے گا۔ مثلاً آدمی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ اگر میں گھر میں آؤں' تو میرے اوپر تو ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اس صورت میں وہ جب بھی گھر میں داخل ہوگا۔ کفارہ ادا کیے بغیر بیوی کو ہاتھ نہ لگا سکے گا۔

ایک بیوی سے کئی مرتبہ ظہار کے الفاظ کہے گئے ہوں' تو حنفی اور شافعی کہتے ہیں کہ خواہ ایک ہی نشست میں ایسا کیا گیا ہو یا متعدد نشستوں میں، بہر حال جتنی مرتبہ یہ الفاظ کہے گئے ہوں اتنے ہی کفارے لازم آئیں گے، الا یہ کہ کہنے والے نے ایک دفعہ کہنے کے بعد اس قول کی تکرار محض اپنے پہلے قول کی تاکید کے لیے کی ہو۔ بخلاف اس کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

کہتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی مرتبہ اس قول کی تکرار کی گئی ہو، قطع نظر اس سے کہ اعادہ کی نیت ہو یا تاکید کی، کفارہ ایک ہی لازم ہوگا۔ یہی قول شعبی، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، اور اوزاعی رحمہم اللہ کا ہے حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر تکرار ایک نشست میں کی گئی ہو تو ایک ہی کفارہ ہوگا، اور مختلف نشستوں میں ہو تو جتنی نشستوں میں کی گئی ہو اتنے ہی کفارے دینے ہوں گے۔ قتادہ اور عمرو بن دینار کی دلیل بھی یہی ہے۔

ظہار کے بعد رجوع میں مذاہب اربعہ

قرآن مجید میں جس چیز کو کفارہ لازم آنے کا سبب قرار دیا گیا ہے وہ محض ظہار نہیں ہے بلکہ ظہار کے بعد عود ہے۔ یعنی اگر آدمی صرف ظہار کر کے رہ جائے اور عود نہ کرے تو اس پر کفارہ لازم نہیں آتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ عود کیا ہے' جو کفارہ کا موجب ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مالک یہ ہیں۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ عود سے مراد مباشرت کا ارادہ ہے' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض ارادے اور خواہش پر کفارہ لازم آجائے حتیٰ کہ اگر آدمی ارادہ کر کے رہ جائے اور عملی اقدام نہ کرے تب بھی اسے کفارہ دینا پڑے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس حرمت کو رفع کرنا چاہے' جو اس نے ظہار کر کے بیوی کے ساتھ تعلق زن و شو کے معاملہ میں اپنے اوپر عائد کر لی تھی وہ پہلے کفارہ دے، کیونکہ یہ حرمت کفارہ کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس معاملہ میں تین قول ہیں، مگر مالکیہ کے ہاں ان کا مشہور ترین اور صحیح ترین قول اس مسلک کے مطابق ہے' جو اوپر حنفیہ کا بیان ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار سے جس چیز کو اس نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ وہ بیوی کے ساتھ مباشرت کا تعلق تھا۔ اس کے بعد عود یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ یہی تعلق رکھنے کے لیے پلٹے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ابن قدامہ نے قریب قریب وہی نقل کیا ہے' جو اوپر دونوں اماموں کا بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ظہار کے بعد مباشرت کے حلال ہونے کے لیے کفارہ شرط ہے۔ ظہار کرنے والا جو شخص اسے حلال کرنا چاہے وہ گویا تحریم سے پلٹنا چاہتا ہے۔ اس لیے اسے حکم دیا گیا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے کفارہ دے، ٹھیک اسی طرح جیسے کوئی شخص ایک غیر عورت کو اپنے لیے حلال کرنا چاہے' تو اس سے کہا جائے گا کہ اسے حلال کرنے سے پہلے نکاح کرے۔

امام شافعی کا مسلک ان تینوں سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اسے حسب سابق بیوی بنائے رکھنا، یا بالفاظ دیگر اسے بیوی کی حیثیت سے روکے رکھنا عود ہے' کیونکہ جس وقت اس نے ظہار کیا اسی وقت گویا اس نے اپنے لیے یہ بات حرام کر لی کہ اسے بیوی بنا کر رکھے۔ لہٰذا اگر اس نے ظہار کرتے ہی فوراً اسے طلاق نہ دی اور اتنی دیر تک اسے روکے رکھا جس میں وہ طلاق کے الفاظ زبان سے نکال سکتا تھا، تو اس نے عود کر لیا اور اس پر کفارہ واجب ہو گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک سانس میں ظہار کرنے کے بعد اگر آدمی دوسرے ہی سانس میں طلاق نہ دے دے تو کفارہ لازم آجائے گا، خواہ بعد میں اس کا فیصلہ یہی ہو کہ اس عورت کو بیوی بنا کر نہیں رکھنا ہے، اور اس کا کوئی ارادہ اس کے ساتھ تعلق زن و شوہر رکھنے کا نہ ہو۔ حتیٰ کہ چند منٹ غور کر کے وہ بیوی کو طلاق بھی دے ڈالے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی رو سے کفارہ اس کے ذمہ لازم رہے گا۔

کفارے سے پہلے چھونے کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

قرآن کا حکم ہے کہ ظہار کرنے والا کفارہ دے قبل اس کے کہ زوجین ایک دوسرے کو مَس کریں۔ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں مس سے مراد چھونا ہے، اس لیے کفارہ سے پہلے صرف مباشرت ہی حرام نہیں ہے بلکہ شوہر کسی طرح بھی بیوی کو چھو نہیں سکتا۔ شافعیہ شہوت کے ساتھ چھونے کو حرام کہتے ہیں، حنابلہ ہر طرح کے تلذذ کو حرام قرار دیتے ہیں، اور مالکیہ لذت کے لیے بیوی کے جسم پر بھی نظر ڈالنے کو ناجائز ٹھیراتے ہیں اور ان کے نزدیک صرف چہرے اور ہاتھوں پر نظر ڈالنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

ظہار کے بعد اگر آدمی بیوی کو طلاق دے دے تو رجعی طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کر کے بھی وہ کفارہ دیے بغیر اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ بائن ہونے کی صورت میں اگر اس سے دوبارہ نکاح کرے تب بھی اسے ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ دینا ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر تین طلاق دے چکا ہو، اور عورت دوسرے آدمی نکاح کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ ہو چکی ہو، اور اس کے بعد ظہار کرنے والا شوہر اس سے از سر نو نکاح کر لے، پھر بھی کفارے کے بغیر وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی' کیونکہ وہ اسے ماں' یا محرمات سے تشبیہ دے کر اپنے اوپر ایک دفعہ حرام کر چکا ہے، اور یہ حرمت کفارے کے بغیر رفع نہیں ہو سکتی۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

عورت کے لیے لازم ہے کہ جس شوہر نے اس کے ساتھ ظہار کیا ہے اسے ہاتھ نہ لگانے دے جب تک وہ کفارہ ادا نہ کرے۔ اور چونکہ تعلق زن و شو عورت کا حق ہے' جس سے ظہار کر کے شوہر نے اسے محروم کیا ہے، اس لیے اگر وہ کفارہ نہ دے تو بیوی عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ عدالت اس کے شوہر کو مجبور کرے گی کہ وہ کفارہ دے کر حرمت وہ دیوار ہٹائے جو اس نے اپنے اور اس کے درمیان حائل کر لی ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو عدالت اسے ضرب یا قید یا دونوں طرح کی سزائیں دے سکتی ہے۔ یہ بات بھی چاروں مذاہب فقہ میں متفق علیہ ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ مذہب حنفی میں عورت کے لیے صرف یہی ایک چارہ کار ہے، ورنہ ظہار پر خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، عورت کو اگر عدالت اس مشکل سے نہ نکالے تو وہ تمام عمر معلق رہے گی، کیونکہ ظہار سے نکاح ختم نہیں ہوتا، صرف شوہر کا حق تمتع سلب ہوتا ہے۔ ملکی مذہب میں اگر شوہ رعورت کو ستانے کے لیے ظہار کر کے معلق چھوڑ دے تو اس پر ایلاء کے احکام جاری ہوں گے، یعنی وہ چار مہینے سے زیادہ عورت کو روک کر نہیں رکھ سکتا (احکام ایلاء کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد اول، البقرہ، حواشی 245 تا 247)۔ شافعیہ کے نزدیک اگرچہ ظہار میں احکام ایلا تو صرف اس وقت جاری ہو سکتے ہیں جبکہ شوہر نے ایک مدت خاص کے لیے ظہار کیا ہو اور وہ مدت چار مہینے سے زیادہ ہو، لیکن چونکہ مذہب شافعی کی رو سے شوہر پر اسی وقت کفارہ واجب ہو جاتا ہے' جب وہ عورت کو بیوی بنا کر رکھے رہے، اس لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ کسی طویل مدت تک اس کو معلق رکھے۔

قرآن اور سنت میں تصریح ہے کہ ظہار کا پہلا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے۔ اس سے آدمی عاجز ہو تب دو مہینے کے روزوں کی شکل میں کفارہ دے سکتا ہے۔ اور اس سے بھی عاجز ہو تب 60 مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے' لیکن اگر تینوں کفاروں سے کوئی شخص عاجز ہو تو چونکہ شریعت میں کفارے کی کوئی اور شکل نہیں رکھی گئی ہے اس لیے اسے اس وقت تک انتظار کرنا ہوگا' جب تک وہ ان میں سے کسی ایک پر قادر نہ ہو جائے۔ البتہ سنت سے یہ ثابت ہے کہ ایسے شخص کی مدد کی جانی چاہیے تاکہ وہ تیسرا کفارہ ادا کر سکے۔ نبی ﷺ

نے بیت المال سے ایسے لوگوں کی مدد فرمائی ہے جو اپنی غلطی سے اس مشکل میں پھنس گئے تھے اور تینوں کفاروں سے عاجز تھے۔
قرآن مجید کفارہ میں رقبہ آزاد کرنے کا حکم دیتا ہے جس کا اطلاق لونڈی اور غلام دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ شیر خوار بچہ بھی اگر غلامی کی حالت میں ہو تو اسے آزاد کیے جا سکتے ہیں یا صرف مومن غلام ہی آزاد کرنا ہوگا۔ حنفیہ اور ظاہریہ کہتے ہیں غلام خواہ مومن ہو یا کافر، اس کا آزاد کر دینا کفارہ ظہار کے لیے کافی ہے، کیونکہ قرآن میں مطلق رقبہ کا ذکر ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ مومن ہی ہونا چاہیے۔ بخلاف اس کے شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ اس کے لیے مومن کی شرط لگاتے ہیں، اور انہوں نے اس حکم کو ان دوسرے کفاروں پر قیاس کیا ہے جن میں رقبہ کے ساتھ قرآن مجید میں مومن کی قید لگائی گئی ہے۔

ظہار کے الفاظ اور ان کے حکم کا بیان

﴿وَإِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْهِ لَا يَحِلُّ لَهُ وَطْؤُهَا وَلَا مَسُّهَا وَلَا تَقْبِيلُهَا حَتَّى يُكَفِّرَ عَنْ ظِهَارِهِ﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ﴾ إِلَى أَنْ قَالَ ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا﴾ وَالظِّهَارُ كَانَ طَلَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَرَّرَ الشَّرْعُ أَصْلَهُ وَنَقَلَ حُكْمَهُ إِلَى تَحْرِيمٍ مُوَقَّتٍ بِالْكَفَّارَةِ غَيْرِ مُزِيلٍ لِلنِّكَاحِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ جِنَايَةٌ لِكَوْنِهِ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا فَيُنَاسِبُ الْمُجَازَاةَ عَلَيْهَا بِالْحُرْمَةِ، وَارْتِفَاعُهَا بِالْكَفَّارَةِ. ثُمَّ الْوَطْءُ إِذَا حَرُمَ حَرُمَ بِدَوَاعِيهِ كَيْ لَا يَقَعَ فِيهِ كَمَا فِي الْإِحْرَامِ، بِخِلَافِ الْحَائِضِ وَالصَّائِمِ لِأَنَّهُ يَكْثُرُ وُجُودُهُمَا، فَلَوْ حَرُمَ الدَّوَاعِي يُفْضِي إِلَى الْحَرَجِ وَلَا كَذٰلِكَ الظِّهَارُ وَالْإِحْرَامُ. ﴿فَإِنْ وَطِئَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ تَعَالَى وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرَ الْكَفَّارَةِ الْأُولَى وَلَا يَعُودُ حَتَّى يُكَفِّرَ﴾ ﴿لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي وَاقَعَ فِي ظِهَارِهِ قَبْلَ الْكَفَّارَةِ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَلَا تَعُدْ حَتَّى تُكَفِّرَ (۱)﴾ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ آخَرُ وَاجِبًا لَنَبَّهَ عَلَيْهِ. قَالَ: وَهٰذَا اللَّفْظُ لَا يَكُونُ إِلَّا ظِهَارًا لِأَنَّهُ صَرِيحٌ فِيهِ ﴿وَلَوْ نَوَى بِهِ الطَّلَاقَ لَا يَصِحُّ﴾ لِأَنَّهُ مَنْسُوخٌ فَلَا يَتَمَكَّنُ مِنَ الْإِتْيَانِ بِهِ

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے: تم میرے لئے میری والدہ کی پشت (کی طرح قابل احترام) ہو تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہو جائے گی اور اس مرد کے لئے اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں ہوگا اسے چھونا اس کا بوسہ لینا جائز نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے ظہار کا کفارہ نہیں دیدیتا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "جو لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ ظہار کرتے ہیں"۔ یہ آیت یہاں تک ہے۔ "ایک غلام آزاد کرنا اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ کریں"۔ زمانہ جاہلیت میں ظہار طلاق شمار ہوتا تھا تو شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقتی حرمت کی طرف منتقل کر دیا جو کفارے کے ذریعے (ختم ہو جاتی ہے) البتہ اس کے ذریعے نکاح ختم نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے: ظہار کرنا اس

اعتبار سے جرم ہے کہ مرد کا قول قابل انکار اور غلط ہے اس لیے مناسب یہی ہے: مرد کو اس بات کی سزا دی جائے اور عورت کو اس کے لئے (عارضی طور پر) حرام قرار دیدیا جائے البتہ جب وہ مرد کفارہ ادا کر دے تو یہ حرمت ختم ہو جائے گی۔ پھر جب وطی کو حرام قرار دیا گیا تو اس کے محرکات (چھونے اور بوسہ دینے) کو بھی حرام قرار دیا جائے گا تا کہ وہ وطی کا ارتکاب نہ کرلے جیسا کہ احرام کی حالت میں بھی (یہ ممنوع ہوتے ہیں) جبکہ حیض والی عورت اور روزہ دار کا حکم اس سے مختلف ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: حیض اور روزہ دونوں کا وقوع بکثرت ہوتا ہے اس لئے اگر ان محرکات کو بھی حرام قرار دیدیا جائے تو اس کے نتیجے میں دقت پیدا ہو سکتی ہے البتہ ظہار اور احرام کی صورت مختلف ہے (کیونکہ یہ شاذ و نادر پیش آتے ہیں)۔ اگر شوہر کفارہ دینے سے پہلے عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرے گا' اور اس پر کفارے کی ادائیگی کے علاوہ اور کوئی مزید ادائیگی لازم نہیں ہوگی' اور وہ دوبارہ ایسا نہ کرے' جب تک کفارہ ادا نہیں کر دیتا۔ اس کی دلیل' نبی اکرم ﷺ کا اس شخص سے یہ فرمان ہے: جس نے ظہار کی حالت میں کفارہ دینے سے پہلے صحبت کر لی تھی۔ ''تم اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور دوبارہ یہ عمل اس وقت تک نہ کرنا جب تک کفارہ نہیں دیدیتے''۔ اگر کوئی دوسری چیز لازم ہوتی' تو نبی اکرم ﷺ اس پر متنبہ کر دیتے۔ مصنف فرماتے ہیں: یہ الفاظ صرف ظہار شمار ہوں گے' کیونکہ یہ اس بارے میں صریح ہیں۔ اگر شوہر اس کے ذریعے طلاق کی نیت کر لیتا ہے' تو یہ درست نہیں ہوگی' کیونکہ یہ حکم منسوخ ہے اس لیے اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

محرم عورت کے قابلِ ستر عضو سے تشبیہ دینے کا حکم

﴿وَاِذَا قَالَ اَنْتِ عَلَیَّ کَبَطْنِ اُمِّی اَوْ کَفَخِذِهَا اَوْ کَفَرْجِهَا فَهُوَ مُظَاهِرٌ﴾ لِاَنَّ الظِّهَارَ لَیْسَ اِلَّا تَشْبِیهُ الْمُحَلَّلَةِ بِالْمُحَرَّمَةِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰی یَتَحَقَّقُ فِی عُضْوٍ لَا یَجُوْزُ النَّظَرُ اِلَیْهِ

﴿وَکَذَا اِذَا شَبَّهَهَا بِمَنْ لَا یَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ اِلَیْهَا عَلَی التَّاْبِیْدِ مِنْ مَحَارِمِهٖ مِثْلَ اُخْتِهٖ اَوْ عَمَّتِهٖ اَوْ اُمِّهٖ مِنَ الرَّضَاعَةِ﴾ لِاَنَّهُنَّ فِی التَّحْرِیْمِ الْمُؤَبَّدِ کَالْاُمِّ ﴿وَکَذٰلِکَ اِذَا قَالَ رَاْسُکِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّی اَوْ فَرْجُکِ اَوْ وَجْهُکِ اَوْ رَقَبَتُکِ اَوْ نِصْفُکِ اَوْ ثُلُثُکِ اَوْ بَدَنُکِ﴾ لِاَنَّهٗ یُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جَمِیْعِ الْبَدَنِ، وَیَثْبُتُ الْحُکْمُ فِی الشَّائِعِ ثُمَّ یَتَعَدّٰی کَمَا بَیَّنَّاهُ فِی الطَّلَاقِ

اور جب شوہر یہ کہے: تم میرے لیے میری ماں کے پیٹ' یا اس کے زانوں' یا اس کی شرمگاہ کی طرح (قابل احترام) ہو' تو مرد ظہار کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ ظہار اسی چیز کا نام ہے کہ حلال کو حرام کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور یہ مفہوم اس عضو کے بارے میں متحقق ہوگا' جس کی طرف (شہوت سے دیکھنا جائز نہ ہو)۔ اسی طرح جب مرد نے عورت کو ان خواتین کے ساتھ تشبیہ دی جن کی طرف (شہوت کے ساتھ) دیکھنا ہمیشہ کے لئے جائز نہیں ہے (یعنی ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے) جیسے بہن یا پھوپھی یا رضاعی ماں (تو یہی حکم ہوگا) کیونکہ دائمی حرمت کے اعتبار سے یہ بھی ماں کی مانند ہیں۔ اسی طرح اگر اس مرد نے یہ کہا: تمہارا سر میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے' یا تمہاری شرمگاہ' یا تمہارا چہرہ' یا تمہاری گردن' یا تمہارا نصف حصہ' یا تمہارا ایک

تہائی حصہ یا تمہارا جسم (میرے لئے میری ماں کی طرح قابل احترام ہے) تو یہی حکم ہوگا' کیونکہ ان الفاظ کے ذریعے پورا بدن مراد لیا جاتا ہے اور حکم ایسے جزء میں ثابت ہوتا ہے جو پھیلا ہوا ہو پھر وہ متعدی ہو جاتا ہے' جیسا کہ ہم طلاق میں یہ بات بیان کر چکے ہیں۔

''مثل اُمی'' الفاظ استعمال کرنے کا بیان

﴿وَلَوْ قَالَ اَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ اُمِّي اَوْ كَاُمِّي يَرْجِعُ اِلٰى نِيَّتِهِ﴾ لِيَنْكَشِفَ حُكْمُهُ ﴿فَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الْكَرَامَةَ فَهُوَ كَمَا قَالَ﴾ لِاَنَّ التَّكْرِيمَ بِالتَّشْبِيهِ فَاشٍ فِي الْكَلَامِ ﴿وَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ﴾ لِاَنَّهُ تَشْبِيهٌ بِجَمِيعِهَا، وَفِيهِ تَشْبِيهٌ بِالْعُضْوِ لٰكِنَّهُ لَيْسَ بِصَرِيحٍ فَيَفْتَقِرُ اِلَى النِّيَّةِ ﴿وَاِنْ قَالَ اَرَدْتُ الطَّلَاقَ فَهُوَ طَلَاقٌ بَائِنٌ﴾ لِاَنَّهُ تَشْبِيهٌ بِالْاُمِّ فِي الْحُرْمَةِ فَكَاَنَّهُ قَالَ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ وَنَوَى الطَّلَاقَ، وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ لِاحْتِمَالِ الْحَمْلِ عَلَى الْكَرَامَةِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَكُونُ ظِهَارًا لِاَنَّ التَّشْبِيهَ بِعُضْوٍ مِنْهَا لَمَّا كَانَ ظِهَارًا فَالتَّشْبِيهُ بِجَمِيعِهَا اَوْلٰى .وَاِنْ عَنٰى بِهِ التَّحْرِيمَ لَا غَيْرُ ؛ فَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ هُوَ اِيلَاءٌ لِيَكُونَ الثَّابِتُ بِهِ اَدْنَى الْحُرْمَتَيْنِ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ ظِهَارٌ لِاَنَّ كَافَ التَّشْبِيهِ تَخْتَصُّ بِهِ .

اور جب شوہر نے یہ کہا: تم میرے لیے میری ماں کی مثل ہو' یا میری ماں کی طرح ہو' تو مرد کی نیت کی طرف رجوع کیا جائے گا تا کہ اس کا حکم لگایا جا سکے۔ اگر مرد یہ کہتا ہے: میرا ارادہ قابل احترام ہونا تھا' تو یہ اس کے بیان کے مطابق ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: تشبیہ کے ذریعے کسی کی عزت افزائی کا اظہار کرنا عام محاورے کا حصہ ہے۔ اگر مرد نے یہ کہا: میں نے ظہار کا ارادہ کیا تھا' تو وہ ظہار ہی شمار ہوگا' کیونکہ یہ پورے جسم کے ساتھ تشبیہ دینے کی مانند ہے اور اس میں ایک عضو کے ساتھ بھی تشبیہ پائی جاتی ہے' لیکن کیونکہ یہ صریح نہیں ہے اس لیے یہ نیت کا محتاج ہوگا۔ اگر مرد نے یہ کہا: میں نے طلاق کی نیت کی تھی' تو یہ بائنہ طلاق ہوگی' کیونکہ حرمت میں ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے گویا اس شخص نے یہ کہا: تم میرے لیے حرام ہو اور اس نے اس کے ذریعے طلاق کی نیت کر لی۔ اگر مرد نے کوئی نیت نہ کی ہو' تو کچھ بھی نہیں ہوگا' یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے' کیونکہ یہاں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ان الفاظ کو عزت افزائی پر محمول کیا جائے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ ظہار کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ ایک عضو کے ساتھ تشبیہ دینا' جب ظہار شمار ہو سکتا ہے' تو پورے وجود کے ساتھ تشبیہ دینا تو بدرجہ اولیٰ ظہار شمار ہوگا۔ اگر اس نے اس کے ذریعے تحریم مراد لی ہو اور اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو' تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس سے ایلاء ثابت ہوگا' کیونکہ اس کے ذریعے دو حرمتوں میں سے کمتر حیثیت کی حرمت ثابت ہوگی' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے ظہار ثابت ہوگا' کیونکہ یہاں ''ک'' تشبیہ والا استعمال ہوا ہے' جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔

''ماں کی طرح حرام'' الفاظ استعمال کرنے کا حکم

﴿وَلَوْ قَالَ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَاُمِّي وَنَوٰى ظِهَارًا اَوْ طَلَاقًا فَهُوَ عَلٰى مَا نَوٰى﴾ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ

الْوَجْهَيْنِ .الظِّهَارُ لِمَكَانِ التَّشْبِيهِ وَالطَّلَاقُ لِمَكَانِ التَّحْرِيمِ وَالتَّشْبِيهُ تَاكِيدٌ لَهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ، فَعَلَى قَوْلِ اَبِي يُوسُفَ اِيلَاءٌ، وَعَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ ظِهَارٌ، وَالْوَجْهَانِ بَيَّنَّاهُمَا ﴿وَإِنْ قَالَ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَظَهْرِ اُمِّي وَنَوَى بِهِ طَلَاقًا اَوْ اِيلَاءً لَمْ يَكُنْ اِلَّا ظِهَارًا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ عَلَى مَا نَوَى﴾ لِاَنَّ التَّحْرِيمَ يَحْتَمِلُ كُلَّ ذٰلِكَ عَلَى مَا بَيَّنَّا، غَيْرَ اَنَّ عِنْدَ مُحَمَّدٍ اِذَا نَوَى الطَّلَاقَ لَا يَكُونُ ظِهَارًا، وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ يَكُونَانِ جَمِيعًا وَقَدْ عُرِفَ مَوْضِعُهُ .وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ صَرِيحٌ فِي الظِّهَارِ فَلَا يَحْتَمِلُ غَيْرَهُ، ثُمَّ هُوَ مُحْكَمٌ فَيُرَدُّ التَّحْرِيمُ اِلَيْهِ .

اور جب مرد نے یہ کہا: تم مجھ پر حرام ہو جیسے میری ماں' اور اس نے ظہار یا طلاق کی نیت کی تو اس کا حکم اس کی نیت کے مطابق ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: یہ دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے' ظہار کا بھی کیونکہ تشبیہ کی صورت پائی جارہی ہے اور طلاق کا بھی' کیونکہ حرمت کے الفاظ پائے جارہے ہیں اور تشبیہ اسے مؤکد کرنے کے لئے ہے' لیکن اگر مرد کی کوئی نیت نہ ہو' تو امام ابویوسف کے قول کے مطابق یہ ایلاء شمار ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ظہار شمار ہوگا' دونوں کی دلیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر مرد نے یہ کہا: تم مجھ پر حرام ہو جس طرح میری ماں کی پشت (حرام ہے) اور اس نے اس کے ذریعے طلاق یا ایلاء کی نیت کی' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ ظہار ہی ہوگا' جبکہ صاحبین یہ فرماتے ہیں: یہ اس کی نیت کے مطابق شمار ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: لفظ تحریم ان میں سے ہر ایک معنی کا احتمال رکھتا ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب وہ طلاق کی نیت کرے گا' تو وہ ظہار کرنے والا شمار نہیں ہوگا' جبکہ امام ابویوسف کے نزدیک یہ دونوں مراد ہو سکتے ہیں اور یہ بات اپنے مقام پر جانی جاچکی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: ظہار کے بارے میں یہ صریح لفظ ہے' لہٰذا دوسرے کسی مفہوم کا احتمال نہیں رکھے گا' پھر کیونکہ یہ محکم ہے' اس لئے حرمت اس کی طرف لوٹے گی۔

ظہار صرف بیوی سے ہوسکتا ہے

قَالَ ﴿وَلَا يَكُونُ الظِّهَارُ اِلَّا مِنَ الزَّوْجَةِ، حَتّٰى لَوْ ظَاهَرَ مِنْ اَمَتِهِ لَمْ يَكُنْ مُظَاهِرًا﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿مِنْ نِسَائِهِمْ﴾ وَلِاَنَّ الْحِلَّ فِي الْاَمَةِ تَابِعٌ فَلَا تُلْحَقُ بِالْمَنْكُوحَةِ، وَلِاَنَّ الظِّهَارَ مَنْقُولٌ عَنِ الطَّلَاقِ وَلَا طَلَاقَ فِي الْمَمْلُوكَةِ .﴿فَاِنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً بِغَيْرِ اَمْرِهَا ثُمَّ ظَاهَرَ مِنْهَا ثُمَّ اَجَازَتِ النِّكَاحَ فَالظِّهَارُ بَاطِلٌ﴾ لِاَنَّهُ صَادِقٌ فِي التَّشْبِيهِ وَقْتَ التَّصَرُّفِ فَلَمْ يَكُنْ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ، وَالظِّهَارُ لَيْسَ بِحَقٍّ مِنْ حُقُوقِهِ حَتّٰى يَتَوَقَّفَ، بِخِلَافِ اِعْتَاقِ الْمُشْتَرِي مِنَ الْغَاصِبِ لِاَنَّهُ مِنْ حُقُوقِ الْمِلْكِ .﴿وَمَنْ قَالَ لِنِسَائِهِ اَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّي كَانَ مُظَاهِرًا مِنْهُنَّ جَمِيعًا﴾ لِاَنَّهُ اَضَافَ الظِّهَارَ اِلَيْهِنَّ فَصَارَ كَمَا اِذَا اَضَافَ الطَّلَاقَ ﴿وَعَلَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ كَفَّارَةٌ﴾ لِاَنَّ الْحُرْمَةَ تَثْبُتُ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدَةٍ وَالْكَفَّارَةُ لِاِنْهَاءِ الْحُرْمَةِ فَتَتَعَدَّدُ بِتَعَدُّدِهَا، بِخِلَافِ الْاِيلَاءِ

مِنْهُنَّ لِاَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيْهِ لِصِيَانَةِ حُرْمَةِ الِاسْمِ وَلَمْ يَتَعَدَّدْ ذِكْرُ الِاسْمِ

اور ظہار صرف بیوی کے ساتھ ہوسکتا ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی کنیز کے ساتھ ظہار کرے' تو وہ ظہار کرنے والا شار نہیں ہوگا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اپنی بیویوں کے ساتھ'' اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: کنیز میں حلت کا مفہوم تابع کی حیثیت رکھتا ہے' اس لیے وہ منکوحہ کے ساتھ شامل نہیں ہوگی۔ نیز ظہار کو طلاق سے نقل کیا گیا ہے اور مملوکہ (کنیز) کو طلاق نہیں دی جاتی۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر شادی کرلے اور پھر اس کے ساتھ ظہار کرلے۔ پھر وہ عورت اس نکاح کو برقرار رکھے تو ظہار باطل ہو جائے گا' کیونکہ اس وقت وہ بندہ تشبیہ میں سچا ہے' جب تصرف کر رہا تھا لہٰذا اس کی یہ بات جھوٹ نہیں ہوگی۔ ظہار' شوہر کا کوئی حق نہیں ہے کہ اسے موقوف قرار دیا جائے۔ اس کے برخلاف جب خریدار ایسے غلام کو آزاد کر دے' جسے اس نے کسی غاصب سے خریدا ہو (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ آزاد کرنا ملکیت کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ جو شخص اپنی بیویوں سے یہ کہے: تم سب میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہو' تو وہ ان سب کے ساتھ ظہار کرنے والا شمار ہوگا' کیونکہ اس نے ظہار کی نسبت ان سب کی طرف کردی ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جس طرح اس نے طلاق کی نسبت (ان سب کی طرف) کی ہو۔ اس مرد پر یہ لازم ہوگا: وہ ہر ایک بیوی کی طرف سے کفارہ دے' اس کی دلیل یہ ہے: ان میں سے ہر ایک کے حق میں حرمت اور کفارہ ثابت ہو گئے ہیں' لہٰذا حرمتوں کے متعدد ہونے کی دلیل سے کفارہ بھی متعدد ہو جائے گا' جبکہ ایلاء کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ اس میں کفارہ اسم (یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس کی قسم اٹھائی جاتی ہے) کی حرمت محفوظ کرنے کے لئے ہوتا ہے اور اسم کا ذکر کرنا متعدد نہیں ہوتا۔

فَصْلٌ فِی الْكَفَّارَةِ

یہ فصل ظہار کے کفارے کے بیان میں ہے

کفارہ ظہار والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب ظہار سے متعلق احکام شرعیہ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اسی یعنی عود کو کا عطف ظہار پر ڈالا ہے۔ اور یہی سبب ظہار ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظہار کا کفارہ بیان کیا ہے۔ (ایک مناسبت اس طرح بھی واضح ہے کہ ہمیشہ کسی غلطی کی سزا وضعی طور بھی اس غلطی کے سرزد ہو جانے کے بعد واقع ہوتی ہے۔ اسی طرح حکم ظہار کے بعد ظہار کا کفارہ ذکر کیا گیا ہے)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۱۹، بیروت)

ظہار کی شرائط کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شرائط ظہار کرنے والے سے متعلق ہیں۔ بعض شرائط ظہار کرنے والے سے اس طرح متعلق ہیں: ظہار کرنے والا عاقل، بالغ، مسلمان ہو، بے ہوش اور سویا ہوا نہ ہو۔

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰی یَشِبَّ وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتّٰی یَعْقِلَ (ترمذی باب ما جاءَ فِیمَنْ لَا یَجِبُ عَلَیْهِ الْحَدُّ)

وَاَمَّا الشَّرَائِطُ فَاَنْوَاعٌ بَعْضُهَا یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهِرِ وَبَعْضُهَا یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ مِنْهُ وَبَعْضُهَا یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ بِهِ .اَمَّا الَّذِی یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهِرِ فَاَنْوَاعٌ: مِنْهَا اَنْ یَكُوْنَ عَاقِلًا اِمَّا حَقِیقَةً اَوْ تَقْدِیرًا فَلَا یَصِحُّ ظِهَارُ الْمَجْنُوْنِ وَالصَّبِیِّ الَّذِی لَا یَعْقِلُ ؛لِاَنَّ حُكْمَ الْحُرْمَةِ وَخِطَابَ التَّحْرِیمِ لَا یَتَنَاوَلُ مَنْ لَا یَعْقِلُ .وَمِنْهَا اَنْ لَا یَكُوْنَ مَعْتُوهًا وَلَا مَدْهُوشًا وَلَا مُبَرْسَمًا وَلَا مُغْمًى عَلَیْهِ وَلَا نَائِمًا فَلَا یَصِحُّ ظِهَارُ هٰؤُلَاءِ كَمَا لَا یَصِحُّ طَلَاقُهُمْ

(بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن الظہار وَبَعْضُهَا یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ)

بعض شرائط اس عورت سے متعلق ہیں جس سے ظہار کر رہا ہے بعض شرائط عورت سے متعلق ہیں: جس عورت سے ظہار کر رہا ہے اس کے شرائط یہ ہیں کہ وہ ظہار کرنے والے کے نکاح میں ہو، ظہار کی نسبت عورت کے پورے حصہ یا اس کے مناسب حصہ کی

طرف کی گئی ہو یا اس کے ایسے متعین عضو کی طرف ہو جسے بول کر پورا بدن مراد لیا جاتا ہو جیسے سر، گردن چہرہ شرمگاہ وغیرہ۔

وَاَمَّا الَّذِی یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ مِنْهُ فَمِنْهَا اَنْ تَکُوْنَ زَوْجَتَهٗ وَهِیَ اَنْ تَکُوْنَ مَمْلُوْکَةً لَهٗ بِمِلْكِ النِّکَاحِ وَمِنْهَا اَنْ یَکُوْنَ الظِّهَارُ مُضَافًا اِلٰی بَدَنِ الزَّوْجَةِ اَوْ اِلٰی عُضْوٍ مِنْهَا جَامِعٍ اَوْ شَائِعٍ وَهٰذَا عِنْدَنَا(بدائع الصنائع فصل فی بیان الشرائط التی تَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ مِنْهُ)

بعض شرائط اس عورت سے متعلق ہیں جس عورت سے تشبیہ دی گئی ہے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی ایسی عورت سے تشبیہ دیکھو ظہار کرنے والے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے ماں، بہن، دادی، نانی وغیرہ، ساس، رضاعی ماں وغیرہ، جن سے عارضی طور پر حرمت کا رشتہ ہو ان سے تشبیہ دینے کی دلیل سے ظہار نہ ہوگا، جیسے سالی، غیر کی منکوحہ۔ جو بالترتیب ادا کرنے ہیں اور ان تینوں میں سے ایک بھی ادا کردیتو کفارہ ادا ہو جائیگا۔

وَاَمَّا الَّذِی یَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ بِهٖ فَمِنْهَا اَنْ یَکُوْنَ مِنْ جِنْسِ النِّسَاءِ حَتّٰی لَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اَبِی اَوْ اِبْنِی لَا یَصِحُّ ؛ لِاَنَّ الظِّهَارَ عُرِفَ مُوْجِبًا بِالشَّرْعِ، وَالشَّرْعُ اِنَّمَا وَرَدَ بِهَا فِیْمَا اِذَا کَانَ الْمُظَاهَرُ بِهٖ امْرَاَةً ۔وَمِنْهَا اَنْ یَکُوْنَ عُضْوًا لَا یَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ اِلَیْهِ مِنَ الظَّهْرِ وَالْبَطْنِ وَالْفَخِذِ وَالْفَرْجِ حَتّٰی لَوْ شَبَّهَهَا بِرَاْسِ اُمِّهٖ اَوْ بِوَجْهِهَا اَوْ یَدِهَا اَوْ رِجْلِهَا لَا یَصِیْرُ مُظَاهِرًا ؛ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَعْضَاءَ مِنْ اُمِّهٖ یَحِلُّ لَهُ النَّظَرُ اِلَیْهَا ۔وَمِنْهَا اَنْ تَکُوْنَ هٰذِهِ الْاَعْضَاءُ مِنَ امْرَاَةٍ یَحْرُمُ نِکَاحُهَا عَلَیْهِ عَلَی التَّاْبِیْدِ سَوَاءٌ حُرِّمَتْ عَلَیْهِ بِالرَّحِمِ کَالْاُمِّ وَالْبِنْتِ وَالْاُخْتِ وَبِنْتِ الْاَخِ وَالْاُخْتِ وَالْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ، اَوْ بِالرَّضَاعِ، اَوْ بِالصِّهْرِیَّةِ کَامْرَاَةِ اَبِیْهِ وَحَلِیْلَةِ اِبْنِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ یَحْرُمُ عَلَیْهِ نِکَاحُهُنَّ عَلَی التَّاْبِیْدِ، وَکَذَا اُمُّ امْرَاَتِهٖ (بدائع الصنائع فصل فی بیان الشرائط التی تَرْجِعُ اِلَی الْمُظَاهَرِ بِهٖ)

ظہار کا حکم

ظہار میں چونکہ ایک غلط بات کہی جاتی ہے اس لیے گناہ اور حرام ہے۔ بہر حال اگر کوئی ظہار کرلے خواہ مذاق یا نشہ میں کیا ہو یا جبراً کیا ہو، جب تک کفارہ ظہار ادا نہیں کریگا اس کا اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرنا جائز نہیں البتہ دیکھنا، بات کرنا وغیرہ جائز ہے۔

وَحُکْمُهٗ حُرْمَةُ الْوَطْءِ وَالدَّوَاعِی مَعَ بَقَاءِ اَصْلِ الْمِلْكِ اِلٰی غَایَةِ الْکَفَّارَةِ(العنایة باب الظِّهَارُ)

ظہار کے کفارے کا بیان

قَالَ ﴿وَکَفَّارَةُ الظِّهَارِ عِتْقُ رَقَبَةٍ﴾ فَاِنْ لَمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ، ﴿فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ

فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ لِلنَّصِّ الْوَارِدِ فِيهِ فَإِنَّهُ يُفِيدُ الْكَفَّارَةَ عَلَى هٰذَا التَّرْتِيبِ. قَالَ ﴿وَكُلُّ ذٰلِكَ قَبْلَ الْمَسِيسِ﴾ وَهٰذَا فِي الْإِعْتَاقِ، وَالصَّوْمُ ظَاهِرٌ لِلتَّنْصِيصِ عَلَيْهِ، وَكَذَا فِي الْإِطْعَامِ لِأَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيهِ مُنْهِيَةٌ لِلْحُرْمَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِهَا عَلَى الْوَطْءِ لِيَكُونَ الْوَطْءُ حَلَالًا قَالَ ﴿وَتَجْزِي فِي الْعِتْقِ الرَّقَبَةُ الْكَافِرَةُ وَالْمُسْلِمَةُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ﴾ لِأَنَّ اسْمَ الرَّقَبَةِ يَنْطَلِقُ عَلَى هٰؤُلَاءِ إِذْ هِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الذَّاتِ الْمَرْقُوقِ الْمَمْلُوكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِي الْكَافِرَةِ وَيَقُولُ: الْكَفَّارَةُ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا يَجُوزُ صَرْفُهُ إِلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ كَالزَّكَاةِ، وَنَحْنُ نَقُولُ: الْمَنْصُوصُ عَلَيْهِ إِعْتَاقُ الرَّقَبَةِ وَقَدْ تَحَقَّقَ، وَقَصْدُهُ مِنَ الْإِعْتَاقِ التَّمَكُّنُ مِنَ الطَّاعَةِ ثُمَّ مُقَارَفَتُهُ الْمَعْصِيَةَ يُحَالُ بِهِ إِلٰى سُوءِ اخْتِيَارِهِ

اور ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اگر (آدمی) اسے نہ پائے تو دو مہینے کے لگا تار روزے رکھنا ہے اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس کی دلیل وہ نص ہے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ وہ اسی ترتیب کے مطابق کفارے کا فائدہ دیتی ہے۔ فرماتے ہیں: یہ سب کچھ صحبت کرنے سے پہلے ہوگا یہ حکم غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے کے بارے میں تو ظاہر ہے کیونکہ اس پر نص موجود ہے اور کھانا کھلانے میں بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس بارے میں کفارہ ہی حرمت کو ختم کرے گا لہٰذا اسے صحبت سے پہلے ہونا چاہئے تا کہ وطی حلال ہو سکے۔ فرماتے ہیں: غلام آزاد کرنے میں کافر غلام یا مسلمان یا مذکر یا مؤنث یا نابالغ یا بالغ (سب کو) آزاد کرنا جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے: لفظ "رقبہ" کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے: اس سے مراد وہ ذات ہے جس میں رقیق ہونے اور غلامی کا مفہوم کسی بھی اعتبار سے پایا جاتا ہو۔ کافر غلام کے بارے میں امام شافعی کی دلیل ہم سے مختلف ہے۔ وہ یہ فرماتے ہیں: کفارہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا زکوۃ کی طرح اسے اللہ تعالیٰ کے دشمن کی طرف پھیرنا جائز نہیں ہوگا۔ ہم یہ کہتے ہیں: نص اس بارے میں یہ ہے: غلام آزاد کیا جائے اور وہ مفہوم یہاں پایا جا رہا ہے اور آدمی کا غلام آزاد کرنے سے ارادہ یہی ہے: حکم کی پیروی کرے لیکن غلام کا معصیت (کفر) کو اختیار کرنا یہ اس غلام کے اپنے برے اختیار کی طرف منسوب ہوگا۔

عیب والے غلام کو کفارے میں آزاد کرنے کا بیان

﴿وَلَا تُجْزِءُ الْعَمْيَاءُ وَلَا الْمَقْطُوعَةُ الْيَدَيْنِ أَوِ الرِّجْلَيْنِ﴾ لِأَنَّ الْفَائِتَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَهُوَ الْبَصَرُ أَوِ الْبَطْشُ أَوِ الْمَشْيُ وَهُوَ الْمَانِعُ، أَمَّا إِذَا اخْتَلَّتِ الْمَنْفَعَةُ فَهُوَ غَيْرُ مَانِعٍ، حَتّٰى يَجُوزَ الْعَوْرَاءُ وَمَقْطُوعَةُ إِحْدَى الْيَدَيْنِ وَإِحْدَى الرِّجْلَيْنِ مِنْ خِلَافٍ لِأَنَّهُ مَا فَاتَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ بَلِ اخْتَلَّتْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتَا مَقْطُوعَتَيْنِ مِنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ حَيْثُ لَا يَجُوزُ لِفَوَاتِ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْمَشْيِ إِذْ هُوَ عَلَيْهِ مُتَعَذِّرٌ، وَيَجُوزُ الْأَصَمُّ. وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ وَهُوَ رِوَايَةُ النَّوَادِرِ،

لِاَنَّ الْفَائِتَ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ، اِلَّا اَنَّا اسْتَحْسَنَّا الْجَوَازَ لِاَنَّ اَصْلَ الْمَنْفَعَةِ بَاقٍ، فَاِنَّهُ اِذَا صِيحَ عَلَيْهِ سَمِعَ حَتّٰى لَوْ كَانَ بِحَالٍ لَا يَسْمَعُ اَصْلًا بِاَنْ وُلِدَ اَصَمَّ وَهُوَ الْاَخْرَسُ لَا يُجْزِئُهُ ﴿وَلَا يَجُوزُ مَقْطُوعُ اِبْهَامَيِ الْيَدَيْنِ﴾ لِاَنَّ قُوَّةَ الْبَطْشِ بِهِمَا فَبِفَوَاتِهِمَا يَفُوتُ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ ﴿وَلَا يَجُوزُ الْمَجْنُونُ الَّذِي لَا يَعْقِلُ﴾ لِاَنَّ الْاِنْتِفَاعَ بِالْجَوَارِحِ لَا يَكُونُ اِلَّا بِالْعَقْلِ فَكَانَ فَائِتَ الْمَنَافِعِ ﴿وَالَّذِي يُجَنُّ وَيُفِيقُ يُجْزِئُهُ﴾ لِاَنَّ الْاِخْتِلَالَ غَيْرُ مَانِعٍ، وَلَا يُجْزِءُ عِتْقُ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ لِاسْتِحْقَاقِهِمَا الْحُرِّيَّةَ بِجِهَةٍ فَكَانَ الرِّقُّ فِيهِمَا نَاقِصًا، وَكَذَا الْمُكَاتَبُ الَّذِي اَدّٰى بَعْضَ الْمَالِ لِاَنَّ اِعْتَاقَهُ يَكُونُ بِبَدَلٍ. وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ يُجْزِيهِ لِقِيَامِ الرِّقِّ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَلِهٰذَا تَقْبَلُ الْكِتَابَةُ الْاِنْفِسَاخَ، بِخِلَافِ اُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ وَالتَّدْبِيرِ لِاَنَّهُمَا لَا يَحْتَمِلَانِ الْاِنْفِسَاخَ،

اور (اس کفارے میں) اندھے' کٹے ہوئے ہاتھوں والے' کٹے ہوئے پاؤں والے غلام کو آزاد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس نوعیت کے غلام میں منفعت کی جنس یعنی بینائی یا پکڑنے کی صلاحیت یا چلنے کی صلاحیت معدوم ہے اور یہ عیب اسے کفارے کے طور پر ادا کرنے میں رکاوٹ ہے۔ اگر اس کی منفعت میں تھوڑا سا خلل اور کمی پائی جاتی ہو تو اسے ادا کرنا منع نہیں ہوگا' جیسے وہ کانا ہو یا ایک پاؤں اور ایک ہاتھ مخالف سمت میں کٹے ہوئے ہوں اس کی دلیل یہ ہے: یہاں منفعت کی جنس فوت نہیں ہوئی ہے بلکہ اس میں خلل واقع ہو گیا ہے' لیکن اگر ایک ہاتھ اور ایک پاؤں' ایک ہی طرف سے کٹے ہوئے ہوں' تو ایسا غلام کفارے میں آزاد کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہاں منفعت کی جنس مکمل طور پر معدوم ہے اور وہ شخص چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بہرے غلام کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا: اسے آزاد کرنا جائز نہ ہو "نوادر" میں یہی مذکور ہے' کیونکہ اس میں منفعت کی جنس زائل ہو چکی ہے' لیکن استحسان کے پیش نظر ہم ایسے غلام کو آزاد کرنا جائز قرار دیں گے' کیونکہ اصل منفعت باقی ہے' کیونکہ جب بلند آواز میں بات کی جائے' تو وہ سن لیتا ہے۔ لیکن اگر غلام کی حالت ایسی ہو کہ اسے کچھ بھی سنائی نہ دیتا ہو' جیسا کہ وہ پیدائشی طور پر بہرہ ہو اور ساتھ میں گونگا بھی ہو' تو کفارے میں ایسے غلام کا آزاد کرنا درست نہیں ہوگا۔ جس غلام کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں اسے آزاد کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: انسان انگوٹھوں کی مدد سے ہی کسی چیز کو گرفت میں لے سکتا ہے' تو جب یہ معدوم ہوں گے تو منفعت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح پاگل غلام کو کفارے میں آزاد کرنا بھی جائز نہیں ہے' یعنی جس میں عقل کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے: انسان عقل کی دلیل سے ہی اپنے اعضاء سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور پاگل پن کے عالم میں یہ منفعت زائل ہو جاتی ہے۔ جس غلام پر کبھی دیوانگی کا دورہ پڑتا ہو اور کبھی وہ ٹھیک ہو جاتا ہو' اسے کفارے میں آزاد کرنا جائز ہوگا' کیونکہ اس کی منفعت میں خلل پایا جاتا ہے اور یہ اس امر سے مانع نہیں ہے۔ مدبر غلام' یا ام ولد کنیز کو کفارے میں آزاد کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ یہ ایک اعتبار سے پہلے ہی آزاد ہو چکے ہیں اور ان کا مملوک ہونا کامل طور پر نہیں ہے بلکہ ناقص طور پر ہے۔ اسی طرح جو مکاتب غلام

اپنی قیمت ادا کر چکا ہو اسے بھی آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا' کیونکہ اس کا آزاد کرنا تو مال کے معاوضے میں سے ہو جائے گا۔امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: مکاتب غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا' کیونکہ ابھی وہ مملوک ہے'اس کی دلیل یہ ہے: کتابت کے معاہدے کو منسوخ کیا جا سکتا ہے' جبکہ ام ولد اور مدبر غلام کا حکم اس سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ دونوں فسخ کیے جانے کا احتمال نہیں رکھتے ہیں۔

مکاتب غلام کو کفارے میں آزاد کرنے کا حکم

فَاِنْ اَعْتَقَ مُكَاتَبًا لَمْ يُؤَدِّ شَيْئًا جَازَ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ. لَهُ اَنَّهُ اسْتَحَقَّ الْحُرِّيَّةَ بِجِهَةِ الْكِتَابَةِ فَاَشْبَهَ الْمُدَبَّرَ. وَلَنَا اَنَّ الرِّقَّ قَائِمٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ عَلٰى مَا بَيَّنَّا، وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ(۱) " وَالْكِتَابَةُ لَا تُنَافِيْهِ فَاِنَّهُ فَكُّ الْحَجْرِ بِمَنْزِلَةِ الْاِذْنِ فِي التِّجَارَةِ اِلَّا اَنَّهُ بِعِوَضٍ فَيَلْزَمُ مِنْ جَانِبِهِ، وَلَوْ كَانَ مَانِعًا يَنْفَسِخُ مُقْتَضَى الْاِعْتَاقِ اِذْ هُوَ يَحْتَمِلُهُ، اِلَّا اَنَّهُ تَسْلَمُ لَهُ الْاَكْسَابُ وَالْاَوْلَادُ لِاَنَّ الْعِتْقَ فِي حَقِّ الْمَحَلِّ بِجِهَةِ الْكِتَابَةِ، اَوْ لِاَنَّ الْفَسْخَ ضَرُوْرِيٌّ لَا يَظْهَرُ فِيْ حَقِّ الْوَلَدِ وَالْكَسْبِ

ظہار کرنے والا شخص اگر ایسے مکاتب غلام کو آزاد کر دے جس نے ابھی تک کچھ بھی ادا نہ کیا ہو تو یہ جائز ہوگا۔امام شافعی کی دلیل اس بارے میں مختلف ہے'وہ یہ فرماتے ہیں: معاہدہ طے کرنے کے ساتھ ہی وہ غلام آزادی کا مستحق ہو چکا ہے اس لیے یہ بھی مدبر غلام کے حکم میں شمار ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: مکاتب غلام میں ہر اعتبار سے غلامی اور ملکیت میں ہونے کی کیفیت موجود ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے: ''مکاتب غلام کے ذمے جب تک ایک درہم کی ادائیگی بھی باقی ہو'وہ غلام ہی شمار ہوگا''۔ معاہدہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے' جو غلام ہونے کے منافی ہو'اس کی دلیل یہ ہے: معاہدہ کرنے کے ذریعے صرف (ذاتی تصرف کی) ممانعت زائل ہوتی ہے'یعنی وہ اپنی مرضی کے ذریعے کما سکتا ہے' جس طرح وہ غلام ہوتا ہے' جو تجارت کے بارے میں اختیار رکھتا ہو۔ دونوں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے: جس غلام کو تجارت کے بارے میں اختیار دیا گیا ہو'مالک اسے کسی بھی وقت معزول کر سکتا ہے' کیونکہ یہ اختیار کسی عوض کے بغیر ہوتا ہے' جبکہ کتابت' معاوضے کے بدلے میں ہوتی ہے' لہٰذا وہ غلام کی جانب سے لازم ہوگی' اگر کتابت آزاد کرنے کے منافی ہوتی ہے' تو بھی کفارے میں آزاد کرنے کے نتیجے میں کتابت کا معاہدہ فسخ ہو جائے گا' کیونکہ اس کا احتمال تو موجود ہے البتہ اتنا ضرور ہوگا' مکاتب غلام کی کمائی اور اس کی اولاد محفوظ اور سالم رہیں گے اس کی دلیل یہ ہے: اس کی ذات میں آزادی کتابت کے اعتبار سے پیدا ہوئی تھی' یا اس کی دلیل یہ ہوگی: کتابت ضرورت کے پیش نظر فسخ قرار دی گئی ہے' لہٰذا اس کی اولاد اور کمائی کے حق میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوگا۔

باپ یا بیٹے کو کفارے کی ادائیگی کے لئے خریدنے کا حکم

﴿وَاِنِ اشْتَرٰى اَبَاهُ اَوِ ابْنَهُ يَنْوِيْ بِالشِّرَاءِ الْكَفَّارَةَ جَازَ عَنْهَا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوْزُ وَعَلٰى

هٰذَا الْخِلَافِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ وَالْمَسْاَلَةُ تَاْتِيْكَ فِيْ كِتَابِ الْاَيْمَانِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

اور اگر ظہار کرنے والا شخص اپنے باپ یا بیٹے (جو کہ کسی اور کے غلام ہوں) کو اس نیت کے ساتھ خرید لے کہ میں کفارے میں انہیں آزاد کردوں گا' تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قسم کے کفارے میں اگر اس نوعیت کا غلام آزاد کیا جائے' تو اس بارے میں ہمارے اور امام شافعی کے درمیان اسی نوعیت کا اختلاف ہوگا' جس کی تفصیل' اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا' تو ہم قسموں سے متعلق باب میں تحریر کریں گے۔

مشترک غلام کے نصف حصے کو آزاد کرنے کا حکم

وَاِنْ اَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدٍ مُشْتَرَكٍ وَهُوَ مُوسِرٌ وَضَمِنَ قِيمَةَ بَاقِيهِ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَيَجُوْزُ عِنْدَهُمَا لِاَنَّهُ يَمْلِكُ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالضَّمَانِ فَصَارَ مُعْتِقًا كُلَّ الْعَبْدِ عَنِ الْكَفَّارَةِ وَهُوَ مِلْكُهُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا لِاَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ السِّعَايَةُ فِيْ نَصِيْبِ الشَّرِيْكِ فَيَكُوْنُ اِعْتَاقًا بِعِوَضٍ. وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ نَصِيْبَ صَاحِبِهِ يَنْتَقِصُ عَلٰى مِلْكِهِ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَيْهِ بِالضَّمَانِ وَمِثْلُهُ يَمْنَعُ الْكَفَّارَةَ ﴿فَاِنْ اَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهِ عَنْ كَفَّارَتِهِ ثُمَّ اَعْتَقَ بَاقِيهِ عَنْهَا جَازَ﴾ لِاَنَّهُ اَعْتَقَهُ بِكَلَامَيْنِ وَالنُّقْصَانُ مُتَمَكِّنٌ عَلٰى مِلْكِهِ بِسَبَبِ الْاِعْتَاقِ بِجِهَةِ الْكَفَّارَةِ وَمِثْلُهُ غَيْرُ مَانِعٍ، كَمَنْ اَضْجَعَ شَاةً لِلْاُضْحِيَّةِ فَاَصَابَ السِّكِّينُ عَيْنَهَا، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ لِاَنَّ النُّقْصَانَ تَمَكَّنَ عَلٰى مِلْكِ الشَّرِيْكِ وَهٰذَا عَلٰى اَصْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ. اَمَّا عِنْدَهُمَا فَالْاِعْتَاقُ لَا يَتَجَزَّاُ، فَاِعْتَاقُ النِّصْفِ اِعْتَاقُ الْكُلِّ فَلَا يَكُوْنُ اِعْتَاقًا بِكَلَامَيْنِ

اور اگر ظہار کرنے والا شخص کسی ایسے غلام کا نصف حصہ آزاد کر دے' جو دو مالکوں کے درمیان مشترک تھا' تو آزاد کرنے والا شخص اگر صاحب حیثیت ہو' اور اس غلام کی بقیہ نصف قیمت بھی اپنے ذمے لے' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' لیکن صاحبین کے نزدیک ایسا کرنا درست ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے: ظہار کرنے والے شخص نے جب اپنے شراکت دار کے نصف حصے کی قیمت اپنے ذمے لی تو گویا وہ پورے غلام کا مالک بن گیا اور اس نے کفارے میں مکمل غلام کو آزاد کر دیا جو کہ پورا اس کی ملکیت میں تھا' لیکن اگر ظہار کرنے والا شخص صاحب حیثیت نہ ہو' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا' کیونکہ ایسی صورت میں اس غلام کو اپنی بقیہ نصف قیمت کما کر دوسرے مالک کو ادا کرنا ہوگی' تو یہ آزادی عوض کے بدلے میں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: دوسرے شراکت دار کا حصہ اس کی ملکیت میں ناقص طور پر ہوگا اور یہ حصہ ضمانت لینے پر آزاد ہوگا' اس قسم کا نقص کفارے کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کا نصف حصہ کفارے کے طور پر آزاد کر دے' اور بعد میں بقیہ نصف حصہ بھی آزاد کر دے' تو ایسا کرنا جائز ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس نے اپنے غلام کو دو جملوں کے ذریعے آزاد کیا ہے اور اس نوعیت کا نقصان کفارے کے جواز میں رکاوٹ نہیں ہوتا' کیونکہ اس کی ملکیت میں جو نقصان پیدا ہوا تھا وہ کفارے میں آزاد کرنے کے اعتبار

سے تھا اور اس نوعیت کی مثال رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جیسے کوئی شخص قربانی کے جانور کو لٹائے اور پھر چھری اس جانور کی آنکھ میں لگ جائے (تو وہ جانور عیب والا شمار نہیں ہوگا) لیکن جو صورت پہلے گزری ہے اس کا حکم اس سے مختلف ہے اس کی دلیل یہ ہے: یہ نقصان شراکت دار کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی اصل کے مطابق ہے جبکہ صاحبین کے اصول کے مطابق آزادی کے اجزاء نہیں ہوسکتے لہٰذا نصف کو آزاد کرنا ہی پورے کو آزاد کرنا شمار ہوگا یہ آزاد کرنا دو کلام کے نتیجے میں نہیں ہوگا۔

نصف غلام آزاد کرنے کے بعد صحبت کرنے کا حکم

﴿وَاِنْ اَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدِهٖ عَنْ كَفَّارَتِهٖ ثُمَّ جَامَعَ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا ثُمَّ اَعْتَقَ بَاقِيَهٗ لَمْ يَجُزْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ﴾ لِاَنَّ الْاِعْتَاقَ يَتَجَزَّاُ عِنْدَهٗ، وَشَرْطُ الْاِعْتَاقِ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَ الْمَسِيْسِ بِالنَّصِّ، وَاِعْتَاقُ النِّصْفِ حَصَلَ بَعْدَهٗ، وَعِنْدَهُمَا اِعْتَاقُ النِّصْفِ اِعْتَاقُ الْكُلِّ فَحَصَلَ الْكُلُّ قَبْلَ الْمَسِيْسِ.

﴿وَاِذَا لَمْ يَجِدِ الْمُظَاهِرُ مَا يَعْتِقُ فَكَفَّارَتُهٗ صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ لَيْسَ فِيْهِمَا شَهْرُ رَمَضَانَ وَلَا يَوْمُ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمُ النَّحْرِ وَلَا اَيَّامُ التَّشْرِيْقِ﴾ اَمَّا التَّتَابُعُ فَلِاَنَّهٗ مَنْصُوْصٌ عَلَيْهِ وَشَهْرُ رَمَضَانَ لَا يَقَعُ عَنِ الظِّهَارِ لِمَا فِيْهِ مِنْ اِبْطَالِ مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ وَالصَّوْمُ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَا يَنُوْبُ عَنِ الْوَاجِبِ الْكَامِلِ.

اگر کوئی شخص اپنے نصف غلام کو کفارے کے طور پر آزاد کرنے کے بعد اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے جس کے ساتھ اس نے ظہار کیا تھا اور پھر بقیہ غلام کو آزاد کر دے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک آزاد کرنا اجزاء میں ہوسکتا ہے اور آزاد کرنے کے لئے نص میں یہ بات شرط ہے: وہ صحبت کرنے سے پہلے ہو تو یہاں نصف آزادی صحبت کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ صاحبین کے نزدیک نصف کو آزاد کرنا ہی پورے کو آزاد کرنا ہے لہٰذا مکمل آزادی صحبت سے پہلے حاصل ہوگئی ہے۔

جب ظہار کرنے والے شخص کو آزاد کرنے کے لئے (کوئی غلام یا کنیز) نہ ملے تو اس کا کفارہ یہ ہے: وہ لگا تار دو مہینے تک روزے رکھے جن کے درمیان رمضان نہ ہو عیدالفطر کا دن نہ ہو اور عیدالاضحیٰ کا دن نہ ہو اور ایام تشریق نہ ہوں۔ مسلسل روزے رکھنا قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے اور رمضان کے مہینے میں ظہار کے روزے نہیں رکھے جاسکتے کیونکہ اس صورت میں اس چیز کو باطل قرار دینا لازم آئے گا جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے جبکہ ان ایام میں (یعنی عیدالفطر عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق میں) روزے رکھنا منع ہے لہٰذا یہ کامل واجب کے قائم مقام نہیں ہوسکتے۔

کفارہ ظہار کے دوران جماع کرنے کو کا بیان

﴿فَاِنْ جَامَعَ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا فِيْ خِلَالِ الشَّهْرَيْنِ لَيْلًا عَامِدًا اَوْ نَهَارًا نَاسِيًا اسْتَاْنَفَ الصَّوْمَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ﴾ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يَسْتَاْنِفُ لِاَنَّهٗ لَا يَمْنَعُ التَّتَابُعَ، اِذْ لَا يَفْسُدُ بِهٖ

الصَّوْمُ وَهُوَ الشَّرْطُ، وَإِنْ كَانَ تَقْدِيمُهُ عَلَى الْمَسِيسِ شَرْطًا فَفِيمَا ذَهَبْنَا إِلَيْهِ تَقْدِيمُ الْبَعْضِ وَفِيمَا قُلْتُمْ تَأْخِيرُ الْكُلِّ عَنْهُ .

وَلَهُمَا أَنَّ الشَّرْطَ فِي الصَّوْمِ أَنْ يَكُونَ قَبْلَ الْمَسِيسِ وَأَنْ يَكُونَ خَالِيًا عَنْهُ ضَرُورَةً بِالنَّصِّ، وَهٰذَا الشَّرْطُ يَنْعَدِمُ بِهِ فَيَسْتَأْنِفُ ﴿وَإِنْ أَفْطَرَ مِنْهَا يَوْمًا بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ اسْتَأْنَفَ﴾ لِفَوَاتِ التَّتَابُعِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَيْهِ عَادَةً ﴿وَإِنْ ظَاهَرَ الْعَبْدُ لَمْ يَجْزِ فِي الْكَفَّارَةِ إِلَّا الصَّوْمُ﴾ لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لَهُ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ التَّكْفِيرِ بِالْمَالِ ﴿وَإِنْ أَعْتَقَ الْمَوْلٰى أَوْ أَطْعَمَ عَنْهُ لَمْ يَجْزِهِ﴾ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْمِلْكِ فَلَا يَصِيرُ مَالِكًا بِتَمْلِيكِهِ .

اور جب دو ماہ کے دوران کسی رات میں ظہار کرنے والے شخص نے جان بوجھ کر یا دن کے وقت بھول کر اس عورت کے ساتھ صحبت کر لی جس کے ساتھ ظہار کیا تھا' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ نئے سرے سے روزے رکھنا شروع کرے گا۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں: وہ نئے سرے سے شروع نہیں کرے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے: صحبت روزوں کے مسلسل ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے: صحیح صحبت کے نتیجے میں روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اصل شرط یہی ہے: روزے مسلسل ہوں ان میں کوئی فرق نہیں آیا' جہاں تک روزوں کے صحبت سے پہلے ہونے کا تعلق ہے' تو اگر یہ بات شرط بھی ہو' تو جو صورت ہم نے اختیار کی ہے اس میں کئی روزے صحبت سے پہلے پائے جا رہے ہیں' جبکہ آپ کی اختیار کردہ صورت کے مطابق تمام روزے صحبت کے بعد ہوں گے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: کفارے کے روزوں کے لئے دو باتیں شرط ہیں' ایک تو یہ کہ وہ تمام روزے صحبت کرنے سے پہلے ہوں اور دوسری یہ بات شرط ہے: ان روزوں کے دوران صحبت نہ ہو۔ اگر کوئی شخص ان روزوں کے دوران صحبت کر لیتا ہے' تو یہاں دوسری شرط معدوم ہو جائے گی' لہٰذا اسے نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے۔ اگر وہ شخص ان میں سے کسی ایک دن کسی عذر کی دلیل سے یا کسی عذر کے بغیر روزہ ترک کر دیتا ہے' تو وہ نئے سرے سے روزے رکھنا شروع کرے گا' کیونکہ یہاں مسلسل کا مفہوم فوت ہو گیا ہے اور وہ شخص عادت کے اعتبار سے اس پر قدرت رکھتا تھا۔ اگر کسی غلام نے ظہار کر لیا تو اس کے لئے کفارہ صرف روزے رکھنا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: کوئی چیز اس کی ملکیت نہیں ہے اس لیے وہ مال کے ذریعے کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔ اگر آقا اس کی طرف سے غلام آزاد کر دے یا اس کی طرف سے کھانا کھلا دے' تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا' کیونکہ وہ غلام ملکیت کا اہل ہی نہیں ہے' لہٰذا وہ آقا کے مالک بنانے سے بھی مالک نہیں ہوگا۔

کفارہ ظہار میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا بیان

﴿وَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمُظَاهِرُ الصِّيَامَ أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا﴾ ﴿وَيُطْعِمُ كُلَّ مِسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ قِيمَةَ ذٰلِكَ﴾ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ أَوْسِ بْنِ الصَّامِتِ وَسَهْلِ بْنِ

صَخْرٍ (۱): ﴿لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ (۲)﴾ وَلِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ دَفْعُ حَاجَةِ الْيَوْمِ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ فَيُعْتَبَرُ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَقَوْلُهُ اَوْ قِيْمَةُ ذٰلِكَ مَذْهَبُنَا وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الزَّكَاةِ

اگر ظہار کرنے والا شخص روزے رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "جو شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے"۔ وہ ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع یا کھجور اور جو کا ایک صاع کھلائے گا یا پھر اس کی قیمت دے گا۔ اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: جو حضرت اوس بن صامت اور حضرت سہل بن صخر کی حدیث میں ہے۔ "ہر مسکین کو گندم کا نصف صاع ملے گا" اس کی دلیل یہ بھی ہے: اصل اعتبار اس بات کا ہو گا' ہر مسکین کی ایک دن کی ضرورت پوری کی جائے' تو اس بارے میں صدقہ فطر پر قیاس کیا جائے گا۔ مصنف کا یہ کہنا: یا اس کی قیمت دی جائے گی یہ ہمارا مذہب ہے اور ہم یہ بات (اس سے پہلے) کتاب الزکوۃ میں ذکر کر چکے ہیں

مسکین کو دیے جانے والے کفارہ کا بیان

﴿فَاِنْ اَعْطٰى مَنًّا مِنْ بُرٍّ وَمَنَوَيْنِ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ جَازَ﴾ لِحُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ اِذِ الْجِنْسُ مُتَّحِدٌ ﴿وَاِنْ اَمَرَ غَيْرَهُ اَنْ يُطْعِمَ عَنْهُ مِنْ ظِهَارِهِ فَفَعَلَ اَجْزَاَهُ﴾ لِاَنَّهُ اسْتِقْرَاضٌ مَعْنًى وَالْفَقِيْرُ قَابِضٌ لَهُ اَوَّلًا ثُمَّ لِنَفْسِهِ فَتَحَقَّقَ تَمَلُّكُهُ ثُمَّ تَمْلِيْكُهُ ﴿فَاِنْ غَدَّاهُمْ وَعَشَّاهُمْ جَازَ قَلِيْلًا كَانَ مَا اَكَلُوْا اَوْ كَثِيْرًا﴾ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يُجْزِئُهُ اِلَّا التَّمْلِيْكُ اعْتِبَارًا بِالزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَهٰذَا لِاَنَّ التَّمْلِيْكَ اَدْفَعُ لِلْحَاجَةِ فَلَا يَنُوْبُ مَنَابَهُ الْاِبَاحَةُ .

وَلَنَا اَنَّ الْمَنْصُوْصَ عَلَيْهِ هُوَ الْاِطْعَامُ وَهُوَ حَقِيْقَةٌ فِي التَّمْكِيْنِ مِنَ الطُّعْمِ وَفِي الْاِبَاحَةِ ذٰلِكَ كَمَا فِي التَّمْلِيْكِ، اَمَّا الْوَاجِبُ فِي الزَّكَاةِ الْاِيْتَاءُ وَفِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ الْاَدَاءُ وَهُمَا لِلتَّمْلِيْكِ حَقِيْقَةً ﴿وَلَوْ كَانَ فِيْمَنْ عَشَّاهُمْ صَبِيٌّ فَطِيْمٌ لَّا يُجْزِئُهُ﴾ لِاَنَّهُ لَا يَسْتَوْفِي كَامِلًا، وَلَا بُدَّ مِنَ الْاِدَامِ فِي خُبْزِ الشَّعِيْرِ لِيُمْكِنَهُ الْاِسْتِيْفَاءُ اِلَى الشِّبَعِ، وَفِي خُبْزِ الْحِنْطَةِ لَا يُشْتَرَطُ الْاِدَامُ .

اور اگر وہ شخص ایک من گندم اور دو من کھجور یا جو دیدے' تو یہ بھی جائز ہو گا۔ (یہاں من سے مراد ایک صاع کا چوتھائی حصہ ہے اور مسئلے سے مراد یہ وہ دو مختلف طرح کے اناج کی ادائیگی کردے تو یہ جائز ہو گا) اس کی دلیل یہ ہے: مقصود حاصل ہو گیا ہے' کیونکہ جنس تو متحد ہے۔ اگر وہ شخص کسی دوسرے کو یہ ہدایت کرے' وہ دوسرا شخص اس کی طرف سے اس کے ظہار کے عوض میں کھانا کھلا دے' اور دوسرا شخص ایسا کرلے تو ایسا کرنا جائز ہو گا' کیونکہ معنی کے اعتبار سے یہ قرض لینے کے مترادف ہے' فقیر شخص (اس دوسرے شخص سے) پہلے اس (ظہار کرنے والے شخص) کے لیے' وہ اناج اپنے قبضے میں لے گا' اور پھر (وہ فقیر) اپنی ذات کے لیے (یعنی اپنے قبضے میں وہ اناج) لے گا۔ لہٰذا (اس مفہوم کے اعتبار سے ظہار کرنے والے شخص کے لیے اس اناج کو) پہلے اپنی ملکیت میں لینے اور پھر (فقیر کی) ملکیت میں دینے کی صورت متحقق ہو جائے گی۔ اگر ظہار کرنے والا شخص فقراء کو صبح شام دو وقت کھانا کھلا

دے تو یہ بھی جائز ہے خواہ انہوں نے کھانا کم کھایا ہو یا زیادہ کھایا ہو۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ مالک بنانا شرط ہوگا۔ انہوں نے پھر اسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر پر قیاس کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مالک بنانا حاجت کو زیادہ بہتر طور پر پورا کرتا ہے لہٰذا صرف مباح قرار دینا اس کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص جس بات پر ہے وہ کھانا کھلانا ہے اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ یہی ہے: اگلے بندے کو کھانا میسر آ جائے اور مباح قرار دینے میں یہ صورت اسی طرح پائی جاتی ہے جیسا کہ یہ مالک بنانے میں پائی جاتی ہے۔ جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے تو اس میں واجب ادائیگی ہے اور صدقہ فطر میں بھی ادائیگی ہے اور یہ دونوں الفاظ حقیقت کے اعتبار سے مالک بنانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ظہار کرنے والے شخص نے جن لوگوں کو رات کے وقت کھانا کھلایا ان میں اگر کوئی ایسا بچہ ہو جس کا دودھ چھڑایا گیا ہو تو یہ کافی نہیں ہوگا کیونکہ وہ پورا کھانا نہیں کھا سکتا اسی طرح جو کی روٹی کے ساتھ سالن ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں البتہ گندم کی روٹی ہو تو ساتھ سالن دینا ضروری نہیں ہوگا۔

ایک مسکین کو ساٹھ دن کا کھانا دینے کا حکم

﴿وَاِنْ اَطْعَمَ مِسْكِينًا وَّاحِدًا سِتِّيْنَ يَوْمًا اَجْزَاَهُ، وَاِنْ اَعْطَاهُ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ لَمْ يُجْزِهِ اِلَّا عَنْ يَوْمِهِ﴾ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ سَدُّ خَلَّةِ الْمُحْتَاجِ وَالْحَاجَةُ تَتَجَدَّدُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ، فَالدَّفْعُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ كَالدَّفْعِ اِلٰى غَيْرِهِ، وَهٰذَا فِي الْاِبَاحَةِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ. وَاَمَّا التَّمْلِيْكُ مِنْ مِسْكِيْنٍ وَاحِدٍ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ بِدَفَعَاتٍ، فَقَدْ قِيْلَ لَا يُجْزِئُهُ، وَقَدْ قِيْلَ يُجْزِئُهُ لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلَى التَّمْلِيْكِ تَتَجَدَّدُ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا دَفَعَ بِدَفْعَةٍ وَاحِدَةٍ، لِاَنَّ التَّفْرِيْقَ وَاجِبٌ بِالنَّصِّ. ﴿وَاِنْ قَرُبَ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا فِيْ خِلَالِ الْاِطْعَامِ لَمْ يَسْتَاْنِفْ﴾ لِاَنَّهُ تَعَالٰى مَا شَرَطَ فِي الْاِطْعَامِ اَنْ يَّكُوْنَ قَبْلَ الْمَسِيْسِ، اِلَّا اَنَّهُ يُمْنَعُ مِنَ الْمَسِيْسِ قَبْلَهُ لِاَنَّهُ رُبَّمَا يَقْدِرُ عَلَى الْاِعْتَاقِ اَوِ الصَّوْمِ فَيَقَعَانِ بَعْدَ الْمَسِيْسِ، وَالْمَنْعُ لِمَعْنًى فِيْ غَيْرِهِ لَا يَعْدَمُ الْمَشْرُوْعِيَّةَ فِيْ نَفْسِهِ.

اور جب ظہار کرنے والا شخص ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک کھانا کھلاتا رہے تو یہ بھی جائز ہے اور اگر وہ ایک ہی دن میں ساٹھ لوگوں کو کھانا کھلا دے تو صرف اسی دن کا کفارہ ادا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: اصل مقصد تو یہ ہے: محتاج کی حاجت کو پورا کیا جائے اور حاجت روز نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے تو ایک ہی مسکین کو دوسرے دن دینا اسی طرح ہوگا جیسے دوسرے مسکین کو دیا جا رہا ہے اور اباحت کے بارے میں یہ حکم کسی اختلاف کے بغیر ہے۔ جہاں تک مالک بنانے کا تعلق ہے تو ایک ہی دن میں ایک مسکین کو متعدد دفعہ مالک بنایا جا سکتا ہے تو اس بارے میں ایک قول کے مطابق ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور ایک قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: مالک بنانے کی ضرورت ہر دن مختلف ہوتی ہے اس کے برخلاف جب وہ ایک ہی دفعہ سب کچھ ادا کر دے (تو صورت مختلف ہوگی) اس کی دلیل یہ ہے: نص کے مطابق (ادائیگی میں) فرق کرنا لازم ہے۔ اگر کھانا کھلانے کے دوران مرد

اس عورت کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے' جس کے ساتھ اس نے ظہار کیا تھا' تو وہ از سرنو کھانا کھلانا شروع نہیں کرے گا اس کی دلیل یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے میں یہ بات شرط مقرر نہیں کی ہے کہ وہ صحبت کرنے سے پہلے ہو' البتہ صحبت کرنے سے پہلے ایسا کرنا آدمی کے لئے ممنوع ہے' کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے' وہ اس دوران غلام آزاد کرنے یا روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے' تو یہ دونوں صحبت کرنے کے بعد واقع ہوں گے' اور جو چیز کسی دوسری چیز کی دلیل سے ممنوع ہو وہ بذات خود مشروع ہو سکتی ہے۔

دوظہاروں کے کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا

﴿وَاِذَا اَطْعَمَ عَنْ ظِهَارَيْنِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا كُلَّ مِسْكِيْنٍ صَاعًا مِنْ بُرٍّ لَمْ يُجْزِهِ اِلَّا عَنْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ يُجْزِئُهُ عَنْهُمَا، وَاِنْ اَطْعَمَ ذٰلِكَ عَنْ اِفْطَارٍ وَظِهَارٍ اَجْزَاَهُ عَنْهُمَا﴾ لَهٗ اَنَّ بِالْمُؤَدّٰى وَفَاءً بِهِمَا وَالْمَصْرُوْفُ اِلَيْهِ مَحَلٌّ لَّهُمَا فَيَقَعُ عَنْهُمَا كَمَا لَوِ اخْتَلَفَ السَّبَبُ اَوْ فَرَّقَ فِی الدَّفْعِ. وَلَهُمَا اَنَّ النِّيَّةَ فِی الْجِنْسِ الْوَاحِدِ لَغْوٌ وَّفِی الْجِنْسَيْنِ مُعْتَبَرَةٌ، وَاِذَا لَغَتِ النِّيَّةُ وَالْمُؤَدّٰى يَصْلُحُ كَفَّارَةً وَّاحِدَةً لِاَنَّ نِصْفَ الصَّاعِ اَدْنَى الْمَقَادِيْرِ فَيَمْنَعُ النُّقْصَانَ دُوْنَ الزِّيَادَةِ فَيَقَعُ عَنْهُمَا كَمَا اِذَا نَوٰى اَصْلَ الْكَفَّارَةِ بِخِلَافِ مَا اِذَا فَرَّقَ فِی الدَّفْعِ لِاَنَّهٗ فِی الدَّفْعَةِ الثَّانِيَةِ فِیْ حُكْمِ مِسْكِيْنٍ اٰخَرَ

اور جب ظہار کرنے والا شخص دوظہاروں کے کفارے میں ساٹھ مسکینوں کو گندم کا ایک' ایک صاع دیدیتا ہے۔ تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف ایک ظہار کا کفارہ ادا ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں ظہاروں کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اگر ظہار کرنے والا شخص روزہ نہ رکھنے کے کفارے اور ظہار کے کفارے کو اکٹھا کر کے ادا کر دیتا ہے' تو اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسا کرنا جائز ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے: ظہار کرنے والے شخص نے جو اناج ادا کیا ہے' وہ دونوں ظہاروں کے کفارے کے لئے کافی ہے اور جن لوگوں کو اس نے دیا ہے وہی اس کے وصول کرنے کے مستحق ہیں' لہٰذا دونوں ظہاروں کا کفارہ ادا ہو جائے گا' جیسا کہ اس صورت میں ہو جاتا ہے' جبکہ اسباب مختلف ہوں' یا جب متفرق طور پر کر کے ادا کیا جائے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: ایک ہی جنس میں نیت لغو ہو جاتی ہے' اور دوجنسوں میں نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے' تو جب نیت کا لغو ہونا ثابت ہوگیا' تو ادا شدہ چیز صرف ایک چیز کا کفارہ شمار ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے: نصف صاع کفارے کی کم از کم مقدار ہے' اس سے کم ادائیگی کرنا جائز نہیں ہے' لیکن زیادہ ادائیگی کرنا جائز ہے' لہٰذا اس صورت میں ایک کفارے کی ادائیگی ہوگی' لہٰذا اس شخص نے نیت ہی ایک کفارے کی ادائیگی کی' کی تھی۔ اس کے برخلاف' جب وہ متفرق اوقات میں ادائیگی کرتا ہے' تو گویا دوسری بار ادائیگی کرنا' کسی دوسرے مسکین کو دینے کے مترادف ہوگا۔

دوکفاروں میں غیر متعین ادائیگی کرنے کا بیان

(وَمَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَا ظِهَارٍ فَاَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ لَا يَنْوِیْ عَنْ اِحْدَاهُمَا بِعَيْنِهَا جَازَ عَنْهُمَا،

وَكَذَا إِذَا صَامَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ أَوْ أَطْعَمَ مِائَةً وَعِشْرِينَ مِسْكِينًا جَازَ، لِأَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ فَلَا حَاجَةَ إِلَى نِيَّةٍ مُعَيَّنَةٍ (وَإِنْ أَعْتَقَ عَنْهُمَا رَقَبَةً وَاحِدَةً أَوْ صَامَ شَهْرَيْنِ كَانَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ذٰلِكَ عَنْ أَيِّهِمَا شَاءَ، وَإِنْ أَعْتَقَ عَنْ ظِهَارٍ وَقَتْلٍ لَمْ يَجُزْ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُجْزِيهِ عَنْ أَحَدِهِمَا فِي الْفَصْلَيْنِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ذٰلِكَ عَنْ أَحَدِهِمَا فِي الْفَصْلَيْنِ لِأَنَّ الْكَفَّارَاتِ كُلَّهَا بِاعْتِبَارِ اتِّحَادِ الْمَقْصُودِ جِنْسٌ وَاحِدٌ .وَجْهُ قَوْلِ زُفَرَ أَنَّهُ أَعْتَقَ عَنْ كُلِّ ظِهَارٍ نِصْفَ الْعَبْدِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَجْعَلَ عَنْ أَحَدِهِمَا بَعْدَمَا أَعْتَقَ عَنْهُمَا لِخُرُوجِ الْأَمْرِ مِنْ يَدِهِ .وَلَنَا أَنَّ نِيَّةَ التَّعْيِينِ فِي الْجِنْسِ الْمُتَّحِدِ غَيْرُ مُفِيدٍ فَتَلْغُو، وَفِي الْجِنْسِ الْمُخْتَلِفِ مُفِيدَةٌ، وَاخْتِلَافُ الْجِنْسِ فِي الْحُكْمِ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ هٰهُنَا بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ .نَظِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا صَامَ يَوْمًا فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ عَنْ يَوْمَيْنِ يُجْزِيهِ عَنْ قَضَاءِ يَوْمٍ وَاحِدٍ وَنَظِيرُ الثَّانِي إِذَا كَانَ عَلَيْهِ صَوْمُ الْقَضَاءِ وَالنَّذْرِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ فِيهِ مِنَ التَّمْيِيزِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

اور اگر کسی شخص پر ظہار کے دو کفارے لازم تھے اور اس نے دو غلام آزاد کردیے لیکن ہر کفارے کے غلام کا الگ سے تعین نہ کیا' تو دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے۔اسی طرح اگر اس نے کسی تعیین کے بغیر مسلسل چار ماہ روزے رکھ لیے' یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیا تو ایسا کرنا بھی جائز ہوگا' کیونکہ جنس متحد ہے اس لیے متعین نیت کی ضرورت نہیں ہوگی۔اگر ظہار کرنے والا شخص' دو ظہاروں کے کفارے میں' ایک غلام آزاد کردے یا دو ماہ کے روزے رکھ لے تو وہ جس ظہار کا چاہے کفارہ ادا کرسکتا ہے' لیکن اگر وہ ظہار اور قتل دونوں کے کفارے میں ایک ہی غلام کو آزاد کردے' تو کسی ایک کا بھی کفارہ ادا نہیں ہوگا۔امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: ان دونوں صورتوں میں ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔امام شافعی فرماتے ہیں: ان دونوں صورتوں میں غلام کو کسی بھی ایک کفارے کے لئے متعین کیا جاسکتا ہے' کیونکہ کفارے کا مقصود تو ایک ہی ہے' لہٰذا وہ ایک ہی جنس شمار ہوں گے۔امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: گویا اس نے ہر دو ظہار کے لیے نصف غلام آزاد کیا' تو جب وہ دونوں کے لئے آزاد کر چکا تو اب اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا' پورے غلام کو کسی ایک ظہار کے کفارے کے طور پر مقرر کردے کیونکہ مال اس کے ہاتھ سے جاچکا ہے۔ہماری دلیل یہ ہے: متحد جنس میں نیت کی تعیین کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا' اس لیے وہ لغو قرار دی جائے گی' لیکن مختلف جنس میں نیت معتبر ہوتی ہے۔اگر دو چیزوں کے سبب مختلف ہوں' تو ان پر مختلف اجناس کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔متحد جنس کی مثال یہ دی جاسکتی ہے: ایک شخص نے دو روزوں کی قضاء کے سلسلے میں ایک دن روزہ رکھا تو ایک روزے کی قضاء پوری ہو جائے گی' اور مختلف جنس کی مثال یہ ہے: ایک شخص پر دو روزے واجب ہیں۔ایک قضاء کا لازم ہے اور دوسرا نذر کا لازم ہے' تو اس صورت میں تعیین کر کے تمیز کرنا ضروری ہوگا' اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بَابُ اللِّعَانِ

﴿یہ باب لعان کے بیان میں ہے﴾

باب لعان کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ باب لعان کے فقہی مطابقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس باب سے پہلے باب ظہار میں اس کی فقہی مطابقت کو بیان کر دیا گیا ہے۔ (وہاں ظہار کے باب سے مؤخر کرنے کا سبب یہی بیان کیا گیا ہے کہ لعان تہمت کے ذریعے شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی قسموں کے ساتھ مفارقت ہوتی ہے۔) اور لعان لغوی معنی، پھینکنا اور دوسرے پر لعنت کرنا ہے اور اسی طرح بیوی پر تہمت لگانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۵۴، بیروت)

لعان کے فقہی مفہوم کا بیان

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا اور ایک طلاق بائن پڑھ جائے گی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کر لے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا: شریک ابن سحماء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے

فرمایا اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈ نے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جرأت کیا ہے لیکن نبی کریم ﷺ یہی فرمائے جارہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کار کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبرئیل تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ 24۔النور 26) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ 24۔النور 26) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کر دے گی یا اگر تم جھوٹی ہوگی تو آخرت میں عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا: میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت ﷺ نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تو آپ نے فرمایا: اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمگیں کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماء کا ہوگا' کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سلسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے الخ، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم

ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم وقاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان وخیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل وشواہد تقاضا کریں۔

لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کردیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہٰذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کرسکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اُسکا ترکہ پائیگا اور لعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کردی جائیگی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کردی تو ہوگئی۔ لعان ہو جانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار)

لعان کے بنیادی اصول کا فقہی بیان

قَالَ (إذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بِالزِّنَا وَهُمَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْمَرْأَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا أَوْ نَفَى نَسَبَ وَلَدِهَا وَطَالَبَتْهُ بِمُوجِبِ الْقَذْفِ فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ) وَالْأَصْلُ أَنَّ اللِّعَانَ عِنْدَنَا شَهَادَاتٌ مُؤَكَّدَاتٌ بِالْأَيْمَانِ مَقْرُونَةٌ بِاللَّعْنِ قَائِمَةٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِي حَقِّهِ وَمَقَامَ حَدِّ الزِّنَا فِي حَقِّهَا لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إلَّا أَنْفُسُهُمْ) وَالِاسْتِثْنَاءُ إنَّمَا يَكُونُ مِنْ الْجِنْسِ، وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاَللَّهِ) نَصٌّ عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْيَمِينِ فَقُلْنَا الرُّكْنُ هُوَ الشَّهَادَةُ الْمُؤَكَّدَةُ بِالْيَمِينِ، ثُمَّ قَرَنَ الرُّكْنَ فِي جَانِبِهِ بِاللَّعْنِ لَوْ كَانَ كَاذِبًا وَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ وَفِي جَانِبِهَا بِالْغَضَبِ وَهُوَ قَائِمٌ مَقَامَ حَدِّ الزِّنَا، إذَا ثَبَتَ هَذَا نَقُولُ لَا بُدَّ أَنْ يَكُونَا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ لِأَنَّ الرُّكْنَ فِيهِ الشَّهَادَةُ وَلَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ هِيَ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا لِأَنَّهُ قَائِمٌ فِي حَقِّهِ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فَلَا بُدَّ مِنْ إحْصَانِهَا، وَيَجِبُ بِنَفْيِ الْوَلَدِ لِأَنَّهُ لَمَّا نَفَى وَلَدَهَا صَارَ قَاذِفًا لَهَا ظَاهِرًا وَلَا يُعْتَبَرُ احْتِمَالُ أَنْ يَكُونَ الْوَلَدُ مِنْ غَيْرِهِ بِالْوَطْءِ مِنْ شُبْهَةٍ، كَمَا إذَا نَفَى أَجْنَبِيٌّ نَسَبَهُ عَنْ أَبِيهِ الْمَعْرُوفِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي النَّسَبِ الْفِرَاشُ الصَّحِيحُ وَالْفَاسِدُ مُلْحَقٌ

بِهٖ فَنَفْيُهٗ عَنِ الْفِرَاشِ الصَّحِيْحِ قَذْفٌ حَتّٰى يَظْهَرَ الْمُلْحَقُ بِهٖ

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا الزام لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہوسکتی ہو یا شوہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے اور عورت اس بات پر حد قذف ہونے کا مطالبہ کر دے تو مرد پر لعان کرنا لازم ہوگا۔ اصل یہ ہے: ہمارے نزدیک لعان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ لعنت ملی ہوئی ہوتی ہے اور یہ حد قذف کے قائم مقام ہوگی۔ شوہر کے حق میں اور عورت کے حق میں زنا کی حد کے قائم مقام ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو''۔ استثناء صرف جنس میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی' اللہ تعالیٰ کے نام کی' چار گواہیوں کے برابر ہوگی''۔ یہ اس بات کی دلیل ہے: گواہی بھی ہوگی اور یمین (قسم) بھی ہوگی' تو ہم یہ کہیں گے: لعان کا رکن گواہی ہے' جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے' پھر مرد کی طرف میں' اس رکن کے ساتھ لعنت کو شامل کیا گیا ہے' اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے' جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی' تو ہم یہ کہیں گے: یہ بات ضروری ہے' دونوں میاں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے: اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے' وہ عورت ایسی ہو کہ اس پر پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے پر حد قذف جاری ہوسکتی ہو اس کی دلیل یہ ہے: یہ چیز مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوگی' اس لئے عورت کا محصنہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی لازم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو' اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کر دے گا' تو وہ اس پر زنا کا الزام لگانے والا شمار ہوگا' جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال معتبر نہیں ہوگا' وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو' اور شبہہ کے نتیجے میں وطی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے کوئی اجنبی اس کے باپ کے معروف نسب کا انکار کر دے' اس کی دلیل یہ ہے: نسب میں اصل یہی ہے: فراش صحیح ہو' اور فاسد فراش کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو شوہر کا صحیح فراش کی نفی کرنا' تہمت (زنا کا الزام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراش صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

میں عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے

وَيُشْتَرَطُ طَلَبُهَا لِاَنَّهٗ حَقُّهَا فَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهَا كَسَائِرِ الْحُقُوْقِ (فَاِنِ امْتَنَعَ مِنْهُ حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتّٰى يُلَاعِنَ اَوْ يُكَذِّبَ نَفْسَهٗ) لِاَنَّهٗ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى اِيْفَائِهٖ فَيُحْبَسُ بِهٖ حَتّٰى يَاْتِيَ بِمَا هُوَ عَلَيْهِ اَوْ يُكَذِّبَ نَفْسَهٗ لِيَرْتَفِعَ السَّبَبُ (وَلَوْ لَاعَنَ وَجَبَ عَلَيْهَا اللِّعَانُ) لِمَا تَلَوْنَا مِنَ النَّصِّ اِلَّا اَنَّهٗ يُبْتَدَاُ بِالزَّوْجِ لِاَنَّهٗ هُوَ الْمُدَّعِيْ (فَاِنِ امْتَنَعَتْ حَبَسَهَا الْحَاكِمُ حَتّٰى تُلَاعِنَ اَوْ تُصَدِّقَهٗ) لِاَنَّهٗ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهَا وَهِيَ قَادِرَةٌ عَلٰى اِيْفَائِهٖ فَتُحْبَسُ فِيْهِ .

اور لعان کرنے کے لئے بیوی کا مطالبہ کرنا شرط ہے' کیونکہ لعان کروانا عورت کا حق ہے' تو دوسرے حقوق کی طرح

اس میں بھی مطالبہ کرنا اور دعویٰ کرنا ضروری ہوگا۔ اگر عورت کے مطالبہ کرنے پر شوہر لعان کرنے سے انکار کردے تو حاکم اُسے قید کردے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرے گا یا پھر یہ اقرار کرے گا' میرا دعویٰ جھوٹا تھا' تا کہ اس پر حد قذف جاری کی جا سکے اس کی دلیل یہ ہے: لعان کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے اور مرد کو اس بات کو پورا کرنے کی قدرت بھی حاصل ہے لہٰذا اسے قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس حق کو پورا کرے یا پھر اپنی بات کی تکذیب کرے' تا کہ جس بنیاد پر یہ حق لازم ہوا تھا' اسے ختم کیا جا سکے۔ اگر شوہر لعان کرتا ہے' تو عورت پر بھی لعان کرنا لازم ہوگا' کیونکہ نص کا تقاضا یہی ہے' البتہ لعان کا آغاز مرد کرے گا' کیونکہ دعویٰ اسی نے کیا ہے۔ اگر عورت لعان سے انکار کردیتی ہے' تو حاکم اسے قید کردے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرے گی' یا پھر مرد کے دعوے کی تصدیق کردے گی' کیونکہ لعان کرنا عورت پر لازم ہے اور یہ بھی اس کی ادائیگی پر قادر ہے' تو (انکار پر) عورت کو قید کیا جائے گا۔

شوہر کے غلام' کافر یا محدود فی قذف ہونے کا حکم

(وَإِذَا كَانَ الزَّوْجُ عَبْدًا أَوْ كَافِرًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ فَقَذَفَ امْرَأَتَهُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ) لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ اللِّعَانُ لِمَعْنًى مِنْ جِهَتِهِ فَيُصَارُ إِلَى الْمُوجَبِ الْأَصْلِيِّ وَهُوَ الثَّابِتُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ) الْآيَةَ، وَاللِّعَانُ خَلَفٌ عَنْهُ .

اور اگر کسی کا شوہر غلام ہو' یا اس پر حد قذف جاری ہو چکی ہو' اور وہ اپنی بیوی پر الزام لگائے' تو اس مرد پر ہی حد قذف جاری ہوگی' کیونکہ شوہر میں ایک ایسا سبب پایا جاتا ہے' جو لعان کے لئے رکاوٹ ہے' تو وہ اصل سزا کا مستحق قرار پائے گا۔ اس کا حکم اس نص سے ثابت ہے: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں' اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو' تو انہیں اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' تو لعان دراصل اسی سزا کا قائم مقام ہے۔

بیوی کے کنیز' کافر' محدودہ فی قذف ہونے کا حکم

(وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَهِيَ أَمَةٌ أَوْ كَافِرَةٌ أَوْ مَحْدُودَةٌ فِي قَذْفٍ أَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا) بِأَنْ كَانَتْ صَبِيَّةً أَوْ مَجْنُونَةً أَوْ زَانِيَةً (فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا لِعَانَ) لِانْعِدَامِ أَهْلِيَّةِ الشَّهَادَةِ وَعَدَمِ الْإِحْصَانِ فِي جَانِبِهَا وَامْتِنَاعِ اللِّعَانِ لِمَعْنًى مِنْ جِهَتِهَا فَيَسْقُطُ الْحَدُّ كَمَا إِذَا صَدَّقَتْهُ، وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَرْبَعَةٌ لَا لِعَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ أَزْوَاجِهِمْ: الْيَهُودِيَّةُ وَالنَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ، وَالْمَمْلُوكَةُ تَحْتَ الْحُرِّ، وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوكِ(۱)) وَلَوْ كَانَا مَحْدُودَيْنِ فِي قَذْفٍ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ لِأَنَّ امْتِنَاعَ اللِّعَانِ بِمَعْنًى مِنْ جِهَتِهِ إِذْ هُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ

اگر شوہر گواہی دینے کا اہل ہو مگر اس کی بیوی کنیز ہو یا کافر ہو یا اس پر حد قذف جاری ہو چکی ہو' یا وہ ان عورتوں میں

سے ہو جن پر الزام لگانے پر سزا نہیں دی جاتی جیسے وہ نابالغ ہو یا پاگل ہو یا فاحشہ عورت ہو تو عورت پر نہ حد جاری ہوگی نہ لعان کرنا لازم ہوگا' کیونکہ عورت شہادت کی اہلیت نہیں رکھتی ہے' کیونکہ وہ محصنہ نہیں ہے' تو اب چونکہ لعان میں رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے' اس لئے مرد سے حد ساقط ہو جائے گی۔ جیسے اس وقت ساقط ہو جاتی جب عورت مرد کی بات کی تصدیق کر دیتی۔ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "چار آدمی ایسے ہیں' جن کے بیویوں اور ان کے درمیان لعان نہیں ہوسکتا (بیوی) یہودی ہو یا عیسائی ہو (اور اس کا شوہر) مسلمان ہو (بیوی) کنیز ہو جس کا شوہر آزاد شخص ہو' (بیوی) آزاد عورت ہو (جس کا شوہر غلام ہو) اگر میاں بیوی دونوں پر پہلے حد قذف جاری ہو چکی ہو' تو مرد پر حد لازم آئے گی' کیونکہ یہاں لعان میں رکاوٹ اس مرد کی دلیل سے آئے گی۔ کیونکہ وہی لعان کرنے کا اہل نہیں ہے۔

لعان کرنے کے طریقے کا بیان

(وَصِفَةُ اللِّعَانِ اَنْ يَّبْتَدِءَ الْقَاضِیْ بِالزَّوْجِ فَيَشْهَدُ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا، وَيَقُوْلُ فِی الْخَامِسَةِ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا يُشِيْرُ اِلَيْهَا فِیْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ ثُمَّ تَشْهَدُ الْمَرْاَةُ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ تَقُوْلُ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا .وَتَقُوْلُ فِی الْخَامِسَةِ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا) وَالْاَصْلُ فِیْ مَا تَلَوْنَاهُ مِنَ النَّصِّ .وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اَنَّهٗ يَاْتِیْ بِلَفْظَةِ الْمُوَاجَهَةِ يَقُوْلُ فِيْمَا رَمَيْتُكِ بِهٖ مِنَ الزِّنَا لِاَنَّهٗ اَقْطَعُ لِلِاحْتِمَالِ .وَجْهُ مَا ذُكِرَ فِی الْكِتَابِ اَنَّ لَفْظَةَ الْمُغَايَبَةِ اِذَا انْضَمَّتْ اِلَيْهَا الْاِشَارَةُ انْقَطَعَ الِاحْتِمَالُ .

اور لعان کا طریقہ یہ ہے: قاضی شوہر سے آغاز کرے گا شوہر چار بار قسم اٹھائے گا' اور ہر بار یہ لفظ کہے گا۔ "میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا کر یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کا الزام لگایا ہے میں اس بارے میں سچا ہوں' اور پانچویں مرتبہ وہ یہ کہے گا: اگر میں اس پر الزام لگانے میں جھوٹا ہوں' تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"۔ پانچوں مرتبہ مرد عورت کی طرف اشارہ کر کے یہ کہے گا۔ شوہر کی طرح بیوی بھی چار بار گواہی دے گی' اور ہر بار یہی کہے گی۔ "میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں کہ اس مرد نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے وہ جھوٹا ہے"۔ پانچویں مرتبہ وہ یہ الفاظ استعمال کرے گی۔ "اگر اس نے یہ الزام سچا لگایا ہے' تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو"۔ اس بارے میں مذکورہ آیت اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام حسن (بن زیاد) نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات روایت کی ہے: لعان کی گواہی میں شوہر مخاطب کے صیغے کو استعمال کرے گا' یعنی یہ کہے گا: "میں نے تم پر جو زنا کا الزام لگایا ہے" اس کی دلیل یہ ہے: اس میں دوسرا احتمال ختم ہو جاتا ہے' کتاب میں جو بات ذکر کی گئی ہے' غائب کے صیغے کے ساتھ اشارہ بھی موجود ہو' تو احتمال ختم ہو جاتا ہے۔

لعان کے بعد تفریق کا بیان

قَالَ (وَاِذَا الْتَعَنَا لَا تَقَعُ الْفُرْقَةُ حَتّٰى يُفَرِّقَ الْحَاكِمُ بَيْنَهُمَا) وَقَالَ زُفَرُ: تَقَعُ بِتَلَاعُنِهِمَا لِاَنَّهُ تَثْبُتُ الْحُرْمَةُ الْمُؤَبَّدَةُ بِالْحَدِيْثِ .(۱)وَلَنَا اَنَّ ثُبُوْتَ الْحُرْمَةِ يُفَوِّتُ الْاِمْسَاكَ بِالْمَعْرُوْفِ فَيَلْزَمُهُ التَّسْرِيْحُ بِالْاِحْسَانِ، فَاِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِيْ مَنَابَهُ دَفْعًا لِلظُّلْمِ، دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُ ذٰلِكَ الْمُلَاعِنِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا، هِيَ طَالِقٌ ثَلَاثًا(۲)، قَالَهُ بَعْدَ اللِّعَانِ (وَتَكُوْنُ الْفُرْقَةُ تَطْلِيْقَةً بَائِنَةً عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ) رَحِمَهُمَا اللّٰهُ لِاَنَّ فِعْلَ الْقَاضِيْ انْتَسَبَ اِلَيْهِ كَمَا فِي الْعِنِّيْنِ (وَهُوَ خَاطِبٌ اِذَا اَكْذَبَ نَفْسَهُ) عِنْدَهُمَا

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: هُوَ تَحْرِيْمٌ مُؤَبَّدٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا(۳)) نَصَّ عَلَى التَّاْبِيْدِ .وَلَهُمَا اَنَّ الْاِكْذَابَ رُجُوْعٌ وَالشَّهَادَةُ بَعْدَ الرُّجُوْعِ لَا حُكْمَ لَهَا، لَا يَجْتَمِعَانِ مَا دَامَا مُتَلَاعِنَيْنِ، وَلَمْ يَبْقَ التَّلَاعُنُ وَلَا حُكْمُهُ بَعْدَ الْاِكْذَابِ فَيَجْتَمِعَانِ .

جب دونوں لعان کرلیں گے' تو ان کے درمیان علیحدگی واقع نہیں ہوگی جب تک قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کروا دیتا۔ امام زفر فرماتے ہیں: ان دونوں کے درمیان لعان کرنے کی دلیل سے علیحدگی واقع ہوجائے گی اس کی دلیل یہ ہے: حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ دائمی حرمت ثابت ہوگئی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: لعان کے نتیجے میں جو حرمت ثابت ہوتی ہے امساک بالمعروف کا مقصد فوت ہونے سے ہے' اس لئے شوہر کے لئے یہ بات لازم ہوگی کہ اس عورت کو احسان کے ساتھ رخصت کرے' لیکن جب شوہر اس بات سے انکار کرتا ہے' تو قاضی اس کا قائم مقام ہوجائے گا تاکہ ظلم اور زیادتی کا ازالہ کیا جا سکے۔ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں لعان کرنے والے صاحب کا قول بھی اسی بات کی دلالت کرتا ہے' جنہوں نے یہ کہا تھا ''یارسول اللہ ﷺ! اگر میں اسے اب بھی اپنے ساتھ رکھتا ہوں' تو اس کا مطلب ہے میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے' تو اسے تین طلاقیں ہیں'' انہوں نے یہ بات لعان کرنے کے بعد کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان یہ علیحدگی ایک بائنہ طلاق شمار ہوگی۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: قاضی کا یہ عمل شوہر کی طرف منسوب ہوگا' جیسا کہ عنین کی صورت میں ہوتا ہے۔

اگر لعان کرنے والا شخص' لعان کے بعد اپنی بات کی تکذیب کردے' تو وہ اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں: وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے دائمی طور پر حرام ہوجاتے ہیں' کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''لعان کرنے والے کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے''۔ یہ ابدی حرمت پر نص ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: تکذیب کرنا رجوع شمار ہوگا' تو جس گواہی کے بعد رجوع آجائے اس کا حکم ثابت نہیں ہوتا' میاں بیوی اس وقت تک اکٹھے نہیں ہوسکتے جب تک

لعان کا حکم باقی رہتا' لیکن جب لعان باقی نہیں رہا اور اس کا حکم بھی باقی نہیں رہا (مرد کے اپنی ذات کی) تکذیب کرنے کے بعد' تو وہ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

بچے کی نفی کی صورت میں لعان کا طریقہ

(وَلَوْ كَانَ الْقَذْفُ بِوَلَدٍ نَفَى الْقَاضِيْ نَسَبَهُ وَأَلْحَقَهُ بِأُمِّهِ) وَصُوْرَةُ اللِّعَانِ أَنْ يَأْمُرَ الْحَاكِمُ الرَّجُلَ فَيَقُوْلُ: أَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنِّي لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَيْتُكِ بِهِ مِنْ نَفْيِ الْوَلَدِ، وَكَذَا فِيْ جَانِبِ الْمَرْأَةِ (وَلَوْ قَذَفَهَا بِالزِّنَا وَنَفَى الْوَلَدَ ذَكَرَ فِي اللِّعَانِ الْأَمْرَيْنِ ثُمَّ يَنْفِي الْقَاضِيْ نَسَبَ الْوَلَدِ وَيُلْحِقُهُ بِأُمِّهِ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَفَى وَلَدَ امْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ هِلَالٍ وَأَلْحَقَهُ بِهَا(۱)) وَلِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذَا اللِّعَانِ نَفْيُ الْوَلَدِ فَيُوَفَّرُ عَلَيْهِ مَقْصُوْدُهُ، وَيَتَضَمَّنُهُ الْقَضَاءُ بِالتَّفْرِيْقِ. وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ أَنَّ الْقَاضِيْ يُفَرِّقُ وَيَقُوْلُ: قَدْ أَلْزَمْتُهُ أُمَّهُ وَأَخْرَجْتُهُ مِنْ نَسَبِ الْأَبِ لِأَنَّهُ يَنْفَكُّ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنْ ذِكْرِهِ (فَإِنْ عَادَ الزَّوْجُ وَأَكْذَبَ نَفْسَهُ حَدَّهُ الْقَاضِيْ) لِإِقْرَارِهِ بِوُجُوْبِ الْحَدِّ عَلَيْهِ (وَحَلَّ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا) وَهٰذَا عِنْدَهُمَا لِأَنَّهُ لَمَّا حُدَّ لَمْ يَبْقَ أَهْلًا لِلِّعَانِ فَارْتَفَعَ حُكْمُهُ الْمَنُوْطُ بِهِ وَهُوَ التَّحْرِيْمُ (وَكَذٰلِكَ إِنْ قَذَفَ غَيْرَهَا فَحُدَّ بِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (وَكَذَا إِذَا زَنَتْ فَحُدَّتْ) لِانْتِفَاءِ أَهْلِيَّةِ اللِّعَانِ مِنْ جَانِبِهَا

اور اگر زنا کا یہ الزام' بچے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو' تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا' اور اسے اس کی ماں کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لعان کی صورت یہ ہوگی: حاکم مرد سے یہ کہے گا: وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں سچا ہوں۔ جو میں نے بیوی پر یہ الزام لگایا ہے' جس میں بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ اسی طرح عورت کی طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔ اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کر دے' تو وہ لعان میں ان دونوں کا ذکر کرے گا' اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کر کے اسے ماں کے ساتھ شامل کر دے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی' ہلال سے نسبت کی نفی کر دی تھی اور اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا تھا۔ نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: لعان کا اصل مقصد یہ ہے: بچے کے نسب کی نفی کی جائے' تا کہ شوہر کا مقصد پورا ہو سکے تو نسب کی نفی کے لئے قاضی کا اتنا کہنا کافی ہوگا' میں نے دونوں کے درمیان لعان کی تفریق کر دی۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت منسوب ہے: قاضی علیحدہ طور پر ذکر کرے گا' اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملا رہا ہوں' میں اسے باپ کے نسب سے نکال رہا ہوں' اس کی دلیل یہ ہے: اس کو باپ کے نسب سے علیحدہ کرنا ضروری ہے' تو اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا۔ اگر شوہر رجوع کرے اور اپنی بات کی تکذیب کر دے' تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا' کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے' جس کے نتیجے میں حد واجب ہو جاتی ہے۔ مرد کے لئے یہ بات جائز ہوگی کہ وہ اسی عورت کے ساتھ شادی کر لے' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہوگئی تو وہ لعان کا اہل نہیں رہا' لہٰذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا' اور وہ حکم دائمی حرمت کا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے' تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے) اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت زنا کرتی ہے' تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ (تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہوگئی ہے۔

عورت نابالغ یا مجنون ہو تو لعان کا حکم

(وَاِذَا قَذَفَ امْرَاَتَهُ وَهِیَ صَغِیْرَةٌ اَوْ مَجْنُوْنَةٌ فَلَا لِعَانَ بَیْنَهُمَا) لِاَنَّهُ لَا یُحَدُّ قَاذِفُهَا لَوْ كَانَ اَجْنَبِیًّا، فَكَذَا لَا یُلَاعِنُ الزَّوْجُ لِقِیَامِهٖ مَقَامَهُ (وَكَذَا اِذَا كَانَ الزَّوْجُ صَغِیْرًا اَوْ مَجْنُوْنًا) لِعَدَمِ اَهْلِیَّةِ الشَّهَادَةِ (وَقَذْفُ الْاَخْرَسِ لَا یَتَعَلَّقُ بِهِ اللِّعَانُ) لِاَنَّهُ یَتَعَلَّقُ بِالصَّرِیْحِ كَحَدِّ الْقَذْفِ، وَفِیْهِ خِلَافُ الشَّافِعِیِّ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ لَا یَعْرٰی عَنِ الشُّبْهَةِ وَالْحُدُوْدُ تَنْدَرِءُ بِهَا

اور جو شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور وہ عورت نابالغ ہو' یا پاگل ہو' تو دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا' اس کی دلیل یہ ہے: ایسی عورت پر زنا کا الزام لگانے پر حد جاری نہیں ہوتی ہے' اگر وہ الزام لگانے والا شخص اجنبی ہو' تو اسی طرح اس کا شوہر بھی اس کے ساتھ لعان نہیں کر سکتا' کیونکہ لعان اس حد قذف کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر شوہر نابالغ ہو' یا پاگل ہو (تو بھی یہی حکم ہوگا) کیونکہ اس میں گواہی کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔ گونگے شخص کے زنا کا الزام لگانے پر لعان متعلق نہیں ہوگا' کیونکہ یہ صریح لفظ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ حد قذف میں یہی حکم ہوتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل مختلف ہے۔ اس حکم کی دلیل یہ ہے: اس میں شبہ پایا جائے گا' اور شبہ کی دلیل سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

حمل کی نفی پر لعان کرنے کا بیان

(وَاِذَا قَالَ الزَّوْجُ لَیْسَ حَمْلُكِ مِنِّیْ فَلَا لِعَانَ بَیْنَهُمَا) وَهٰذَا قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَزُفَرَ لِاَنَّهُ لَا یَتَیَقَّنُ بِقِیَامِ الْحَمْلِ فَلَمْ یَصِرْ قَاذِفًا. وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: اَللِّعَانُ یَجِبُ بِنَفْیِ الْحَمْلِ اِذَا جَاءَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ وَهُوَ مَعْنٰی مَا ذُكِرَ فِی الْاَصْلِ، لِاَنَّا تَیَقَّنَّا بِقِیَامِ الْحَمْلِ عِنْدَهُ فَیَتَحَقَّقُ الْقَذْفُ. قُلْنَا: اِذَا لَمْ یَكُنْ قَذْفًا فِی الْحَالِ یَصِیْرُ كَالْمُعَلَّقِ بِالشَّرْطِ فَیَصِیْرُ كَاَنَّهُ قَالَ: اِنْ كَانَ بِكِ حَمْلٌ فَلَیْسَ مِنِّیْ. وَالْقَذْفُ لَا یَصِحُّ تَعْلِیْقُهُ بِالشَّرْطِ (وَاِنْ قَالَ لَهَا زَنَیْتِ وَهٰذَا الْحَمْلُ مِنَ الزِّنَا تَلَاعَنَا) لِوُجُوْدِ الْقَذْفِ حَیْثُ ذَكَرَ الزِّنَا صَرِیْحًا (وَلَمْ یَنْفِ الْقَاضِی الْحَمْلَ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ: یَنْفِیْهِ لِاَنَّهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَفَی الْوَلَدَ عَنْ هِلَالٍ وَقَدْ قَذَفَهَا حَامِلًا (۱). وَلَنَا اَنَّ الْاَحْكَامَ لَا تَتَرَتَّبُ عَلَیْهِ اِلَّا بَعْدَ الْوِلَادَةِ لِتَمَكُّنِ الِاحْتِمَالِ قَبْلَهُ،

وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلٰى أَنَّهُ عَرَفَ قِيَامَ الْحَبَلِ بِطَرِيقِ الْوَحْيِ ۔

(ل) اور جب شوہر یہ کہہ دے: تمہارا حمل مجھ سے نہیں ہے تو ان دونوں کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے نزدیک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: حمل کا موجود ہونا یقینی نہیں اس لئے مرد الزام لگانے والا شمار نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک حمل کی نفی کے نتیجے میں لعان واجب جائے گا اگر وہ عورت چھ ماہ سے کم عرصے میں بچے کو جنم دیتی ہے اور یہ اس بات کا مفہوم ہے جس کا ذکر کتاب الاصل (المبسوط) میں ہوا ہے اس کی دلیل یہ ہے: قذف کے وقت ہمیں حمل موجود ہونے کا یقین ہو جائے تو تہمت لگانا محقق ہو جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں: زمانہ حال میں قذف نہیں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے اسے کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا ہے تو یہ یوں ہوگا: گویا اس مرد نے کہا: اگر تمہیں حمل ہوا تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ اور اس شخص کے معلق کر دینے سے قذف درست نہیں ہوتا۔ اگر مرد نے عورت سے یہ کہا: تم نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا کے نتیجے میں ہے تو وہ دونوں لعان کریں گے کیونکہ یہاں قذف کا وجود پایا جا رہا ہے کیونکہ اس نے صریح طور پر زنا کا ذکر کیا ہے۔ لیکن قاضی حمل کی نفی نہیں کرے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: وہ نفی کر دے گا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ہلال کے بیٹے کی نفی کر دی تھی۔ حالانکہ انہوں نے اپنی حاملہ بیوی پر الزام لگایا تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے: اس پر احکام بچے کی پیدائش کے بعد مرتب ہوں گے کیونکہ اس سے پہلے دوسرا احتمال پایا جا سکتا ہے جبکہ مذکورہ بالا حدیث اس صورت پر محمول ہوگی: آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حمل کے قیام کا پتہ چل گیا تھا۔

دعویٰ نسب میں بچے کی نفی کا اعتبار

(وَإِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَ امْرَأَتِهِ عَقِيبَ الْوِلَادَةِ أَوْ فِي الْحَالَةِ الَّتِي تَقْبَلُ التَّهْنِئَةَ وَتُبْتَاعُ آلَةُ الْوِلَادَةِ صَحَّ نَفْيُهُ وَلَاعَنَ بِهِ وَإِنْ نَفَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ لَاعَنَ، وَيَثْبُتُ النَّسَبُ هٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ۔ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: يَصِحُّ نَفْيُهُ فِي مُدَّةِ النِّفَاسِ) لِأَنَّ النَّفْيَ يَصِحُّ فِي مُدَّةٍ قَصِيرَةٍ وَلَا يَصِحُّ فِي مُدَّةٍ طَوِيلَةٍ فَفَصَلْنَا بَيْنَهُمَا بِمُدَّةِ النِّفَاسِ لِأَنَّهُ أَثَرُ الْوِلَادَةِ ۔ وَلَهُ أَنَّهُ لَا مَعْنَى لِلتَّقْدِيرِ لِأَنَّ الزَّمَانَ لِلتَّأَمُّلِ وَأَحْوَالُ النَّاسِ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ فَاعْتَبَرْنَا مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ وَهُوَ قَبُولُهُ التَّهْنِئَةَ أَوْ سُكُوتُهُ عِنْدَ التَّهْنِئَةِ أَوِ ابْتِيَاعُهُ مَتَاعَ الْوِلَادَةِ أَوْ مُضِيُّ ذٰلِكَ الْوَقْتِ فَهُوَ مُمْتَنِعٌ عَنِ النَّفْيِ ۔ وَلَوْ كَانَ غَائِبًا وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْوِلَادَةِ ثُمَّ قَدِمَ تُعْتَبَرُ الْمُدَّةُ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا عَلَى الْأَصْلَيْنِ ۔

قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنَفَى الْأَوَّلَ وَاعْتَرَفَ بِالثَّانِي يَثْبُتُ نَسَبُهُمَا) لِأَنَّهُمَا تَوْأَمَانِ خُلِقَا مِنْ مَاءٍ وَاحِدٍ (وَحُدَّ الزَّوْجُ) لِأَنَّهُ أَكْذَبَ نَفْسَهُ بِدَعْوَى الثَّانِي، وَإِنِ اعْتَرَفَ بِالْأَوَّلِ وَنَفَى الثَّانِي يَثْبُتُ نَسَبُهُمَا لِمَا ذَكَرْنَا وَلَاعَنَ لِأَنَّهُ قَادِرٌ بِنَفْيِ الثَّانِي وَلَمْ يَرْجِعْ عَنْهُ،

وَالْإِقْرَارُ بِالْعِفَّةِ سَابِقٌ عَلَى الْقَذْفِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِنَّهَا عَفِيفَةٌ ثُمَّ قَالَ هِيَ زَانِيَةٌ، وَفِي ذٰلِكَ التَّلَاعُنُ كَذَا هٰذَا .

۱۱۰۱ اور جب مرد اپنی بیوی کے بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کر دے یا ایسی حالت میں نفی کرے جب مبارکباد قبول کی جاتی ہے یا پیدائش کی چیزیں خریدی جاتی ہے تو اس کا حمل کی نفی کرنا صحیح ہوگا اور اس دلیل سے لعان کیا جائے گا۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ کسی اور وقت میں نفی کرتا ہے اور لعان کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بچے کا نسب ثابت ہوگا۔ امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں: نفاس کی مدت کے دوران اس کا نفی کرنا درست ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: یہ نفی تھوڑی مدت میں درست ہوتی ہے۔ یہ طویل مدت میں درست نہیں ہو سکتی اس لئے ہم ان دونوں کے درمیان نفاس کی مدت کے ذریعے علیحدگی کریں گے کیونکہ وہ ولادت کا اثر ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: مدت مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ سوچ بچار کے لئے ہوتی ہے لیکن سوچ بچار کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے۔ تو ہم ایسی بات کا اعتبار کریں گے جو بچے کے انکار نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو جیسے اس شخص نے پیدائش پر مبارکباد قبول کر لی یا مبارک دیئے جانے کے وقت خاموش رہا یا بچے کی پیدائش کے وقت جو اشیاء خریدی جاتی ہیں وہ اس نے خرید لیں یا وہ وقت گزر گیا تو اس صورت میں نفی ناممکن ہو جائے گا۔ لیکن مرد اگر وہاں موجود نہ ہو اور اسے پیدائش کا پتہ نہ چل سکے پھر وہ آئے تو اس مدت کا اعتبار ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں کی اصل کے مطابق ہوگا۔ اگر عورت ایک ساتھ دو بچوں کو جنم دے اور مرد پہلے کے نسب کی نفی کر دے اور دوسرے کا اعتراف کرے تو دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: وہ دونوں بچے ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اور شوہر پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس نے دوسرے دعوے کے ذریعے اپنی بات کی نفی کر دی ہے۔ اگر وہ پہلے بچے کا اعتراف کر لیتا ہے اور دوسرے کی نفی کر دیتا ہے تو ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ شوہر کو لعان کرنا ہوگا کیونکہ دوسرے بچے کی نفی کے نتیجے میں وہ الزام لگا رہا ہے اور اس نے اپنے قول سے رجوع بھی نہیں کیا جبکہ بیوی کے پاک دامن ہونے کا اقرار اس نے پہلے کیا ہے تو یہ بالکل اس طرح ہو جائے گا جیسے پہلے وہ کہہ دے: میری بیوی پاک دامن ہے اور بعد میں کہہ دے: یہ زانیہ ہے۔ لہٰذا پہلے بچے کے اعتراف کے بعد دوسرے بچے کی نفی کرنے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

ہے تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا۔ جب عورت اس کا مطالبہ کرے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: صحبت کرنے میں عورت کا حق ثابت ہے اور اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہ رکاوٹ کسی عارضی علت کی دلیل سے ہو اور اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ اصل آفت ہو اس لیے وقفہ مدت ضروری ہوگی جس میں اس بات کا پتہ چل سکے تو وہ مدت ہم نے ایک سال مقرر کی ہے' کیونکہ وہ چاروں موسموں پر مشتمل ہوتی ہے۔

مہلت کے بعد عدمِ قدرت پر ہونے والی علیحدگی کا حکم

فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ وَلَمْ يَصِلْ اِلَيْهَا تَبَيَّنَ اَنَّ الْعَجْزَ بِآفَةٍ اَصْلِيَّةٍ فَفَاتَ الْاِمْسَاكُ بِالْمَعْرُوْفِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ التَّسْرِيْحُ بِالْاِحْسَانِ، فَاِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِيْ مَنَابَهُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهَا لِاَنَّ التَّفْرِيْقَ حَقُّهَا (وَتِلْكَ الْفُرْقَةُ تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ) لِاَنَّ فِعْلَ الْقَاضِيْ اُضِيْفَ اِلَى الزَّوْجِ فَكَاَنَّهُ طَلَّقَهَا بِنَفْسِهِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هُوَ فَسْخٌ لٰكِنَّ النِّكَاحَ لَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ عِنْدَنَا، وَاِنَّمَا تَقَعُ بَائِنَةً لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ وَهُوَ دَفْعُ الظُّلْمِ عَنْهَا لَا يَحْصُلُ اِلَّا بِهَا لِاَنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ بَائِنَةً تَعُوْدُ مُعَلَّقَةً بِالْمُرَاجَعَةِ .

(ترجمہ) اور جب یہ مدت گزر جائے گی اور پھر بھی مرد عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکے گا تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس کا عاجز ہونا اصل آفت کے اعتبار سے ہے اس لیے امساک بالمعروف کا پہلو فوت ہو جائے گا' اور تسریح بالاحسان اس پر لازم ہو جائے گی۔ اگر وہ اس سے انکار کرتا ہے' تو قاضی اس کا قائم مقام بن جائے گا' اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا' لیکن اس کے لئے عورت کا مطالبہ کرنا ضروری ہے' کیونکہ یہ عورت کا حق ہے۔ یہ علیحدگی ایک بائنہ طلاق شمار ہوگی' اس کی دلیل یہ ہے: قاضی کے فعل کی نسبت شوہر کے فعل کی طرف کی جائے گی گویا کہ مرد نے بذاتِ خود اسے طلاق دی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: یہ فسخ شمار ہوگا' لیکن ہمارے نزدیک فسخ نہیں ہوگا۔ نیز قاضی کی تفریق اس لیے بھی بائنہ شمار ہوگی' کیونکہ اصل مقصد عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کو ختم کرنا ہے اور یہ بائنہ طلاق کے ذریعے ہی پورا ہو سکتا ہے' کیونکہ اگر عورت بائنہ نہیں ہوگی' تو شوہر اس سے پھر رجوع کر لے گا' اور وہ پھر معلق ہو جائے گی۔

عنین اور اس کی بیوی کے احکام

(وَلَهَا كَمَالُ مَهْرِهَا اِنْ كَانَ خَلَا بِهَا) فَاِنَّ خَلْوَةَ الْعِنِّيْنِ صَحِيْحَةٌ (وَيَجِبُ الْعِدَّةُ) لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلِ هٰذَا اِذَا اَقَرَّ الزَّوْجُ اَنَّهُ لَمْ يَصِلْ اِلَيْهَا (وَلَوِ اخْتَلَفَ الزَّوْجُ وَالْمَرْاَةُ فِي الْوُصُوْلِ اِلَيْهَا فَاِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ ثُمَّ يَمِيْنُهُ) لِاَنَّهُ يُنْكِرُ اسْتِحْقَاقَ حَقِّ الْفُرْقَةِ وَالْاَصْلُ هُوَ السَّلَامَةُ فِي

الْحِجْلَةِ (ثُمَّ إِنْ حَلَفَ بَطَلَ حَقُّهَا، وَإِنْ نَكَلَ يُؤَجَّلُ سَنَةً، وَإِنْ كَانَتْ بِكْرًا نَظَرَ إِلَيْهَا النِّسَاءُ، فَإِنْ قُلْنَ هِيَ بِكْرٌ أُجِّلَ سَنَةً) لِظُهُورِ كَذِبِهِ (وَإِنْ قُلْنَ هِيَ ثَيِّبٌ يَحْلِفُ الزَّوْجُ، فَإِنْ حَلَفَ لَا حَقَّ لَهَا، وَإِنْ نَكَلَ يُؤَجَّلُ سَنَةً، وَإِنْ كَانَ مَجْبُوبًا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ إِنْ طَلَبَتْ) لِأَنَّهُ لَا فَائِدَةَ فِي التَّأْجِيلِ (وَالْخَصِيُّ يُؤَجَّلُ كَمَا يُؤَجَّلُ الْعِنِّينُ) لِأَنَّ وَطْأَهُ مَرْجُوٌّ (وَإِذَا أُجِّلَ الْعِنِّينُ سَنَةً وَقَالَ قَدْ جَامَعْتُهَا وَأَنْكَرَتْ نَظَرَ إِلَيْهَا النِّسَاءُ. فَإِنْ قُلْنَ: هِيَ بِكْرٌ خُيِّرَتْ) لِأَنَّ شَهَادَتَهُنَّ تَأَيَّدَتْ بِمُؤَيِّدٍ وَهِيَ الْبَكَارَةُ (وَإِنْ قُلْنَ: هِيَ ثَيِّبٌ حَلَفَ الزَّوْجُ، فَإِنْ نَكَلَ خُيِّرَتْ) لِتَأَيُّدِهَا بِالنُّكُولِ، وَإِنْ حَلَفَ لَا تُخَيَّرُ، وَإِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا فِي الْأَصْلِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ (فَإِنِ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا لَمْ يَكُنْ لَهَا بَعْدَ ذَلِكَ خِيَارٌ) لِأَنَّهَا رَضِيَتْ بِبُطْلَانِ حَقِّهَا

اور اگر عنین شخص عورت کے ساتھ خلوت کر چکا ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا' کیونکہ عنین شخص کی خلوت' خلوتِ صحیحہ شمار ہوگی اور (علیحدگی ہو جانے کے بعد) عورت پر عدت کی ادائیگی لازم ہوگی' جیسا کہ ہم یہ مسئلہ مہر کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوگا' جب شوہر یہ اقرار کرے کہ میں نے بیوی کے ساتھ صحبت نہیں کی ہے۔ اگر صحبت کرنے کے بارے میں مرد اور عورت کے بیان کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو اگر عورت ثیبہ ہو' تو مرد سے قسم لے کر اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے گا' کیونکہ وہ علیحدگی کے حق کو ثابت کرنے سے انکار کر رہا ہے اور اس میں اصل یہی ہے: عضو سالم ہونا چاہئے۔ اگر شوہر نے قسم اٹھالی تو عورت کا حق باطل ہو جائے گا' اور اگر شوہر نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر عورت باکرہ ہو تو دوسری عورتیں اس کا جائزہ لیں گی اگر وہ عورتیں اس کے باکرہ ہونے کی تصدیق کر دیتی ہیں' تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی تا کہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔

اگر اس کا جائزہ لینے والی عورتیں کہیں: یہ ثیبہ ہے' تو اس کے شوہر سے قسم لی جائے گی' اگر وہ قسم اٹھالے تو عورت کا دعویٰ باطل ہو جائے گا' اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے' تو پھر اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر شوہر کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو' تو اسی وقت ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی' لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے عورت نے مطالبہ کیا ہو' کیونکہ ایسی صورت میں مہلت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خصی مرد کو بھی نامرد کی طرح مہلت دی جائے گی' کیونکہ اس سے بھی یہ امید کی جاسکتی ہے: وہ صحبت کرنے کے قابل ہو جائے' نیز جب خصی مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے اور پھر وہ عدالت میں آ کر یہ کہہ دے: میں نے صحبت کر لی ہے' لیکن بیوی اس بات کا انکار کر دے' تو عورتیں اس کا معائنہ کریں گی اگر وہ یہ کہہ دیں: یہ باکرہ ہے' تو عورت کو اختیار حاصل ہوگا' کیونکہ بکارت کی دلیل سے عورتوں کی شہادت مکمل ہوگئی۔ لیکن اگر عورتیں یہ کہہ دیں: یہ ثیبہ ہے' تو اس صورت میں خاوند سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے' تو اس عورت کو (علیحدگی کا) اختیار ہوگا' کیونکہ شوہر نے قسم سے انکار کر کے عورت کے دعوے کی تائید کر دی ہے۔ اگر شوہر قسم اٹھالیتا ہے' تو بیوی کو اختیار نہیں رہے گا' اگر چہ وہ پہلے ہی سے ثیبہ ہو' صرف مرد

سے قسم لے کر اس کا قول قبول کیا جائے گا۔ اس بات کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اگر بیوی ایک مرتبہ شوہر کو اختیار کر لے تو اس کے بعد اسے کبھی بھی اختیار نہیں ہوگا' کیونکہ اس نے اپنے حق کو ختم کرنے پر خود رضامندی ظاہر کی ہے۔

مہلت میں قمری سال کا اعتبار ہوگا

وَفِي التَّاجِيلِ تُعْتَبَرُ السَّنَةُ الْقَمَرِيَّةُ هُوَ الصَّحِيحُ وَيُحْتَسَبُ بِاَيَّامِ الْحَيْضِ وَبِشَهْرِ رَمَضَانَ لِوُجُوْدِ ذٰلِكَ فِي السَّنَةِ وَلَا يُحْتَسَبُ بِمَرَضِهِ وَمَرَضِهَا لِاَنَّ السَّنَةَ قَدْ تَخْلُو عَنْهُ.

اور صحیح قول کے مطابق اس مہلت میں قمری سال کا اعتبار کیا جائے گا' اور حیض کے مخصوص ایام اور رمضان کا مہینہ بھی اس سال کا حصہ ہوں گے' کیونکہ یہ دونوں چیزیں سال کے دوران ہی پائی جاتی ہیں' لیکن مرد یا عورت کا بیمار ہونا' سال کی مہلت میں شامل نہیں ہوگا' کیونکہ کبھی پورا سال بیماری سے خالی ہوتا ہے۔

بیوی میں عیب ہو تو شوہر کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا

(وَاِذَا كَانَ بِالزَّوْجَةِ عَيْبٌ فَلَا خِيَارَ لِلزَّوْجِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تُرَدُّ بِالْعُيُوبِ الْخَمْسَةِ وَهِيَ: الْجُذَامُ وَالْبَرَصُ وَالْجُنُونُ وَالرَّتَقُ وَالْقَرَنُ لِاَنَّهَا تَمْنَعُ الِاسْتِيفَاءَ حِسًّا اَوْ طَبْعًا وَالطَّبْعُ مُؤَيَّدٌ بِالشَّرْعِ .قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ(۱)) وَلَنَا اَنَّ فَوْتَ الِاسْتِيفَاءِ اَصْلًا بِالْمَوْتِ لَا يُوجِبُ الْفَسْخَ فَاخْتِلَالُهُ بِهٰذِهِ الْعُيُوبِ اَوْلٰى، وَهٰذَا لِاَنَّ الِاسْتِيفَاءَ مِنَ الثَّمَرَاتِ وَالْمُسْتَحَقُّ هُوَ التَّمَكُّنُ وَهُوَ حَاصِلٌ .

لیکن اگر بیوی کے اندر کوئی عیب ہو' تو شوہر کو علیحدگی کا اختیار نہیں ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں: پانچ عیوب کی بنیاد پر نکاح کو مسترد کیا جا سکتا ہے۔ وہ عیوب یہ ہیں: جزام' برص' جنون' رتق' قرن، اس کی دلیل یہ ہے: یہ حسی طور پر اور طبعی طور پر تمتع میں رکاوٹ ہوتے ہیں اور طبیعت کی تائید شریعت سے ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''مجذوم سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو''۔ ہماری دلیل یہ ہے: موت کی دلیل سے تمتع کا حصول ناممکن ہو جانا' نکاح کو فسخ نہیں کرتا' تو ان عیوب کی دلیل سے بدرجہ اولیٰ فسخ نہیں کرے گا' جبکہ ان عیوب کی موجودگی میں کسی نہ کسی حد تک تو تمتع کیا جا سکتا ہے اور تمتع کرنا نکاح کا ثمرہ ہے اور نکاح کا اصل حق صرف یہ ہے: شوہر تمتع پر قادر ہو اور یہ چیز یہاں موجود ہے۔

شوہر کے کن عیوب کی دلیل سے عورت کو علیحدگی کا اختیار ہوگا؟

(وَاِذَا كَانَ بِالزَّوْجِ جُنُوْنٌ اَوْ بَرَصٌ اَوْ جُذَامٌ فَلَا خِيَارَ لَهَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَهَا الْخِيَارُ) دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهَا كَمَا فِي الْجَبِّ

وَالْعُنَّةِ، بِخِلَافِ جَانِبِهِ لِأَنَّهُ مُتَمَكِّنٌ مِنْ دَفْعِ الضَّرَرِ بِالطَّلَاقِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الْخِيَارِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِبْطَالِ حَقِّ الزَّوْجِ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ لِأَنَّهُمَا يُخِلَّانِ بِالْمَقْصُودِ الْمَشْرُوعِ لَهُ النِّكَاحُ، وَهٰذِهِ الْعُيُوبُ غَيْرُ مُخِلَّةٍ بِهِ فَافْتَرَقَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب شوہر کو جنون ہو یا برص ہو یا جذام ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف کے نزدیک بیوی کو (علیحدگی) کا اختیار نہیں ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے اختیار ہوگا تا کہ اس سے ضرر کو دور کیا جا سکے جیسا کہ شوہر مجبوب یا عنین ہو (تو اختیار ہوتا ہے) جبکہ مرد کی جانب کا حکم اس کے برخلاف ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: اصل اختیار کا نہ ہونا ہے' کیونکہ اس صورت میں شوہر کے حق کو باطل کیا جاتا ہے' جبکہ مجبوب یا عنین ہونے میں یہ ثابت ہے' کیونکہ یہ دونوں مقصود سے خالی ہوتے ہیں جو نکاح کا اصل مقصد ہے' جبکہ یہ عیوب اس بارے میں خلل انداز ہوتے ہیں' لہٰذا ان دونوں کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوگا' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بَابُ الْعِدَّةِ

﴿یہ باب عدت کے بیان میں ہے﴾

عدت کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: عدت فرقت کے اثر کا نام ہے اور یہ فرقت خواہ طلاق کے ذریعے ہو یا کسی اور سبب سے ہو کیونکہ اثر ہمیشہ مؤثر کے بعد آتا ہے جبکہ لغت میں عدت عورت کے ایام اقراء کو کہتے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۹۵، بیروت)

مرد اور عورت کے ملنے کا سبب نکاح ہے اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور اس نکاح کے عقد کو جس سبب سے اٹھایا جاتا ہے اس کا نام طلاق ہے یا فسخ نکاح کے دیگر ذرائع ہیں اس لئے مصنف علیہ الرحمہ نے ان کو نکاح سے مؤخر اور عدت سے مقدم ذکر کیا ہے اور عدت کے احکام کا ان تمام احکام کے بعد ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان پر موقوف ہے۔ لہذا عدت کے احکام مؤخر بیان کیے ہیں۔

عدت کا لغوی وفقہی مفہوم

لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا، اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دیدے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلا نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا شوہر مرجائے تو وہ مقررہ مدت (کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہوجائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہوجائے تو جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کے لغوی معنی: شمار کرنے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں عدت: اس مدت کو کہتے ہیں جس میں نکاح صحیح کے ختم ہونے، نکاح فاسد کے بعد قاضی کی طرف سے علیحدگی کے فیصلہ یا باہمی فیصلہ کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ترک تعلق یا شبہ کی بنا پر وطی کے بعد اپنے آپ کو خاص مدت تک روکے رکھے۔

وَعِدَّةُ الْمَرْاَةِ قِيلَ اَيَّامُ اَقْرَائِهَا مَاْخُوذٌ مِنَ الْعَدِّ وَالْحِسَابِ (المصباح المنير) معنى العدة:

العِدَّة بكسر العين جمع عِدَد، وهي لغة: الاحصاء

(الفقه الاسلامی وادلته المبحث الأول تعريف العدة)

عدت کے مقاصد کا بیان

عدت سے شریعت کا مقصود نسب کا تحفظ ہے، اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خاندانی زندگی کا مدار و انحصار ہے، اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو اس کا حقیقی خاندان میسر نہ آ سکے تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ اسی لیے اسلام نے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے' تا کہ نسب میں اختلاط نہ ہو، اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔

اس کے علاوہ عدت سے کچھ اور اخلاقی مقاصد بھی متعلق ہیں، میاں بیوی کا رشتہ نہایت قربت کا رشتہ ہے، جب تک ازدواجی زندگی قائم ہوتی ہے ہر نشیب و فراز اور سرد و گرم میں ایک دوسرے کی رفاقت کا حق ادا کرتے ہیں، راحت پہنچاتے ہیں اور تکلیف بھی اٹھاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو سہتے ہیں اور کبھی سہے جاتے ہیں، بیوی تو چراغ خانہ ہوتی ہے، لیکن مرد اس کو روشن رکھنے کے لیے دردر کی ٹھوکریں کھاتا، پسینے بہاتا، پریشانیاں اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے، اب جب شوہر کی وفات ہوئی تو اس پر دلگیر و حزیں ہونا اس کا فطری اور اخلاقی فریضہ ہے ہی، اگر طلاق کی بنا پر علاحدگی ہوئی ہو تب بھی روا نہیں کہ پچھلے تعلقات سے محرومی پر حسرت و افسوس کا ایک اشک بھی نہ گرایا جائے، عدت اسی اخلاقی فرض کی ادائیگی سے عبارت ہے۔

عدت کے دوران مطلقہ عورت اپنے خاوند کی بیوی ہی رہتی ہے۔ اور اس دوران خاوند کے حقوق کی نگہداشت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: (فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا 49)-33الأحزاب:49) یعنی خاوند کے ہاں عدت گزارنا مطلقہ عورت کی ذمہ داری ہے اور مرد کا یہ حق ہے کہ عورت اسی کے ہاں عدت گزارے اس دوران مرد اس سے صحبت کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ اور وہ عورت کی رضامندی کے بغیر بھی اپنا یہ حق استعمال کر سکتا ہے۔

عدت کے دوران کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس عورت سے نکاح تو دور کی بات ہے منگنی کے لیے پیغام تک بھی دے سکے۔ اور اگر خاوند نے عورت کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھی یا اپنے میکے گئی ہوئی تھی یا اسے اس کے میکے پیغام بھیج دیا گیا تھا اور عورت عدت کے دوران نکاح کر لے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

عدت کی حکمت کا بیان

وحكمة العدة: إما التعرف على براءة الرحم، أو التعبد، أو التفجع على الزوج، أو إعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقةوفي فرقة الوفاة: يراد من العدة تذكر نعمة الزواج، ورعاية حق الزوج وأقاربه، وإظهار التأثر لفقده، وإبداء وفاء الزوجة لزوجها، وصون سمعتها وحفظ كرامتها، حتى لا يتحدث الناس بأمرها، ونقد تهاونها، والتحدث عن خروجها وزينتها، خصوصاً من أقارب زوجها

(الفقہ الاسلامی وادلتہ حکمۃ العدۃ)

عدت کی مدت کا بیان

جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح فسخ ہو گیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا' جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرادی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ام ولد جب کہ آزاد کردی جائے یا اس کا مولی مرجائے' تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کیوجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائیگی اگر چہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہلایا جارہا تھا یا کفنایا جارہا تھا کہ اس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائیگی۔

جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر اسکا خاوند مر جائے' تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

عدت کی ابتدائی وقت کا بیان

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی' تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا' اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگی عدت کے مسائل کی باقی تفصیل ہم اپنی اس شرح میں بیان کر رہے ہیں۔

آزاد عورت کی عدت تین حیض ہے

(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا اَوْ رَجْعِيًّا اَوْ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَهِيَ حُرَّةٌ مِمَّنْ تَحِيْضُ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ اَقْرَاءٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ) وَالْفُرْقَةُ اِذَا كَانَتْ بِغَيْرِ طَلَاقٍ فَهِيَ فِيْ مَعْنَى الطَّلَاقِ لِاَنَّ الْعِدَّةَ وَجَبَتْ لِلتَّعَرُّفِ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ فِي الْفُرْقَةِ الطَّارِئَةِ عَلَى النِّكَاحِ، وَهٰذَا يَتَحَقَّقُ فِيْهَا.

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو بائنہ طلاق دیدے رجعی طلاق دیدے یا ان دونوں کے درمیان طلاق کے بغیر علیحدگی واقع ہو جائے اور عورت آزاد ہو اور اسے حیض آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار کی حالت میں رکھیں گی''۔ اگر طلاق کے بغیر علیحدگی واقع ہوئی ہو تو وہ بھی طلاق کے حکم میں ہوگی کیونکہ عدت کو ضروری قرار دینے کا بنیادی مقصد یہ ہے: نکاح پر وارد ہونے والی علیحدگی کی وجہ سے رحم بری ہو جائے اور طلاق کے بغیر علیحدگی میں بھی یہی حکم ہے۔

قروء سے مراد کیا ہے؟

وَالْاَقْرَاءُ الْحِيَضُ عِنْدَنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْاَطْهَارُ وَاللَّفْظُ حَقِيْقَةٌ فِيْهِمَا اِذْ هُوَ مِنَ الْاَضْدَادِ، كَذَا قَالَهُ ابْنُ السِّكِّيْتِ وَلَا يَنْتَظِمُهُمَا جُمْلَةً لِلْاِشْتِرَاكِ وَالْحَمْلُ عَلَى الْحَيْضِ اَوْلٰى، اِمَّا عَمَلًا بِلَفْظِ الْجَمْعِ، لِاَنَّهُ لَوْ حُمِلَ عَلَى الْاَطْهَارِ وَالطَّلَاقُ يُوْقَعُ فِيْ طُهْرٍ لَمْ يَبْقَ جَمْعًا، اَوْ لِاَنَّهُ مُعَرِّفٌ لِبَرَاءَةِ الرَّحِمِ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ، اَوْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (وَعِدَّةُ الْاَمَةِ حَيْضَتَانِ) " فَيَلْتَحِقُ بَيَانًا بِهِ

اور ہمارے نزدیک (قرآن پاک میں استعمال ہونے والے لفظ) ''قروء'' سے مراد حیض ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد طہر ہے۔ یہ لفظ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے' حالانکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ابن سکیت نے یہ بات بیان کی ہے۔ لیکن اشتراک کی وجہ سے یہ لفظ ان دونوں مفاہیم کو شامل نہیں ہوگا اور اس کو حیض پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے' یا تو اس اعتبار سے کہ جمع کا لفظ ہے اس پر عمل کرتے ہوئے کیونکہ اگر اسے طہر پر محمول کیا جائے' تو ایک طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی' جس کے ساتھ جمع کا پہلو باقی نہیں رہے گا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: قرء' رحم کے بری ہونے کی معرفت حاصل کرنے کے لئے ہے اور یہی اصل مقصد بھی ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''کنیز کی عدت' دو حیض ہوتی ہے''۔ تو یہ اس کی وضاحت کے طور پر اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔

اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت مہینے کے اعتبار سے ہوگی

(وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ مِنْ صِغَرٍ أَوْ كِبَرٍ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ) الْآيَةَ (وَكَذَا الَّتِي بَلَغَتْ بِالسِّنِّ وَلَمْ تَحِضْ) بِآخِرِ الْآيَةِ .

اور جب وہ ایسی عورت ہو جسے حیض نہیں آتا' کمسنی کی وجہ سے یا عمر زیادہ ہونے کی وجہ' تو اس کی عدت تین مہینے ہوگی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکی ہیں"۔ اسی طرح (یہ آیت ہے) "اسی طرح وہ عورتیں جو اس عمر کی ہوں کہ انہیں حیض نہ آتا ہو"۔

حاملہ عورت کی عدت کا اختتام وضع حمل پہ ہوگا

(وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) (وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ) وَلِأَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ وَالْحَيْضَةُ لَا تَتَجَزَّأُ فَكُمِّلَتْ فَصَارَتْ حَيْضَتَيْنِ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ عُمَرُ بِقَوْلِهِ: لَوِ اسْتَطَعْتُ لَجَعَلْتُهَا حَيْضَةً وَنِصْفًا(۱) (وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ فَعِدَّتُهَا شَهْرٌ وَنِصْفٌ) لِأَنَّهُ مُتَجَزِّءٌ فَأَمْكَنَ تَنْصِيفُهُ عَمَلًا بِالرِّقِّ .

اور اگر وہ عورت حاملہ ہو' تو اس کی عدت وضع حمل (بچے کی پیدائش) ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور حمل والی عورتوں کی عدت کی انتہاء بچے کو جنم دینا ہے"۔ اگر وہ عورت کنیز ہو' تو اس کی عدت دو حیض ہوگی' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: "کنیز کو دو طلاقیں دی جائیں گی' اور اس کی عدت دو حیض ہوگی"۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے: غلام ہونا (نعمت کو) نصف کر دیتا ہے' اور کیونکہ حیض کے اجزاء نہیں کیے جا سکتے اس لیے یہ مکمل ہوگا اور دو حیض شمار ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ان الفاظ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "اگر میں استطاعت رکھتا تو اس (کنیز) کی عدت کو ڈیڑھ حیض مقرر کرتا"۔ اگر وہ کنیز ایسی ہو کہ اسے حیض نہ آتا ہو' تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہوگی' کیونکہ اس وقت کو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اس لیے کنیز ہونے پر عمل کرتے ہوئے اسے نصف قرار دینا ممکن ہے۔

بیوہ عورت کی عدت کا بیان

(وَعِدَّةُ الْحُرَّةِ فِي الْوَفَاةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (وَعِدَّةُ الْأَمَةِ شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ أَيَّامٍ) لِأَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ .

اور شوہر کی وفات کی صورت میں' آزاد عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور وہ لوگ (مرتے ہوئے) بیویاں چھوڑ کر جاتے ہیں' تو وہ عورتیں چار ماہ دس دن تک خود کو روکے رکھیں گی"۔ (بیوہ) کنیز کی

عدت دو ماہ پانچ دن ہے اس کی وجہ یہی ہے: رقیت (نعمت کو) نصف کر دیتی ہے۔

حاملہ بیوہ عورت کی عدت کا بیان

(وَاِنْ كَانَتْ حَامِلًا فَعِدَّتُهَا اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) لِاِطْلَاقِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهٗ اَنَّ سُوْرَةَ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى نَزَلَتْ بَعْدَ الْاٰيَةِ الَّتِيْ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ .(۱) وَقَالَ عُمَرُ: لَوْ وَضَعَتْ وَزَوْجُهَا عَلٰى سَرِيْرِهٖ لَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَحَلَّ لَهَا اَنْ تَتَزَوَّجَ .(۲)

اور اگر وہ عورت (جو بیوہ ہوئی ہے) حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مطلق ہے "اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے: وہ بچے کو جنم دیں"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص چاہے میں اس کے ساتھ مباہلہ کر سکتا ہوں کہ چھوٹی والی سورہ نساء اس آیت کے بعد نازل ہوئی جو سورہ بقرہ کے اندر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر وہ عورت بچے کو اس وقت جنم دے جب اس کے شوہر کی میت (غسل کے) تختے پر پڑی ہوئی ہو تو بھی اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی اور اس کے لئے یہ جائز ہوگا وہ دوسری شادی کر لے۔

مطلقہ عورت بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت کا حکم

(وَاِذَا وَرِثَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الْمَرَضِ فَعِدَّتُهَا اَبْعَدُ الْاَجَلَيْنِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ: وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: ثَلَاثُ حِيَضٍ، وَمَعْنَاهُ اِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا اَوْ ثَلَاثًا، اَمَّا اِذَا كَانَ رَجْعِيًّا فَعَلَيْهَا عِدَّةُ الْوَفَاةِ بِالْاِجْمَاعِ .لِاَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ النِّكَاحَ قَدِ انْقَطَعَ قَبْلَ الْمَوْتِ بِالطَّلَاقِ وَلَزِمَتْهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ، وَاِنَّمَا تَجِبُ عِدَّةُ الْوَفَاةِ اِذَا زَالَ النِّكَاحُ فِي الْوَفَاةِ اِلَّا اَنَّهٗ بَقِيَ فِيْ حَقِّ الْاِرْثِ لَا فِيْ حَقِّ تَغَيُّرِ الْعِدَّةِ، بِخِلَافِ الرَّجْعِيِّ لِاَنَّ النِّكَاحَ بَاقٍ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ .وَلَهُمَا اَنَّهٗ لَمَّا بَقِيَ فِيْ حَقِّ الْاِرْثِ يُجْعَلُ بَاقِيًا فِيْ حَقِّ الْعِدَّةِ احْتِيَاطًا فَيُجْمَعُ بَيْنَهُمَا .

اور جب (شوہر کی) بیماری کے دوران طلاق یافتہ عورت (اس شوہر کے فوت ہونے پر) اس کی وارث بن جائے تو اس کی عدت وہ ہوگی جو بعد میں ختم ہو۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام محمد کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف فرماتے ہیں: اس کی عدت تین حیض ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے: جب طلاق بائنہ ہو یا تین طلاقیں دی گئی ہوں۔ لیکن اگر رجعی طلاق ہو تو اس بات پر اتفاق ہے: وہ وفات کی عدت بسر کرے گی۔ امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے: (شوہر کی) موت سے پہلے ہی طلاق کے نتیجے میں نکاح ختم ہو چکا ہے تو عورت پر یہ لازم ہوگا وہ (تین حیض تک عدت بسر کرے) وفات سے متعلق عدت اس وقت واجب ہوگی جب وفات کی وجہ سے نکاح زائل ہوگا تاہم وراثت کے حق میں یہ باقی ہے لیکن عدت کے متغیر ہونے کے حق میں نکاح کا حکم باقی نہیں ہے جبکہ رجعی طلاق کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس میں ہر اعتبار سے نکاح باقی ہوتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: جب نکاح وراثت

کے حق میں باقی ہے' تو عدت کے حق میں بھی احتیاط کے پیش نظر اسے باقی قرار دیا جائے گا' لہٰذا ان دونوں کو جمع کر دیا جائے گا۔

اگر مرد کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے' تو اس کی بیوی کی عدت کا حکم

وَلَوْ قُتِلَ عَلٰی رِدَّتِهٖ حَتّٰی وَرِثَتْهُ امْرَاَةٌ فَعِدَّتُهَا عَلٰی هٰذَا الْاِخْتِلَافِ. وَقِيْلَ عِدَّتُهَا بِالْحَيْضِ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ النِّكَاحَ حِيْنَئِذٍ مَا اُعْتُبِرَ بَاقِيًا اِلٰی وَقْتِ الْمَوْتِ فِیْ حَقِّ الْاِرْثِ لِاَنَّ الْمُسْلِمَةَ لَا تَرِثُ مِنَ الْكَافِرِ (فَاِذَا عَتَقَتِ الْاَمَةُ فِیْ عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقٍ رَجْعِیٍّ انْتَقَلَتْ عِدَّتُهَا اِلٰی عِدَّةِ الْحَرَائِرِ) لِقِيَامِ النِّكَاحِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ (وَاِنْ اُعْتِقَتْ وَهِیَ مَبْتُوْتَةٌ اَوْ مُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَمْ تَنْتَقِلْ عِدَّتُهَا اِلٰی عِدَّةِ الْحَرَائِرِ) لِزَوَالِ النِّكَاحِ بِالْبَيْنُوْنَةِ اَوِ الْمَوْتِ.

اور اگر شوہر کو اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے اور وہ عورت اس کی وارث بنے تو اس عورت کی عدت اسی اختلاف پر مبنی ہوگی۔ ایک قول کے مطابق اس بات پر اجماع ہے: اس کی عدت حیض کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس صورت میں نکاح کو وراثت کے حوالے سے موت کے وقت تک باقی قرار نہیں دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے: کوئی مسلمان عورت کسی کافر کی وارث نہیں بن سکتی۔ اگر رجعی طلاق کی صورت میں عدت کے دوران ہی' کنیز کو آزاد کر دیا جائے' تو اس کی عدت آزاد عورتوں کی طرح ہوگی' کیونکہ نکاح ہر اعتبار سے باقی تھا۔ اگر کوئی کنیز بائنہ طلاق کی عدت بسر کر رہی ہو' یا وفات کی عدت بسر کر رہی ہو اور پھر اسے آزاد کر دیا جائے' تو اب اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی' کیونکہ سابقہ نکاح بائنہ طلاق یا شوہر کی وفات کی وجہ سے زائل ہو چکا ہے۔

آئسہ عورت اگر خون دیکھ لے تو اس کی عدت نئے سرے سے شروع ہوگی

(وَاِنْ كَانَتْ آيِسَةً فَاعْتَدَّتْ بِالشُّهُوْرِ ثُمَّ رَاَتِ الدَّمَ انْتَقَضَ مَا مَضٰی مِنْ عِدَّتِهَا وَعَلَيْهَا اَنْ تَسْتَاْنِفَ الْعِدَّةَ بِالْحَيْضِ) وَمَعْنَاهُ اِذَا رَاَتِ الدَّمَ عَلَی الْعَادَةِ لِاَنَّ عَوْدَهَا يُبْطِلُ الْاِيَاسَ هُوَ الصَّحِيْحُ، فَظَهَرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ خَلَفًا وَهٰذَا لِاَنَّ شَرْطَ الْخَلْفِيَّةِ تَحَقُّقُ الْيَاْسِ وَذٰلِكَ بِاسْتِدَامَةِ الْعَجْزِ اِلَی الْمَمَاتِ كَالْفِدْيَةِ فِیْ حَقِّ الشَّيْخِ الْفَانِیْ (وَلَوْ حَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ اَيِسَتْ تَعْتَدُّ بِالشُّهُوْرِ) تَحَرُّزًا عَنِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ.

اور اگر طلاق یافتہ عورت آئسہ تھی اور اس نے مہینے کے اعتبار سے عدت گزار دی لیکن بعد میں خون جاری ہو گیا' تو اس کی پہلی عدت کالعدم تصور ہوگی اور وہ نئے سرے سے حیض کے اعتبار سے اپنی عدت پوری کرے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے: جب وہ اپنی عادت کے مطابق خون دیکھے' کیونکہ اس خون کا واپس آنا ''ایاس'' کو باطل قرار دیدے گا' اور صحیح قول یہی ہے' تو اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس کا قائم مقام کوئی نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے: قائم مقام ہونے کے لئے یہ بات شرط ہے کہ اصل سے مایوس ہو

چکی ہو اور یہ ثبوت اسی وقت متحقق ہو سکتا ہے جب مرتے دم تک اسے دوبارہ حیض نہ آئے جیسا کہ شیخ فانی کے حق میں فدیہ کا حکم ہے۔ اگر کسی عورت کو دو مرتبہ حیض آئے اور پھر وہ آئسہ ہو گئی تو وہ مہینوں کے اعتبار سے بسر کرے گی تا کہ بدل اور مبدل کو اکٹھا کرنے سے بچا جا سکے۔

فاسد نکاح کی منکوحہ یا موطوئہ بہ شبہ کی عدت کا حکم

(وَالْمَنْكُوحَةُ نِكَاحًا فَاسِدًا وَالْمَوْطُوءَةُ بِشُبْهَةٍ عِدَّتُهُمَا الْحَيْضُ فِي الْفُرْقَةِ وَالْمَوْتِ) لِأَنَّهَا لِلتَّعَرُّفِ عَنْ بَرَائَةِ الرَّحِمِ لَا لِقَضَاءِ حَقِّ النِّكَاحِ، وَالْحَيْضُ هُوَ الْمُعَرِّفُ. (وَإِذَا مَاتَ مَوْلَى أُمِّ الْوَلَدِ عَنْهَا أَوْ أَعْتَقَهَا فَعِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: حَيْضَةٌ وَاحِدَةٌ) لِأَنَّهَا تَجِبُ بِزَوَالِ مِلْكِ الْيَمِينِ فَشَابَهَتِ الِاسْتِبْرَاءَ. وَلَنَا أَنَّهَا وَجَبَتْ بِزَوَالِ الْفِرَاشِ فَأَشْبَهَ عِدَّةَ النِّكَاحِ ثُمَّ إِمَامُنَا فِيهِ عُمَرُ فَإِنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ ثَلَاثُ حِيَضٍ (۱) (وَلَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا تَحِيضُ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) كَمَا فِي النِّكَاحِ.

نکاح فاسد کے نتیجے میں بننے والی منکوحہ اور شبہ کی وجہ سے جس عورت کے ساتھ وطی کی گئی ہو ان دونوں کی عدت علیحدگی اور موت دونوں صورتوں میں حیض کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ اس لئے ہے تا کہ رحم کا بری ہونا جانا جا سکے یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ نکاح کے حق کو ختم کیا جائے اور یہ معرفت حیض کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ام ولد کا آقا انتقال کر جائے یا وہ اسے آزاد کر دے تو ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی عدت صرف ایک حیض ہوگی کیونکہ یہ عدت ملک یمین کے زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہوئی ہے اس لیے یہ استبراء کی مانند ہو جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے: ام ولد کی عدت کو اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ اب فراش نہیں رہی اس لیے یہ عدت نکاح کے مشابہ ہوگی۔ نیز اس بارے میں ہمارے پیشوا حضرت عمر ہیں جن کا یہ ارشاد ہے۔ "ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی"۔ اگر ام ولد ایسی عورت ہو جسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی جیسا کہ نکاح میں ہوتا ہے۔

نابالغ شخص کی حاملہ بیوہ کی عدت کا حکم

(وَإِذَا مَاتَ الصَّغِيرُ عَنِ امْرَأَتِهِ وَبِهَا حَبَلٌ فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: عِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٍ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّ الْحَمْلَ لَيْسَ بِثَابِتِ النَّسَبِ مِنْهُ فَصَارَ كَالْحَادِثِ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَلَهُمَا إِطْلَاقُ قَوْلِهِ تَعَالَى (وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) وَلِأَنَّهَا مُقَدَّرَةٌ بِمُدَّةِ وَضْعِ الْحَمْلِ فِي أُولَاتِ الْأَحْمَالِ قَصُرَتِ الْمُدَّةُ أَوْ طَالَتْ لَا لِلتَّعَرُّفِ عَنْ فَرَاغِ الرَّحِمِ لِشَرْعِهَا بِالْأَشْهُرِ مَعَ وُجُودِ الْأَقْرَاءِ،

لٰكِنْ لِقَضَاءِ حَقِّ النِّكَاحِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى يَتَحَقَّقُ فِي الصَّبِيِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْحَمْلُ مِنْهُ، بِخِلَافِ الْحَمْلِ الْحَادِثِ لِأَنَّهُ وَجَبَتِ الْعِدَّةُ بِالشُّهُوْرِ فَلَا تَتَغَيَّرُ بِحُدُوْثِ الْحَمْلِ، وَفِيْمَا نَحْنُ فِيْهِ كَمَا وَجَبَتْ وَجَبَتْ مُقَدَّرَةً بِمُدَّةِ الْحَمْلِ فَافْتَرَقَا .

اور جب کوئی نابالغ لڑکا اپنی بیوی کو چھوڑ کر فوت ہو جائے' جو حاملہ ہو' تو طرفین کے نزدیک اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔ امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں: اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی۔ امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس حمل کی نسبت نابالغ کے ساتھ ثابت نہیں ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جیسے اس نابالغ کے انتقال کے بعد وہ عورت حاملہ ہوئی ہو۔ طرفین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''حمل والی عورتوں کی عدت کی حد وضع حمل ہے''۔ یہ حکم مطلق ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے: حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے' خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ ہو' اور یہ اس لیے نہیں ہوتی کہ رحم کا حمل سے خالی ہونا معلوم کیا جائے کیونکہ مہینوں کے اعتبار سے عدت وفات اس عورت کے لئے مشروط ہے' جس کو حیض آیا کرتا ہے' بلکہ یہ عدت نکاح کے حق کی ادائیگی کے لئے ہے اور نکاح کے حق کی ادائیگی نابالغ کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ حمل اس کے نطفے سے نہیں بھی ہے۔ تاہم اس حمل کی صورت اس سے قطعاً مختلف ہے' جو وفات کے بعد رونما ہوتا ہے' کیونکہ اس سے پہلے مہینوں کے اعتبار سے عدت واجب ہو چکی تھی' لہٰذا بعد میں حمل سامنے آنے کے نتیجے میں یہ تبدیل نہیں ہوگی' جبکہ یہاں عدت آغاز ہی سے حمل کی عدت کے ساتھ واجب ہوئی ہے' تو اس کا اختتام بھی وضع حمل کے ساتھ ہی ہوگا اس لیے دونوں مسئلوں کے درمیان فرق ہوگا۔

شوہر کی وفات کے بعد بڑی عمر کی بیوہ کے حاملہ ہونے کا حکم

وَلَا يَلْزَمُ امْرَاَةُ الْكَبِيْرِ إِذَا حَدَثَ لَهَا الْحَبَلُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ مِنْهُ فَكَانَ كَالْقَائِمِ عِنْدَ الْمَوْتِ حُكْمًا (وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ فِي الْوَجْهَيْنِ) لِأَنَّ الصَّبِيَّ لَا مَاءَ لَهُ فَلَا يُتَصَوَّرُ مِنْهُ الْعُلُوقُ، وَالنِّكَاحُ يَقُوْمُ مَقَامَهُ فِيْ مَوْضِعِ التَّصَوُّرِ

اور اس اصول کے پیش نظر بالغ شخص کی بیوی' کا اعتراض وارد نہیں ہو سکے گا' جب اس کا بالغ شوہر انتقال کر جائے اور حمل بعد میں ظاہر ہو' کیونکہ یہاں حمل کا نسب اس بالغ شخص کے ساتھ ثابت ہوگا' تو گویا وہ حمل موت کے وقت میں ہی موجود تھا' دونوں صورتوں میں بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ نابالغ بچے میں' تو ابھی نطفے کا وجود ہی نہیں تھا لہٰذا حمل کو ان کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں ہے اور نکاح کو صحبت کے قائم مقام وہاں کیا جاتا ہے' جہاں صحبت کا امکان ہو سکے۔

جس حیض میں عورت کو طلاق ہوئی وہ عدت میں شامل نہیں ہوگا

(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ لَمْ تَعْتَدَّ بِالْحَيْضَةِ الَّتِيْ وَقَعَ فِيْهَا الطَّلَاقُ) لِأَنَّ الْعِدَّةَ مُقَدَّرَةٌ بِثَلَاثِ حِيَضٍ كَوَامِلَ فَلَا يُنْقَصُ عَنْهَا .

(نوٹ) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدے تو جس حیض کے دوران طلاق دی گئی ہے وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا' کیونکہ عدت تین مکمل حیضوں کے ذریعے پوری ہوتی ہے اس لیے اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔

دو عدتوں میں تداخل کا فقہی بیان

(وَإِذَا وُطِئَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِشُبْهَةٍ فَعَلَيْهَا عِدَّةٌ أُخْرَى وَتَدَاخَلَتِ الْعِدَّتَانِ، وَيَكُونُ مَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحَيْضِ مُحْتَسَبًا مِنْهُمَا جَمِيعًا، وَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ الْأُولَى وَلَمْ تُكْمِلِ الثَّانِيَةَ فَعَلَيْهَا تَمَامُ الْعِدَّةِ الثَّانِيَةِ) وَهٰذَا عِنْدَنَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَتَدَاخَلَانِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الْعِبَادَةُ فَإِنَّهَا عِبَادَةُ كَفٍّ عَنِ التَّزَوُّجِ وَالْخُرُوجِ فَلَا تَتَدَاخَلَانِ كَالصَّوْمَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ وَلَنَا أَنَّ الْمَقْصُودَ التَّعَرُّفُ عَنْ فَرَاغِ الرَّحِمِ وَقَدْ حَصَلَ بِالْوَاحِدَةِ فَتَتَدَاخَلَانِ، وَمَعْنَى الْعِبَادَةِ تَابِعٌ، أَلَا تَرَى أَنَّهَا تَنْقَضِي بِدُونِ عِلْمِهَا وَمَعَ تَرْكِهَا الْكَفَّ .(وَالْمُعْتَدَّةُ عَنْ وَفَاةٍ إِذَا وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ تَعْتَدُّ بِالشُّهُورِ وَتَحْتَسِبُ بِمَا تَرَاهُ مِنَ الْحَيْضِ فِيهَا) تَحْقِيقًا لِلتَّدَاخُلِ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ .

اور جب عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ شبہ کی وجہ سے صحبت کرلی جائے' تو اس عورت پر دوسری عدت گزارنا لازم ہوگا اور یہ دونوں عدتیں ساتھ' ساتھ شمار ہوں گی۔ اس کی صورت یہ ہوگی: اس کے بعد اس عورت کو جو حیض آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا' جب پہلی عدت مکمل ہوجائے گی' تو عورت پر دوسری عدت کی ادائیگی لازم ہوگی یہ حکم احناف کے نزدیک ہے۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: وہ دونوں عدتیں ایک دوسرے کے اندر داخل نہیں ہوسکتی ہیں' کیونکہ عدت کا مقصد عبادت اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تکمیل ہے اور یہ حکم ہے کہ عورت اپنے آپ کو دوسرا نکاح کرنے' یا گھر سے باہر نکلنے سے روکے' تو دو عبادات ایک ساتھ ادا نہیں کی جاسکتی جیسا کہ ایک ہی دن میں دو روزے نہیں رکھے جاسکتے۔ ہماری دلیل یہ ہے: عدت کا اصل مقصد یہ ہے: یہ پتہ چل سکے کہ رحم حمل سے خالی ہے اور اس بات کا علم ایک عدت کے ذریعے حاصل ہوجاتا ہے' لہٰذا دوسری عدت کو بھی اس کے ساتھ ہی شمار کیا جائے گا' اور اس مسئلے میں عبادت کا پہلو عدت کے بنیادی مقصد کے تابع ہوگا۔ کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا؟ عورت کے علم اور اپنے آپ کو روکے بغیر بھی عدت گزر جاتی ہے۔ اگر وفات کی عدت بسر کرنے والی عورت کے ساتھ شبہ کی وجہ سے صحبت کرلی جائے' تو وہ مہینوں کے اعتبار سے ہی اپنی عدت پوری کرے گی' اور اس دوران جو حیض آئے گا وہ دوسری عدت میں شمار ہوگا تاکہ ممکنہ حد تک دونوں عدتوں کو ایک ساتھ شمار کیا جاسکے۔

عقب طلاق عدت کے آغاز کا بیان

(وَابْتِدَاءُ الْعِدَّةِ فِي الطَّلَاقِ عَقِيبَ الطَّلَاقِ وَفِي الْوَفَاةِ عَقِيبَ الْوَفَاةِ، فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ بِالطَّلَاقِ أَوِ الْوَفَاةِ حَتّٰى مَضَتْ مُدَّةُ الْعِدَّةِ فَقَدِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا) لِأَنَّ سَبَبَ وُجُوبِ الْعِدَّةِ الطَّلَاقُ أَوِ الْوَفَاةُ فَيُعْتَبَرُ ابْتِدَاؤُهَا مِنْ وَقْتِ وُجُودِ السَّبَبِ، وَمَشَايِخُنَا يُفْتُونَ فِي الطَّلَاقِ أَنَّ ابْتِدَاءَهَا مِنْ وَقْتِ

الْإِقْرَارِ نَفْيًا لِتُهْمَةِ الْمُوَاضَعَةِ .

(وَالْعِدَّةُ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ عَقِيبَ التَّفْرِيقِ أَوْ عَزْمِ الْوَاطِءِ عَلٰى تَرْكِ وَطْئِهَا) وَقَالَ زُفَرُ: مِنْ آخِرِ الْوَطَآتِ لِأَنَّ الْوَطْءَ هُوَ السَّبَبُ الْمُوْجِبُ .

وَلَنَا أَنَّ كُلَّ وَطْءٍ وُجِدَ فِي الْعَقْدِ الْفَاسِدِ يَجْرِي مَجْرَى الْوَطْأَةِ الْوَاحِدَةِ لِاسْتِنَادِ الْكُلِّ إِلٰى حُكْمِ عَقْدٍ وَاحِدٍ، وَلِهٰذَا يُكْتَفٰى فِي الْكُلِّ بِمَهْرٍ وَاحِدٍ، فَقِيلَ: الْمُتَارَكَةُ أَوِ الْعَزْمُ لَا تَثْبُتُ الْعِدَّةُ مَعَ جَوَازِ وُجُوْدِ غَيْرِهِ وَلِأَنَّ التَّمَكُّنَ عَلٰى وَجْهِ الشُّبْهَةِ أُقِيمَ مَقَامَ حَقِيقَةِ الْوَطْءِ لِخَفَائِهِ وَمِسَاسِ الْحَاجَةِ إِلٰى مَعْرِفَةِ الْحُكْمِ فِي حَقِّ غَيْرِهِ .

اور طلاق کی صورت میں عدت کا آغاز طلاق کی ابتداء کے بعد شروع ہوگا اور وفات کی صورت میں شوہر کے فوت ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔ اگر عورت کو طلاق یا شوہر کے انتقال کا علم نہ ہو یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر جائے' تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی' کیونکہ عدت کے واجب ہونے کا بنیادی سبب طلاق یا وفات ہے' لہٰذا اس کا آغاز بھی سبب کے موجود ہونے کے وقت سے شمار ہوگا۔ سمرقند اور بخارا کے مشائخ کا فتویٰ اس بارے میں یہ ہے: عدت کا آغاز اقرار کے وقت سے ہوگا تاکہ باہمی اتفاق کا الزام دور کیا جا سکے۔ فاسد نکاح میں عدت کا آغاز' تفریق کے وقت سے ہوگا یا پھر اس وقت سے ہوگا' جب صحبت کرنے والے شخص نے صحبت نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہو۔ امام زفر فرماتے ہیں: عدت کا آغاز سب سے آخری مرتبہ صحبت کرنے کے بعد سے شروع ہوگا' کیونکہ وہ صحبت ہی عدت کے وجوب کا سبب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے: فاسد عقد میں جتنی مرتبہ بھی صحبت کی گئی ہے' وہ سب ایک ہی مرتبہ شمار ہوگی' کیونکہ سب کی نسبت ایک ہی فاسد عقد کی طرف ہے' اس لیے ان تمام صحبتوں کے عوض میں ایک ہی مہر دیا جاتا ہے' تو جب تک علیحدگی نہ ہو جائے یا صحبت ترک کرنے کا پختہ ارادہ نہ ہو' اس وقت تک عدت کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ ابھی صحبت کا احتمال موجود ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے: شبہ کی وجہ سے صحبت کرنے کو بھی حقیقی صحبت کے قائم مقام قرار دیا جائے گا' کیونکہ صحبت ایک مخفی عمل ہے اور یہاں یہ ضرورت درپیش ہے کہ صحبت کرنے والے شخص کے علاوہ' دوسرے شخص کے حق میں اس کا حکم معلوم کیا جائے۔

عدت ختم ہونے میں عورت کے قول کے اعتبار کا بیان

(وَإِذَا قَالَتِ الْمُعْتَدَّةُ انْقَضَتْ عِدَّتِي وَكَذَّبَهَا الزَّوْجُ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهَا مَعَ الْيَمِيْنِ) لِأَنَّهَا أَمِيْنَةٌ فِيْ ذٰلِكَ وَقَدِ اتُّهِمَتْ بِالْكَذِبِ فَتَحْلِفُ كَالْمُوْدَعِ .

(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِيْ عِدَّتِهَا وَطَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا فَعَلَيْهِ مَهْرٌ كَامِلٌ وَعَلَيْهَا عِدَّةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ نِصْفُ الْمَهْرِ وَعَلَيْهِ إِتْمَامُ الْعِدَّةِ الْأُوْلٰى) لِأَنَّ هٰذَا طَلَاقٌ قَبْلَ الْمَسِيسِ

فَلَا يُوجِبُ كَمَالَ الْمَهْرِ وَلَا اسْتِئْنَافَ الْعِدَّةِ، وَاِكْمَالُ الْعِدَّةِ الْأُولٰى اِنَّمَا يَجِبُ بِالطَّلَاقِ الْأَوَّلِ، اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ حَالَ التَّزَوُّجِ الثَّانِيْ، فَاِذَا ارْتَفَعَ بِالطَّلَاقِ الثَّانِيْ ظَهَرَ حُكْمُهُ، كَمَا لَوْ اشْتَرٰى اُمَّ وَلَدِهٖ ثُمَّ اَعْتَقَهَا .

وَلَهُمَا اَنَّهَا مَقْبُوضَةٌ فِيْ يَدِهٖ حَقِيْقَةً بِالْوَطْاَةِ الْاُوْلٰى وَبَقِيَ اَثَرُهٗ وَهُوَ الْعِدَّةُ فَاِذَا جَدَّدَ النِّكَاحَ وَهِيَ مَقْبُوْضَةٌ نَابَ ذٰلِكَ الْقَبْضُ عَنِ الْقَبْضِ الْمُسْتَحَقِّ فِيْ هٰذَا النِّكَاحِ كَالْغَاصِبِ يَشْتَرِيْ الْمَغْصُوْبَ الَّذِيْ فِيْ يَدِهٖ يَصِيْرُ قَابِضًا بِمُجَرَّدِ الْعَقْدِ، فَوَضَحَ بِهٰذَا اَنَّهٗ طَلَاقٌ بَعْدَ الدُّخُوْلِ .وَقَالَ زُفَرُ: لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا اَصْلًا ؛ لِاَنَّ الْاُوْلٰى قَدْ سَقَطَتْ بِالتَّزَوُّجِ فَلَا تَعُوْدُ، وَالثَّانِيَةُ لَمْ تَجِبْ وَجَوَابُهٗ مَا قُلْنَا .

اور جب عدت بسر کرنے والی عورت نے یہ بات کہی: میری عدت گزر چکی ہے اور شوہر اس کی بات کو جھٹلا دے تب عورت قسم اٹھا کر اپنی بات کی تصدیق کر دے تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا' کیونکہ اس بارے میں وہ امین تصور کی جائے گی' لیکن اس پر غلط بیانی کا الزام لگایا گیا ہے اس لیے مودع کی طرح اسے قسم اٹھانا ہوگی۔ اگر کوئی شخص عورت کو طلاق بائنہ دیدے اور پھر عدت کے دوران ہی اس سے نکاح کر لے لیکن دخول سے پہلے اسے پھر طلاق دیدے تو مرد کو پورا مہر ادا کرنا ہوگا اور عورت پر مستقل عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔

امام محمد نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں مرد پر نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوگی اور عورت پر پہلی عدت کو پورا کرنا لازم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: اسے صحبت سے پہلے طلاق دی گئی ہے اس لیے نہ تو مرد پر پورے مہر کی ادائیگی واجب ہوگی اور نہ ہی عورت پر از سر نو عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ جہاں تک پہلی عدت کے پورا کرنے کا تعلق ہے تو وہ پہلی طلاق کی وجہ سے لازم ہوئی تھی' کیونکہ دوسرے نکاح کا حال ظاہر نہیں ہوسکا' لیکن جب دوسرا نکاح طلاق سے زائل ہو گیا' تو پہلی طلاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ جیسا کہ کوئی شخص اگر ام ولد خرید کر اسے آزاد کر دے (تو یہی حکم ہے)۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے: دراصل عورت پہلی صحبت کی وجہ سے اپنے شوہر کے قبضے میں ہے اور پہلی صحبت کا اثر یعنی عدت ابھی باقی ہے' لہٰذا اگر شوہر اس کے ساتھ نئے سرے سے نکاح کر لے اور عورت شوہر کے قبضے میں ہو' تو یہ پہلا قبضہ دوسرے نکاح کے واجب قبضے کا قائم مقام ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلام کو چھین کر اپنے قبضے میں لے اور پھر اس غلام کو مالک سے خرید لے' جبکہ وہ غلام پہلے ہی سے اس کے قبضے میں ہے' تو پہلا قبضہ ہی قبضہ خرید کے قائم مقام ہو جائے گا' تو اس مثال سے یہ بات ظاہر ہوگئی: دوسرے نکاح کے بعد جو طلاق واقع ہوئی ہے' وہ دخول کے بعد طلاق شمار ہوگی' تو عورت کو پورا مہر ملے گا' اور اس پر عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: عورت پر عدت گزارنا لازم ہی نہیں ہوگا' کیونکہ پہلی عدت دوسرے نکاح کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہے' لہٰذا وہ دوبارہ نہیں ہو سکتی اور طلاق کی صورت میں دوسری مرتبہ عدت واجب ہی نہیں ہوتی ہے (کیونکہ وہ دخول سے پہلے دی گئی ہے)۔ لیکن اس کا جواب وہی ہے' جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

غیر مسلم عورت پر عدت لازم نہیں ہوتی

قَالَ (وَاِذَا طَلَّقَ الذِّمِّيُّ الذِّمِّيَّةَ فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا وَكَذَا اِذَا خَرَجَتِ الْحَرْبِيَّةُ اِلَيْنَا مُسْلِمَةً، فَاِنْ تَزَوَّجَتْ جَازَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَامِلًا، وَهٰذَا كُلُّهُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ، وَقَالَا: عَلَيْهَا وَعَلَى الذِّمِّيَّةِ الْعِدَّةُ) اَمَّا الذِّمِّيَّةُ فَالْاِخْتِلَافُ فِيْهَا نَظِيْرُ الْاِخْتِلَافِ فِیْ نِكَاحِهِمْ مَحَارِمَهُمْ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِیْ كِتَابِ النِّكَاحِ، وَقَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِيْمَا اِذَا كَانَ مُعْتَقَدُهُمْ اَنَّهُ لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا، وَاَمَّا الْمُهَاجِرَةُ فَوَجْهُ قَوْلِهِمَا اَنَّ الْفُرْقَةَ لَوْ وَقَعَتْ بِسَبَبٍ اٰخَرَ وَجَبَتِ الْعِدَّةُ فَكَذَا بِسَبَبِ التَّبَايُنِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا هَاجَرَ الرَّجُلُ وَتَرَكَهَا لِعَدَمِ التَّبْلِيْغِ.

وَلَهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى (لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ) وَلِاَنَّ الْعِدَّةَ حَيْثُ وَجَبَتْ كَانَ فِيْهَا حَقُّ بَنِیْ اٰدَمَ وَالْحَرْبِيُّ مُلْحَقٌ بِالْجَمَادِ حَتّٰى كَانَ مَحَلًّا لِلتَّمَلُّكِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ حَامِلًا لِاَنَّ فِیْ بَطْنِهَا وَلَدًا ثَابِتَ النَّسَبِ. وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ يَجُوْزُ نِكَاحُهَا وَلَا يَطَؤُهَا كَالْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

اور جب کوئی ذمی مرد کسی ذمی عورت کو طلاق دیدے تو اس ذمی عورت پر عدت بسر کرنا لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی حربی عورت مسلمان ہو کر اسلامی سلطنت میں آ جائے (تو یہی حکم ہے)۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: حربی عورت پر عدت بسر کرنا لازم ہوگا اور ذمی عورت پر بھی لازم ہوگا۔ ذمی عورت پر عدت واجب ہونے کی دلیل یہ ہے: ذمی عورت کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ اس نوعیت کا ہے جو ذمیوں کا دائمی حرام عورتوں سے نکاح کرنے کے بارے میں ہے اور ہم اس بات کو کتاب النکاح میں مشرکین کے باہمی نکاح کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے: جب ذمیوں کا یہ اعتقاد ہو کہ طلاق یافتہ عورت پر عدت واجب نہیں ہوتی۔ جو عورت مسلمان ہو کر اسلامی سلطنت میں آئی ہو اس کے بارے میں صاحبین کے نزدیک حکم یہ ہے: اگر علیحدگی کسی دوسری وجہ سے واقع ہوئی ہے تو عدت واجب ہوگی۔ اسی طرح کفر کی سلطنت کو چھوڑ کر اسلامی سلطنت میں آنے کے نتیجے میں جو علیحدگی واقع ہوئی ہے اس سے بھی عدت واجب ہوگی اس کے برخلاف اگر شوہر مسلمان ہو کر اسلامی سلطنت میں آ جائے اور بیوی کو دارالحرب میں چھوڑ آئے تو عدت لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس عورت تک شرعی حکم نہیں پہنچ سکا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ نکاح کر لو''۔ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو دارالحرب سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آ جاتی ہیں۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے: انسانوں کے حق کو مدنظر رکھتے ہوئے عدت واجب کی گئی ہے لیکن حربی شخص کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ وہ تو جمادات کی مانند ہے یہاں تک کہ اسے ملکیت میں لایا جا سکتا ہے لیکن اگر حربی عورت حاملہ ہو (تو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ اس کے پیٹ میں وہ بچہ موجود ہے جس کا نسب ثابت ہے۔ امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے: ایسی حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا البتہ اس کے ساتھ صحبت نہیں کی جائے گی جیسا کہ زناء کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت کے ساتھ نکاح کیا جا سکتا ہے لیکن صحبت نہیں کی جا سکتی تاہم پہلا قول زیادہ درست ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل عورت کے سوگ کے بیان میں ہے﴾

فصل سوگ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے عدت کے احکام کو بیان کیا ہے اور اب وہ عدت کی کیفیت اور عدت والی عورت پر کیا احکام واجب ہیں اور کیا احکام واجب نہیں ہیں ان کو بیان کر رہے ہیں۔ اس فصل میں مصنف علیہ الرحمہ بیان کریں گے عدت والی عورت پر کن امور کا خیال رکھنا ضروری ہے اور کن افعال سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور حد کا معنی منع ہے۔ چونکہ عدت میں عورت کو بناؤ سنگھار سے منع کر دیا جاتا ہے لہٰذا اس کو حداد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۱۳۶، بیروت)

سوگ کا فقہی مفہوم

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ترک کر دے اور خوشبو و سرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرے چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے، لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایام عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینے دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتداء کب سے ہوگی؟ تو جمہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتداء خاوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قائل تھے کہ عدت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو خاوند کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہٰذا اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا اور اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزر گئے، تو جمہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہو گئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی عدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو خبر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے، اور ان ایام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ نہ تو کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرے تو قباحت نہیں۔ (بخاری، مسلم)

(وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۔(البقرہ:۲۳۵)

اور تم پر گناہ نہیں اس میں کہ اشارۃً عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اُن کی یاد کرو گے ہاں اُن سے خفیہ وعدہ مت کرو مگر یہ کہ اُتنی ہی بات کرو جو شرع کے موافق ہے۔ اور عقد نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) اُس کو جانتا ہے، جو تمھارے دلوں میں ہے، تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلم والا ہے۔

سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عدت کے دوران ایسی عورتوں سے اشارہ و کنایہ میں نکاح کا پیغام دینے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً یہ کہے کہ مجھے اپنے گھر سنبھالنے کے لئے ایک شریف عورت کی ضرورت ہے، یا یہ کہ آپ جیسی کوئی اچھی خاتون مجھے مل جاتی تو میرے گھر کا نظام بہت اچھی طرح چلتا، یا یہ کہ مجھے کسی وفا شعار شریک حیات کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ، سو اصل تو یہی ہے کہ دوران عدت اس طرح کے کسی اشارہ و کنایہ کی بھی اجازت نہ ہوتی، لیکن انسانی فطرت، اور اس کے طبعی میلان کی رعایت میں اس کی اجازت دے دی گئی اسی لئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم لوگ ان عورتوں کو یاد کرو گے اس لئے تمہارے اس فطری میلان ورجحان کی بنا، پر تم کو اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن بات صرف اشارہ و کنایہ ہی کی حد تک رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کہیں ان سے کوئی خفیہ عہد و پیمان نہ کر لینا کہ اس سے آگے کئی طرح فتنے جنم لے سکتے ہیں اور مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، خطبہ کا لفظ جب حرف خاء کے پیش کے ساتھ ہو تو اس کے معنی خطاب کے آتے ہیں جیسا کہ جمعے کا خطبہ وغیرہ اور جب یہ اس کے زیر کے ساتھ ہو جیسا کہ یہاں ہے، تو اس کے معنی منگنی کے آتے ہیں۔

اس لئے اس کے یہاں صرف ظاہرداری سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ وہاں پر دلوں کے ارادوں اور نیتوں کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ اپنے دلوں کے ارادوں کو بھی درست رکھنا۔

بیوہ اور مطلقہ پر سوگ کرنا لازم ہے

قَالَ (وَعَلَى الْمَبْتُوتَةِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا إِذَا كَانَتْ بَالِغَةً مُسْلِمَةً الْحِدَادُ) أَمَّا الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجِهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا(۱)) وَأَمَّا الْمَبْتُوتَةُ فَمَذْهَبُنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا حِدَادَ عَلَيْهَا لِأَنَّهُ وَجَبَ إِظْهَارُ التَّأَسُّفِ عَلَى فَوْتِ زَوْجٍ وَفِي بُعْدِهَا إِلَى مَمَاتِهِ وَقَدْ أَوْحَشَهَا بِالْإِبَانَةِ فَلَا تَأَسُّفَ بِفَوْتِهِ. وَلَنَا مَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى الْمُعْتَدَّةَ أَنْ تَخْتَضِبَ بِالْحِنَّاءِ) وَقَالَ (الْحِنَّاءُ طِيبٌ(۲)) وَلِأَنَّهُ يَجِبُ إِظْهَارًا لِلتَّأَسُّفِ عَلَى فَوْتِ نِعْمَةِ النِّكَاحِ الَّذِي هُوَ سَبَبٌ لِصَوْنِهَا وَكِفَايَةِ مُؤَنِهَا، وَالْإِبَانَةُ

اَلْقَطْعُ لَهَا مِنَ الْمَوْتِ حَتّٰى كَانَ لَهَا اَنْ تُغَسِّلَهُ مَيِّتًا قَبْلَ الْإِبَانَةِ لَا بَعْدَهَا (وَالْحِدَادُ) وَيُقَالُ الْإِحْدَادُ وَهُمَا لُغَتَانِ (اَنْ تَتْرُكَ الطِّيْبَ وَالزِّيْنَةَ وَالْكُحْلَ وَالدُّهْنَ الْمُطَيَّبَ وَغَيْرَ الْمُطَيَّبِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ اِلَّا مِنْ وَجَعٍ) وَالْمَعْنٰى فِيْهِ وَجْهَانِ: اَحَدُهُمَا مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ اِظْهَارِ التَّاَسُّفِ .

وَالثَّانِيْ: اَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ دَوَاعِي الرَّغْبَةِ فِيْهَا وَهِيَ مَمْنُوْعَةٌ عَنِ النِّكَاحِ فَتَجْتَنِبُهَا كَيْ لَا تَصِيْرَ ذَرِيْعَةً اِلَى الْوُقُوْعِ فِي الْمُحَرَّمِ، وَقَدْ صَحَّ اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَاْذَنْ لِلْمُعْتَدَّةِ فِي الْاِكْتِحَالِ .(۱)

وَالدُّهْنُ لَا يَعْرٰى عَنْ نَوْعِ طِيْبٍ وَفِيْهِ زِيْنَةُ الشَّعْرِ، وَلِهٰذَا يُمْنَعُ الْمُحْرِمُ عَنْهُ قَالَ: اِلَّا مِنْ عُذْرٍ لِاَنَّ فِيْهِ ضَرُوْرَةً، وَالْمُرَادُ الدَّوَاءُ .لَا الزِّيْنَةُ .

اور جس عورت کو طلاق بتہ دی گئی ہو یا بیوہ عورت' اگر بالغ اور مسلمان ہو تو اس پر سوگ کرنا لازم ہے جہاں تک بیوہ عورت کا تعلق ہے' اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے گی''۔ جہاں تک طلاق بتہ پانے والی عورت کا تعلق ہے' تو یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ایسی عورت پر سوگ لازم نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: سوگ اس شوہر کے انتقال پر کیا جاتا ہے' جو مرتے دم تک عورت کی ذمہ داریاں نبھاتا ہے' جبکہ اس شخص نے تو علیحدگی کے ذریعے اسے پریشان کر دیا ہے' لہٰذا اس سے علیحدگی کی وجہ سے سوگ نہیں کیا جائے گا۔ ہماری دلیل وہ روایت ہے: نبی ﷺ نے عدت گزرنے والی عورت کو منع کیا تھا کہ وہ مہندی لگائے اور آپ نے ارشاد فرمایا: تھا ''مہندی ایک خوشبو ہے''۔ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہے: نکاح کی نعمت زائل ہونے پر افسوس کے اظہار کے لئے سوگ کرنا لازم ہے' کیونکہ نکاح اس خاتون کے لئے عصمت' حفاظت کا ذریعہ ہے اور اس کی ضروریات کا کفیل تھا اور یہ جدائی شوہر کے انتقال کی صورت میں ملنے والی جدائی سے زیادہ افسوس ناک ہے۔

یہی وجہ ہے: اس جدائی سے پہلے وہ اپنے مرحوم شوہر کو غسل دے سکتی ہے' جبکہ اس علیحدگی کے بعد اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔ لفظ حداد کو ''احداد'' بھی کہا گیا ہے: یہ لغات (اس سے مراد یہ ہے) عورت خوشبو' زیب و زینت' سرمہ' خوشبودار تیل' بغیر خوشبو کے تیل نہیں لگائے گی البتہ کسی عذر کی وجہ سے لگا سکتی ہے: یہ الفاظ ہیں ''البتہ کسی عذر کی وجہ سے لگا سکتی ہے''۔

اس میں دو پہلو پائے جاتے ہیں۔ پہلا پہلو یہ ہے: جس کا ہم نے ذکر کیا' افسوس کا اظہار کرنا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے: اس طرح کی زیب و زینت عورت کی طرف رغبت دلاتی ہے' جبکہ اس عورت کے لئے نکاح کرنے کی ممانعت ہے' لہٰذا وہ ایسی تمام چیزوں سے گریز کرے گی تاکہ یہ تمام چیزیں اس کے حرام میں مبتلا ہونے کا باعث نہ بنیں۔ صحیح روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے عدت گزارنے والی خاتون کو سرمہ لگانے کی اجازت نہیں دی جہاں تک تیل کا تعلق ہے' تو اس میں کوئی نہ کوئی خوشبو ضرور ہوتی

ہے' نیز اس کے ذریعے بالوں کی زینت بھی ظاہر ہوتی ہے یہی وجہ ہے: احرام باندھنے والے شخص کے لئے تیل لگانا منع ہے۔ مصنف نے (متن میں) یہ جو کہا ہے: "البتہ کسی عذر کی وجہ سے کیا جاسکتا ہے" تو اس کی وجہ یہ ہے: اس کے بغیر چارہ نہیں ہے اور اس سے مراد دوائی ہے آرائش وزیبائش نہیں ہے۔

عذر کی وجہ سے سوگ والی عورت تیل لگا سکتی ہے

وَلَوْ اعْتَادَتْ الدُّهْنَ فَخَافَتْ وَجَعًا، فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ اَمْرًا ظَاهِرًا يُبَاحُ لَهَا لِاَنَّ الْغَالِبَ كَالْوَاقِعِ، وَكَذَا لُبْسُ الْحَرِيرِ اِذَا احْتَاجَتْ اِلَيْهِ لِعُذْرٍ لَا بَأْسَ بِهِ .

(وَلَا تَخْتَضِبُ بِالْحِنَّاءِ) لِمَا رَوَيْنَا (وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِعُصْفُرٍ وَلَا بِزَعْفَرَانٍ) لِاَنَّهُ يَفُوحُ مِنْهُ رَائِحَةُ الطِّيبِ .

اور اگر عورت تیل استعمال کرنے کی عادی ہو' (اور نہ لگانے سے) تکلیف کا اندیشہ ہو' تو اگر یہ معاملہ ظاہر ہے' تو اس کے لئے عذر شمار ہوگا' کیونکہ غالب (امکان) واقع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح ریشم پہننے کا حکم ہے: اگر اس کی کسی عذر کی وجہ سے ضرورت ہو' تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ تاہم وہ مہندی کو خضاب کے طور پر نہیں لگا سکتی اس کی وجہ وہ روایات ہیں جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسی طرح وہ ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا بھی نہیں پہن سکتی کیونکہ اس کے نتیجے میں اس کی خوشبو ادھر ادھر پھیلے گی۔

کافر عورت پر سوگ کرنا لازم نہیں

قَالَ (وَلَا حِدَادَ عَلٰى كَافِرَةٍ) لِاَنَّهَا غَيْرُ مُخَاطَبَةٍ بِحُقُوقِ الشَّرْعِ (وَلَا عَلٰى صَغِيرَةٍ) لِاَنَّ الْخِطَابَ مَوْضُوعٌ عَنْهَا (وَعَلَى الْاَمَةِ الْاِحْدَادُ) لِاَنَّهَا مُخَاطَبَةٌ بِحُقُوقِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيمَا لَيْسَ فِيهِ اِبْطَالُ حَقِّ الْمَوْلٰى، بِخِلَافِ الْمَنْعِ مِنَ الْخُرُوجِ لِاَنَّ فِيهِ اِبْطَالَ حَقِّهِ وَحَقُّ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ .قَالَ (وَلَيْسَ فِي عِدَّةِ اُمِّ الْوَلَدِ وَلَا فِي عِدَّةِ النِّكَاحِ الْفَاسِدِ اِحْدَادٌ) لِاَنَّهَا مَا فَاتَهَا نِعْمَةُ النِّكَاحِ لِتُظْهِرَ التَّاَسُّفَ، وَالْاِبَاحَةُ اَصْلٌ .

فرمایا: اور کافر عورت پر سوگ کرنا لازم نہیں ہے' کیونکہ وہ شرعی احکام کی پابند نہیں ہے اسی طرح نابالغ عورت پر بھی لازم نہیں ہے' کیونکہ وہ احکام کا مخاطب نہیں ہے۔ کنیز سوگ کرے گی' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مخاطب ہے۔ ان معاملات میں' جس میں اس کے آقا کا حق باطل نہ ہو' جب کہ گھر سے باہر نکلنے سے روکنا اس سے مختلف ہے' کیونکہ اس صورت میں آقا کا حق باطل ہو جائے گا' اور بندے کی ضرورت کے پیش نظر اس کا حق مقدم قرار دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: ام ولد کی عدت میں' اور نکاح فاسد کی عدت میں سوگ کرنا نہیں ہوگا' کیونکہ ان کے حق میں نکاح کی نعمت زائل نہیں ہوئی' وہ افسوس کا اظہار کرے جب کہ اصل مباح ہونا ہے۔

عدت گزارنے والی عورت کو نکاح کا پیغام نہیں دیا جاسکتا

(وَلَا يَنْبَغِي أَنْ تُخْطَبَ الْمُعْتَدَّةُ وَلَا بَأْسَ بِالتَّعْرِيضِ فِي الْخِطْبَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ) إلَى أَنْ قَالَ (وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (السِّرُّ النِّكَاحُ(۱)) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: التَّعْرِيضُ أَنْ يَقُولَ: إنِّي أُرِيدُ أَنْ أَتَزَوَّجَ .(۲)وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْقَوْلِ الْمَعْرُوفِ: إنِّي فِيكِ لَرَاغِبٌ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَجْتَمِعَ .(۳)

اور یہ مناسب نہیں ہے عدت گزارنے والی عورت کو شادی کا پیغام بھیجا جائے البتہ اشارے کنائے میں یہ بات کی جا سکتی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم پہ کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اشارے کنائے میں عورتوں کو نکاح کے بارے میں کہتے ہو''۔ یہ آیت یہاں تک ہے ''لیکن تم ان کے ساتھ کوئی پوشیدہ وعدہ نہ کرو بلکہ بھلائی کی بات کرو''۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''پوشیدہ سے مراد نکاح ہے''۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اشارۃً ذکر کرنے سے یہ مراد ہے: آدمی یہ کہے: میں شادی کرنا چاہ رہا ہوں۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: مناسب بات سے مراد یہ ہے ''میں تم میں دلچسپی رکھتا ہوں' یا میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم اکٹھے ہو جائیں۔

طلاق یافتہ عورت گھر سے باہر نہیں نکل سکتی

(وَلَا يَجُوزُ لِلْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ وَالْمَبْتُوتَةِ الْخُرُوجُ مِنْ بَيْتِهَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا، وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا تَخْرُجُ نَهَارًا وَبَعْضَ اللَّيْلِ وَلَا تَبِيتُ فِي غَيْرِ مَنْزِلِهَا) أَمَّا الْمُطَلَّقَةُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ) قِيلَ الْفَاحِشَةُ نَفْسُ الْخُرُوجِ، وَقِيلَ الزِّنَا، وَيَخْرُجْنَ لِإِقَامَةِ الْحَدِّ، وَأَمَّا الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فَلِأَنَّهُ لَا نَفَقَةَ لَهَا فَتَحْتَاجُ إلَى الْخُرُوجِ نَهَارًا لِطَلَبِ الْمَعَاشِ، وَقَدْ يَمْتَدُّ إلَى أَنْ يَهْجُمَ اللَّيْلُ، وَلَا كَذَلِكَ الْمُطَلَّقَةُ لِأَنَّ النَّفَقَةَ دَارَّةٌ عَلَيْهَا مِنْ مَالِ زَوْجِهَا، حَتَّى لَوْ اخْتَلَعَتْ عَلَى نَفَقَةِ عِدَّتِهَا قِيلَ: إنَّهَا تَخْرُجُ نَهَارًا، وَقِيلَ لَا تَخْرُجُ لِأَنَّهَا أَسْقَطَتْ حَقَّهَا فَلَا يَبْطُلُ بِهِ حَقٌّ عَلَيْهَا .

اور جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو' یا جس کو طلاق بتہ دی گئی ہو' اس کے لئے رات کے وقت یا دن کے وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بیوہ عورت دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور رات کے کچھ حصے میں بھی باہر رہ سکتی ہے' لیکن وہ اپنے گھر سے باہر کہیں رات نہیں بسر کرے گی۔ جہاں تک طلاق یافتہ عورت کا تعلق ہے' تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں' سوائے اس کے جب وہ واضح طور پر برائی کا ارتکاب کریں''۔ ایک قول کے مطابق یہاں

''فاحشہ'' سے مراد گھر سے نکلنا ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد زنا کرنا ہے البتہ اگر ان پہ حد قائم کی جائے تو وہ باہر نکلے گی۔ جہاں تک بیوہ عورت کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا اس لیے وہ دن کے وقت باہر نکلنے کی محتاج ہوگی تا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور بعض اوقات آدمی کو گھر واپس آتے ہوئے رات ہو جاتی ہے جبکہ طلاق یافتہ عورت کا حکم مختلف ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ اس کے شوہر کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس نے اپنی عدت کے دوران کے خرچ کے عوض خلع حاصل کر لیا ہو تو ایک قول کے مطابق وہ دن کے وقت باہر نکل سکتی ہے اور ایک قول کے مطابق پھر بھی نہیں نکلے گی کیونکہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کیا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے وہ حق باطل نہیں ہوگا جو اس کے ذمے لازم ہے۔

عدت گزارنے والی عورت اپنے گھر میں قیامت پذیر رہے گی

(وَعَلَى الْمُعْتَدَّةِ اَنْ تَعْتَدَّ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي يُضَافُ اِلَيْهَا بِالسُّكْنٰى حَالَ وُقُوعِ الْفُرْقَةِ وَالْمَوْتِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ) وَالْبَيْتُ الْمُضَافُ اِلَيْهَا هُوَ الْبَيْتُ الَّذِي تَسْكُنُهُ، وَلِهٰذَا لَوْ زَارَتْ اَهْلَهَا وَطَلَّقَهَا زَوْجُهَا كَانَ عَلَيْهَا اَنْ تَعُوْدَ اِلٰى مَنْزِلِهَا فَتَعْتَدَّ فِيْهِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّتِي قُتِلَ زَوْجُهَا (اُسْكُنِي فِي بَيْتِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ(۱)) (وَاِنْ كَانَ نَصِيْبُهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ لَا يَكْفِيْهَا فَاَخْرَجَهَا الْوَرَثَةُ مِنْ نَصِيْبِهِمْ انْتَقَلَتْ، لِاَنَّ هٰذَا انْتِقَالٌ بِعُذْرٍ، وَالْعِبَادَاتُ تُؤَثِّرُ فِيْهَا الْاَعْذَارُ فَصَارَ كَمَا اِذَا خَافَتْ عَلٰى مَتَاعِهَا اَوْ خَافَتْ سُقُوْطَ الْمَنْزِلِ اَوْ كَانَتْ فِيْمَا بِاَجْرٍ وَلَا تَجِدُ مَا تُؤَدِّيْهِ.

اور عدت گزارنے والی عورت کے لئے یہ بات لازم ہے کہ وہ اسی گھر میں عدت بسر کرے جو علیحدگی یا شوہر کے انتقال کے وقت اس کا رہائشی گھر تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اور تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو''۔ یہاں گھر کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے یعنی وہ گھر جس میں وہ عورت رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے: وہ اپنے ماں باپ کے گھر گئی ہوئی ہو اور اس دوران اس کا شوہر اسے طلاق دیدے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر واپس آ کر وہاں عدت بسر کرے۔ جس خاتون کا شوہر قتل ہو گیا تھا نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ فرمایا تھا: ''تم اپنے گھر میں رہو! یہاں تک کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے''۔ اگر مرحوم کے گھر میں عورت کے لئے جگہ اس کے لئے کافی نہ ہو اور دوسرے ورثاء اسے اپنے حصے میں سے نکال دیں تو وہ عورت وہاں سے منتقل ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے: یہ منتقلی عذر کی وجہ سے ہے اور عبادات میں عذر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہوگا جیسے اسے اپنے ساز و سامان کے بارے میں خوف ہو یا گھر کے گر جانے کا خوف ہو یا وہ کہے: یہ گھر کرائے کا ہے اور اس کے پاس کرائے کی ادائیگی کے لئے (رقم نہ ہو)

عدت کے دوران میاں بیوی کے درمیان پردے کا بیان

(ثُمَّ اِنْ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بِطَلَاقٍ بَائِنٍ اَوْ ثَلَاثٍ لَا بُدَّ مِنْ سُتْرَةٍ بَيْنَهُمَا ثُمَّ لَا بَاْسَ بِهٖ) لِاَنَّهٗ مُعْتَرِفٌ

بِالْحُرْمَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فَاسِقًا يُخَافُ عَلَيْهَا مِنْهُ فَحِينَئِذٍ تَخْرُجُ لِأَنَّهُ عُذْرٌ، وَلَا تَخْرُجُ عَمَّا انْتَقَلَتْ إِلَيْهِ، وَالْأَوْلَى أَنْ يَخْرُجَ هُوَ وَيَتْرُكَهَا (وَإِنْ جَعَلَا بَيْنَهُمَا امْرَأَةً ثِقَةً تَقْدِرُ عَلَى الْحَيْلُولَةِ فَحَسَنٌ، وَإِنْ ضَاقَ عَلَيْهِمَا الْمَنْزِلُ فَلْتَخْرُجْ، وَالْأَوْلَى خُرُوجُهُ) .

اور جب علیحدگی بائنہ طلاق کی وجہ سے یا تین طلاقوں کی وجہ سے ہوئی ہو تو میاں بیوی کے درمیان پردہ ہونا ضروری ہے اور پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا (وہ ایک ہی گھر میں رہیں) اس کی وجہ یہ ہے: مرد اس کی حرمت کا معترف ہوگا البتہ اگر وہ برے کردار کا مالک ہو اور عورت کو اس کی طرف سے اندیشہ ہو تو اس صورت میں وہ عورت گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک عذر ہے لیکن وہ اس گھر سے نہیں نکلے گی جس میں وہ منتقل ہوگئی ہے زیادہ بہتر تو یہ ہے مرد اس گھر سے نکل جائے اور عورت کو وہاں رہنے دے۔ اگر وہ دونوں میاں بیوی اپنے درمیان ایک قابل اعتماد عورت کو بسالیں جو برائی سے روکنے پر قادر ہو تو یہ مناسب ہوگا اور اگر وہ گھر دونوں کے لئے تنگ ہو تو عورت کے لئے نکلنا جائز ہوگا تاہم مناسب یہی ہے: مرد وہاں سے نکل جائے۔

اگر سفر کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے؟

(وَإِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا إِلَى مَكَّةَ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا أَوْ مَاتَ عَنْهَا فِي غَيْرِ مِصْرٍ، فَإِنْ كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مِصْرِهَا أَقَلُّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ رَجَعَتْ إِلَى مِصْرِهَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِابْتِدَاءِ الْخُرُوجِ مَعْنًى بَلْ هُوَ بِنَاءٌ (وَإِنْ كَانَتْ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِنْ شَاءَتْ رَجَعَتْ وَإِنْ شَاءَتْ مَضَتْ سَوَاءٌ كَانَ مَعَهَا وَلِيٌّ أَوْ لَمْ يَكُنْ) مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ إِلَى الْمَقْصِدِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ أَيْضًا لِأَنَّ الْمُكْثَ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ أَخْوَفُ عَلَيْهَا مِنَ الْخُرُوجِ، إِلَّا أَنَّ الرُّجُوعَ أَوْلَى لِيَكُونَ الِاعْتِدَادُ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَلَّقَهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فِي مِصْرٍ فَإِنَّهَا لَا تَخْرُجُ حَتَّى تَعْتَدَّ ثُمَّ تَخْرُجَ إِنْ كَانَ لَهَا مَحْرَمٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: إِنْ كَانَ مَعَهَا مَحْرَمٌ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمِصْرِ قَبْلَ أَنْ تَعْتَدَّ) لَهُمَا أَنَّ نَفْسَ الْخُرُوجِ مُبَاحٌ دَفْعًا لِأَذَى الْغُرْبَةِ وَوَحْشَةِ الْوَحْدَةِ فَهَذَا عُذْرٌ، وَإِنَّمَا الْحُرْمَةُ لِلسَّفَرِ وَقَدِ ارْتَفَعَتْ بِالْمَحْرَمِ .

وَلَهُ أَنَّ الْعِدَّةَ أَمْنَعُ مِنَ الْخُرُوجِ مِنْ عَدَمِ الْمَحْرَمِ، فَإِنَّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى مَا دُونَ السَّفَرِ بِغَيْرِ مَحْرَمٍ وَلَيْسَ لِلْمُعْتَدَّةِ ذَلِكَ، فَلَمَّا حَرُمَ عَلَيْهَا الْخُرُوجُ إِلَى السَّفَرِ بِغَيْرِ الْمَحْرَمِ فَفِي الْعِدَّةِ أَوْلَى .

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئی تھی اور راستے میں ایسی جگہ جہاں کوئی آبادی نہیں تھی اس مقام پر اس مرد نے اسے تین طلاقیں دیدی یا اس کا انتقال ہو گیا تو اگر اس جگہ سے اس عورت کا شہر تین دن سے کم فاصلے پر ہو تو

وہ اپنے شہر واپس چلی جائے گی، کیونکہ یہ ابتدائی طور پر اس کا نکلنا نہیں ہوگا بلکہ پہلے سفر پر ہی شمار ہوگا۔ لیکن اگر تین دن کا فاصلہ ہو تو عورت کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو واپس چلی جائے اور اگر چاہے تو مکہ کی طرف سفر جاری رکھے خواہ اس کے ساتھ اس کا ولی ہو یا نہ ہو۔

اس مسئلے کا مطلب یہ ہے: جہاں تک وہ جانا چاہ رہی ہو وہاں تک بھی تین دن کی مسافت ہونی چاہیے، کیونکہ آگے جانا وہاں رہنے کی نسبت کم خطرناک ہوگا۔ بہتر صورت یہ ہے: وہ اپنے گھر واپس چلی جائے تاکہ شوہر کے گھر میں ہی عدت بسر کرے۔ فرماتے ہیں: البتہ اگر شوہر نے اسے طلاق دی یا اسے چھوڑ کر فوت ہو گیا اور یہ عمل کسی شہر میں ہوا تو وہ عورت شہر سے باہر نہیں نکلے گی جب تک اس کی عدت پوری نہیں ہو جاتی، پھر وہ اس کے بعد شہر سے اس وقت نکلے گی اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو، یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ امام ابویوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں: اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس شہر سے عدت پوری ہونے سے پہلے نکل جائے۔

صاحبین کی دلیل اور اس کے جواب کا بیان

لَهُمَا اَنَّ نَفْسَ الْخُرُوْجِ مُبَاحٌ دَفْعًا لِاَذَى الْغُرْبَةِ وَوَحْشَةِ الْوَحْدَةِ فَهٰذَا عُذْرٌ، وَاِنَّمَا الْحُرْمَةُ لِلسَّفَرِ وَقَدِ ارْتَفَعَتْ بِالْمُحْرِمِ ۔وَلَهٗ اَنَّ الْعِدَّةَ اَمْنَعُ مِنَ الْخُرُوْجِ مِنْ عَدَمِ الْمُحْرِمِ، فَاِنَّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَخْرُجَ اِلٰى مَا دُوْنَ السَّفَرِ بِغَيْرِ مُحْرِمٍ وَلَيْسَ لِلْمُعْتَدَّةِ ذٰلِكَ، فَلَمَّا حُرِّمَ عَلَيْهَا الْخُرُوْجُ اِلَى السَّفَرِ بِغَيْرِ الْمُحْرِمِ فَفِى الْعِدَّةِ اَوْلٰى ۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے: نفسِ خروج مباح ہے تاکہ غریب الوطنی کی اذیت اور تنہائی کی وحشت کو دور کیا جا سکے اور یہ چیز عذر ہے اصل حرمت سفر کے لئے ہے، جبکہ وہ محرم کی وجہ سے ختم ہو گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ محرم کی عدم موجودگی کی بانسبت عدت باہر نکلنے سے زیادہ روکتی ہے، کیونکہ عورت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ سفر سے کم فاصلہ محرم کے بغیر طے کر سکتی ہے، لیکن عدت گزارنے والی عورت کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور جب محرم کے بغیر سفر پر نکلنا اس کے لئے حرام ہے تو عدت میں سفر کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

بَابُ ثُبُوتِ النَّسَبِ

یہ باب ثبوت نسب کے بیان میں ہے

باب ثبوت نسب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے باب عدت کے بعد ثبوت نسب کا باب بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدت کا مقصد ہی استبرائے رحم ہوتا ہے' کیونکہ اگر کسی خاوند کی طلاق کے دو ماہ یا تین ماہ بعد یا اسی طرح چھ ماہ سے پہلے، اور اسی طرح عدت حاملہ کی صورت میں وضع حمل، اور عدت وفات میں عدت پوری ہونے سے پہلے اگر مطلقہ نے بچہ کو جنم دیا تو ان صورتوں میں اسی کا نسب ثابت ہوگا' جس سے وہ مطلقہ ہوئی ہے۔ عدت کا تعلق نسب کے ساتھ مربوط ہے' کیونکہ عدت سے قبل یعنی جب کوئی عورت خاوند کے عقد میں ہو تو نسب کا جھگڑا پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اور یہ تصادم جب ہی ہو سکتا ہے' جب کوئی عورت مطلقہ یا کسی طرح بھی تفریق ہو جائے۔ تو ان صورتوں میں نسب کا مسئلہ پیدا ہوگا لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو عدت کے بعد ذکر کیا ہے۔ تا کہ عدت کے احکام اور عدت کی مدت سے معلوم ہو جانے کے بعد ثبوت نسب کے احکام کو سمجھنا قدرے آسان ہوگا لہٰذا باب ثبوت نسب کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۶، ص ۱۵۲، بیروت)

نسب بدلنے والے کے لئے وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جب لعان والی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے اپنے بچہ کو اس قوم میں داخل کیا جس میں سے وہ نہیں ہے' تو وہ عورت اللہ کی (رحمت کی) چیزوں میں سے کسی چیز میں داخل نہیں ہے اور اللہ اس کو ہرگز اپنی جنت میں داخل نہ کرے گا' اور جو مرد ایسا ہو کہ بچہ کو اپنا بچہ ماننے سے انکار کرے اس حال میں کہ وہ بچہ اس کی طرف (پیار بھری نظروں سے) دیکھ رہا ہو تو قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو تمام مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 497)

قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ وَاَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَاَحْسِنُوا اَسْمَاءَكُمْ .

(ابو داؤد، قَالَ اَبُو دَاوُد ابْنُ اَبِی زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ اَبَا الدَّرْدَاءِ، بَابٌ فِي تَغْيِيرِ الْاَسْمَاءِ، حدیث نمبر ۴۲۹۷)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام کے ساتھ بلائے جاؤ گے؛ لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اس معاملہ میں فیصلہ کرنا چاہا جو بچہ اپنے باپ کے مرجانے کے بعد اس سے ملایا جائے یعنی اس باپ سے جس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور باپ کے وارث اس کو ملانا چاہیں تو آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا اگر وہ بچہ اس باندی سے ہے' جس کا بوقت جماع اس کا باپ مالک تھا تو اس کا نسب ملانے والے سے مل جائے گا لیکن جو ترکہ اس کے ملائے جانے سے پہلے تقسیم ہو چکا ہے اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا البتہ جو ترکہ ابھی تک تقسیم نہیں ہوا اس میں اس کا حصہ ہوگا مگر جب وہ باپ جس سے اس کا نسب ملایا جارہا ہے اپنی زندگی میں اس کے نسب سے انکار کرتا رہا ہو تو وارثوں کے ملانے سے اس کا نسب نہیں ملے گا' اور اگر وہ بچہ ایسی باندی سے ہو جس کا مالک اس کا باپ نہ تھا یا وہ بچہ آزاد عورت کے پیٹ سے پیدا ہو جس سے اس کے باپ نے زنا کیا تھا تو اس کا نسب نہ ملے گا' اور نہ وہ اس کا وارث ہوگا اگرچہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اس کا دعویٰ کیا ہو کہ یہ بچہ میرا ہے' کیونکہ وہ ولدالزنا ہے خواہ آزاد عورت کے پیٹ سے ہو یا باندی کے پیٹ سے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 499)

نیز سنن ابوداؤد میں پانچ مقام پر یہ حدیث انہی اسناد اور روایوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ درست یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں ہی کے نام سے بلایا جائے گا، ماؤں کے نام سے نہیں جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے بلکہ بعض علماء بھی اس طرف گئے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الادب میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: **باب ما یدعی الناس بآبائهم** یعنی یہ بیان کہ لوگوں کو ان کے آباء کے ناموں سے بلایا جائے گا۔ اس باب کے تحت وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی درج ذیل حدیث لائے ہیں:

ان الغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال: هذه غدرة فلان بن فلان ۔

(شرح البخاری لابن بطال: 9/354 وایضاً فتح الباری 10/56)

خائن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، سو کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔

قیامت کے ماں' یا باپ کے نام سے پکارنے میں بحث ونظر

علامہ ابن بطال اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان **هذه غدرة فلان بن فلان** میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ پوشی ہے اور یہ حدیث ان کے اس قول کے خلاف ہے۔

اس حدیث کی بنا پر دیگر علماء نے بھی اس قول کے قائلین کا رد کیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک صریح حدیث بھی ہے مگر وہ اسنادی اعتبار سے ضعیف ہے اور وہ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے: **انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آبائكم فاحسنوا اسمائكم** ۔ یقیناً تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء کے نام سے بلائے جاؤ گے چنانچہ تم اپنے اچھے اچھے نام رکھو (اس حدیث کو امام احمد (5/194) ابوداؤد (4948)) ابن حبان (7/528)) اور بغوی (شرح السنة:

(12/32) نے عبداللہ بن ابی زکریا کی سند سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف اس لیے ہے کہ ابن زکریا نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے جیسا کہ امام ابوداؤد اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (10/577) میں کہا ہے اور حافظ منذری نے مختصر السنن (7/571) میں کہا ہے کہ ان کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے: قیامت کے دن آدمی کو اس کی ماں کے ناموں سے بلایا جائے گا باپ کے نام سے نہیں۔ ان کے درج ذیل دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: قوله سبحانه و تعالى، يوم ندعو كل اناس بامامهم (الاسراء:7) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ محمد بن کعب نے (بامامهم) کی تفسیر میں کہا ہے: قیل یعنی: بامهاتهم کہا گیا ہے یعنی ان کی ماؤں کے ناموں سے۔ ان کے اس قول کو امام بغوی اور امام قرطبی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں تین حکمتیں ہیں، عیسی علیہ السلام کی وجہ سے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شرف کی بنا پر، اولاد زنا کی عدم رسوائی کی وجہ سے۔

(معالم التنزیل للبغوی:1105/ اور الجامع لاحکام القرآن للقرطبی 5/628)

یہ قول بلاشک باطل ہے۔ صحیح میں ابن عمر کی حدیث سے ثابت ہے اس کے بعد انہوں نے ابن عمر کی مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح زمخشری نے بھی امام کی تفسیر امہات سے کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: و من بدع التفسير ان الامام جمع الام، وان الناس يدعون بامهاتهم ۔ (تفسیر الکشاف:- (2/369 انوکھی تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ امام ام کی جمع ہے اور لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔

زمخشری کی اس انوکھی تفسیر کا رد نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

و لقد استبدع بدعا لفظا و معنى، فان جمع الام المعروف الامهات، اما رعاية عيسى (عليه السلام) بذكر امهات الخلائق ليذكر بامه فيستدعي ان خلق عيسى (عليه السلام) من غير اب غميزة في منصبه، وذلك عكس الحقيقة، فان خلقه من غير اب كان له آية، و شرفا في حقه والله اعلم (الانتصاب فيما تضمنه الكشاف من الاعتزال: 2/369 بهامش الكشاف) .

زمخشری نے لفظی اور معنوی بدعت ایجاد کی ہے، کیوں کہ ام کی معروف جمع امہات ہے۔ رہا عیسی (علیہ السلام) کی رعایت کی خاطر لوگوں کو ان کی ماؤں کے ساتھ ذکر کرنا تا کہ ان کی (عیسی علیہ السلام) کی ماں کا ذکر کیا جائے' تو یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ عیسی (علیہ السلام) کی بغیر باپ کے خلقت سے ان کے منصب پر حرف آتا ہے اور یہ حقیقت کے برعکس ہے کیوں کہ ان کا بغیر باپ کے پیدا کیا جانا، ان کے لیے معجزہ اور ان کے حق میں شرف ہے۔ بعض دیگر علماء نے مذکورہ تمام حکمتوں کا رد کیا ہے اور بعض نے اس رد کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ (تفسیر روح المعانی للآلوسی، ج ۱۵، ۲۲۱)

واضح رہے کہ امام کی معتبر مفسرین نے چار تفسیریں کی ہیں مگر ان میں سے سب سے معتبر تفسیر یہ ہے۔ کہ امام سے مراد آدمی کا اعمال نامہ ہے کیوں کہ (يوم ندعو كل اناس بامامهم) کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ (فمن اوتی کتابہ بیمینہ) حافظ ابن

کثیر نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور علامہ شنقیطی نے ان کی تائید کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 5/127 واضواء البیان: 2/322)

• فائدہ: امام کی تفسیر نبی اور پیشوا سے بھی کی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: **قال بعض السلف: هذا اكبر شرف لاصحاب الحديث لان امامهم الانبياء** (تفسیر ابن کثیر: 5/126) بعض سلف نے کہا ہے: یہ اصحاب حدیث کے لیے بہت بڑا شرف ہے کیوں کہ ان کے امام انبیاء ہیں۔

دوسری دلیل: بعض واہی، سخت ضعیف قسم کی روایات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ حدیث انس ؓ جس کے الفاظ یہ ہیں: **يدعى الناس يوم القيامة بامهاتهم سترا من الله عز وجل عليهم** (ابن عدی: 1/336 اور ان سے ابن جوزی نے الموضوعات 3/248) میں روایت کیا ہے اور اس کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال 1/177) میں ابن عدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس میں **بامهاتهم** کی بجائے **باسماء امهاتهم** ہے)

روز قیامت لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ساتھ بلایا جائے گا۔ مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے (اس حدیث کی سند اسحاق بن ابراہیم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا اس حدیث کی تقویت کی طرف رجحان ہے چنانچہ انہوں نے اس حدیث پر ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے:

قلت: صرح ابن عدى بان الحديث منكر فليس بموضوع، وله شاهد من حديث ابن عباس ؓ **اخرجه الطبرانى** (التعقبات على الموضوعات (51)

میں کہتا ہوں ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ چنانچہ یہ موضوع نہیں اور اس کا ابن عباس ؓ کی حدیث سے ایک شاہد ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ قلت: اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں: **ان الله تعالى يدعو الناس يوم القيامة باسمائهم سترا منه على عباده** (طبرانی نے المعجم الکبیر 11/122) میں روایت کیا ہے)

یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان پر پردہ پوشی کی خاطر ان کے ناموں سے بلائے گا مگر یہ حدیث درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر شاہد بننے کے قابل نہیں: اس میں لوگوں کو ان کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر ہے ماؤں کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر نہیں۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ (کیوں کہ اس کی سند میں اسحاق بن بشیر ابوحذیفہ بخاری ہے جو متروک بلکہ کذاب ہے۔ البانی نے اس کو الضعیفہ 434)) میں موضوع کہا ہے)

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (10/563) میں ابن بطال کا یہ قول: **فى هذا الحديث رد لقول من زعم انهم لا يدعون يوم القيامة الا بامهاتهم سترا على ابائهم** . (شرح البخاری لابن بطال: 9/354)

اس حدیث میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ پوشی ہے۔ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: **قلت: هو حديث اخرجه الطبرانى من حديث ابن عباس وسنده ضعيف جدا، واخرج ابن عدى من حديث انس مثله، وقال: منكر اورده فى**

ترجمۃ اسحاق بن ابراهيم الطبری .(فتح الباری(10/563))

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس جیسی حدیث انس سے بھی روایت کی ہے اور اسے منکر غیر صحیح کہا ہے۔ انہوں نے اس کو اسحاق بن ابراہیم طالقانی طبری کے ترجمے میں روایت کیا ہے۔

قلت: حدیث ابن عباس میں باسمائھم ھے بامھاتھم نھیں ۔ اسی طرح ان کا حدیث انس مثلہ بھی کہنا درست نہیں کیوں کہ اس حدیث میں بامھاتھم ہے۔ یہی وہم علامہ ابوالطیب عظیم آبادی سے بھی ہوا ہے کہ انہوں نے حدیث ابن عباس کو لفظ بامھاتھم سے ذکر کیا ہے۔ نیز ان سے ایک غلطی یہ بھی ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا ہے: حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے جیسا کہ ابن قیم نے حاشیۃ السنن میں کہا ہے' جبکہ ابن قیم نے حدیث ابن عباس کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ انہوں نے حدیث ابوامامہ کا ذکر کیا ہے' جو عنقریب آ رہی ہے۔ (عون المعبود: 8/283 اور تہذیب السنن، ج ۷، ص ۲۵۰)

2۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما: اس حدیث کا ابھی حدیث انس کے ضمن میں ذکر ہوا اور یہ بھی بیان ہوا کہ دو وجوہ کی بنا پر اس حدیث سے حجت لینا درست نہیں۔

3۔ حدیث ابوامامہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ ایک طویل حدیث ہے' جس میں میت کو دفن کر دینے کے بعد اسے تلقین کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

اذا مات احدكم من اخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم احدكم على راس قبره ثم ليقل: يا فلان بن فلانة فانه يسمعه، ولا يجيب ثم يقول: يا فلان بن فلانة . وفي آخره ـ فقال رجل: يارسول الله فان لم يعرف امه قال: فينسبه الى حواء، يا فلان بن حواء (طبرانی نے المعجم الکبیر/8/298) حدیث نمبر: 8989) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔

جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مر جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی کو برابر کر لو تو تم میں سے کوئی ایک اس کی قبر کے سر پر کھڑا ہو، پھر کہے، اے فلاں، فلاں عورت کے بیٹے، سو یقیناً وہ اس کی بات کو سنتا ہے' لیکن جواب نہیں دے پاتا۔ پھر کہے اے فلاں، فلاں عورت کے بیٹے،، (اور اس حدیث کے آخر میں ہے) ایک آدمی نے سوال کیا! یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ اس کی ماں کو نہ جانتا ہو؟ فرمایا، وہ اس کو حواء کی طرف منسوب کر کے کہے، اے فلاں حواء کے بیٹے مگر اس حدیث سے حجت لینا درست نہیں کیوں کہ یہ سخت ضعیف ہے (طبرانی نے سعید بن عبداللہ الاودی کی سند سے ابوامامہ سے روایت کیا ہے اور حافظ ہیثمی نے کہا ہے وفی اسناده جماعة لم اعرفه (مجمع الزوائد: /483) اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جن کو پہچان نہیں سکا۔ یعنی ان کو ان کے تراجم نہیں ملے)

ابن القیم نے اس حدیث کو اس لیے بھی رد کیا ہے کہ صحیح احادیث کے خلاف ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ولكن هذا الحديث متفق على ضعفه، فلا تقوم به حجة فضلا عن ان يعارض به ما هو اصح منه (تہذیب السنن: 7/250) لیکن اس حدیث

کے ضعف پر اتفاق ہے لہٰذا اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ اس کو صحیح حدیث کے مقابلے میں لایا جائے۔

قلت: اس حدیث کا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی رد ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے: استغفروا لاخیکم وسلوا له التثبیت، فانه الآن یسال (ابوداؤد: 3221 الحاکم: 3701/1) اس کی سند حسن درجے کی ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔ اس حدیث معلوم ہوا کہ اس موقع پر میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کا سوال کیا جائے گا نہ کہ اس کو تلقین کی جائے گی۔ ابن علان نے اس حدیث کو حدیث ابی امامہ کے شواہد میں ذکر کیا ہے۔ (الفتوحات الربانیہ 4/196)

اور کس قدر عجیب بات ہے کیوں کہ استغفار، ثابت قدمی اور تلقین میں بہت فرق ہے اور صحیح احادیث سے جو تلقین ثابت ہے وہ قریب الموت آدمی کے بارے میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لقنوا موتاکم لا اله الا الله (صحیح مسلم 6/219 (230) اپنے مردوں کو (قریب المرگ لوگوں کو) لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی قابل اعتماد حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ روز قیامت آدمی کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا بلکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا۔ بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے وہ یوں کہ جس حدیث میں باپ کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے وہ صحیح النسب آدمی کے بارے میں ہوا اور جس میں ماں کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے وہ دوسرے آدمی کے بارے میں ہے۔ یا یہ کہ کچھ آدمی لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے اور کچھ لوگوں کو ان کے ماں کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس جمع یا تطبیق کو عظیم آبادی نے علقمی سے نقل کیا ہے۔ (عون المعبود: 8/283)

بعض نے ایک دوسرے طریقے سے تطبیق دی ہے، وہ یہ کہ خائن کو اس کے باپ کے نام سے اور غیر خائن کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا' اور اس کی جمع کو ابن علان نے شیخ زکریا سے نقل کیا ہے۔ (الفتوحات الربانیہ: 6/104)

بعض نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں ہے۔ جو ولد الزنا نہ ہو یا لعان سے اس کی نفی نہ کی گئی ہو۔ (الفتوحات الربانیہ: 6/104)

مگر یہ سب تکلفات ہیں کیوں کہ جمع اور تطبیق کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے' جب دونوں طرف کی روایات صحیح ہوتیں جب کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو روایات ہیں وہ انتہائی ضعیف قسم کی ہیں۔ نیز اصل یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ ہی کے نام سے پکارا جائے گا، ابن بطال لکھتے ہیں:

والدعاء بالآباء اشد فی التعریف وابلغ فی التمیز وبذلك نطق القرآن و السنة۔

(شرح البخاری لابن بطال: 9/354)

باپوں کے نام سے بلانا پہچان میں زیادہ واضح اور تمیز میں زیادہ بلیغ ہے اور قرآن وسنت بھی اسی پر شاہد ہے۔

ثبوت نسب سے متعلق فقہی احکام

(وَمَنْ قَالَ اِنْ تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ فَهِيَ طَالِقٌ فَتَزَوَّجَهَا فَوَلَدَتْ وَلَدًا لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ ابْنُهُ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ) اَمَّا النَّسَبُ فَلِاَنَّهَا فِرَاشُهُ، لِاَنَّهَا لَمَّا جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ مِنْ وَقْتِ النِّكَاحِ فَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِاَقَلَّ مِنْهَا مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ فَكَانَ الْعُلُوقُ قَبْلَهُ فِيْ حَالَةِ النِّكَاحِ وَالتَّصَوُّرُ ثَابِتٌ بِاَنْ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ يُخَالِطُهَا فَوَافَقَ الْاِنْزَالُ النِّكَاحَ وَالنَّسَبُ يُحْتَاطُ فِيْ اِثْبَاتِهِ، وَاَمَّا الْمَهْرُ فَلِاَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ مِنْهُ جُعِلَ وَاطِئًا حُكْمًا فَتَاَكَّدَ الْمَهْرُ بِهِ (وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ اِذَا جَاءَتْ بِهِ لِسَنَتَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ مَا لَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا) لِاحْتِمَالِ الْعُلُوقِ فِيْ حَالَةِ الْعِدَّةِ لِجَوَازِ اَنَّهَا تَكُوْنُ مُمْتَدَّةَ الطُّهْرِ (وَاِنْ جَاءَتْ بِهِ لِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ) وَثَبَتَ نَسَبُهُ لِوُجُوْدِ الْعُلُوقِ فِي النِّكَاحِ اَوْ فِي الْعِدَّةِ فَلَا يَصِيْرُ مُرَاجِعًا لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ الْعُلُوقَ قَبْلَ الطَّلَاقِ وَيَحْتَمِلُ بَعْدَهُ فَلَا يَصِيْرُ مُرَاجِعًا بِالشَّكِّ (وَاِنْ جَاءَتْ بِهِ لِاَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ كَانَتْ رَجْعَةً) لِاَنَّ الْعُلُوقَ بَعْدَ الطَّلَاقِ، وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ مِنْهُ لِانْتِفَاءِ الزِّنَا مِنْهَا فَيَصِيْرُ بِالْوَطْءِ مُرَاجِعًا.

اور اگر کوئی شخص کہے: میں نے اگر فلاں عورت کے ساتھ شادی کی تو اسے طلاق ہوگی اور پھر وہ شخص اس عورت کے ساتھ شادی کرے اور نکاح کے چھ ماہ بعد عورت ایک بچے کو جنم دے تو وہ بچہ اسی نکاح کرنے والے کا بیٹا شمار ہوگا اور اس شوہر پر مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ نسب کا ثبوت اس بنیاد پر ہوگا' وہ عورت اس مرد کی فراش (منکوحہ) تھی کیونکہ جب اس نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا اور طلاق کے چھ ماہ سے کم عرصے میں بچے کی پیدائش ہوئی' تو بچے کا نطفہ حالت نکاح میں موجود تھا۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے: مرد نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی حالت میں نکاح کیا اور نکاح ہوجانے کے ساتھ ہی انزال کے نتیجے میں حمل ٹھہر گیا۔ تو احتیاط یہی ہے: نسب کو ثابت کیا جائے جہاں تک مہر کا تعلق ہے' تو اس وقت تک لازم ہوگا' جب مرد کا نسب ثابت ہوگیا' تو حکم کے اعتبار سے اسے صحبت کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ فی الحال اس کے نتیجے میں مہر مؤکد ہوجائے گا۔ جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو اگر وہ طلاق کے دو سال یا اس سے زیادہ عرصے کے بعد بچے کو جنم دے' تو بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا' جب تک کہ اس عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ احتمال موجود ہے کہ عدت کی حالت میں نطفہ رہ گیا ہو' کیونکہ عورت کے طہر کا زمانہ بہت طویل بھی ہوسکتا ہے۔ جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی اور اس کے ہاں دو برس سے کم عرصے میں بچے کی پیدائش ہوگی' تو وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہوجائے گی' کیونکہ بچے کی طلاق کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہوجائے گی' اور بچے کا نسب بھی ثابت ہوجائے گا' کیونکہ بچے کا نطفہ نکاح کی حالت میں' یا عدت کی حالت میں ٹھہرا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں مرد کا رجوع کرنا ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ یہاں دو صورتوں کا احتمال موجود ہے۔ پہلی صورت یہ ہے: حمل طلاق سے پہلے ٹھہرا ہو یعنی نکاح کی حالت

میں ٹھہرا ہو۔ دوسری صورت یہ ہے: یہ طلاق کے بعد ہو تو شک کی بنیاد پر شوہر کو رجوع کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر دو سال کے بعد بچے کی پیدائش ہو تو رجوع ثابت ہو جائے گا' کیونکہ حمل ٹھہرنا طلاق کے بعد ہوا ہے اور بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ حمل اسی مرد کا ہوگا' کیونکہ زنا کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکا لہٰذا وہ صحبت کرنے کے ذریعے رجوع کرنے والا شمار ہوگا۔

مطلقہ بتہ کے بچے کا نسب ثابت ہوگا

(وَالْمَبْتُوتَةُ يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا اِذَا جَائَتْ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ) لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَلَدُ قَائِمًا وَقْتَ الطَّلَاقِ فَلَا يَتَيَقَّنُ بِزَوَالِ الْفِرَاشِ قَبْلَ الْعُلُوْقِ فَيَثْبُتُ النَّسَبُ احْتِيَاطًا، (فَاِنْ جَائَتْ بِهٖ لِتَمَامِ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْفُرْقَةِ لَمْ يَثْبُتْ) لِاَنَّ الْحَمْلَ حَادِثٌ بَعْدَ الطَّلَاقِ فَلَا يَكُوْنُ مِنْهُ لِاَنَّ وَطْاَهَا حَرَامٌ. قَالَ (اِلَّا اَنْ يَّدَّعِيَهُ) لِاَنَّهُ الْتَزَمَهُ. وَلَهُ وَجْهٌ بِاَنْ وَطِئَهَا بِشُبْهَةٍ فِي الْعِدَّةِ (فَاِنْ كَانَتِ الْمَبْتُوتَةُ صَغِيْرَةً يُجَامَعُ مِثْلُهَا فَجَائَتْ بِوَلَدٍ لِتِسْعَةِ اَشْهُرٍ لَمْ يَلْزَمْهُ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهٖ لِاَقَلَّ مِنْ تِسْعَةِ اَشْهُرٍ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ. وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ اِلٰى سَنَتَيْنِ) لِاَنَّهَا مُعْتَدَّةٌ يَحْتَمِلُ اَنْ تَكُوْنَ حَامِلًا وَلَمْ تُقِرَّ بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ فَاَشْبَهَتِ الْكَبِيْرَةَ.

وَلَهُمَا اَنَّ لِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا جِهَةً مُتَعَيِّنَةً وَهُوَ الْاَشْهُرُ فَبِمُضِيِّهَا يَحْكُمُ الشَّرْعُ بِالْانْقِضَاءِ وَهُوَ فِي الدَّلَالَةِ فَوْقَ اِقْرَارِهَا لِاَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْخِلَافَ، وَالْاِقْرَارُ يَحْتَمِلُهُ وَاِنْ كَانَتْ مُطَلَّقَةً طَلَاقًا رَجْعِيًّا فَكَذٰلِكَ الْجَوَابُ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَهُ يَثْبُتُ اِلٰى سَبْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ شَهْرًا لِاَنَّهُ يُجْعَلُ وَاطِئًا فِيْ آخِرِ الْعِدَّةِ وَهِيَ الثَّلَاثَةُ الْاَشْهُرُ ثُمَّ تَاْتِيْ لِاَكْثَرِ مُدَّةِ الْحَمْلِ وَهُوَ سَنَتَانِ، وَاِنْ كَانَتِ الصَّغِيْرَةُ ادَّعَتِ الْحَبَلَ فِي الْعِدَّةِ فَالْجَوَابُ فِيْهَا وَفِي الْكَبِيْرَةِ سَوَاءٌ، لِاَنَّ بِاِقْرَارِهَا يُحْكَمُ بِبُلُوْغِهَا.

اور وہ عورت جسے ایک بائنہ طلاق یا تین طلاق دی گئی ہوں' اگر وہ دو سال سے پہلے بچے کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود ہو اور اس بات کا یقین نہیں ہے کہ جب حمل ٹھہرا تھا اس وقت نکاح زائل ہو چکا تھا یا نہیں۔ اس لئے احتیاط کے پیش نظر نسب ثابت ہوگا۔ جس عورت کو بائنہ طلاق دی گئی ہو وہ علیحدگی کے وقت سے پورے دو سال بعد بچے کو جنم دے' تو نسب ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ اس صورت میں حمل طلاق کے بعد وجود میں آیا ہے' لہٰذا وہ اس کے شوہر کا نہیں ہوگا' کیونکہ اس کے لئے اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا حرام تھا۔ البتہ اگر وہ شوہر خود یہ دعویٰ کر دے: یہ بچہ میرا نطفہ ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس نے نسب کو خود اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ اس کی ممکن صورت یہ ہو سکتی ہے: مرد نے عدت کے

دوران شبہ کی وجہ سے صحبت کر لی ہو۔ جس عورت کو طلاق بتہ دی گئی تھی اگر وہ نابالغ تھی لیکن ایسی عمر کو پہنچ چکی تھی۔ اس کی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ صحبت کی جاسکتی ہو اور پھر وہ طلاق کے نو ماہ گزرنے سے پہلے بچے کو جنم دے تو نسب ثابت ہو جائے گا' یہ طرفین کا قول ہے۔

امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں: طلاق کے آغاز سے لے کر دو سال تک مرد کا ہی نسب ثابت ہو گا اور وہ عورت عدت گزارنے والی شمار ہو گی۔ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ وہ حاملہ ہو اور اس نے عدت گزرنے کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو بڑی عمر کی عورت سے مشابہہ ہو جائے گی۔ طرفین کی دلیل یہ ہے: اس عورت کی عدت پوری ہونے کے معین وقت کے بارے میں پتہ ہے اور وہ مہینے کے اعتبار سے ہے اور وہ وقت گزر جانے کے بعد شریعت عدت ختم ہونے کا حکم دیدیتی ہے' اس لئے شریعت کا حکم اس عورت کے اقرار سے زیادہ واضح ہو گا' کیونکہ شرعی حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا لیکن اقرار میں اس بات کا احتمال موجود ہے۔ اگر نابالغ لڑکی کو رجعی طلاق دی گئی ہو' تو طرفین کے نزدیک مسئلے کی یہی صورت ہو گی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک' ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہو سکتا ہے چونکہ اس بات کا امکان موجود ہے: مرد نے عدت کے آخر میں' یعنی تیسرے ماہ کے آخر میں صحبت کر لی ہو اور عورت کے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہوتی ہے۔ اگر نابالغ لڑکی نے عدت کے دوران حمل ٹھہرنے کا دعویٰ کر دیا تو اس بارے میں نابالغ اور بالغ کا حکم ایک ہی ہے' کیونکہ نابالغ لڑکی کے حمل کا اقرار کرنے کے نتیجے میں بالغ تصور کیا جائے گا۔

بیوہ عورت کے بچے کا نسب کب ثابت ہو گا؟

(وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا مَا بَيْنَ الْوَفَاةِ وَبَيْنَ السَّنَتَيْنِ) وَقَالَ زُفَرُ: إِذَا جَاءَتْ بِهِ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الْوَفَاةِ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ لَا يَثْبُتُ النَّسَبُ لِاَنَّ الشَّرْعَ حَكَمَ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا بِالشُّهُورِ لِتَعَيُّنِ الْجِهَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا اَقَرَّتْ بِالِانْقِضَاءِ كَمَا بَيَّنَّا فِي الصَّغِيرَةِ إِلَّا اَنَّا نَقُولُ لِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا جِهَةٌ اُخْرَى وَهُوَ وَضْعُ الْحَمْلِ، بِخِلَافِ الصَّغِيرَةِ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِيهَا عَدَمُ الْحَمْلِ لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ قَبْلَ الْبُلُوغِ وَفِيهِ شَكٌّ .

اور جس خاتون کا شوہر انتقال کر جائے اس خاتون کے بچے کا نسب' شوہر کی وفات کے دو سال بعد تک' بچے کی پیدائش کی صورت میں' ثابت شمار ہو گا۔ امام زفر بیان کرتے ہیں: اگر اس نے وفات کی عدت کے چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دیا تو نسب ثابت نہیں ہو گا' کیونکہ شریعت نے مہینوں کے حساب سے اس کی عدت کی تکمیل کا حکم دیا ہے' تو گویا اس نے عدت کے اختتام کا اقرار کر لیا ہے' جیسا کہ ہم نابالغ لڑکی کے بارے میں یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں: بیوہ کے عدت گزارنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے: اس عورت کی عدت بچے کی پیدائش ہو' جس کی عدت بچے کی پیدائش کے ساتھ ختم ہو۔ لیکن نابالغ لڑکی کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ نابالغ میں اصل تو یہ ہے: وہ حاملہ نہیں ہو سکتی ہے' کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے وہ حمل کا محل اور اس کے بالغ ہونے کے بارے میں شک پایا جاتا ہے۔

عدت ختم ہونے کا اقرار کرنے کے بعد بچے کی پیدائش کا حکم

(وَاِذَا اعْتَرَفَتِ الْمُعْتَدَّةُ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا ثُمَّ جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ يَثْبُتُ نَسَبُهُ) لِاَنَّهُ ظَهَرَ كَذِبُهَا بِيَقِيْنٍ فَبَطَلَ الْاِقْرَارُ (وَاِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتْ) لِاَنَّا لَمْ نَعْلَمْ بُطْلَانَ الْاِقْرَارِ لِاحْتِمَالِ الْحُدُوْثِ بَعْدَهُ، وَهٰذَا اللَّفْظُ بِاِطْلَاقِهِ يَتَنَاوَلُ كُلَّ مُعْتَدَّةٍ.

اور عدت گزارنے والی عورت اگر عدت پوری ہونے کا اعتراف کرے اور پھر چھ ماہ سے کم عرصے میں اس کے ہاں بچے کی پیدائش ہو جائے تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا' کیونکہ عورت کی غلط بیانی ظاہر ہوگئی ہے' لہٰذا اس کا اعتراف باطل قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ چھ مہینے کے بعد بچے کو جنم دے' تو پھر اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ ہم اس کے اقرار کے باطل ہونے کا علم نہیں رکھتے اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے' یہ حمل اقرار کرنے کے بعد ٹھہرا ہو۔ یہاں پر مطلق طور پر عدت گزارنے والی عورت کا ذکر ہوا اس میں ہر قسم کی عدت شامل ہوگی۔

عدت گزارنے والی عورت کے ہاں بچے کی پیدائش کا ثبوت

(وَاِذَا وَلَدَتِ الْمُعْتَدَّةُ وَلَدًا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اِلَّا اَنْ يَشْهَدَ بِوِلَادَتِهَا رَجُلَانِ اَوْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ هُنَاكَ حَبَلٌ ظَاهِرٌ اَوْ اعْتِرَافٌ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ فَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةٍ.

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: يَثْبُتُ فِي الْجَمِيْعِ بِشَهَادَةِ امْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ) لِاَنَّ الْفِرَاشَ قَائِمٌ بِقِيَامِ الْعِدَّةِ وَهُوَ مُلْزِمٌ لِلنَّسَبِ وَالْحَاجَةُ اِلٰى تَعْيِيْنِ الْوَلَدِ اَنَّهُ مِنْهَا فَيَتَعَيَّنُ بِشَهَادَتِهَا كَمَا فِيْ حَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ.

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ الْعِدَّةَ تَنْقَضِيْ بِاِقْرَارِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ، وَالْمُنْقَضِيْ لَيْسَ بِحُجَّةٍ فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ اِلٰى اِثْبَاتِ النَّسَبِ ابْتِدَاءً فَيُشْتَرَطُ كَمَالُ الْحُجَّةِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ ظَهَرَ الْحَبَلُ اَوْ صَدَرَ الْاِعْتِرَافُ مِنَ الزَّوْجِ لِاَنَّ النَّسَبَ ثَابِتٌ قَبْلَ الْوِلَادَةِ وَالتَّعَيُّنُ يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهَا (فَاِنْ كَانَتْ مُعْتَدَّةً عَنْ وَفَاةٍ فَصَدَّقَهَا الْوَرَثَةُ فِي الْوِلَادَةِ وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَى الْوِلَادَةِ اَحَدٌ فَهُوَ ابْنُهُ فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا) وَهٰذَا فِيْ حَقِّ الْاِرْثِ ظَاهِرٌ لِاَنَّهُ خَالِصُ حَقِّهِمْ فَيُقْبَلُ فِيْهِ تَصْدِيْقُهُمْ، اَمَّا فِيْ حَقِّ النَّسَبِ هَلْ يَثْبُتُ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِمْ.

قَالُوْا: اِذَا كَانُوْا مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ يَثْبُتُ لِقِيَامِ الْحُجَّةِ وَلِهٰذَا قِيْلَ: تُشْتَرَطُ لَفْظَةُ الشَّهَادَةِ، وَقِيْلَ لَا تُشْتَرَطُ لِاَنَّ الثُّبُوْتَ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِمْ تَبَعٌ لِلثُّبُوْتِ فِيْ حَقِّهِمْ بِاِقْرَارِهِمْ، وَمَا ثَبَتَ تَبَعًا

لَا يُرَاعٰى فِيْهِ الشَّرَائِطُ.

جب کوئی عدت گزارنے والی عورت بچے کو جنم دے تو اس کا نسب اس شرط پر ثابت ہوگا' ایک مرد یا دو خواتین اس بات کی گواہی دیں' البتہ اگر حمل ظاہر ہو جائے یا خود شوہر اقرار کرے تو گواہی کے بغیر بھی نسب ثابت ہو جائے گا یہ حکم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ طرفین نے یہ بات بیان کی ہے: تمام صورتوں میں ایک عورت کی گواہی سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا' کیونکہ عدت قائم ہونے کی بنیاد پر وہ عورت اپنے شوہر کا فراش شمار ہوگی اور نسب کے ثبوت کے لئے فراش کی موجودگی کافی ہے۔ البتہ اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اس بچے کو واقعی اس خاتون نے جنم دیا ہے' تو اس کے لئے ایک خاتون کی گواہی ہی کافی ہوگی' جیسا کہ نکاح کی موجودگی میں (اس طرح سے) نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ دلیل دی ہے: جب خاتون بچے کی پیدائش کا اقرار کرے' تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی' اور گزری ہوئی چیز دلیل نہیں ہو سکتی' لہٰذا نئے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی' اور اس کے لئے پوری گواہی درکار ہوگی۔ اس کے برخلاف جب حمل ظاہر ہو جائے یا شوہر کی طرف سے اعتراف پایا جائے' تو ان صورتوں میں ولادت سے پہلے ہی نسب ثابت ہو گیا ہے البتہ تعین کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی۔

اگر کوئی عورت عدت وفات گزار رہی ہو (اور دو سال سے پہلے بچے کو جنم دے) اور ورثاء اس بات کی تصدیق کر دیں کہ یہ بچہ اس کے مرحوم شوہر کا ہی ہے اور اس بچے کی پیدائش پر کوئی ایک شخص بھی گواہ نہ ہو' تو اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ اس بارے میں مرحوم شوہر کا بیٹا شمار ہوگا' اور یہ بات وراثت کے حق میں ظاہر ہوگی' کیونکہ یہ خالص ان کا حق ہے' تو ان کا تصدیق کرنا قبول ہوگا۔ یہاں یہ سوال ہے: ورثاء کے اقرار کے نتیجے میں نسب ثابت ہو' اس کے علاوہ دوسروں کے حق میں بھی ثابت ہوگا یا نہیں ہوگا' فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: تصدیق کرنے والے ورثاء ایسے ہوں جن کی گواہی قابل اعتماد ہو' تو سب کے حق میں نسب ثابت ہو جائے گا' شرعی شہادت کے موجود ہونے کے نتیجے میں سب دوسروں کے حق میں بھی حجت ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: شہادت (گواہی) کا لفظ شرط ہے۔ بعض فقہاء نے اسے شرط قرار نہیں دیا ہے: دوسروں کے حق میں نسب ثابت ہونا تابع کے طور پر ہے' جو چیز تابع کے طور پر ثابت ہوتی ہے اس میں شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔

شادی کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچے کی پیدائش کا حکم

(وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ) لِأَنَّ الْعُلُوقَ سَابِقٌ عَلَى النِّكَاحِ فَلَا يَكُونُ مِنْهُ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ أَوْ سَكَتَ) لِأَنَّ الْفِرَاشَ قَائِمٌ وَالْمُدَّةُ تَامَّةٌ (فَإِنْ جَحَدَ الْوِلَادَةَ يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ تَشْهَدُ بِالْوِلَادَةِ حَتّٰى لَوْ نَفَاهُ الزَّوْجُ يُلَاعِنُ) لِأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ بِالْفِرَاشِ الْقَائِمِ، وَاللِّعَانُ إِنَّمَا يَجِبُ بِالْقَذْفِ وَلَيْسَ مِنْ ضَرُورَتِهِ وُجُودُ الْوَلَدِ فَإِنَّهُ يَصِحُّ بِدُونِهِ (فَإِنْ

وَلَدَتْ ثُمَّ اخْتَلَفَا فَقَالَ الزَّوْجُ: تَزَوَّجْتُكِ مُنْذُ اَرْبَعَةٍ وَقَالَتْ هِيَ: مُنْذُ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا وَهُوَ ابْنُهُ) لِاَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَّهَا فَاِنَّهَا تَلِدُ ظَاهِرًا مِنْ نِكَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ الِاسْتِحْلَافَ وَهُوَ عَلَى الِاخْتِلَافِ ۔

اور جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور وہ عورت نکاح کے بعد چھ مہینے گزرنے سے پہلے ہی بچے کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا' کیونکہ حمل نکاح سے پہلے ٹھہر گیا تھا لہٰذا وہ شوہر کا نطفہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ چھ ماہ کے بعد یا اس سے زیادہ عرصے کے بعد بچے کو جنم دے' تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا خواہ وہ مرد اس کا اعتراف کرے یا خاموش رہے' کیونکہ یہاں فراش موجود ہے اور مدت بھی مکمل پائی جاتی ہے۔ اگر شوہر پیدائش کا انکار کر دے' تو ایک عورت کی گواہی کے ذریعے یہ بات ثابت ہو جائے گی' جو عورت ولادت کے وقت موجود ہو۔ اگر شوہر بچے کی نفی کر دے' تو اس صورت میں اسے لعان کرنا پڑے گا' کیونکہ یہاں فراش موجود ہے اور اس کے ذریعے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور لعان اس وقت لازم ہوتا ہے' جب زنا کا الزام لگایا جائے۔ لعان کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ بچہ بھی موجود ہو' کیونکہ بچے کے بغیر بھی لعان کیا جا سکتا ہے۔ اگر عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہو اور اس کے بعد میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو گیا: مرد نے یہ کہا: ابھی تو ہماری شادی کو چار ماہ گزرے ہیں اور عورت نے کہا: چھ ماہ گزر چکے ہیں' تو اس بارے میں عورت کی بات کو تسلیم کیا جائے گا' اور بچہ اس مرد کا شمار کیا جائے گا' کیونکہ ظاہری حالت عورت کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر خواتین نکاح کے نتیجے میں بچے کو جنم دیتی ہیں زنا کے نتیجے میں بچے کو جنم نہیں دیتی ہیں۔ اس بارے میں امام محمد نے قسم اٹھانے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس بارے میں اختلاف موجود ہے۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ طلاق مشروط کرنے کا حکم

(وَاِنْ قَالَ لِامْرَاَتِهِ اِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا فَاَنْتِ طَالِقٌ فَشَهِدَتْ امْرَاَةٌ عَلَى الْوِلَادَةِ لَمْ تَطْلُقْ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: تَطْلُقُ) لِاَنَّ شَهَادَتَهَا حُجَّةٌ فِيْ ذٰلِكَ ۔

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيْمَا لَا يَسْتَطِيْعُ الرِّجَالُ النَّظَرَ اِلَيْهِ) وَلِاَنَّهَا لَمَّا قُبِلَتْ فِي الْوِلَادَةِ تُقْبَلُ فِيْمَا يَبْتَنِيْ عَلَيْهَا وَهُوَ الطَّلَاقُ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهَا ادَّعَتْ الْحِنْثَ فَلَا يَثْبُتُ اِلَّا بِحُجَّةٍ تَامَّةٍ، وَهٰذَا لِاَنَّ شَهَادَتَهُنَّ ضَرُوْرِيَّةٌ فِيْ حَقِّ الْوِلَادَةِ فَلَا تَظْهَرُ فِيْ حَقِّ الطَّلَاقِ لِاَنَّهُ يَنْفَكُّ عَنْهَا (وَاِنْ كَانَ الزَّوْجُ قَدْ اَقَرَّ بِالْحَبَلِ طَلُقَتْ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةٍ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا تُشْتَرَطُ شَهَادَةُ الْقَابِلَةِ) لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حُجَّةٍ لِدَعْوَاهَا الْحِنْثَ، وَشَهَادَتُهَا حُجَّةٌ فِيْهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا ۔

وَلَهُ اَنَّ الْاِقْرَارَ بِالْحَبَلِ اِقْرَارٌ بِمَا يُفْضِيْ اِلَيْهِ وَهُوَ الْوِلَادَةُ، وَلِاَنَّهُ اَقَرَّ بِكَوْنِهَا مُؤْتَمَنَةً فَيُقْبَلُ

قَوْلُهَا فِیْ رَدِّ الْاَمَانَةِ ۔

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہے: تمہارے ہاں بچے کی پیدائش ہو تو تمہیں طلاق ہے اور عورت نے اس کے بچے کی پیدائش کی گواہی دیدی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوگی' جبکہ صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔ صاحبین نے یہ دلیل دی ہے: بچے کی پیدائش کے بارے میں ایک خاتون کی گواہی اثر انداز ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "وہ امور جن کا مردوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے اس بارے میں خواتین کی گواہی جائز ہوگی"۔ صاحبین نے یہ دلیل بھی دی ہے: جب بچے کی پیدائش کے بارے میں خاتون کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے' تو ان امور کے بارے میں بھی قبول کی جائے گی جو پیدائش سے متعلق ہوں اور زیر بحث صورت میں طلاق بھی اسی پیدائش سے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: اس خاتون کے شوہر نے حانث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ مکمل شرعی گواہی کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا' کیونکہ بچے کی پیدائش کے سلسلے میں عورت کی گواہی ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے' لیکن اس کا اثر طلاق کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا' چونکہ طلاق تو پیدائش کے علاوہ بھی دی جاسکتی ہے۔ اگر شوہر حمل ٹھہرنے کا اقرار کر چکا ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی گواہی کے بغیر طلاق واقع ہو جائے گی۔

صاحبین کے نزدیک یہاں بھی ایک خاتون کی گواہی شرط ہوگی' کیونکہ قسم توڑنے کا دعویٰ کرنے کے لئے شرعی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے' جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں اور اس بارے میں خاتون کی گواہی کافی ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: عورت کے حاملہ ہونے کا اقرار ایسی چیز کا اقرار ہے' جو اس حمل کا نتیجہ ہو اور وہ بچے کی پیدائش ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے: شوہر نے بیوی کے امانتدار ہونے کا اقرار کرلیا ہے' تو امانت واپس کرنے میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔

حمل کی زیادہ سے زیادہ اور کم از کم مدت کا بیان

قَالَ (وَاَكْثَرُ مُدَّةِ الْحَمْلِ سَنَتَانِ) لِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الْوَلَدُ لَا يَبْقٰى فِي الْبَطْنِ اَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ وَلَوْ بِظِلِّ مِغْزَلٍ(۱) (وَاَقَلُّهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا) ثُمَّ قَالَ (وَفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ) فَبَقِيَ لِلْحَمْلِ سِتَّةُ اَشْهُرٍ وَالشَّافِعِيُّ يُقَدِّرُ الْاَكْثَرَ بِاَرْبَعِ سِنِيْنَ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ، وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ قَالَتْهُ سَمَاعًا اِذِ الْعَقْلُ لَا يَهْتَدِيْ اِلَيْهِ ۔ا

فرمایا: اور حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے' اس کی دلیل یہ ہے: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان ہے: "بچہ دو سال سے زیادہ عرصہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا خواہ تکلے کے سائے کی ہی طرح کیوں نہ ہو"۔ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "ان کا حمل اور دودھ چھوڑنا تیس ماہ میں ہوگا"۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اس کا دودھ چھوڑنا دو سال میں ہوگا"' تو حمل کی مدت چھ ماہ تک باقی رہ جائے گی۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔ ہماری پیش کردہ روایات امام شافعی کے خلاف حجت ہے۔ یہ بھی بات ہے' سیدہ عائشہ ؓ نے یہ بات نبی

اکرم ﷺ سے سن کر ہی ارشاد فرمائی ہوگی کیونکہ عام طور پر ایسے امور کے بارے میں پر محض اندازے کی بنیاد پر بات نہیں کی جاسکتی۔

کنیز کے ساتھ شادی کر کے اُسے خریدنے' اُس کے ہاں بچے کی پیدائش کا حکم

(وَمَنْ تَزَوَّجَ اَمَةً فَطَلَّقَهَا ثُمَّ اشْتَرَاهَا، فَاِنْ جَائَتْ بِوَلَدٍ لِاَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ اشْتَرَاهَا لَزِمَهُ وَاِلَّا لَمْ يَلْزَمْهُ) لِاَنَّهُ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ وَلَدُ الْمُعْتَدَّةِ فَاِنَّ الْعُلُوقَ سَابِقٌ عَلَى الشِّرَاءِ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَلَدُ الْمَمْلُوكَةِ لِاَنَّهُ يُضَافُ الْحَادِثُ اِلَى اَقْرَبِ وَقْتِهٖ فَلَا بُدَّ مِنْ دَعْوَةٍ، وَهٰذَا اِذَا كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا بَائِنًا اَوْ خُلْعًا اَوْ رَجْعِيًّا، اَمَّا اِذَا كَانَ اثْنَتَيْنِ يَثْبُتُ النَّسَبُ اِلٰى سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِاَنَّهَا حَرُمَتْ عَلَيْهِ حُرْمَةً غَلِيظَةً فَلَا يُضَافُ الْعُلُوقُ اِلَّا اِلٰى مَا قَبْلَهُ، لِاَنَّهَا لَا تَحِلُّ بِالشِّرَاءِ۔

(وَمَنْ قَالَ لِاَمَتِهٖ اِنْ كَانَ فِي بَطْنِكِ وَلَدٌ فَهُوَ مِنِّي فَشَهِدَتْ عَلَى الْوِلَادَةِ امْرَاَةٌ فَهِيَ اُمُّ وَلَدِهٖ) لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلٰى تَعْيِينِ الْوَلَدِ، وَيَثْبُتُ ذٰلِكَ بِشَهَادَةِ الْقَابِلَةِ بِالْاِجْمَاعِ۔

اور جو شخص کسی کنیز کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اسے طلاق دیدے' اور پھر اسے خرید لے۔ اب اس کنیز کے ہاں خریدنے سے چھ ماہ پہلے بچے کی پیدائش ہو جائے' تو وہ اسی مرد کا شمار ہوگا' ورنہ اس کے ذمے لازم نہیں آئے گا۔ پہلی صورت کی دلیل یہ ہے: وہ ایسی صورت میں عدت گزارنے والی عورت کا بچہ شمار ہوگا' کیونکہ خریدنے سے پہلے بچے کا نطفہ قرار پا چکا تھا۔

دوسری صورت میں وہ کنیز کا بچہ شمار ہوگا' کیونکہ بچہ کی نسبت قریب ترین وقت کی طرف ہوگی' تو اس صورت میں دعویٰ کرنا ضروری ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے: جب کنیز کو ایک بائنہ یا رجعی طلاق دی گئی ہو یا خلع کیا گیا ہو' لیکن اگر دو طلاقیں دی گئی ہوں' تو وقت طلاق سے دو برس تک نسب ثابت ہوگا' کیونکہ دو طلاقوں کی صورت میں وہ کنیز شوہر کے حق میں حرمت غلیظہ کے تحت حرام ہو جاتی ہے' اس لئے حمل ٹھہرنا طلاق سے پہلے کسی وقت کی طرف منسوب ہوگا' کیونکہ خریدنے کی وجہ سے یہ کنیز اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص اپنی کنیز سے یہ کہتا ہے: اگر تمہارے پیٹ میں بچہ ہوگا' تو وہ مجھ سے ہوگا۔ پھر ایک عورت بچے کی پیدائش کی گواہی دیدیتی ہے' تو یہ کنیز اس کی ام ولد بن جائے گی' کیونکہ اس صورت میں بچے کی تعیین کی ضرورت تھی اور یہ تعیین اتفاقی طور پر ایک دایہ کی شہادت سے پوری ہو جائے گی۔

کسی بچے کے اولاد ہونے کے اقرار کا حکم

(وَمَنْ قَالَ لِغُلَامٍ هُوَ ابْنِي ثُمَّ مَاتَ فَجَائَتْ اُمُّ الْغُلَامِ وَقَالَتْ اَنَا امْرَاَتُهٗ فَهِيَ امْرَاَتُهٗ وَهُوَ ابْنُهٗ يَرِثَانِهٖ) وَفِي النَّوَادِرِ جُعِلَ هٰذَا جَوَابَ الْاِسْتِحْسَانِ، وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَكُونَ لَهَا الْمِيرَاثُ لِاَنَّ النَّسَبَ كَمَا يَثْبُتُ بِالنِّكَاحِ الصَّحِيحِ يَثْبُتُ بِالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ وَبِالْوَطْءِ عَنْ شُبْهَةٍ وَبِمِلْكِ

الْيَمِيْنِ، فَلَمْ يَكُنْ قَوْلُهُ اِقْرَارًا بِالنِّكَاحِ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الْمَسْاَلَةَ فِيْمَا اِذَا كَانَتْ مَعْرُوْفَةً بِالْحُرِّيَّةِ وَبِكَوْنِهَا اُمَّ الْغُلَامِ وَالنِّكَاحُ الصَّحِيْحُ هُوَ الْمُتَعَيِّنُ لِذٰلِكَ وَضْعًا وَعَادَةً (وَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّهَا حُرَّةٌ فَقَالَتِ الْوَرَثَةُ اَنْتِ اُمُّ وَلَدٍ فَلَا مِيْرَاثَ لَهَا) لِاَنَّ ظُهُوْرَ الْحُرِّيَّةِ بِاعْتِبَارِ الدَّارِ حُجَّةٌ فِيْ دَفْعِ الرِّقِّ لَا فِيْ اسْتِحْقَاقِ الْمِيْرَاثِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

اور ایک شخص ایک لڑکے کے بارے یہ کہتا ہے: یہ میرا بیٹا ہے اور پھر وہ شخص فوت ہو جاتا ہے اور پھر اس لڑکے کی ماں آ کے کہتی ہے: میں اس (مرحوم شخص) کی بیوی ہوں تو یہ عورت اس کی بیوی شمار ہوگی اور وہ لڑکا اس کا بیٹا شمار ہوگا اور دونوں وراثت میں حصہ دار ہوں گے۔ امام محمد نے نوادر یہ بات بیان کی ہے: یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: اس عورت کو وراثت میں حصہ نہ ملے کیونکہ جس طرح نسب صحیح نکاح کے ذریعے ثابت ہوتا ہے اور فاسد نکاح کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے بلکہ شبہ کے ذریعے کی گئی وطی کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور عورت کا مالک بن جانے کے نتیجے میں بھی ثابت ہو جاتا ہے تو مرد کا لڑکے کے بارے میں یہ کہنا: یہ میرا بیٹا ہے یہ نکاح کرنے کے مترادف شمار نہیں ہوگا۔

استحسان کی وجہ یہ ہے: جب مسئلے کی صورت ایسی ہو کہ جس میں عورت سے متعلق یہ بات مشہور ہو۔ وہ آزاد عورت ہو اور لوگوں کو یہ بھی علم ہو کہ یہ اس بچے کی ماں ہے تو ایسا نسب ثابت ہونے میں عادت اور شریعت دونوں کے لحاظ سے نکاح کا صحیح ہونا متعین ہو جائے گا۔ اگر یہ بات ثابت نہ ہو سکے کہ وہ عورت آزاد ہے اور ورثاء کہیں: یہ ام ولد ہے تو عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ اسلامی سلطنت کے اعتبار سے آزادی کا ظہور غلامی کے ازالے کے لئے معتبر ہو سکتا ہے لیکن وراثت کے حق کو ثابت نہیں کرتا ہے۔

بَابُ الْوَلَدِ مَنْ اَحَقُّ بِهٖ

﴿یہ باب پرورش بچہ کے حقدار کے بیان میں ہے﴾

باب بچے کی پرورش کے حق کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ثبوت نسب کے باب کے بعد حق حضانت کے باب کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ کسی بچے کے نسب کے ثابت ہونے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ حق حضانت بچے کے باپ کو دیا جائے یا پھر اس کی والدہ کو دیا جائے' تو نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے مطابق حق حضانت ماں کو حاصل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضانت کا دارومدار شفقت کے پیش نظر متعین کیا گیا ہے اور شفقت باپ کی بہ نسبت ماں زیادہ ہوا کرتی ہے۔ اسی سبب کے پیش نظر ماں زیادہ حقدار ہوئی۔ اور اسی طرح حدیث مبارکہ میں تین مرتبہ ماں کے حق تقدم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' جبکہ چوتھی مرتبہ باپ کے حق کو تاخر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حضانت کا فقہی مفہوم

جب پرندے انڈے پروں کے نیچے ڈھانپ لیتے ہیں' تو عربی زبان میں اس کو کہا جاتا ہے حضن الطائر بیضہ عورت کا پرورش کرنا ٹھیک اسی ممتا کا مظہر ہے' جو ایک بے زبان مادہ کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ انڈوں' یا چھوٹے بچوں کو اپنی آغوش محبت میں سمیٹ لے۔

حَضَنَ الطَّائِرُ بَيْضَهُ حَضْنًا مِنْ بَابِ قَتَلَ وَحِضَانًا بِالْكَسْرِ اَيْضًا ضَمَّهُ تَحْتَ جَنَاحِهِ

(المصباح المنیر، ج ۲، ص ۳۰۷)

حق حضانت کے ثبوت شرعی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور بولی یارسول اللہ ﷺ یہ میرا بیٹا ہے۔ زمانہ حمل میں میرا پیٹ اسکا غلاف تھا اور زمانہ رضاعت میری چھاتی اس کے پینے کا برتن اور میری گود اسکا ٹھکانا۔ اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی اور چاہتا ہے کہ اس بچہ کو مجھ سے چھین لے۔ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے' جب تک کہ تو کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 510)

امام بخاری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ صلح حدیبیہ کے بعد دوسرے سال میں جب حضور اقدس ﷺ عمرہ قضا سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے' تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی پیچھے ہولیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے انہیں لے لیا اور ہاتھ پکڑ لیا پھر حضرت علی و زید بن حارثہ و جعفر طیار رضی اللہ عنہم میں ہر ایک نے اپنے پاس رکھنا چاہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے ہی اسے لیا اور میرے چچا کی لڑکی ہے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میری بی بی ہے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے (رضاعی) بھائی کی لڑکی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی خالہ کو دلوائی اور فرمایا: "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ،۴۲۵۱)

پرورش کے لئے شرائط کا بیان

حق پرورش کے لیے ضروری ہے کہ جس کی پرورش کی جائے وہ نابالغ ہو اور اگر بالغ ہو تو معتوہ ہو (عقل و ہوش کے اعتبار سے متوازن نہ ہو)۔

بالغ اور ذی ہوش (رشید) لڑکے اور لڑکیاں والدین میں سے جس کے ساتھ رہنا چاہیں رہ سکتے ہیں، لڑکے ہوں، تو ان کو تنہا بھی رہنے کا حق حاصل ہے، لڑکی ہو تو اس کو تنہا رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔

حق پرورش کے لیے کچھ شرطیں وہ ہیں جو عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے ضروری ہیں، کچھ شرطیں مردوں سے متعلق ہیں اور کچھ عورتوں سے متعلق، عورتوں اور مردوں کے لیے مشترکہ اوصاف میں سے یہ ہے کہ پرورش کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔

بعض لوگوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ فاسق نہ ہو، لیکن حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ فسق جتنا عام ہے، اس کے تحت اس قسم کی شرط لگانا بچوں کے حق میں مفید نہ ہوگا، اس لیے بھی کہ اکثر اوقات فاسق و فاجر ماں باپ بھی اپنے بچوں کے لیے فسق و فجور کی راہ کو پسند نہیں کرتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے عین قرین قیاس ہے، بشرطیکہ پرورش کرنے والی ایسی پیشہ ور فاسقہ نہ ہو کہ اس سے اپنے زیر پرورش بچوں کو غلط راہ پر ڈال دینا غیر متوقع نہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تک بچوں میں دین کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے کافرہ ماں کو بھی بچہ پر حق پرورش حاصل ہے، ہاں اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کو حق پرورش بھی باقی نہ رہے گا، غلامی بھی حق پرورش میں مانع ہے، غلام یا باندی اس حق سے محروم رہیں گے، کہ وہ بچہ کی مناسب پرورش و پرداخت کے لیے وقت فارغ نہیں کر سکتے۔

عورتوں کے لیے حق پرورش کی خاص شرط یہ ہے کہ وہ بچہ کی محرم رشتہ دار ہو۔

دوسرے اس نے کسی ایسے مرد سے نکاح نہ کیا ہو، جو اس زیر پرورش بچہ کا محرم نہ ہو، اگر ایسے اجنبی شخص سے نکاح کر لیا تو اس کا حق پرورش ختم ہو جائے گا، ہاں اگر اس کا نیا شوہر بچہ کا محرم ہو، جیسے بچہ کے چچا سے نکاح کر لے، یا بچہ کی نانی اس کے دادا سے نکاح کر لے تو اس کے حق پرورش پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، روایت موجود ہے کہ ایک خاتون کو حق پرورش دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: انت احق به مالم تنکحی (سنن ابوداؤد)

مردوں کو حق پرورش حاصل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اگر زیر پرورش لڑکی کا مسئلہ ہو تو وہ مرد اس کا محرم ہوتا ہو، البتہ اگر کوئی

دوسرا پرورش کنندہ موجود نہ ہو اور قاضی مناسب سمجھے اور مطمئن ہو تو وہ چچازاد بھائی کے پاس بھی لڑکی کو رکھ سکتا ہے لڑکی کا حق پرورش جس کو دیا جائے ضروری ہے کہ وہ مرد امین اور قابل اعتماد ہو، یہاں تک کہ بھائی اور چچا ہی کیوں نہ ہو لیکن فسق وخیانت کی وجہ سے اس پر اطمینان نہ محسوس کیا جائے تو اسے حق پرورش حاصل نہ ہو سکے گا۔

بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ماں ہوگی

(وَإِذَا وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فَالْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً وَزَعَمَ أَبُوهُ أَنَّهُ يَنْزِعُهُ مِنِّي، فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَتَزَوَّجِي(۱)) وَلِأَنَّ الْأُمَّ أَشْفَقُ وَأَقْدَرُ عَلَى الْحَضَانَةِ فَكَانَ الدَّفْعُ إِلَيْهَا أَنْظَرَ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ الصِّدِّيقُ بِقَوْلِهِ: رِيقُهَا خَيْرٌ لَهُ مِنْ شَهْدٍ وَعَسَلٍ عِنْدَكَ يَا عُمَرُ، قَالَهُ حِينَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ وَالصَّحَابَةُ حَاضِرُونَ مُتَوَافِرُونَ(۲) (وَالنَّفَقَةُ عَلَى الْأَبِ) عَلَى مَا نَذْكُرُ (وَلَا تُجْبَرُ الْأُمُّ عَلَيْهِ) لِأَنَّهَا عَسَتْ تَعْجِزُ عَنِ الْحَضَانَةِ (فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ أُمٌّ فَأُمُّ الْأُمِّ أَوْلَى مِنْ أُمِّ الْأَبِ وَإِنْ بَعُدَتْ) لِأَنَّ هٰذِهِ الْوِلَايَةَ تُسْتَفَادُ مِنْ قِبَلِ الْأُمَّهَاتِ (فَإِنْ لَمْ تَكُنْ أُمُّ الْأُمِّ فَأُمُّ الْأَبِ أَوْلَى مِنَ الْأَخَوَاتِ) لِأَنَّهَا مِنَ الْأُمَّهَاتِ، وَلِهٰذَا تَحْرِزُ مِيرَاثَهُنَّ السُّدُسَ وَلِأَنَّهَا أَوْفَرُ شَفَقَةً لِلْوِلَادِ (فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ جَدَّةٌ فَالْأَخَوَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ) لِأَنَّهُنَّ بَنَاتُ الْأَبَوَيْنِ وَلِهٰذَا قُدِّمْنَ فِي الْمِيرَاثِ. وَفِي رِوَايَةِ الْخَالَةِ أَوْلَى مِنَ الْأُخْتِ لِأَبٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْخَالَةُ وَالِدَةٌ(۱)) وَقِيلَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ) أَنَّهَا كَانَتْ خَالَتَهُ (وَتُقَدَّمُ الْأُخْتُ لِأَبٍ وَأُمٍّ) لِأَنَّهَا أَشْفَقُ (ثُمَّ الْأُخْتُ مِنَ الْأُمِّ ثُمَّ الْأُخْتُ مِنَ الْأَبِ) لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُنَّ مِنْ قِبَلِ الْأُمِّ (ثُمَّ الْخَالَاتُ أَوْلَى مِنَ الْعَمَّاتِ) تَرْجِيحًا لِقَرَابَةِ الْأُمِّ (وَيَنْزِلْنَ كَمَا نَزَّلْنَا الْأَخَوَاتِ) مَعْنَاهُ تَرْجِيحُ ذَاتِ قَرَابَتَيْنِ ثُمَّ قَرَابَةِ الْأُمِّ (ثُمَّ الْعَمَّاتُ يَنْزِلْنَ كَذٰلِكَ، وَكُلُّ مَنْ تَزَوَّجَتْ مِنْ هٰؤُلَاءِ يَسْقُطُ حَقُّهَا) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ زَوْجَ الْأُمِّ إِذَا كَانَ أَجْنَبِيًّا يُعْطِيهِ نَزْرًا وَيَنْظُرُ إِلَيْهِ شَزْرًا فَلَا نَظَرَ. قَالَ (إِلَّا الْجَدَّةَ إِذَا كَانَ زَوْجُهَا الْجَدُّ) لِأَنَّهُ قَامَ مَقَامَ أَبِيهِ فَيَنْظُرُ لَهُ (وَكَذٰلِكَ كُلُّ زَوْجٍ هُوَ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ) لِقِيَامِ الشَّفَقَةِ نَظَرًا إِلَى الْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ (وَمَنْ سَقَطَ حَقُّهَا بِالتَّزَوُّجِ يَعُودُ إِذَا ارْتَفَعَتِ الزَّوْجِيَّةُ) لِأَنَّ الْمَانِعَ قَدْ زَالَ.

ترجمہ: اور جب میاں بیوی کے درمیان علیحدگی واقع ہو جائے تو ماں بچے (کی پرورش) کرنے کی زیادہ حقدار ہوگی اس کی

دلیل وہ روایت ہے: ایک مرتبہ ایک خاتون نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا یہ بیٹا ہے۔ میرا پیٹ اس کے لئے پناہ تھا' میری گود اس کے لئے آرام دہ تھی' میری چھاتی اس کے لئے سیرابی کا ذریعہ ہے اور اس کا باپ یہ کہتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے جدا کر دے گا' تو نبی اکرم نے ارشاد فرمایا: تم اس کی زیادہ حقدار ہو جب تک تم (دوسری) شادی نہیں کر لیتی۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: پرورش کے حوالے سے ماں زیادہ شفیق ہوتی ہے اور پرورش کرنے کی زیادہ بہتر صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے (بچے کو) اس کے سپرد کرنے میں زیادہ شفقت پائی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: ''اے عمر! اُس (ماں) کا لعاب دہن اس بچے کے لیے تمہارے پاس سے ملنے والے شہد اور عسل سے زیادہ بہتر ہوگا''۔

حضرت ابوبکر نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب حضرت عمر اور ان کی اہلیہ کے درمیان علیحدگی ہو گئی تھی اور اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے۔ (بچے کا) خرچ باپ کے ذمے ہوگا جیسا کہ ہم عنقریب اس کا ذکر کریں گے۔ بچے کی پرورش کے لیے ماں کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے' کسی وجہ سے وہ پرورش کرنے سے عاجز ہو۔ اگر بچے کی ماں (پرورش کرنے کی قانونی اہلیت نہ رکھتی ہو) تو بچے کی نانی اُس کی دادی سے زیادہ حقدار ہوگی اگر چہ وہ نانی دور کی عزیزہ (یعنی پرنانی) ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ حق ماں کی طرف سے مستفاد ہوتا ہے۔

اگر نانی موجود نہ ہو تو بچے کی بہنوں کے مقابلے میں اس کی دادی زیادہ حق دار ہوگی کیونکہ وہ بھی ماں ہی شمار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے: نانی اور دادی کو وراثت میں سے چھٹا حصہ ملتا ہے۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے: اس رشتے میں اولاد کے لیے زیادہ شفقت پائی جاتی ہے۔ اگر بچے کی دادی موجود نہ ہو تو اس کی پھوپھیوں اور خالاؤں کے مقابلے میں اُس کی بہنیں زیادہ حقدار ہوں گی' کیونکہ وہ اُس کے ماں باپ کی اولاد ہیں اور اسی وجہ سے انہیں وراثت میں بھی فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق: باپ کی طرف سے شریک بہن کے مقابلے میں بچے کی خالہ زیادہ حقدار ہوگی' اس کی دلیل نبی اکرم کا یہ فرمان ہے:

''خالہ بھی ماں ہوتی ہے''۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اُس (یوسف) نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا''۔ ایک قول کے مطابق: وہ خاتون حضرت یوسف علیہ السلام کی خالہ تھیں۔ سگی بہن کو فوقیت حاصل ہوگی کیونکہ اس میں زیادہ شفقت پائی جاتی ہے' پھر ماں کی طرف سے شریک بہن ہوگی' اور اس کے بعد باپ کی طرف سے شریک بہن کا حق ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے: خواتین کو یہ حق ماں کی نسبت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر پھوپھیاں خالاؤں سے زیادہ حقدار ہوں گی کیونکہ ماں کی طرف سے رشتے داری کو ترجیح دی جائے گی۔ ان میں بھی وہی اصول کارفرما ہوگا جو ہم نے بہنوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔ یعنی دو جہت سے قرابت رکھنے والی کو ترجیح حاصل ہوگی اس کے بعد ماں کی طرف سے قرابت کو ترجیح ہوگی۔ اس کے بعد پھوپھیوں کو بھی اسی اصول کے اعتبار سے حق حاصل ہوگا۔ ان تمام خواتین میں سے جو بھی شادی کر لے گی' اُس کا حق ساقط ہو جائے گا۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے' جسے ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے: جب ماں کا (دوسرا) شوہر اجنبی ہونے کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں شفقت کی کمی پائی جاتی ہے تو کسی دوسرے میں بدرجۂ اولیٰ (یہ شفقت کم ہوگی)۔ تاہم ثانی کا حکم مختلف ہے' جب اُس کا دوسرا شوہر (بچے کا) دادا ہو۔ کیونکہ

وہ بچے کے باپ کا قائم مقام شمار ہوگا۔ تو اس صورت میں بچے کے لیے شفقت کا پہلو پایا جائے گا۔ اسی طرح (پرورش کا حق رکھنے والی خاتون) کا وہ شوہر جو بچے کا محرم ہو (وہ خاتون کے حق کو ساقط نہیں کرے گا) کیونکہ بچے کے ساتھ اس کی قرابت کی وجہ سے شفقت موجود ہونے کا پہلو پایا جائے گا۔ جس خاتون کا حق شادی کرنے کی وجہ سے ساقط ہو جائے اگر اس کی شادی ختم ہو جاتی ہے تو اس کا حق اسے واپس مل جائے گا' کیونکہ رکاوٹ زائل ہو گئی ہے۔

اگر خاتون عزیز موجود نہ ہو تو کون سا مرد پرورش کا حقدار ہوگا؟

(فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِلصَّبِيِّ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَاخْتَصَمَ فِيهِ الرِّجَالُ فَأَوْلَاهُمْ أَقْرَبُهُمْ تَعْصِيبًا) لِأَنَّ الْوِلَايَةَ لِلْأَقْرَبِ وَقَدْ عُرِفَ التَّرْتِيبُ فِي مَوْضِعِهِ، غَيْرَ أَنَّ الصَّغِيرَةَ لَا تُدْفَعُ إِلَى عَصَبَةٍ غَيْرِ مُحْرَمٍ كَمَوْلَى الْعَتَاقَةِ وَابْنِ الْعَمِّ تَحَرُّزًا عَنِ الْفِتْنَةِ

اور اگر بچے کی کوئی رشتے دار خاتون موجود نہ ہو اس بارے میں مردوں کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو ان میں سب سے زیادہ حقدار وہ مرد ہوگا جو عصبہ ہونے میں زیادہ قریبی ہوگا' کیونکہ یہ حق زیادہ قریبی عزیز کو ملتا ہے۔ اس حوالے سے ترتیب اپنے مخصوص مقام پر بیان کی جائے گی' تاہم نابالغ بچی کو نامحرم عصبہ کے سپرد نہیں کیا جائے گا جیسے مولیٰ عتاقہ یا چچازاد ہے' تاکہ کسی آزمائش سے بچا جا سکے۔

بچے کی پرورش کا حق کب تک برقرار رہے گا؟

(وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْغُلَامِ حَتَّى يَأْكُلَ وَحْدَهُ وَيَشْرَبَ وَحْدَهُ وَيَلْبَسَ وَحْدَهُ وَيَسْتَنْجِيَ وَحْدَهُ. وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: حَتَّى يَسْتَغْنِيَ فَيَأْكُلُ وَحْدَهُ وَيَشْرَبُ وَحْدَهُ وَيَلْبَسُ وَحْدَهُ) وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ لِأَنَّ تَمَامَ الِاسْتِغْنَاءِ بِالْقُدْرَةِ عَلَى الِاسْتِنْجَاءِ. وَوَجْهُهُ أَنَّهُ إِذَا اسْتَغْنَى يَحْتَاجُ إِلَى التَّأَدُّبِ وَالتَّخَلُّقِ بِآدَابِ الرِّجَالِ وَأَخْلَاقِهِمْ، وَالْأَبُ أَقْدَرُ عَلَى التَّأْدِيبِ وَالتَّثْقِيفِ، وَالْخَصَّافُ قَدَّرَ الِاسْتِغْنَاءَ بِسَبْعِ سِنِينَ اعْتِبَارًا لِلْغَالِبِ (وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَحِيضَ) لِأَنَّ بَعْدَ الِاسْتِغْنَاءِ تَحْتَاجُ إِلَى مَعْرِفَةِ آدَابِ النِّسَاءِ وَالْمَرْأَةُ عَلَى ذَلِكَ أَقْدَرُ وَبَعْدَ الْبُلُوغِ تَحْتَاجُ إِلَى التَّحْصِينِ وَالْحِفْظِ وَالْأَبُ فِيهِ أَقْوَى وَأَهْدَى. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا تُدْفَعُ إِلَى الْأَبِ إِذَا بَلَغَتْ حَدَّ الشَّهْوَةِ لِتَحَقُّقِ الْحَاجَةِ إِلَى الصِّيَانَةِ. (وَمَنْ سِوَى الْأُمِّ وَالْجَدَّةِ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَبْلُغَ حَدًّا تُشْتَهَى، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: حَتَّى تَسْتَغْنِيَ) لِأَنَّهَا لَا تَقْدِرُ عَلَى اسْتِخْدَامِهَا، وَلِهَذَا لَا تُؤَاجِرُهَا لِلْخِدْمَةِ فَلَا يَحْصُلُ الْمَقْصُودُ، بِخِلَافِ الْأُمِّ وَالْجَدَّةِ لِقُدْرَتِهِمَا عَلَيْهِ شَرْعًا.

اور ماں اور نانی بچے کی پرورش کرنے کی اس وقت تک حقدار رہیں گی جب تک وہ خود کھانے' پینے' لباس پہننے اور استنجاء کرنے کے قابل نہیں ہو جاتا۔ الجامع الصغیر میں یہ الفاظ ہیں: جب تک وہ بے نیاز نہیں ہو جاتا یعنی خود کھانے لگتا ہے' خود پیتا ہے' خود لباس پہن سکتا ہے۔ مطلب ایک ہی ہے' کیونکہ مکمل بے نیازی اُس وقت حاصل ہوتی ہے' جب وہ خود استنجاء کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے: جب وہ اس حوالے سے (ماں اور نانی) سے بے نیاز ہو جائے گا' تو اب اُسے مردوں کے مخصوص آداب واخلاق سیکھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور یہ ادب سکھانے میں باپ زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ امام خصاف نے غالب معمول (یعنی عمومی تجربے) کے پیش نظر عمر کی حد سات برس مقرر کی ہے۔ ماں اور نانی بچی کی پرورش کی اُس وقت تک حقدار رہیں گی جب تک اسے حیض نہیں آ جاتا' کیونکہ بے نیاز ہو جانے کے بعد بھی اُسے خواتین کے مخصوص آداب کی تربیت دینے کے حوالے سے خاتون ہی زیادہ قدرت رکھے گی۔ جبکہ بالغ ہونے کے بعد اُس کی پاکدامنی اور حفاظت کی ضرورت ہوگی اس حوالے سے باپ زیادہ قوت رکھتا ہوگا اور زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ امام محمد سے یہ روایت منقول ہے: جب بچی کی عمر شہوت کی حد تک پہنچ جائے' تو اس کی حفاظت کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ ماں اور نانی کے علاوہ دیگر خواتین بچی کی پرورش کی اس وقت تک حقدار رہیں گی جب تک وہ شہوت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ جبکہ الجامع الصغیر میں یہ الفاظ ہیں: جب تک وہ بے نیاز نہ ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہ خواتین اس بچی سے اپنی ذاتی خدمت نہیں لے سکتی ہیں۔ اس لئے یہ خدمت کے حوالے سے اُس کی تربیت بھی نہیں کر سکیں گی اور مقصود حاصل نہیں ہو پائے گا۔ جبکہ ماں اور نانی کا حکم مختلف ہے' کیونکہ شرعی طور پر خدمت لینے کا حق رکھتی ہیں۔

کنیز اور اُم ولد آزاد ہونے پر بچے کی پرورش کی حقدار ہوں گی

قَالَ (وَالْاَمَةُ اِذَا اَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَاُمُّ الْوَلَدِ اِذَا اُعْتِقَتْ كَالْحُرَّةِ فِي حَقِّ الْوَلَدِ) لِاَنَّهُمَا حُرَّتَانِ اَوَانَ ثُبُوْتِ الْحَقِّ (وَلَيْسَ لَهُمَا قَبْلَ الْعِتْقِ حَقٌّ فِي الْوَلَدِ لِعَجْزِهِمَا) عَنِ الْحَضَانَةِ بِالِاشْتِغَالِ بِخِدْمَةِ الْمَوْلٰى (وَالذِّمِّيَّةُ اَحَقُّ بِوَلَدِهَا الْمُسْلِمِ مَا لَمْ يَعْقِلِ الْاَدْيَانَ اَوْ يَخَفْ اَنْ يَّاْلَفَ الْكُفْرَ) لِلنَّظَرِ قَبْلَ ذٰلِكَ وَاحْتِمَالِ الضَّرَرِ بَعْدَهُ (وَلَا خِيَارَ لِلْغُلَامِ وَالْجَارِيَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُمَا الْخِيَارُ لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَيَّرَ (۱) . وَلَنَا اَنَّهُ لِقُصُوْرِ عَقْلِهِ يَخْتَارُ مَنْ عِنْدَهُ الدَّعَةُ لِتَخْلِيَتِهِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّعِبِ فَلَا يَتَحَقَّقُ النَّظَرُ، وَقَدْ صَحَّ اَنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يُخَيِّرُوا، اَمَّا الْحَدِيْثُ فَقُلْنَا قَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَللّٰهُمَّ اهْدِهِ (۲)) فَوُفِّقَ لِاخْتِيَارِهِ الْاَنْظَرَ بِدُعَائِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَوْ يُحْمَلُ عَلٰى مَا اِذَا كَانَ بَالِغًا .

اور جب کسی کنیز کو اس کا آقا آزاد کر دے یا اُم ولد جب آزاد ہو جائے' تو بچے کی پرورش کے حق کے مسئلے میں ان کی حیثیت آزاد عورت کی طرح ہوگی کیونکہ جس وقت انہیں یہ حق حاصل ہوگا اس وقت یہ دونوں آزاد ہیں۔ آزاد ہونے سے پہلے انہیں بچے کی پرورش کا حق حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ یہ دونوں پرورش کرنے سے عاجز ہوں گی کیونکہ یہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوں

اگر کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور وہ عدت میں بیٹھ گئی نیز نفقہ وسکنی کی حقدار رہی لیکن پھر زمانہ عدت میں نعوذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس کے نفقہ وسکنی کا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت نے اپنے زمانہ عدت میں شوہر کے لڑکے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کرلیا یا شہوت سے بوس وکنار کرالیا تو نفقہ وسکنی کی مستحق رہے گی بشرطیکہ وہ عدت طلاق رجعی کی نہ ہو بلکہ طلاق بائن مغلظہ کی ہو۔

بیوی کا خرچ شوہر پرلازم ہونے کا بیان

قَالَ (النَّفَقَةُ وَاجِبَةٌ لِلزَّوْجَةِ عَلٰى زَوْجِهَا مُسْلِمَةً كَانَتْ اَوْ كَافِرَةً اِذَا سَلَّمَتْ نَفْسَهَا اِلٰى مَنْزِلِهِ فَعَلَيْهِ نَفَقَتُهَا وَكِسْوَتُهَا وَسُكْنَاهَا) وَالْاَصْلُ فِىْ ذٰلِكَ قَوْلُه تَعَالٰى (لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ) وقَوْله تَعَالٰى (وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلَامُ فِىْ حَدِيْثِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ (وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) وَلاَنَّ النَّفَقَةَ جَزَاءُ الِاحْتِبَاسِ فَكُلُّ مَنْ كَانَ مَحْبُوسًا بِحَقٍّ مَقْصُوْدٍ لِغَيْرِهِ كَانَتْ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ: اَصْلُهُ الْقَاضِىْ وَالْعَامِلُ فِى الصَّدَقَاتِ .وَهٰذِهِ الدَّلَائِلُ لَا فَصْلَ فِيْهَا فَتَسْتَوِى فِيْهَا الْمُسْلِمَةُ وَالْكَافِرَةُ (وَيُعْتَبَرُ فِىْ ذٰلِكَ حَالُهُمَا جَمِيْعًا) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ: وَهٰذَا اخْتِيَارُ الْخَصَّافِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى، وَتَفْسِيْرُهُ اَنَّهُمَا اِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ تَجِبُ نَفَقَةُ الْيَسَارِ، وَاِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ فَنَفَقَةُ الْاِعْسَارِ، وَاِنْ كَانَتْ مُعْسِرَةً وَالزَّوْجُ مُوسِرًا فَنَفَقَتُهَا دُوْنَ نَفَقَةِ الْمُوسِرَاتِ وَفَوْقَ نَفَقَةِ الْمُعْسِرَاتِ .

وَقَالَ الْكَرْخِيُّ: يُعْتَبَرُ حَالُ الزَّوْجِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ) وَجْهُ الْاَوَّلِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِهِنْدَ امْرَاَةِ اَبِىْ سُفْيَانَ (خُذِى مِنْ مَالِ زَوْجِك مَا يَكْفِيك وَوَلَدِك بِالْمَعْرُوْفِ(ا) اعْتَبَرَ حَالَهَا وَهُوَ الْفِقْهُ فَاِنَّ النَّفَقَةَ تَجِبُ بِطَرِيْقِ الْكِفَايَةِ، وَالْفَقِيْرَةُ لَا تَفْتَقِرُ اِلٰى كِفَايَةِ الْمُوسِرَاتِ فَلَا مَعْنٰى لِلزِّيَادَةِ، وَنَحْنُ نَقُوْلُ بِمُوْجَبِ النَّصِّ اَنَّهُ يُخَاطَبُ بِقَدْرِ وُسْعِهِ وَالْبَاقِى دَيْنٌ فِىْ ذِمَّتِهِ، وَمَعْنٰى قَوْلِهِ بِالْمَعْرُوْفِ الْوَسَطُ وَهُوَ الْوَاجِبُ وَبِهِ يَتَبَيَّنُ اَنَّهُ لَا مَعْنٰى لِلتَّقْدِيرِ كَمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ الشَّافِعِيُّ اَنَّهُ عَلَى الْمُوسِرِ مُدَّانِ وَعَلَى الْمُعْسِرِ مُدٌّ وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ مُدٌّ وَنِصْفُ مُدٍّ، لِاَنَّ مَا وَجَبَ كِفَايَةً لَا يَتَقَدَّرُ شَرْعًا فِىْ نَفْسِهِ .

فرمایا: اور بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے لازم ہے خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافر ہو جب وہ اپنے آپ کو شوہر کے گھر حوالے کردے تو اس کا خرچ اس کا لباس اور رہائش شوہر کے ذمے ہوگی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بنیادی حکم ہے۔ "خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے گا"۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بچے کا والد اس کی ماں کا کھانا اور لباس

مناسب طور پر دے گا"۔ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی: "ان خواتین کی خوراک اور لباس کی مناسب طور پر فراہمی تم پر لازم ہے"۔ اس کی وجہ یہ ہے: نفقہ دراصل اس بات کا عوض ہے جو عورت کو روکے رکھنے کا اختیار مرد کو حاصل ہوتا ہے اور جو بھی شخص کسی دوسرے کے حق کے لئے رکنے کا پابند ہو اس کا خرچ روکنے والے کے ذمے ہوگا۔ اس کی مثال قاضی اور عامل کی تنخواہ کا حکم ہے۔ ان تمام دلائل میں کوئی فصل نہیں ہے اس لیے خرچ کی ادائیگی کے بارے میں مسلمان اور کافر بیوی کی حیثیت یکساں ہوگی۔ خرچ کی مقدار کے بارے میں مرد اور عورت دونوں کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا۔ فرماتے ہیں: یہ امام قدوری کی رائے ہے اور امام خصاف نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ بھی اسی کے مطابق دیا جاتا ہے۔

خصاف کے قول سے مراد یہ ہے: جب میاں بیوی دونوں خوشحال ہوں گے تو خرچ بھی خوشحالی کے حساب سے واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگدست ہوں گے تو خرچ بھی اسی حیثیت کے مطابق ہوگا' لیکن اگر شوہر خوشحال ہو اور بیوی غریب ہو' تو اس کا خرچ عام غریب عورتوں سے زیادہ ہوگا' اور مالدار عورتوں سے کم ہوگا۔

امام کرخی اور امام شافعی کے نزدیک تمام حالات میں مرد کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے"۔

امام خصاف کے فتویٰ کی وجہ یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوسفیان کی بیوی ہند رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا تھا: "تم اپنے شوہر کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے مناسب طور پر کافی ہو"۔ تو اس میں نبی اکرم ﷺ نے ہند رضی اللہ عنہا کا اعتبار کیا تھا اور فقہ کا تقاضا بھی یہی ہے' کیونکہ خرچ کفایت کے اعتبار سے لازم ہوتا ہے اور غریب عورت کے لئے خوشحال عورتوں جیسی کفایت ضروری نہیں ہے' اس لیے اسے زیادہ ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ جہاں تک نص کا تعلق ہے' تو ہم بھی اس کے مطابق یہی کہتے ہیں: مرد کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جو باقی ہوگا وہ اس کے ذمے قرض ہوگا۔ قرآن پاک میں "معروف" سے مراد میانہ روی ہے' کیونکہ واجب بھی یہی ہے۔ زیر بحث مسئلے میں یہ بات تحقیق پایہ تک پہنچ چکی ہے کہ نفقے کے سلسلے میں کوئی معین مقدار نہیں کی جاسکتی' جبکہ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: خوشحال شخص پر نصف صاع کی ادائیگی لازم ہوگی اور غریب شخص پر چوتھائی صاع کی اور درمیانے درجے کے شخص پر ڈیڑھ مد کی ادائیگی لازم ہوگی۔ کیونکہ جو بھی چیز کفایت کے طور پر واجب ہوگی وہ شرعی طور پر متعین نہیں کی جاسکتی۔

کس صورت میں عورت کو خرچ ملے گا؟

(وَاِنْ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِيمِ نَفْسِهَا حَتّٰى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ) لِاَنَّهُ مَنْعٌ بِحَقٍّ فَكَانَ فَوْتُ الْاِحْتِبَاسِ لِمَعْنًى مِنْ قِبَلِهِ فَيُجْعَلُ كَلَا فَائِتٍ. (وَاِنْ نَشَزَتْ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ اِلٰى مَنْزِلِهِ) لِاَنَّ فَوْتَ الْاِحْتِبَاسِ مِنْهَا، وَاِنْ عَادَتْ جَاءَ الْاِحْتِبَاسُ فَتَجِبُ النَّفَقَةُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا امْتَنَعَتْ مِنَ التَّمْكِينِ فِيْ بَيْتِ الزَّوْجِ لِاَنَّ الْاِحْتِبَاسَ قَائِمٌ وَالزَّوْجُ يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ كَرْهًا.

اور اگر عورت اپنے آپ کو اس وقت تک مرد کے حوالے کرنے سے انکار کردے جب تک مرد اس کا مہر نہیں دیدیتا تو اس دوران عورت کو خرچ ملتا رہے گا کیونکہ اس نے اپنے حق کی وجہ سے انکار کیا ہے' لہٰذا عورت کا محبوس نہ ہونا ایسی وجہ سے ہے' جو شوہر کی طرف سے پائی جارہی ہے' گویا اس عورت نے منع نہیں کیا۔ اگر عورت نافرمانی سے کام لے تو اسے اس وقت تک خرچ نہیں ملے گا' جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہیں آجاتی کیونکہ اس صورت میں محبوس ہونے کا فوت ہونا عورت کی طرف سے پایا جارہا ہے' جب وہ واپس آجائے گی' تو محبوس ہونے کا مفہوم آجائے گا لہٰذا خرچ کی ادائیگی لازم ہوجائے گی۔ اس کے برعکس جب وہ شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے صحبت کرنے سے انکار کردیتی ہے' تو اس وجہ سے خرچ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ احتباس موجود ہے اور شوہر اس کی رضامندی کے بغیر بھی اس کے ساتھ صحبت کرسکتا ہے۔

نابالغ بیوی کے نفقہ کا بیان

(وَاِنْ كَانَتْ صَغِيْرَةً لَّا يَسْتَمْتِعُ بِهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا) لِاَنَّ امْتِنَاعَ الْاِسْتِمْتَاعِ لِمَعْنًى فِيْهَا، وَالْاِحْتِبَاسُ الْمُوْجِبُ مَا يَكُوْنُ وَسِيْلَةً اِلٰى مَقْصُوْدٍ مُسْتَحَقٍّ بِالنِّكَاحِ وَلَمْ يُوْجَدْ، بِخِلَافِ الْمَرِيْضَةِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهَا النَّفَقَةُ لِاَنَّهَا عِوَضٌ مِنَ الْمِلْكِ عِنْدَهُ كَمَا فِي الْمَمْلُوْكَةِ بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ. وَلَنَا اَنَّ الْمَهْرَ عِوَضٌ عَنِ الْمِلْكِ وَلَا يَجْتَمِعُ الْعِوَضَانِ عَنْ مُعَوَّضٍ وَاحِدٍ فَلَهَا الْمَهْرُ دُوْنَ النَّفَقَةِ.

اور اگر عورت نابالغ ہو اور اتنی کم سن ہو کہ اس کے ساتھ صحبت نہ کی جاسکتی ہو مرد پر اس کا خرچ واجب نہیں ہوگا' کیونکہ صحبت میں رکاوٹ ایک ایسی علت ہے' جو عورت میں پائی جارہی ہے اور خرچ اس احتباس کی وجہ سے واجب ہوتا ہے' جو نکاح کے مطلوب تک رسائی کا ذریعہ بن سکتا ہو' لیکن یہ احتباس اس نوعیت کا نہیں ہے اس لیے اس میں خرچ بھی واجب نہیں ہوگا۔ تاہم بیمار بیوی کا حکم اس سے مختلف ہے' اس کا خرچ ساقط نہیں ہوگا ہم عنقریب اس کی وضاحت کریں گے۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: نابالغ بیوی کو بھی خرچ ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے: امام شافعی کے نزدیک خرچ شوہر کی ملکیت کے عوض میں ہوتا ہے' جیسا کہ کنیز کا خرچ اس کے مالک کے ذمے ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک مہر' ملک کا عوض ہوتا ہے اور ایک ہی چیز کے دو عوض نہیں ہوسکتے ہیں اس لیے نابالغ لڑکی مہر کی حقدار ہوگی خرچ کی حقدار نہیں ہوگی۔

نابالغ شوہر کی بالغ بیوی کے نفقہ کا بیان

(وَاِنْ كَانَ الزَّوْجُ صَغِيْرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَطْءِ وَهِيَ كَبِيْرَةٌ فَلَهَا النَّفَقَةُ مِنْ مَالِهِ) لِاَنَّ التَّسْلِيْمَ قَدْ تَحَقَّقَ مِنْهَا، وَاِنَّمَا الْعَجْزُ مِنْ قِبَلِهِ فَصَارَ كَالْمَجْبُوْبِ وَالْعِنِّيْنِ.

اور اگر شوہر اتنا کمسن ہو کہ صحبت کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور بیوی اس سے عمر میں بڑی ہو' تو اس بیوی کو اس شوہر کے مال میں سے خرچ ملے گا' کیونکہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کو سپرد کرنا ثابت ہوگیا ہے اور عذر شوہر کی طرف سے پایا جارہا

ہے اس لیے وہ مجبوب یا عنین کی مانند شمار کیا جائیگا۔

محبوس زوجہ کے نفقہ کا بیان

(وَإِذَا حُبِسَتِ الْمَرْأَةُ فِي دَيْنٍ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا) لِأَنَّ فَوْتَ الِاحْتِبَاسِ مِنْهَا بِالْمُمَاطَلَةِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا بِأَنْ كَانَتْ عَاجِزَةً فَلَيْسَ مِنْهُ، وَكَذَا إِذَا غَصَبَهَا رَجُلٌ كُرْهًا فَذَهَبَ بِهَا .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ لَهَا النَّفَقَةَ، وَالْفَتْوَى عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّ فَوْتَ الِاحْتِبَاسِ لَيْسَ مِنْهُ لِيُجْعَلَ بَاقِيًا تَقْدِيرًا، وَكَذَا إِذَا حَجَّتْ مَعَ مَحْرَمٍ لِأَنَّ فَوْتَ الِاحْتِبَاسِ مِنْهَا .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ لَهَا النَّفَقَةَ لِأَنَّ إِقَامَةَ الْفَرْضِ عُذْرٌ، وَلَكِنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَةُ الْحَضَرِ دُونَ السَّفَرِ لِأَنَّهَا هِيَ الْمُسْتَحِقَّةُ عَلَيْهِ، وَلَوْ سَافَرَ مَعَهَا الزَّوْجُ تَجِبُ النَّفَقَةُ بِالِاتِّفَاقِ لِأَنَّ الِاحْتِبَاسَ قَائِمٌ لِقِيَامِهِ عَلَيْهَا وَتَجِبُ نَفَقَةُ الْحَضَرِ دُونَ السَّفَرِ، وَلَا يَجِبُ الْكِرَاءُ لِمَا قُلْنَا (فَإِنْ مَرِضَتْ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ فَلَهَا النَّفَقَةُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا نَفَقَةَ لَهَا إِذَا كَانَ مَرَضًا يَمْنَعُ مِنَ الْجِمَاعِ لِفَوْتِ الِاحْتِبَاسِ لِلِاسْتِمْتَاعِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الِاحْتِبَاسَ قَائِمٌ فَإِنَّهُ يَسْتَأْنِسُ بِهَا وَيَمَسُّهَا وَتَحْفَظُ الْبَيْتَ، وَالْمَانِعُ بِعَارِضٍ فَأَشْبَهَ الْحَيْضَ .

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهَا إِذَا سَلَّمَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ مَرِضَتْ تَجِبُ النَّفَقَةُ لِتَحَقُّقِ التَّسْلِيمِ، وَلَوْ مَرِضَتْ ثُمَّ سَلَّمَتْ لَا تَجِبُ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لَمْ يَصِحَّ قَالُوا هٰذَا حَسَنٌ .

وَفِي لَفْظِ الْكِتَابِ مَا يُشِيرُ إِلَيْهِ .

جب کوئی عورت کسی قرض کی وجہ سے محبوس ہو تو اس کا خرچ بند کرنے والے کے ذمے نہیں ہوگا' کیونکہ احتباس کا زائل ہونا عورت کی طرف سے پایا جا رہا ہے' کیونکہ اس نے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی ہے' لیکن اگر احتباس کا زائل ہونا عورت کی طرف سے نہ ہو' یعنی وہ عورت قرض کی ادائیگی نہ کر سکتی ہو' تو شوہر سے خرچ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عورت کو زبردستی لے جائے' تو اس کا خرچ شوہر کے ذمے نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس کا خرچ شوہر کے ذمے ہوگا' لیکن فتویٰ پہلے قول پر ہے' کیونکہ احتباس کا زائل ہونا شوہر کی طرف سے نہیں ہے اس لیے حکمی طور پر یہ برقرار رہے گا۔

اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے کسی محرم کے ساتھ حج کے لئے چلی جاتی ہے' تو اس کا خرچ ساقط ہو جائے گا' کیونکہ احتباس زائل کرنے کا مفہوم عورت کی طرف سے پایا جا رہا ہے۔ امام ابو یوسف اس صورت میں بھی خرچ لازم ہونے کے قائل ہیں' کیونکہ شرعی فرض کی تکمیل ایک عذر ہے اس لیے شوہر پر حضر کا خرچ لازم ہوگا' سفر کا خرچ لازم نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے: شوہر پر یہی چیز

لازم ہے۔

اگر بیوی شوہر کے ساتھ سفر کرتی ہے' تو اس بات پر اتفاق ہے: خرچ شوہر کے ذمے ہوگا' کیونکہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہے اس لیے احتباس کا مفہوم پایا جا رہا ہے۔ تاہم وہ سفر کے دوران اتنا ہی خرچ دے گا جتنا حضر میں دیتا تھا سفر کے لئے کوئی اضافی طور پر خرچ نہیں دیا جائے گا' اور کرائے کی ادائیگی شوہر کے ذمے نہیں ہوگی' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اگر بیوی' شوہر کے گھر میں بیمار ہو جاتی ہے' تو اسے خرچ ملے گا۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے: اگر بیماری کی نوعیت ایسی ہو جو صحبت میں رکاوٹ ہو' تو اسے خرچ نہ دیا جائے کیونکہ تمتع کا احتباس ختم ہو گیا ہے' تاہم استحسان کے پیش نظر یہ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ احتباس کا مفہوم موجود ہے اور شوہر اس سے مانوس ہے اسے ہاتھ لگا سکتا ہے' وہ عورت اس کے گھر کی حفاظت کرتی ہے' جہاں تک صحبت میں رکاوٹ کا تعلق ہے' تو وہ عارضے کی وجہ سے ہے' تو یہ عارضہ حیض کے مشابہہ قرار دیا جائے گا۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر عورت ایک مرتبہ اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کر دے' اور پھر بیمار ہو جائے' تو سپردگی ثابت ہونے کی وجہ سے خرچ کی ادائیگی لازم رہے گی۔ لیکن اگر عورت پہلے بیمار ہوئی ہو اور پھر اس نے خود کو شوہر کے سپرد کیا' تو خرچ لازم نہیں ہوگا' کیونکہ اس صورت میں سپردگی درست نہیں ہے۔ ہمارے مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے: یہ قول بہترین ہے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

خوشحال شوہر پر بیوی کے خادم کا خرچ بھی لازم ہوگا

(قَالَ: وَيُفْرَضُ عَلَى الزَّوْجِ النَّفَقَةُ اِذَا كَانَ مُوسِرًا وَنَفَقَةُ خَادِمِهَا) اَلْمُرَادُ بِهٰذَا بَيَانُ نَفَقَةِ الْخَادِمِ، وَلِهٰذَا ذُكِرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ: وَتُفْرَضُ عَلَى الزَّوْجِ اِذَا كَانَ مُوسِرًا نَفَقَةُ خَادِمِهَا .

وَوَجْهُهُ اَنَّ كِفَايَتَهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ، وَهٰذَا مِنْ تَمَامِهَا اِذْ لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ (وَلَا يُفْرَضُ لِاَكْثَرَ مِنْ نَفَقَةِ خَادِمٍ وَاحِدٍ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: تُفْرَضُ لِخَادِمَيْنِ لِاَنَّهَا تَحْتَاجُ اِلَى اَحَدِهِمَا لِمَصَالِحِ الدَّاخِلِ وَاِلَى الْاٰخَرِ لِمَصَالِحِ الْخَارِجِ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْوَاحِدَ يَقُومُ بِالْاَمْرَيْنِ فَلَا ضَرُورَةَ اِلَى اثْنَيْنِ، وَلِاَنَّهُ لَوْ تَوَلَّى كِفَايَتَهَا بِنَفْسِهِ كَانَ كَافِيًا، فَكَذَا اِذَا اَقَامَ الْوَاحِدُ مَقَامَ نَفْسِهِ، وَقَالُوْا: اِنَّ الزَّوْجَ الْمُوسِرَ يَلْزَمُهُ مِنْ نَفَقَةِ الْخَادِمِ مَا يَلْزَمُ الْمُعْسِرَ مِنْ نَفَقَةِ امْرَاَتِهِ وَهُوَ اَدْنَى الْكِفَايَةِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ اِذَا كَانَ مُوسِرًا اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّهُ لَا تَجِبُ نَفَقَةُ الْخَادِمِ عِنْدَ اِعْسَارِهِ وَهُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ الْاَصَحُّ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ مُحَمَّدٌ لِاَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُعْسِرِ اَدْنَى الْكِفَايَةِ وَهِيَ قَدْ تَكْتَفِي بِخِدْمَةِ نَفْسِهَا .

اگر شوہر خوشحال ہو تو اس پر بیوی اور اس کے خادم کا خرچ لازم ہوگا۔ اس مسئلے کی بنیاد خادم کے خرچ کا بیان ہے۔ یہی وجہ ہے: قدوری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے۔ ''اگر شوہر خوشحال ہو تو اس پر عورت کے خادم کا خرچ عائد کیا جائے گا''۔ اس کی وجہ یہ ہے: بیوی کی کفایت شوہر پر لازم ہے اور کفایت کی تکمیل میں خادم کا خرچ بھی شامل ہوگا' کیونکہ عورت کے لئے اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تاہم عورت کو ایک خادم سے زیادہ کا خرچ نہیں ملے گا یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس پر دو خادموں کا خرچ لازم ہوگا' کیونکہ ایک خادم گھریلو کام کے لئے ہوگا اور دوسرا باہر کے کاموں کے لئے ہوگا۔ طرفین نے یہ بات بیان کی ہے: ایک ہی خادم دونوں طرح کی ضروریات پوری کرسکتا ہے' لہٰذا دو کی ضرورت نہیں ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے: اگر شوہر خود بیوی کے ان معاملات کی دیکھ بھال کرسکتا ہے' تو یہ بھی کافی ہوگا' اسی طرح جب وہ اپنی جگہ پر کسی شخص کو مقرر کردیتا ہے (تو اسے بھی کافی ہونا چاہئے)۔ مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے: صاحب حیثیت شوہر پر خادم کا اتنا خرچ لازم ہوگا جتنا خرچ ایک غریب آدمی اپنی بیوی کو دیتا ہے اور یہ کفایت کا کم ترین درجہ ہے۔ متن کے یہ الفاظ ''جب وہ خوشحال ہو'' یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے' اگر شوہر غریب ہو' تو خادم کا خرچ اس کے ذمے لازم نہیں ہوگا۔ امام حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے اور یہی بات درست ہے۔ اس کے برخلاف امام محمد نے یہ بات پیش کی ہے (کہ غریب شخص پر بھی خادم کا خرچ لازم ہوگا) اس کی وجہ یہ ہے: تنگدست شخص پر کفایت کا کم سے کم مرتبہ لازم ہوگا اور بیوی خود بھی اپنے کام کاج کرسکتی ہے۔

تنگدست شخص کے ذمے بیوی کا خرچ قرض ہوگا

(وَمَنْ اَعْسَرَ بِنَفَقَةِ امْرَاَتِهٖ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا وَيُقَالُ لَهَا اسْتَدِينِيْ عَلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُفَرَّقُ، لِاَنَّهٗ عَجَزَ عَنِ الْاِمْسَاكِ بِالْمَعْرُوْفِ فَيَنُوْبُ الْقَاضِيْ مَنَابَهٗ فِي التَّفْرِيْقِ كَمَا فِي الْجَبِّ وَالْعُنَّةِ، بَلْ اَوْلٰى لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلَى النَّفَقَةِ اَقْوٰى .

وَلَنَا اَنَّ حَقَّهٗ يَبْطُلُ وَحَقَّهَا يَتَاَخَّرُ، وَالْاَوَّلُ اَقْوٰى فِي الضَّرَرِ، وَهٰذَا لِاَنَّ النَّفَقَةَ تَصِيْرُ دَيْنًا بِفَرْضِ الْقَاضِيْ فَتَسْتَوْفِي الزَّمَانَ الثَّانِيْ، وَفَوْتُ الْمَالِ وَهُوَ تَابِعٌ فِي النِّكَاحِ لَا يَلْحَقُ بِمَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَهُوَ التَّنَاسُلُ .

وَفَائِدَةُ الْاَمْرِ بِالْاِسْتِدَانَةِ مَعَ الْفَرْضِ اَنْ يُمَكِّنَهَا اِحَالَةَ الْغَرِيْمِ عَلَى الزَّوْجِ، فَاَمَّا اِذَا كَانَتِ الْاِسْتِدَانَةُ بِغَيْرِ اَمْرِ الْقَاضِيْ كَانَتِ الْمُطَالَبَةُ عَلَيْهَا دُوْنَ الزَّوْجِ .

(وَاِذَا قَضَى الْقَاضِيْ لَهَا بِنَفَقَةِ الْاِعْسَارِ ثُمَّ اَيْسَرَ فَخَاصَمَتْهُ تَمَّمَ لَهَا نَفَقَةَ الْمُوْسِرِ) لِاَنَّ النَّفَقَةَ تَخْتَلِفُ بِحَسَبِ الْيَسَارِ وَالْاِعْسَارِ، وَمَا قَضٰى بِهٖ تَقْدِيْرٌ لِنَفَقَةٍ لَمْ تَجِبْ، فَاِذَا تَبَدَّلَ حَالُهٗ فَلَهَا الْمُطَالَبَةُ بِتَمَامِ حَقِّهَا .

اور اگر کوئی شخص بیوی کا خرچ ادا کرنے سے قاصر ہو جائے' تو دونوں کے درمیان علیحدگی نہیں کروائی جائے گی' بلکہ

قاضی بیوی سے یہ کہے گا: وہ اپنے شوہر کی ذمہ داری پر قرض حاصل کرلے۔امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جائے گی' کیونکہ شوہر عام روایت کے مطابق اس عورت کو اپنے ساتھ رکھنے سے عاجز ہو گیا ہے۔اس لیے تفریق کرنے میں قاضی اس کا قائم مقام قرار دیا جائے گا' جیسا کہ مجبوب اور عنین میں ہوتا ہے۔

بلکہ خرچ سے عاجز ہونے کی صورت میں قاضی اس کا قائم مقام ہوگا' کیونکہ خرچ کی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ہماری دلیل یہ ہے: اس طرح مرد کا حق مکمل طور پر باطل ہو جائے گا' جبکہ عورت کا حق متاخر بھی ہو سکتا ہے۔لیکن مرد کے حق کو باطل کرنے کے نتیجے میں نقصان زیادہ ہو جائے گا' کیونکہ قاضی کے مقرر کرنے کے نتیجے میں وہ خرچ مرد کے ذمے قرض بن جائے گا' اور عورت اسے مستقبل میں کسی وقت وصول کر سکتی ہے۔نیز نکاح میں مال کی حیثیت تابع کی ہوتی ہے' تو اسے اس چیز کے ساتھ لاحق نہیں کیا جا سکتا جو نکاح کا اصل مقصد ہوتا ہے' یعنی نسل کی بقاء۔خرچ کی ادائیگی لازم کرنے کے ساتھ قرض لینے کا حکم دینے کا فائدہ یہ ہوگا' عورت قرض خواہ کو مرد کے حوالے کر دے گی۔اس کی وجہ یہ ہے: عورت اگر قاضی کے حکم کے بغیر قرض لے گی' تو قرض خواہ اسی سے مطالبہ کرے گا' اس کے شوہر سے نہیں کرے گا۔

اگر قاضی عورت کے حق میں غریب شخص پر واجب ہونے والے خرچ کی ادائیگی کو لازم کرے اور بعد میں عورت کا شوہر خوشحال ہو جائے اور پھر عورت دعویٰ کر دے' تو قاضی خوشحال شخص پر واجب ہونے والے قرض کی ادائیگی کا حکم دے گا' کیونکہ خوشحالی اور تنگدستی کے عالم میں خرچ بدلتا رہتا ہے اس لیے قاضی نے جس خرچ کے بارے میں حکم دیا تھا وہ ایسے شوہر کے بارے میں تھا جو (زیادہ خرچ کا) پابند نہیں تھا لیکن جب اس کی حالت تبدیل ہوگئی تو بیوی کو پورے حق کا مطالبہ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

اگر کچھ عرصہ شوہر بیوی کو خرچ نہ دے؟

(وَاِذَا مَضَتْ مُدَّةٌ لَمْ يُنْفِقِ الزَّوْجُ عَلَيْهَا وَطَالَبَتْهُ بِذٰلِكَ فَلَا شَيْءَ لَهَا اِلَّا اَنْ يَكُونَ الْقَاضِيْ فَرَضَ لَهَا النَّفَقَةَ اَوْ صَالَحَتْ الزَّوْجَ عَلٰى مِقْدَارٍ فِيْهَا فَيَقْضِيْ لَهَا بِنَفَقَةِ مَا مَضٰى) لِاَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَلَيْسَتْ بِعِوَضٍ عِنْدَنَا عَلٰى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَلَا يَسْتَحْكِمُ الْوُجُوْبُ فِيْهَا اِلَّا بِالْقَضَاءِ كَالْهِبَةِ لَا تُوْجِبُ الْمِلْكَ اِلَّا بِمُؤَكِّدٍ وَهُوَ الْقَبْضُ وَالصُّلْحُ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ لِاَنَّ وِلَايَتَهُ عَلٰى نَفْسِهٖ اَقْوٰى مِنْ وِلَايَةِ الْقَاضِيْ، بِخِلَافِ الْمَهْرِ لِاَنَّهُ عِوَضٌ .

(وَاِنْ مَاتَ الزَّوْجُ بَعْدَمَا قَضٰى عَلَيْهِ بِالنَّفَقَةِ وَمَضٰى شُهُوْرٌ سَقَطَتْ النَّفَقَةُ) وَكَذَا اِذَا مَاتَتْ الزَّوْجَةُ لِاَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَالصِّلَاتُ تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ كَالْهِبَةِ تَبْطُلُ بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْقَبْضِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَصِيْرُ دَيْنًا قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلَا تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ لِاَنَّهُ عِوَضٌ عِنْدَهُ فَصَارَ كَسَائِرِ الدُّيُوْنِ، وَجَوَابُهُ قَدْ بَيَّنَّاهُ .

اگر کچھ مدت گزرنے تک شوہر خرچ نہیں دیتا اور بعد میں عورت گزشتہ خرچ کا مطالبہ کر دیتی ہے' تو صرف دو صورتوں

میں اسے کچھ مل سکتا ہے ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔ ایک صورت یہ ہے: قاضی نے اس کے لئے مخصوص مقدار مقرر کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے: عورت نے خرچ کی مخصوص مقدار کے بارے میں مرد کے ساتھ مصالحت کی ہو۔

ان دونوں صورتوں میں قاضی عورت کے لئے گزشتہ خرچ کی ادائیگی کا حکم دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے: خرچ ہبہ کی حیثیت رکھتا ہے یعنی عطیہ اور احسان کے طور پر دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں' یہ ملکیت کا عوض نہیں ہوتا' اس لیے اس کا لازم ہونا صرف قاضی کے فیصلے کے نتیجے میں مستحکم ہوگا' جیسا کہ ہبہ کی صورت میں ہوتا ہے' یعنی جب تک اسے مضبوط کرنے والی چیز یعنی اپنے قبضے میں لینا' نہ پایا جائے اس وقت تک ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ میاں بیوی کا کسی مخصوص مقدار پر مصالحت کر لینا بھی قاضی کے فیصلے کے مترادف ہوگا' کیونکہ شوہر اپنی ذات پر قاضی سے زیادہ تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے' جبکہ مہر کا حکم اس کے برخلاف ہے' کیونکہ وہ تو ملکیت کا عوض ہوتا ہے۔

اگر شوہر کو خرچ کا حکم دیا گیا اور کچھ عرصے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا پھر چند ماہ گزر گئے' تو خرچ ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر بیوی انتقال کر جاتی ہے' تو یہی حکم ہوگا' کیونکہ خرچ تو ایک عطیہ ہے' اور اس نوعیت کے عطیات موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے' لیکن جس کو ہبہ کی گئی تھی اس شخص کے اس چیز کو قبضے میں لینے سے پہلے' ہبہ کرنے والا شخص انتقال کر جائے' تو یہ ہبہ باطل ہو جائے گا۔

امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: خرچ کی ادائیگی قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی شوہر کے ذمے قرض کی صورت میں تھی اس لیے اس کی موت کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: امام شافعی کے نزدیک یہ خرچ عوض کا درجہ رکھتا ہے' لہٰذا یہ دوسرے قرضوں کی مانند ہو جائے گا (جو موت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے) اس کا جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

بیوی کا خرچ پیشگی دینے کا حکم

(وَاِنْ اَسْلَفَهَا نَفَقَةَ السَّنَةِ) اَیْ عَجَّلَهَا (ثُمَّ مَاتَ) (لَمْ يُسْتَرْجَعْ مِنْهَا شَیْءٌ وَهٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِيفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُحْتَسَبُ لَهَا نَفَقَةُ مَا مَضٰی وَمَا بَقِیَ فَهُوَ لِلزَّوْجِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، وَعَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ الْكِسْوَةُ لِاَنَّهَا اسْتَعْجَلَتْ عِوَضًا عَمَّا تَسْتَحِقُّهُ عَلَيْهِ بِالْاِحْتِبَاسِ، وَقَدْ بَطَلَ الْاِسْتِحْقَاقُ بِالْمَوْتِ فَيَبْطُلُ الْعِوَضُ بِقَدْرِهٖ كَرِزْقِ الْقَاضِیْ وَعَطَاءِ الْمُقَاتِلَةِ .

وَلَهُمَا اَنَّهٗ صِلَةٌ وَقَدِ اتَّصَلَ بِهِ الْقَبْضُ وَلَا رُجُوْعَ فِی الصِّلَاتِ بَعْدَ الْمَوْتِ لِانْتِهَاءِ حُكْمِهَا كَمَا فِی الْهِبَةِ، وَلِهٰذَا لَوْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ اسْتِهْلَاكٍ لَا يُسْتَرَدُّ شَیْءٌ مِنْهَا بِالْاِجْمَاعِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهَا اِذَا قَبَضَتْ نَفَقَةَ الشَّهْرِ اَوْ مَا دُوْنَهٗ لَا يُسْتَرْجَعُ مِنْهَا شَیْءٌ لِاَنَّهٗ يَسِيْرٌ فَصَارَ فِیْ حُكْمِ الْحَالِ .

اور اگر شوہر بیوی کو ایک سال کا خرچ پیشگی ادا کر دے' اور پھر اس کا انتقال ہو جائے' تو بیوی سے کچھ بھی واپس نہیں لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں۔ امام محمد نے یہ بات بیان کی ہے: جتنا عرصہ گزر چکا تھا اسے شمار کر کے عورت کو خرچ دیا جائے گا' اور باقی رقم شوہر کی شمار ہوگی۔ امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ لباس کے بارے میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے' کیونکہ شوہر کے روکنے کی حد کی وجہ سے عورت کو شوہر پر جو حق حاصل ہوگا وہ اسے عوض کے طور پر پیشگی وصول کر چکی ہے' لیکن شوہر کے انتقال کی وجہ سے وہ حق باطل ہو گیا اس لیے اسی انداز سے اس کا عوض بھی باطل ہو جائے گا' جس طرح قاضی کی تنخواہ اور مجاہدین کی تنخواہ کا حکم ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: خرچ ایک عطیہ ہے' جسے عورت اپنے قبضے میں لے چکی ہے' اور اس طرح کے عطیات موت کے بعد واپس نہیں لیے جاتے' کیونکہ ان کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے' جیسا کہ ہبہ میں یہی حکم ہے۔ اسی بنیاد پر پیشگی دیا جانے والا خرچ اگر ضائع ہو جائے اور اس کے ضائع ہونے میں عورت کا قصور نہ ہو' تو اس بات پر سب کا اتفاق ہے: عورت سے کچھ واپس نہیں لیا جائے گا۔ امام محمد سے ایک روایت یہ بھی ہے: عورت نے ایک ماہ یا کم عرصے کا خرچ وصول کیا تھا' تو شوہر کے مرنے کے بعد اس سے کچھ بھی واپس نہیں لیا جائے گا' کیونکہ یہ بہت تھوڑی سی مقدار ہے' جو زمانہ حال کا خرچ شمار ہوگی۔

شوہر غلام ہو تو بیوی کا خرچ اس کے ذمے قرض ہوگا

(وَاِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ حُرَّةً فَنَفَقَتُهَا دِينٌ عَلَيْهِ يُبَاعُ فِيهَا) وَمَعْنَاهُ اِذَا تَزَوَّجَ بِاِذْنِ الْمَوْلٰى لِاَنَّهُ دَيْنٌ وَجَبَ فِیْ ذِمَّتِهٖ لِوُجُوْدِ سَبَبِهٖ وَقَدْ ظَهَرَ وُجُوْبُهُ فِیْ حَقِّ الْمَوْلٰى فَيَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهٖ كَدَيْنِ التِّجَارَةِ فِی الْعَبْدِ التَّاجِرِ، وَلَهُ اَنْ يَفْدِىَ لِاَنَّ حَقَّهَا فِی النَّفَقَةِ لَا فِیْ عَيْنِ الرَّقَبَةِ، فَلَوْ مَاتَ الْعَبْدُ سَقَطَتْ، وَكَذَا اِذَا قُتِلَ فِی الصَّحِيْحِ لِاَنَّهُ صِلَةٌ .

(وَاِنْ تَزَوَّجَ الْحُرُّ اَمَةً فَبَوَّاَهَا مَوْلَاهَا مَعَهُ مَنْزِلًا فَعَلَيْهِ النَّفَقَةُ) لِاَنَّهُ تَحَقَّقَ الْاِحْتِبَاسُ (وَاِنْ لَّمْ يُبَوِّئْهَا فَلَا نَفَقَةَ لَهَا) لِعَدَمِ الْاِحْتِبَاسِ، وَالتَّبْوِئَةُ اَنْ يُخَلِّیَ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ فِیْ مَنْزِلِهٖ وَلَا يَسْتَخْدِمَهَا، وَلَوِ اسْتَخْدَمَهَا بَعْدَ التَّبْوِئَةِ سَقَطَتِ النَّفَقَةُ لِاَنَّهُ فَاتَ الْاِحْتِبَاسُ، وَالتَّبْوِئَةُ غَيْرُ لَازِمَةٍ عَلٰى مَا مَرَّ فِی النِّكَاحِ، وَلَوْ خَدَمَتْهُ الْجَارِيَةُ اَحْيَانًا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَسْتَخْدِمَهَا لَا تَسْقُطُ النَّفَقَةُ لِاَنَّهُ لَمْ يَسْتَخْدِمْهَا لِيَكُوْنَ اسْتِرْدَادًا، وَالْمُدَبَّرَةُ وَاُمُّ الْوَلَدِ فِیْ هٰذَا كَالْاَمَةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور اگر کوئی غلام کسی آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے' تو اس عورت کا خرچ اس غلام کے ذمے قرض ہوگا اور اس قرض کے عوض میں اس غلام کو فروخت کر دیا جائیگا۔ اس کا مطلب یہ ہے: یہ اس وقت ہوگا' جب غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ نکاح کیا ہو' کیونکہ یہ خرچ غلام کے ذمے ہے' اس کا سبب یعنی عقد نکاح موجود ہے اور اس قرض کا واجب ہونا مالک کے حق

میں بھی ظاہر ہو چکا ہے اس لیے یہ قرض غلام کے ذمے ہوگا' جیسا کہ تجارت کا قرض غلام کے ذمے ہوتا ہے۔
البتہ مالک کو یہ اختیار ہوگا' وہ غلام کا فدیہ دیدے کیونکہ عورت کا حق خرچ ہے غلام کی ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ اگر وہ غلام فوت ہو جاتا ہے' تو یہ فدیہ ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر اس غلام کو قتل کر دیا جاتا ہے' تو صحیح روایت کے مطابق یہ خرچ ساقط ہو جائے گا کیونکہ خرچ کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے۔ اگر آزاد مرد کسی کنیز کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور اس کنیز کا آقا اسے شوہر کے پاس رات رہنے کی اجازت دیدیتا ہے' تو اس کنیز کا خرچ شوہر کے ذمے ہوگا' کیونکہ اس صورت میں احتباس ثابت ہو گیا ہے' لیکن اگر آقا اسے خاوند کے پاس رات رہنے کی اجازت نہیں دیتا تو عورت کو خرچ نہیں ملے گا' کیونکہ احتباس نہیں پایا جا رہا۔
تبویت سے مراد یہ ہے: مالک اس کنیز کو اس شوہر کے گھر میں قیام کرنے کی اجازت دے' اور خود اس کنیز سے خدمت کروائے۔ اگر شوہر کے گھر میں بسانے کے بعد بھی وہ اس کنیز سے خدمت لیتا ہے' تو خرچ ساقط ہو جائے گا' کیونکہ احتباس کا مفہوم ختم ہو چکا ہے۔ کتاب النکاح میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ شوہر کے گھر میں بسانا کنیز کے مالک پر لازم نہیں ہے۔ اگر کنیز کا مالک اسے مکمل طور پر اپنی خدمت کے لئے پابند نہیں کرتا بلکہ وہ کنیز کبھی کبھی اس کا کام کر دیتی ہے' تو مرد کے ذمے سے خرچ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ آقا نے اسے واپس لینے کے طور پر اس سے خدمت نہیں لی ہے۔ مدبر کنیز اور ام ولد کنیز کے احکام بھی دیگر کنیزوں کی طرح ہوں گے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل بیوی کو رہائش فراہم کرنے کے بیان میں ہے﴾

نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں:

(۱) زوجیت یعنی میاں بیوی کا رشتہ (۲) نسب (۳) مِلک

جس عورت سے نکاح صحیح ہوا، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اگر چہ وہ نابالغہ ہو، مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو کہ حس شہوت کو پہنچ جائے اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں اگر چہ صغیرالسن (کم سن) ہو۔

نفقہ زوجہ میں فقہی تصریحات

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہم بستری کے بعد اگر عورت، شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے، تو اگر مہر معجّل کا مطالبہ کرتی ہے کہ دے دو تو جاؤں گی۔ تو نفقہ کی مستحق ہے ورنہ نہیں ہے۔ جس مکان میں عورت رہتی ہے۔ وہ اس کی ملک ہے اور شوہر کا آنا، وہاں بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی۔ ہاں اگر اس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرایہ کا کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے گیا تو نفقہ کی مستحق ہے کہ قصور شوہر کا ہے۔

عورت شوہر کے گھر بیمار ہوئی یا میکہ میں تھی اور بیمار ہو کر اس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر رہی مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کیا، تو نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیمار ہوئی اور اپنے میکہ چلی گئی اور اگر اتنی بیمار ہے کہ ڈولی وغیرہ پر بھی نہیں آ سکتی، تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر آ سکتی ہے مگر نہیں آتی، تو نہیں ہے۔

عورت شوہر کے یہاں سے ناحق چلی گئی تو نفقہ نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں بلکہ پردیس چلا گیا ہے، جب بھی نفقہ کی مستحق ہے۔ اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں، تو نفقہ مالدار کا سا ہو گا اور دونوں محتاج ہوں، تو محتاجوں کا سا۔ اور ایک مالدار ہے اور دوسرا محتاج تو متوسط درجے کا یعنی محتاج جیسا کھاتا ہوں اس سے عمدہ اور اغنیاء (مالدار) جیسا کھاتے ہوں اس سے کم نفقہ کا تعین روپوں سے نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیشہ اتنے ہی روپے دیئے جائیں اس لیے کہ نرخ بدلتا رہتا ہے۔ ارزانی اور گرانی دونوں کے مصارف یکساں نہیں ہو سکتے۔

عورت جب رخصت ہو کر آئی تو اس وقت سے شوہر کے ذمہ اس کا لباس ہے۔ اگر چہ عورت کے پاس کتنے ہی جوڑے ہوں۔

سال میں کم از کم دو جوڑے دینا واجب ہے۔ ہر ششماہی پر ایک جوڑا، مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں، تو

مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج وغریب ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو متوسط ہوں جیسے کھانے میں تینوں باتوں کا لحاظ ہے۔ لباس میں اس شہر کے رواج کا اعتبار ہے۔ جاڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چلن ہے وہ دے۔ اور اونی موزے جو جاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں۔ یہ دینے ہوں گے۔

نفقہ کا تیسرا جزو سکنے ہے یعنی رہنے کا مکان کہ شوہر جو رہنے کیلئے مکان دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں اور اگر اس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کرلیا کہ سب کے ساتھ رہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر ہمارے اطراف وبلاد میں دستور ہے۔ ہاں یہ لحاظ ضروری ہے کہ شوہر کے رشتہ دار اسے ناحق ایذ نہ دیں۔ عورت اپنی سوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اس کو دے دے جس میں دروازہ ہو اور عورت اسے بند کرسکتی ہو کہ اس کا سامان محفوظ رہے تو اب دوسرا مکان طلب کرنے کا اسے اختیار نہیں۔ بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار، عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔

عورت تنہا مکان چاہتی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اسے ایسا مکان دے جس میں پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ ضروریات علیحدہ ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے۔ اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔

یہ بات ضروری ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پڑوسی صالحین ہوں کہ فاسقوں بدچلنوں میں خود بھی رہنا اچھا نہیں نہ کہ ایسے مقام پر عورت کا ہونا۔ اگر مکان بہت بڑا ہو کہ عورت وہاں تنہا رہنے سے گھبراتی اور ڈرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی نیک عورت رکھے جس سے دل وابستگی ہو اور جی بہلا رہے یا عورت کو کوئی دوسرا مکان دے جو اتنا بڑا نہ ہو اور اس کے ہمسایہ نیک لوگ ہوں۔ (درمختار، باب نفقہ)

علامہ ابن عابدین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آسکتے ہیں۔ شوہر منع نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہوں تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ یونہی عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار بار جاسکتی ہے مگر رات بغیر اجازت اپنے شوہر وہاں نہیں رہ سکتی اور غیروں کے یہاں جانے یا ان کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ تقریبوں کی شرکت سے منع کردے عورت بغیر اجازت جائے گی تو گناہ گار ہوگی اور اجازت سے گئی اور وہاں پردہ کا خیال نہ رکھا اور شوہر کو یہ بات معلوم ہے تو دونوں گنہگار ہوئے۔

جس کام میں شوہر کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، نہ اس میں کوئی نقصان ہو اگر عورت گھر میں وہ کام کرلیا کرے جیسے کپڑا سینا پرونا کاڑھنا یا ایسے ہی اور دوسرے کام جن کیلئے گھر سے باہر نہ جانا پڑے تو ایسے کاموں سے منع کرنے کی حاجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ شوہر گھر نہ ہو کہ ان کاموں سے جی بہلتا رہے گا اور بے کار بیٹھے گی تو وسوسے اور خطرے پیدا ہوتے رہیں گے اور لایعنی وفضول باتوں میں مشغول ہوگی۔ (ردمحتار، کتاب طلاق، باب نفقہ)

بیوی کو الگ رہائش فراہم کرنے کا بیان

(وَعَلَى الزَّوْجِ اَنْ يُسْكِنَهَا فِيْ دَارٍ مُفْرَدَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اَحَدٌ مِنْ اَهْلِهِ اِلَّا اَنْ تَخْتَارَ ذٰلِكَ) لِاَنَّ

السُّكْنٰى مِنْ كِفَايَتِهَا فَتَجِبُ لَهَا كَالنَّفَقَةِ، وَقَدْ اَوْجَبَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَقْرُوْنًا بِالنَّفَقَةِ، وَاِذَا وَجَبَ حَقًّا لَهَا لَيْسَ لَهُ اَنْ يُشْرِكَ غَيْرَهَا فِيْهِ لِاَنَّهَا تَتَضَرَّرُ بِهٖ، فَاِنَّهَا لَا تَاْمَنُ عَلٰى مَتَاعِهَا، وَيَمْنَعُهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَمِنَ الْاِسْتِمْتَاعِ، اِلَّا اَنْ تَخْتَارَ لِاَنَّهَا رَضِيَتْ بِانْتِقَاصِ حَقِّهَا (وَاِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يُسْكِنَهُ مَعَهَا) لِمَا بَيَّنَّا وَلَوْ اَسْكَنَهَا فِيْ بَيْتٍ مِنَ الدَّارِ مُفْرَدٍ وَلَهُ غَلَقٌ كَفَاهَا لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ قَدْ حَصَلَ .

(وَلَهُ اَنْ يَمْنَعَ وَالِدَيْهَا وَوَلَدَهَا مِنْ غَيْرِهٖ وَاَهْلَهَا مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَيْهَا) لِاَنَّ الْمَنْزِلَ مِلْكُهُ فَلَهُ حَقُّ الْمَنْعِ مِنْ دُخُوْلِ مِلْكِهٖ (وَلَا يَمْنَعُهُمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَيْهَا وَكَلَامِهَا فِيْ اَيِّ وَقْتٍ اخْتَارُوْا) لِمَا فِيْهِ مِنْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ، وَلَيْسَ لَهُ فِيْ ذٰلِكَ ضَرَرٌ، وَقِيْلَ: لَا يَمْنَعُهَا مِنَ الدُّخُوْلِ وَالْكَلَامِ وَاِنَّمَا يَمْنَعُهُمْ مِنَ الْقَرَارِ وَالدَّوَامِ لِاَنَّ الْفِتْنَةَ فِي اللَّبَاثِ وَتَطْوِيْلِ الْكَلَامِ، وَقِيْلَ: لَا يَمْنَعُهَا مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَى الْوَالِدَيْنِ وَلَا يَمْنَعُهُمَا مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَيْهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ، وَفِيْ غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَحَارِمِ التَّقْدِيْرُ بِسَنَةٍ وَهُوَ الصَّحِيْحُ .

اور شوہر پر یہ بات لازم ہے: وہ اپنی بیوی کو ایسے مکان میں رہائش فراہم کرے جس میں شوہر کے خاندان کا کوئی بھی فرد نہ رہتا ہو البتہ عورت خود ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رہائش فراہم کرنا عورت کی کفایت کا حصہ ہے لہٰذا خرچ کی طرح رہائش فراہم کرنا بھی لازم ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خرچ کے ہمراہ لازم قرار دیا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو رہائش عورت کا شرعی حق ہوگا اور اسے اس بارے میں اختیار ہوگا' دوسرا اس میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو' کیونکہ دوسرے کی شرکت کے نتیجے میں اسے تکلیف لاحق ہوسکتی ہے' اس کا سامان محفوظ نہیں رہے گا اس طرح وہ اپنے شوہر کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ نہیں رہ سکے گی اور نہ ہی ازدواجی تعلقات کا فائدہ حاصل کر سکے گی۔

لیکن اگر عورت خود کسی کو اجازت دے' تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے' کیونکہ وہ اپنے حق میں کمی کرنے پر خود راضی ہوئی ہے۔ اگر شوہر کا دوسری بیوی سے بیٹا ہو' تو وہ اس بیوی کے ساتھ اسے نہیں ٹھہرا سکے گا اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اگر شوہر اپنے گھر میں بیوی کو ایسے الگ کمرے میں رہائش فراہم کرتا ہے' جس کا دروازہ الگ ہو' تو یہ کافی ہوگا' کیونکہ اس کے نتیجے میں مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ بیوی کے والدین' اس کے سابق شوہر سے اس کی اولاد' یا اس کے دیگر رشتے داروں کو' شوہر اپنے گھر آنے سے روک سکتا ہے' کیونکہ یہ گھر شوہر کی ملکیت ہے اور وہ اپنی ملکیت میں داخل ہونے سے کسی کو بھی روک سکتا ہے۔ شوہر کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا' وہ بیوی کو اس کے رشتے داروں سے' ملنے سے اور بات چیت کرنے سے روک دے' وہ جب چاہے اس سے ملاقات کر سکتے ہیں' کیونکہ اس روکنے کے نتیجے میں رشتہ داری کے حقوق کی پامالی لازم آتی ہے اور اس ملنے کے نتیجے میں شوہر کو کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے: شوہر اس ملاقات کی طرح' انہیں گھر میں داخل ہونے اور گفتگو کرنے سے بھی نہیں روک سکتا۔ البتہ قیام کرنے سے روک سکتا ہے' کیونکہ زیادہ طویل گفتگو اور قیام کے نتیجے میں ناگوار صورت حال سامنے آ سکتی ہے۔ بعض مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے: شوہر ہفتے میں ایک مرتبہ' بیوی کو اس کے والدین کے ہاں جانے' یا والدین کے عورت کے پاس آنے سے نہیں روک سکتا۔ البتہ دیگر محرم عزیزوں سے سال بھر میں ایک آدھ بار ملنے کی اجازت دے سکتا ہے اور یہی حکم درست ہے۔

موجود شوہر کے مال میں سے بیوی کے خرچ کی ادائیگی کا حکم

(وَاِذَا غَابَ الرَّجُلُ وَلَهُ مَالٌ فِيْ يَدِ رَجُلٍ يَعْتَرِفُ بِهِ وَبِالزَّوْجِيَّةِ فَرَضَ الْقَاضِيْ فِيْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَعْتَرِفْ بِهِ) لِاَنَّهُ لَمَا اَقَرَّ بِالزَّوْجِيَّةِ الْوَدِيْعَةِ فَقَدْ اَقَرَّ اَنَّ حَقَّ الْاَخْذِ لَهَا ؛ لِاَنَّ لَهَا اَنْ تَاْخُذَ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ حَقَّهَا مِنْ غَيْرِ رِضَاهُ، وَاِقْرَارُ صَاحِبِ الْيَدِ مَقْبُوْلٌ فِيْ حَقِّ نَفْسِهِ لَا سِيَّمَا هَاهُنَا فَاِنَّهُ لَوْ اَنْكَرَ اَحَدَ الْاَمْرَيْنِ لَا تُقْبَلُ بَيِّنَةُ الْمَرْاَةِ فِيْهِ لِاَنَّ الْمُوْدَعَ لَيْسَ بِخَصْمٍ فِيْ اِثْبَاتِ الزَّوْجِيَّةِ عَلَيْهِ وَلَا الْمَرْاَةُ خَصْمٌ فِيْ اِثْبَاتِ حُقُوْقِ الْغَائِبِ، وَاِذَا ثَبَتَ فِيْ حَقِّهِ تَعَدّٰى اِلَى الْغَائِبِ، وَكَذَا اِذَا كَانَ الْمَالُ فِيْ يَدِهِ مُضَارَبَةً، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الدَّيْنِ، وَهٰذَا كُلُّهُ اِذَا كَانَ الْمَالُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا دَرَاهِمَ اَوْ دَنَانِيْرَ اَوْ طَعَامًا اَوْ كِسْوَةً مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا، اَمَّا اِذَا كَانَ مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ لَا تُفْرَضُ النَّفَقَةُ فِيْهِ لِاَنَّهُ يَحْتَاجُ اِلَى الْبَيْعِ، وَلَا يُبَاعُ مَالُ الْغَائِبِ بِالْاِتِّفَاقِ، اَمَّا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَلِاَنَّهُ لَا يُبَاعُ عَلَى الْحَاضِرِ وَكَذَا عَلَى الْغَائِبِ، وَاَمَّا عِنْدَهُمَا فَلِاَنَّهُ اِنْ كَانَ يَقْضِيْ عَلَى الْحَاضِرِ لِاَنَّهُ يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ لَا يَقْضِيْ عَلَى الْغَائِبِ لِاَنَّهُ لَا يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ .

قَالَ (وَيَاْخُذُ مِنْهَا كَفِيْلًا بِهَا) نَظَرًا لِلْغَائِبِ لِاَنَّهَا رُبَّمَا اسْتَوْفَتِ النَّفَقَةَ اَوْ طَلَّقَهَا الزَّوْجُ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَرْقٌ بَيْنَ هٰذَا وَبَيْنَ الْمِيْرَاثِ اِذَا قُسِمَ بَيْنَ وَرَثَةٍ حُضُوْرٍ بِالْبَيِّنَةِ وَلَمْ يَقُوْلُوْا: لَا نَعْلَمُ لَهُ وَارِثًا اٰخَرَ حَيْثُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمُ الْكَفِيْلُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ لِاَنَّ هُنَاكَ الْمَكْفُوْلَ لَهُ مَجْهُوْلٌ وَهَاهُنَا مَعْلُوْمٌ وَهُوَ الزَّوْجُ وَيُحَلِّفُهَا بِاللّٰهِ مَا اَعْطَاهَا النَّفَقَةَ نَظَرًا لِلْغَائِبِ .

قَالَ (وَلَا يَقْضِيْ بِنَفَقَةٍ فِيْ مَالِ غَائِبٍ اِلَّا لِهٰؤُلَاءِ) وَوَجْهُ الْفَرْقِ هُوَ اَنَّ نَفَقَةَ هٰؤُلَاءِ وَاجِبَةٌ قَبْلَ قَضَاءِ الْقَاضِيْ وَلِهٰذَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَاْخُذُوْا قَبْلَ الْقَضَاءِ فَكَانَ قَضَاءُ الْقَاضِيْ اِعَانَةً لَهُمْ، اَمَّا غَيْرُهُمْ مِنَ الْمَحَارِمِ فَنَفَقَتُهُمْ اِنَّمَا تَجِبُ بِالْقَضَاءِ لِاَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيْهِ، وَالْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ لَا

يَجُوزُ، وَلَوْ لَمْ يَعْلَمِ الْقَاضِىْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ مُقِرًّا بِهٖ فَاَقَامَتِ الْبَيِّنَةَ عَلَى الزَّوْجِيَّةِ اَوْ لَمْ يُخَلِّفْ مَالًا فَاَقَامَتِ الْبَيِّنَةَ لِيَفْرِضَ الْقَاضِىْ نَفَقَتَهَا عَلَى الْغَائِبِ وَيَاْمُرَهَا بِالْاِسْتِدَانَةِ لَا يَقْضِى الْقَاضِىْ بِذٰلِكَ لِاَنَّ فِىْ ذٰلِكَ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ .

وَقَالَ زُفَرُ: يَقْضِىْ فِيْهِ لِاَنَّ فِيْهِ نَظَرًا لَهَا وَلَا ضَرَرَ فِيْهِ عَلَى الْغَائِبِ، فَاِنَّهٗ لَوْ حَضَرَ وَصَدَّقَهَا فَقَدْ اَخَذَتْ حَقَّهَا، وَاِنْ جَحَدَ يَحْلِفُ، فَاِنْ نَكَلَ فَقَدْ صَدَقَ، وَاِنْ اَقَامَتْ بَيِّنَةً فَقَدْ ثَبَتَ حَقُّهَا، وَاِنْ عَجَزَتْ يَضْمَنُ الْكَفِيلُ اَوِ الْمَرْاَةُ، وَعَمَلُ الْقُضَاةِ الْيَوْمَ عَلٰى هٰذَا اَنَّهٗ يَقْضِىْ بِالنَّفَقَةِ عَلَى الْغَائِبِ لِحَاجَةِ النَّاسِ وَهُوَ مُجْتَهَدٌ فِيْهِ، وَفِىْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ اَقَاوِيْلُ مَرْجُوْعٌ عَنْهَا فَلَمْ يَذْكُرْهَا .

اور اگر کوئی شخص کہیں چلا جاتا ہے اور اس کا کچھ مال کسی دوسرے شخص کے پاس موجود ہو' جس کا اس نے اعتراف بھی کیا ہو اور وہ یہ بھی اعتراف کرے کہ یہ عورت اس غیر موجود مرد کی بیوی ہے' تو قاضی اس مال میں سے اس غیر موجود شخص کی بیوی اس کی کمسن اولاد اور اس غیر موجود شخص کے والدین کا حصہ مقرر کر دے گا۔

اسی طرح اگر قاضی کو امانت کے مال کا علم ہو جائے' خواہ امانت رکھنے والا شخص اس کا اعتراف نہ بھی کرے (تو یہی حکم ہوگا) پہلے مسئلے کی وجہ یہ ہے: جب اس نے زوجیت اور ودیعت دونوں کا اقرار کر لیا تو گویا اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس بیوی کو اس مال میں سے خرچ لینے کا حق حاصل ہے' کیونکہ بیوی شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی اس کے مال میں سے اپنی ضرورت کے مطابق خرچ لے سکتی ہے اور مال پر قبضہ رکھنے والے شخص کا اقرار اپنی ذات کے حق میں مقبول ہوگا خصوصاً زیر بحث مسئلے میں ضرور قبول کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے: اگر وہ ودیعت یا زوجیت میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر دیتا تو اس کے مقابلے میں عورت کے گواہ قبول نہیں کئے جاتے' کیونکہ زوجیت کے ثبوت کے لئے ودیعت رکھنے والا شخص خصم (فریق مخالف) نہیں بن سکتا۔ اسی طرح بیوی غیر موجود شخص کے حقوق ثابت کرنے کے لئے خصم نہیں بن سکتی۔

لیکن جب ودیعت رکھنے والا شخص خود دونوں باتوں کا اقرار کرے' تو یہ ثبوت اور یہ اعتراف غیر موجود شخص کی طرف متعدی ہوگا۔ اگر اس غیر موجود شخص کا مال اس کے پاس مضاربت کے طور پر ہو' تو مسئلے کی یہی صورت ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمے اس غیر موجود شخص کا مال بطور قرض ہو' تو بھی یہی صورت ہوگی۔

یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جب وہ مال عورت کے حق جنس سے تعلق رکھتا ہو' جیسے روپیہ پیسہ' اناج اور لباس' جس کا حق عورت کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ مال عورت کے حق کی جنس سے مختلف ہو' تو قاضی اس میں سے خرچ مقرر نہیں کرے گا' کیونکہ خرچ مقرر کرنے کے لئے مال کو فروخت کرنا پڑے گا' اور یہ ایک طے شدہ اصول ہے: غیر موجود شخص کا مال فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک: اس حکم کی وجہ یہ ہے: جس طرح موجود شخص کا مال فروخت نہیں کیا جا سکتا اسی طرح غیر موجود شخص کا مال بھی فروخت نہیں کیا جا سکتا' جبکہ صاحبین کے نزدیک حکم یہ ہے: حاضر شخص کے مال کو فروخت کرنے کا حکم قاضی اس وقت

دیتا ہے جب وہ شخص حق کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے' لیکن غیر موجود شخص کے بارے میں فیصلہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس کے انکار کے (ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں پتہ نہیں چل سکتا۔ فرماتے ہیں: قاضی فیصلہ کرتے ہوئے اس عورت کی طرف سے ایک ضامن لے گا تاکہ اس غیر موجود شخص کے مال کی نگہداشت بھی ہو سکے کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی مرد سے پہلے ہی اپنا خرچ وصول کر چکی ہوتی ہے اور وہ مرد اسے طلاق دے چکا ہوتا ہے اور اس کی عدت بھی گزر چکی ہوتی ہے۔

اس مسئلے اور وراثت کے درمیان فرق یہ ہے: جب ثبوت کی موجودگی میں ورثاء کے درمیان وراثت کو تقسیم کر دیا جائے اور انہوں نے یہ نہ کہا ہو: ہمارے علم کے مطابق (مرحوم کا) اور کوئی وارث نہیں ہے' تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس صورت میں ان سے کفیل نہیں لیا جائے گا' کیونکہ وہاں وہ شخص جس کے لئے کفیل لیا جا رہا ہے' نامعلوم ہے اور یہاں معلوم ہے اور وہ عورت کا شوہر ہے' اس لئے قاضی اس عورت سے قسم لے گا خدا کی قسم شوہر نے اسے خرچ نہیں دیا تھا تاکہ غیر موجود شخص پر شفقت ثابت ہو سکے۔

فرماتے ہیں: ان کے علاوہ اور کسی کے لئے قاضی غائب شخص کے مال میں سے فیصلہ نہیں دے سکتا۔ فرق کی وجہ یہ ہے: ان لوگوں کا حق قاضی کے فیصلے سے پہلے ہی لازم تھا اس لئے اس فیصلے سے پہلے ہی انہیں خرچ لینے کا اختیار تھا قاضی کا فیصلہ ان لوگوں کی مددشمار ہوگا۔ جہاں تک دیگر رشتے داروں کے خرچ کا تعلق ہے' تو ان کا خرچ قاضی کے فیصلے سے ہی ہو سکتا ہے' کیونکہ قاضی اس حوالے سے مجتہد ہوتا ہے اور غیر موجود شخص کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر قاضی کو اس عورت کا اس شخص کی بیوی ہونا معلوم نہ ہو اور جس شخص کے پاس ودیعت رکھی گئی تھی وہ بھی اقرار نہ کرے اور پھر بیوی' اپنے بیوی ہونے کا ثبوت پیش کر دے' یا شوہر نے مال ہی نہ چھوڑا ہو' لیکن عورت اس بات کا ثبوت پیش کر دے تاکہ قاضی غائب شخص کے خلاف اس کا خرچ مقرر کر دے' اور بیوی کو قرض لینے کا حکم دے' تو (ثبوت پیش کر دینے کے باوجود) قاضی یہ حکم نہیں دے سکتا' چونکہ اس صورت میں غیر موجود شخص کے خلاف فیصلہ کرنا لازم آتا ہے۔

امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے: ایسی صورت میں قاضی فیصلہ دے گا' کیونکہ اس صورت میں عورت کے لئے شفقت پائی جاتی ہے' اور غیر موجود شخص کے خلاف کوئی ضرر نہیں ہے' کیونکہ اگر وہ حاضر ہو اور عورت کی بات کی تصدیق کر دے' تو عورت نے اپنا حق وصول کر لیا ہے اور اگر وہ انکار بھی کر دے' تو اس سے قسم لی جائے گی پھر اگر وہ قسم سے انکار کر دیتا ہے' تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اگر وہ عورت کوئی ثبوت پیش کر دے تو اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اگر وہ عورت ثبوت پیش نہ کر سکے تو وہ عورت یا اس کا کفیل اس مال کے ذمہ دار ہوں گے۔ آج کل کے قاضی حضرات اسی قول کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں۔ لوگوں کی ضرورت کی پیش نظر قاضی غیر موجود شخص کے خلاف خرچ کا فیصلہ دیتا ہے اس میں بھی اجتہاد پایا جاتا ہے اور اس بارے میں ایسے اقوال بھی ہیں جن سے رجوع کیا جا چکا ہے' اس لئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مطلقہ کے لئے نفقہ وسکنہ فراہم کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل نفقہ وسکنہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ حالت نکاح کے احکام نفقہ وسکنہ سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے حالت مفارقت کے نفقہ وسکنہ کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۲۳۰، بیروت)

کیونکہ نکاح کی حالت میں نفقہ وسکنہ کا سبب نکاح سے ہے اور نکاح چونکہ مفارقت سے مقدم ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو مقدم ذکر کیا ہے اور مفارقت نکاح کے بعد طلاق وغیرہ کے سبب سے ہے اور یہ عوارض مؤخر ہیں لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ عوارض مؤخرہ کے سبب ہونے کے پیش نظر اس فصل کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

"اگر مرد ہر ایک کو واجب کردہ اخراجات اور لباس وغیرہ دیتا ہے تو پھر اس پر ان دونوں میں نفقہ اور لباس میں برابری کرنا واجب نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے ایک شخص جس کی دو بیویاں تھیں کے متعلق فرمایا: اس کو حق حاصل ہے کہ وہ ایک کو دوسری پر نفقہ اور شہوات اور رہائش میں فضیلت دے، جب دوسری کے پاس کفائت کرنے والے اخراجات اور رہائش وغیرہ ہو، اور وہ اس کے لیے دوسری بیوی سے زیادہ قیمتی لباس خرید سکتا ہے، اور یہ کفایت میں ہو۔ (المغنی (10/242)۔)

اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت وارد ہے کہ: "نفقہ اور لباس وغیرہ میں خاوند پر عدل کرنا واجب ہے، اور اسے کسی ایک کو فضیلت دینے کا حق نہیں۔

طلاق یافتہ عورت کو خرچ اور رہائش فراہم کرنا

(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى فِىْ عِدَّتِهَا رَجْعِيًّا كَانَ اَوْ بَائِنًا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا نَفَقَةَ لِلْمَبْتُوتَةِ اِلَّا اِذَا كَانَتْ حَامِلًا، اَمَّا الرَّجْعِيُّ فَلِاَنَّ النِّكَاحَ بَعْدَهُ قَائِمٌ لَا سِيَّمَا عِنْدَنَا فَاِنَّهُ يَحِلُّ لَهُ الْوَطْءُ، وَاَمَّا الْبَائِنُ فَوَجْهُ قَوْلِهِ مَا رُوِىَ (عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ: طَلَّقَنِىْ زَوْجِى ثَلَاثًا فَلَمْ يَفْرِضْ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً وَلِاَنَّهُ لَا مِلْكَ لَهُ وَهِىَ مُرَتَّبَةٌ عَلَى الْمِلْكِ وَلِهٰذَا لَا تَجِبُ لِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لِانْعِدَامِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَتْ حَامِلًا لِاَنَّا عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى (وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا

عَلَيْهِنَّ) الْآيَةَ .

وَلَنَا أَنَّ النَّفَقَةَ جَزَاءُ احْتِبَاسٍ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَالِاحْتِبَاسُ قَائِمٌ فِي حَقِّ حُكْمٍ مَقْصُودٍ بِالنِّكَاحِ وَهُوَ الْوَلَدُ إِذِ الْعِدَّةُ وَاجِبَةٌ لِصِيَانَةِ الْوَلَدِ فَتَجِبُ النَّفَقَةُ وَلِهٰذَا كَانَ لَهَا السُّكْنٰى بِالْإِجْمَاعِ وَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَتْ حَامِلًا .وَحَدِيثُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَدَّهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ قَالَ: لَا نَدَعُ كِتَابَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا بِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي صَدَقَتْ أَمْ كَذَبَتْ حَفِظَتْ أَمْ نَسِيَتْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (لِلْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى مَا دَامَتْ فِي الْعِدَّةِ(۲)) وَرَدَّهُ أَيْضًا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے' جو رجعی ہو یا بائنہ ہو' تو عدت کے دوران اس عورت کے اخراجات اور رہائش انتظام شوہر کے ذمے ہوگا۔امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: طلاق بائنہ حاصل کرنے والی عورت کو خرچ نہیں ملے گا۔ البتہ اگر وہ حاملہ ہو' تو اسے خرچ دیا جائے گا۔

رجعی طلاق کی صورت میں خرچ اس لئے لازم ہوتا ہے' کیونکہ عدت پوری ہونے تک نکاح برقرار رہتا ہے۔بطور خاص ہمارے نزدیک' کیونکہ اس دوران صحبت کرنا جائز ہوتا ہے۔بائنہ طلاق کی صورت میں خرچ کے لازم نہ ہونے کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا وہ فیصلہ ہے' جو فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے بارے میں دیا تھا جسے انہوں نے روایت کیا ہے' وہ فرماتی ہیں: میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیدیں' تو نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے خرچ اور رہائش کا حق مقرر نہیں کیا تھا۔امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے: ایسی عورت پر شوہر کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے' جبکہ خرچ کا تعلق ملک سے متعلق ہوتا ہے' اس لئے اس عورت کو خرچ کی ادائیگی لازم نہ ہوگی' جس کا شوہر فوت ہو جاتا ہے' کیونکہ یہاں بھی ملکیت زائل ہو چکی ہے۔جہاں تک حاملہ عورت کے مسئلے کا تعلق ہے' تو اس کے خرچ کا وجوب قرآن سے ثابت ہے' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:''(وہ طلاق یافتہ عورتیں) حمل کی حالت میں ہوں' تو انہیں خرچ دو''۔ہماری دلیل وہ ہے: جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں: خرچ عورت کو روکنے کی عوض میں دیا جاتا ہے اور نکاح کے مقصود یعنی اولاد کے لحاظ سے یہ مفہوم پایا جا رہا ہے کہ اس اولاد کی وجہ سے عدت لازم ہوتی ہے' لہٰذا خرچ بھی لازم ہوگا اس لئے رہائش کی جگہ کا انتظام کرنا بھی لازم ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے وہ عورت حاملہ ہو (تو یہی حکم ہوتا ہے) جہاں تک سیدہ فاطمہ بنت قیس ۲ کی نقل کردہ روایت کا تعلق ہے' تو اسے حضرت عمر نے مسترد کر دیا تھا۔انہوں نے یہ فرمایا تھا:

''ہم اپنے پروردگار کی کتاب کا حکم اور اپنے نبی کی سنت کا حکم ایک عورت کے بیان کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے' ہمیں نہیں پتہ کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے' یا غلط بیانی کر رہی ہے' اسے یہ بات صحیح طرح یاد ہے' یا وہ بھول چکی ہے''۔(حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا تھا) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:''تین طلاقیں ملنے والی عورت کو رہائش اور خرچ ملے گا' جب تک وہ عدت

پوری کرتی ہے''۔ اسی طرح حضرت زید بن ثابت' حضرت اسامہ بن زید' حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے بھی اس خاتون کے بیان کو مسترد کر دیا تھا۔

بیوہ عورت کے لئے نفقہ نہ ہونے کا بیان

(وَلَا نَفَقَةَ لِلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا) لِاَنَّ احْتِبَاسَهَا لَيْسَ لِحَقِّ الزَّوْجِ بَلْ لِحَقِّ الشَّرْعِ فَاِنَّ التَّرَبُّصَ عِبَادَةٌ مِنْهَا .

اَلَا تَرٰى اَنَّ مَعْنَى التَّعَرُّفِ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ لَيْسَ بِمُرَاعًى فِيْهِ حَتّٰى لَا يُشْتَرَطَ فِيْهَا الْحَيْضُ فَلَا تَجِبُ نَفَقَتُهَا عَلَيْهِ، وَلِاَنَّ النَّفَقَةَ تَجِبُ شَيْئًا فَشَيْئًا وَلَا مِلْكَ لَهُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا يُمْكِنُ اِيْجَابُهَا فِيْ مِلْكِ الْوَرَثَةِ (وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْاَةِ بِمَعْصِيَةٍ مِثْلَ الرِّدَّةِ وَتَقْبِيلِ ابْنِ الزَّوْجِ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا) لِاَنَّهَا صَارَتْ حَابِسَةً نَفْسَهَا بِغَيْرِ حَقٍّ فَصَارَتْ كَمَا اِذَا كَانَتْ نَاشِزَةً، بِخِلَافِ الْمَهْرِ بَعْدَ الدُّخُولِ لِاَنَّهُ وُجِدَ التَّسْلِيْمُ فِيْ حَقِّ الْمَهْرِ بِالْوَطْءِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا جَاءَتِ الْفُرْقَةُ مِنْ قِبَلِهَا بِغَيْرِ مَعْصِيَةٍ كَخِيَارِ الْعِتْقِ وَخِيَارِ الْبُلُوْغِ وَالتَّفْرِيْقِ لِعَدَمِ الْكَفَاءَةِ لِاَنَّهَا حَبَسَتْ نَفْسَهَا بِحَقٍّ وَذٰلِكَ لَا يُسْقِطُ النَّفَقَةَ كَمَا اِذَا حَبَسَتْ نَفْسَهَا لِاسْتِيْفَاءِ الْمَهْرِ .

اور بیوہ عورت کو خرچ نہیں ملے گا' کیونکہ اس کا حق شوہر کے حق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شریعت کے حق کی وجہ سے ہے' کیونکہ اس کا اس عدت کو گزارنا عبادت کے طور پر ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ اس عدت کا بنیادی مقصد رحم کے بری ہونے کی معرفت کا حصول نہیں ہے' یہاں تک کہ اس میں حیض بھی شرط نہیں ہے' اس لئے مرحوم شوہر پر اس عورت کا خرچ لازم نہیں ہوتا۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے: خرچ تھوڑا' تھوڑا کر کے لازم ہوتا ہے' موت کے بعد شوہر کی کوئی ملکیت باقی نہیں رہی اور ورثاء کی ملکیت میں خرچ واجب کرنا عملی طور پر ممکن نہیں ہے۔

ہر وہ علیحدگی' جس کی بنیادی وجہ عورت کی طرف سے معصیت ہو' جیسے وہ (معاذ اللہ) مرتد ہو جائے' یا شوہر کے بیٹے کا (شہوت کے ساتھ) بوسہ لے تو اس عورت کو خرچ نہیں ملے گا' کیونکہ اس صورت میں اس نے خود اپنی ذات کو ناحق طور پر روکا ہے اور اس کی مثال نافرمان عورت کی طرح ہو جائے گی' جبکہ صحبت کے بعد مہر کے لازم ہونے کا حکم اس سے مختلف ہے چونکہ صحبت کرنے کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو مرد کے سپرد کر چکی ہے' لہٰذا اس کا مہر ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ صورت اس حکم سے بھی مختلف ہے' جب جدائی کی وجہ عورت ہو' لیکن اس میں معصیت نہ پائی جا رہی ہو' جیسے آزاد ہونے پر حاصل ہونے والا اختیار' بالغ ہونے پر حاصل ہونے والا اختیار یا کفو نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والی علیحدگی وغیرہ' کیونکہ ان تمام صورتوں میں عورت نے اپنے آپ کو اپنے حق کی وجہ سے روکا ہے' اس لئے اس سے خرچ ساقط نہیں ہوگا۔ جیسے اگر وہ مہر ملنے سے پہلے' اپنے آپ کو مرد کے سپرد نہیں کرتی' تو اس دوران اسے خرچ ملتا رہے گا۔

اگر مطلقہ عورت مرتد ہو جائے تو اس کا خرچ ساقط ہو جائے گا

(وَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ ارْتَدَّتْ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سَقَطَتْ نَفَقَتُهَا، وَاِنْ مَكَّنَتْ ابْنَ زَوْجِهَا) مِنْ نَفْسِهَا (فَلَهَا النَّفَقَةُ) مَعْنَاهُ: مَكَّنَتْ بَعْدَ الطَّلَاقِ، لِاَنَّ الْفُرْقَةَ تَثْبُتُ بِالطَّلَقَاتِ الثَّلَاثِ وَلَا عَمَلَ فِيهَا لِلرِّدَّةِ وَالتَّمْكِينِ، اِلَّا اَنَّ الْمُرْتَدَّةَ تُحْبَسُ حَتّٰى تَتُوبَ، وَلَا نَفَقَةَ لِلْمَحْبُوسَةِ، وَالْمُمَكِّنَةُ لَا تُحْبَسُ فَلِهٰذَا يَقَعُ الْفَرْقُ .

اور اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے اور پھر عورت ''معاذ اللہ'' مرتد ہو جائے تو اس کا خرچ ساقط ہو جائے گا لیکن اگر وہ شوہر کے بیٹے کو صحبت کا موقع دے تو اس کا خرچ ساقط نہیں ہوگا۔ اس کا مفہوم یہ ہے: وہ طلاق کے بعد اس کا موقع دے کیونکہ علیحدگی تو تین طلاقوں کی وجہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس میں مرتد ہونے یا شوہر کے بیٹے کو موقع دینے کا کوئی داخل نہیں ہے البتہ مرتد ہونے کے نتیجے میں اسے قید کر دیا جاتا ہے جب تک وہ توبہ نہیں کر لیتی اور قیدی کا خرچ لازم نہیں ہوگا' جبکہ جو عورت شوہر کے بیٹے کو موقع دیتی ہے اسے قید نہیں کیا جاتا ہے اس لئے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوگا۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل اولاد کے خرچ کے بیان میں ہے﴾

فصل اولاد خرچ کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے زوجہ کے خرچ سے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کیا ہے' کیونکہ نفقہ کی ابتداء بلکہ اولاد کے وجود کا سبب ہی زوجہ ہے لہٰذا اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اولاد باعتبار وجود بیوی سے مؤخر ہے۔ لہٰذا موقوف علیہ کو موقوف پر مقدم ذکر کرنا اصول کے مطابق ہے۔

کتاب وسنت میں بہت سارے دلائل ملتے ہیں جو اولاد پر خرچہ کرنے کی ترغیب دلاتے اور ابھارتے ہیں اور اس کی فضیلت کو بیان کرتے ہیں ذیل میں ہم چندایک دلائل کا ذکر کریں گے۔

قرآن مجید سے نفقہ اولاد کے دلائل کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ دستور کے مطابق ان کا روٹی کپڑا ہے) (البقرۃ 233)

اور اللہ تبارک وتعالی کا ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح ارشاد ہے: (اور وسعت اور کشادہ رزق والے کے لیے اپنی وسعت کشادگی سے خرچ کرنا ضروری ہے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ اللہ تعالی نے اسے جو کچھ دے رکھا ہے اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ کرے) (الطلاق 7)

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا: (اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالی اس کے بدلے میں تمہیں اور زیادہ عطا کرتا ہے اور وہ اللہ ہی سب سے بہتر رازق وروزی دینے والا ہے) (سبا 39)

احادیث کے مطابق نفقہ اولاد کے دلائل کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیث وارد ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں اور بچوں اور خاص کر لڑکیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی ہے جن میں سے چندایک یہ ہیں۔

(ا) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایک دینار اللہ تعالی کے راستے میں آپ کا خرچ کرنا اور ایک وہ دینار ہے' جو آپ نے غلامی کی آزادی کے لیے خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے' جو آپ نے مسکین پر صدقہ کیا، اور ایک دینار وہ ہے' جو آپ نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا، ان میں سے سب سے زیادہ اجر وثواب والا وہ ہے' جو آپ نے اپنے اہل عیال پر خرچ کیا) (صحیح مسلم حدیث نمبر (995)

(۲) رسول اکرم ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (سب سے افضل دینار وہ ہے جو آدمی اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار جو اپنے جانور پر اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار جو اللہ تعالی کے راستے میں اپنے دوست واحباب پر خرچ کرتا ہے) (صحیح مسلم حدیث نمبر (994)

(۳) حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں اہل عیال سے ابتداء کی گئی ہے، پھر ابوقلابہ کہتے ہیں کہ کہ اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرنے والے سے زیادہ اجر وثواب کا مالک کون ہوسکتا ہے جن بچوں کی بنا پر اللہ تعالی اسے معاف کردے گا یا پھر ان کی بنا پر اللہ تعالی اسے نفع دے اور انہیں غنی کردے۔

(۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے انہیں فرمایا: (تو کوئی بھی چیز اللہ تعالی کے راستے میں اللہ تعالی کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے تو تجھے اس پر اجر ثواب ملے گا حتی کہ وہ چیز بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے (اس کا بھی اجر وثواب ملے گا) صحیح بخاری حدیث نمبر (1295) صحیح مسلم حدیث نمبر (1628)

(۵) حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (جب آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے) (صحیح بخاری حدیث نمبر (55) صحیح مسلم حدیث نمبر (1002)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: (بندے جب بھی صبح کرتے ہیں' تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سا یک یہ کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور زیادہ عطا فرما اور اس کا نعم البلد دے اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ خرچ نہ کرنے والے کو اور کم عطا کر اور باقی ماندہ کو ضائع کردے) (صحیح بخاری حدیث نمبر (1442) صحیح مسلم حدیث نمبر (1010)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت مانگنے آء اور اسے کے ساتھ اس کی دو بچیاں بھی تھیں' تو اس نے میرے پاس سوائے کھجور کے اور کچھ بھی نہ پایا تو میں نے وہی ایک کھجور اسے دے دی تو اس نے وہ کھجور دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود کچھ بھی نہ کھایا اور پھر اٹھ کر چلی گئی اس کے بعد نبی ﷺ گھر میں تشریف لائے' تو میں نے انہیں یہ ماجرا سنایا تو نبی ﷺ فرمانے لگے: (ان لڑکیوں کے بارہ میں جسے بھی آزمائش میں ڈالا جائے (یعنی جس کے ہاں بھی بیٹیاں ہوں) تو وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اچھی تربیت کرے تو وہ اس کیلئے آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گی)۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (1418) صحیح مسلم حدیث نمبر (2629)

(۸) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی تو میں نے اسے تین کھجوریں دیں' تو اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دی اور جب وہ خود کھجور کھانے کے لیے اٹھانے لگی' تو اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ کھجور بھی کھانے کے لیے مانگ لی تو اس عورت نے وہ کھجوری بھی دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے انہیں دے دی جو خود کھانے کا ارادہ رکھتی تھی مجھے اس کا یہ کام بہت ہی اچھا لگا بعد میں میں اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: (اللہ تعالی نے اس عورت کو اس کے بدلے میں جنت دے دی یا اس کی بنا پر آگ سے آزاد کر دیا)۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (2630)

(۹) انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس نے بھی دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی وہ اور میں قیامت کے روز اکٹھے آئیں گے، اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کا ملایا) صحیح مسلم حدیث نمبر (2631) اور اس موضوع میں بہت سی احادیث ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (غذاء الالباب (2/ 437) سے کچھ کمی وبیشی کے ساتھ لیا گیا ہے۔

اور ابن بطال رحمہ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آدمی اپنے آپ اور اہل وعیال پر خرچ کرے اور ان پر بھی جن کا خرچہ اس کے ذمہ لازم اور واجب ہے اور اس خرچ کرنے میں کوء کنجوسی سے کام نہ لے ان پر اتنا ہی خرچ کرے جتنا کہ واجب ہے اور اس میں اسراف بھی نہ کرے۔

اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور یہ وہ لوگ ہیں جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس میں اسراف وفضول خرچی نہیں کرتے اور نہ ہی اس میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور وہ ان دونوں کے دومیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں)۔ اور یہ خرچہ سب صدقات وخیرات اور خرچوں سے افضل ہے۔ (طرح التدریب، 2/ 74)

نابالغ اولاد کا خرچ صرف باپ پر لازم ہوگا

(وَنَفَقَةُ الْاَوْلَادِ الصِّغَارِ عَلَى الْاَبِ لَا يُشَارِكُهُ فِيهَا اَحَدٌ كَمَا لَا يُشَارِكُهُ فِيْ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ) وَالْمَوْلُوْدُ لَهُ هُوَ الْاَبُ (فَاِنْ كَانَ الصَّغِيْرُ رَضِيعًا فَلَيْسَ عَلٰى اُمِّهِ اَنْ تُرْضِعَهُ) لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الْكِفَايَةَ عَلَى الْاَبِ وَاُجْرَةَ الرَّضَاعِ كَالنَّفَقَةِ وَلِاَنَّهَا عَسَاهَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ لِعُذْرٍ بِهَا فَلَا مَعْنٰى لِلْجَبْرِ عَلَيْهِ .

وَقِيلَ فِيْ تَاْوِيْلِ قَوْلِه تَعَالٰى (لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا) بِاِلْزَامِهَا الْاِرْضَاعَ مَعَ كَرَاهَتِهَا، وَهٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَا بَيَانُ الْحُكْمِ، وَذٰلِكَ اِذَا كَانَ يُوْجَدُ مَنْ تُرْضِعُهُ، اَمَّا اِذَا كَانَ لَا تُوْجَدُ مَنْ تُرْضِعُهُ تُجْبَرُ الْاُمُّ عَلَى الْاِرْضَاعِ صِيَانَةً لِلصَّبِيِّ عَنِ الضَّيَاعِ .

قَالَ (وَيَسْتَاْجِرُ الْاَبُ مَنْ تُرْضِعُهُ عِنْدَهَا) اَمَّا اسْتِئْجَارُ الْاَبِ فَلِاَنَّ الْاَجْرَ عَلَيْهِ، وَقَوْلُهُ عِنْدَهَا مَعْنَاهُ اِذَا اَرَادَتْ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْحَجْرَ لَهَا .

اور نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے ذمے ہے اور اس بارے میں کوئی اس کا شریک نہیں ہوگا' جس طرح بیوی کے خرچ میں کوئی اس (شوہر) کا شریک نہیں ہوتا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''ان عورتوں کا خرچ اس کے ذمے ہے' جس کا بچہ ہے''۔ یہاں ''جس کا بچہ ہے'' سے مراد باپ ہے۔ اگر وہ کمسن بچہ دودھ پیتا ہو' تو اس کی ماں پر لازم نہیں ہے کہ اسے دودھ پلائے اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں: اس کی ضروریات پوری کرنا باپ کے ذمے ہے اور دودھ پلانے کا معاوضہ خرچ کی مانند ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: یہ امکان موجود ہے کہ اس کی ماں کسی عذر کی وجہ سے اسے دودھ نہ پلا سکتی ہو لہٰذا اس بارے میں زبردستی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم یہی ہے۔ ''ماں کو اس کے بچے کے حوالے سے ضرر نہ پہنچایا جائے''۔ یعنی

جب اسے یہ بات ناپسند ہو تو اسے دودھ پلانے کا پابند نہ کیا جائے۔ ہم نے جو یہ بات ذکر کی ہے یہ حکم کا بیان ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب بچے کو دودھ پلانے کے لئے کوئی عورت مل جائے۔ لیکن اگر اسے دودھ پلانے کے لئے کوئی عورت نہیں ملتی تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ بچے کو ہلاکت سے بچایا جاسکے۔ باپ ایسی عورت کو ملازم رکھے گا جو بچے کو اس کی ماں کے پاس دودھ پلائے جہاں تک باپ کے ملازم رکھنے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے: معاوضہ باپ کے ذمے ہے اور مصنف کے یہ الفاظ "اس (ماں) کے پاس" کا مطلب یہ ہے: جب ماں یہ چاہے (یعنی بچے کو ماں سے دور نہیں کیا جاسکتا) کیونکہ گود کا حق اسے حاصل ہے۔

بچے کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی فرض ہے

(وَإِنْ اسْتَأْجَرَهَا وَهِيَ زَوْجَتُهُ أَوْ مُعْتَدَّتُهُ لِتُرْضِعَ وَلَدَهَا) لَمْ يَجُزْ لِأَنَّ الْإِرْضَاعَ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهَا دِيَانَةً .قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ) إِلَّا أَنَّهَا عُذِرَتْ لِاحْتِمَالِ عَجْزِهَا، فَإِذَا أَقْدَمَتْ عَلَيْهِ بِالْأَجْرِ ظَهَرَتْ قُدْرَتُهَا فَكَانَ الْفِعْلُ وَاجِبًا عَلَيْهَا فَلَا يَجُوزُ أَخْذُ الْأَجْرِ عَلَيْهِ، وَهٰذَا فِي الْمُعْتَدَّةِ عَنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ رِوَايَةً وَاحِدَةً لِأَنَّ النِّكَاحَ قَائِمٌ، وَكَذَا فِي الْمَبْتُوتَةِ فِي رِوَايَةٍ، وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرٰى: جَازَ اسْتِئْجَارُهَا لِأَنَّ النِّكَاحَ قَدْ زَالَ .وَجْهُ الْأُولٰى أَنَّهُ بَاقٍ فِي حَقِّ بَعْضِ الْأَحْكَامِ .

(وَلَوْ اسْتَأْجَرَهَا وَهِيَ مَنْكُوحَتُهُ أَوْ مُعْتَدَّتُهُ لِإِرْضَاعِ ابْنٍ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا جَازَ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا (وَإِنْ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَاسْتَأْجَرَهَا) يَعْنِي لِإِرْضَاعِ وَلَدِهَا (جَازَ) لِأَنَّ النِّكَاحَ قَدْ زَالَ بِالْكُلِّيَّةِ وَصَارَتْ كَالْأَجْنَبِيَّةِ (فَإِنْ قَالَ الْأَبُ لَا أَسْتَأْجِرُهَا وَجَاءَ بِغَيْرِهَا فَرَضِيَتْ الْأُمُّ بِمِثْلِ أَجْرِ الْأَجْنَبِيَّةِ أَوْ رَضِيَتْ بِغَيْرِ أَجْرٍ) كَانَتْ هِيَ أَحَقَّ لِأَنَّهَا أَشْفَقُ فَكَانَ نَظَرًا لِلصَّبِيِّ فِي الدَّفْعِ إِلَيْهَا (وَإِنْ الْتَمَسَتْ زِيَادَةً لَمْ يُجْبَرْ الزَّوْجُ عَلَيْهَا) دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْهُ وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ تَعَالٰى (لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ) أَيْ بِإِلْزَامِهِ لَهَا أَكْثَرَ مِنْ أُجْرَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ .

(وَنَفَقَةُ الصَّغِيرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى أَبِيهِ وَإِنْ خَالَفَهُ فِي دِينِهِ، كَمَا تَجِبُ نَفَقَةُ الزَّوْجَةِ عَلَى الزَّوْجِ وَإِنْ خَالَفَتْهُ فِي دِينِهِ) أَمَّا الْوَلَدُ فَلِإِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا، وَلِأَنَّهُ جُزْؤُهُ فَيَكُونُ فِي مَعْنٰى نَفْسِهِ، وَأَمَّا الزَّوْجَةُ فَلِأَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْعَقْدُ الصَّحِيحُ فَإِنَّهُ بِإِزَاءِ الِاحْتِبَاسِ الثَّابِتِ بِهِ، وَقَدْ صَحَّ الْعَقْدُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرَةِ وَتَرَتَّبَ عَلَيْهِ الِاحْتِبَاسُ فَوَجَبَتْ النَّفَقَةُ .وَفِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَا إِنَّمَا تَجِبُ النَّفَقَةُ عَلَى الْأَبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلصَّغِيرِ مَالٌ، أَمَّا إِذَا كَانَ فَالْأَصْلُ أَنَّ نَفَقَةَ الْإِنْسَانِ فِي

مَالِ نَفْسِہٖ صَغِیْرًا کَانَ اَوْ کَبِیْرًا ۔

اور جب مرد ایسی عورت کو ملازم رکھ لیتا ہے جو (بچے کی ماں اور اس مرد) کی بیوی ہو یا اس کی عدت گزار رہی ہوتا کہ وہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلائے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے: دینی اعتبار سے ماں ہی دودھ پلانے کی پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں'' تاہم ماں کے عاجز ہونے کے احتمال کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا جائے گا لیکن جب وہ معاوضے پر دودھ پلانے پر تیار ہو گئی تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا وہ دودھ پلا سکتی ہے لہٰذا یہ عمل اس پر واجب ہو جائے گا اور اس کے لئے اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہو گا۔ یہاں عدت گزارنے والی عورت سے مراد وہ عورت ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور اس بارے میں یہی ایک روایت ہے کیونکہ نکاح ابھی برقرار ہے۔ جس عورت کو طلاق بتہ دی گئی ہو ایک روایت کے مطابق اس کا بھی یہی حکم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق اس کے لئے معاوضہ لینا جائز ہے کیونکہ نکاح ختم ہو چکا ہے۔ پہلی روایت کی وجہ یہ ہے: بعض احکام کے حق میں نکاح باقی ہوتا ہے۔ اگر مرد ایسی عورت کو ملازم رکھتا ہے جو اس کی منکوحہ ہو یا اس کی عدت بسر کر رہی ہو تا کہ وہ اس مرد کے اس بیٹے کو دودھ پلائے جو دوسری بیوی سے ہے تو ایسا کرنا جائز ہو گا کیونکہ اس بچے کو دودھ پلانا اس عورت پر لازم نہیں ہے۔

اگر اس عورت کی عدت پوری ہو جاتی ہے اور پھر مرد اسے ملازم رکھتا ہے یعنی اس لیے کہ وہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلائے تو یہ جائز ہو گا اس کی وجہ یہ ہے: نکاح مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے اور وہ عورت (اس مرد کے لئے) اجنبی عورت کی طرح ہے۔ اگر باپ یہ کہتا ہے: میں اس (یعنی بچے کی ماں) کو اجرت پر مقرر نہیں کرتا اور کسی دوسری عورت کو لے آتا ہے (جس کا معاوضہ کم ہو) پھر بچے کی ماں اس اجنبی عورت جتنے معاوضے پر راضی ہو جاتی ہے یا کسی معاوضے کے بغیر راضی ہو جاتی ہے تو وہی زیادہ حقدار ہو گی کیونکہ ماں زیادہ شفیق ہوتی ہے تو بچے کے لئے بہتری یہی ہے: اسے ماں کے سپرد کیا جائے۔ اگر وہ زیادہ معاوضے کی طلبگار ہو تو شوہر اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا یعنی پانے سے ضرر دور کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ''ماں کو اس کی اولاد کے حوالے سے ضرر نہ پہنچایا جائے اور باپ کو اس کی اولاد کے حوالے سے'' یعنی باپ کو اس بات کا پابند نہ کیا جائے کہ وہ ماں کو اجنبی عورت سے زیادہ معاوضہ دے۔ کمسن بچے کا خرچ اس کے باپ کے ذمے لازم ہو گا۔ اگرچہ اس کا دین باپ کے دین سے مختلف ہو جس طرح بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے لازم ہوتا ہے اگرچہ بیوی کا دین شوہر کے دین سے مختلف ہو۔ جہاں تک بچے کا تعلق ہے تو اس کی دلیل اس آیت کا مطلق ہونا ہے جو ہم نے تلاوت کی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: وہ بچہ اس شخص کا جزء ہے لہٰذا وہ اس کی اپنی ذات کے حکم میں ہو گا۔ جہاں تک بیوی کا تعلق ہے تو اس کا سبب صحیح عقد ہے جو اس احتباس کے مقابلے میں ہو یعنی جو مرد کے لئے ثابت ہے۔ مسلمان مرد اور کافر عورت کے درمیان عقد ٹھیک ہوتا ہے اور اس عقد پر احتباس کا حکم مرتب ہوتا ہے اس لیے خرچ کی ادائیگی لازم ہو گی۔ ہم نے جتنی بھی صورتیں ذکر کی ہیں ان سب میں باپ پر خرچ اس وقت لازم ہو گا جب اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو۔ لیکن اگر مال ہو تو اصل حکم یہی ہے: انسان کا خرچ اس کے اپنے مال میں سے دیا جاتا ہے خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ ہو۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل آباؤ اجداد اور خادم کے خرچ کے بیان میں ہے﴾

والدین کے خرچ والی فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

صاحب ہدایہ نے اس سے پہلے بیوی اور اولاد صغار کے نفقہ کو بیان کیا ہے۔ اور اب اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ والدین واجداد وغیرہ کے نفقہ سے متعلق احکام ذکر کریں گے۔ والدین کا نفقہ اگرچہ بیوی واولاد صغار سے مقدم ہے' لیکن یہاں مؤخر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ عام طور پر والدین سے بُعد اس وقت ہوتا ہے' جب کوئی شخص بیوی اور اولاد کے ساتھ ایک خاندان آباد کرتا ہے۔ اس لئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ بیوی اور اولاد کے حقوق پورے کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب والدین کو چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ ان کا نفقہ بھی اسی طرح ضروری ہے' جس طرح کوئی شخص اپنی اولاد اور اپنی بیوی کو نفقہ فراہم کرتا ہے۔

والدین کی خدمت ونفقہ میں احادیث کا بیان

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی' تو آپ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان کی خدمت میں رہ تیرے لئے یہی جہاد ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2004)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا میں ہجرت اور جہاد کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے ہاتھ پر) بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر چاہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا جی ہاں بلکہ دونوں زندہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ سے اس کا اجر چاہتے ہو اس نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے والدین کی طرف جا اور ان دونوں سے اچھا سلوک کر۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2007)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جریج اپنے عبادت خانے میں عبادت کر رہے تھے کہ ان کی ماں آ گئی حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صفت بیان کی تھی جس وقت ان کی ماں نے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنی ہتھیلی اپنی پلکوں پر رکھی ہوئی تھی پھر اپنا سر ابن جریج کی طرف اٹھا کر ابن جریج کو آواز دی اور کہنے لگیں اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر ابن جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے ابن جریج نے کہا اے اللہ ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے پھر ابن جریج نے نماز کو اختیار کیا پھر ان کی ماں نے کہا اے اللہ یہ جریج میرا بیٹا

ہے میں اس سے بات کرتی ہوں تو یہ میرے ساتھ بات کرنے سے انکار کر دیتا ہے اے اللہ ابن جریج کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے آپ ﷺ نے فرمایا اگر جریج کی ماں اس پر یہ دعا کرتی کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا آپ ﷺ نے فرمایا بھیڑوں کا ایک چرواہا تھا جو جریج کے عبادت خانہ میں ٹھہرتا تھا گاؤں سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس عورت کے ساتھ برا کام کیا تو وہ عورت حاملہ ہو گئی اس عورت کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تو اس عورت سے پوچھا گیا کہ یہ لڑکا کہاں سے لائی ہے اس عورت نے کہا اس عبادت خانہ میں جو رہتا ہے یہ اس کا لڑکا ہے (یہ سنتے ہی اس گاؤں کے لوگ) پھاوڑے لے کر آئے اور انہیں آواز دی وہ نماز میں تھے انہوں نے کوئی بات نہ کی تو لوگوں نے اس کا عبادت خانہ گرانا شروع کر دیا جب جریج نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ اترا لوگوں نے اس سے کہا کہ اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے جریج ہنسا اور پھر اس نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس نے کہا تیرا باپ کون ہے اس بچے نے کہا میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے جب لوگوں نے اس بچے کی آواز سنی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جتنا عبادت خانہ گرایا ہے ہم اس کے بدلے میں سونے اور چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں بلکہ تم اسے پہلے کی طرح مٹی ہی کا بنا دو اور پھر ابن جریج اوپر چلے گئے۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2008)

(۴) حضرت بہز بن حکیم بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کون بھلائی کا زیادہ مستحق ہے فرمایا تمہاری ماں۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد۔ فرمایا تمہاری والدہ۔ میں نے چوتھی مرتبہ عرض کیا اس کے بعد فرمایا تمہاری والدہ۔ میں نے چوتھی مرتبہ عرض کیا ان کے بعد کون زیادہ مستحق ہے؟ فرمایا تمہارے والد اور ان کے قریبی رشتہ داروں میں سے جو سب سے زیادہ قریبی ہو۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عائشہ اور ابو درداء سے بھی احادیث منقول ہیں۔ بہز بن حکیم، معاویہ بن حیدہ قشیری کے بیٹے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے شعبہ نے بہز بن حکیم کے بارے میں کلام کیا ہے محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں ان سے معمر، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور کئی دوسرے آئمہ راوی ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1979)

(۵) حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ کسی مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے یعنی اس کو دینے میں صرف صدقہ ہی کا ثواب ملتا ہے) مگر اپنے اقرباء میں سے کسی کو صدقہ دینا دوہرے ثواب کا باعث ہے، ایک ثواب تو صدقہ کا اور دوسرا ثواب صلہ رحمی کا ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 438)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک دینار ہے جسے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں سو اسے کہاں خرچ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ اس نے عرض کیا میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے اپنے اہل (یعنی اپنی بیوی، ماں، باپ اور دوسرے اقرباء) پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے۔ فرمایا: اسے اپنے خادم پر خرچ کرو پھر اس نے کہا: میرے پاس ایک اور دینار ہے فرمایا: اب تم اس بارے میں زیادہ جان سکتے ہو! (یعنی اب اس کے بعد کے مستحق کو تم ہی بہتر جان

کئے ہوتے اس کا مستحق سمجھوا سے دے دو۔ (ابوداؤد، نسائی بمشکوٰۃ شریف جلددوم: حدیث نمبر 439)

تنگدست ماں باپ اور آباؤ اجداد کا خرچ انسان پر لازم ہے

(وَعَلَى الرَّجُلِ اَنْ يُنْفِقَ عَلٰى اَبَوَيْهِ وَاَجْدَادِهِ وَجَدَّاتِهِ اِذَا كَانُوْا فُقَرَاءَ وَاِنْ خَالَفُوْهُ فِيْ دِيْنِهِ) اَمَّا الْاَبَوَانِ فَلِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا) نَزَلَتِ الْاٰيَةُ فِي الْاَبَوَيْنِ الْكَافِرَيْنِ، وَلَيْسَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ اَنْ يَّعِيْشَ فِيْ نِعَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَتْرُكَهُمَا يَمُوْتَانِ جُوْعًا، وَاَمَّا الْاَجْدَادُ وَالْجَدَّاتُ فَلِاَنَّهُمْ مِنَ الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ وَلِهٰذَا يَقُوْمُ الْجَدُّ مَقَامَ الْاَبِ عِنْدَ عَدَمِهِ وَلِاَنَّهُمْ سَبَّبُوْا لِاِحْيَائِهِ فَاسْتَوْجَبُوْا عَلَيْهِ الْاِحْيَاءَ بِمَنْزِلَةِ الْاَبَوَيْنِ ۔وَشَرَطَ الْفَقْرَ لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ ذَا مَالٍ، فَاِيْجَابُ نَفَقَتِهِ فِيْ مَالِهِ اَوْلٰى مِنْ اِيْجَابِهَا فِيْ مَالِ غَيْرِهِ، وَلَا يُمْنَعُ ذٰلِكَ بِاخْتِلَافِ الدِّيْنِ لِمَا تَلَوْنَا (وَلَا تَجِبُ النَّفَقَةُ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ اِلَّا لِلزَّوْجَةِ وَالْاَبَوَيْنِ وَالْاَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ وَالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْوَلَدِ) اَمَّا الزَّوْجَةُ فَلِمَا ذَكَرْنَا اَنَّهَا وَاجِبَةٌ لَّهَا بِالْعَقْدِ لِاحْتِبَاسِهَا لِحَقٍّ لَهُ مَقْصُوْدٍ، وَهٰذَا لَا يَتَعَلَّقُ بِاتِّحَادِ الْمِلَّةِ، وَاَمَّا غَيْرُهَا فَلِاَنَّ الْجُزْئِيَّةَ ثَابِتَةٌ وَجُزْءَ الْمَرْءِ فِيْ مَعْنٰى نَفْسِهِ، فَكَمَا لَا يُمْتَنَعُ نَفَقَةُ نَفْسِهِ لِكُفْرِهِ لَا يُمْتَنَعُ نَفَقَةُ جُزْئِهِ اِلَّا اَنَّهُمْ اِذَا كَانُوْا حَرْبِيِّيْنَ لَا تَجِبُ نَفَقَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِ وَاِنْ كَانُوْا مُسْتَاْمَنِيْنَ، لِاَنَّا نُهِيْنَا عَنِ الْبِرِّ فِيْ حَقِّ مَنْ يُقَاتِلُنَا فِي الدِّيْنِ ۔

اور آدمی پر یہ بات لازم ہے: وہ اپنے ماں باپ' اجداد' جدات کو خرچ دے جب وہ غریب ہوں' اگرچہ ان کا دین اس شخص کے دین سے مختلف ہو۔ جہاں تک ماں باپ کا تعلق ہے' تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''دنیا میں ان دونوں کے ساتھ اچھائی کے ساتھ رہو''۔ یہ آیت کافر ماں باپ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اور یہ بات اچھائی میں شامل نہیں ہے کہ آدمی خود اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں زندگی گزارے اور ماں باپ کو بھوک سے مرنے کے لئے چھوڑ دے۔ جہاں تک اجداد اور جدات کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے: وہ بھی ماں باپ کی طرح ہیں یہی وجہ ہے: باپ کی عدم موجودگی میں دادا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے: یہ لوگ آدمی کی زندگی کا سبب ہیں' تو آدمی پر بھی یہ لازم ہوگا' ان کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے ضروریات فراہم کرے جس طرح ماں باپ کے لئے کرتا ہے۔ ان کا غریب ہونا شرط ہے' کیونکہ اگر وہ صاحب حیثیت ہوں گے تو ان کے اپنے مال میں سے ان کا خرچ پورا کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی دوسرے کے مال میں سے اسے پورا کیا جائے۔ دین کے اختلاف کی وجہ سے یہ بات ممنوع نہیں ہوگی اس کی دلیل وہ آیت ہے' جو ہم تلاوت کر چکے ہیں۔ دین کے اختلاف کے ہمراہ صرف بیوی' ماں باپ' اجداد' جدات' اولاد اور اولاد کی اولاد کا خرچ لازم ہوتا ہے۔ جہاں تک بیوی کا تعلق ہے' تو اس کی دلیل وہ ہے' جو ہم ذکر کر چکے ہیں: یہ اس عقد کی وجہ سے بیوی کے حق میں لازم ہوگا' جس کے نتیجے میں مرد کو اس عورت کو گھر میں رکھنے کا حق ہوتا ہے اور اس چیز کا تعلق دین میں اتحاد کے ساتھ نہیں ہے۔ جہاں تک دیگر افراد کا تعلق ہے' تو اس کی وجہ یہ ہے: جزئیت ثابت ہے اور آدمی کا

جزء اس کے اپنے وجود کی حیثیت رکھتا ہے تو جس طرح آدمی اپنے کفر کی وجہ سے اپنا خرچ نہیں روک سکتا اسی طرح اپنے جزء کا خرچ بھی نہیں روک سکتا۔ البتہ اگر وہ لوگ حربی ہوں تو ان کا خرچ مسلمان کے ذمے نہیں ہوگا۔ اگر چہ وہ ''مستامن'' ہوں کیونکہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ بھلائی سے منع کیا گیا ہے جو دین کے بارے میں ہمارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

مسلمان پر غیر مسلم بھائی کا خرچ لازم نہیں ہوگا

(وَلَا تَجِبُ عَلَى النَّصْرَانِيِّ نَفَقَةُ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ) وَكَذَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِ نَفَقَةُ أَخِيهِ النَّصْرَانِيِّ لِأَنَّ النَّفَقَةَ مُتَعَلِّقَةٌ بِالْإِرْثِ بِالنَّصِّ بِخِلَافِ الْعِتْقِ عِنْدَ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْقَرَابَةِ وَالْمَحْرَمِيَّةِ بِالْحَدِيثِ، وَلِأَنَّ الْقَرَابَةَ مُوجِبَةٌ لِلصِّلَةِ، وَمَعَ الِاتِّفَاقِ فِي الدِّينِ آكَدُ وَدَوَامُ مِلْكِ الْيَمِينِ أَعْلَى فِي الْقَطِيعَةِ مِنْ حِرْمَانِ النَّفَقَةِ، فَاعْتَبَرْنَا فِي الْأَعْلَى أَصْلَ الْعِلَّةِ وَفِي الْأَدْنَى الْعِلَّةَ الْمُؤَكَّدَةَ فَلِهَذَا افْتَرَقَا (وَلَا يُشَارِكُ الْوَلَدَ فِي نَفَقَةِ أَبَوَيْهِ أَحَدٌ(١)) لِأَنَّ لَهُمَا تَأْوِيلًا فِي مَالِ الْوَلَدِ بِالنَّصِّ، وَلَا تَأْوِيلَ لَهُمَا فِي مَالِ غَيْرِهِ، وَلِأَنَّهُ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِمَا فَكَانَ أَوْلَى بِاسْتِحْقَاقِ نَفَقَتِهِمَا عَلَيْهِ، وَهِيَ عَلَى الذُّكُورِ وَالْإِنَاثِ بِالسَّوِيَّةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، لِأَنَّ الْمَعْنَى يَشْمَلُهُمَا.

اور کسی عیسائی شخص پر اپنے مسلمان بھائی کا خرچ لازم نہیں ہے اسی طرح مسلمان پر اپنے عیسائی بھائی کا خرچ لازم نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے: نص سے یہ بات ثابت ہے: خرچ کا تعلق وراثت سے ہوتا ہے جبکہ مالک ہونے پر آزاد ہونے کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس کا تعلق قرابت اور محرم ہونے سے ہے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے: قرابت صلہ رحمی کو لازم کرتی ہے اور دین میں اتفاق کی صورت میں یہ زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے۔ ملک یمین کو برقرار رکھنا خرچ سے محروم کرنے کے مقابلے میں قطع رحمی کے حوالے سے برتر حیثیت رکھتا ہے اس لیے ہم برتر حیثیت میں اصل علت کا اعتبار کریں گے اور کمتر صورت میں اس علت کا اعتبار کریں گے جو مؤکد ہوتی ہے اس لیے ان دونوں کے درمیان فرق ہوگا۔

والدین کو خرچ دینے میں بیٹے کے ساتھ اور کوئی شریک نہیں ہوگا' کیونکہ نص سے یہ بات ثابت ہے: وہ دونوں بیٹے کے مال میں حق رکھتے ہیں' لیکن بیٹے کے علاوہ کسی اور کے مال میں حق نہیں رکھتے۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے: بیٹا والدین کے سب سے قریب ہوتا ہے اس لیے مناسب یہی ہے: ان کا خرچ اسی کے ذمے ہو۔ ظاہر روایت کے مطابق اس بارے میں مذکر اور مونث (یعنی بیٹا اور بیٹی) کا حکم برابر ہوگا اور یہی رائے درست ہے' کیونکہ مفہوم میں دونوں شامل ہیں۔

تنگدست محرم رشتے دار کے خرچ کا حکم

(وَالنَّفَقَةُ لِكُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ إِذَا كَانَ صَغِيرًا فَقِيرًا أَوْ كَانَتْ امْرَأَةً بَالِغَةً فَقِيرَةً أَوْ كَانَ ذَكَرًا بَالِغًا فَقِيرًا زَمِنًا أَوْ أَعْمَى) لِأَنَّ الصِّلَةَ فِي الْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَاجِبَةٌ دُونَ الْبَعِيدَةِ، وَالْفَاصِلُ

أَنْ يَّكُوْنَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ) وَفِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ "وَعَلَى الْوَارِثِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ مِثْلُ ذٰلِكَ" ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْحَاجَةِ وَالصِّغَرِ وَالْأُنُوْثَةِ وَالزَّمَانَةِ وَالْعَمٰى أَمَارَةُ الْحَاجَةِ لِتَحَقُّقِ الْعَجْزِ، فَإِنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ غَنِيٌّ بِكَسْبِهٖ بِخِلَافِ الْأَبَوَيْنِ لِأَنَّهٗ يَلْحَقُهُمَا تَعَبُ الْكَسْبِ وَالْوَلَدُ مَأْمُوْرٌ بِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُمَا فَتَجِبُ نَفَقَتُهُمَا مَعَ قُدْرَتِهِمَا عَلَى الْكَسْبِ.

قَالَ (وَيَجِبُ ذٰلِكَ عَلٰى مِقْدَارِ الْمِيْرَاثِ وَيُجْبَرُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ التَّنْصِيْصَ عَلَى الْوَارِثِ تَنْبِيْهٌ عَلٰى اعْتِبَارِ الْمِقْدَارِ، وَلِأَنَّ الْغُرْمَ بِالْغُنْمِ وَالْجَبْرَ لِإِيْفَاءِ حَقٍّ مُسْتَحَقٍّ

اور ہر ذی رحم محرم کے لئے خرچ کی ادائیگی واجب ہے' جبکہ وہ کمسن اور محتاج ہو یا اگر وہ بالغ ہو اور محتاج ہو اور عورت ہو۔ یا بالغ ہو محتاج ہو اور مرد ہو جو لنگڑا یا اندھا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے: قریبی قرابت میں صلہ رحمی واجب ہوتی ہے اور دور کی قرابت میں یہ واجب نہیں ہوتی ہے دونوں کے درمیان فرق یہی ہوگا' وہ رشتہ دار ذی رحم محرم ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "اور وارث پر اسی کی مانند" حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں: "اور ذی رحم محرم وارث پر اس کی مانند (لازم ہے)"۔ پھر حاجت مند ہونا' نابالغ ہونا اور مونث ہونا' لنگڑا ہونا یا اندھا ہونا محتاج ہونے کی علامت ہے' کیونکہ اس صورت میں عاجز ہونا متحقق ہو جاتا ہے' کیونکہ جو شخص کمانے پر قادر ہو وہ اپنی کمائی کے ذریعے بے نیاز ہو جاتا ہے' جبکہ والدین کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ کمانے میں انہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا' جبکہ بیٹے کے لئے یہ حکم ہے: وہ ان سے ضرر کو دور کرے' لہٰذا ان دونوں کے کمانے کی قدرت رکھنے کے باوجود ان دونوں کا خرچ (بیٹے کے ذمے) لازم ہوگا۔ میراث کی مقدار کے اعتبار سے یہ خرچ لازم ہوتا ہے اور اس بارے میں اسے مجبور کیا جائے گا' کیونکہ نص میں وارث کا ذکر ہونا اس بات کی دلیل ہے: وہ خرچ وراثت کے حساب سے ہوگا اور آدمی اتنی ہی ادائیگی برداشت کرتا ہے' جتنا حصہ اسے حاصل ہو سکتا اور زبردستی کرنا اس لیے ہے' تاکہ حقدار کو اس کا حق پورا مل سکے۔

بالغ بیٹی اور اپاہج بالغ بیٹے کے خرچ کا حکم

قَالَ (وَتَجِبُ نَفَقَةُ الْاِبْنَةِ الْبَالِغَةِ وَالْاِبْنِ الزَّمِنِ عَلٰى أَبَوَيْهِ أَثْلَاثًا عَلَى الْأَبِ الثُّلُثَانِ وَعَلَى الْأُمِّ الثُّلُثُ) لِأَنَّ الْمِيْرَاثَ لَهُمَا عَلٰى هٰذَا الْمِقْدَارِ.

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ: هٰذَا الَّذِيْ ذَكَرَهٗ رِوَايَةُ الْخَصَّافِ وَالْحَسَنِ، وَفِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كُلُّ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَبِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ) وَصَارَ كَالْوَلَدِ الصَّغِيْرِ.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الرِّوَايَةِ الْأُوْلٰى أَنَّهُ اجْتَمَعَتْ لِلْأَبِ فِي الصَّغِيْرِ وِلَايَةٌ وَمُؤْنَةٌ حَتّٰى وَجَبَتْ

عَنْهُ صَدَقَةُ فِطْرِهِ فَاخْتَصَّ بِنَفَقَتِهِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْكَبِيرُ لِانْعِدَامِ الْوِلَايَةِ فِيهِ فَتُشَارِكُهُ الْأُمُّ، وَفِي غَيْرِ الْوَالِدِ يُعْتَبَرُ قَدْرُ الْمِيرَاثِ حَتّٰى تَكُونَ نَفَقَةُ الصَّغِيرِ عَلَى الْأُمِّ وَالْجَدِّ أَثْلَاثًا، وَنَفَقَةُ الْأَخِ الْمُعْسِرِ عَلَى الْأَخَوَاتِ الْمُتَفَرِّقَاتِ الْمُوسِرَاتِ أَخْمَاسًا عَلٰى قَدْرِ الْمِيرَاثِ، غَيْرَ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ أَهْلِيَّةُ الْإِرْثِ فِي الْجُمْلَةِ لَا إِحْرَازُهُ، فَإِنَّ الْمُعْسِرَ إِذَا كَانَ لَهُ خَالٌ وَابْنُ عَمٍّ تَكُونُ نَفَقَتُهُ عَلٰى خَالِهِ وَمِيرَاثُهُ يُحْرِزُهُ ابْنُ عَمِّهِ (وَلَا تَجِبُ نَفَقَتُهُمْ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّينِ) لِبُطْلَانِ أَهْلِيَّةِ الْإِرْثِ وَلَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِهِ (وَلَا تَجِبُ عَلَى الْفَقِيرِ) لِأَنَّهَا تَجِبُ صِلَةً وَهُوَ يَسْتَحِقُّهَا عَلٰى غَيْرِهِ فَكَيْفَ تَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ بِخِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ وَوَلَدِهِ الصَّغِيرِ لِأَنَّهُ الْتَزَمَهَا بِالْإِقْدَامِ عَلَى الْعَقْدِ، إِذِ الْمَصَالِحُ لَا تَنْتَظِمُ دُونَهَا، وَلَا يَعْمَلُ فِي مِثْلِهَا الْإِعْسَارُ.

ثُمَّ الْيَسَارُ مُقَدَّرٌ بِالنِّصَابِ فِيمَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَدَّرَهُ بِمَا يَفْضُلُ عَلٰى نَفَقَةِ نَفْسِهِ وَعِيَالِهِ شَهْرًا أَوْ بِمَا يَفْضُلُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْ كَسْبِهِ الدَّائِمِ كُلَّ يَوْمٍ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ وَإِنَّمَا هُوَ الْقُدْرَةُ دُونَ النِّصَابِ فَإِنَّهُ لِلتَّيْسِيرِ وَالْفَتْوٰى عَلَى الْأَوَّلِ، لٰكِنَّ النِّصَابَ نِصَابُ حِرْمَانِ الصَّدَقَةِ.

اور بالغ بیٹی' نیز بالغ بیٹے کا خرچ والدین پر اس نسبت سے لازم ہوگا' اس کے تین حصے ہوں گے ان میں سے دو حصے باپ کے ہوں گے' اور ایک حصہ ماں کے ذمے ہوگا' کیونکہ ان دونوں کو وراثت اسی حساب سے ملے گی۔ بندہ ضعیف یہ کہتا ہے: یہ وہ چیز ہے' جس کا ذکر خصاف اور حسن کی روایت میں ہے۔

ظاہر الروایت میں یہ ہے: ہر خرچ باپ کے ذمے ہوگا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''ان عورتوں کا رزق (خرچ) اور ان کا لباس اس شخص کے ذمے ہوگا' جس کا بچہ ہے''۔ تو یہ کمسن بچے کی مانند ہو جائے گا۔ پہلی روایت کے مطابق فرق کی وجہ یہ ہے: کمسن بچے کی طرف سے دو چیزیں باپ کے ذمے ہوتی ہیں ولایت اور مؤنت یہاں تک کہ نابالغ بچے کی طرف سے صدقہ فطر بھی باپ ہی کو ادا کرنا پڑتا ہے اس لیے نابالغ بچے کا خرچ بطور خاص باپ پر لازم ہوگا۔ لیکن بالغ بیٹے کی یہ حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ اس پر باپ کی ولایت برقرار نہیں رہتی اس لیے اس کے خرچ میں ماں بھی شریک ہوگی اسی طرح باپ کے علاوہ دیگر رشتے داروں پر' ان کی وراثت کے حصے کے حساب سے خرچ کی ادائیگی لازم کی جائے گی۔

یہاں تک کہ نابالغ بچے کا خرچ اس کے دادا اور اس کی ماں پر دو تہائی کی نسبت سے لازم ہوگا۔ محتاج بھائی کا خرچ وراثت کے لحاظ سے متفرق قسم کی خوشحال بہنوں پر پانچ حصوں میں تقسیم ہو جائے گا' جو وراثت میں ان کی مقدار کے حساب سے ہوگا' البتہ یہ ضروری ہے' وراثت کا استحقاق کافی ہوگا۔ اگرچہ عملی طور پر انہیں وراثت میں حصہ نہ ملے۔ اگر کسی محتاج شخص کا ماموں اور چچازاد بھائی خوشحال ہوں' تو اس محتاج شخص کا خرچ اس کے ماموں کے ذمے ہوگا حالانکہ وراثت میں حصہ چچازاد بھائی کو ملتا ہے۔

اگر ان ذی محرم رشتے داروں کے ساتھ دین میں اختلاف ہو تو خرچ واجب نہیں ہوگا' کیونکہ دین میں اختلاف کی وجہ سے وراثت کی اہلیت بھی باقی نہیں رہتی ہے حالانکہ اس اہلیت کے لئے وراثت پر قیاس کرنا ضروری ہے۔محتاج شخص پر کسی کا خرچ ادا کرنا لازم نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا لازم ہونا عطیے کے طور پر ہوتا ہے اور محتاج شخص خود اس کا مستحق ہے' تو اس پر کسی دوسرے کو خرچ فراہم کرنا کیسے لازم ہوسکتا ہے۔

البتہ بیوی یا نابالغ بچے کے خرچ کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ بیوی اور بچے کا خرچ میاں' یا باپ پر لازم ہوتا ہے خواہ وہ غریب ہی ہو۔اس کی وجہ یہ ہے: آدمی جب نکاح کر لیتا ہے' تو وہ اپنے اوپر خرچ کو لازم کر لیتا ہے' کیونکہ خرچ کی ادائیگی کے بغیر نکاح کی مصلحت پوری نہیں ہوتی اور تنگدستی ایسے امور میں حاصل نہیں ہوسکتی۔امام ابویوسف سے جو روایت نقل کی گئی ہے: اس کے مطابق خوشحالی کا معیار زکوٰۃ کا نصاب ہوگا۔امام محمد سے یہ روایت منقول ہے: ایک ماہ کے ذاتی اخراجات اور بیوی بچوں کے اخراجات کے علاوہ اگر اس کے پاس کچھ بچ جائے (تو وہ شخص خوشحال شمار ہوگا) یا روزانہ کی آمدن میں اتنی بچت ہوتی ہو' وہ خوشحال تصور ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے: بندوں کے حقوق میں استطاعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس میں نصاب کا کوئی واسطہ نہیں ہے' کیونکہ شرعی نصاب تو دولت مند ہونے کے لئے ہوتا ہے۔تاہم فتویٰ امام ابویوسف کے قول پر دیا گیا ہے اور نصاب سے مراد وہ نصاب ہے' جس کی موجودگی میں صدقہ وخیرات لینا حرام ہوتا ہے۔

غیر موجود بیٹے کے مال میں سے والدین کو خرچ فراہم کرنا

(وَاِذَا كَانَ لِلابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ قُضِيَ فِيْهِ بِنَفَقَةِ اَبَوَيْهِ) وَقَدْ بَيَّنَّا الْوَجْهَ فِيْهِ (وَاِذَا بَاعَ اَبُوهُ مَتَاعَهُ فِيْ نَفَقَتِهٖ (جَازَ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ، وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ (وَاِنْ بَاعَ الْعَقَارَ لَمْ يَجُزْ) وَفِيْ قَوْلِهِمَا لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ كُلُّهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ، لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ لِانْقِطَاعِهَا بِالْبُلُوْغِ، وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ فِيْ حَالِ حَضْرَتِهٖ وَلَا يَمْلِكُ الْبَيْعَ فِيْ دَيْنٍ لَهُ سِوَى النَّفَقَةِ، وَكَذَا لَا تَمْلِكُ الْاُمُّ فِي النَّفَقَةِ .

وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ لِلْاَبِ وِلَايَةَ الْحِفْظِ فِيْ مَالِ الْغَائِبِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّ لِلْوَصِيِّ ذٰلِكَ فَالْاَبُ اَوْلٰى لِوُفُوْرِ شَفَقَتِهٖ، وَبَيْعُ الْمَنْقُوْلِ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ وَلَا كَذٰلِكَ الْعَقَارُ لِاَنَّهَا مُحْصَنَةٌ بِنَفْسِهَا، وَبِخِلَافِ غَيْرِ الْاَبِ مِنَ الْاَقَارِبِ لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُمْ اَصْلًا فِي التَّصَرُّفِ حَالَةَ الصِّغَرِ وَلَا فِي الْحِفْظِ بَعْدَ الْكِبَرِ .

اِذَا جَازَ بَيْعُ الْاَبِ فَالثَّمَنُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهٖ وَهُوَ النَّفَقَةُ فَلَهُ الْاِسْتِيْفَاءُ مِنْهُ، كَمَا لَوْ بَاعَ الْعَقَارَ وَالْمَنْقُوْلَ عَلَى الصَّغِيْرِ جَازَ لِكَمَالِ الْوِلَايَةِ، ثُمَّ لَهُ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهُ بِنَفَقَتِهٖ لِاَنَّهُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهٖ (وَاِنْ كَانَ لِلابْنِ الْغَائِبِ مَالٌ فِيْ يَدِ اَبَوَيْهِ وَاَنْفَقَا مِنْهُ لَمْ يَضْمَنَا) لِاَنَّهُمَا اسْتَوْفَيَا حَقَّهُمَا لِاَنَّ

نَفَقَتُهُمَا وَاجِبَةٌ قَبْلَ الْقَضَاءِ عَلٰى مَا مَرَّ وَقَدْ اَخَذَا جِنْسَ الْحَقِّ (وَاِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي يَدِ اَجْنَبِيٍّ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِمَا بِغَيْرِ اِذْنِ الْقَاضِيْ (ضَمِنَ) لِاَنَّهُ تَصَرَّفَ فِيْ مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ وِلَايَةٍ لِاَنَّهُ نَائِبٌ فِي الْحِفْظِ لَا غَيْرُ، بِخِلَافِ مَا اِذَا اَمَرَهُ الْقَاضِيْ لِاَنَّ اَمْرَهُ مُلْزِمٌ لِعُمُوْمِ وِلَايَتِهِ.

وَاِذَا ضَمِنَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْقَابِضِ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَظَهَرَ اَنَّهُ كَانَ مُتَبَرِّعًا بِهِ.

اور اگر غیر موجود بیٹے کا مال موجود ہو تو اس میں سے والدین کے خرچ کے لئے حکم دیا جائے گا' اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اگر غیر موجود بیٹے کا باپ اس بیٹے کے مال کو خرچ حاصل کرنے کے لئے فروخت کر دے' تو ایسا کرنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے۔ اگر باپ اس غیر موجود بیٹے کی زمین یا مکان کو فروخت کرنا چاہتا ہے' تو ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: جائیداد خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: بیٹے کے بالغ ہونے کی وجہ سے اس پر باپ کا ولایت کا حق ختم ہو چکا ہے یہی وجہ ہے: بیٹے کی موجودگی میں باپ اس کے مال کو فروخت نہیں کر سکتا یا اسی طرح خرچ کے علاوہ کسی دوسرے قرض کے سلسلے میں بھی وہ اس مال کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس غیر موجود بیٹے کی ماں بھی اپنے خرچ کے لئے اس مال کو فروخت نہیں کر سکتی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے: باپ کو اپنے غیر موجود بیٹے کے مال کی حفاظت کا حق حاصل ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ جب وصی کو حفاظت کا حق حاصل ہوتا ہے' تو باپ کو بدرجہ اولیٰ یہ حاصل ہونا چاہئے کیونکہ باپ میں شفقت کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ جو مال منتقل کیا جا سکتا ہو اسے فروخت کرنا حفاظت کی ایک کڑی ہے' جبکہ غیر منقولہ مال میں یہ پہلو نہیں پایا جاتا اس کی وجہ یہ ہے: وہ بذات خود محفوظ ہوتا ہے۔

باپ کے علاوہ دوسرے کسی رشتے دار کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا' کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے: اس غیر موجود بیٹے کے بچپن میں بھی ان رشتے داروں کو اس کے مال میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں تھا اور اس کے بالغ ہونے کے بعد بھی ان رشتے داروں کو وہ ولایت حاصل نہیں ہوگی جو حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔

جب باپ اس کے مال کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اس مال کی قیمت ایک ایسی جنس ہے' جو اس باپ کا حق ہے' یعنی اس کا خرچ ہے' تو وہ خریدار سے اس کی قیمت وصول کرنے کا بھی حق رکھتا ہوگا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے: جیسے مکمل ولایت کی وجہ سے باپ نابالغ بیٹے کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کر سکتا ہے اور قیمت میں سے اپنا خرچ وصول کر سکتا ہے' کیونکہ معاوضہ ایسی جنس ہے' جس پر اسے حق حاصل ہے۔ اگر غیر موجود بیٹے کا مال والدین کے قبضے میں ہو' وہ والدین حاجت مند ہوں اور اس میں سے اپنا خرچ وصول کر لیں' تو بعد میں وہ اس کے ضامن نہیں ہوں گے' کیونکہ انہوں نے اپنے حق کو وصول کیا ہے' جیسا کہ ہم پہلے یہ بات ذکر کر چکے ہیں: قاضی کے فیصلہ کرنے سے پہلے' وہ اپنا خرچ وصول کرنے کے حقدار ہیں اور انہوں نے یہ حق کی جنس میں سے وصول کیا ہے۔

اگر اس غیر موجود بیٹے کا مال کسی بھی شخص کے قبضے میں ہو اور وہ قاضی کی اجازت کے بغیر مال کو ان ماں باپ پر خرچ کر دے' تو

بعد میں وہ شخص ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے ولایت کے بغیر دوسرے شخص کے مال میں تصرف کیا ہے'اس کی وجہ یہ ہے: وہ اجنبی شخص صرف حفاظت کے سلسلے میں غیر موجود شخص کا نائب تھا اور کسی معاملے میں نہیں تھا' اس کے برخلاف جب قاضی اسے اس کا حکم دیدے' تو حکم مختلف ہوگا' کیونکہ قاضی کی ولایت عام ہونے کی وجہ سے اس کے حکم کی پابندی کی جائے گی۔ اگر وہ تاوان ادا کر دیتا ہے' تو وہ ان والدین سے واپس نہیں لے گا جنہوں نے اس مال کو قبضے میں لیا (یعنی غیر موجود شخص کے والدین) کیونکہ تاوان ادا کرنے کے نتیجے میں وہ اس کا مالک ہو گیا اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی: اس نے ہبہ کے طور پر وہ مال دیا تھا۔

قاضی کے فیصلے کے باوجود خرچ نہ ملنے کا حکم

(وَإِذَا قَضَى الْقَاضِيْ لِلْوَلَدِ وَالْوَالِدَيْنِ وَذَوِي الْاَرْحَامِ بِالنَّفَقَةِ فَمَضَتْ مُدَّةٌ سَقَطَتْ) لِاَنَّ نَفَقَةَ هٰؤُلَاءِ تَجِبُ كِفَايَةً لِلْحَاجَةِ حَتّٰى لَا تَجِبُ مَعَ الْيَسَارِ وَقَدْ حَصَلَتْ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ، بِخِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ اِذَا قَضٰى بِهَا الْقَاضِيْ لِاَنَّهَا تَجِبُ مَعَ يَسَارِهَا فَلَا تَسْقُطُ بِحُصُوْلِ الِاسْتِغْنَاءِ فِيْمَا مَضٰى ۔

قَالَ (اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ الْقَاضِيْ بِالِاسْتِدَانَةِ عَلَيْهِ) لِاَنَّ الْقَاضِيَ لَهٗ وِلَايَةٌ عَامَّةٌ فَصَارَ اِذْنُهٗ كَاَمْرِ الْغَائِبِ فَيَصِيْرُ دَيْنًا فِيْ ذِمَّتِهٖ فَلَا تَسْقُطُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

اور جب قاضی کسی شخص پر اس کے بیٹے' والدین یا محرم رشتے داروں کا خرچ لازم کر دے لیکن وہ شخص ایک مدت تک اس خرچ کو ادا نہ کرے' تو اس مدت کا خرچ ساقط ہو جائے گا' کیونکہ لوگوں کا خرچ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے' یہاں تک کہ اگر وہ لوگ خوشحال ہوں' تو وہ خرچ لازم نہیں ہوتا' اس لیے جو مدت گزر گئی گویا اس کی کفایت بھی ہوگئی۔ اس کے برخلاف اگر قاضی بیوی کے لئے خرچ مقرر کر دے' تو وہ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ بیوی کا خرچ تو بیوی کے خوشحال ہونے کے باوجود بھی لازم ہوتا ہے۔ اس لیے گزری ہوئی مدت میں عورت کے بے نیاز ہونے کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوگا۔ البتہ اگر قاضی اس غیر موجود شخص کی ذمہ داری پر قرض لینے کی اجازت دیدے' تو گزشتہ مدت کا خرچ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ قاضی کی ولایت سب پر عام ہوتی ہے' تو اس کا حکم دینا اسی طرح ہوگا' جیسا کہ اس غیر موجود شخص نے خود اس کی اجازت دی ہو لہٰذا یہ اس غیر موجود شخص کے ذمے قرض ہوگا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساقط نہیں ہوگا' باقی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

فَصْلٌ

﴿ یہ فصل غلام و باندی کے نفقہ کے بیان میں ہے ﴾

فصل نفقہ غلام و باندی کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں غلام وغیرہ اور دیگر حیوانات کے نفقہ کو جمع کیا ہے اور اس فصل کو مؤخر کیا ہے۔ اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ انسان کو اس ملکیت والے مال میں انفاق پر مجبور نہیں کیا جائے البتہ آزادی میں کیا جا سکتا ہے' جبکہ جانوروں کا معاملہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے۔ نفقہ زوجہ اور غلام میں فرق کیا جائے گا' کیونکہ آقا جب غلام کا نفقہ روک دے تو اس کو غلام کی بیع پر مجبور کیا جائے گا' جبکہ شوہر جب نفقہ زوجہ روکے تو اس کو طلاق پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب کسی غلام کو بیچا جائے گا اس غلام کو گویا خلیفہ کی طرف پھیرنا ہے یعنی غلام کا خلیفہ اس کی ثمن ہے' جبکہ طلاق میں کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو یہ ایسی تفریق ہے' جس میں خلیفہ نہیں ہے۔ لہٰذا خلیفہ کے فوات کے وقت خلیفہ کو طرف پھیرنا منع ہو جائے گا' اور جہاں خلیفہ ہوگا وہاں حکم رقیت کو خلف کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۲۶۲، بیروت)

غلام و باندی کے نفقہ کے ثبوت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے بارے میں فرمایا: اس کی روٹی کپڑا اس کے آقا کے ذمہ ہے اور یہ کہ اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جو اس کی طاقت وہمت کے مطابق ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 538)

اس حدیث میں غلام کے بارے میں دو ہدایتیں ہیں ایک تو یہ کہ غلام کا نفقہ چونکہ اس کے مالک پر واجب ہے اس لئے مالک کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو اس کی حاجت کے بقدر اور اپنے شہر کے عام دستور کے مطابق اس کو روٹی کپڑا دے یعنی اس کے شہر میں عام طور پر غلام کو جس مقدار میں اور جس معیار کا روٹی اور کپڑا دیا جاتا ہے اسی کے مطابق وہ بھی دے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم نہ دیا جائے جس پر وہ مداومت نہ کر سکتا ہو اور جو اس کی ہمت وطاقت سے باہر ہو یا جس کی وجہ سے اس کے جسم میں کوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتا ہو۔

گویا اس ہدایت کے ذریعہ یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان اپنے غلام کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رکھے کہ جس طرح مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی طاقت وہمت سے زیادہ کی عمل وفعل کا بار نہیں ڈالا ہے اور ان کو انہی احکام کا پابند کیا ہے' جو ان کے قوائے فکر وعمل کے مطابق ہیں اسی طرح بندوں کو بھی جو مالک مجازی ہیں یہی چاہئے کہ وہ اپنے مملوک یعنی غلام پر

کہ جو انہی کی طرح انسان ہیں ان کی طاقت وہمت سے باہر کسی کام کا بار نہ ڈالیں۔
حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ غلام کے تئیں مالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) جب غلام نماز پڑھ رہا ہو تو اس کو جلد بازی کا حکم نہ دے (۲) جب وہ کھانا کھا رہا ہو تو اس کو اپنے کسی کام کے لئے نہ اٹھائے (۳) اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ اچھی طرح بھر جائے۔

آقا پر اپنی کنیز اور غلام کا خرچ لازم ہے

(وَعَلَى الْمَوْلٰى اَنْ يُّنْفِقَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَاَمَتِهٖ) لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَمَالِيْكِ ((اِنَّهُمْ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ، اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاَلْبِسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ، وَلَا تُعَذِّبُوْا عِبَادَ اللّٰهِ(۱))) (فَاِنِ امْتَنَعَ وَكَانَ لَهُمَا كَسْبٌ اكْتَسَبَا وَاَنْفَقَا) لِاَنَّ فِيْهِ نَظَرًا لِلْجَانِبَيْنِ حَتّٰى يَبْقَى الْمَمْلُوْكُ حَيًّا وَيَبْقٰى فِيْهِ مِلْكُ الْمَالِكِ (وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمَا كَسْبٌ) بِاَنْ كَانَ عَبْدًا زَمِنًا اَوْ جَارِيَةً لَا يُؤَاجَرُ مِثْلُهَا (اُجْبِرَ الْمَوْلٰى عَلٰى بَيْعِهِمَا) لِاَنَّهُمَا مِنْ اَهْلِ الِاسْتِحْقَاقِ وَفِى الْبَيْعِ اِيْفَاءُ حَقِّهِمَا وَاِبْقَاءُ حَقِّ الْمَوْلٰى بِالْخُلْفِ، بِخِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ لِاَنَّهَا تَصِيْرُ دَيْنًا فَكَانَ تَاْخِيْرًا عَلٰى مَا ذَكَرْنَا، وَنَفَقَةُ الْمَمْلُوْكِ لَا تَصِيْرُ دَيْنًا فَكَانَ اِبْطَالًا، وَبِخِلَافِ سَائِرِ الْحَيَوَانَاتِ لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ اَهْلِ الِاسْتِحْقَاقِ فَلَا يُجْبَرُ عَلٰى نَفَقَتِهَا، اِلَّا اَنَّهٗ يُؤْمَرُ بِهٖ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (نَهٰى عَنْ تَعْذِيْبِ الْحَيَوَانِ(۲)) وَفِيْهِ ذٰلِكَ، وَنَهٰى عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ(۱) وَفِيْهِ اِضَاعَتُهٗ .وَعَنْ اَبِىْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ يُجْبَرُ، وَالْاَصَحُّ مَا قُلْنَا، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور مالک پر اپنے غلام اور کنیز کا خرچ لازم ہوتا ہے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا غلاموں کے بارے میں یہ فرمان ہے: ''وہ تمہارے بھائی ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارا ماتحت کر دیا ہے تم انہیں وہی چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی چیز پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عذاب نہ دو''۔ اگر آقا انکار کر دیتا ہے اور وہ دونوں (غلام اور کنیز) ہنر مند ہوں' تو وہ خود کام کر کے کمائیں گے' اور کھائیں گے' کیونکہ اس میں دونوں فریقوں کے لئے بہتری ہے' یہاں تک کہ غلام بھی زندہ رہے گا' اور مالک کی ملکیت بھی باقی رہے گی۔ لیکن اگر وہ دونوں ہنر مند نہ ہوں' یعنی وہ غلام اپاہج ہو یا کنیز ایسی ہو کہ اسے کوئی ملازم نہ رکھتا ہو' تو آقا کو ان کی فروخت پر مجبور کر دیا جائے گا' کیونکہ وہ دونوں استحقاق رکھتے ہیں اور فروخت کرنے کی صورت میں ان کا حق پورا کیا جا رہا ہے اور آقا کا حق بھی پورا کیا جا رہا ہے کہ اسے قیمت مل جائے گی۔ البتہ بیوی کے خرچ کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ قرض ہو جاتا ہے' لہٰذا اس میں تاخیر کی جا سکتی ہے' جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ لیکن غلام کا خرچ قرض نہیں بنتا اس لیے ابطال ضروری ہوگا' جبکہ حیوانات کا حکم اس کے برخلاف ہے' اس کی وجہ یہ ہے: وہ استحقاق کے حقدار نہیں ہیں اس لیے ان کے خرچ کے بارے میں آقا کو

مجبور نہیں کیا جاسکتا البتہ اسے یہ پابند کیا جائے گا' وہ ان کا خرچ ادا کرے اور یہ معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے جانوروں کو اذیت دینے سے منع کیا ہے اور یہ بات اس میں شامل ہے اور نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے بھی منع کیا ہے اور اس میں مال کو ضائع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

امام ابویوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اس بارے میں مالک کو مجبور کیا جائے گا' تاہم درست قول وہی ہے' جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کتاب العتاق

﴿یہ کتاب غلام آزاد کرنے کے بیان میں ہے﴾

کتاب العتاق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: طلاق اور عتاق میں مشترک مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں میں اسقاط مشترک ہے' کیونکہ عتاق میں ملک رقبہ کا اسقاط ہے' جبکہ طلاق میں ملک بضع کے منافع کا اسقاط ہے۔ جس چیز سے ذمے سے ملکیت ساقط ہو جائے اس کو ابراء کہتے ہیں اور جس چیز سے ملکیت قصاص ساقط ہو جائے اس کو عفو کہتے ہیں۔ لہٰذا اسقاط کی مختلف اقسام وانواع کا باہمی امتیاز کی رعایت کرنے کے لئے فرق کرنا ضروری ہے۔ اور یہاں بعض کی اضافت کل کی طرف کی گئی ہے۔

(فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۳۵، بیروت)

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف نے کتاب طلاق کے بعد کتاب عتاق کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان میں سرایت ولزوم کے طور پر اسقاط برابر ہے۔ جس طرح طلاق میں ہے۔ یہاں تک کہ اس میں تعلیق صحیح ہے۔ پس بعض اعتاق کل اعتاق کی طرح ہو گیا ہے۔ بہر حال انسداد خواہ بطور حقیقت ملکیت میں ہو وہ عتق میں ثبوت کے بعد طلاق کی طرح فسخ کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۲۶۵، بیروت)

طلاق کی ترتیب جس کو حدیث میں بھی ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ہم وہ بھی ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے: لا طلاق و لا عتاق فی غلاق (مسند احمد: ۲۷۶۶)

زبردستی کی کوئی طلاق اور آزادی نہیں ہے۔ اور اکراہ زبردستی میں شامل ہے، کیونکہ مجبور ومکرہ شخص تصرف کا حق کھو بیٹھتا ہے۔

عتاق کا لغوی وشرعی مفہوم

عتاق کا لغوی معنی ہے۔ آزاد کرنا، جبکہ اصطلاح شرعی میں مالک کا کسی غلام کو اپنی ملکیت سے آزاد کر دینے کا نام عتاق ہے۔ عتق اور عتیق کا معنی آزادی ہے' جس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب مبارک عتیق ہے۔ اور اس لقب مبارک کا سبب یہ ہے۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جب آپ کی ولادت شریفہ ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ آپ کو بیت اللہ شریف لے گئیں اور دعا کی: "اے اللہ انہیں موت سے آزاد کر کے میری خاطر زندگی عطا فرما دے" دعا قبول ہوئی اور آپ کا لقب مبارک عتیق ہو گیا۔ (مختصر تاریخ دمشق جلد 13، ص 35، شرح مواہب زرقانی، ج 1، ص 445)

اعتاق کے مندوب تصرف کا بیان

اَلْاِعْتَاقُ تَصَرُّفٌ مَنْدُوْبٌ اِلَيْهِ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اَيُّمَا مُسْلِمٍ اَعْتَقَ مُؤْمِنًا اَعْتَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ) وَلِهٰذَا اسْتَحَبُّوْا اَنْ يُعْتِقَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ وَالْمَرْاَةُ الْاَمَةَ لِيَتَحَقَّقَ مُقَابَلَةُ الْاَعْضَاءِ بِالْاَعْضَاءِ .

قَالَ (الْعِتْقُ يَصِحُّ مِنَ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ) شَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِاَنَّ الْعِتْقَ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِي الْمِلْكِ وَلَا مِلْكَ لِلْمَمْلُوْكِ وَالْبُلُوْغِ لِاَنَّ الصَّبِيَّ لَيْسَ مِنْ اَهْلِهِ لِكَوْنِهِ ضَرَرًا ظَاهِرًا، وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُهُ الْوَلِيُّ عَلَيْهِ، وَالْعَقْلِ لِاَنَّ الْمَجْنُوْنَ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلتَّصَرُّفِ وَلِهٰذَا لَوْ قَالَ الْبَالِغُ: اَعْتَقْتُ وَاَنَا صَبِيٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، وَكَذَا اِذَا قَالَ الْمُعْتِقُ اَعْتَقْتُ وَاَنَا مَجْنُوْنٌ وَجُنُوْنُهُ كَانَ ظَاهِرًا لِوُجُوْدِ الْاِسْنَادِ اِلٰى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ، وَكَذَا لَوْ قَالَ الصَّبِيُّ كُلُّ مَمْلُوْكٍ اَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ اِذَا احْتَلَمْتُ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِقَوْلٍ مُلْزِمٍ، وَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْعَبْدُ فِي مِلْكِهِ حَتّٰى لَوْ اَعْتَقَ عَبْدَ غَيْرِهِ لَا يَنْفُذُ عِتْقُهُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا عِتْقَ فِيْمَا لَا يَمْلِكُهُ ابْنُ آدَمَ) .

اعتاق کا تصرف مندوب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی مؤمن کو آزاد کیا' تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔ لہٰذا مستحب ہے کہ مرد غلام کو اور عورت باندی کو آزاد کرے تا کہ اعضاء کا اعضاء کیساتھ تقابل ہو جائے۔

فرمایا: آزادی ہر اس بالغ عاقل سے صحیح ہوتی ہے' جس کی ملکیت ہو۔ اور آزادی کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف ملکیت سے صحیح ہوتی ہے' جبکہ مملوک کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اور بچہ اس لئے اہل نہیں ہے' کیونکہ اس کا نقصان ظاہر ہے۔ کیونکہ ولی بچے پر اعتاق کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور عاقل ہونے کی شرط اس لئے بیان کی ہے کہ مجنون تصرف کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا جب کسی بالغ شخص نے کہا: میں نے آزاد کیا جبکہ میں بچہ ہوں' تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' اور اسی طرح اگر معتق نے کہا: میں نے آزاد کیا لیکن میں مجنون ہوں اور اس کا جنون بھی ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اعتاق کا اسناد انتفائے حالت عتق کی طرف کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح جب کسی بچے نے کہا: جس میں مالک ہوں وہ آزاد ہے' جب میں بالغ ہو جاؤں' تو اس صورت میں بھی اعتاق درست نہ ہوگا' کیونکہ نابالغ کسی ایسے قول کی اہلیت نہیں رکھتا جو حکم لازم کرنے والا ہو۔ اور غلام کا معتق کی ملکیت ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شخص نے دوسرے کے غلام کو آزاد کیا' تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں عتق نہیں ہے۔

غلام و باندی کے اعتاق میں الفاظ کی صراحت کا بیان

(وَاِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ اَوْ اَمَتِهِ اَنْتَ حُرٌّ اَوْ مُعْتَقٌ اَوْ عَتِيْقٌ اَوْ مُحَرَّرٌ اَوْ قَدْ حَرَّرْتُكَ اَوْ قَدْ اَعْتَقْتُكَ فَقَدْ عَتَقَ نَوٰى بِهِ الْعِتْقَ اَوْ لَمْ يَنْوِ) لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ صَرِيْحَةٌ فِيْهِ .

لِاَنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيهِ شَرْعًا وَعُرْفًا فَاَغْنَى ذٰلِكَ عَنِ النِّيَّةِ وَالْوَضْعِ، وَاِنْ كَانَ فِي الْاِخْبَارِ فَقَدْ جُعِلَ اِنْشَاءً فِي التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ لِلْحَاجَةِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَالْبَيْعِ وَغَيْرِهِمَا (وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ بِهِ الْاِخْبَارَ الْبَاطِلَ اَوْ اَنَّهُ حُرٌّ مِنَ الْعَمَلِ صُدِّقَ دِيَانَةً) لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُهُ (وَلَا يَدِينُ قَضَاءً) لِاَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ (وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا حُرُّ يَا عَتِيقُ يُعْتَقُ) لِاَنَّهُ نِدَاءٌ بِمَا هُوَ صَرِيحٌ فِي الْعِتْقِ وَهُوَ لِاسْتِحْضَارِ الْمُنَادَى بِالْوَصْفِ الْمَذْكُورِ هٰذَا هُوَ حَقِيقَتُهُ فَيَقْتَضِي تَحَقُّقَ الْوَصْفِ فِيهِ وَاَنَّهُ يَثْبُتُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَقْضِي بِثُبُوتِهِ تَصْدِيقًا لَهُ فِيمَا اَخْبَرَ، وَسَنُقَرِّرُهُ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اِذَا سَمَّاهُ حُرًّا ثُمَّ نَادَاهُ يَا حُرُّ لِاَنَّ مُرَادَهُ الْاِعْلَامُ بِاسْمِ عَلَمِهِ وَهُوَ مَا لَقَّبَهُ بِهِ .وَلَوْ نَادَاهُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَا آزَادَ وَقَدْ لَقَّبَهُ بِالْحُرِّ قَالُوا يُعْتَقُ، وَكَذَا عَكْسُهُ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِنِدَاءٍ بِاسْمِ عَلَمِهِ فَيُعْتَبَرُ اِخْبَارًا عَنِ الْوَصْفِ .

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام یاباندی سے کہا کہ تو آزاد ہے یا عتیق ہے یا معتق ہے یا محرر ہے یا میں نے تجھے محرر کردیا یا میں نے تجھے آزاد کردیا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔اگر چہ آقا نے ان کے آزاد کرنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔اس لئے کہ یہ الفاظ اعتاق کے لئے صریح ہیں۔کیونکہ باعتبار عرف وشرع دونوں میں ان الفاظ استعمال اعتاق کے لئے ہے۔لہٰذا یہ نیت سے مستغنی ہوگئے۔اوران الفاظ کی وضع اگر چہ اخبار کے لئے ہے مگر ضرورت کی وجہ سے ان کو تصرفات شرعیہ کے لئے انہیں انشاء کے لئے اختیار کرلیا گیا ہے جس طرح طلاق اور بیع میں ہے۔

اور جب آقا نے اپنے مملوک سے کہا اسے آزاد،اے عتیق،تو وہ آزاد ہوجائے گا۔کیونکہ اس کا یہ پکارنا لفظ صریح کے ساتھ ہے اور ندا یعنی پکارنا منادیٰ کو وصف مذکور کے ساتھ حاضر کرنے کے لئے ہوتا ہے۔اور حقیقی طور پر منادیٰ کا مقصد یہی ہے۔لہٰذا یہ مذکورہ وصف کے ثابت ہونے کا تقاضہ کرتا ہے۔اور یہ وصف منادیٰ کی طرف سے ثابت ہوگیا۔اسی وجہ سے آقا کی دی ہوئی خبر کی تصدیق ثبوت وصف کے لئے تقاضہ کرتی ہے۔اور ہم ان شاء اللہ بعد میں اس کو ذکر کریں گے۔البتہ جب آقا نے غلام کا نام حر رکھ دیا اور اس کے اس نے اس پکارا،اے حر،اور یہاں آقا کا مقصد غلام کو اس کے نام سے اطلاع کرنا ہے۔یعنی اس نام سے جو اس نے رکھا ہوا ہے۔اور جب کسی آقا نے فارسی میں اے آزاد کہہ کر پکارا جبکہ اس نے اس غلام کا نام حر رکھا ہوا ہو تو اس بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں۔کہ وہ آزاد ہوجائے گا۔اوراسی طرح جب اس کا عکس ہو کیونکہ یہاں اس نام سے پکارنا نہیں ہے۔پس ایسی خبر کا اعتبار کیا جائے گا جو وصف سے ہو۔

غلام کے اعضاء کو پکار کر آزاد کرنے کا بیان

(وَكَذَا لَوْ قَالَ رَاْسُكَ حُرٌّ اَوْ وَجْهُكَ اَوْ رَقَبَتُكَ اَوْ بَدَنُكَ اَوْ قَالَ لِاَمَتِهِ فَرْجُكِ حُرٌّ) لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، وَاِنْ اَضَافَهُ اِلٰى جُزْءٍ شَائِعٍ يَقَعُ فِي

ذَلِكَ الْجُزْءِ، وَسَيَأتِيكَ الِاخْتِلَافُ فِيهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

وَإِنْ أَضَافَهُ إِلٰى جُزْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ كَالْيَدِ وَالرِّجْلِ لَا يَقَعُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَالْكَلَامُ فِيهِ كَالْكَلَامِ فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ .

اور اسی طرح جب کسی آقا نے کہا: تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے یا تیری گردن آزاد ہے یا تیرا بدن آزاد ہے یا اپنی باندی سے کہا کہ تیری شرم گاہ آزاد ہے۔ اس لئے کہ ان الفاظ سے مکمل بدن کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا بیان کتاب طلاق میں بیان ہو چکا ہے۔ اور جب کسی آقا نے کسی جزء شائع کی طرف آزادی کی نسبت کی تو جزء شائع میں آزادی واقع ہو جائے گی۔ اور اس بارے میں بیان شدہ اختلاف ان شاء اللہ عنقریب آپ کے لئے بیان کر دیا جائے گا۔

اور جب آقا نے اعتاق کو نسبت کسی ایسے معین حصے کی طرف جس سے پورے جسم کو تعبیر نہیں کیا جاتا جس طرح ہاتھ اور پاؤں ہیں' تو ہمارے نزدیک آزادی واقع نہ ہوگی' جبکہ اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے اور اس کی بحث وہی ہے' جو کتاب طلاق میں بیان کر دی گئی ہے۔ اور طلاق کی بحث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

آقا کے عدم ملکیت اظہار کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ وَنَوٰى بِهِ الْحُرِّيَّةَ عَتَقَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لَمْ يُعْتَقْ) لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَرَادَ لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ لِأَنِّي بِعْتُكَ، وَيُحْتَمَلُ لِأَنِّي أَعْتَقْتُكَ فَلَا يَتَعَيَّنُ أَحَدُهُمَا مُرَادًا إِلَّا بِالنِّيَّةِ قَالَ (وَكَذَا كِنَايَاتُ الْعِتْقِ) وَذَلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ خَرَجْتِ مِنْ مِلْكِي وَلَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكِ وَلَا رِقَّ لِي عَلَيْكِ وَقَدْ خَلَّيْتُ سَبِيلَكِ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ نَفْيَ السَّبِيلِ وَالْخُرُوجَ عَنِ الْمِلْكِ وَتَخْلِيَةَ السَّبِيلِ بِالْبَيْعِ أَوِ الْكِتَابَةِ كَمَا يَحْتَمِلُ بِالْعِتْقِ فَلَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ، وَكَذَا قَوْلُهُ لِأَمَتِهِ قَدْ أَطْلَقْتُكِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ خَلَّيْتُ سَبِيلَكِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِخِلَافِ قَوْلِهِ طَلَّقْتُكِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَوْ قَالَ لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكِ وَنَوَى الْعِتْقَ لَمْ يُعْتَقْ) لِأَنَّ السُّلْطَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْيَدِ، وَسُمِّيَ السُّلْطَانُ بِهِ لِقِيَامِ يَدِهِ وَقَدْ يَبْقَى الْمِلْكُ دُونَ الْيَدِ كَمَا فِي الْمُكَاتَبِ، بِخِلَافِ قَوْلِهِ: لَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكَ لِأَنَّ نَفْيَهُ مُطْلَقًا بِانْتِفَاءِ الْمِلْكِ لِأَنَّ لِلْمَوْلٰى عَلَى الْمُكَاتَبِ سَبِيلًا فَلِهٰذَا يَحْتَمِلُ الْعِتْقَ .

اور جب کسی آقا نے کہا: تجھ پر میری کوئی ملکیت نہیں ہے اور اس سے آقا نے آزادی کی نیت کی تو مملوک آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر آقا نے آزادی کی نیت نہ کی تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں احتمال ہے اور وہ احتمال یہ ہے کہ آقا کا مطلب یہ ہو کہ میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں ہے' کیونکہ میں نے تجھے بیچ ڈالا اور یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا ہے۔ پس یہاں نیت کے بغیر کسی حکم کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

فرمایا: اور عتق کے کنایات کا بھی یہی حکم ہے جس طرح کسی آقا نے کہا "خَرَجْتِ مِنْ مِلْكِي" "تو میری ملکیت سے نکل گئی تجھ پر میری طرف کوئی راہ نہیں ہے، میرے لئے تجھ پر کوئی رقیت نہیں ہے، میرے نے تیرا رستہ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ بیع اور کتابت کے واسطے سے بھی ملکیت کی راہ نفی کرنے اور نکلنے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ جس طرح یہ عتق کے ذریعے احتمال رکھتے ہیں۔ پس نیت اس میں لازم ہوگئی اور اسی طرح کسی آقا نے اپنی باندی سے کہا "قَدْ أَطْلَقْتُكِ" کیونکہ اس کا یہ قول "خَلَّيْتُ سَبِيلَكِ" کے قائم مقام ہے اور حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ البتہ جب اس نے "" کہا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ بعد میں بیان کریں گے۔

اور جب آقا نے کہا: تجھ پر میری کوئی بادشاہت نہیں ہے اور اس نے آزادی کی نیت بھی کی تب بھی غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ بادشاہت سے مراد قبضہ ہے اور بادشاہ کا نام اسی وجہ سے بادشاہ رکھا گیا ہے کہ سلطنت پر اس کا قبضہ ہوتا ہے جبکہ کبھی کبھی ملکیت باقی رہتی ہے مگر قبضہ نہیں ہوتا جس طرح مکاتب میں ہے۔ بہ خلاف اس آقا کے جس نے کہا "لَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكَ" کیونکہ مطلق طور پر سبیل کی نفی کرنا ملکیت کی نفی کرنا ہے جبکہ مکاتب پر آقا کو سبیل رہتی ہے اسی سبب کے پیش نظر وہ آزادی کا احتمال رکھتا ہے۔

غلام کو اپنا بیٹا قرار دینے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ هٰذَا ابْنِي وَثَبَتَ عَلٰى ذٰلِكَ عَتَقَ) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ، فَإِنْ كَانَ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ ذَكَرَهُ بَعْدَ هٰذَا ؛ ثُمَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِأَنَّ وِلَايَةَ الدَّعْوَةِ بِالْمِلْكِ ثَابِتَةٌ وَالْعَبْدُ مُحْتَاجٌ إِلَى النَّسَبِ فَيَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ، وَإِذَا ثَبَتَ عَتَقَ لِأَنَّهُ يَسْتَنِدُ النَّسَبُ إِلٰى وَقْتِ الْعُلُوقِ، وَإِنْ كَانَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِلتَّعَذُّرِ وَيُعْتَقُ إِعْمَالًا لِلَّفْظِ فِي مَجَازِهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ إِعْمَالِهِ بِحَقِيقَتِهِ، وَوَجْهُ الْمَجَازِ نَذْكُرُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اور جب آقا نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ اور اسی پر پکا ہوگیا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور مسئلہ کا یہ حکم اس وقت ہے جب کسی اس جیسے شخص سے اس قسم کو بچہ پیدا ہو سکتا ہو۔ اور اگر اس کہنے والے سے اس قسم کا بچہ پیدا ہی نہ ہو سکتا تو پھر یہ بعد کی بات ہے۔ اور پھر غلام کو نسب معروف نہ ہو تو اس کا نسب اسی شخص سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ دعویٰ نسب کی ولایت ملکیت کی وجہ سے ثابت ہو جاتا ہے جبکہ غلام کو نسب کی ضرورت بھی ہے پس آقا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور جب نسب ثابت ہو گیا تو غلام بھی آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ نسب نطفہ قرار پانے والے وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جب غلام کا نسب معروف ہو تو آقا کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ اب وہ متعذر ہے جبکہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ جب کسی لفظ کے حقیقی معنی پر عمل مشکل ہو جائے تو اس کے مجازی معنی پر عمل کیا جاتا ہے اور اس مجاز کی دلیل ہم ان شاء اللہ بعد میں ذکر کر دیں گے۔

آقا کا غلام کو آقا کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ هٰذَا مَوْلَایَ اَوْ یَا مَوْلَایَ عَتَقَ) .اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِاَنَّ اسْمَ الْمَوْلٰی وَاِنْ كَانَ يَنْتَظِمُ النَّاصِرَ وَابْنَ الْعَمِّ وَالْمُوَالَاةُ فِي الدِّيْنِ وَالْاَعْلٰى وَالْاَسْفَلِ فِي الْعَتَاقَةِ اِلَّا اَنَّهُ تَعَيَّنَ الْاَسْفَلُ فَصَارَ كَاسْمٍ خَاصٍّ لَهُ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَوْلٰى لَا يَسْتَنْصِرُ بِمَمْلُوكِهِ عَادَةً وَلِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ فَانْتَفَى الْاَوَّلُ وَالثَّانِي وَالثَّالِثُ نَوْعُ مَجَازٍ، وَالْكَلَامُ لِلْحَقِيْقَةِ وَالْاِضَافَةُ اِلَى الْعَبْدِ تُنَافِي كَوْنَهُ مُعْتَقًا فَتَعَيَّنَ الْمَوْلَى الْاَسْفَلُ فَالْتَحَقَ بِالصَّرِيْحِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ لِاَمَتِهِ: هٰذِهِ مَوْلَاتِي لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ قَالَ: عَنَيْتُ بِهِ الْمَوْلٰى فِي الدِّيْنِ اَوِ الْكَذِبَ يُصَدَّقُ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ لِمُخَالَفَتِهِ الظَّاهِرَ، وَاَمَّا الثَّانِي فَلِاَنَّهُ لَمَّا تَعَيَّنَ الْاَسْفَلُ مُرَادًا اِلْتَحَقَ بِالصَّرِيْحِ وَبِالنِّدَاءِ بِاللَّفْظِ الصَّرِيْحِ يُعْتَقُ بِاَنْ قَالَ: يَا حُرُّ يَا عَتِيْقُ فَكَذَا النِّدَاءُ بِهٰذَا اللَّفْظِ .وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْتَقُ فِي الثَّانِي لِاَنَّهُ يَقْصِدُ بِهِ الْاِكْرَامَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ يَا سَيِّدِي يَا مَالِكِي .قُلْنَا: الْكَلَامُ لِحَقِيْقَتِهِ وَقَدْ اَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرَهُ لِاَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ مَا يَخْتَصُّ بِالْعِتْقِ فَكَانَ اِكْرَامًا مَحْضًا .

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا کہا یا اے میرے آقا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ آقا کا لفظ "مددگار، چچازاد بھائی، دینی معاملات، اعلیٰ اعتاق، اور اسفل وغیرہ سب کو شامل ہے مگر یہاں اسفل کا تعین ہے پس وہ اس کے لئے اسم خاص ہو گیا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آقا عام طور پر اپنے غلام سے مدد نہیں مانگتا اور پھر غلام کو نسب بھی معروف ہے لہٰذا یہاں پہلا اور دوسرا معنی ختم ہو گیا اور تیسرے معنی میں ایک طرح مجاز ہے جبکہ کلام میں اصل معنی حقیقی ہے اور جب غلام کی اضافت اس کے معتق ہونے منافی ہے۔ لہٰذا یہاں آقا اسفل کے لئے متعین ہو گیا اور یہ صریح کے ساتھ ملنے والا ہو گیا۔ اور اسی طرح جب آقا نے اپنی باندی سے کہا کہ یہ میری آقا ہے اس کی دلیل بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب آقا نے کہا: میں نے اسی دینی موالات مراد لئے تھے یا جھوٹ مراد لیا تھا تو اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ البتہ فیصلے کے طور پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے اور البتہ دوسری صورت جس میں اسفل متعین ہو گیا تو یہ بھی صریح کے ساتھ ملنے والا ہے۔ اور لفظ صریح کے پکارنے سے غلام آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ جب آقا کہے اے آزاد، اے عتیق، پس اس لفظ کے پکارنے سے بھی غلام آزاد ہو جائے گا جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دوسری صورت میں غلام آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے قول یا سیدی، یا مالکی کہنے سے احترام مراد ہے جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ کلام حقیقی معنی کے لئے ہوتا ہے۔ اور حقیقی معنی پر عمل کرنا بھی ممکن ہے جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسا کلام ہی نہیں ہے جو آزادی کے ساتھ خاص ہو پس وہ عزت کے پیش نظر ہوگا۔

آقا کا غلام کو بھائی یا بیٹا کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ يَا ابْنِي أَوْ يَا أَخِي لَمْ يَعْتِقْ) لِأَنَّ النِّدَاءَ لِإِعْلَامِ الْمُنَادَى إِلَّا أَنَّهُ إِذْ كَانَ بِوَصْفٍ يُمْكِنُ إِثْبَاتُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِتَحْقِيقِ ذَلِكَ الْوَصْفِ فِي الْمُنَادَى اسْتِحْضَارًا لَهُ بِالْوَصْفِ الْمَخْصُوصِ كَمَا فِي قَوْلِهِ يَا حُرُّ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَإِذَا كَانَ النِّدَاءُ بِوَصْفٍ لَا يُمْكِنُ إِثْبَاتُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِلْإِعْلَامِ الْمُجَرَّدِ دُونَ تَحْقِيقِ الْوَصْفِ فِيهِ لِتَعَذُّرِهِ وَالْبُنُوَّةُ لَا يُمْكِنُ إِثْبَاتُهَا حَالَةَ النِّدَاءِ مِنْ جِهَتِهِ لِأَنَّهُ لَوِ انْخَلَقَ مِنْ مَاءِ غَيْرِهِ لَا يَكُونُ ابْنًا لَهُ بِهَذَا النِّدَاءِ فَكَانَ لِمُجَرَّدِ الْإِعْلَامِ۔

وَيُرْوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ شَاذًّا أَنَّهُ يَعْتِقُ فِيهِمَا وَالْإِعْتِمَادُ عَلَى الظَّاهِرِ. وَلَوْ قَالَ: يَا ابْنُ لَا يَعْتِقُ لِأَنَّ الْأَمْرَ كَمَا أَخْبَرَ فَإِنَّهُ ابْنُ أَبِيهِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ: يَا بُنَيَّ أَوْ يَا بُنَيَّةُ لِأَنَّهُ تَصْغِيرُ الْابْنِ وَالْبِنْتِ مِنْ غَيْرِ إِضَافَةٍ وَالْأَمْرُ كَمَا أَخْبَرَ۔

اور جب کسی آقا نے کہا: اے میرے بیٹے، اے میرے بھائی تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ندا منادیٰ کو مطلع کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر جس وقت وہ کسی ایسے وصف کے ساتھ ہو جس کو پکارنے والے کی طرف ثابت کرنا ممکن ہو تو تب منادیٰ میں وہ وصف ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ منادیٰ کو اسی وصف کے ساتھ حاضر کیا جا رہا ہے' جس طرح کسی آقا نے کہا اے آزاد کہا جس کو ہم بیان کر چکے ہیں

اور جب ندا کسی ایسے وصف کے ساتھ ہو جس میں ندا دینے والے کی طرف ثابت کرنا ممکن نہ ہو تو یہاں پر ندا صرف اطلاع کے لئے ہوگی منادیٰ میں ثبوت وصف کے لئے نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں اثبات ممکن نہیں ہے' جبکہ بیٹا ہونا ایک ایسا وصف ہے' جس کو پکارتے وقت ثبوت منادیٰ ممکن نہیں ہے' کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے نطفہ پیدا ہوا ہے' تو اس ندا سے وہ اس کا بیٹا نہ ہوگا۔ پس یہ ندا صرف اطلاع کے لئے ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے شاذ ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دونوں صورتوں میں غلام آزاد ہو جائے گا۔ البتہ اعتماد ظاہر الروایت پر ہے۔ اور جب کسی آقا نے اپنے غلام کو بیٹا کہا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا' کیونکہ یہ وہی حکم ہے' جس کی اس نے خبر دی ہے۔ کیونکہ وہ غلام اپنے باپ کا بیٹا ہے اور جب آقا نے ''يَا بُنَيَّ أَوْ يَا بُنَيَّةُ'' کہا کیونکہ یہاں اضافت بغیر ابن و بنت کے تصغیر ہے اور یہ حکم خبر کے مطابق ہے۔

کلام کے حقیقی معنی کے محال ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ لِغُلَامٍ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ هَذَا ابْنِي عَتَقَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَقَالَا: لَا يَعْتِقُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَهُمْ أَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالُ الْحَقِيقَةِ فَيُرَدُّ فَيَلْغُو كَقَوْلِهِ أَعْتَقْتُكَ قَبْلَ

اَنْ اُخْلَقَ اَوْ قَبْلَ اَنْ تُخْلَقَ ۔

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ اَنَّہٗ کَلَامٌ مُحَالٌ بِحَقِیْقَتِہٖ لٰکِنَّہٗ صَحِیْحٌ بِمَجَازِہٖ لِاَنَّہٗ اِخْبَارٌ عَنْ حُرِّیَّتِہٖ مِنْ حِیْنِ مَلَکَہٗ، وَھٰذَا لِاَنَّ الْبُنُوَّۃَ فِی الْمَمْلُوْکِ سَبَبٌ لِحُرِّیَّتِہٖ، اِمَّا اِجْمَاعًا اَوْ صِلَۃً لِلْقَرَابَۃِ، وَاِطْلَاقُ السَّبَبِ وَاِرَادَۃُ الْمُسَبَّبِ مُسْتَجَازٌ فِی اللُّغَۃِ تَجَوُّزًا، وَلِاَنَّ الْحُرِّیَّۃَ مُلَازِمَۃٌ لِلْبُنُوَّۃِ فِی الْمَمْلُوْکِ وَالْمُشَابَھَۃُ فِیْ وَصْفٍ مُلَازِمٍ مِنْ طُرُقِ الْمَجَازِ عَلٰی مَا عُرِفَ فَیُحْمَلُ عَلَیْہِ تَحَرُّزًا عَنِ الْاِلْغَاءِ، بِخِلَافِ مَا اسْتَشْھَدَ بِہٖ لِاَنَّہٗ لَا وَجْہَ لَہٗ فِی الْمَجَازِ فَتَعَیَّنَ الْاِلْغَاءُ، وَھٰذَا بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ لِغَیْرِہٖ قَطَعْتُ یَدَکَ فَاَخْرَجَھُمَا صَحِیْحَتَیْنِ حَیْثُ لَمْ یُجْعَلْ مَجَازًا عَنِ الْاِقْرَارِ بِالْمَالِ وَالْتِزَامِہٖ وَاِنْ کَانَ الْقَطْعُ سَبَبًا لِوُجُوْبِ الْمَالِ لِاَنَّ الْقَطْعَ خَطَأً سَبَبٌ لِوُجُوْبِ مَالٍ مَخْصُوْصٍ وَھُوَ الْاَرْشُ، وَاَنَّہٗ یُخَالِفُ مُطْلَقَ الْمَالِ فِی الْوَصْفِ حَتّٰی وَجَبَ عَلَی الْعَاقِلَۃِ فِیْ سَنَتَیْنِ وَلَا یُمْکِنُ اِثْبَاتُہٗ بِدُوْنِ الْقَطْعِ، وَمَا اَمْکَنَ اِثْبَاتُہٗ فَالْقَطْعُ لَیْسَ بِسَبَبٍ لَہٗ، اَمَّا الْحُرِّیَّۃُ فَلَا تَخْتَلِفُ ذَاتًا وَحُکْمًا فَاَمْکَنَ جَعْلُہٗ مَجَازًا عَنْہُ ۔

اور جب آقا نے کسی ایسے غلام کو کہا اس جیسا غلام اس سے پیدا نہیں ہوسکتا "لَا یُوْلَدُ مِثْلُہٗ لِمِثْلِہٖ ھٰذَا ابْنِیْ" کہا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا' جبکہ صاحبین اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک وہ آزاد نہ ہو گا۔ ان فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا کلام ہے' جس کو حقیقی معنی پر محمول کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ لغو اور فضول ہو جائے گا' جس طرح آقا کا یہ قول ہے کہ میں نے تجھے اپنی پیدائش سے پہلے یا تیری پیدائش سے پہلے آزاد کر دیا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام اگرچہ اپنے حقیقی معنی میں ناممکن ہے' لیکن اس کا استعمال مجاز میں صحیح ہے' کیونکہ اس میں آقا کے مالک ہونے میں غلام کی آزادی کی خبر ہے۔ اور اس حکم دلیل یہ ہے کہ اس کی آزادی کا سبب غلام کا بیٹا ہونا ہے۔ یا پھر جماع کے سبب یا قرابت کے صلہ کے سبب ہے اور یہاں سبب بول کو مسبب مراد لیا گیا ہے۔ اور یہ لغت عرب کے مطابق ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ غلامی میں بیٹا ہونے کے لئے آزادی ضروری ہے' جبکہ لازم میں تشبیہ دینا طرق مجاز میں سے ایک اصول ہے' جس طرح معلوم ہو چکا ہے پس اس کلام کو لغو سے بچانے کے لئے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

جبکہ اس مسئلہ کے خلاف ہے' جس سے استشہاد پیش کیا گیا ہے' کیونکہ اس میں مجاز کا کوئی اصول نہیں ہے' تو اس کا لغو ہونا وہاں متعین ہے۔ اور جبکہ یہ اس صورت کے خلاف ہے۔ کہ جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سلامتی کے ساتھ نکالا تو اسے اقرار بہ مال اور لزوم مال سے مجاز نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ ہاتھ کا کاٹنا اگرچہ مال خصوص یعنی تاوان کے سبب واجب ہے۔ اور یہ ایک وصف میں مطلق مال کے خلاف ہے۔ اسی لئے عاقلہ پر مال دو سال کے جرمانے سے واجب ہوتا ہے' جبکہ ہاتھ کاٹنے کے ساتھ اس کا اثبات ممکن نہیں ہے اور یہاں جس کا اثبات ممکن ہے اور کاٹنا اس کا

سبب نہیں ہے۔ البتہ آزادی تو وہ ذات اور حکم کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی۔ پس ابن سے مجازی طور پر حریت مراد لینا ممکن ہے۔

آقا کا اپنے غلام باندی کو ماں باپ قرار دینے کا بیان

وَلَوْ قَالَ: هٰذَا اَبِی اَوْ اُمِّی وَمِثْلُهٗ لَا یُولَدُ لِمِثْلِهِمَا فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ قَالَ لِصَبِيٍّ صَغِيرٍ: هٰذَا جَدِّی قِيلَ: هُوَ عَلَى الْخِلَافِ .

وَقِيلَ: لَا يُعْتَقُ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَا مُوجِبَ لَهٗ فِی الْمِلْكِ اِلَّا بِوَاسِطَةٍ وَهُوَ الْاَبُ وَهِيَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ فِی كَلَامِهٖ فَتَعَذَّرَ اَنْ يُجْعَلَ مَجَازًا عَنِ الْمُوجِبِ . بِخِلَافِ الْاُبُوَّةِ وَالْبُنُوَّةِ لِاَنَّ لَهُمَا مُوجِبًا فِی الْمِلْكِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، وَلَوْ قَالَ: هٰذَا اَخِی لَا يُعْتَقُ فِی ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ اَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُعْتَقُ .وَوَجْهُ الرِّوَايَتَيْنِ مَا بَيَّنَّاهُ .

وَلَوْ قَالَ لِعَبْدِهٖ هٰذَا ابْنَتِی فَقَدْ قِيلَ عَلَى الْخِلَافِ، وَقِيلَ هُوَ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّ الْمُشَارَ اِلَيْهِ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْمُسَمّٰی فَتَعَلَّقَ الْحُكْمُ بِالْمُسَمّٰی وَهُوَ مَعْدُومٌ فَلَا يُعْتَبَرُ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِی النِّكَاحِ .

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے یا باندی سے کہا کہ یہ میری ماں ہے اور اس طرح کا غلام اس کا باپ یا اس طرح کی باندی اس کی ماں نہیں ہو سکتی' تو اس مسئلے کا اختلاف بھی مذکورہ اختلاف کی طرح ہے اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر آئے ہیں۔

اگر کسی شخص نے چھوٹے بچے سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے' تو ایک قول کے مطابق یہ اختلاف شدہ قول ہے اور دوسرے قول کے مطابق وہ بہ اتفاق فقہاء آزاد نہ ہوگا' کیونکہ غلام کی ملکیت میں اس حکم کے بغیر کسی ذریعے کے کچھ واجب کرنے والا نہیں ہے' جبکہ اس کلام میں کوئی ذریعہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس اس کو مجازی طور آزادی کا موجب قرار دینا ناممکن ہے' جبکہ باپ ہونے یا بیٹا ہونے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں پر بغیر کسی ذریعے کے بھی غلام میں یہ دونوں اسباب آزادی کو واجب کرنے والے ہیں اور جب آقا نے ھذا اخی کہا تو ظاہر الروایت کے مطابق غلام آزاد نہ ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ ایک روایت کے مطابق وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ان دونوں روایات کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں اور جب آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے' تو ایک قول یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور دوسرے قول کے مطابق یہ اجماعی مسئلہ ہے' کیونکہ یہاں مشار الیہ مذکورہ کی جنس ہی نہیں ہے' جبکہ حکم کا تعلق مذکور (مسمی) کے ساتھ ہے اور مسمی معدوم ہے پس یہ کلام غیر معتبر ہے اور کتاب نکاح میں ہم اس مسئلہ کی تحقیق بیان کر آئے ہیں۔

باندی کو مطلقہ یا بائنہ کہنے کا بیان

(وَاِنْ قَالَ لِاَمَتِهٖ: اَنْتِ طَالِقٌ اَوْ بَائِنٌ اَوْ تَخَمَّرِی وَنَوٰی بِهِ الْعِتْقَ لَمْ تُعْتَقْ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تُعْتَقُ اِذَا نَوٰی، وَكَذَا عَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ سَائِرُ اَلْفَاظِ الصَّرِيحِ وَالْكِنَايَةِ عَلٰی مَا

قَالَ مَشَايِخُهُمْ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ لَهُ أَنَّهُ نَوٰى مَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ بَيْنَ الْمِلْكَيْنِ مُوَافَقَةً إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِلْكُ الْعَيْنِ، أَمَّا مِلْكُ الْيَمِيْنِ فَظَاهِرٌ، وَكَذٰلِكَ مِلْكُ النِّكَاحِ فِي حُكْمِ مِلْكِ الْعَيْنِ حَتّٰى كَانَ التَّأْبِيْدُ مِنْ شَرْطِهِ وَالتَّأْقِيْتُ مُبْطِلًا لَهُ وَعَمَلُ اللَّفْظَيْنِ فِي إِسْقَاطِ مَا هُوَ حَقُّهُ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلِهٰذَا يَصِحُّ التَّعْلِيْقُ فِيْهِ بِالشَّرْطِ، أَمَّا الْأَحْكَامُ فَتَثْبُتُ سَبَبٌ سَابِقٌ وَهُوَ كَوْنُهُ مُكَلَّفًا، وَلِهٰذَا يَصْلُحُ لَفْظَةُ الْعِتْقِ وَالتَّحْرِيْرِ كِنَايَةً عَنِ الطَّلَاقِ فَكَذَا عَكْسُهُ.

وَلَنَا أَنَّهُ نَوٰى مَا لَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لُغَةً إِثْبَاتُ الْقُوَّةِ وَالطَّلَاقُ رَفْعُ الْقَيْدِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْعَبْدَ أُلْحِقَ بِالْجَمَادَاتِ وَبِالْإِعْتَاقِ يَحْيَا فَيَقْدِرُ، وَلَا كَذٰلِكَ الْمَنْكُوْحَةُ فَإِنَّهَا قَادِرَةٌ إِلَّا أَنَّ قَيْدَ النِّكَاحِ مَانِعٌ وَبِالطَّلَاقِ يَرْتَفِعُ الْمَانِعُ فَتَظْهَرُ الْقُوَّةُ وَلَا خَفَاءَ أَنَّ الْأَوَّلَ أَقْوٰى، وَلِأَنَّ مِلْكَ الْيَمِيْنِ فَوْقَ مِلْكِ النِّكَاحِ فَكَانَ إِسْقَاطُهُ أَقْوٰى وَاللَّفْظُ يَصْلُحُ مَجَازًا عَمَّا هُوَ دُوْنَ حَقِيْقَتِهِ لَا عَمَّا هُوَ فَوْقَهُ، فَلِهٰذَا امْتَنَعَ فِي الْمُتَنَازَعِ فِيْهِ وَانْسَاغَ فِي عَكْسِهِ.

اور جب آقا نے اپنی باندی سے کہا تو مطلقہ ہے یا بائنہ ہے یا تو اوڑھ لے اور اس سے عتق کی نیت کی تو وہ آزاد نہیں ہوگی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر آقا نے آزادی کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائے گی اور تمام الفاظ صریحہ اور کنایہ میں بھی یہی اختلاف ہے جیسا کہ مشائخ شافعیہ نے بیان کیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ایسی چیز کی نیت کی ہے' جس کا وہ لفظ احتمال رکھتا ہے۔ اس لیے کہ دونوں ملکوں کے درمیان موافقت ہے' جبکہ دونوں میں سے ہر ایک کی ملک ذاتی ملک ہے' جبکہ ملک یمین تو وہ ظاہر ہے اور ملک نکاح بھی ملک یمین کے حکم میں ہے اسی لئے ہمیشگی نکاح کی شرط ہے اور وقت متعین نکاح کے لئے مبطل ہے اور دونوں لفظوں کا عمل اس کے حق کو ساقط کرنے کے لئے ہے اور وہ ملکیت ہے اسی لئے آزادی کو شرط پر معلق کرنا درست ہے باقی احکام تو وہ سبب سابق کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں اور سابق کا سبب آقا کا مکلف ہونا ہے۔ اس لئے لفظ عتق اور لفظ تحریر کنایہ عن الطلاق ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں جبکہ ایسے ہی اس کا الٹ بھی درست ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا نے ایسا معنی مراد لیا ہے' جس کا لفظ احتمال نہیں رکھتا اس لئے کہ قوت کے ثابت ہونے کو ہی آزادی کہتے ہیں جبکہ طلاق رفع قید کا نام ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام کو جمادات کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ اور آزادی کی وجہ سے وہ زندہ رہ کر تصرفات پر قادر ہو جاتا ہے اور منکوحہ کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ وہ تصرف پر قادر ہوتی ہے۔ لیکن قید نکاح اس نے مانع ہے۔ اور طلاق سے مانع ختم ہو جاتا ہے اس لئے قوت ظاہر ہوگی اور اس امر میں کوئی خفا نہیں ہے کہ پہلا زیادہ قوی ہے اور اس لئے کہ ملک یمین ملک نکاح سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے اس کا اسقاط بھی زیادہ قوی ہوگا' اور لفظ اپنے سے کم کے لئے' تو مجاز بن سکتا ہے' لیکن اپنے سے بلند کے لئے مجاز نہیں بن سکتا اسی وجہ سے جس میں تنازع ہوا اس کے لئے مجاز ممتنع ہوگا' اور اس کے برخلاف میں جائز ہوگا۔

غلام کو آزاد کی مثل قرار دینے کا بیان

(وَاِذَا قَالَ لِعَبْدِهٖ اَنْتَ مِثْلُ الْحُرِّ لَمْ يُعْتَقْ) لِاَنَّ الْمِثْلَ يُسْتَعْمَلُ لِلْمُشَارَكَةِ فِي بَعْضِ الْمَعَانِي عُرْفًا فَوَقَعَ الشَّكُّ فِي الْحُرِّيَّةِ (وَلَوْ قَالَ: مَا اَنْتَ اِلَّا حُرٌّ عَتَقَ) لِاَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مِنَ النَّفْيِ اِثْبَاتٌ عَلٰى وَجْهِ التَّاكِيدِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ (وَلَوْ قَالَ رَاْسُكَ رَاْسُ حُرٍّ لَا يُعْتَقُ) لِاَنَّهٗ تَشْبِيهٌ بِحَذْفِ حَرْفِهٖ (وَلَوْ قَالَ رَاْسُكَ رَاْسٌ حُرٌّ عَتَقَ) لِاَنَّهٗ اِثْبَاتُ الْحُرِّيَّةِ فِيهِ اِذِ الرَّاْسُ يُعَبَّرُ بِهٖ عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ .

اور جب آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد کی مثل ہے تو وہ آزاد نہیں ہوگا اس لئے کہ لفظ مثل عام طور پر کئی معانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا حریت میں شک پیدا ہو گیا اور جب اس نے کہا تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا' کیونکہ نفی سے استثناء کرنا اثبات میں تاکید پیدا کرنے والا ہے' جس طرح کلمہ شہادت میں ہے۔ اور اگر آقا نے کہا: تیرا سر آزاد کا سر ہے' تو اس صورت میں غلام آزاد نہ ہوگا' کیونکہ یہ حرف حذف تشبیہ کے ساتھ ہے۔ اور جب اس نے کہا: تیرا سر آزاد سر ہے' تو غلام آزاد ہو جائے گا' کیونکہ اس طرح غلام میں آزادی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ سر کے ذریعے تمام بدن کو تعبیر کیا جاتا ہے۔

فصل

﴿یہ فصل شرعی اختیار والے اعتاق کے بیان میں ہے﴾

فصل اختیار شرعی والی آزادی کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اختیار اضطراری والی فصل میں آزادی کے مسائل بیان کر دیئے ہیں کیونکہ وہ اصل ہیں اور اب مصنف علیہ الرحمہ نے ایسے اعتاق کے مسائل کو بیان کیا ہے جو اختیار کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۲۹۰، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ نے بھی کہا ہے کہ اختیاری کے اضطراری کو لائے ہیں۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۷، بیروت)

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ نے غلام کی آزادی کے مستحب ہونے یا کسی کو بطور احسان آزاد کرنے سے متعلق احکام ذکر کیے ہیں کیونکہ غلامی کسی انسان کی ملکیت میں آجانے کا نام ہے اور اس میں اصل اختیار ہے یعنی غلام آجانے کے بعد کسی کو اختیار نہ ہو وہ اس سے غلام کو آزاد کرنے کا تقاضہ کرے یا مطالبہ کرنے کا حق رکھتا ہو جبکہ ذی رحم محرم کے آزاد ہونے میں رحم ایک قوی سبب ہے جو غلامی کے سبب سے قوی ہوتے ہوئے ذی رحم محرم کو آزاد کرا دیتا ہے۔

ذی رحم ملکیت کے ملکیت رقیت سے اعلیٰ ہونے کا بیان

(وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ) وَهَذَا اللَّفْظُ مَرْوِيٌّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ" وَاللَّفْظُ بِعُمُومِهِ يَنْتَظِمُ كُلَّ قَرَابَةٍ مُؤَبَّدَةٍ بِالْمَحْرَمِيَّةِ وِلَادًا أَوْ غَيْرَهُ، وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ يُخَالِفُنَا فِي غَيْرِهِ.

لَهُ أَنَّ ثُبُوتَ الْعِتْقِ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاةِ الْمَالِكِ يَنْفِيهِ الْقِيَاسُ أَوْ لَا يَقْتَضِيهِ، وَالْأُخُوَّةُ وَمَا يُضَاهِيهَا نَازِلَةٌ عَنْ قَرَابَةِ الْوِلَادَةِ فَامْتَنَعَ الْإِلْحَاقُ أَوْ الِاسْتِدْلَالُ بِهِ، وَلِهَذَا امْتَنَعَ التَّكَاتُبُ عَلَى الْمُكَاتَبِ فِي غَيْرِ الْوِلَادِ وَلَمْ يَمْتَنِعْ فِيهِ.

وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ مَلَكَ قَرِيبَهُ قَرَابَةً مُؤَثِّرَةً فِي الْمَحْرَمِيَّةِ فَيَعْتِقُ عَلَيْهِ، وَهَذَا هُوَ الْمُؤَثِّرُ فِي الْأَصْلِ، وَالْوِلَادُ مُلْغًى لِأَنَّهَا هِيَ الَّتِي يُفْتَرَضُ وَصْلُهَا وَيَحْرُمُ قَطْعُهَا حَتَّى وَجَبَتْ النَّفَقَةُ وَحَرُمَ النِّكَاحُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الْمَالِكُ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ لِعُمُومِ

الْعِلَّةِ .

اور جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوگا' تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ لفظ عموم کے پیش نظر ایسی کرامت کو شامل ہے' جس کو ابدی حرمت حاصل ہو اور یہ حرمت ولادت کے ذریعے ہو یا کسی اور ذریعے سے ہو' جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر ولادت میں ہم سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ مالک کی رضا کے بغیر ثبوت عتق کو قیاس منع کرتا ہے یا قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ آزاد نہ ہو۔ جبکہ اخوہ اور غیرہ اخوہ کی قرابت ولادت سے بھی کم ہے لہٰذا ان کا الحاق اور ان کا استدلال دونوں منع ہو جائیں گے۔

اور اسی طرح غیر ولاد میں مکاتب پر تکاتب کرنا ممتنع ہے' جب کہ ولاد میں ممتنع نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے' جو ہم نے بیان کی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ایسے قریبی کا مالک ہوا ہے' جو جس کی قرابت محرمیت مؤثر ہے اس لئے کہ وہ اس پر آزاد ہو جائے گا' اور اصل میں یہی مؤثر ہے' جبکہ ولادت تو غیر مؤثر ہے' کیونکہ قرابت کو ملانا ہی فرض ہے اور اس کو توڑنا حرام ہے حتی کہ نفقہ واجب ہوتا ہے' جبکہ نکاح حرام ہوتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مالک مسلمان ہو یا دارالسلام میں کافر ہو کیونکہ علت عام ہے۔

مکاتب کا اپنے بھائی کو خریدنے کا بیان

وَالْمُكَاتَبُ إِذَا اشْتَرَى أَخَاهُ وَمَنْ يَجْرِي مَجْرَاهُ لَا يَتَكَاتَبُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مِلْكٌ تَامٌّ يُقْدِرُهُ عَلَى الْإِعْتَاقِ وَالِافْتِرَاضِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ، بِخِلَافِ الْوِلَادِ لِأَنَّ الْعِتْقَ فِيهِ مِنْ مَقَاصِدِ الْكِتَابَةِ فَامْتَنَعَ الْبَيْعُ فَيَعْتِقُ تَحْقِيقًا لِمَقْصُودِ الْعَقْدِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَتَكَاتَبُ عَلَى الْأَخِ أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُهُمَا قُلْنَا أَنْ نَمْنَعَ، وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا مَلَكَ ابْنَةَ عَمِّهِ وَهِيَ أُخْتُهُ مِنَ الرَّضَاعِ لِأَنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ مَا ثَبَتَتْ بِالْقَرَابَةِ وَالصَّبِيُّ جُعِلَ أَهْلًا لِهٰذَا الْعِتْقِ، وَكَذَا الْمَجْنُونُ حَتّٰى عَتَقَ الْقَرِيبُ عَلَيْهِمَا عِنْدَ الْمِلْكِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْعَبْدِ فَشَابَهَ النَّفَقَةَ .

اور جب مکاتب نے اپنے بھائی یا کسی بھائی کے قائم مقام کو خرید لیا تو وہ اس مکاتب کے اوپر مکاتب نہ ہوگا' کیونکہ مکاتب کو اس قدر کامل ملکیت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ جس نے اس کو آزادی پر قدرت دے دی تو مسئلہ وقت قدرت ہی سپرد ہو جائے گا۔ جبکہ ولادت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ کتابت کے مقاصد میں آزادی ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے اس کی (مکاتب) بیع منع ہوئی ہے' کیونکہ مقصود عقد کو ثابت کرتے ہوئے وہ آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مکاتب کا بھائی پر اسی پر مکاتب ہوگا' اور صاحبین کا قول بھی اسی طرح ہے۔ پس منع کا اختیار ہے۔ اور البتہ یہ صورت اس کے خلاف ہے' جب کوئی شخص اپنے چچا کی بیٹی کا مالک بن جائے اور اس کی رضاعی بہن بھی

ہو، کیونکہ محرم ہونے معتبر ہے جو اس کی قرابت سے ثابت ہے اور بچے اور اسی مجنون کو اس کا اہل قرار دیا گیا ہے حتیٰ کہ قریبی آدمی مالک ہونے کے وقت ہی آزاد ہو جائے گا۔ لہٰذا بندے کا حق آزادی اس سے متعلق ہو گیا اور یہ نفقہ کے مشابہ ہو گیا ہے۔

اللہ کی رضا کے لئے غلام کو آزاد کرنے کا بیان

(وَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ لِلشَّيْطَانِ اَوْ لِلصَّنَمِ عَتَقَ) لِوُجُودِ رُكْنِ الْاِعْتَاقِ مِنْ اَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ وَوَصْفُ الْقُرْبَةِ فِي اللَّفْظِ الْاَوَّلِ زِيَادَةٌ فَلَا يَخْتَلُّ الْعِتْقُ بِعَدَمِهِ فِي اللَّفْظَيْنِ الْاٰخَرَيْنِ .

اور جب کسی شخص نے غلام کو اللہ کے لئے آزاد کیا یا اس نے شیطان یا بت کے لئے آزاد کیا' تو وہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ آزادی کا رکن اپنی اہلیت کے ساتھ محل میں واقع ہو گیا ہے' جبکہ قربت کا وصف لفظ اول میں زیادہ ہے' جبکہ آخری دو الفاظ میں قربت معدوم ہونے کی وجہ سے وہ خلل انداز نہ ہوگا۔

مجبور وسکران والے سے آزادی کا بیان

(وَعِتْقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ) لِصُدُورِ الرُّكْنِ مِنَ الْاَهْلِ فِي الْمَحَلِّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ .

(وَاِنْ اَضَافَ الْعِتْقَ اِلٰى مِلْكٍ اَوْ شَرْطٍ صَحَّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ) اَمَّا الْاِضَافَةُ اِلَى الْمِلْكِ فَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي كِتَابِ الطَّلَاقِ، وَاَمَّا التَّعْلِيقُ بِالشَّرْطِ فَلِاَنَّهُ اِسْقَاطٌ فَيَجْرِي فِيهِ التَّعْلِيقُ بِخِلَافِ التَّمْلِيكَاتِ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

مجبور اور نشہ والے کا آزاد کرنا واقع ہو جائے گا' کیونکہ آزادی کا رکن اپنے اہل سے محل میں واقع ہوا ہے' جس طرح طلاق میں ہے اور اس سے پہلے ہم بیان بھی کر چکے ہیں۔

اور جب آقا نے آزادی کو ملکیت یا کسی شرط کی طرف منسوب کیا' تو اس کے لئے ایسا کرنا صحیح ہے' جس طرح طلاق میں اضافت صحیح ہے' جبکہ ملک کی طرف اضافت میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے اور وہ کتاب طلاق میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ البتہ شرط کے ساتھ معلق کرنا وہ جائز ہے' کیونکہ آزادی اسقاط حق ہے لہٰذا اس میں تعلیق جاری رہے گی۔ جبکہ تملیک میں ایسا نہیں ہے' جس کا حکم اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔

حربی کے غلام کا مسلمان ہو کر آنے کا بیان

(وَاِذَا خَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِيِّ اِلَيْنَا مُسْلِمًا عَتَقَ) (لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبِيدِ الطَّائِفِ حِينَ خَرَجُوا اِلَيْهِ مُسْلِمِينَ هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى) وَلِاَنَّهُ اَحْرَزَ نَفْسَهُ وَهُوَ مُسْلِمٌ وَلَا اسْتِرْقَاقَ

عَلَى الْمُسْلِمِ ابْتِدَاءً .

اور اگر کسی حربی شخص کا غلام مسلمان ہو کر ہماری طرف آ جائے تو وہ آزاد ہو گا' کیونکہ طائف کے غلام جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کی طرف سے آزاد ہیں۔ اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ انہوں نے مسلمان ہونے کی حالت میں اپنے جان کو محفوظ کیا ہے اور ابتدائی طور پر کسی بھی مسلمان پر غلامی نہیں کی جا سکتی۔

باندی کے تابع حمل کے آزاد ہونے کا بیان

(وَإِنْ أَعْتَقَ حَامِلًا عَتَقَ حَمْلُهَا تَبَعًا لَهَا) إِذْ هُوَ مُتَّصِلٌ بِهَا (وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ خَاصَّةً عَتَقَ دُونَهَا) لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى إِعْتَاقِهَا مَقْصُودًا لِعَدَمِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهَا وَلَا إِلَيْهِ تَبَعًا لِمَا فِيهِ مِنْ قَلْبِ الْمَوْضُوعِ، ثُمَّ إِعْتَاقُ الْحَمْلِ صَحِيحٌ وَلَا يَصِحُّ بَيْعُهُ وَهِبَتُهُ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ نَفْسَهُ شَرْطٌ فِي الْهِبَةِ وَالْقُدْرَةُ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ وَلَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْجَنِينِ وَشَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ لَيْسَ بِشَرْطٍ فِي الْإِعْتَاقِ فَافْتَرَقَا .

اور جب کسی شخص نے اپنی حاملہ باندی کو آزاد کیا' تو اس باندی کے تابع ہوتے ہوئے اس کا حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔ اس لئے کہ حمل باندی سے ملا ہوا ہے اور اگر صرف حمل کو آزاد کیا' تو باندی آزاد نہیں ہوگی صرف حمل آزاد ہوگا اس لئے کہ باندی کو آزاد کرنے کی کوئی وجہ نہیں پائی جا رہی نہ تو قصداً کیونکہ باندی کی طرف اضافت نہیں ہے اور نہ ہی تبعاً کیونکہ اس میں قلب موضوع ہے۔ پھر حمل کا اعتاق درست ہے' لیکن اس کا ہبہ اور بیع درست نہیں ہے' کیونکہ ہبہ میں ذات کی سپردگی شرط ہے اور بیع میں سپردگی پر قدرت شرط ہے' جبکہ جنین کی طرف اضافت کرنے سے یہ چیز نہیں پائی جا رہی اور اعتاق میں ان میں سے کوئی شرط نہیں ہے لہٰذا دونوں جدا ہو گئے۔

باندی کے حمل کو مال کے بدلے آزاد کرنے کا بیان

(وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ عَلَى مَالٍ صَحَّ) وَلَا يَجِبُ الْمَالُ إِذْ لَا وَجْهَ إِلَى إِلْزَامِ الْمَالِ عَلَى الْجَنِينِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ، وَلَا إِلَى إِلْزَامِهِ الْأُمَّ لِأَنَّهُ فِي حَقِّ الْعِتْقِ نَفْسٌ عَلَى حِدَةٍ، وَاشْتِرَاطُ بَدَلِ الْعِتْقِ عَلَى غَيْرِ الْمُعْتَقِ لَا يَجُوزُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْخُلْعِ، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ قِيَامُ الْحَبَلِ وَقْتَ الْعِتْقِ إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْهُ، لِأَنَّهُ أَدْنَى مُدَّةِ الْحَمْلِ .

اور جب آقا نے حمل کو مال کے عوض آزاد کیا' تو آزادی درست ہو گی لیکن مال واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ جنین پر مال واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ اس پر کسی کو ولایت کا حق نہیں ہے اور اس کی ماں پر مال واجب کرنے کی

صورت نہیں ہے کیونکہ آزادی کے حق میں جنین ایک الگ جان ہے اور آزادی کا بدل جس کو آزاد کرنا ہے اس کے علاوہ کسی اور پر شرط لگانا جائز نہیں ہے جس طرح کہ خلع میں گزر چکا ہے۔ اور بوقت عتق حمل کا قیام اسی صورت میں معلوم ہوگا جب اس وقت سے چھ ماہ سے کم میں باندی نے بچہ جنا ہو اس لئے کہ یہ حمل کی ادنی مدت ہے۔

باندی کی اولاد کے آزاد ہونے کا بیان

قَالَ (وَ وَلَدُ الْاَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ) لِاَنَّهٗ مَخْلُوْقٌ مِنْ مَائِهٖ فَيَعْتِقُ عَلَيْهِ، هٰذَا هُوَ الْاَصْلُ، وَلَا مُعَارِضَ لَهٗ فِيْهِ لِاَنَّ وَلَدَ الْاَمَةِ لِمَوْلَاهَا .

فرمایا: باندی کی اولا جو اس آقا سے ہوگی وہ آزاد ہوگی کیونکہ آقا کے نطفے سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس پر آزادی ہو گی یہی اصل ہے اور بچہ کے متعلق کوئی معارض نہیں ہے۔ کیونکہ باندی کا بچہ اس کے آقا کا ہے۔

باندی کے بچے کے مملوک ہونے کا بیان

(وَوَلَدُهَا مِنْ زَوْجِهَا مَمْلُوْكٌ لِسَيِّدِهَا) لِتَرَجُّحِ جَانِبِ الْاُمِّ بِاعْتِبَارِ الْحَضَانَةِ اَوْ لِاسْتِهْلَاكِ مَائِهٖ بِمَائِهَا وَالْمُنَافَاةُ مُتَحَقِّقَةٌ وَالزَّوْجُ قَدْ رَضِيَ بِهٖ، بِخِلَافِ وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ لِاَنَّ الْوَالِدَ مَا رَضِيَ بِهٖ .

اور باندی کا وہ بچہ جو اس کے شوہر سے پیدا ہوا ہو وہ اس باندی کے مالک کا مملوک ہوگا اس لئے کہ کہ پرورش کے اعتبار سے یا شوہر کے نطفے کے باندی کے کے ساتھ ملکر ہلاک ہونے کیا عتبار سے ماں کی جہت راجح ہے اور منافات ثابت ہے اور شوہر اس پر راضی ہے اس شخص کے بچے کے خلاف کہ جس کو دھوکا دیا گیا ہو کیونکہ کہ والد اس پر راضی نہیں ہے۔

آزاد عورت کے بچے کی آزادی کا بیان

(وَوَلَدُ الْحُرَّةِ حُرٌّ عَلٰى كُلِّ حَالٍ) لِاَنَّ جَانِبَهَا رَاجِحٌ فَيَتْبَعُهَا فِيْ وَصْفِ الْحُرِّيَّةِ كَمَا يَتْبَعُهَا فِي الْمَمْلُوْكِيَّةِ والمرقوقية وَالتَّدْبِيْرِ وَاُمُوْمِيَّةِ الْوَلَدِ وَالْكِتَابَةِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ

اور آزاد عورت کا بچہ ہر حال میں آزاد ہوگا اس لئے کہ عورت کی جانب راجح ہے پس وصف حریت میں بچہ ماں کے تابع ہوگا جیسا کہ مملوک، مرقوق، مدبر، ام ولد اور مکاتب ہونے میں بچہ ماں کے ہی تابع ہوتا ہے۔

بَابُ الْعَبْدِ يَعْتِقُ بَعْضُهُ

باب عتق بعض کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے غلام کی بعض آزادی کو کل آزادی سے مؤخر ذکر کیا ہے کیونکہ غلام کل آزادی متفق علیہ ہے جبکہ غلام کی بعض آزادی مختلف فیہ ہے لہٰذا متفق علیہ کو مقدم ذکر کرنا اولیٰ تھا جس صاحب ہدایہ نے اپنایا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۳۰۷، بیروت)

غلام کی بعض آزادی سے متعلق فقہی آثار

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے اور اس شخص کے پاس اتنا مال کہ غلام کی قیمت دے سکے تو اس غلام کی قیمت لگا کر ہر ایک شریک کو موافق حصہ ادا کرے گا اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جس قدر اس غلام میں سے آزاد ہوا ہے اتنا ہی حصہ آزاد رہے گا۔

(۱) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے: ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ مولیٰ اگر اپنے مرنے کے بعد اپنے غلام کا ایک حصہ جیسے ثلث یا ربع یا نصف آزاد کر جائے تو بعد مولیٰ کے مرجانے کے اسی قدر حصہ جتنا مولیٰ نے آزاد کیا تھا آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس حصے کی آزادی بعد مولیٰ کے مرجانے کے لازم ہوئی اور جب تک مولیٰ زندہ تھا اس کو اختیار تھا جب مر گیا تو موافق اس کی وصیت کے اسی قدر حصہ آزاد ہوگا اور باقی غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ غیر کی ملک ہوگا تو باقی غلام غیر کی طرف سے کیونکر آزاد ہوگا نہ اس نے آزادی شروع کی اور نہ ثابت کی اور نہ اس کے واسطے ولاء ہے بلکہ یہ میت کا فعل ہے اسی نے آزاد کیا اور اسی نے اپنے لیے ولاء ثابت کی تو غیر کے مالک میں کیونکر درست ہوگا البتہ اگر یہ وصیت کر جائے کہ باقی غلام بھی اس کے مال میں سے آزاد کر دیا جائے گا اور ثلث مال میں سے وہ غلام آزاد ہو سکتا ہو تو آزاد ہو جائے گا پھر اس کے شریکوں یا وارثوں کو تعرض نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا کچھ ضرر نہیں۔

(۲) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے: اگر کسی شخص نے اپنی بیماری میں تہائی غلام آزاد کر دیا تو وہ ثلث مال میں سے پورا آزاد ہو جائے گا کیونکہ یہ مثل اس شخص کے نہیں ہے جو اپنی تہائی غلام کی آزادی اپنی موت پر معلق کردے اس واسطے کہ اس کی آزادی قطعی نہیں جب تک زندہ ہے رجوع کر سکتا ہے اور جس نے اپنے مرض میں تہائی غلام قطعاً آزاد کر دیا اگر وہ زندہ رہ گیا تو کل غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ میت کا تہائی مال میں وصیت درست ہے جیسے صحیح سالم کا تصرف کل مالک میں درست ہے۔

(۳) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے: جس شخص نے اپنا غلام قطعی طور پر آزاد کر دیا یہاں تک کہ اس کی شہادت ہوگئی اور اس کی حرمت پوری ہوگئی اور اس کی میراث ثابت ہوگئی اب اس کے مولیٰ کو نہیں پہنچتا کہ اس پر کسی مال یا خدمت کی شرط لگا دے یا اس پر کچھ غلامی کا بوجھ ڈالے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا حصہ غلام میں سے آزاد کردے تو اس کی قیمت لگا کر ہر ایک

شریک کو موافق حصہ کرآ زاد کرے اور غلام اس کے اوپر آزاد ہو جائے گا پس جس صورت میں وہ غلام خاص اسی کی ملک ہے تو زیادہ تر اس کی آزادی پوری کرنے کا حقدار ہوگا اور غلامی کا بوجھ اس پر نہ رکھے سکے گا۔ (موطاامام مالک: جلداول: حدیث نمبر 1150)

اعتاق کے اجزاء وعدم اجزاء کا بیان

(وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلٰى بَعْضَ عَبْدِهِ) عَتَقَ ذٰلِكَ الْقَدْرُ وَيَسْعٰى فِي بَقِيَّةِ قِيمَتِهِ لِمَوْلَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: (يَعْتِقُ كُلُّهُ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْإِعْتَاقَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ فَيَقْتَصِرُ عَلٰى مَا أَعْتَقَ وَعِنْدَهُمَا لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَإِضَافَتُهُ إِلَى الْبَعْضِ كَإِضَافَتِهِ إِلَى الْكُلِّ فَلِهٰذَا يَعْتِقُ كُلُّهُ .

لَهُمْ أَنَّ الْإِعْتَاقَ إِثْبَاتُ الْعِتْقِ وَهُوَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ، وَإِثْبَاتُهَا بِإِزَالَةِ ضِدِّهَا وَهُوَ الرِّقُّ الَّذِي هُوَ ضَعْفٌ حُكْمِيٌّ وَهُمَا لَا يَتَجَزَّآنِ فَصَارَ كَالطَّلَاقِ وَالْعَفْوِ عَنِ الْقِصَاصِ وَالِاسْتِيلَادِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْإِعْتَاقَ إِثْبَاتُ الْعِتْقِ بِإِزَالَةِ الْمِلْكِ، أَوْ هُوَ إِزَالَةُ الْمِلْكِ لِأَنَّ الْمِلْكَ حَقُّهُ وَالرِّقَّ حَقُّ الشَّرْعِ أَوْ حَقُّ الْعَامَّةِ .

وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ مَا يَدْخُلُ تَحْتَ وِلَايَةِ الْمُتَصَرِّفِ وَهُوَ إِزَالَةُ حَقِّهِ لَا حَقِّ غَيْرِهِ .

وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّصَرُّفَ يَقْتَصِرُ عَلٰى مَوْضِعِ الْإِضَافَةِ وَالتَّعَدِّي إِلٰى مَا وَرَاءَهُ ضَرُورَةَ عَدَمِ التَّجَزِّي، وَالْمِلْكُ مُتَجَزِّءٌ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ فَيَبْقٰى عَلَى الْأَصْلِ، وَتَجِبُ السِّعَايَةُ لِاحْتِبَاسِ مَالِيَّةِ الْبَعْضِ عِنْدَ الْعَبْدِ، وَالْمُسْتَسْعٰى بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْإِضَافَةَ إِلَى الْبَعْضِ تُوجِبُ ثُبُوتَ الْمَالِكِيَّةِ فِي كُلِّهِ، وَبَقَاءُ الْمِلْكِ فِي بَعْضِهِ يَمْنَعُهُ، فَعَمِلْنَا بِالدَّلِيلَيْنِ بِإِنْزَالِهِ مُكَاتَبًا إِذْ هُوَ مَالِكٌ يَدًا إِلَّا رَقَبَةً، وَالسِّعَايَةُ كَبَدَلِ الْكِتَابَةِ، فَلَهُ أَنْ يَسْتَسْعِيَهُ .

وَلَهُ خِيَارُ أَنْ يُعْتِقَهُ لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ قَابِلٌ لِلْإِعْتَاقِ، غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا عَجَزَ لَا يُرَدُّ إِلَى الرِّقِّ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ لَا إِلٰى أَحَدٍ فَلَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ الْمَقْصُودَةِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيُفْسَخُ، وَلَيْسَ فِي الطَّلَاقِ وَالْعَفْوِ عَنِ الْقِصَاصِ حَالَةٌ مُتَوَسِّطَةٌ،

فَأَثْبَتْنَاهُ فِي الْكُلِّ تَرْجِيحًا لِلْمُحَرِّمِ، وَالِاسْتِيلَادُ مُتَجَزِّءٌ عِنْدَهُ، حَتّٰى لَوِ اسْتَوْلَدَ نَصِيبَهُ مِنْ مُدَبَّرَةٍ يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ .وَفِي الْقِنَّةِ لَمَّا ضَمِنَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالْإِفْسَادِ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَكَمُلَ الِاسْتِيلَادُ .

اور جب آقا نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کیا ہو تو اسی مقدار سے وہ غلام آزاد ہوگا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ وہ غلام باقی قیمت میں آقا کے لئے سعی کرے گا جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔
اور اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعتاق متجزی ہو سکتا ہے اسی وجہ سے آزادی اتنی مقدار پر آزادی منحصر ہوگی جتنا آقا نے آزاد کیا ہو جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اعتاق متجزی نہیں ہو سکتا اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اسی لئے بعض غلام کی طرف آزادی کی اضافت کرنا کل غلام کی طرف اضافت کرنے کی طرح ہے اسی وجہ سے پورا غلام آزاد ہو جائے گا ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اعتاق اثبات قوت کا نام ہے اور وہ قوت حکمیہ ہے اور اس کا اثبات اس کی ضد کو ختم کرنے سے ہوگا' اور قوت کی ضد وہ رقیت ہے' جو حکمی کمزوری ہے اور یہ دونوں متجزی نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے یہ طلاق دینے قصاص معاف کرنے اور ام ولد بنانے کی طرح ہو گیا۔
جبکہ امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ملک کو زائل کر کے عتق ثابت کرنے کا نام اعتاق ہے یا خود اعتاق ہی ملک زائل کرنے کا نام ہے' کیونکہ ملک معتق کا حق ہے یا عوام کا حق ہے اور تصرف کا حکم اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ متصرف کی ولایت کے تحت داخل ہوتا ہے اور یہ اپنے حق کو ختم کرتا ہے نا کہ دوسروں کے حق کو۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ تصرف موضع اضافت تک محدود رہتا ہے۔
اور اس کے علاوہ کی طرف متعدی ہونا تجزی کے نہ پائے جانے کی ضرورت کے تحت ہوتا ہے اور ملک متجزی ہے جیسا کہ بیع اور ہبہ میں ہے اسی وجہ سے تصرف اعتاق اپنی اصل پر باقی رہے گا' اور غلام پر سعی کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اس کے پاس کچھ مالیت محبوس ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مستسعی مکاتب کے درجے میں ہے۔ اس لئے کہ بعض غلام کی طرف اعتاق کو منسوب کرنا پورے غلام میں ثبوت ملکیت کے موجب ہے' لیکن بعض غلام میں ملکیت کی بقاء اس کے لئے مانع ہے لہٰذا ہم نے دونوں دلیلوں پر عمل کر کے اس کو مکاتب قرار دے دیا اس لئے کہ وہ تصرف کا مالک ہے نہ کہ رقبہ کا اور کمائی کرنا بدل کتابت کی طرح ہے۔ اس لئے آقا کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ غلام سے کمائی کروالے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اس کو آزاد کر دے اس لئے کہ مکاتب اعتاق کے لائق رہتا ہے' لیکن اگر وہ کمائی کرنے سے عاجز ہو جائے' تو اسے رقیت کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ اسقاط لا الی احد ہے ہے اس لئے فسخ کو قبول نہیں کرے گا کتابت مقصودہ کے خلاف اس لئے کہ وہ ایسا عقد ہے' جس کا اقالہ بھی ہو سکتا ہے اور جو فسخ بھی ہو سکتا ہے۔
اور طلاق اور قصاص کا معاف کرنا ان میں کوئی درمیانی حالت نہیں اس لئے ہم نے محرم کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے کل میں ثابت کر دیا اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استیلاد یعنی ام ولد بنانا متجزی ہوتا ہے یہاں تک کہ آقا نے مدبرہ باندی سے اپنے حصے کو ام ولد بنا لیا تو وہ اس کے حصے تک محدود رہے گا' اور کامل مملوکہ باندی میں جب کسی نے افساد کی وجہ سے اپنے ساتھی کے حصے کا تاوان دے دیا تو ضمان کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہو گیا اس لئے استیلاد پورا ہو گیا۔

مشترک غلام کو کسی ایک کے آزاد کرنے کا بیان

(وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَاَعْتَقَ اَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ عَتَقَ)، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَعْتَقَ، وَاِنْ شَاءَ ضَمَّنَ شَرِيكَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ، وَاِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ.

اور جب ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کسی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہو تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پھر اگر وہ شریک مالدار ہو تو اس کے ساتھی کو اختیار ہو گا اگر چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اگر چاہے تو اپنے شریک سے اپنے حصے کی ضمان لے لے اور اگر چاہے تو غلام سے کمائی کرا لے۔

ضمان کی صورت میں معتق کا غلام سے رجوع کرنے کا بیان

فَإِنْ ضَمِنَ رَجَعَ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ (وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ، وَإِنْ أَعْتَقَ أَوِ اسْتَسْعَى فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا، وَإِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا فَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ) وَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا فِي الْوَجْهَيْنِ. وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

پھر اگر اس نے ضمان لے لیا تو معتق غلام سے رجوع کرے گا اور اس کا ولاء معتق کو ملے گا اور اگر شریک ثانی اپنے حصے کو آزاد کر دیا یا اس سے کمائی کرائی تو ولاء ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور اگر معتق تنگدست ہے۔ تو شریک کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے اس سے محنت کرائے اور ولاء دونوں صورتوں میں ان کے درمیان ہوگی اور یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

شریک ثانی کے لئے ضمان کا بیان

(وَقَالَا: لَيْسَ لَهُ إِلَّا الضَّمَانُ مَعَ الْيَسَارِ وَالسِّعَايَةُ مَعَ الْإِعْسَارِ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ) وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ تَبْتَنِي عَلَى حَرْفَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَجَزِّيءُ الْإِعْتَاقِ وَعَدَمُهُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالثَّانِي: أَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ سِعَايَةَ الْعَبْدِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَمْنَعُ. لَهُمَا فِي الثَّانِي قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ نَصِيبَهُ، إِنْ كَانَ غَنِيًّا ضَمِنَ، وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا سَعَى فِي حِصَّةِ الْآخَرِ، قَسَّمَ وَالْقِسْمَةُ تُنَافِي الشَّرِكَةَ. وَلَهُ أَنَّهُ احْتَبَسَتْ مَالِيَّةُ نَصِيبِهِ عِنْدَ الْعَبْدِ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ كَمَا إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ فِي ثَوْبِ إِنْسَانٍ وَأَلْقَتْهُ فِي صَبْغِ غَيْرِهِ حَتَّى انْصَبَغَ بِهِ فَعَلَى صَاحِبِ الثَّوْبِ قِيمَةُ صَبْغِ الْآخَرِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا لِمَا قُلْنَا فَكَذَا هَاهُنَا، إِلَّا أَنَّ الْعَبْدَ فَقِيرٌ فَيَسْتَسْعِيهِ.

ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ يَسَارُ التَّيْسِيرِ، وَهُوَ أَنْ يَمْلِكَ مِنَ الْمَالِ قَدْرَ قِيمَةِ نَصِيبِ الْآخَرِ لَا يَسَارُ الْغِنَى، لِأَنَّ بِهِ يَعْتَدِلُ النَّظَرُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ بِتَحْقِيقِ مَا قَصَدَهُ الْمُعْتِقُ مِنَ الْقُرْبَةِ وَإِيصَالِ بَدَلِ حَقِّ السَّاكِتِ إِلَيْهِ،

حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ شریک اول کے مالدار ہونے کی صورت میں شریک ثانی کو صرف ضمان کا حق ہو

توابع اور استسعاء کے سوابیع اور ہبہ وغیرہ کے احکام ختم کر دیئے ہیں اس کی دلیل وہی ہے' جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور معتق مال ضمان کو غلام سے واپس لے گا۔ اس لئے کہ ضمانت ادا کرنے کی وجہ سے وہ ساکت کے قائم مقام ہو گیا ہے۔ اور جب ساکت کے لئے استسعاء کے ذریعے یہ اختیار تھا۔ تو معتق کو بھی یہ حق حاصل ہوگا۔ اور اس لئے بھی کہ معتق ادائے ضمان کی وجہ سے اس غلام کو حکمی طور پر مالک ہو چکا ہے لہٰذا یہ اس طرح ہو چکا ہے کہ جس طرح پورا اسی کا ہے۔ حالانکہ اس نے بعض ہی غلام آزاد کیا ہے' تو اسے یہ اختیار ہے کہ باقی کو آزاد کر دے یا جب چاہے' تو اس سے محنت کرائے۔ اور اس صورت میں ولاء معتق کو ملے گا' کیونکہ مکمل حق ہی اسی کی جانب واقع ہوا ہے' کیونکہ ضمان ادا کر کے وہ اس کا مالک ہو چکا ہے۔

آزاد کرنے والے کی تنگدستی کا بیان

وَفِي حَالِ إِعْسَارِ الْمُعْتِقِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى لِمَا بَيَّنَّا، وَالْوَلَاءُ لَهُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ الْعِتْقَ مِنْ جِهَتِهِ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُسْتَسْعِي عَلَى الْمُعْتِقِ بِمَا أَدَّى بِإِجْمَاعٍ بَيْنَنَا لِأَنَّهُ يَسْعَى لِفِكَاكِ رَقَبَتِهِ أَوْ لَا يَقْضِي دَيْنًا عَلَى الْمُعْتِقِ إِذْ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِعُسْرَتِهِ، بِخِلَافِ الْمَرْهُونِ إِذَا أَعْتَقَهُ الرَّاهِنُ الْمُعْسِرُ لِأَنَّهُ يَسْعَى فِي رَقَبَةٍ قَدْ فُكَّتْ أَوْ يَقْضِي دَيْنًا عَلَى الرَّاهِنِ فَلِهٰذَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ. وَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْمُوسِرِ كَقَوْلِهِمَا.

وَقَالَ فِي الْمُعْسِرِ: يَبْقَى نَصِيبُ السَّاكِتِ عَلَى مِلْكِهِ يُبَاعُ وَيُوهَبُ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى تَضْمِينِ الشَّرِيكِ لِإِعْسَارِهِ وَلَا إِلَى السِّعَايَةِ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَيْسَ بِجَانٍ وَلَا رَاضٍ بِهِ، وَلَا إِلَى إِعْتَاقِ الْكُلِّ لِلْإِضْرَارِ بِالسَّاكِتِ فَتَعَيَّنَ مَا عَيَّنَّاهُ.

قُلْنَا: إِلَى الِاسْتِسْعَاءِ سَبِيلٌ لِأَنَّهُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى الْجِنَايَةِ بَلْ تُبْتَنَى السِّعَايَةُ عَلَى احْتِبَاسِ الْمَالِيَّةِ فَلَا يُصَارُ إِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْقُوَّةِ الْمُوجِبَةِ لِلْمَالِكِيَّةِ وَالضَّعْفِ السَّالِبِ لَهَا فِي شَخْصٍ وَاحِدٍ.

📖 اور معتق کے تنگدست ہونے کی حالت میں اگر شریک ثانی چاہے' تو اپنا حصہ بھی آزاد کر دے کیوں کہ اس کی ملکیت باقی ہے اور اگر چاہے' تو اس سے کمائی کرائے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے اور دونوں صورتوں میں اس کو بھی ولاء ملے گا کیوں کہ اس کی طرف سے بھی عتق واقع ہوا ہے اور غلام مستسعی معتق سے اپنا اداء کردہ مال واپس نہیں لے سکتا باتفاق فقہائے احناف کیوں کہ وہ تو اپنی گردن چھڑانے کے لئے کمائی کرتا ہے اور معتق پر کوئی قرضہ نہیں اداء کرتا ہے اسلیے کہ معتق کے عسر کی وجہ سے اس پر کچھ بھی نہیں لازم ہے برخلاف عبد مرہون کے جب اسے معسر راہن آزاد کر دے، اس لیے کہ عبد مرہون اپنی گردن کے لئے کمائی کرتا ہے' جو چھوٹ چکی ہے یا وہ ایسا قرضہ اداء کرتا ہے' جو راہن پر تھا لہٰذا وہ راہن سے واپس لے لے گا۔

اور موسر کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرات صاحبین کے قول کی طرح جب کہ معسر کے متعلق ان کا قول یہ کہ ساکت کا حصہ اس کی ملکیت برقرار رہے گا' جسے بیچا بھی جا سکے گا' اور ہبہ بھی کیا جا سکے گا کیوں کہ شریک اول کے معسر ہونے کی وجہ

سے اس سے ضمان لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ہی غلام سے کمائی کرانے کا اختیار ہے کیوں کہ نہ تو وہ ظالم ہے اور نہ ہی آزادی پر راضی ہے اور پورے غلام کو آزاد کرنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ساکت کا ضرر ہے لہٰذا ہم نے جو کچھ متعین کیا ہے وہی متعین ہے ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ شریک ثانی کے لیے غلام سے کمائی کرانے کی راہ ہے کیوں کہ استسعاء کے لیے جنا یت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ استسعاء اس کی مالیت کے احتباس پر مبنی ہے لہٰذا ایک ہی غلام میں قوت جو موجب ملکیت ہے وہ اور ضعف جو اس قوت کو سلب کرنے والا ہے وہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوں گی۔

جب غلام کی آزادی کی شہادت ایک آدمی بیان کرے

قَالَ (وَلَوْ شَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلٰى صَاحِبِهِ بِالْعِتْقِ سَعَى الْعَبْدُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ مُوسِرَيْنِ كَانَا أَوْ مُعْسِرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَكَذَا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّ صَاحِبَهُ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ فَصَارَ مُكَاتَبًا فِي زَعْمِهِ عِنْدَهُ وَحَرُمَ عَلَيْهِ الْاِسْتِرْقَاقُ فَيُصَدَّقُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَيُمْنَعُ مِنِ اسْتِرْقَاقِهِ وَيَسْتَسْعِيهِ لِأَنَّا تَيَقَّنَّا بِحَقِّ الْاِسْتِسْعَاءِ كَاذِبًا كَانَ أَوْ صَادِقًا لِأَنَّهُ مُكَاتَبُهُ أَوْ مَمْلُوكُهُ فَلِهٰذَا يَسْتَسْعِيَانِهِ، وَلَا يَخْتَلِفُ ذٰلِكَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْحَالَيْنِ فِي أَحَدِ شَيْئَيْنِ، لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُ، وَقَدْ تَعَذَّرَ التَّضْمِينُ لِإِنْكَارِ الشَّرِيكِ فَتَعَيَّنَ الْآخَرُ وَهُوَ السِّعَايَةُ، وَالْوَلَاءُ لَهُمَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَقُولُ عَتَقَ نَصِيبُ صَاحِبِي عَلَيْهِ بِإِعْتَاقِهِ وَوَلَاؤُهُ لَهُ، وَعَتَقَ نَصِيبِي بِالسِّعَايَةِ وَوَلَاؤُهُ لِي.

(وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: إِنْ كَانَا مُوسِرَيْنِ فَلَا سِعَايَةَ عَلَيْهِ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَبْرَأُ عَنْ سِعَايَتِهِ بِدَعْوَى الْعَتَاقِ عَلٰى صَاحِبِهِ لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُمَا، إِلَّا أَنَّ الدَّعْوٰى لَمْ تَثْبُتْ لِإِنْكَارِ الْآخَرِ وَالْبَرَاءَةُ عَنِ السِّعَايَةِ قَدْ ثَبَتَتْ لِإِقْرَارِهِ عَلٰى نَفْسِهِ (وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدَّعِي السِّعَايَةَ عَلَيْهِ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ إِذِ الْمُعْتِقُ مُعْسِرٌ (وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا سَعَى لِلْمُوسِرِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ لَا يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلٰى صَاحِبِهِ لِإِعْسَارِهِ، وَإِنَّمَا يَدَّعِي عَلَيْهِ السِّعَايَةَ فَلَا يَتَبَرَّأُ عَنْهُ (وَلَا يَسْعَى لِلْمُعْسِرِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلٰى صَاحِبِهِ لِيَسَارِهِ فَيَكُونُ مُبَرِّئًا لِلْعَبْدِ عَنِ السِّعَايَةِ، وَالْوَلَاءُ مَوْقُوفٌ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ عِنْدَهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُحِيلُهُ عَلٰى صَاحِبِهِ وَهُوَ يَتَبَرَّأُ عَنْهُ فَيَبْقٰى مَوْقُوفًا إِلٰى أَنْ يَتَّفِقَا عَلٰى إِعْتَاقِ أَحَدِهِمَا.

شرح: اور جب دونوں شریکوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی پر غلام آزاد کرنے کی گواہی دی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں غلام ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کے حصے کی مزدوری کرے گا۔ اگر چہ وہ دونوں مالدار ہوں یا وہ دونوں غربت میں ہوں اور اسی طرح جب ان میں سے ایک مال والا ہو اور دوسرا غریب ہو اور ان میں سے ہر ایک سمجھ رہا ہو کہ اس کے ساتھی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے۔ پس غلام اس کے خیال کے مطابق مکاتب ہو جائے گا' اور پھر اسی پر اس غلام کو دوبارہ غلام بنانا حرام ہے' کیونکہ اسی شریک کے حق میں اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ اور اس شریک کو استرقاق کے طور پر غلامی سے منع کر دیا جائے گا۔ ہاں اس سے محنت کروائی جائے گی۔ کیونکہ استسعاء کا یقین ہے خواہ وہ شریک سچا ہو یا جھوٹا ہو۔ کیونکہ وہ اس کا مکاتب ہے یا وہ اس کا مملوک ہے۔ پس وہ دونوں غلاموں سے کمائی کرائیں گے۔ اور عسر و یسر کی حالت میں یہ حکم مختلف نہ ہوگا' کیونکہ دونوں احوال میں سے کسی ایک حالت میں آقا کا حق ہے۔ اس لئے کہ معتق کا مالدار ہونا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک غلام کی محنت کے مانع نہ ہوگا' جبکہ شریک کے انکار کے سبب تاوان لینا بھی ناممکن ہے۔ لہٰذا اس میں دوسری دلیل متعین ہو جائے گی۔ اور وہ صرف کمائی کروانا ہے' جبکہ ولاء دونوں کو ملے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس حکم کا قائل ہے کہ دوسرے کا حصہ اس کے آزاد کرنے کے سبب آزاد ہوا ہے لہٰذا اس کا ولاء میرے لئے ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ دونوں مالی طور پر مستحکم ہیں' تو غلام پر کمائی کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی پر ضمان کا دعویٰ کرنے والا اور اس کو کمائی سے بری کرنے والا ہے۔ لہٰذا صاحبین کے نزدیک کمائی کرنا مالدار معتق کے لئے مانع ہے۔ ہاں البتہ دوسرے کے انکار کی وجہ سے دعویٰ ثابت کرنے والا نہ ہوگا۔ جبکہ غلام کا کمائی سے بری الذمہ ہونا بھی تو اس کی ذات پر اس کے ذاتی اقرار کے ثبوت سے ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں شریک غریب ہوں' تو غلام دونوں کے لئے کمائی کرے گا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک شریک غلام پر محنت کرنے کے دعویٰ کا حق رکھتا ہے۔ خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا ہو۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ معتق تندست ہے۔ اور جب دونوں شرکاء میں سے ایک مالدار اور دوسرا تنگدست ہو تو اس صورت میں غلام صرف تنگدست کے لئے کمائی کرے گا۔ کیونکہ عسر کے سبب وہ اپنے شریک پر دعویٰ نہیں کرنے والا اور وہ صرف کمائی کا دعویٰ کرنے والا ہے پس غلام اس طرح کمائی سے بری الذمہ نہ ہوگا' اور غلام عسر والے کے لئے کمائی نہ کرے گا' کیونکہ دوسرے شریک کے مالدار ہونے کی وجہ سے عسر والا ضمان کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ پس وہ غلام کو کمائی سے بری کرنے والا ہوگا' جبکہ صاحبین کے نزدیک ان تمام صورتوں میں ولاء موقوف ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک ولاء دوسرے کے سپرد کرنے والا ہے حالانکہ دوسرا اس سے برأت کرنے والا ہے لہٰذا ولاء موقوف رہے گا۔ حتیٰ کہ دونوں شرکاء کسی ایک غلام کو آزاد کرنے پر متفق ہو جائیں۔

غلام کی آزادی کو معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ اَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ اِنْ لَّمْ يَدْخُلْ فُلَانٌ هٰذِهِ الدَّارَ غَدًا فَهُوَ حُرٌّ، وَقَالَ الْاٰخَرُ: اِنْ دَخَلَ فَهُوَ حُرٌّ فَمَضَى الْغَدُ وَلَا يُدْرٰى اَدَخَلَ اَمْ لَا عَتَقَ النِّصْفُ وَسَعٰى لَهُمَا فِي النِّصْفِ الْاٰخَرِ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ.

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَسْعَى فِي جَمِيعِ قِيمَتِهِ) لِاَنَّ الْمُقْضَى عَلَيْهِ بِسُقُوطِ السِّعَايَةِ مَجْهُولٌ، وَلَا يُمْكِنُ الْقَضَاءُ عَلَى الْمَجْهُولِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ لَكَ عَلَى اَحَدِنَا اَلْفُ دِرْهَمٍ فَاِنَّهُ لَا يَقْضِي بِشَيْءٍ لِلْجَهَالَةِ، كَذَا هٰذَا .

وَلَهُمَا اَنَّا تَيَقَّنَّا بِسُقُوطِ نِصْفِ السِّعَايَةِ لِاَنَّ اَحَدَهُمَا حَانِثٌ بِيَقِينٍ، وَمَعَ التَّيَقُّنِ بِسُقُوطِ النِّصْفِ كَيْفَ يُقْضَى بِوُجُوبِ الْكُلِّ، وَالْجَهَالَةُ تَرْتَفِعُ بِالشُّيُوعِ وَالتَّوْزِيعِ، كَمَا اِذَا اَعْتَقَ اَحَدُ عَبْدَيْهِ لَا بِعَيْنِهِ اَوْ بِعَيْنِهِ وَنَسِيَهُ وَمَاتَ قَبْلَ التَّذَكُّرِ اَوِ الْبَيَانِ، وَيَتَاَتّٰى التَّفْرِيعُ فِيهِ عَلَى اَنَّ الْيَسَارَ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ اَوْ لَا يَمْنَعُهَا عَلَى الِاخْتِلَافِ الَّذِي سَبَقَ .

اور جب کسی ایک شریک نے کہا: اگر فلاں شخص آنے والی کل میں اس گھر داخل نہ ہوا تو وہ غلام آزاد ہے' جبکہ دوسرے نے کہا: اگر وہ داخل ہوا تو وہ آزاد ہے اور آنے والا کل گزر گیا لیکن یہ پتہ ہی نہ چل سکا کہ وہ داخل ہوا ہے یا نہیں۔ تو نصف غلام آزاد ہو جائے گا' اور بقیہ آدھے کے لئے وہ سعایہ کرے گا۔ یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ پوری قیمت ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ جس شریک کے سبب سقوط کا حکم دیا جاتا ہے وہ مجہول ہے اور کسی مجہول پر کوئی فیصلہ ممکن نہیں پس یہ اس طرح ہو گیا ہے' جس کسی نے دوسرے سے کہا ہم میں سے کسی ایک پر تیرے لئے ایک ہزار درہم ہیں۔ تو جہالت کے سبب کوئی فیصلہ نہ ہوگا' اور اسی طرح شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں آدھے سعایہ کے سقوط کا یقین ہے۔ کیونکہ دونوں شرکاء میں سے ایک یقیناً حانث ہے۔ لہٰذا نصف سعایہ کے سقوط کے یقین ہوتے ہوئے مکمل سعایہ کے وجوب کا فیصلہ کس طرح کیا جائے گا۔ کیونکہ پھیلنے اور پھیلانے سے جہالت دور ہو جاتی ہے' جس طرح کسی غیر معین دو غلاموں میں سے کسی ایک کو آزاد کیا یا معین کرتے ہوئے آزاد کیا لیکن اس شخص نے جس کو معین کیا تھا اس کو بھول گیا۔ اور پھر اس کو یاد کرنے یا بیان کرنے سے پہلے فوت ہو گیا۔ اور اس مسئلہ کی تفریع کا حاصل اس طرح ہے کہ آسانی (مالداری) سعایہ کے مانع ہے یا نہیں ہے اور یہ اسی اختلاف پر ہے' جو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

دو شرکاء کی دو غلاموں پر قسم کھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَا عَلَى عَبْدَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِاَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ يَعْتِقْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا) لِاَنَّ الْمَقْضِيَّ عَلَيْهِ بِالْعِتْقِ مَجْهُولٌ، وَكَذٰلِكَ الْمَقْضِيُّ لَهُ فَتَفَاحَشَتِ الْجَهَالَةُ فَامْتَنَعَ الْقَضَاءُ، وَفِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الْمَقْضِيُّ لَهُ وَالْمَقْضِيُّ بِهِ مَعْلُومٌ فَغَلَبَ الْمَعْلُومُ الْمَجْهُولَ

اور جب دو آدمیوں نے دو غلاموں پر قسم کھائی اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے لئے قسم کھائی تو ان میں ایک غلام بھی آزاد نہ ہوگا' کیونکہ جس پر آزادی کا حکم لگانا تھا وہ مجہول ہے اور جس کا تقاضہ کیا جانا تھا وہ بھی مجہول ہے اور یہ جہالت فاحشہ ہے۔ پس لہٰذا فیصلہ ممتنع ہو گیا ہے' جبکہ ایک غلام کے بارے میں تقاضہ کردہ حکم معلوم ہے اور معلوم مجہول پر غالب ہو گیا۔

جب دو مالکوں میں کسی ایک نے بیٹا خرید لیا

(وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ ابْنَ أَحَدِهِمَا عَتَقَ نَصِيبُ الْأَبِ) لِأَنَّهُ مَلَكَ شِقْصَ قَرِيبِهِ وَشِرَاؤُهُ إِعْتَاقٌ عَلَى مَا مَرَّ (وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ) عَلِمَ الْآخَرُ أَنَّهُ ابْنُ شَرِيكِهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ (وَكَذَا إِذَا وَرِثَاهُ، وَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

وَقَالَا: فِي الشِّرَاءِ يَضْمَنُ الْأَبُ نِصْفَ قِيمَتِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الِابْنُ فِي نِصْفِ قِيمَتِهِ لِشَرِيكِ أَبِيهِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافُ إِذَا مَلَكَا، بِهِبَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ وَصِيَّةٍ، وَعَلَى هَذَا إِذَا اشْتَرَاهُ رَجُلَانِ وَأَحَدُهُمَا قَدْ حَلَفَ بِعِتْقِهِ إِنِ اشْتَرَى نِصْفَهُ.

لَهُمَا أَنَّهُ أَبْطَلَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالْإِعْتَاقِ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ، وَصَارَ هَذَا كَمَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ أَجْنَبِيَّيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِإِفْسَادِ نَصِيبِهِ فَلَا يُضَمِّنُهُ، كَمَا إِذَا أَذِنَ لَهُ بِإِعْتَاقِ نَصِيبِهِ صَرِيحًا، وَدَلَالَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ شَارَكَهُ فِيمَا هُوَ عِلَّةُ الْعِتْقِ وَهُوَ الشِّرَاءُ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ حَتَّى يَخْرُجَ بِهِ عَنْ عُهْدَةِ الْكَفَّارَةِ عِنْدَنَا، وَهَذَا ضَمَانُ إِفْسَادٍ فِي ظَاهِرِ قَوْلِهِمَا حَتَّى يَخْتَلِفَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ فَيَسْقُطُ بِالرِّضَا، وَلَا يَخْتَلِفُ الْجَوَابُ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدَمِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْهُ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى السَّبَبِ، كَمَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ: كُلْ هَذَا الطَّعَامَ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِلْآمِرِ وَلَا يَعْلَمُ الْآمِرُ بِمِلْكِهِ.

اور جب دو اشخاص نے آپس میں سے کسی ایک کے بیٹے کو خریدا تو باپ والا حصہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ وہ اپنے قریبی حصے کا مالک ہوا ہے اور اسی خریدنا ہی آزادی ہے' جس طرح پہلے گزر چکا ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' اگرچہ دوسرے کو اس کی بات کا علم ہو کہ وہ غلام اس کے حصے دار کا بیٹا ہے یا اس کا علم نہ ہو اور اسی طرح جب وہ دونوں وارث ہوئے ہیں' تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ چاہے' تو وہ اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے' تو اس سے محنت کرائے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک خریداری کی صورت میں اگر باپ مالدار ہے' تو غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا' اور اگر وہ تنگدست ہے' تو غلام بیٹا اپنے باپ کے شریک کے لئے آدھی قیمت کے لئے کمائی کرے گا' اور یہ مسئلہ اسی اختلاف پر ہے اور جب وہ دونوں ہبہ، صدقہ یا وصیت کے ذریعے اس کے مالک ہو جائیں۔ اور یہ اختلاف اس طرح بھی ہے کہ جب دو آدمیوں نے کسی غلام کو خریدا اور ان میں سے ایک نے یہ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر اس نے غلام کا نصف خریدا تو وہ آزاد ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے شریک نے آزاد کر کے اپنے ساتھی کے حصے کو باطل کر دیا ہے' کیونکہ قریبی شخص کو خریدنا آزادی ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح غلام دو اجنبی مالکوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنا آزاد

کر دیا ہو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں شریک اپنا حصہ خراب کرنے پر خود راضی ہوا ہے لہٰذا معتق اس کا ضامن نہ ہو گا' جس طرح جب اس نے دوسرے کو صراحت کے طور پر اپنا حصہ آزاد کرنے کی اجازت دی اور اس کی رضامندی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے باپ کے ساتھ اس طرح چیز میں شرکت کی ہے' جو آزادی کی علت ہے اور وہ چیز خریدنا ہے' کیونکہ قربت کی خریداری آزادی ہے حتیٰ کہ ہمارے نزدیک شرائے قریب کے سبب مشتری کفارے سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

صاحبین کے ظاہری فرمان کے مطابق یہ ضمان افساد ہے۔ کیونکہ عسر و یسر کے سبب حکم مختلف ہوتا رہتا ہے۔ پس رضا کے سبب ضمان ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ علم وعدم علم کے سبب حکم مختلف نہ ہوگا' اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ظاہر الروایت کے مطابق اسی طرح روایت ہے' کیونکہ حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے (قاعدہ فقہیہ، رضوی عفی عنہ) جس طرح کسی شخص نے کہا: کھانا کھاؤ جبکہ حکم دینے والا غلام ہے اور آمر کو اپنی ملکیت کا علم ہی نہیں ہے۔

غلام کو باپ اور اجنبی کے خریدنے کا بیان

(وَاِنْ بَدَاَ الْاَجْنَبِیُّ فَاشْتَرَی نِصْفَهُ ثُمَّ اشْتَرَی الْاَبُ نِصْفَهُ الْاٰخَرَ وَهُوَ مُوسِرٌ فَالْاَجْنَبِیُّ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْاَبَ) لِاَنَّهُ مَا رَضِیَ بِاِفْسَادِ نَصِيبِهِ (وَاِنْ شَاءَ اسْتَسْعَی الِابْنَ فِی نِصْفِ قِيمَتِهِ) لِاحْتِبَاسِ مَالِيَّتِهِ عِنْدَهُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُ .

وَقَالَا : لَا خِيَارَ لَهُ وَيَضْمَنُ الْاَبُ نِصْفَ قِيمَتِهِ لِاَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُمَا

اور جب کسی اجنبی نے ابتداء کرتے ہوئے غلام کا نصف حصہ خریدا پھر باپ نے غلام کا دوسرا حصہ خریدا اور وہ مالدار بھی ہے' تو اس اجنبی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے' تو باپ سے تاوان وصول کرے کیونکہ وہ اپنا حصہ خراب کرنے پر راضی نہیں ہے اور اگر وہ چاہے' تو بیٹے سے اس کی نصف قیمت کے لئے کمائی کرائے کیونکہ اس وقت بیٹے کے پاس اجنبی کی مالیت قید میں ہے۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حکم اسی طرح ہے' کیونکہ یہاں معتق کے لئے یسر سعایہ کے مانع نہیں ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی کو استسعاء کا اختیار نہیں ہے اور باپ نصف قیمت کا ضامن ہوگا' کیونکہ معتق کے لئے یسر سعایہ سے مانع ہے۔ (یہ صاحبین کے نزدیک ہے)

مالدار آدمی کا نصف بیٹا خریدنے کا بیان

(وَمَنْ اشْتَرَی نِصْفَ ابْنِهِ وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِی حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا : يَضْمَنُ اِذَا كَانَ مُوسِرًا) وَمَعْنَاهُ اِذَا اشْتَرَی نِصْفَهُ مِمَّنْ يَمْلِكُ كُلَّهُ فَلَا يَضْمَنُ لِبَائِعِهِ شَيْئًا عِنْدَهُ، وَالْوَجْهُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ .

اور جس شخص نے اپنا نصف بیٹا خرید لیا اور وہ شخص مالدار ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اگر باپ حالت یسر والا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور اسکا حکم یہ ہے کہ باپ نے اس شخص سے بیٹے کا نصف خریدا ہے جو اس کے کل کا مالک تھا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک باپ اپنے بیچنے والا کے لئے کسی بھی چیز کا ضامن نہ ہوگا اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

تین آدمیوں کے درمیان مشترکہ غلام کا بیان

(وَاِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ فَدَبَّرَهُ اَحَدُهُمْ وَهُوَ مُوسِرٌ ثُمَّ اَعْتَقَهُ الْاٰخَرُ وَهُوَ مُوسِرٌ فَاَرَادُوا الضَّمَانَ فَلِلسَّاكِتِ اَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ قِنًّا وَلَا يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ .

(وَلِلْمُدَبِّرِ اَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا وَلَا يُضَمِّنَهُ الثُّلُثَ الَّذِي ضَمِنَ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا الْعَبْدُ كُلُّهُ لِلَّذِي دَبَّرَهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَيَضْمَنُ ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ لِشَرِيكَيْهِ مُوسِرًا كَانَ اَوْ مُعْسِرًا)

اور جب کوئی غلام تین آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کسی ایک نے اس کو مدبر بنا دیا ہے اور وہ شخص مالدار بھی ہے اور اس کے بعد دوسرے نے آزاد کر دیا ہے اور وہ بھی مالدار ہے اور پھر انہی دونوں نے ضمان دینا چاہا تو خاموش کو چاہیے کہ وہ مدبر کرنے والے سے صرف رقت کی تہائی قیمت کی ضمان لے اور معتق سے ضمان نہ لے جبکہ مدبر کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ معتق سے غلام کے مدبر ہونے کے حساب سے اس کی تہائی قیمت کو بطور ضمان لے اور اس تہائی کا ضمان نہ لے جس کا وہ خود ضامن ہوا ہے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کے نزدیک پورا غلام اسی شخص کا ہے جس بندے نے پہلی بار اس کو مدبر کیا ہے اور مدبر بنانے والا قیمت کا دو تہائی اپنے شرکاء کے لئے ضامن ہوگا اگرچہ وہ مالدار ہو یا حالت فقر میں ہو۔

تدبیر کی اصل میں امام اعظم رضی اللہ عنہ و صاحبین کا اختلاف

وَاَصْلُ هٰذَا اَنَّ التَّدْبِيرَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ خِلَافًا لَهُمَا كَالْاِعْتَاقِ لِاَنَّهُ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِهِ فَيَكُونُ مُعْتَبَرًا بِهِ، وَلَمَّا كَانَ مُتَجَزِّئًا عِنْدَهُ اقْتَصَرَ عَلٰى نَصِيبِهِ، وَقَدْ اَفْسَدَ بِالتَّدْبِيرِ نَصِيبَ الْاٰخَرَيْنِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَنْ يُدَبِّرَ نَصِيبَهُ اَوْ يُعْتِقَ اَوْ يُكَاتِبَ اَوْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ اَوْ يَسْتَسْعِيَ الْعَبْدَ اَوْ يَتْرُكَهُ عَلٰى حَالِهِ لِاَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ عَلٰى مِلْكِهِ فَاسِدٌ بِاِفْسَادِ شَرِيكِهِ حَيْثُ سَدَّ عَلَيْهِ طُرُقَ الْاِنْتِفَاعِ بِهِ بَيْعًا وَهِبَةً عَلٰى مَا مَرَّ، فَاِذَا اخْتَارَ اَحَدُهُمَا الْعِتْقَ تَعَيَّنَ حَقُّهُ فِيهِ وَسَقَطَ اخْتِيَارُهُ غَيْرَهُ فَتَوَجَّهَ لِلسَّاكِتِ سَبَبُ ضَمَانٍ تَدْبِيرِ الْمُدَبِّرِ وَاِعْتَاقِ هٰذَا الْمُعْتِقِ، غَيْرَ اَنَّ لَهُ اَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ لِيَكُونَ الضَّمَانُ ضَمَانَ مُعَاوَضَةٍ اِذْ هُوَ الْاَصْلُ حَتّٰى جُعِلَ الْغَصْبُ

ضَمَانَ مُعَاوَضَةٍ عَلٰی اَصْلِنَا، وَاَمْکَنَ ذٰلِکَ فِی التَّدْبِیْرِ لِکَوْنِہٖ قَابِلًا لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْکٍ اِلٰی مِلْکٍ وَقْتَ التَّدْبِیْرِ، وَلَا یُمْکِنُ ذٰلِکَ فِی الْاِعْتَاقِ لِاَنَّہٗ عِنْدَ ذٰلِکَ مُکَاتَبٌ اَوْ حُرٌّ عَلَی اخْتِلَافِ الْاَصْلَیْنِ،

اوراس اختلاف کا سبب یہ قاعدہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تدبیر میں اجزاء ہوتے ہیں جبکہ اس میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے' جس طرح اعتاق ہے' کیونکہ مدبر بنانا بھی اعتاق کا ایک حصہ ہے۔ پس تدبیر کو اعتاق پر قیاس کیا جائے گا' اور جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تدبیر میں تجزی ہے' تو وہ حکم کا انحصار مدبر پر ہی رہے گا۔ البتہ مدبر نے تدبیر کرتے ہوئے دوسروں کے حصوں کو خراب کیا ہے' تو ان ساتھیوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے حصے کو مدبر بنائے یا اسے آزاد کرے یا مکاتب بنائے یا پہلے مدبر سے ضمان لے یا غلام سے کمائی کرائے یا اس کو اسی حال پر چھوڑ دے کیونکہ ہر ایک کا حصہ اس کی ملک پر باقی رہے گا البتہ مدبر اول کے افساد کے پیش نظر یہ ملک فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس نے بیع اور ہبہ کے طور اس غلام سے فائدہ اٹھانے کے طرق بند کر دیے ہیں جس طرح اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

اس کے بعد جب ان میں سے کسی ایک نے عتق کو اختیار کر لیا ہے' تو اس عتق میں اس کا حق متعین ہو گیا ہے اور اس حق کے سوا کا اختیار ساقط ہو جائے گا' اور خاموش رہنے والے کے لئے ضمان کے اسباب ثابت ہوئے (۱) مدبر کا مدبر کرنا (۲) آزاد کرنے والا کا آزاد کرنا ہے۔ البتہ اس کو مدبر سے ضمان لینے کا اختیار ہے۔ تا کہ یہ تاوان، تاوان معاوضہ بن جائے۔ کیونکہ معاوضے کا تاوان ہی اصل ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے قاعدے کے مطابق غاصب کی ضمان کو بھی ضمان معاوضہ قرار دیا جائے اور ایسا کرنا تدبیر میں ممکن ہے' کیونکہ تدبیر کے وقت غلام ایک ملکیت سے دوسری ملکیت میں منتقل ہونے کا اہل ہے' جبکہ اعتاق میں یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اعتاق کے وقت یہ غلام مکاتب ہوگا یا پھر آزاد ہوگا۔ (اس اختلاف کا سبب ائمہ کے قاعدہ فقہیہ کے اختلاف کے مطابق ہے)۔

مکاتبت ختم کرنے میں مکاتب کی رضامندی کا بیان

وَلَا بُدَّ مِنْ رِضَا الْمُکَاتَبِ بِفَسْخِہٖ حَتّٰی یَقْبَلَ الْاِنْتِقَالَ فَلِھٰذَا یَضْمَنُ الْمُدَبِّرُ، ثُمَّ لِلْمُدَبِّرِ اَنْ یُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِیْمَتِہٖ مُدَبَّرًا لِاَنَّہٗ اَفْسَدَ عَلَیْہِ نَصِیْبَہٗ مُدَبَّرًا، وَالضَّمَانُ یَتَقَدَّرُ بِقِیْمَۃِ الْمُتْلَفِ، وَقِیْمَۃُ الْمُدَبَّرِ ثُلُثَا قِیْمَتِہٖ قِنًّا عَلٰی مَا قَالُوْا .

وَلَا یُضَمِّنُہٗ قِیْمَۃَ مَا مَلَکَہٗ بِالضَّمَانِ مِنْ جِھَۃِ السَّاکِتِ لِاَنَّ مِلْکَہٗ یَثْبُتُ مُسْتَنِدًا وَھُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْہٍ دُوْنَ وَجْہٍ، فَلَا یَظْھَرُ فِیْ حَقِّ التَّضْمِیْنِ .

وَالْوَلَاءُ بَیْنَ الْمُعْتِقِ وَالْمُدَبِّرِ اَثْلَاثًا ثُلُثَاہُ لِلْمُدَبِّرِ وَالثُّلُثُ لِلْمُعْتِقِ لِاَنَّ الْعَبْدَ عَتَقَ عَلٰی مِلْکِھِمَا عَلٰی ھٰذَا الْمِقْدَارِ .

وَاِذَا لَمْ یَکُنِ التَّدْبِیْرُ مُتَجَزِّئًا عِنْدَھُمَا صَارَ کُلُّہٗ مُدَبَّرًا لِلْمُدَبِّرِ وَقَدْ اَفْسَدَ نَصِیْبَ شَرِیْکِہٖ لِمَا

بَيَّنَّا فَيَضْمَنُهُ، وَلَا يَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ لِأَنَّهُ ضَمَانُ تَمَلُّكٍ فَأَشْبَهَ الْاِسْتِيلَادَ، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ ضَمَانُ جِنَايَةٍ، وَالْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلْمُدَبِّرِ وَهٰذَا ظَاهِرٌ .

عقد کتابت کو ختم کرنے کے لئے مکاتب کی رضامندی ضروری ہے۔ تاکہ وہ انتقال ملکیت کو قبول کرنے والا بن جائے اسی دلیل کے پیش نظر ساکت مدبر سے ضمان وصول کرے گا' اور پھر معتق کو یہ اختیار ہوگا کہ معتق سے مدبر غلام کی تہائی قیمت کا ضمان وصول کرے کیونکہ معتق غلام کے آزاد ہونے کی حالت میں ہی اس کا حصہ خراب کرنے والا ہے۔ اور ضمان تلف شدہ چیز کی قیمت کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور مدبر کی قیمت خالص غلام کی دو تہائی قیمت ہوا کرتی ہے' جس طرح مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے اور جب مدبر شریک ساکت جو قیمت دی ہے معتق اس سے ضمان نہیں لے سکتا۔ کیونکہ مدبر کی ملکیت اس کے تدبیر کرتے وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایک طرح ثابت ہے اور ایک طرح ثابت نہیں ہے پس ضامن بنانے کے حق میں یہ ملکیت ظاہر نہ ہوگی۔ اور مدبر و معتق کے درمیان تین تہائی کے حساب سے ولاء مشترک ہوگا یعنی مدبر کے لئے دو تہائی اور ایک تہائی معتق کے لئے ہوگی۔ کیونکہ غلام ان کی دونوں کی اسی قدر ملکیت میں آزاد ہوا ہے۔

صاحبین کے نزدیک مدبر میں تجزی نہیں ہوتی' تو ان کے نزدیک مکمل غلام ایک ہی کے لئے مدبر ہوگا' کیونکہ مدبر اپنے دونوں شرکاء کا حصہ خراب کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ دونوں کے حصے کا ضامن ہوگا' اور حالت عسر و یسر کے سبب یہ ضمان مختلف نہ ہوگا' کیونکہ یہ ضمان ملکیت حاصل کرنے کا معاوضہ ہے پس یہ استیلاد کے موافق ہوگیا ہے' جبکہ اعتاق میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ وہ جنایت کا ضمان ہے اور مکمل ولاء مدبر کا ہے اور یہی ظاہر ہے۔

دو مالکوں کے درمیان مشترکہ باندی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ جَارِيَةٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ زَعَمَ أَحَدُهُمَا أَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ لِصَاحِبِهِ وَأَنْكَرَ ذٰلِكَ الْآخَرُ فَهِيَ مَوْقُوفَةٌ يَوْمًا وَيَوْمًا تَخْدُمُ الْمُنْكِرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: إِنْ شَاءَ الْمُنْكِرُ اسْتَسْعَى الْجَارِيَةَ فِي نِصْفِ قِيمَتِهَا ثُمَّ تَكُونُ حُرَّةً لَا سَبِيلَ عَلَيْهَا) لَهُمَا أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُصَدِّقْهُ صَاحِبُهُ انْقَلَبَ إِقْرَارُ الْمُقِرِّ عَلَيْهِ كَأَنَّهُ اسْتَوْلَدَهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ أَنَّهُ أَعْتَقَ الْمَبِيعَ قَبْلَ الْبَيْعِ يُجْعَلُ كَأَنَّهُ أَعْتَقَ كَذَا هٰذَا فَتَمْتَنِعُ الْخِدْمَةُ وَنَصِيبُ الْمُنْكِرِ عَلَى مِلْكِهِ فِي الْحُكْمِ فَتَخْرُجُ إِلَى الْعَتَاقِ بِالسِّعَايَةِ كَأُمِّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ إِذَا أَسْلَمَتْ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ الْمُقِرَّ لَوْ صَدَقَ كَانَتِ الْخِدْمَةُ كُلُّهَا لِلْمُنْكِرِ، وَلَوْ كَذَبَ كَانَ لَهُ نِصْفُ الْخِدْمَةِ فَيَثْبُتُ مَا هُوَ الْمُتَيَقَّنُ بِهِ وَهُوَ النِّصْفُ، وَلَا خِدْمَةَ لِلشَّرِيكِ الشَّاهِدِ وَلَا اسْتِسْعَاءَ لِأَنَّهُ يَتَبَرَّأُ عَنْ جَمِيعِ ذٰلِكَ بِدَعْوَى الْاِسْتِيلَادِ وَالضَّمَانِ، وَالْإِقْرَارُ بِأُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ

يَتَضَمَّنُ الْإِقْرَارَ بِالنَّسَبِ وَهُوَ أَمْرٌ لَازِمٌ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ، فَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ الْمُقِرُّ كَالْمُسْتَوْلِدِ .

فرمایا: اور اگر ایک لونڈی دو مالکوں کے درمیان مشترکہ تھی اور پھر ان میں سے کسی ایک نے دعویٰ کر دیا کہ وہ اس کے شریک کی ام ولد ہے جبکہ دوسرے نے اس کا انکار کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک دن توقف کیا جائے گا اور وہ ایک دن منکر شریک کی خدمت کرے۔

صاحبین کے نزدیک اگر منکر چاہے تو نصف قیمت میں باندی سے کمائی کرائے تو پھر وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ صاحبین کے دلیل یہ ہے کہ جب اقرار کرنے والے نے اس کے ساتھی سے تصدیق نہیں کی تو مقر کا اقرار اسی پر لوٹ آئے گا۔ گویا باندی کو ام ولد بنانے والا ہی وہی ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح مشتری نے بیچنے والا پر اقرار کیا کہ بیچنے والا نے فروخت کرنے سے پہلے ہی مبیع کو آزاد کر دیا ہے اور یہ اقرار اس طرح ہو جائے اجس طرح مشتری نے خود آزاد کیا ہو۔ اور یہاں بھی اسی طرح حکم ہے۔ پس خدمت لینا ممتنع ہے اور منکر کا حصہ اس کی ملکیت میں حکمی طور پر باقی ہے۔ پس اعتاق کے لئے سعایہ کے سبب تخریج کی جائے گی۔ جس طرح نصرانی کی ام ولد جب وہ مسلمان ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والے کی تصدیق کی جاتی تو منکر کے لئے پوری قیمت ہوتی اور جب اس کو جھٹلایا گیا تو منکر کے لئے آدھی خدمت ہو گی۔ لہٰذا حکم اسی کا ثابت ہو گا جو یقین سے ثابت ہو گی۔ اور وہ نصف ہے اور موجودہ شریک کے لئے نہ خدمت کا حق ہے اور نہ ہی سعایہ کا حق ہے کیونکہ یہ شریک استیلاد اور ضمان کا دعویٰ کرتے ہوئے ان سب سے بری ہے اور ام ولد کا اقرار نسبی اقرار کی طرح ثابت ہو جائے گا۔ اور حکم لازم ہے جو رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔ پس اقرار کرنے والا استولد کی طرح نہ ہو گا۔

دو مالکوں کے درمیان ام ولد کے مشترک ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَتْ أُمُّ وَلَدٍ بَيْنَهُمَا فَأَعْتَقَهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَا: يَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا) لِأَنَّ مَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ وَمُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُمَا، وَعَلَى هَذَا الْأَصْلِ تُبْتَنَى عِدَّةٌ مِنَ الْمَسَائِلِ أَوْرَدْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى .

وَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّهَا مُنْتَفَعٌ بِهَا وَطْئًا وَإِجَارَةً وَاسْتِخْدَامًا، وَهَذَا هُوَ دَلَالَةُ التَّقَوُّمِ، وَبِامْتِنَاعِ بَيْعِهَا لَا يَسْقُطُ تَقَوُّمُهَا كَمَا فِي الْمُدَبَّرِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ أُمَّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ إِذَا أَسْلَمَتْ عَلَيْهَا السِّعَايَةُ، وَهَذَا آيَةُ التَّقَوُّمِ .غَيْرَ أَنَّ قِيمَتَهَا ثُلُثُ قِيمَتِهَا قِنَّةً عَلَى مَا قَالُوا لِفَوَاتِ مَنْفَعَةِ الْبَيْعِ وَالسِّعَايَةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ لِأَنَّ الْفَائِتَ مَنْفَعَةُ الْبَيْعِ، أَمَّا السِّعَايَةُ وَالِاسْتِخْدَامُ بَاقِيَانِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ التَّقَوُّمَ بِالْإِحْرَازِ وَهِيَ مُحْرَزَةٌ لِلنَّسَبِ لَا لِلتَّقَوُّمِ وَالْإِحْرَازُ لِلتَّقَوُّمِ

تَابِعٌ، وَلِهٰذَا لَا تَسْعٰى لِغَرِيمٍ وَلَا لِوَارِثٍ بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ، وَهٰذَا لِأَنَّ السَّبَبَ فِيهَا مُتَحَقِّقٌ فِي الْحَالِ وَهُوَ الْجُزْئِيَّةُ الثَّابِتَةُ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ عَلٰى مَا عُرِفَ فِي حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ عَمَلُهُ فِي حَقِّ الْمِلْكِ ضَرُورَةَ الْإِنْتِفَاعِ فَعَمِلَ السَّبَبُ فِي إِسْقَاطِ التَّقَوُّمِ، وَفِي الْمُدَبَّرِ يَنْعَقِدُ السَّبَبُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَامْتِنَاعُ الْبَيْعِ فِيهِ لِتَحْقِيقِ مَقْصُودِهِ فَافْتَرَقَا.

وَفِي أُمِّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ قَضَيْنَا بِتَكَاتُبِهَا عَلَيْهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْجَانِبَيْنِ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ لَا يَفْتَقِرُ وُجُوبُهُ إِلَى التَّقَوُّمِ.

اور جب ام ولد دو مالکوں کے درمیان مشترک تھی اور ایک نے اس کو اس حال میں آزاد کر دیا کہ وہ مالدار ہے۔ تو امام اعظمؓ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک وہ ام ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ امام اعظمؓ کے نزدیک ام ولد کی مالیت قیمت قوی نہیں ہے۔

البتہ صاحبین کے نزدیک قوی قیمت ہے اور اسی قاعدے پر کئی مسائل مشتمل ہیں' جن کو ہم نے کفایہ منتہی میں بیان کر دیا ہے۔

صاحبین کے فرمان کی دلیل یہ ہے کہ وطی، اجارہ اور خدمت لینے کے طور پر اس باندی سے نفع اٹھانا ممکن ہے اور یہ اس کی قوی قیمت ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ اس کی بیع کا منع ہونا اس کی قیمت کو قوی ہونے سے ساقط کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح مدبر ہے۔ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ جب نصرانی کی ام ولد جب مسلمان ہو جائے' تو اس پر سعایہ واجب ہے اور قیمت قوی ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ اس کی قیمت صرف باندی کی تہائی قیمت ہوگی۔ جس طرح مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے۔ کیونکہ فوت ہونے کے بعد بیع اور سعایہ کا نفع ختم ہو جاتا ہے' جبکہ مدبر میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ اس میں صرف بیع کا نفع فوت ہوا ہے' جبکہ خدمت لینا اور کمائی کروانا تو وہ دونوں موجود ہیں۔

حضرت امام اعظمؓ کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کا قوی ہونا یہ احراز کے سبب سے ہے اور ام ولد نسب کے لئے محرز ہوا کرتی ہے' جبکہ تقویم کے لئے نہیں ہوتی۔ البتہ تقویم کے لئے احراز تابع ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر ام ولد کسی قرض خواہ یا وارث کے لئے کمائی نہیں کرتی' جبکہ مدبر میں ایسا نہیں ہے۔

اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ اس میں موجودہ حالت میں سبب ثابت ہے اور وہ بیٹا پیدا ہونے کے سبب جزئیت ہے۔ جس طرح حرمت مصاہرت میں بتایا گیا ہے۔ البتہ انتفاع کی ضرورت کے پیش نظر ملکیت کے حق میں اس کا عمل ظاہر نہ ہوا۔ پس یہی سبب سقوط تقویم میں مؤثر ہو گیا جبکہ مدبر میں موت کے بعد سبب کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور اس کی بیع کا ممتنع ہونا اس کے مقصود کے ثابت ہونے کے سبب سے ہے' کیونکہ دونوں میں فرق واضح ہو گیا ہے۔

البتہ نصرانی کی ام ولد میں ہم نے دونوں اطراف سے نقصان کو دور کرنے کے لئے مکاتب ہونے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ بدل کتابت کا وجوب تقوم کا محتاج ہونے والا نہیں ہے۔

باب عتق احد العبدین

یہ باب اپنے غلاموں میں سے کسی ایک غلام کو آزاد کرنے کے بیان میں ہے

باب کسی ایک غلام کو آزاد کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب بھی بعض آزادی سے متعلق ہے۔ اور اس سے پہلے بھی بعض آزادی سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ وہ ایک غلام کی بعض غلامی متعلق تھا اس لئے اس کو مقدم کیا ہے اور یہ باب متعدد غلاموں سے بعض کی آزادی سے متعلق ہے لہٰذا اس کو اس سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ لہٰذا پہلا جزء کے درجے ہوا تو اس کو مقدم ذکر کیا اور دوسرے کل کے درجے میں لہٰذا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۱۸۰، بیروت)

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب کسی ایک غلام کی بعض آزادی کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں کئی غلاموں میں کسی ایک غلام کو آزاد کرنے سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ کیونکہ واحد تثنیہ سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۳۵۱، بیروت)

تین غلاموں میں کسی ایک کی آزادی کا بیان

(وَمَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَعْبُدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ اثْنَانِ فَقَالَ: أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ خَرَجَ وَاحِدٌ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يُبَيِّنْ عِتْقَ مَنْ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ وَنِصْفُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الْآخَرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَلِكَ إلَّا فِي الْعَبْدِ الْآخَرِ فَإِنَّهُ يَعْتِقُ رُبُعُهُ) أَمَّا الْخَارِجُ فَلِأَنَّ الْإِيجَابَ الْأَوَّلَ دَائِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثَّابِتِ، وَهُوَ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَأَوْجَبَ عِتْقَ رَقَبَةٍ بَيْنَهُمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فَيُصِيبُ كُلًّا مِنْهُمَا النِّصْفُ، غَيْرَ أَنَّ الثَّابِتَ اسْتَفَادَ بِالْإِيجَابِ الثَّانِي رُبُعًا آخَرَ لِأَنَّ الثَّانِيَ دَائِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدَّاخِلِ، وَهُوَ الَّذِي سَمَّاهُ فِي الْكِتَابِ آخِرًا فَيَتَنَصَّفُ بَيْنَهُمَا، غَيْرَ أَنَّ الثَّابِتَ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْحُرِّيَّةِ بِالْإِيجَابِ الْأَوَّلِ فَشَاعَ النِّصْفُ الْمُسْتَحَقُّ بِالثَّانِي فِي نِصْفَيْهِ، فَمَا أَصَابَ الْمُسْتَحَقَّ بِالْأَوَّلِ لَغَا، وَمَا أَصَابَ الْفَارِغَ بَقِيَ فَيَكُونُ لَهُ الرُّبُعُ فَتَمَّتْ لَهُ ثَلَاثَةُ الْأَرْبَاعِ وَلِأَنَّهُ لَوْ أُرِيدَ هُوَ بِالثَّانِي يَعْتِقُ نِصْفُهُ، وَلَوْ أُرِيدَ بِهِ الدَّاخِلُ لَا يَعْتِقُ هَذَا النِّصْفُ فَيَنْتَصِفُ فَيَعْتِقُ مِنْهُ الرُّبُعُ

بِالثَّانِي وَالنِّصْفُ بِالْأَوَّلِ، وَأَمَّا الدَّاخِلُ فَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: لَمَّا دَارَ الْإِيجَابُ الثَّانِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثَّابِتِ وَقَدْ أَصَابَ الثَّابِتَ مِنْهُ الرُّبُعُ فَكَذٰلِكَ يُصِيبُ الدَّاخِلَ وَهُمَا يَقُولَانِ إِنَّهُ دَائِرٌ بَيْنَهُمَا، وَقَضِيَّتُهُ التَّنْصِيفُ وَإِنَّمَا نَزَلَ إِلَى الرُّبُعِ فِي حَقِّ الثَّابِتِ لِاسْتِحْقَاقِهِ النِّصْفَ بِالْإِيجَابِ الْأَوَّلِ كَمَا ذَكَرْنَا، وَلَا اسْتِحْقَاقَ لِلدَّاخِلِ مِنْ قَبْلُ فَيَثْبُتُ فِيهِ النِّصْفُ.

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْقَوْلُ مِنْهُ فِي الْمَرَضِ قُسِمَ الثُّلُثُ عَلٰى هٰذَا) وَشَرْحُ ذٰلِكَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ سِهَامِ الْعِتْقِ وَهِيَ سَبْعَةٌ عَلٰى قَوْلِهِمَا لِأَنَّا نَجْعَلُ كُلَّ رَقَبَةٍ عَلٰى أَرْبَعَةٍ لِحَاجَتِنَا إِلٰى ثَلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ فَنَقُولُ: يَعْتِقُ مِنَ الثَّابِتِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَمِنَ الْآخَرَيْنِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَهْمَانِ فَيَبْلُغُ سِهَامُ الْعِتْقِ سَبْعَةً، وَالْعِتْقُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ وَمَحَلُّ نَفَاذِهَا الثُّلُثُ، فَلَا بُدَّ أَنْ يُجْعَلَ سِهَامُ الْوَرَثَةِ ضِعْفَ ذٰلِكَ فَيُجْعَلَ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلٰى سَبْعَةٍ وَجَمِيعُ الْمَالِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيَعْتِقُ مِنَ الثَّابِتِ ثَلَاثَةٌ وَيَسْعٰى فِي أَرْبَعَةٍ وَيَعْتِقُ مِنَ الْبَاقِيَيْنِ مِنْ كُلٍّ مِنْهُمَا سَهْمَانِ وَيَسْعٰى فِي خَمْسَةٍ، فَإِذَا تَأَمَّلْتَ وَجَمَعْتَ اسْتَقَامَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثَانِ.

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُجْعَلُ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلٰى سِتَّةٍ لِأَنَّهُ يَعْتِقُ مِنَ الدَّاخِلِ عِنْدَهُ سَهْمٌ فَنَقَصَتْ سِهَامُ الْعِتْقِ بِسَهْمٍ وَصَارَ جَمِيعُ الْمَالِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ، وَبَاقِي التَّخْرِيجِ مَا مَرَّ.

جس شخص کے تین غلام ہوں اور اس کے پاس دو غلام آئے اور اس نے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ایک نکل گیا اور دوسرا آیا پھر مولی نے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے اس کے بعد مولی مرگیا اور اس نے آزاد کئے گئے کی وضاحت نہ کی۔ تو امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام ابو یوسف کے یہاں جس غلام پر قول کا عادہ کیا گیا ہے اس کے تین چوتھائی حصے آزاد ہوں گے اور دوسرے دونوں کا نصف آزاد ہوگا امام محمد نے بھی یہی فرمایا ہے سوائے بعد میں آنے والے غلام کے چنانچہ اس کا چوتھائی آزاد ہوگا۔

البتہ نکلنے والے غلام اور باقی رہنے والے غلام کے درمیان اشتراک اسی وجہ سے برابر ہے۔ اور ثابت وہ غلام تو ہے جس پر قول کا اعادہ کیا گیا ہے لہٰذا ایجاب اول نے ان دونوں کے مابین ایک رقبہ کے عتق کو واجب کردیا اسلئے کہ وہ دونوں برابر ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو آدھا آدھا عتق حاصل ہوا۔

علاوہ ازیں ثابت غلام نے دوسرے ایجاب سے ربع اخر کے عتق کا فائدہ حاصل کرلیا اس لئے کہ ایجاب ثانی اس کے اور داخل ہونے والے غلام کے درمیان مشترک ہے لہٰذا عتق ثانی بھی ان کے درمیان نصف نصف ہوگا لیکن غلام موجود ایجاب اول کے ذریعے آدھے حریت کا مستحق ہو چکا ہے اس لئے یہ غلام ایجاب ثانی سے جس نصب کا مستحق ہوا وہ اس کے دونوں نصب میں پھیل گیا لہٰذا ایجاب اول سے جو اسے ملا وہ لغو ہوگیا اور جو غیر مستحق فارغ سے لاحق ہوا وہ باقی رہا اور ایجاب ثانی سے ربع ملا اور تین چوتھائی اس کے لئے مکمل ہوگیا۔

اور اس لئے کہ اگر ایجاب ثانی سے یہی غلام مراد لیا جائے تو اس کا نصف باقی آزاد ہو جائیگا اور اگر ایجاب ثانی سے داخل لیا جائے تو آدھا آزاد نہیں ہوگا لہٰذا آزادی کو آدھا آدھا کر دیا گیا اور غلام موجود کا ربع ایجاب ثانی سے آزاد ہو جائے گا اور اسکا آدھا ایجاب اول سے آزاد ہو جائیگا رہا داخل تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایجاب ثانی غلام داخل اور غلام داخل کے درمیان مشترک ہے اور اس آزادی سے ثابت کو ربع ملا ہے تو داخل کو بھی ربع ملے گا اور شیخین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایجاب ثانی ثابت اور داخل مشترک ہے اور یہ اشتراک تنصیف کا مقتضی ہے مگر موجود کے حق میں ربع کی طرف عود کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ ایجاب اول سے نصف آزادی کا حق دار ہو گیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا اور داخل کے لئے اس سے پہلے کوئی استحقاق ثابت نہیں ہے پس اس میں آدھا عتق ثابت ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مولی کا یہ قول مرض موت میں ہو تو اسکا ثلث مال اسی حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور اس کی تشریح یہ ہے کہ آزادی کے حصول کو جمع کیا جائے گا جو حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر سات ہیں کیونکہ ہم ہر رقبہ کے چار حصے کریں گے اس لئے کہ ہمیں تین چوتھائی حصوں کی ضرورت ہے جبکہ ہم کہیں گے کہ غلام موجود کے تین حصے آزاد ہوں گے اور آخر کے دونوں میں سے ہر ایک کے دو دو حصے آزاد ہوں اور آزادی کے سات حصے ہو جائیں گے اور مرض الموت کا عتق وصیت ہے اور اسکا محل نفاذ تہائی مال ہے لہٰذا ورثاء کے سہام اس کے دوگنے قرار دینا ضروری ہے اس لئے ہر غلام کے سات حصے ہوں گے اور پورے مال کے اکیس حصے ہوں گے جبکہ غلام موجود کے تین حصے آزاد ہوں گے اور چار حصوں میں وہ کمائے گا اور باقی دونوں غلاموں میں سے ہر ایک کے دو دو حصے آزاد ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک پانچ حصوں میں کمائی کرے گا پھر جب تم غور کر کے (انہیں) جمع کرو گے تو ثلث ثلثان صحیح ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر غلام کے چھ حصے کئے جائیں گے کیوں کہ ان کے یہاں عبد داخل کا ایک ہی حصہ آزاد ہوگا لہٰذا عتق کے سہام میں سے ایک حصہ کم ہو جائے گا اور پورے مال کے اٹھارہ حصے ہوں گے اور باقی تخریج گزر چکی ہے

سقوط حق کی مختلف صورتوں کا بیان

(وَلَوْ كَانَ هٰذَا فِي الطَّلَاقِ وَهُنَّ غَيْرُ مَدْخُولَاتٍ وَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْبَيَانِ سَقَطَ مِنْ مَهْرِ الْخَارِجَةِ رُبُعُهُ وَمِنْ مَهْرِ الثَّابِتَةِ ثَلَاثَةُ اَثْمَانِهِ وَمِنْ مَهْرِ الدَّاخِلَةِ ثُمُنُهُ) قِيلَ هٰذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَاصَّةً، وَعِنْدَهُمَا يَسْقُطُ رُبُعُهُ، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُهُمَا اَيْضًا، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْفَرْقَ وَتَمَامَ تَفْرِيعَاتِهَا فِي الزِّيَادَاتِ۔

اور اگر یہ قول طلاق کے متعلق ہو اور عورتیں غیر مدخول بہا ہوں اور وضاحت کرنے سے پہلے شوہر مر جائے تو خارجہ کے مہر سے چوتھائی ساقط ہوگا اور ثابتہ کے مہر سے تہائی ثمن ساقط ہوگا اور داخلہ کے مہر سے اس کا ثمن ساقط ہوگا ایک قول یہ ہے کہ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے اور حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں داخلہ کے مہر کا ربع ساقط ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہی حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہما کا بھی قول ہے اور ہم (طلاق اور عتاق کے) فرق کو اور اس مسئلے کی تمام جزئیات کو زیادات میں بیان کر چکے ہیں۔

دو غلاموں میں سے ایک کی آزادی کا اعلان کرنا

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَيْهِ اَحَدُكُمَا حُرٌّ فَبَاعَ اَحَدَهُمَا اَوْ مَاتَ اَوْ قَالَ لَهُ اَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَتَقَ الْاٰخَرُ) لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلْعِتْقِ اَصْلًا بِالْمَوْتِ وَلِلْعِتْقِ مِنْ جِهَتِهِ بِالْبَيْعِ وَلِلْعِتْقِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ بِالتَّدْبِيرِ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْاٰخَرُ، وَلِاَنَّهُ بِالْبَيْعِ قَصَدَ الْوُصُولَ اِلَى الثَّمَنِ وَبِالتَّدْبِيرِ اِبْقَاءَ الْاِنْتِفَاعِ اِلٰى مَوْتِهِ، وَالْمَقْصُودَانِ يُنَافِيَانِ الْعِتْقَ الْمُلْتَزَمَ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْاٰخَرُ دَلَالَةً وَكَذَا اِذَا اسْتَوْلَدَ اِحْدَاهُمَا لِلْمَعْنَيَيْنِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ وَالْفَاسِدِ مَعَ الْقَبْضِ وَبِدُونِهِ وَالْمُطْلَقِ وَبِشَرْطِ الْخِيَارِ لِاَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ لِاِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ وَالْمَعْنَى مَا قُلْنَا، وَالْعَرْضُ عَلَى الْبَيْعِ مُلْحَقٌ بِهِ فِي الْمَحْفُوظِ عَنْ اَبِي يُوسُفَ، وَالْهِبَةُ وَالتَّسْلِيمُ وَالصَّدَقَةُ وَالتَّسْلِيمُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ لِاَنَّهُ تَمْلِيكٌ ؛ .

جس شخص نے اپنے دو غلاموں سے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا یا ایک غلام مر گیا یا ایک سے مولی نے کہا تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو تو دوسرا غلام آزاد ہوگا کیوں کہ مرا ہوا غلام موت کی وجہ سے محل آزادی نہ رہا لہٰذا دوسرا غلام (آزادی کے لیے) متعین ہو گیا اور اس لیے کہ آقا نے بیع سے ثمن وصول کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تدبیر سے اپنی موت تک نفع اٹھانے کا ارادہ کیا ہے اور یہ دونوں مقصود حق ملتزم کے منافی ہیں لہٰذا دوسرا غلام آزادی کے لیے دلالت متعین ہو گیا اور ایسے ہی جب (دو باندیوں میں سے) ایک کو آقا نے ام ولد بنا لیا ہو انہیں دونوں معنوں کی وجہ سے اور بیع صحیح اور بیع فاسد مع القبض اور بدون القبض میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح بیع مطلق اور احد المتعاقدین کے لیے بیع بشرط الخیار میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ جامع صغیر کا حکم مطلق ہے اور مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی محفوظ میں بیع کے لیے پیش کرنا بھی بیع کے ساتھ لاحق ہے اور ھبہ مع التسلیم اور صدقہ مع التسلیم بیع کے درجے میں ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک تملیک ہے۔

دو بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کا بیان

وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ لِامْرَاَتَيْهِ اِحْدَاكُمَا طَالِقٌ ثُمَّ مَاتَتْ اِحْدَاهُمَا لِمَا قُلْنَا، وَكَذٰلِكَ لَوْ وَطِئَ اِحْدَاهُمَا لِمَا نُبَيِّنُ (وَلَوْ قَالَ لِاَمَتَيْهِ اِحْدَاكُمَا حُرَّةٌ ثُمَّ جَامَعَ اِحْدَاهُمَا) لَمْ تَعْتِقِ الْاُخْرٰى عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

وَقَالَا تَعْتِقُ لِاَنَّ الْوَطْءَ لَا يَحِلُّ اِلَّا فِي الْمِلْكِ وَاِحْدَاهُمَا حُرَّةٌ فَكَانَ بِالْوَطْءِ مُسْتَبْقِيًا الْمِلْكَ فِي الْمَوْطُوءَةِ فَتَعَيَّنَتِ الْاُخْرٰى لِزَوَالِهِ بِالْعِتْقِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَلَهُ اَنَّ الْمِلْكَ قَائِمٌ فِي

الْمَوْطُوءَةِ لِأَنَّ الْإِيقَاعَ فِي الْمُنَكَّرَةِ وَهِيَ مُعَيَّنَةٌ فَكَانَ وَطْؤُهَا حَلَالًا فَلَا يُجْعَلُ بَيَانًا وَلِهٰذَا حَلَّ وَطْؤُهُمَا عَلٰى مَذْهَبِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُفْتٰى بِهِ، ثُمَّ يُقَالُ الْعِتْقُ غَيْرُ نَازِلٍ قَبْلَ الْبَيَانِ لِتَعَلُّقِهِ بِهِ أَوْ يُقَالُ نَازِلٌ فِي الْمُنَكَّرَةِ فَيَظْهَرُ فِي حَقِّ حُكْمٍ تَقَبُّلِهِ وَالْوَطْءُ يُصَادِفُ الْمُعَيَّنَةَ، بِخِلَافِ الطَّلَاقِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْأَصْلِيَّ مِنَ النِّكَاحِ الْوَلَدُ، وَقَصْدُ الْوَلَدِ بِالْوَطْءِ يَدُلُّ عَلٰى اسْتِبْقَاءِ الْمِلْكِ فِي الْمَوْطُوءَةِ صِيَانَةً لِلْوَلَدِ، أَمَّا الْأَمَةُ فَالْمَقْصُودُ مِنْ وَطْئِهَا قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُونَ الْوَلَدِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى الْاِسْتِبْقَاءِ

ایسے ہی اگر کسی نے اپنی دو بیویوں سے کہا تم میں سے ایک کو طلاق ہے پھر ان میں سے ایک مرگئی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں ایسے ہی اگر شوہر نے ان میں سے ایک سے وطی کر لی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر کسی نے اپنی دو باندیوں سے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان میں سے ایک سے ہم بستری کر لی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسری باندی آزاد نہ ہوگی حضرات صاحبین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دوسری باندی آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ وطی صرف ملکیت میں حلال ہے لہٰذا وطی کر کے آقا موطوءہ میں ملکیت باقی رکھنا چاہتا ہے اس لے دوسری آزادی کے لیے متعین ہو جائے گی کیوں کہ آزادی سے ملکیت ختم ہوگی جیسے طلاق میں ہے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موطوءۃ میں ملکیت موجود ہے کیوں کہ ایقاع حریت غیر معین باندی میں ہے اور موطوءۃ باندی معینہ ہے لہٰذا اس کی وطی حلال ہوگی اور اسے بیان نہیں قرار دیا جاسکتا اسی لیے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ان دونوں سے وطی حلال ہے' تاہم اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ وضاحت سے پہلے آزادی واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ آزادی وضاحت سے متعلق ہے یا یوں کہا جائے گا کہ غیر معین باندی میں آزادی واقع ہوگی اور اس حکم کے حق میں ظاہر ہوگا' جسے وہ غیر معین باندی قبول کرے گی حالانکہ وطی معینہ باندی سے واقع ہوئی ہے برخلاف طلاق کے کیوں کہ نکاح کا مقصد اصلی سے اولاد کا ارادہ کرنا حفاظت ولد کے حوالے سے موطوءۃ میں ملکیت باقی رکھنے کے مقصد پر دلیل ہے رہی باندی تو اس سے وطی کر کے شہوت پوری کرنا مقصود ہے نہ کہ ولد لہٰذا یہ استبقاء ملکیت پر دلیل نہیں ہوگا۔

باندی کی آزادی کو بچہ جننے سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَمَتِهِ إِنْ كَانَ أَوَّلُ وَلَدٍ تَلِدِينَهُ غُلَامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً وَلَا يَدْرِي أَيُّهُمَا وُلِدَ أَوَّلًا عَتَقَ نِصْفُ الْأُمِّ وَنِصْفُ الْجَارِيَةِ وَالْغُلَامُ عَبْدٌ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَعْتِقُ فِي حَالٍ وَهُوَ مَا إِذَا وَلَدَتْ الْغُلَامَ أَوَّلَ مَرَّةٍ الْأُمُّ بِالشَّرْطِ وَالْجَارِيَةُ لِكَوْنِهَا تَبَعًا لَهَا، إِذْ الْأُمُّ حُرَّةٌ حِينَ وَلَدَتْهَا، وَتَرِقُّ فِي حَالٍ وَهُوَ مَا إِذَا وَلَدَتْ الْجَارِيَةَ أَوَّلًا لِعَدَمِ الشَّرْطِ فَيَعْتِقُ نِصْفُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَتَسْعَى فِي النِّصْفِ، أَمَّا الْغُلَامُ يَرِقُّ فِي الْحَالَيْنِ فَلِهٰذَا يَكُونُ عَبْدًا، وَإِنْ ادَّعَتْ الْأُمُّ أَنَّ الْغُلَامَ هُوَ الْمَوْلُودُ أَوَّلًا وَأَنْكَرَ الْمَوْلٰى وَالْجَارِيَةُ صَغِيرَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ

الْيَمِينِ لِإِنْكَارِهِ شَرْطَ الْعِتْقِ، فَإِذَا حَلَفَ يَعْتِقُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، وَإِنْ نَكَلَ عَتَقَتْ الْأُمُّ وَالْجَارِيَةُ، لِأَنَّ دَعْوَى الْأُمِّ حُرِّيَّةَ الصَّغِيرَةِ مُعْتَبَرَةٌ لِكَوْنِهَا نَفْعًا مَحْضًا فَاعْتُبِرَ النُّكُولُ فِي حَقِّ حُرِّيَّتِهِمَا فَعَتَقَتَا، وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ كَبِيرَةً وَلَمْ تَدَّعِ شَيْئًا وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا عَتَقَتْ الْأُمُّ بِنُكُولِ الْمَوْلَى خَاصَّةً دُونَ الْجَارِيَةِ؛ لِأَنَّ دَعْوَى الْأُمِّ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ الْكَبِيرَةِ، وَصِحَّةُ النُّكُولِ تُبْتَنَى عَلَى الدَّعْوَى فَلَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ الْكَبِيرَةُ هِيَ الْمُدَّعِيَةُ لِسَبْقِ وِلَادَةِ الْغُلَامِ وَالْأُمُّ سَاكِتَةٌ يَثْبُتُ عِتْقُ الْجَارِيَةِ بِنُكُولِ الْمَوْلَى دُونَ الْأُمِّ لِمَا قُلْنَا، وَالتَّحْلِيفُ عَلَى الْعِلْمِ فِيمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ اسْتِحْلَافٌ عَلَى فِعْلِ الْغَيْرِ، وَبِهَذَا الْقَدْرِ يُعْرَفُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوَجْهِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى.

جس نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر پہلا بچہ لڑکا پیدا ہوا تو تو آزاد ہے پھر اس نے لڑکا اور لڑکی دونوں جنے اور یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ پہلے کون پیدا ہوا تو آزاد ہو جائے گی نصف ماں اور نصف لڑکی، اور لڑکا غلام رہے گا، اس لئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک ایک حالت میں آزاد ہوتی ہے اور وہ حالت یہ ہے کہ جب پہلے اس نے لڑکا جنا ہو، ماں شرط کی وجہ سے آزاد ہوگی اور لڑکی ماں کے تابع ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگی، کیوں کہ بوقت ولادت جاریہ ماں آزاد ہو چکی ہے۔ اور ایک حالت میں ماں اور لڑکی میں سے ہر ایک رقیق رہے گی اور وہ حالت یہ ہے کہ جب ماں نے لڑکی جنی ہو، کیوں کہ شرط معدوم ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا آدھا آزاد ہوگا اور آدھے کے لئے کمائی کریں گے رہا لڑکا تو وہ دونوں حالتوں میں رقیق رہے گا اسی لئے وہ غلام کہلائے گا۔

اور اگر ماں نے یہ دعوی کیا کہ لڑکا ہی پہلے پیدا ہوا ہے اور مولی نے انکار کر دیا اور لڑکی ابھی چھوٹی ہے تو یمین کے ساتھ مولی کی بات کا اعتبار ہوگا، کیوں کہ وہ شرط آزادی کا انکار کرنے والا ہے پھر اگر مولی نے قسم کھالی تو ان میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو ماں اور لڑکی آزاد ہو جائیں گی، اس لئے کہ صغیرہ کی حریت کے حوالے سے ماں کا دعوی معتبر ہے کیوں کہ یہ صرف نفع ہے، لہٰذا ان دونوں کی حریت کے حق میں انکار کا اعتبار کر لیا جائے گا اور ماں اور لڑکی دونوں آزاد ہو جائیں گی۔ اور اگر لڑکی بالغہ ہو اور اس نے (حریت) دعوی نہ کیا ہو اور باقی مسئلہ اسی طرح ہو تو مولی کے انکار سے صرف ماں آزاد ہوگی اور لڑکی آزاد نہیں ہوگی، کیوں کہ بالغہ لڑکی کے حق میں ماں کا دعوی معتبر نہیں ہے اور انکار کی صحت دعوی پر ہی مبنی ہے لہٰذا لڑکی کے حق میں یہ انکار موثر نہیں ہوگا۔ اور اگر بالغہ لڑکی ہی لڑکے کی سبقت ولادت کا دعوی کرنے والی ہو اور ماں خاموش ہو تو مولی کے انکار قسم سے ہی لڑکی آزاد ہو جائے گی، لیکن ماں آزاد نہیں ہوگی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی۔ اور ہماری بیان کردہ تمام صورتوں علم پر قسم لی جائے گی کیوں کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم لینا ہے اور اس مقدار بیان سے وہ صورتیں بھی واضح ہو جاتی ہیں جنہیں ہم نے کفایت المنتہی میں بیان کیا ہے۔

دو گواہوں کی شہادت پر آزادی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلٰى رَجُلٍ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي وَصِيَّةٍ) اسْتِحْسَانًا ذَكَرَهُ فِي كِتَابِ الْعَتَاقِ (وَإِنْ شَهِدَ أَنَّهُ طَلَّقَ إِحْدٰى نِسَائِهِ جَازَتْ الشَّهَادَةُ وَيُجْبَرُ الزَّوْجُ عَلٰى أَنْ يُطَلِّقَ إِحْدَاهُنَّ) وَهٰذَا بِالْإِجْمَاعِ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: الشَّهَادَةُ فِي الْعِتْقِ مِثْلُ ذٰلِكَ) وَأَصْلُ هٰذَا أَنَّ الشَّهَادَةَ عَلٰى عِتْقِ الْعَبْدِ لَا تُقْبَلُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَى الْعَبْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ، وَالشَّهَادَةُ عَلٰى عِتْقِ الْأَمَةِ وَطَلَاقِ الْمَنْكُوحَةِ مَقْبُولَةٌ مِنْ غَيْرِ دَعْوٰى بِالْاِتِّفَاقِ وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ .وَإِذَا كَانَ دَعْوَى الْعَبْدِ شَرْطًا عِنْدَهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ ؛ لِأَنَّ الدَّعْوٰى مِنَ الْمَجْهُولِ لَا تَتَحَقَّقُ فَلَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ

وَعِنْدَهُمَا لَيْسَ بِشَرْطٍ فَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ وَإِنْ انْعَدَمَ الدَّعْوَى .أَمَّا فِي الطَّلَاقِ فَعَدَمُ الدَّعْوٰى لَا يُوجِبُ خَلَلًا فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيهَا .

وَلَوْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ إِحْدٰى أَمَتَيْهِ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ الدَّعْوٰى شَرْطًا فِيهَا لِأَنَّهُ إِنَّمَا لَا تُشْتَرَطُ الدَّعْوٰى لِمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ فَشَابَهَ الطَّلَاقَ، وَالْعِتْقُ الْمُبْهَمُ لَا يُوجِبُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ عِنْدَهُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ فَصَارَ كَالشَّهَادَةِ عَلٰى عِتْقِ أَحَدِ الْعَبْدَيْنِ .وَهٰذَا كُلُّهُ إِذَا شَهِدَا فِي صِحَّتِهِ عَلٰى أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ .

فرمایا: اگر دو لوگوں نے کسی شخص کے بارے میں یہ شہادت دی کہ اس نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کر دیا ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک گواہی باطل ہے، مگر یہ کہ وصیت میں ہو۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے استحسانا اسے عتاق میں بیان کیا ہے اور اگر دو لوگوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے اپنی بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیدی ہے تو گواہی جائز ہوگی اور شوہر کو مجبور کیا جائے گا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دے اور یہ بالاتفاق ہے۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عتق کی شہادت بھی شہادت طلاق کی طرح ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عتق عبد کی شہادت دعوائے عبد کے بغیر مقبول نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مقبول ہے اور باندی کے عتق اور منکوحہ کے طلاق کی شہادت کے بغیر دعوی کے بھی بالاتفاق مقبول ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے اور جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام کا دعوی کرنا شرط ہے تو جامع صغیر کے مسئلہ میں دعوی متحقق نہیں ہوگا کیوں کہ مجہول کی طرف سے دعوی متحقق نہیں ہوتا لہٰذا گواہی بھی مقبول نہیں ہوگی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (دعوائے عبد) شرط نہیں ہے تو شہادت مقبول ہوگی اگر چہ دعوی معدوم ہو، لیکن طلاق میں دعوی معدوم ہونے سے شہادت میں خلل نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں دعوی شرط نہیں ہے۔

اور اگر دو آدمیوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں نے اپنی دو باندیوں میں سے ایک باندی آزاد کی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ شہادت بھی مقبول نہ ہوگی اگر چہ اس میں دعوی شرط نہیں ہے، اس لیے کہ دعوی صرف اس وجہ سے شرط نہیں ہے کہ حق شرم گاہ کی حرمت کو متضمن ہے لہٰذا یہ طلاق کے مشابہ ہوگیا۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ کے یہاں عتق مبہم تحریم فرج کا موجب نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہ شہادت احد العبدین کو آزاد کرنے کی شہادت کی طرح ہوگی اور یہ تمام اس صورت میں ہے جب دونوں گواہوں نے یہ شہادت دی ہو کہ فلاں نے اپنی صحت کے زمانے میں اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے۔

مرض موت میں غلام کو آزاد کرنے کا بیان

أَمَّا إِذَا شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ أَوْ شَهِدَا عَلَى تَدْبِيرِهِ فِي صِحَّتِهِ أَوْ فِي مَرَضِهِ وَأَدَاءُ الشَّهَادَةِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ أَوْ بَعْدَ الْوَفَاةِ تُقْبَلُ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّ التَّدْبِيرَ حَيْثُمَا وَقَعَ وَقَعَ وَصِيَّةً، وَكَذَا الْعِتْقُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ، وَالْخَصْمُ فِي الْوَصِيَّةِ إِنَّمَا هُوَ الْمُوصِي وَهُوَ مَعْلُومٌ. وَعَنْهُ خَلَفٌ وَهُوَ الْوَصِيُّ أَوِ الْوَارِثُ، وَلِأَنَّ الْعِتْقَ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ يَشِيعُ بِالْمَوْتِ فِيهِمَا فَصَارَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَصْمًا مُتَعَيِّنًا وَلَوْ شَهِدَا بَعْدَ مَوْتِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي صِحَّتِهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَقَدْ قِيلَ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصِيَّةٍ. وَقِيلَ تُقْبَلُ لِلشُّيُوعِ هُوَ الصَّحِيحُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے اپنے مرض الموت میں اپنا ایک غلام آزاد کیا ہے یا یہ شہادت دی کہ اس نے اپنی صحت یا اپنے مرض میں ایک غلام کو مدبر بنایا ہے اور اس شہادت کی ادائیگی فلاں کے مرض الموت میں یا اس کی وفات کے بعد ہو تو استحسانا یہ شہادت مقبول ہوگی کیوں کہ تدبیر جب بھی واقع ہوتی ہے وصیت ہی واقع ہوتی ہے نیز مرض الموت میں آزادی بھی وصیت ہے اور وصیت کے سلسلے میں موصی خصم ہے اور وہ معلوم ہے اور اس کا خلیفہ بھی ہے وصی یا وارث اور اس لیے کہ مرض الموت کا عتق آقا کی موت سے دونوں غلاموں میں پھیل جاتا ہے لہٰذا ان میں سے ہر ایک غلام خصم متعین ہوگیا اور آقا کی موت کے بعد دو لوگوں نے یہ گواہی دی کہ آقا نے اپنی صحت کے دوران کہا تھا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے تو ایک قول یہ ہے کہ یہ شہادت مقبول نہیں ہوگی کیوں کہ یہ وصیت نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ شہادت مقبول ہوگی کیوں عتق دونوں غلاموں میں پھیل چکا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔

باب الحلف بالعتق

﴿یہ باب حلف بہ عتق کے بیان کے میں ہے﴾

باب حلف بہ عتق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حلف سے معلق کردہ آزادی کو موخر ذکر کیا ہے کیونکہ یہ آزادی شرط کے ساتھ معلق ہے کیونکہ جب شرط پائی جائے گی تب ہی جزاء پائی جائے گی۔ لہٰذا اس کا سبب مؤخر ہونے کی وجہ سے اس کو موخر ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص، بیروت)

آزادی کو شرط کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ إِذَا دَخَلْتُ الدَّارَ فَكُلُّ مَمْلُوكٍ لِي يَوْمَئِذٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَيْسَ لَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى مَمْلُوكًا ثُمَّ دَخَلَ عَتَقَ) لِأَنَّ قَوْلَهُ يَوْمَئِذٍ تَقْدِيرُهُ يَوْمَ إِذْ دَخَلْتُ، إِلَّا أَنَّهُ أَسْقَطَ الْفِعْلَ وَعَوَّضَهُ بِالتَّنْوِينِ فَكَانَ الْمُعْتَبَرُ قِيَامَ الْمِلْكِ وَقْتَ الدُّخُولِ وَكَذَا لَوْ كَانَ فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ عَبْدٌ فَبَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ حَتَّى دَخَلَ عَتَقَ لِمَا قُلْنَا .

قَالَ (وَلَوْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِي يَمِينِهِ يَوْمَئِذٍ لَمْ يَعْتِقْ) لِأَنَّ قَوْلَهُ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي لِلْحَالِ وَالْجَزَاءُ حُرِّيَّةُ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ الشَّرْطُ عَلَى الْجَزَاءِ تَأَخَّرَ إِلَى وُجُودِ فَيَعْتِقُ إِذَا بَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ إِلَى وَقْتِ الدُّخُولِ وَلَا يَتَنَاوَلُ مَنْ اشْتَرَاهُ بَعْدَ الْيَمِينِ .

جس شخص نے کہا اگر میں گھر میں داخل ہوتو اس دن میرا ہر غلام آزاد ہے اور اس کا کوئی غلام نہیں ہے پھر اس نے ایک غلام خریدا اور گھر میں داخل ہوا تو وہ غلام آزاد ہوگا کیوں کہ حالف کے قول یومئذ کی تقدیر یوم اذ دخلت ہے لیکن اسے فعل کو ساقط کر کے اس کے عوض تنوین کر دیا لہٰذا بوقت دخول ملکیت کا قیام معتبر ہوگا ایسے ہی اگر قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں کوئی غلام ہو اور اس کے گھر میں داخل ہونے تک ہو غلام اس کی ملکیت پر برقرار رہے تو وہ بھی آزاد ہو جائے گا اس دلیل کی وجہ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اگر حالف نے اپنی قسم میں یومئذ نہ کہا ہوتو (بعد میں خریدا ہوا غلام) آزاد نہیں ہوگا کیوں کہ اس کا قول مملوک لی فی الحال کے لیے اور اس قول کی جزاء یہ ہے کہ جو فی الحال اس کا غلام ہے وہی آزاد ہو لیکن جب شرط جزا پر داخل ہوئی تو جزا وجود شرط کے

وقت تک مؤخر ہوگی بہذا بوقت دخول جو غلام اس کی ملکیت میں رہے گا وہی آزاد ہوگا اور جو حالف نے قسم کے بعد خریدا ہے اسے عتق شامل نہیں ہوگی۔

مذکر غلام کو آزاد کرنے کی شرط کا بیان

وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي ذَكَرٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَهُ جَارِيَةٌ حَامِلٌ فَوَلَدَتْ ذَكَرًا لَمْ يَعْتِقْ) وَهٰذَا إِذَا وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا ظَاهِرٌ، لِأَنَّ اللَّفْظَ لِلْحَالِ، وَفِي قِيَامِ الْحَمْلِ وَقْتَ الْيَمِينِ احْتِمَالٌ لِوُجُودِ أَقَلِّ مُدَّةِ الْحَمْلِ بَعْدَهُ، وَكَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، لِأَنَّ اللَّفْظَ يَتَنَاوَلُ الْمَمْلُوكَ الْمُطْلَقَ، وَالْجَنِينُ مَمْلُوكٌ تَبَعًا لِلْأُمِّ لَا مَقْصُودًا، وَلِأَنَّهُ عُضْوٌ مِنْ وَجْهٍ وَاسْمُ الْمَمْلُوكِ يَتَنَاوَلُ الْأَنْفُسَ دُونَ الْأَعْضَاءِ وَلِهٰذَا لَا يَمْلِكُ بَيْعَهُ مُنْفَرِدًا۔

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: وَفَائِدَةُ التَّقْيِيدِ بِوَصْفِ الذُّكُورَةِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي تَدْخُلُ الْحَامِلُ فَيَدْخُلُ الْحَمْلُ تَبَعًا لَهَا۔

جس شخص نے کہا: میرے مذکر غلام آزاد ہے اور اس کی ایک حاملہ باندی ہے، جس نے لڑکا جنا تو وہ لڑکا آزاد نہیں ہوگا یہ حکم اس صورت میں جب (کہنے کے وقت سے) چھے ماہ یا اس سے زائد مدت میں باندی نے لڑکا جنا ہو تو ظاہر ہے کیوں کہ لفظ فی الحال کے لیے ہے اور بوقت قسم قیام حمل میں شک ہے کیوں کہ اس کے بعد حمل کی اقل مدت موجود ہے اور ایسے ہی جب چھے ماہ سے کم میں باندی نے بچہ جنا ہو کیوں کہ لفظ مطلق مملوک کو شامل ہے اور جنین ماں کے تابع ہو کر مملوک ہے اور بہ ذات خود مملوک نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ جنین من وجہ عضو نہیں ہے اور لفظ مملوک نفوس کو شامل ہوتا ہے نہ کہ اعضاء کو اسی لیے آقا صرف حمل کو فروخت کرنے کا مالک نہیں ہے صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (غلام کو) وصف ذکورت کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر حالف کل مملوک لی کہتا تو اس میں حاملہ باندی داخل ہو جاتی اور حاملہ باندی کے تابع ہو کر حمل بھی داخل ہو جاتا۔

مالک کا مملوک کی ملکیت کے ساتھ آزادی مقید کرنے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ، أَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي فَهُوَ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ وَلَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى آخَرَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدُ غَدٍ عَتَقَ الَّذِي فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ) لِأَنَّ قَوْلَهُ أَمْلِكُهُ لِلْحَالِ حَقِيقَةً يُقَالُ: أَنَا أَمْلِكُ كَذَا وَكَذَا وَيُرَادُ بِهِ الْحَالُ، وَكَذَا يُسْتَعْمَلُ لَهُ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ وَالِاسْتِقْبَالُ بِقَرِينَةِ السِّينِ أَوْ سَوْفَ فَيَكُونُ مُطْلَقُهُ لِلْحَالِ فَكَانَ الْجَزَاءُ حُرِّيَّةَ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ مُضَافًا إِلَى مَا بَعْدَ الْغَدِ فَلَا يَتَنَاوَلُ مَا يَشْتَرِيهِ بَعْدَ الْيَمِينِ۔

اور اگر حالف نے کہا ہر وہ مملوک جس کا میں مالک ہوں وہ کل کے بعد آزاد ہے یا یوں کہا میرا ہر مملوک کل

کے بعد آزاد ہے اور اس کا ایک مملوک ہے پھر اس نے دوسرا خریدا اور غد کے بعد والا دن آیا تو وہی غلام آزاد ہوگا' جو قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں ہوگا، کیوں کہ حالف کا قول املکہ درحقیقت فی الحال موجود مملوک کی لئے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں اتنے اور اتنے کا مالک ہوں اور اس فی الحال جو مملوکہ چیزیں ہوتی ہیں وہی مراد ہوتی ہیں اور املک بغیر قرینہ کے حال کے لئے مستعمل ہے اور سین یا سوف کے قرینہ سے استقبال کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے مطلق ملک حال کے لئے ہوگا لہٰذا اجزاء جو فی الحال مملوک ہے اس کی آزادی ہوگی جو مابعد الغد کی ظرف مضاف ہوگی اور حالف نے جسے یمین کے بعد خریدا ہے اسے جزاء شامل نہیں ہوگی۔

بَابُ الْعِتْقِ عَلٰی جُعْلٍ

﴿یہ باب مال کے بدلے آزاد کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب جعل عتق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ باب عتق کے ابواب میں سے ہے اور اس کو عتق کے ابواب میں اسی طرح مؤخر ذکر کیا ہے، جس طرح طلاق سے خلع کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں ابواب اسقاط مال سے ہے، جو اصل نہیں ہے، کیونکہ اصل عدم مال سے اسقاط ہے، جو کہ یہاں معدوم ہے۔ لہٰذا اس کو اس کی اصل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ صحاح میں ہے کہ جعل کو جیم کے ضمہ اور اسی طرح جیم کی کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے''وَالْجُعْلُ مَا يُجْعَلُ لِلْاِنْسَانِ عَلٰى شَيْءٍ يَفْعَلُهُ''۔ اور ایک غریب حدیث میں ہے۔ جو تمیمی سے اور فارابی کے دیوان ادب میں اس کو فتح کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ پس اس میں دونوں طرح جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۲۵۰، بیروت)

غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کرنے کا بیان

وَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلٰى مَالٍ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ) وَذٰلِكَ مِثْلَ اَنْ يَقُولَ اَنْتَ حُرٌّ عَلٰى اَلْفِ دِرْهَمٍ اَوْ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ وَاِنَّمَا يُعْتَقُ بِقَبُولِهِ ؛ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ اِذِ الْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ نَفْسَهُ وَمِنْ قَضِيَّةِ الْمُعَاوَضَةِ ثُبُوتُ الْحُكْمِ بِقَبُولِ الْعِوَضِ لِلْحَالِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، فَاِذَا قَبِلَ صَارَ حُرًّا، وَمَا شَرَطَ دَيْنٌ عَلَيْهِ حَتّٰى تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهِ، بِخِلَافِ بَدَلِ الْكِتَابَةِ ؛ لِاَنَّهُ ثَبَتَ مَعَ الْمُنَافِي وَهُوَ قِيَامُ الرِّقِّ عَلٰى مَا عُرِفَ، وَاِطْلَاقُ لَفْظِ الْمَالِ يَنْتَظِمُ اَنْوَاعَهُ مِنَ النَّقْدِ وَالْعَرْضِ وَالْحَيَوَانِ، وَاِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَيْنِهِ ؛ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَشَابَهَ النِّكَاحَ وَالطَّلَاقَ وَالصُّلْحَ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ، وَكَذَا الطَّعَامُ وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ اِذَا كَانَ مَعْلُومَ الْجِنْسِ، وَلَا تَضُرُّهُ جَهَالَةُ الْوَصْفِ ؛ لِاَنَّهَا يَسِيرَةٌ ۔

اور جس شخص نے مال کے بدلے غلام کو آزاد کیا اور غلام نے اس کو قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور یہ مثال اسی طرح ہے، جس طرح کوئی شخص یہ کہے کہ تم ایک ہزار درہم یا ایک ہزار درہم کے بدلے میں آزاد ہو تو غلام اس کو قبول کرنے کے بعد ہی آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ مال کا بدلہ بغیر مال ہے، کیونکہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں ہوا کرتا جبکہ معاوضہ کا تقاضہ یہ ہے کہ عوض

قبول کرتے ہی اسی حالت میں حکم ثابت ہو جائے گا' جس طرح بیع میں ہوتا ہے پس جب غلام نے بدلہ قبول کرلیا تو وہ آزاد ہو جائے گا' اور شرط والا مال غلام پر قرض ہوگا حتیٰ کہ اس کا کفالہ صحیح ہو جائے' جبکہ بدل کتابت میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ منافی کے ہونے کے باوجود وہ ثابت ہو جاتا ہے۔ جس طرح اس کا علم ہو چکا ہے۔ اور وہ آزادی کے منافی کا پایا جانا ہے' جبکہ لفظ مال کا اطلاق مال کی تمام اقسام کو شامل ہے' جس طرح نقدی، سامان اور حیوان ہیں۔ خواہ وہ معین نہ ہو۔ کیونکہ یہ مال کا بدلہ بغیر مال ہے پس یہ نکاح، طلاق اور قتل عمد میں صلح کے مشابہ ہو گیا ہے اور لفظ مال غلہ، ناپ تول والی اشیاء کو بھی شامل ہے' جبکہ ان میں شرط یہ ہے کہ ان کی جنس معلوم ہو جائے۔ اور وصف کی جہالت کی عدم مضر ہونا اس کے قلیل ہونے کے سبب سے ہے۔

معلق آزادی میں غلام کے ماذون ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَوْ عَلَّقَ عِتْقَهُ بِاَدَاءِ الْمَالِ صَحَّ وَصَارَ مَاْذُونًا) وَذٰلِكَ مِثْلَ اَنْ يَّقُولَ اِنْ اَدَّيْتَ اِلَيَّ اَلْفَ دِرْهَمٍ فَاَنْتَ حُرٌّ ؛ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ صَحَّ اَنَّهُ يُعْتَقُ عِنْدَ الْاَدَاءِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّصِيرَ مُكَاتَبًا ؛ لِاَنَّهُ صَرِيحٌ فِي تَعْلِيقِ الْعِتْقِ بِالْاَدَاءِ وَاِنْ كَانَ فِيهِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ فِي الْاِنْتِهَاءِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

وَاِنَّمَا صَارَ مَاْذُونًا ؛ لِاَنَّهُ رَغَّبَهُ فِي الْاِكْتِسَابِ بِطَلَبِهِ الْاَدَاءَ مِنْهُ، وَمُرَادُهُ التِّجَارَةُ دُوْنَ التَّكَدِّي فَكَانَ اِذْنًا لَهُ دَلَالَةً .

فرمایا: اور جب کسی مالک نے آزادی کو مال کی ادائیگی کے ساتھ معلق کیا' تو یہ اعتاق صحیح ہوگا' اور وہ غلام ماذون ہو جائے گا اور یہ اسی کی مثل ہے' جس طرح کوئی شخص کہے' اگر تو نے مجھے ایک ہزار درہم ادا کیے تو وہ آزاد ہے۔ اس کے قول کا حکم یہ ہے کہ بغیر کسی مکاتبت کے ادائیگی کے وقت اس کی آزادی صحیح ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں آزادی کی صراحت ادائیگی کے ساتھ معلق ہونے میں واضح ہے۔ اگرچہ انتہائی اعتبار سے اس میں معاوضہ کا معنی بیان کیا جا رہا ہے' جس کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

حاکم کا مالک کو مال لینے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَاِنْ اَحْضَرَ الْمَالَ اَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلٰى قَبْضِهِ وَعَتَقَ الْعَبْدُ) وَمَعْنَى الْاِجْبَارِ فِيهِ وَفِي سَائِرِ الْحُقُوقِ اَنَّهُ يَنْزِلُ قَابِضًا بِالتَّخْلِيَةِ .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ وَهُوَ الْقِيَاسُ ؛ لِاَنَّهُ تَصَرُّفُ يَمِينٍ اِذْ هُوَ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ لَفْظًا، وَلِهٰذَا لَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى قَبُولِ الْعَبْدِ وَلَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ وَلَا جَبْرَ عَلٰى مُبَاشَرَةِ شُرُوطِ الْاَيْمَانِ ؛ لِاَنَّهُ لَا اسْتِحْقَاقَ قَبْلَ وُجُودِ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ ؛ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ وَالْبَدَلُ فِيهَا وَاجِبٌ .

وَلَنَا أَنَّهُ تَعْلِيقٌ نَظَرًا إِلَى اللَّفْظِ وَمُعَاوَضَةٌ نَظَرًا إِلَى الْمَقْصُودِ ؛ لِأَنَّهُ مَا عَلَّقَ عِتْقَهُ بِالْأَدَاءِ إِلَّا لِيَحُثَّهُ عَلَى دَفْعِ الْمَالِ فَيَنَالَ الْعَبْدُ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ وَالْمَوْلَى الْمَالَ بِمُقَابَلَتِهِ بِمَنْزِلَةِ الْكِتَابَةِ، وَلِهَذَا كَانَ عِوَضًا فِي الطَّلَاقِ فِي مِثْلِ هَذَا اللَّفْظِ حَتَّى كَانَ بَائِنًا فَجَعَلْنَاهُ تَعْلِيقًا فِي الِابْتِدَاءِ عَمَلًا بِاللَّفْظِ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْمَوْلَى حَتَّى لَا يَمْتَنِعَ عَلَيْهِ بَيْعُهُ، وَلَا يَكُونُ الْعَبْدُ أَحَقَّ بِمَكَاسِبِهِ وَلَا يَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ الْمَوْلُودِ قَبْلَ الْأَدَاءِ، وَجَعَلْنَاهُ مُعَاوَضَةً فِي الِانْتِهَاءِ عِنْدَ الْأَدَاءِ دَفْعًا لِلْغُرُورِ عَنِ الْعَبْدِ حَتَّى يُجْبَرَ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ، فَعَلَى هَذَا يَدُورُ الْفِقْهُ وَتَخْرُجُ الْمَسَائِلُ نَظِيرُهُ الْهِبَةُ بِشَرْطِ الْعِوَضِ .

وَلَوْ أَدَّى الْبَعْضَ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَعْتِقُ مَا لَمْ يُؤَدِّ الْكُلَّ لِعَدَمِ الشَّرْطِ كَمَا إِذَا حَطَّ الْبَعْضَ وَأَدَّى الْبَاقِيَ .

ثُمَّ لَوْ أَدَّى أَلْفًا اكْتَسَبَهَا قَبْلَ التَّعْلِيقِ رَجَعَ الْمَوْلَى عَلَيْهِ وَعَتَقَ لِاسْتِحْقَاقِهَا، وَلَوْ كَانَ اكْتَسَبَهَا بَعْدَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ مَأْذُونٌ مِنْ جِهَتِهِ بِالْأَدَاءِ مِنْهُ، ثُمَّ الْأَدَاءُ فِي قَوْلِهِ إِنْ أَدَّيْت يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ ؛ لِأَنَّهُ تَخْيِيرٌ، وَفِي قَوْلِهِ إِذَا أَدَّيْت لَا يَقْتَصِرُ ؛ لِأَنَّ إِذَا تُسْتَعْمَلُ لِلْوَقْتِ بِمَنْزِلَةِ مَتَى .

اور جب کسی شخص کا غلام مال لایا تو حاکم اس غلام کے مالک کو مال لے کر آزاد کرنے مجبور کرے گا' اور وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس حکم اور تمام اجباری احکام کا معنی یہ ہے کہ تخلیہ کی صورت میں آقا مال لینے والا شمار ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مالک پر مال لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' کیونکہ قسم کا تصرف ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی اسی طرح ہے' کیونکہ لفظ عتق کے ساتھ شرط معلق ہے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ تصرف غلام کے موقوف کرنے پر نہیں ہوتا اور تصرف نہ ہی ختم ہونے کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور قسم کی شرائط کو انجام دینے کے لئے جبر نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وجود شرط سے پہلے قسم کا حق ثابت ہی نہیں ہوتا' جبکہ عقد کتابت میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ عقد کتابت بدلہ ہے اور اس میں معاوضہ واجب ہوتا ہے۔

ہمارے دوسرے ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اگر چہ لفظ کے اعتبار سے یہ تعلیق ہے' لیکن مقصود کے اعتبار سے معاوضہ ہے' کیونکہ مالک نے غلام کو مال کی ادائیگی کے ساتھ آزادی پر معلق کیا ہے' تاکہ وہ اس کو مال دینے پر ابھارے۔ پس غلام آزادی سے مشرف ہو جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں مالک مال پانے والا ہوگا' جس طرح عقد کتابت میں ہوا کرتا ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ اسی طرح کا لفظ طلاق میں معاوضہ بنتا ہے۔ یہاں تک وہ طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔ پس ہم نے مالک کے قول کو ابتداء میں تعلیق قرار دیا ہے' تاکہ اس لفظ پر عمل ہو جائے۔ اور مالک سے نقصان دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ مالک کا اس غلام کو بیچنا منع نہیں ہے اور یہ غلام اپنی کمائی میں خود اختیار والا بھی نہیں ہے اور مال ادا کرنے سے قبل پیدا ہونے والی اولاد میں آزادی

سرایت کرنے والی نہیں ہے۔

اور انتہائی اعتبار سے مال کے وقت غلام سے نقصان دور کرنے کے لئے ہم نے اس کو معاوضہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا مالک کو مال لینے پر مجبور کیا جائے گا' اور اسی پر فقہ (اصول) کا دارومدار ہے اور اس اصول سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے۔ اور کی مثال عوض کی شرط کے ساتھ والا ہبہ ہے۔

اور جب غلام کچھ مال ادا کیا' تو تب بھی مالک کو لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن جب تک غلام مکمل مال ادا نہیں کرتا اس وقت تک وہ آزاد نہ ہوگا' کیونکہ شرط ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح مالک مال میں سے کچھ کم کر دے اور غلام بھی بقیہ ادا کرے تو بھی آزاد نہ ہوگا اور غلام نے تعلیق سے پہلے کمائے ہوئے ایک ہزار دراہم ادا کیے تو مالک دوبارہ اس سے اتنی رقم لے گا' اور غلام آزاد ہو جائے گا' کیونکہ مالک ان دراہم کا حقدار تھا۔ اور اگر غلام نے وہ دراہم تعلیق کے بعد کمائے تھے' تو اس صورت میں مالک اس سے دوبارہ نہیں لے گا' کیونکہ مالک کی جانب سے شرط لگانے پر غلام مالک کی طرف سے ماذون ہو جائے گا' اور اس کے بعد مالک کا قول ''اِنْ اَدَّيْتَ'' میں ادا کرنے انحصار مجلس تک رہے گا' کیونکہ یہ اختیار ہے اور ''اذا ادیت'' کہنے کی حالت میں ادا کرنا مجلس پر موقوف نہ ہوگا' کیونکہ ''اذا متی'' کی طرح اس کا استعمال وقت کے لئے ہوتا ہے۔

غلام کی آزادی کو موت کے بعد ایک ہزار سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ: اَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَلٰى اَلْفِ دِرْهَمٍ فَالْقَبُولُ بَعْدَ الْمَوْتِ) لِاِضَافَةِ الْاِيجَابِ اِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ اَنْتَ حُرٌّ غَدًا بِاَلْفِ دِرْهَمٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اَنْتَ مُدَبَّرٌ عَلٰى اَلْفِ دِرْهَمٍ حَيْثُ يَكُونُ الْقَبُولُ اِلَيْهِ فِي الْحَالِ ؛ لِاَنَّ اِيجَابَ التَّدْبِيرِ فِي الْحَالِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَجِبُ الْمَالُ لِقِيَامِ الرِّقِّ .

قَالُوا: لَا يُعْتَقُ عَلَيْهِ فِي مَسْاَلَةِ الْكِتَابِ، وَاِنْ قَبِلَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا لَمْ يُعْتِقْهُ الْوَارِثُ ؛ لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلْاِعْتَاقِ، وَهٰذَا صَحِيحٌ .

اور جب کسی مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ایک ہزار دراہم ادا کر کے آزاد ہو تو غلام کا اس کے قول کو قبول کرنا موت کے بعد ہوگا' کیونکہ آزادی کا ایجاب موت کے بعد کی طرف مضاف ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کسی مالک نے کہا: تم ایک ہزار دراہم کے بدلے کل آزاد ہو۔

جبکہ مالک کے اس قول میں ایسا نہیں ہے کہ جب مالک نے کہا ''اَنْتَ مُدَبَّرٌ عَلٰى اَلْفِ دِرْهَمٍ'' تو غلام کو اسی وقت قبول کرنا ہوگا' کیونکہ اس میں اس حال میں مدبر ہونے کا ایجاب ہو چکا ہے۔ مگر مال واجب نہ ہوگا' کیونکہ غلامی موجود ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے: جامع صغیر کے مطابق جب تک ورثاء آزاد نہ کریں غلام آزاد نہ ہوگا خواہ وہ مالک کی موت کے بعد آزادی کا ایجاب قبول کرے کیونکہ میت میں اعتاق کی اہلیت نہیں ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

آزادی کو خدمت کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلٰی خِدْمَتِهِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ فَقَبِلَ الْعَبْدُ فَعَتَقَ ثُمَّ مَاتَ مِنْ سَاعَتِهِ فَعَلَيْهِ قِيْمَةُ نَفْسِهِ فِيْ مَالِهِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَاَبِیْ يُوْسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ قِيْمَةُ خِدْمَتِهِ اَرْبَعَ سِنِيْنَ) اَمَّا الْعِتْقُ فَلِاَنَّهُ جَعَلَ الْخِدْمَةَ فِيْ مُدَّةٍ مَعْلُوْمَةٍ عِوَضًا فَيَتَعَلَّقُ الْعِتْقُ بِالْقَبُوْلِ، وَقَدْ وُجِدَ وَلَزِمَهُ خِدْمَةُ اَرْبَعِ سِنِيْنَ؛ لِاَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا فَصَارَ كَمَا اِذَا اَعْتَقَهُ عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ فَالْخِلَافِيَّةُ فِيْهِ بِنَاءٌ عَلٰی خِلَافِيَّةٍ اُخْرٰی، وَهِيَ اَنَّ مَنْ بَاعَ نَفْسَ الْعَبْدِ مِنْهُ بِجَارِيَةٍ بِعَيْنِهَا ثُمَّ اُسْتُحِقَّتِ الْجَارِيَةُ اَوْ هَلَكَتْ يَرْجِعُ الْمَوْلٰی عَلَی الْعَبْدِ بِقِيْمَةِ نَفْسِهِ عِنْدَهُمَا وَبِقِيْمَةِ الْجَارِيَةِ عِنْدَهُ وَهِيَ مَعْرُوْفَةٌ ۔

وَوَجْهُ الْبِنَاءِ اَنَّهُ كَمَا يَتَعَذَّرُ تَسْلِيْمُ الْجَارِيَةِ بِالْهَلَاكِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ يَتَعَذَّرُ الْوُصُوْلُ اِلَی الْخِدْمَةِ بِمَوْتِ الْعَبْدِ، وَكَذَا بِمَوْتِ الْمَوْلٰی فَصَارَ نَظِيْرَهَا ۔

فرمایا: اور جس شخص نے اپنے غلام کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ چار سال اس کی خدمت کرے گا' اور غلام نے اس کو قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ غلام اسی وقت فوت ہو گیا تو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک غلام کے مال میں اس کی جان کی قیمت واجب ہوگی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: چار سال خدمت کی قیمت واجب ہوگی۔ البتہ آزاد ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ ایک تعین کردہ مدت تک خدمت کرنے کا بدلہ ہے۔ لہٰذا آزادی قبول کرنے پر معلق ہو جائے گی اور غلام کا قبول کرنا پایا جا رہا ہے پس غلام پر چار سالہ خدمت واجب ہوگئی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ خدمت میں بدل بننے کی صلاحیت ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح مالک نے ایک ہزار درہم کے بدلے غلام کو آزاد کر دیا ہو۔ اور اس کے بعد غلام فوت ہو جائے' تو اس مسئلہ کا اختلاف دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے۔

ایک مالک نے اپنے غلام سے ایک متعین باندی کے بدلے میں اسی غلام کی جان کو بیچا پھر وہ مستحق نکل گئی یا ہلاک ہو گئی تو شیخین کے نزدیک مالک غلام کی جان کی قیمت واپس لے گا' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مالک باندی کی قیمت واپس لے گا۔ اور مشہور مسئلہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باندی کے ہلاک ہو جانے یا مستحق کے نکل جانے کے سبب اس کو سپرد کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح غلام کی موت کے سبب بھی خدمت ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے مالک کی مدت کے سبب بھی متعذر ہے پس یہ مسئلہ اسی مسئلہ کی طرح ہو گیا۔

دوسرے شخص سے باندی آزاد کرانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ: اَعْتِقْ اَمَتَكَ عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ عَلٰی اَنْ تُزَوِّجَنِيْهَا فَفَعَلَ فَاَبَتْ اَنْ تَتَزَوَّجَهُ فَالْعِتْقُ جَائِزٌ وَلَا شَیْءَ عَلَی الْاٰمِرِ)؛ لِاَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ اَعْتِقْ عَبْدَكَ عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَیَّ

فَفَعَلَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَيَقَعُ الْعِتْقُ عَلَى الْمَأْمُورِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ طَلِّقْ امْرَأَتَكَ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ فَفَعَلَ حَيْثُ يَجِبُ الْأَلْفُ عَلَى الْآمِرِ؛ لِأَنَّ اشْتِرَاطَ الْبَدَلِ عَلَى الْأَجْنَبِيِّ فِي الطَّلَاقِ جَائِزٌ وَفِي الْعَتَاقِ لَا يَجُوزُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ. (وَلَوْ قَالَ: أَعْتِقْ أَمَتَكَ عَنِّي عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا قُسِّمَتْ الْأَلْفُ عَلَى قِيمَتِهَا وَمَهْرِ مِثْلِهَا، فَمَا أَصَابَ الْقِيمَةَ أَدَّاهُ الْآمِرُ، وَمَا أَصَابَ الْمَهْرَ بَطَلَ عَنْهُ)؛ لِأَنَّهُ لَمَّا قَالَ عَنِّي تَضَمَّنَ الشِّرَاءُ اقْتِضَاءً عَلَى مَا عُرِفَ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَقَدْ قَابَلَ الْأَلْفَ بِالرَّقَبَةِ شِرَاءً وَبِالْبُضْعِ نِكَاحًا فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمَا، وَوَجَبَتْ حِصَّةُ مَا سُلِّمَ لَهُ وَهُوَ الرَّقَبَةُ وَبَطَلَ عَنْهُ مَا لَمْ يُسَلَّمْ وَهُوَ الْبُضْعُ، فَلَوْ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْهُ لَمْ يَذْكُرْهُ.

وَجَوَابُهُ أَنَّ مَا أَصَابَ قِيمَتَهَا سَقَطَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهِيَ لِلْمَوْلَى فِي الْوَجْهِ الثَّانِي، وَمَا أَصَابَ مَهْرَ مِثْلِهَا كَانَ مَهْرًا لَهَا فِي الْوَجْهَيْنِ.

اور جس شخص نے کسی دوسرے مالک سے کہا کہ تم مجھ پر ایک ہزار درہم کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کرو۔ اور شرط یہ ہے کہ تم اس باندی کا مجھ سے نکاح کر دو۔ لہٰذا اس مالک باندی نے ایسا ہی کیا لیکن باندی نے اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو آزادی جائز ہے اور حکم دینے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جس شخص نے دوسرے بندے سے کہا ہے کہ تم ایک ہزار درہم کے بدلے اپنا غلام آزاد کر دو اور ایک ہزار مجھ پر لازم ہوں گے۔ اور مأمور نے اسی طرح کر دیا تو حکم دینے والے پر کچھ لازم نہ ہو گا' جبکہ آزادی مأمور کی جانب سے واقع ہوگی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے سے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور ایک ہزار مجھ پر لازم ہوں گے اور اگر مأمور نے طلاق دی تو آمر پر ایک ہزار واجب ہوں گے۔ کیونکہ طلاق میں اجنبی پر بدل کی شرط لگانا جائز ہے' جبکہ آزادی میں جائز نہیں ہے اور اس کو ہم پہلے بھی ثابت کر چکے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے کہا: تو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کر دے اور یہ مسئلہ اسی حال پر رہا تو ہزار کو اس باندی کی قیمت اور اس کے مہر مثلی پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو قیمت کے مقابلے میں آئے گا اس کو آمر ادا کرے گا۔ اور جو مہر کے بدلے میں آئے گا وہ آمر سے ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آمر نے میری جانب سے کہا تو اس کا یہ قول بطور فیصلہ شراء کو شامل ہے' جس طرح معلوم ہو چکا ہے۔ پس جب اس طرح کی صورت حال ہے' تو آمر نے ہزار کو غلام کی گردن خریدنے اور بضع سے نکاح کرنے کا مقابل بنایا ہے۔ پس ہزار رقبہ اور بضع پر تقسیم ہو گیا ہے۔ اور جو چیز آمر کے سپرد کی گئی ہے یعنی رقبہ تو آمر پر اسی مقدار کے مطابق واجب ہوگا۔ اور بضع جو آمر کے سپرد ہی نہیں ہوئی ہے' تو اس کے دراہم آمر سے ساقط ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ باندی آمر سے نکاح کرے جبکہ اس مسئلہ کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان ہی نہیں کیا۔ مگر اس کا حکم اس طرح ہے کہ ہزار میں سے جو باندی کی قیمت کے مقابلے میں ہے وہ صورت اول میں ساقط ہو جائے گا' اور دوسری صورت میں وہ قیمت مالک کو ملے گی۔ اور جتنی مقدار باندی کے مہر مثل کے مقابلے میں آئے گی وہ دونوں صورتوں میں مہر بنے گی۔

بَابُ التَّدْبِيرِ

﴿یہ باب مدبر غلام کے بیان میں ہے﴾

باب تدبیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ آزادی سے متعلق وہ احکام جو زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے، تو اب انہوں نے آزادی سے متعلق موت سے متعلق ہونے والے احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور اس کی وجہ مناسبت یعنی فقہی مطابقت ظاہر ہے۔ اور مطابقت فقہی کی سب سے اچھی دلیل یہ ہے کہ یہ متید ہے اور مقید مرکب ہوتا ہے اور مرکب ہمیشہ مفرد سے مؤخر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے سابق باب عتق معلق بہ حلف میں سارے مسائل جو مقید ہیں لیکن ان کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے، جبکہ اس باب میں غلام کی آزادی کے تمام مسائل کو موت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح تدبیر کا معنی امور کے بعد نظر کرنا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۲۸۱، بیروت)

مدبر غلام کا فقہی مفہوم

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مدبر اس کو کہتے ہیں جس کی نسبت مولیٰ نے کہا: تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر میں مرجاؤں یا جب میں مروں تو تو آزاد ہے غرض اسی قسم کے وہ الفاظ جن سے مرنے کے بعد اس کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب عتاق، باب تدبیر)

عربی زبان سے اسم مشتق ہے۔ ثلاثی مزید فیہ کے باب تفعیل سے مصدر ہے اردو میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔ سب سے پہلے 1680ء کو "قصۂ ابو شحمہ" میں مستعمل ملتا ہے۔

جب آقا نے اپنی موت کے ساتھ آزادی متعین کیا

(إِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِمَمْلُوكِهِ إِذَا مِتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي أَوْ أَنْتِ مُدَبَّرٌ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا) ؛ لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَلْفَاظَ صَرِيحٌ فِي التَّدْبِيرِ فَإِنَّهُ إِثْبَاتُ الْعِتْقِ عَنْ دُبُرٍ

جب کسی مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ جب فوت ہو جاؤں تو آزاد ہے یا میرے بعد تو آزاد ہے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجھے مدبر کیا، تو وہ غلام مدبر ہو جائے گا کیونکہ تدبیر میں یہ الفاظ صراحت کے ساتھ آئے ہیں۔ لہٰذا مدبر ہونے سے آزادی ثابت ہو جائے گی۔

فَلَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَلَا هِبَتُهُ وَلَا إِخْرَاجُهُ عَنْ مِلْكِهِ إِلَّا إِلَى الْحُرِّيَّةِ، كَمَا فِي الْكِتَابَةِ.
وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ فَلَا يَمْتَنِعُ بِهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ كَمَا فِي سَائِرِ التَّعْلِيقَاتِ وَكَمَا فِي الْمُدَبَّرِ الْمُقَيَّدِ وَلِأَنَّ التَّدْبِيرَ وَصِيَّةٌ وَهِيَ غَيْرُ مَانِعَةٍ مِنْ ذَلِكَ.
وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ وَهُوَ حُرٌّ مِنَ الثُّلُثِ، وَلِأَنَّهُ سَبَبُ الْحُرِّيَّةِ؛ لِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ تَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا سَبَبَ غَيْرُهُ. ثُمَّ جَعْلُهُ سَبَبًا فِي الْحَالِ أَوْلَى لِوُجُودِهِ فِي الْحَالِ وَعَدَمِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَلِأَنَّ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حَالُ بُطْلَانِ الْأَهْلِيَّةِ فَلَا يُمْكِنُ تَأْخِيرُ السَّبَبِيَّةِ إِلَى زَمَانِ بُطْلَانِ الْأَهْلِيَّةِ، بِخِلَافِ سَائِرِ التَّعْلِيقَاتِ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنَ السَّبَبِيَّةِ قَائِمٌ قَبْلَ الشَّرْطِ؛ لِأَنَّهُ يَمِينٌ وَالْيَمِينُ مَانِعٌ وَالْمَنْعُ هُوَ الْمَقْصُودُ، وَأَنَّهُ يُضَادُّ وُقُوعَ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ، وَأَمْكَنَ تَأْخِيرُ السَّبَبِيَّةِ إِلَى زَمَانِ الشَّرْطِ لِقِيَامِ الْأَهْلِيَّةِ عِنْدَهُ فَافْتَرَقَا. وَلِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ خِلَافَةٌ فِي الْحَالِ كَالْوِرَاثَةِ وَإِبْطَالُ السَّبَبِ لَا يَجُوزُ، وَفِي الْبَيْعِ وَمَا يُضَاهِيهِ ذَلِكَ.

مدبر کی خرید و فروخت اس کا ہبہ اور اس کو ملکیت سے نکالنا جائز نہیں ہے البتہ آزادی جائز ہے جس طرح کتابت میں ہوتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جائز ہے کیونکہ تدبیر آزادی کو شرط پر معلق کرنے والا ہے۔ پس تدبیر کے سبب بیع و ہبہ منع نہ ہوں گے جس طرح تمام معلقات میں ہوتا ہے اور جس طرح مقید مدبر میں ہوتا ہے اور اس سبب کے پیش نظر بھی کہ تدبیر وصیت ہے اور وصیت بیع وغیرہ سے مانع نہیں ہے۔

جب آقا نے غلام کو خدمت یا اجرت کے ساتھ مقید کیا

قَالَ: (وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ وَيُؤَاجِرَهُ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً وَطِئَهَا وَلَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا)؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهِ ثَابِتٌ لَهُ وَبِهِ تُسْتَفَادُ وِلَايَةُ هَذِهِ التَّصَرُّفَاتِ.
(فَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ الْمُدَبَّرُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ) لِمَا رَوَيْنَا؛ وَلِأَنَّ التَّدْبِيرَ وَصِيَّةٌ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مُضَافٌ إِلَى وَقْتِ الْمَوْتِ وَالْحُكْمُ غَيْرُ ثَابِتٍ فِي الْحَالِ فَيَنْفُذُ مِنَ الثُّلُثِ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ يَسْعَى فِي ثُلُثَيْهِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلَى دَيْنٌ يَسْعَى فِي كُلِّ قِيمَتِهِ؛ لِتَقَدُّمِ الدَّيْنِ عَلَى الْوَصِيَّةِ وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُ الْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ (وَوَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرٌ) وَعَلَى ذَلِكَ نُقِلَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ.

فرماتے ہیں کہ آقا کو مدبر غلام سے خدمت لینے اور اسے کرایہ پر دینے کا اختیار ہے اور اگر باندی مدبرہ ہو تو آقا کو اس سے وطی کرنے اور (کسی دوسرے سے) اس کا نکاح کرنے کا بھی حق ہے کیوں کہ مدبر میں آقا کی ملکیت ثابت ہے اور ملکیت ہی سے ان تصرفات کی ولایت حاصل ہوتی ہے پھر جب آقا مر جائے تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہوگا اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور اس لئے کہ تدبیر وصیت ہے کیوں یہ ایسا تبرع ہے جو وقت موت کی طرف منسوب ہے اور فی الحال ثابت بھی نہیں ہے لہٰذا یہ عتق تہائی مال سے نافذ ہوگا حتیٰ کہ اگر آقا کے پاس مدبر کے علاوہ دوسرا کوئی مال نہ ہو تو غلام اپنے دو ثلث میں کمائی کرے گا اور اگر آقا پر قرض ہو تو غلام اپنی پوری قیمت میں کمائی کرے گا اس لئے کہ قرض وصیت سے مقدم ہوتا ہے اور مدبر کی آزادی کو ختم کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اس کی قیمت واپس کرنا ضروری ہے اور مدبرہ کی اولاد بھی مدبرہ ہوگی اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منقول ہے۔

مدبر کو موت کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

(وَاِنْ عَلَّقَ التَّدْبِيرَ بِمَوْتِهِ عَلٰى صِفَةٍ مِثْلَ اَنْ يَقُولَ اِنْ مِتُّ مِنْ مَرَضِي هٰذَا اَوْ سَفَرِي هٰذَا اَوْ مِنْ مَرَضِ كَذَا فَلَيْسَ بِمُدَبَّرٍ وَيَجُوْزُ بَيْعُهُ) ؛ لِاَنَّ السَّبَبَ لَمْ يَنْعَقِدْ فِي الْحَالِ لِتَرَدُّدٍ فِي تِلْكَ الصِّفَةِ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ الْمُطْلَقِ ؛ لِاَنَّهُ تَعَلَّقَ عِتْقُهُ بِمُطْلَقِ الْمَوْتِ وَهُوَ كَائِنٌ لَا مَحَالَةَ (فَاِنْ مَاتَ الْمَوْلٰى عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا عَتَقَ كَمَا يَعْتِقُ الْمُدَبَّرُ) مَعْنَاهُ مِنَ الثُّلُثِ ؛ لِاَنَّهُ ثَبَتَ حُكْمُ التَّدْبِيرِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ اَجْزَاءِ حَيَاتِهِ ؛ لِتَحَقُّقِ تِلْكَ الصِّفَةِ فِيهِ فَلِهٰذَا يُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ .

وَمِنَ الْمُقَيَّدِ اَنْ يَقُولَ اِنْ مِتُّ اِلٰى سَنَةٍ اَوْ عَشْرِ سِنِينَ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اِلٰى مِائَةِ سَنَةٍ وَمِثْلُهُ لَا يَعِيشُ اِلَيْهِ فِي الْغَالِبِ ؛ لِاَنَّهُ كَالْكَائِنِ لَا مَحَالَةَ .

اور اگر آقا نے تدبیر کی کسی صفت پر اپنی موت کو معلق کیا مثال کے طور پر اس نے یہ کہا اگر میں اپنے اس مرض میں یا اپنے اس سفر میں مر گیا یا فلاں مرض میں مر گیا تو غلام مدبر نہیں ہوگا اور اس کی بیع جائز ہوگی کیوں کہ سبب فی الحال منعقد نہیں ہوا ہے اس لئے کہ اس صفت میں شک ہے خلاف مطلق مدبر کے کیوں کہ اس کی آزادی مطلق موت پر موقوف ہے اور مرنا یقینی ہے۔ پھر اگر آقا اپنی بیان کردہ صفت پر مر جائے تو وہ مدبر آزاد ہو جائے گا جیسے مطلق مدبر آزاد ہوتا ہے یعنی ثلث سے آزاد ہوگا۔ اس لئے کہ تدبیر کا حکم آقا کی زندگی کے آخری حصہ میں ثابت ہوگا، کیوں وہ صفت اسی آخری حصہ میں ثابت ہوگی۔ اسی لئے تہائی مال سے آزادی معتبر ہوگی اور مقید میں سے یہ صورت ہے کہ میں اگر ایک سال یا دس سال میں مر گیا (تو تم آزاد ہو) اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں خلاف اس صورت کے کہ جب آقا نے "اِلٰى مِائَةِ سَنَةٍ" کہا ہو اور اس جیسے لوگ عام طور پر سو سال زندہ نہیں رہتے اس لئے یہ لامحالہ ہونے والا ہے۔

بَابُ الاِسْتِیلَادِ

﴿یہ باب ام ولد کے بیان میں ہے﴾

باب استیلاد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: باب استیلاد کی فقہی مطابقت باب تدبیر کے ساتھ اس طرح ہے کہ ان دونوں ابواب میں آزادی موت کے ساتھ مقید ہے۔لہٰذا ان دونوں اسباب کے اشتراک کی وجہ سے انہیں آپس میں ملا دیا ہے۔اور یہ دونوں ابواب استحقاق عقد کے اعتبار سے مطابق ہے۔البتہ باب تدبیر کے تقدم کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسب ہے' کیونکہ اس میں آزادی لفظ ایجاب کے ساتھ ہے' جبکہ اس باب میں استیلاد کے ساتھ ہے لہٰذا اس کو مقدم کر دیا ہے۔اور استیلاد مصدر ہے اس کو معنی بچہ طلب کرنا ہے۔(فتح القدیر، ج ۱۰،ص ۳۱۰، بیروت)

اس سے پہلے باب میں چونکہ آزادی کو مقید کرنا غلام کے ساتھ تھا اور اس میں باندی کے ساتھ ہے۔اور جنس غلامیت میں غلام باندی سے افضل ہے' کیونکہ ماہیت غلام کا ماہیت باندی سے اعلیٰ ہونا واضح ہے لہٰذا افضل کو مقدم کرنا اولیٰ تھا تو اس کو مقدم کر دیا ہے اور ام ولد والے باب کو اس سے مؤخر ذکر کیا ہے۔

ام ولد ہونے کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے خواہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس نے اقرار کیا یا زمانہ حمل میں اقرار کیا ہو کہ یہ حمل مجھ سے ہے اور اس صورت میں ضروری ہے کہ اقرار کے وقت سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو۔(درمختار، کتاب عتق۔باب استیلاد، ج ۵،ص ۲۲۸، بیروت)

استیلاد (ا) طلب بچہ کردن۔فرزند خواستن۔مادر فرزند کردن کنیزک را۔امّ ولد کردن محبت کردن با کنیزک تا از وی فرزند آید۔(تاج المصادر۔بیہقی)

ولادت خواستن۔(غیاث (۔با کنیزک آرمیدن برای فرزند شدن۔محبت کردن با کنیزک تا از او فرزند باشد۔(زوزنی)طلب الولد من الامة ۔(تعریفات جرجانی)

(اصطلاح فقہ) الاستیلاد در لغت مطلقا بہ معنی طلب فرزند و شرعاً قرار دادن کنیز یست بنام مادر کودک (امّ وَلد) و این عمل بہ دو تا صورت پذیرد: یکی دعوی کودک، مادر بودن کنیز را نسبت بخود، دیگر مالک بودن پدر مر کنیز را، یعنی کنیز، زرخرید پدر کودک باشد۔

کذا فی جامع الرموز فی فصل التدبیر ۔(کشاف اصطلاحات الفنون)

دراثر نزدیکی مولی باأمہ خود ولدی بوجود آمدن اگر چہ علقہ باشد۔ استیلاد موجب آن است کہ اختیارات مولی نسبت کنیزك محدود شود و جز در موارد مخصوص نتواند او را بغیر منتقل کند مگر اینکہ انتقال سبب تسریع در آزادی او گردد۔ منظور از تحدید اختیارات آن است کہ مستولدہ پس از مرگ مولی از سہم الارث ولد خود آزاد شود۔

ام ولد ہونے کا شرعی ثبوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مرد کی باندی سے اس کی اولاد ہو جائے تو وہ باندی اس کے (انتقال) بعد آزاد ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 673)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابراہیم کی والدہ کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: اسے اس کے بچے نے آزاد کرا دیا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 674)

ام ولد کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَإِذَا وَلَدَتْ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَقَدْ صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِيكُهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا) أَخْبَرَ عَنْ إعْتَاقِهَا فَيَثْبُتُ بَعْضُ مَوَاجِبِهِ وَهُوَ حُرْمَةُ الْبَيْعِ، وَلِأَنَّ الْجُزْئِيَّةَ قَدْ حَصَلَتْ بَيْنَ الْوَاطِئِ وَالْمَوْطُوءَةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ فَإِنَّ الْمَاءَيْنِ قَدْ اخْتَلَطَا بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ الْمَيْزُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا عُرِفَ فِي حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ، إلَّا أَنَّ بَعْدَ الِانْفِصَالِ تَبْقَى الْجُزْئِيَّةُ حُكْمًا لَا حَقِيقَةً فَضَعُفَ السَّبَبُ فَأَوْجَبَ حُكْمًا مُؤَجَّلًا إلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَبَقَاءُ الْجُزْئِيَّةِ حُكْمًا بِاعْتِبَارِ النَّسَبِ وَهُوَ مِنْ جَانِبِ الرِّجَالِ .

فَكَذَا الْحُرِّيَّةُ تَثْبُتُ فِي حَقِّهِمْ لَا فِي حَقِّهِنَّ، حَتَّى إذَا مَلَكَتْ الْحُرَّةُ زَوْجَهَا وَقَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ لَمْ يَعْتِقْ الزَّوْجُ الَّذِي مَلَكَتْهُ بِمَوْتِهَا، وَبِثُبُوتِ عِتْقٍ مُؤَجَّلٍ يَثْبُتُ حَقُّ الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ فَيَمْنَعُ جَوَازَ الْبَيْعِ وَإِخْرَاجَهَا لَا إلَى الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ وَيُوجِبُ عِتْقَهَا بَعْدَ مَوْتِهِ، وَكَذَا إذَا كَانَ بَعْضُهَا مَمْلُوكًا لَهُ ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيلَادَ لَا يَتَجَزَّأُ فَإِنَّهُ فَرْعُ النَّسَبِ فَيُعْتَبَرُ بِأَصْلِهِ .

جب باندی نے اپنے آقا (کے نطفہ) سے بچہ جنا تو وہ اپنے آقا کی ام ولد ہو گئی اور اسے بیچنا اور (دوسرے کی) ملکیت میں دینا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اسے اس کے لڑکے نے آزاد کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی کے آزاد ہونے کی خبر دی، لہٰذا اس آزادی سے اس کے بعض احکام بھی ثابت ہو جائیں گے اور وہ بیع کا حرام ہونا ہے۔ اور اس لئے کہ واطی اور موطوءہ کے مابین لڑکے کے واسطے سے جزئیت ثابت ہو جاتی ہے اس لئے کہ دونوں پانی اس طرح ایک دوسرے سے مل گئے کہ ان میں فرق کرنا ناممکن ہے جیسا کہ حرمت مصاہرت میں یہ معلوم ہو چکا ہے اس وجہ سے بچہ نکلنے کے بعد یہ جزئیت حکماً ثابت رہتی ہے نہ کہ حقیقتاً لہٰذا سبب کمزور ہو گیا اسی وجہ سے اس سبب نے ایسا حکم ثابت کیا جو موت کے بعد تک موءخر ہے اور حکماً جزئیت کا

بنی رہتا نسب کے اعتبار سے ہوتا ہے اور نسب کا اعتبار مردوں کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے آزادی بھی مردوں کے حق میں ثابت
ہوگی عورتوں کے حق میں ثابت نہیں ہوگی حتیٰ اگر کہ آزاد عورت اپنے شوہر کی مالک ہوگئی اور اس شوہر سے اس کی اولاد بھی ہو تو بھی
اس عورت کے مرنے سے اس کا شوہر آزاد نہیں ہوگا۔

اور آزادی مؤجل کا ثبوت (ام ولد میں) فی الحال حق آزادی کو ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا اسے فی الوقت فروخت کرنا اور غیر حریت کی
طرف نکالنا ممتنع ہوگا اور آقا کی موت کے بعد باندی کی آزادی کو ثابت کرے گی، ایسے ہی جب باندی کا کچھ حصہ آقا کا مملوک ہو اس کی
دلیل یہ ہے کہ استیلاء کے اجزا نہیں ہوتے، اس وجہ سے کہ استیلاد نسب کی فرع ہے اس لئے اسے اس کی اصل پر قیاس کیا جائے گا۔

ام ولد سے خدمات لینے کا بیان

قَالَ: (وَلَهُ وَطْؤُهَا وَاسْتِخْدَامُهَا وَإِجَارَتُهَا وَتَزْوِيجُهَا) لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهَا قَائِمٌ فَأَشْبَهَتِ الْمُدَبَّرَةَ (وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إِلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَدَّعِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ بِالْعَقْدِ فَلَأَنْ يَثْبُتَ بِالْوَطْءِ وَأَنَّهُ أَكْثَرُ إِفْضَاءً أَوْلَى. وَلَنَا أَنَّ وَطْءَ الْأَمَةِ يُقْصَدُ بِهِ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُونَ الْوَلَدِ؛ لِوُجُودِ الْمَانِعِ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنَ الدَّعْوَةِ بِمَنْزِلَةِ مِلْكِ الْيَمِينِ مِنْ غَيْرِ وَطْءٍ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ يَتَعَيَّنُ مَقْصُودًا مِنْهُ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الدَّعْوَةِ.

فرمایا: آقا کا اس ام ولد سے جماع کرنا خدمت لینا اور اسے اجرت پر دینا اور اس کا نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ
اس میں ملکیت موجود ہے تو یہ مدبرہ کے مشابہ ہوگئی اور اس کے لڑکے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا مگر یہ کہ آقا اس کا اقرار
کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اگرچہ آقا اس کا دعویٰ نہ کرے۔ اس وجہ سے
کہ جب عقد نکاح سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو جماع سے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جماع عقد نکاح سے زیادہ بچے کی
طرف لے جانے والا ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی کے جماع سے قضاء شہوت مقصود ہوتی ہے سوائے ولد کے۔ کیونکہ بچے کے
طلب کے مانع پایا جا رہا ہے اس لئے نسب کا دعویٰ کرنا لازم ہے جس طرح کہ وہ باندی جو ملکیت میں ہو اور اس سے جماع نہ کیا گیا
ہو جبکہ عقد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ عقد نکاح سے بچے کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اسی دلیل کے پیش نظر دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔

ولد ثانی کے لئے ولد اول کا ثبوت نسب میں عدم اقرار کا بیان

(فَإِنْ) (جَاءَتْ بَعْدَ ذَلِكَ بِوَلَدٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ بِغَيْرِ إِقْرَارٍ) مَعْنَاهُ بَعْدَ اعْتِرَافٍ مِنْهُ بِالْوَلَدِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ بِدَعْوَى الْوَلَدِ الْأَوَّلِ تَعَيَّنَ الْوَلَدُ مَقْصُودًا مِنْهَا فَصَارَتْ فِرَاشًا كَالْمَعْقُودَةِ (إِلَّا أَنَّهُ إِذَا نَفَاهُ يَنْتَفِي بِقَوْلِهِ)؛ لِأَنَّ فِرَاشَهَا ضَعِيفٌ حَتَّى يَمْلِكَ نَقْلَهُ بِالتَّزْوِيجِ، بِخِلَافِ الْمَنْكُوحَةِ حَيْثُ لَا يَنْتَفِي الْوَلَدُ بِنَفْيِهِ إِلَّا بِاللِّعَانِ؛ لِتَأَكُّدِ الْفِرَاشِ حَتَّى لَا يَمْلِكُ إِبْطَالَهُ بِالتَّزْوِيجِ، وَهَذَا

اَلَّذِی ذَکَرْنَاہُ حُکْمٌ .

فَاَمَّا الدِّیَانَۃُ، فَاِنْ کَانَ وَطِئَہَا وَحَصَّنَہَا وَلَمْ یَعْزِلْ عَنْہَا یَلْزَمُہُ اَنْ یَعْتَرِفَ بِہٖ وَیَدَّعِی ؛ لِاَنَّ الظَّاہِرَ اَنَّ الْوَلَدَ مِنْہُ، وَاِنْ عَزَلَ عَنْہَا اَوْ لَمْ یُحَصِّنْہَا جَازَ لَہٗ اَنْ یَنْفِیَہٗ ؛ لِاَنَّ ہٰذَا الظَّاہِرَ یُقَابِلُہٗ ظَاہِرٌ آخَرُ، ہٰکَذَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ، وَفِیْہِ رِوَایَتَانِ اُخْرَیَانِ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ ذَکَرْنَاہُمَا فِیْ کِفَایَۃِ الْمُنْتَہٰی .

پس جب آقا کے پہلے بچے کا اقرار لیا جائے گا' تو اگر اس کے بعد دوسرا بچہ اس باندی سے پیدا ہوگا' تو اقرار کے بغیر اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اس کا حکم یہ ہے کہ آقا کی طرف سے پہلے بچے کے اقرار کے بعد جبکہ اس باندی سے بچے کا حصول مقصود بن کر متعین ہو چکا ہے' تو یہ ام ولد فراش ہو گئی جس طرح شادی شدہ عورت فراش ہو جاتی ہے مگر جب آقا دوسرے بچے کی نفی کر دے تو اس کے قول سے اس بچے کے نسب کی نفی ثابت ہو جائے گی کیونکہ اس کا فراش کمزور ہے اسی لئے شوہر اپنی منکوحہ کا کسی اور سے نکاح کرا کے اس فراش کو ختم کرنے کا مالک نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ حکم لیکن دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر آقا نے ام ولد سے جماع کر لیا اور اسے محفوظ رکھا اور اس سے عزل نہیں کیا' تو آقا کے لئے ضروری ہے۔ اس بچے کا اقرار کرے اور اس کا دعویٰ کرے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ بچہ اسی کا ہی ہے' اگر آقا اس سے عزل کرتا رہا یا اس کو محفوظ نہیں رکھا تو اس بچے کی نفی کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ اس ظاہر کے مقابلے میں ایک اور ظاہر بھی ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور صاحبین سے دو روایات اور بھی روایت کی گئی ہیں۔ جن کو ہم نے کفایت المنتہی میں بیان کر دیا ہے۔ رضی اللہ عنہ

ام ولد کے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا بیان

(فَاِنْ زَوَّجَہَا فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ فَہُوَ فِیْ حُکْمِ اُمِّہٖ) ؛ لِاَنَّ حَقَّ الْحُرِّیَّۃِ یَسْرِیْ اِلَی الْوَلَدِ کَالتَّدْبِیْرِ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّ وَلَدَ الْحُرَّۃِ حُرٌّ وَوَلَدَ الْقِنَّۃِ رَقِیْقٌ وَالنَّسَبُ یَثْبُتُ مِنَ الزَّوْجِ ؛ لِاَنَّ الْفِرَاشَ لَہٗ، وَاِنْ کَانَ النِّکَاحُ فَاسِدًا اِذِ الْفَاسِدُ مُلْحَقٌ بِالصَّحِیْحِ فِیْ حَقِّ الْاَحْکَامِ، وَلَوِ ادَّعَاہُ الْمَوْلٰی لَا یَثْبُتُ نَسَبُہٗ مِنْہُ ؛ لِاَنَّہٗ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْ غَیْرِہٖ، وَیُعْتَقُ الْوَلَدُ وَتَصِیْرُ اُمُّہٗ اُمَّ وَلَدٍ لَہٗ لِاِقْرَارِہٖ .

اور جب آقا نے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا تو اس کے بعد اگر اس نے بچہ پیدا کیا' تو وہ بچہ اپنی ماں کے حکم میں ہوگا اس لئے کہ آزاد ہونے کا حق بچے کی طرف سرائیت کر جاتا ہے' جس طرح تدبیر میں سرائیت کر جاتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آزاد عورت کا بچہ آزاد ہوتا ہے۔ اور خالص باندی کا بچہ خالص غلام ہوتا ہے۔ اور نسب شوہر سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ فراش اسی کا ہوتا ہے' اگر چہ نکاح فاسد ہی کیوں نہ ہو اس وجہ سے کہ نکاح فاسد بھی احکام میں نکاح صحیح کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لئے اگر آقا اس بچے کا دعویٰ بھی کرے تو آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس بچے کا نسب آقا کے علاوہ دوسرے باپ سے ثابت ہے اور بچہ آزاد ہو جائے گا' اور اس کی ماں اس آقا کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ آقا اس کا اقرار کر چکا ہے۔

آقا کی موت کے بعد ام ولد کا پورے مال سے آزاد ہونا

(وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ) لِحَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ (أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِعِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَأَنْ لَا يُبَعْنَ فِي دَيْنٍ وَلَا يُجْعَلْنَ مِنَ الثُّلُثِ) . وَلِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى الْوَلَدِ أَصْلِيَّةٌ فَتُقَدَّمُ عَلَى حَقِّ الْوَرَثَةِ وَالدَّيْنِ كَالتَّكْفِينِ ، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِمَا هُوَ مِنْ زَوَائِدِ الْحَوَائِجِ .

اور جب آقا فوت ہو جائے، تو ام ولد مکمل مال کے ساتھ آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات الاولاد کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا: ان کو کسی قرض میں فروخت نہ کیا جائے اور ان کو تہائی مال کے ساتھ آزاد نہ کیا جائے اس لئے کہ بچے کی ضرورت اصل ہے اس وجہ سے یہ ورثاء کے حق اور قرض پر مقدم کی جائے گی جیسے کفن دفن تدبیر کے خلاف کیونکہ تدبیر ضرورت اصلیہ سے زائد چیز کی وصیت ہے۔

مالک کے قرض خواہوں کے سبب ام ولد پر کمائی کے عدم وجوب کا بیان

(وَلَا سِعَايَةَ عَلَيْهَا فِي دَيْنِ الْمَوْلَى لِلْغُرَمَاءِ) لِمَا رَوَيْنَا ، وَلِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ حَتَّى لَا تُضْمَنُ بِالْغَصْبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ كَالْقِصَاصِ ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ .

اور ام ولد پر آقا کے قرض داروں کے لئے کمائی واجب نہیں ہوگی اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ ام ولد مال متقوم نہیں ہے، جبکہ غصب کی وجہ سے ام ولد مضمون نہیں ہوتی اس لئے ام ولد سے قرض داروں کا حق متعلق نہیں ہوگا جیسے قصاص ہے، جبکہ مدبر میں اس طرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مدبر مال متقوم ہے۔

نصرانی کی ام ولد کے مکاتبہ کی طرح ہونے کا بیان

(وَإِذَا أَسْلَمَتْ أُمُّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ فَعَلَيْهَا أَنْ تَسْعَى فِي قِيمَتِهَا) وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ لَا تُعْتَقُ حَتَّى تُؤَدِّيَ السِّعَايَةَ . وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: تُعْتَقُ فِي الْحَالِ وَالسِّعَايَةُ دَيْنٌ عَلَيْهَا ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا عُرِضَ عَلَى الْمَوْلَى الْإِسْلَامُ فَأَبَى ، فَإِنْ أَسْلَمَ تَبْقَى عَلَى حَالِهَا . لَهُ أَنَّ إِزَالَةَ الذُّلِّ عَنْهَا بَعْدَمَا أَسْلَمَتْ وَاجِبَةٌ وَذَلِكَ بِالْبَيْعِ أَوْ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ تَعَذَّرَ الْبَيْعُ فَتَعَيَّنَ الْإِعْتَاقُ .

وَلَنَا أَنَّ النَّظَرَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ فِي جَعْلِهَا مُكَاتَبَةً ؛ لِأَنَّهُ يَنْدَفِعُ الذُّلُّ عَنْهَا بِصَيْرُورَتِهَا حُرَّةً يَدًا وَالضَّرَرُ عَنِ الذِّمِّيِّ لِانْبِعَاثِهَا عَلَى الْكَسْبِ نَيْلًا لِشَرَفِ الْحُرِّيَّةِ فَيَصِلُ الذِّمِّيُّ إِلَى بَدَلِ مِلْكِهِ ، أَمَّا لَوْ أُعْتِقَتْ وَهِيَ مُفْلِسَةٌ تَتَوَانَى فِي الْكَسْبِ وَمَالِيَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ يَعْتَقِدُهَا الذِّمِّيُّ مُتَقَوِّمَةً

فَيُتْرَكُ وَمَا يَعْتَقِدُهُ، وَلِأَنَّهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ مُتَقَوِّمَةً فَهِيَ مُحْتَرَمَةٌ، وَهٰذَا يَكْفِي لِوُجُوبِ الضَّمَانِ كَمَا فِي الْقِصَاصِ الْمُشْتَرَكِ إِذَا عَفَا أَحَدُ الْأَوْلِيَاءِ يَجِبُ الْمَالُ لِلْبَاقِينَ.

(وَلَوْ مَاتَ مَوْلَاهَا عَتَقَتْ بِلَا سِعَايَةٍ)؛ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ لَهُ، وَلَوْ عَجَزَتْ فِي حَيَاتِهِ لَا تُرَدُّ قِنَّةً، لِأَنَّهَا لَوْ رُدَّتْ قِنَّةً أُعِيدَتْ مُكَاتَبَةً لِقِيَامِ الْمُوجِبِ

اور اگر نصرانی کی ام ولد ایمان لے آئے تو وہ کوشش کرے گی اپنی قیمت کے لئے اور وہ مکاتبہ کی طرح ہو جائے گی اور وہ آزاد نہیں ہوگی جب تک وہ سعایہ نہ ادا کر دے امام زفر بیان فرماتے ہیں کہ وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گی اور سعایہ اس پر قرض ہوگا اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب آقا پر اسلام پیش کیا گیا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو اس کے بعد اگر وہ ایمان لے آئے تو ام ولد اسی حالت میں لوٹ آئے گی امام زفر یہ دلیل دیتے ہیں کہ ام ولد مسلمان ہونے کے بعد اس سے ذلت کو دور کر دینا واجب ہے اور یہ ازالہ یا تو بیع سے ہوگا یا آزاد کرنے سے ہوگا اور بیع تو ناممکن ہو چکی ہے اس لئے آزاد کرنا متعین ہو گیا اور ہم کہتے ہیں ام ولد کو نصرانی بنانے میں دونوں طرف سے شفقت ہے کیونکہ ام ولد کے قبضہ کے اعتبار سے آزاد ہونے کی وجہ سے اس سے ذلت دور ہو جائے گی اور ذمی سے ضرر دور ہو جائے گا اس لئے کہ ام ولد کی حریت کا شرف حاصل کرنے کے لئے آقا اس کو کمائے کرنے پر ابھارے گا اور ذمی اپنی ملکیت کا بدل پالے گا اور اگر وہ ام ولد اسی وقت آزاد کر دی جائے اس حال میں کہ وہ مفلس ہو تو وہ کمائی کرنے میں سستی کرے گی۔ اور ذمی اپنی ام ولد کی مالیت کو متقوم سمجھتا ہے اس لئے ذمی کو اس کے اعتقاد کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا اور اس لئے کہ ام ولد کی مالیت اگرچہ متقوم نہیں اس کے باوجود بھی وہ محترم ضرور ہے۔ اور اس کا محترم ہونا اس کے ضمان کے واجب ہونے کے لئے کافی ہے۔ جس طرح قصاص مشترک میں اگر ایک ولی معاف کر دے تو دوسروں کے لئے مال واجب ہوگا اور جب اس کا آقا مرجائے تو یہ ام ولد کمائی کئے بغیر آزاد ہو جائے گی کیونکہ وہ ام ولد ہے اور اگر آقا کی زندگی میں وہ سعایہ سے عاجز ہو گئی تو وہ دوبارہ خالص باندی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر اسے خالص غلام قرار دیا جائے تو وہ دوبارہ مکاتبہ ہو جائے گی کیونکہ سبب موجود ہے۔

دوسرے کی باندی سے نکاح کے ذریعے بچہ حاصل کرنے کا بیان

(وَمَنِ اسْتَوْلَدَ أَمَةَ غَيْرِهِ بِنِكَاحٍ ثُمَّ مَلَكَهَا صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، وَلَوِ اسْتَوْلَدَهَا بِمِلْكِ يَمِينٍ ثُمَّ اسْتُحِقَّتْ ثُمَّ مَلَكَهَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَنَا، وَلَهُ فِيهِ قَوْلَانِ وَهُوَ وَلَدُ الْمَغْرُورِ.

لَهُ أَنَّهَا عَلِقَتْ بِرَقِيقٍ فَلَا تَكُونُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ كَمَا إِذَا عَلِقَتْ مِنَ الزِّنَا ثُمَّ مَلَكَهَا الزَّانِي، وَهٰذَا؛ لِأَنَّ أُمُومِيَّةَ الْوَلَدِ بِاعْتِبَارِ عُلُوقِ الْوَلَدِ حُرًّا؛ لِأَنَّهُ جُزْءُ الْأُمِّ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ وَالْجُزْءُ لَا يُخَالِفُ الْكُلَّ.

وَلَنَا أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْئِيَّةُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ، وَالْجُزْئِيَّةُ إِنَّمَا تَثْبُتُ بَيْنَهُمَا بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ

الْوَاحِدِ اِلٰی کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا کَمُلاً وَقَدْ ثَبَتَ النَّسَبُ فَتَثْبُتُ الْجُزْئِیَّۃُ بِھٰذِہِ الْوَاسِطَۃِ، بِخِلَافِ الزِّنَا ، لِاَنَّہٗ لَا نَسَبَ فِیْہِ لِلْوَلَدِ اِلَی الزَّانِیْ، وَاِنَّمَا یُعْتَقُ عَلَی الزَّانِیْ اِذَا مَلَکَہٗ ، لِاَنَّہٗ جُزْؤُہٗ حَقِیْقَۃً بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ .

نَظِیْرُہٗ مَنِ اشْتَرٰی اَخَاہُ مِنَ الزِّنَا لَا یُعْتَقُ ، لِاَنَّہٗ یُنْسَبُ اِلَیْہِ بِوَاسِطَۃِ نِسْبَتِہٖ اِلَی الْوَالِدِ وَھِیَ غَیْرُ ثَابِتَۃٍ .

جس شخص نے کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کر کے بچہ حاصل کیا پھر وہ اس باندی کا مالک بن گیا اس صورت میں وہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی' جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ باندی ام ولد نہیں ہوگی۔ اور اگر ملک یمین کے ساتھ کسی باندی سے بچہ حاصل کیا ہو تو اس کے بعد اگر وہ باندی مستحق نکلی پھر مستولد اس کا مالک بن گیا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک وہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بارے میں دو قول ہیں اور یہی ولد المغر در ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ باندی غلام سے حاملہ ہوئی ہے اس لئے وہ مستولد کی ام ولد نہیں ہوگی' جبکہ اسی صورت میں وہ زنا سے حاملہ ہوئی ہو پھر زانی اس کا مالک ہو گیا ہو۔ کیونکہ ام ولد ہونا بچے کے آزاد حمل قرار پانے کے اعتبار سے ہے اسی وجہ کہ حمل کی حالت میں بچہ اپنی ماں کا حصہ ہوتا ہے اور جز کل سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا ہمارے نزدیک استیلاد کا حکم جزئیت کی طرح ہے' جو کہ ہم بیان کر چکے ہیں واطی اور موطوءہ کے درمیان اسی وقت جزئیت ثابت ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کی طرف ولد کی نسبت کی جائے اور اس صورت میں نسب ثابت ہے اس لئے اسی واسطے سے جزئیت بھی ثابت ہوگی' جبکہ زنا میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ زنا زانی کی طرف بچے کی نسبت کو ثابت نہیں کرتا۔ اور جب زانی بچے کا مالک ہو جاتا ہے' تو لڑکا اس پر آزاد ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ بچہ کسی واسطے کے بغیر حقیقی طور پر زنا کرنے والے کا جزء ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح کسی نے زنا سے پیدا ہونے والے اپنے بھائی کو خریدا تو وہ بھائی اس خریدنے والے پر آزاد نہیں ہوگا' کیونکہ وہ بھائی باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس خریدنے والے کی طرف منسوب ہوگا' جبکہ باپ کی نسبت ثابت نہیں ہے۔

بیٹے کی باندی سے بچہ پیدا ہونے کا بیان

(وَاِذَا وَطِیءَ جَارِیَۃَ ابْنِہٖ فَجَاءَ تْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاہُ ثَبَتَ نَسَبُہٗ مِنْہُ وَصَارَتْ اُمَّ وَلَدٍ لَہٗ وَعَلَیْہِ قِیْمَتُھَا وَلَیْسَ عَلَیْہِ عُقْرُھَا وَلَا قِیْمَۃُ وَلَدِھَا) وَقَدْ ذَکَرْنَا الْمَسْاَلَۃَ بِدَلَائِلِھَا فِیْ کِتَابِ النِّکَاحِ مِنْ ھٰذَا الْکِتَابِ، وَاِنَّمَا لَا یَضْمَنُ قِیْمَۃَ الْوَلَدِ ، لِاَنَّہٗ انْعَلَقَ حُرَّ الْاَصْلِ لِاسْتِنَادِ الْمِلْکِ اِلٰی مَا قَبْلَ الْاِسْتِیْلَادِ .

(وَاِنْ وَطِئَ اَبُو الْاَبِ مَعَ بَقَاءِ الْاَبِ لَمْ یَثْبُتِ النَّسَبُ) ، لِاَنَّہٗ لَا وِلَایَۃَ لِلْجَدِّ حَالَ قِیَامِ الْاَبِ (وَلَوْ کَانَ الْاَبُ مَیِّتًا ثَبَتَ مِنَ الْجَدِّ کَمَا یَثْبُتُ مِنَ الْاَبِ) ، لِظُھُوْرِ وِلَایَتِہٖ عِنْدَ فَقْدِ الْاَبِ،

وَكُفْرُ الْاَبِ وَرِقُّهُ بِمَنْزِلَةِ مَوْتِهِ ؛ لِاَنَّهُ قَاطِعٌ لِلْوِلَايَةِ

اور جب باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے جماع کر لیا اور باندی نے بچہ اور باپ نے اس بچے کا دعوی کیا' تو باپ سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا' اور وہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور باپ پر اس باندی کی قیمت لازم ہوگی لیکن اس کا مہر باپ پر لازم نہیں ہوگا' اور نہ ہی اس باندی کے بچے کی قیمت لازم ہوگی اور یہ بات ہم کتاب النکاح میں دلائل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اور باپ اس وجہ سے بچے کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا اس وجہ سے کہ وہ بچہ حرالاصل ہو کر حمل قرار پایا تھا اس لئے کہ بچے کے حاصل ہو کرنے سے پہلے ہی باپ کی ملکیت کا اقرار ہو چکا تھا اور جب باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے اپنے پوتے کی باندی سے جماع کر لیا تو نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو ولایت حاصل نہیں ہے اور جب باپ فوت ہو چکا ہو تو دادا سے نسب ثابت ہو جائے گا' جس طرح باپ سے ثابت ہو جاتا ہے اس وجہ سے کہ باپ کے موجود نہ ہونے سے دادا کی ولایت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور باپ کا کافر ہونا اور غلام ہونا اس کی موت کے درجے میں ہے اسی وجہ سے اس کے ساتھ بھی ولایت منقطع ہو جاتی ہے۔

مشترکہ باندی کے ام ولد ہونے کا بیان

(وَاِذَا كَانَتِ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ اَحَدُهُمَا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ) ؛ لِاَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ فِي نِصْفِهِ لِمُصَادَفَتِهِ مِلْكَهُ ثَبَتَ فِي الْبَاقِي ضَرُورَةَ اَنَّهُ لَا يَتَجَزَّأُ ؛ لِمَا اَنَّ سَبَبَهُ لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ الْعُلُوقُ اِذِ الْوَلَدُ الْوَاحِدُ لَا يَنْعَلِقُ مِنْ مَاءَيْنِ .

(وَصَارَتْ اُمَّ وَلَدٍ لَهُ) ؛ لِاَنَّ الِاسْتِيلَادَ لَا يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُمَا (وَعِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَصِيرُ نَصِيبُهُ اُمَّ وَلَدٍ لَهُ ثُمَّ يَتَمَلَّكُ نَصِيبَ صَاحِبِهِ اِذْ هُوَ قَابِلٌ لِلْمِلْكِ وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا) ؛ لِاَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الِاسْتِيلَادَ وَيَضْمَنُ نِصْفَ عُقْرِهَا ؛ لِاَنَّهُ وَطِئَ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً، اِذِ الْمِلْكُ يَثْبُتُ حُكْمًا لِلِاسْتِيلَادِ فَيَتَعَقَّبُهُ الْمِلْكُ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ بِخِلَافِ الْاَبِ اِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةَ ابْنِهِ ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ شَرْطًا لِلِاسْتِيلَادِ فَيَتَقَدَّمُهُ فَصَارَ وَاطِئًا مِلْكَ نَفْسِهِ (وَلَا يَغْرَمُ قِيمَةَ وَلَدِهَا) ؛ لِاَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا اِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى مِلْكِ الشَّرِيكِ .

اور جب کوئی باندی دو شرکاء کے درمیان مشترک ہو اور اس نے بچہ جن دیا اور دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے دعوی کر دیا تو مدعی کے لئے اس بچے کا دعوی ثابت ہو جائے گا' کیونکہ جب وہ نصف ولد میں ہے' تو اس شریک کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بچہ اس کی ملکیت سے ملا ہوا ہے۔ لہذا بقیہ میں لازمی طور پر اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ نسب میں اجزاء نہیں ہوتے۔ لہذا اس کے نسب کا سبب یعنی علوق میں بھی اجزاء کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک بچہ دو نطفوں سے حمل قرار نہیں پاتا۔ اور وہ باندی مدعی کے لئے ام ولد ہو جائے گی۔ لہذا طرفین کے نزدیک استیلاد کے اجزاء نہیں ہوتے' جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے

نزدیک مدعی کے حصے میں وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

اس کے بعد مدعی اپنے شریک کے حصے کا بھی مالک ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ حصہ ملکیت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور مدعی اس باندی کے آدھے عقر کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترکہ باندی سے جماع کیا ہے۔ اور وہ شخص استیلاد کے سبب حکمی طور پر ملکیت ثابت ہو چکی ہے اور وطی کرنے کے ساتھ ہی اس کے ساتھ میں واطی کی ملکیت ثابت ہو گی۔

جبکہ باپ کے خلاف ہے' کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کر کے ام ولد بنانے والا ہے لہٰذا ملکیت استیلاد کی شرط بن کر ثابت ہو گی۔ اور استیلاد سے مقدم ہو گی۔ اور باپ اپنی ملکیت سے جماع کرنے والا ہے۔ اور مدعی باندی کی بچی کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ لڑکے کا نسب وقت علوق کی طرف ہو کر ثابت ہو جائے گا۔ اور اس بچے کا کوئی بھی حصہ شریک کی ملکیت پر محمول نہ ہوگا۔

دو شرکاء کا دعویٰ ولد کرنے کا بیان

(وَإِنْ ادَّعَيَاهُ مَعًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُمَا) مَعْنَاهُ إِذَا حَمَلَتْ عَلَى مِلْكِهِمَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُرْجَعُ إِلَى قَوْلِ الْقَافَةِ ؛ لِأَنَّ إِثْبَاتَ النَّسَبِ مِنْ شَخْصَيْنِ مَعَ عِلْمِنَا أَنَّ الْوَلَدَ لَا يَتَخَلَّقُ مِنْ مَاءَيْنِ مُتَعَذِّرٌ فَعَمِلْنَا بِالشَّبَهِ، وَقَدْ سُرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ الْقَائِفِ فِي أُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ .

وَلَنَا كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى شُرَيْحٍ فِي هَذِهِ الْحَادِثَةِ: لَبَّسَا فَلُبِّسَ عَلَيْهِمَا، وَلَوْ بَيَّنَا لَبُيِّنَ لَهُمَا، هُوَ ابْنُهُمَا يَرِثُهُمَا وَيَرِثَانِهِ وَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا، وَكَانَ ذَلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلُ ذَلِكَ .وَلِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيهِ، وَالنَّسَبُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَجَزَّأُ وَلَكِنْ تَتَعَلَّقُ بِهِ أَحْكَامٌ مُتَجَزِّئَةٌ، فَمَا يَقْبَلُ التَّجْزِئَةَ يَثْبُتُ فِي حَقِّهِمَا عَلَى التَّجْزِئَةِ، وَمَا لَا يَقْبَلُهَا يَثْبُتُ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَلًا كَأَنْ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ أَبًا لِلْآخَرِ، أَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُسْلِمًا وَالْآخَرُ ذِمِّيًّا لِوُجُودِ الْمُرَجِّحِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ وَهُوَ الْإِسْلَامُ وَفِي حَقِّ الْأَبِ وَهُوَ مَا لَهُ مِنْ الْحَقِّ فِي نَصِيبِ الِابْنِ، وَسُرُورُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رُوِيَ ؛ لِأَنَّ الْكُفَّارَ كَانُوا يَطْعَنُونَ فِي نَسَبِ أُسَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَانَ قَوْلُ الْقَائِفِ مُقْطِعًا لِطَعْنِهِمْ فَسُرَّ بِهِ (وَكَانَتْ الْأَمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُمَا) ؛ لِصِحَّةِ دَعْوَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ فِي الْوَلَدِ فَيَصِيرُ نَصِيبُهُ مِنْهَا أُمَّ وَلَدٍ لَهُ تَبَعًا لِوَلَدِهَا (وَعَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْعُقْرِ

قِصَاصًا بِمَا لَهُ عَلَى الْاٰخَرِ، وَيَرِثُ الِابْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ) لِاَنَّهُ اَقَرَّ لَهُ بِمِيرَاثِهٖ كُلِّهٖ وَهُوَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهٖ (وَيَرِثَانِ مِنْهُ مِيرَاثَ اَبٍ وَاحِدٍ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي النَّسَبِ كَمَا اِذَا اَقَامَا الْبَيِّنَةَ .

اور جب دونوں شریکوں نے مل کر اکٹھا دعویٰ کیا' تو دونو سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اس صورت میں کہ جب وہ باندی دونو کی ملکیت میں حاملہ ہوئی ہو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کہ قیافہ شناس کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا' کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ ایک بچہ دو نطفوں سے پیدا نہیں ہو سکتا تو ایک بچے کا نسب دو لوگوں سے ثابت کرنا ناممکن ہے پھر بھی ہم نے مشابہت پر عمل اور حضرت اسامہ کے متعلق ایک قیافہ شناس کے قول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تھے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ مکتوب گرامی ہے' جو اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت شریح کو لکھا تھا دونوں شرکاء نے معاملہ ملا دیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بھی ان پر حکم مبہم کر دو اور جب وہ معاملہ واضح کر دیں' تو تم بھی ان پر حکم واضح کر دینا اور وہ ان دونوں کا بچہ ہوگا' اور ان دونوں کا وارث ہوگا' اور یہ دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے اور ان میں سے جو زندہ رہ گیا اسے اس کی میراث ملے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں صادر ہوا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اس لئے کہ جب وہ سبب استحقاق میں برابر کے وارث ہیں' تو استحقاق میں بھی وہ دونوں برابر کے وارث ہوں گے اور نصب کی اگر چہ جزیں نہیں ہوتی اس کے باوجود بھی کچھ ایسے احکام متعلق ہوتے ہیں' جن میں جزیں ہو سکتی ہیں اس لئے جو حکم تجزی کو قبول کرے گا وہ انکے کے حق میں متجزی ہو کر ثابت ہو جائے گا' اور جو حکم تجزی قبول نہیں کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک کے حق میں پورے طریقے سے اس طرح ثابت ہوگا کہ دوسرا اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن جب شریکین میں سے ایک دوسرے کا باپ ہو یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان میں اس بچے کا باپ ہونے میں مسلمان ذمی سے زیادہ راجح ہوگا اس لئے کہ مسلمان کے حق میں مرجح موجود ہے اور وہ اسلام ہے اور باپ کے حق میں بھی مرجح موجود ہے اور وہ بچے کے حصے میں اس کا حق ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اس وجہ سے ہے کہ کفار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں طعن کرتے تھے اور قیافہ شناس کا قول ان کے طعنے کو ختم کر رہا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوئے تھے۔ اور وہ باندی ان دونوں کی ام ولد ہوگی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ بچے کے متعلق اپنے حق میں درست ہے اسی وجہ سے باندی میں ہر شریک کا حصہ اپنے بچے کے تابع ہو کر اس شریک کا ام لد ہو جائے گا' اور ان میں سے ہر شریک پر آدھا عقر واجب ہوگا تا کہ وہ بدل ہو جائے اس چیز کا جو ایک شریک کا دوسرے پر لازم ہے اور وہ بچہ ان دونوں شریکوں میں سے ہر ایک سے اتنا حصہ پائے گا جتنا کامل بیٹے کو دیا جاتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے کامل باپ کی میراث کا اقرار کیا تھا اور یہ اقرار ہر ایک شریک کے حق میں حجت ہے۔ اور یہ دونوں شریک اس بچے سے ایک باپ کی میراث پائیں گے کیونکہ دونوں سبب میں برابر ہیں۔ جس طرح اس صورت میں جب دونوں نے بینہ پیش کر دیا ہو۔

مکاتبہ باندی کے ام ولد ہونے کا بیان

(وَاِذَا وَطِیءَ الْمَوْلٰی جَارِیَةَ مُكَاتَبِهٖ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ فَاِنْ صَدَّقَهُ الْمُكَاتَبُ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ) وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهٗ لَا یُعْتَبَرُ تَصْدِیْقُهٗ اعْتِبَارًا بِالْاَبِ یَدَّعِیْ وَلَدَ جَارِیَةِ ابْنِهٖ ۔

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ وَهُوَ الْفَرْقُ اَنَّ الْمَوْلٰی لَا یَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِیْ اَكْسَابِ مُكَاتَبِهٖ حَتّٰی لَا یَتَمَلَّكَهٗ وَالْاَبُ یَمْلِكُ تَمَلُّكَهٗ فَلَا مُعْتَبَرَ بِتَصْدِیْقِ الْاِبْنِ ۔

قَالَ: (وَعَلَیْهِ عُقْرُهَا) ؛ لِاَنَّهٗ لَا یَتَقَدَّمُهُ الْمِلْكُ ؛ لِاَنَّ مَا لَهٗ مِنَ الْحَقِّ كَافٍ لِصِحَّةِ الْاِسْتِیْلَادِ لِمَا نَذْكُرُهٗ ۔

قَالَ: (وَقِیْمَةُ وَلَدِهَا) ؛ لِاَنَّهٗ فِیْ مَعْنَی الْمَغْرُوْرِ حَیْثُ اِنَّهٗ اعْتَمَدَ دَلِیْلًا وَهُوَ اَنَّهٗ كَسْبُ كَسْبِهٖ فَلَمْ یَرْضَ بِرِقِّهٖ فَیَكُوْنُ حُرًّا بِالْقِیْمَةِ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْهُ (وَلَا تَصِیْرُ الْجَارِیَةُ اُمَّ وَلَدٍ لَهٗ) ؛ لِاَنَّهٗ لَا مِلْكَ لَهٗ فِیْهَا حَقِیْقَةً كَمَا فِیْ وَلَدِ الْمَغْرُوْرِ (وَاِنْ كَذَّبَهُ الْمُكَاتَبُ فِی النَّسَبِ لَمْ یَثْبُتْ) ؛ لِمَا بَیَّنَّا اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ تَصْدِیْقِهٖ (فَلَوْ مَلَكَهٗ یَوْمًا ثَبَتَ نَسَبُهٗ مِنْهُ) ؛ لِقِیَامِ الْمُوْجِبِ وَزَوَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ اِذْ هُوَ الْمَانِعُ، وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

اور جب آقا نے اپنی مکاتبہ باندی سے وطی کی۔ تو اس سے بچہ پیدا ہوا۔ جس پر آقا نے دعوٰی کر دیا ہو تو اگر مکاتب اس کی تصدیق کر دے تو آقا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک مکاتب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس باپ پر قیاس کرتے ہوئے جو اپنے بیٹے کی باندی کے بچے کا دعوٰی کرے۔ اور ظاہر روایۃ کی دلیل یہ ہے کہ آقا اپنے مکاتب کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا کیونکہ آقا مکاتب کی کمائی کا مالک نہیں ہو سکتا' جبکہ باپ بیٹے کی کمائی کا مالک ہو سکتا ہے لہٰذا بیٹے کی تصدیق کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور آقا پر اس باندی کے جماع کا جرمانہ واجب ہے' کیونکہ کہ آقا کی ملکیت جماع سے مقدم نہیں ہے لہٰذا آقا کو جو حق حاصل ہے وہ استیلاد کے صحیح ہونے کے لئے کافی ہے اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کریں گے۔

اور آقا پر باندی کے بچے کی قیمت بھی واجب ہوگی کیونکہ آقا دھوکا کھائے ہوئے شخص کی طرح ہے کہ اس نے ایک دلیل پر اعتماد کر لیا یعنی اس نے اپنی کمائی کو حاصل کر لیا لہٰذا وہ اس بچے کو غلام بنانے پر راضی نہیں ہوا اس لئے یہ بچہ قیمت کے عوض آزاد ہوگا' اور آقا سے نسب ثابت ہوگا' اور وہ باندی جس سے جماع کیا ہے وہ آقا کی ام ولد نہیں ہوگی کیونکہ حقیقت میں اس پر آقا کی ملکیت نہیں جس طرح ولد مغرور میں نہیں ہوتی اور اگر مکاتب نسب کے بارے میں آقا کو جھٹلا دے تو نسب ثابت نہیں ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہیں اس کے بعد اگر آقا اس کا مالک ہوا تو آقا سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا' کیونکہ موجب پایا جا رہا ہے اور مکاتب کا حق زائل ہو چکا ہے اور یہی مانع تھا۔

کِتَابُ الْاَیْمَانِ

﴿یہ کتاب ایمان کے بیان میں ہے﴾

کتاب الایمان کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سابقہ کتب کی مطابقت کی طرح یہاں بھی یعنی کتاب ایمان میں بھی مطابقت پائی جاتی ہے۔ صاحب کتاب نے اس کتاب کو کتاب عتاق کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے' کیونکہ ان دونوں میں ہزل اور اکراہ غیر مؤثر ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج۶،ص۴۴۹، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کتاب النکاح، طلاق، عتاق اور ایمان میں مشترکہ علت ہے۔ اور وہ ہزل و اکراہ ہے' جوان میں مؤثر نہیں ہوتا ہے۔ اور ان سب سے پہلے کتاب النکاح کو مقدم ذکر کیا ہے' کیونکہ وہ عبادات کے زیادہ قریب ہے' جس طرح پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد نکاح کی گرہ کو اٹھانے والا حکم طلاق ہے لہٰذا اس کے بعد اس کو ذکر کیا ہے۔ کتاب طلاق کے بعد عتاق کو ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس کو کتاب ایمان سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے طلاق و عتاق میں حکم کو اٹھا لینے کی حیثیت سے معنوی اور حکمی اشتراک پایا جاتا ہے۔ (فتح القدیر بتصرف، ج۱۰،ص۳۷۹، بیروت)

ہمارے نزدیک کتاب النکاح، طلاق، عتاق اور ایمان میں ایک حکم یہ بھی مشترک ہے کہ ان تمام میں انسان ازخود اپنے اوپر شرعی احکام کو لازم کرنے والا ہے' جس طرح کسی نے نکاح کیا' تو اس سے متعلق ازواجی حقوق اس نے اپنے اختیار سے لازم کیے ہیں اسی طرح جب طلاق دے گا' تو بھی ازواجی حقوق کی عدم ادائیگی سے دوچار ہونا اس کے اختیار کے مطابق ہوگا۔ اور اسی طرح جب کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کرے، مکاتب، مدبر بنائے یا ام ولد وغیرہ یہ تمام انسان کی اپنی مرضی واختیار کے مطابق ہوتا ہے' جس کے سبب شرعی احکام انسان پر لازم ہو جاتے ہیں' جن کو پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کتاب الایمان میں بھی انسان اپنے اختیار کے ساتھ کسی قسم کو اٹھانے والا ہے۔ جس کے بعد اس کو پورا کرنا شریعت کی طرف سے لازم ہو جاتا ہے' جبکہ یہ لزوم بھی ابتدائی طور پر انسان کے اپنے اختیار کے سبب ہوا ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

ایمان کی اقسام کا بیان

قَالَ: (اَلْاَیْمَانُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ) اَلْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ وَیَمِیْنٌ مُنْعَقِدَةٌ، وَیَمِیْنُ لَغْوٍ .(فَالْغَمُوْسُ هُوَ الْحَلِفُ عَلٰی اَمْرٍ مَاضٍ یَتَعَمَّدُ الْکَذِبَ فِیْهِ، فَهٰذِهِ الْیَمِیْنُ یَاْثَمُ فِیْهَا صَاحِبُهَا) لِقَوْلِهٖ صَلّٰی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَلَفَ كَاذِبًا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ) (وَلَا كَفَّارَةَ فِيهَا اِلَّا التَّوْبَةَ وَالاِسْتِغْفَارَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ: فِيهَا الْكَفَّارَةُ لِاَنَّهَا شُرِعَتْ لِرَفْعِ ذَنْبٍ هَتَكَ حُرْمَةَ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَقَدْ تَحَقَّقَ بِالاِسْتِشْهَادِ بِاللّٰهِ كَاذِبًا فَاَشْبَهَ الْمَعْقُودَةَ .وَلَنَا اَنَّهَا كَبِيرَةٌ مَحْضَةٌ، وَالْكَفَّارَةُ عِبَادَةٌ تَتَاَدّٰى بِالصَّوْمِ، وَيُشْتَرَطُ فِيهَا النِّيَّةُ فَلَا تُنَاطُ بِهَا، بِخِلَافِ الْمَعْقُودَةِ لِاَنَّهَا مُبَاحَةٌ، وَلَوْ كَانَ فِيهَا ذَنْبٌ فَهُوَ مُتَاَخِّرٌ مُتَعَلِّقٌ بِاخْتِيَارٍ مُبْتَدَاٍ، وَمَا فِي الْغَمُوسِ مُلَازِمٌ فَيَمْتَنِعُ الْاِلْحَاقُ .

فرمایا قسم تین اقسام پر ہیں۔(۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین لغو۔ چنانچہ غموس گزری ہوئی کسی بات پر قسم کھانا ہے' جس بات میں انسان جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو اس قسم میں قسم کھانے والا گنہگار ہے' کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے جھوٹی قسم کھائی اللہ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ اور اس میں کفارہ نہیں ہے مگر توبہ اور استغفار ہے' جبکہ حضرت امام شافعی ؒ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کفارہ ہے اس لئے کہ کفارہ اس گناہ کو ختم کرنے کے لئے جائز ہوا ہے' جو اللہ کے نام کی بے عزتی کرے اور اللہ کے نام سے جھوٹی گواہی دینے سے یہ گناہ صادر ہوتا ہے اس لئے یہ قسم یمین منعقدہ کے مشابہ ہوگئی ہمارے نزدیک یمین غموس صرف کبیرہ گناہ ہے اور کفارہ ایسی عبادت ہے' جو روزے کے ساتھ ادا ہوتا ہے۔ اور اس میں نیت شرط ہوتی ہے اس لئے گناہ کبیرہ سے متعلق کفارہ نہیں ہوگا یمین منعقدہ کے خلاف کیونکہ اس میں وہ جائز ہے اور اگر اس میں گناہ ہوتا بھی ہے' تو وہ قسم کے بعد ہوتا ہے۔ اور نئے اختیار سے ہوتا ہے' جبکہ یمین غموس میں گناہ قسم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے غموس کو منعقدہ کے ساتھ ملانا جائز نہیں ہے۔

یمین منعقدہ کے حکم کا بیان

(وَالْمُنْعَقِدَةُ مَا يَحْلِفُ عَلٰى اَمْرٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ اَنْ يَفْعَلَهُ اَوْ لَا يَفْعَلَهُ وَاِذَا حَنِثَ فِي ذٰلِكَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاَيْمَانَ) وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا

(وَالْيَمِينُ اللَّغْوُ اَنْ يَحْلِفَ عَلٰى اَمْرٍ مَاضٍ وَهُوَ يَظُنُّ اَنَّهُ كَمَا قَالَ وَالْاَمْرُ بِخِلَافِهِ فَهٰذِهِ الْيَمِينُ نَرْجُو اَنْ لَا يُؤَاخِذَ اللّٰهُ بِهِ صَاحِبَهَا) وَمِنَ اللَّغْوِ اَنْ يَقُولَ: وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَزَيْدٌ وَهُوَ يَظُنُّهُ زَيْدًا وَاِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو، وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُه تَعَالٰى (لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ) الْاٰيَةَ، اِلَّا اَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالرَّجَاءِ لِلِاخْتِلَافِ فِي تَفْسِيرِهِ .

اور منعقدہ وہ قسم ہے' جو زمانہ مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نا کرنے پر اٹھائی جائے اور قسم اٹھانے والا جب قسم کو

توڑے گا' تو اس پر کفارہ لازم ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان 'لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِی اَیْمَانِکُمْ' ' اور اس کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور یمین لغو یہ ہے کہ گزرے ہوئے زمانے میں کسی بات پر قسم کھائے اور قسم کھانے والا یہ سمجھتا ہو کہ معاملہ وہی ہے' جو اس نے کہا حالانکہ حقیقت میں وہ اس کے خلاف ہو یہ قسم ہے' جس کے متعلق ہم کو یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اور لغو میں سے یہ بھی ہے کہ قسم کھانے والا یہ کہے کہ بخدا یہ زید ہے اور وہ اس کو زید ہی سمجھتا ہو حالانکہ وہ عمر ہو اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: لایواخذکم اللہ الخ مگر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مواخذہ کے نا پائے جانے کو رجاء پر معلق کر دیا ہے اس لئے کہ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

وقوع قسم میں عدم اعذار کا بیان

قَالَ: (وَالْقَاصِدُ فِی الْیَمِیْنِ وَالْمُکْرَہِ وَالنَّاسِی سَوَاءٌ) حَتّٰی تَجِبُ الْکَفَّارَۃُ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ثَلَاثٌ جِدُّھُنَّ جِدٌّ وَھَزْلُھُنَّ جِدٌّ: اَلنِّکَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْیَمِیْنُ) وَالشَّافِعِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ یُخَالِفُنَا فِی ذٰلِکَ، وَسَنُبَیِّنُ فِی الْاِکْرَاہِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

(وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَیْہِ مُکْرَھًا اَوْ نَاسِیًا فَھُوَ سَوَاءٌ) ؛ لِاَنَّ الْفِعْلَ الْحَقِیْقِیَّ لَا یَنْعَدِمُ بِالْاِکْرَاہِ وَھُوَ الشَّرْطُ، وَکَذَا اِذَا فَعَلَہٗ وَھُوَ مُغْمًی عَلَیْہِ اَوْ مَجْنُونٌ لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ حَقِیْقَۃً، وَلَوْ کَانَتِ الْحِکْمَۃُ رَفْعَ الذَّنْبِ فَالْحُکْمُ یُدَارُ عَلٰی دَلِیْلِہٖ وَھُوَ الْحِنْثُ لَا عَلٰی حَقِیْقَۃِ الذَّنْبِ، وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

فرمایا: قصداً قسم کھانے والا، جس کو قسم کھانے پر مجبور کیا گیا ہو اور بھول کر قسم کھانے والا سب برابر ہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں' جن کو عمداً کہنا بھی عمد ہے اور مذاق سے کہنا بھی عمداً ہے۔ نکاح، طلاق، قسم جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے' جس کو ان شاء اللہ ہم کتاب الاکراہ میں بیان کریں گے۔

جس شخص نے زبردستی یا بھول کر محلوف علیہ کو قسم دی وہ دونوں صورتوں میں برابر ہے' کیونکہ حقیقی طور پر مجبوری میں قسم ختم نہیں ہوتی اور یہی چیز شرط ہے اسی طرح اگر کسی نے شرکی حالت میں' یا پاگل پن کی حالت محلوف علیہ کو قسم دی اس لئے کہ حقیقت میں شرط پائی جارہی ہے اور اگر کفارہ کی حکمت گناہ دور کرنا ہو تو حکم کا مدار اس کی دلیل پر ہوگا' اور وہ حانث ہونا ہے۔ اور حقیقت ذنب پر نہ ہوگی۔

بَابُ مَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا وَمَا لَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا

﴿یہ باب کسی لفظ کے قسم ہونے یا نہ ہونے کے بیان میں ہے﴾

باب قسم ہونے یا نہ ہونے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب قسموں کی اقسام سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے ان الفاظ کو بیان کرنا شروع کیا ہے جن سے وقوع قسم کا اعتبار کیا جائے گا یا جن سے وقوع قسم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ لہٰذا ان الفاظ کے بیان میں اس باب کو بیان کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۴۵۹، بیروت)

مصنف علیہ الرحمہ نے قسم کی تعریف واقسام کو بیان کرنے کے بعد اس باب کو منتخب کیا ہے کیونکہ الفاظ اظہار کا سبب ہوتے ہیں اور اس میں قسم کے احکام کو بیان کیا جا رہا ہے جبکہ تعریف واقسام ہمیشہ احکام وانواع سے مقدم ہوا کرتے ہیں۔

اللہ کے نام کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ: (وَالْيَمِيْنُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ بِاسْمٍ آخَرَ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى كَالرَّحْمٰنِ وَالرَّحِيْمِ اَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا عُرْفًا كَعِزَّةِ اللّٰهِ وَجَلَالِهِ وَكِبْرِيَائِهِ) لِاَنَّ الْحَلِفَ بِهَا مُتَعَارَفٌ، وَمَعْنَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْقُوَّةُ حَاصِلٌ ؛ لِاَنَّهُ يَعْتَقِدُ تَعْظِيْمَ اللّٰهِ وَصِفَاتِهِ فَصَلُحَ ذِكْرُهُ حَامِلًا وَمَانِعًا .

فرمایا جس شخص نے لفظ اللہ یا اس کے دوسرے اسماء میں سے کسی اسم کے ساتھ قسم کھائی جس طرح الرحمٰن، الرحیم یا اس کے صفاتی اسماء میں سے کسی صفت کی قسم کھائی جس کی معاشرے میں قسم کھائی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عزت، اس کے جلال اور اس کی بڑائی کی قسم اٹھانا ہے۔ کیونکہ قسم ان کے ساتھ معروف ہے۔ اور قسم کا معنی یہ ہے کلام میں قوت حاصل ہو۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی تعظیم کا اعتقاد کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر اس کا ارادہ کرانے والا یا روکنے والا ہوگا۔

حالف کے قول علم اللہ کا بیان

قَالَ (اِلَّا قَوْلَهُ وَعِلْمِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَا يَكُوْنُ يَمِيْنًا) لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ . وَلِاَنَّهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ الْمَعْلُوْمُ، يُقَالُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ عِلْمَكَ فِيْنَا : اَيْ مَعْلُوْمَكَ (وَلَوْ قَالَ وَغَضَبِ اللّٰهِ وَسَخَطِهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا) وَكَذَا وَرَحْمَةِ اللّٰهِ ؛ لِاَنَّ الْحَلِفَ بِهَا غَيْرُ مُتَعَارَفٍ ؛ وَلِاَنَّ الرَّحْمَةَ قَدْ يُرَادُ بِهَا اَثَرُهُ، وَهُوَ الْمَطَرُ اَوِ الْجَنَّةُ وَالْغَضَبُ وَالسَّخَطُ يُرَادُ بِهِمَا الْعُقُوْبَةُ

شرح: فرمایا اگر قسم کھانے والے کا قول "وعلم اللہ" قسم نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ قسم کے طور پر معروف نہیں ہے۔ کیونکہ علم اللہ کو ذکر کر کے اس سے معلومات الٰہیہ مراد لی جاتی ہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ اے اللہ ہمیں اپنے علم کے مطابق بخش دے۔ یعنی اپنی معلومات کے مطابق معاف فرما دے۔ اور اگر کسی حالف نے غضب اللہ یا سخط اللہ کہا تو بھی وہ قسم اٹھانے والا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح رحمۃ اللہ کہنے سے بھی قسم اٹھانے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ عرف میں ان الفاظ سے قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ کبھی رحمت سے مراد اس کا اثر لیا جاتا ہے۔ اور وہ بارش ہے یا جنت ہے جبکہ سخط و غضب سے مراد عقوبت لی جاتی ہے۔

نبی یا کعبہ کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ كَانَ مِنْكُمْ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَذَرْ) (وَكَذَا اِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ) لِاَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ، قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَعْنَاهُ اَنْ يَقُولَ وَالنَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ، اَمَّا لَوْ قَالَ اَنَا بَرِيءٌ مِنْهُمَا يَكُونُ يَمِينًا، لِاَنَّ التَّبَرِّي مِنْهُمَا كُفْرٌ. قَالَ (وَالْحَلِفُ بِحُرُوفِ الْقَسَمِ، وَحُرُوفُ الْقَسَمِ الْوَاوُ كَقَوْلِهِ وَاللّٰهِ وَالْبَاءُ كَقَوْلِهِ بِاللّٰهِ وَالتَّاءُ كَقَوْلِهِ تَاللّٰهِ) لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مَعْهُودٌ فِي الْاَيْمَانِ وَمَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ

جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھائی جس طرح کسی نے نبی یا کعبہ کی قسم اٹھائی ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ اور اسی طرح جب کسی نے قرآن کی قسم اٹھائی۔ (تب بھی قسم اٹھانے والا نہ ہوگا) کیونکہ قرآن سے قسم اٹھانا عرف میں معروف نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قسم اٹھانے والا والنبی والقرآن کہے مگر جب حالف نے اس طرح کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو یہ یمین بن جائے گی کیونکہ نبی (علیہ السلام) اور قرآن سے برأت کا اظہار کفر ہے۔

فرمایا: حرف قسم سے بھی قسم اٹھائی جاتی ہے اور حروف قسمیہ میں سے واؤ ہے۔ جس طرح کسی حالف نے واللہ کہا اور باء بھی حرف قسم ہے جیسے کسی نے باللہ کہا اور تاء بھی حروف قسمیہ میں سے ہے جیسے کسی نے تاللہ کہا۔ کیونکہ یہ ان تمام میں سے ہر ایک قسم کے لئے مقرر ہے اور قرآن میں بھی ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

حرف قسم کے اخفاء کا بیان

(وَقَدْ يُضْمِرُ الْحَرْفَ فَيَكُونُ حَالِفًا كَقَوْلِهِ اللّٰهِ لَا اَفْعَلُ كَذَا) لِاَنَّ حَذْفَ الْحَرْفِ مِنْ عَادَةِ الْعَرَبِ اِيجَازًا، ثُمَّ قِيلَ يُنْصَبُ لِانْتِزَاعِ الْحَرْفِ الْخَافِضِ، وَقِيلَ يُخْفَضُ فَتَكُونُ الْكَسْرَةُ دَالَّةً عَلَى الْمَحْذُوفِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ لِلّٰهِ فِي الْمُخْتَارِ لِاَنَّ الْبَاءَ تُبَدَّلُ بِهَا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (آمَنْتُمْ لَهُ) . اَيْ آمَنْتُمْ بِهِ .

وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: اِذَا قَالَ وَحَقِّ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ

تَعَالٰی وَاِحْدَی الرِّوَایَتَیْنِ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

وَعَنْهُ رِوَایَةٌ اُخْرٰی اَنَّهٗ یَکُوْنُ یَمِیْنًا لِاَنَّ الْحَقَّ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهُوَ حَقِیَّتُهٗ فَصَارَ کَاَنَّهٗ قَالَ وَاللّٰهِ الْحَقِّ وَالْحَلِفُ بِهٖ مُتَعَارَفٌ. وَلَهُمَا اَنَّهٗ یُرَادُ بِهٖ طَاعَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی، اِذِ الطَّاعَاتُ حُقُوْقُهٗ فَیَکُوْنُ حَلِفًا بِغَیْرِ اللّٰهِ، قَالُوْا: وَلَوْ قَالَ وَالْحَقِّ یَکُوْنُ یَمِیْنًا، وَلَوْ قَالَ حَقًّا لَا یَکُوْنُ یَمِیْنًا، لِاَنَّ الْحَقَّ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَالْمُنَکَّرُ یُرَادُ بِهٖ تَحْقِیْقُ الْوَعْدِ۔

اور کبھی حرف قسم پوشیدہ ہوتا ہے اور حالف ہی مضمر بن جاتا ہے۔ جس طرح کسی حالف نے کہا" اللّٰهِ لَا اَفْعَلُ کَذَا" کیونکہ اختصار کے پیش نظر حرف قسم کو حذف کرنا اہل عرب کی عادت ہے۔ اس کے بعد یہ کہا کہ حرف قسم کے مدخول کو حرف جر کے گرانے کے سبب نصب دیا جائے گا' جبکہ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس کو جر دی جائے گی۔ تاکہ کسرہ حرف حذف پر دلالت کرے۔ اور اسی قول کے مطابق جب کسی نے للہ کہا تو یہ بھی قسم ہوگی۔ کیونکہ یہاں باء کو لام کے عوض میں لایا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "'جو'" کے معنی میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور جب کسی نے وحق اللہ کہا تو وہ قسم اٹھانے والا نہ ہوگا' اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے' جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے دو روایات میں سے ایک روایت کے مطابق یہ قسم ہوگی' جبکہ دوسری روایت کے مطابق یہ قسم نہ ہوگی۔ کیونکہ حق اللہ کی صفات میں سے ہے اور وہ اس کا حق ہونا ہے لہٰذا وہ اس طرح ہو گیا جس طرح کسی نے کہا واللہ الحق اور اس لفظ سے قسم کھانا عرف میں عام ہے۔

جبکہ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حق سے اللہ کی اطاعت مفہوم ہے' کیونکہ اطاعات اللہ کے حقوق میں سے ہیں۔ پس یہ غیر اللہ کی قسم ہو جائے گی اور مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے: جب اس نے والحق کہا تو یہ یمین ہو جائے گی اور جب اس نے حقاً کہا ہے' تو یمین نہ ہوگی کیونکہ حق اللہ تعالی کے اسماء میں سے ہے اور نکرہ ہے اور نکرہ سے مراد وعدہ مکمل کرنا ہے۔

اللہ کی قسم یا حلف اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ اُقْسِمُ اَوْ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ اَوْ اَحْلِفُ اَوْ اَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَوْ اَشْهَدُ اَوْ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ فَهُوَ حَالِفٌ) لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ مُسْتَعْمَلَةٌ فِی الْحَلِفِ وَهٰذِهِ الصِّیْغَةُ لِلْحَالِ حَقِیْقَةً وَتُسْتَعْمَلُ لِلْاِسْتِقْبَالِ بِقَرِیْنَةٍ فَجُعِلَ حَالِفًا فِی الْحَالِ، وَالشَّهَادَةُ یَمِیْنٌ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی (قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ) ثُمَّ قَالَ (اتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً) وَالْحَلِفُ بِاللّٰهِ هُوَ الْمَعْهُوْدُ الْمَشْرُوْعُ وَبِغَیْرِهٖ مَحْظُوْرٌ فَصُرِفَ اِلَیْهِ وَلِهٰذَا قِیْلَ لَا یَحْتَاجُ اِلَی النِّیَّةِ. وَقِیْلَ لَا بُدَّ مِنْهَا لِاحْتِمَالِ الْعِدَةِ وَالْیَمِیْنِ بِغَیْرِ اللّٰهِ۔

اور جب اس نے کہا: میں قسم اٹھاتا ہوں' یا اس نے کہا: میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں' یا میں حلف اٹھاتا ہوں' یا میں اللہ کا حلف اٹھاتا ہوں' یا میں گواہی دیتا ہوں' یا میں اللہ کے نام کی گواہی دیتا ہوں۔ تو قسم اٹھانے والا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ الفاظ قسم کے لئے استعمال

ہوتے ہیں۔اور یہ صیغہ بطور حقیقت حال کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور مستقبل کے لئے کسی قرینے کے ساتھ استعمال ہوتا ہے بلکہ کہنے والے کو اسی حالت میں حالف قرار دیں گے۔اور شہادت قسم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔منافقوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اس کے بعد فرمایا: ان منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے۔اور اللہ کی قسم یہ مقرر و مشروع ہے جبکہ غیر اللہ کی قسم سے روکا گیا ہے۔لہٰذا قسم کو اللہ کی قسم کی طرف پھیر دیا جائے گا۔اسی دلیل کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ ان الفاظ میں نیت کی ضرورت بھی نہیں ہے' جبکہ دوسرے کے مطابق نیت ضروری ہے' کیونکہ اس میں وعدے اور غیر اللہ کی قسم کا احتمال ہے۔

فارسی زبان میں قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سوکند میخورم بخدای يَكُوْنُ يَمِينًا) ؛ لِأَنَّهُ لِلْحَالِ .وَلَوْ قَالَ سوکند خورم قِيلَ لَا يَكُوْنُ يَمِينًا وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سوکند خورم بِطَلَاقِ زنم لَا يَكُوْنُ يَمِينًا ؛ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ .

اور جب کسی نے فارسی زبان میں ''سوکند میخورم بخدای'' کہا میں خدا کی قسم اٹھاتا ہوں' تو یہ بھی قسم ہوگی کیونکہ یہ جملہ حال کے لئے ہے۔اور جب کسی کسی نے سوگند خورم بخدای کہا اور می نہ لگایا تو ایک قول کے مطابق یہ یمین نہ ہوگی اور جب کسی نے فارسی زبان میں کہا سوگند خورم بطلاق زنم میں اپنی بیوی کی طلاق کی سوقسم کھاؤں گا' تو یہ قسم نہ ہوگی کیونکہ اس طرح عرف نہیں ہے۔

قسم میں ایم اللہ کہنے کا بیان

قَالَ: (وَكَذَا قَوْلُهُ لَعَمْرُ اللهِ وَايْمُ اللهِ) لِأَنَّ عَمْرَ اللهِ بَقَاءُ اللهِ، وَايْمُ اللهِ مَعْنَاهُ أَيْمَنُ اللهِ وَهُوَ جَمْعُ يَمِينٍ، وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَاللهُ وَايْمُ صِلَةٌ كَالْوَاوِ، وَالْحَلِفُ بِاللَّفْظَيْنِ مُتَعَارَفٌ .

فرمایا۔اور اسی طرح جب کسی نے ''لَعَمْرُ اللهِ'' یا ''ایْمُ اللهِ'' کہا کیونکہ عمر اللہ سے مراد بقاء اللہ ہے اور ایم اللہ کا معنی ایمن اللہ ہے اور یمین کی جمع ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی واللہ ہے اور ایم یہ واؤ کی طرح صلہ ہے اور ان دونوں الفاظ سے قسم اٹھانا متعارف ہے۔

عہد اللہ اور میثاق اللہ سے انعقاد قسم کا بیان

(وَكَذَا قَوْلُهُ وَعَهْدُ اللهِ وَمِيثَاقُهُ) لِأَنَّ الْعَهْدَ يَمِينٌ .قَالَ اللهُ تَعَالَى (وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ) وَالْمِيثَاقُ عِبَارَةٌ عَنِ الْعَهْدِ (وَكَذَا إِذَا قَالَ عَلَيَّ نَذْرٌ أَوْ نَذْرُ اللهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ)

اور اسی طرح جب کسی نے عہد اللہ اور اس کا میثاق کہا (تو یہ بھی قسم ہوگی) کیونکہ عہد یمین ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ'' اور میثاق عہد سے عبارت ہے اور اسی طرح جب کسی نے کہا مجھ پر نذر ہے یا اللہ کی نذر ہے۔(تو یہ

بھی قسم ہوگی) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے نذر مانی اور اس کو پورا نہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔

یہودی یا نصرانی ہونے والے قول کے قسم ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَهُوَ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ كَافِرٌ تَكُوْنُ يَمِيْنًا) ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا جَعَلَ الشَّرْطَ عَلَمًا عَلَى الْكُفْرِ فَقَدْ اعْتَقَدَهُ وَاجِبَ الِامْتِنَاعِ، وَقَدْ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِوُجُوبِهِ لِغَيْرِهِ بِجَعْلِهِ يَمِيْنًا كَمَا تَقُوْلُ فِي تَحْرِيْمِ الْحَلَالِ .وَلَوْ قَالَ ذٰلِكَ لِشَيْءٍ عَقَدَ فِعْلَهُ فَهُوَ الْغَمُوْسُ، وَلَا يَكْفُرُ اعْتِبَارًا بِالْمُسْتَقْبَلِ .

وَقِيْلَ يَكْفُرُ ؛ لِأَنَّهُ تَنْجِيْزٌ مَعْنًى فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ هُوَ يَهُوْدِيٌّ .وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ فِيْهِمَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَمِيْنٌ، وَإِنْ كَانَ عِنْدَهُ أَنَّهُ يَكْفُرُ بِالْحَلِفِ يَكْفُرُ فِيْهِمَا ؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالْكُفْرِ حَيْثُ أَقْدَمَ عَلَى الْفِعْلِ .

اور اگر کسی نے کہا: اگر میں ایسا کروں تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا کافر ہوں تو یہ قول قسم ہوگا کیوں کہ جب اس نے شرط کو کفر پر علامت قرار دیا تو اس نے محلوف علیہ سے بچنا واجب سمجھ لیا اور اس کے قول کو یمین قرار دے کر یمین کی وجہ سے وجوب امتناع کا قائل ہونا ممکن بھی ہے جیسے حلال کو حرام قرار دینے میں آپ یہی کہتے ہیں کہ حلال کو حرام کرنا یمین ہے اور اگر حالف نے کسی ایسی بات کے لیے یہ کہا ہو جیسے وہ کر چکا ہو تو وہ یمین غموس ہے اور مستقبل پر قیاس کر کے حلف کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اس لئے کہ یہ تنجیز کے حکم میں ہے جیسے اگر اس نے کہا: وہ یہودی ہے۔ تو صحیح روایت کے مطابق ماضی و مستقبل دونوں میں اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ البتہ اس میں شرط یہ ہے وہ یہ سمجھتا ہو کہ اس کا قول قسم ہے۔ اور جب اس کو یہ علم ہو کہ اس کے اس قول قسم سے کافر ہو جائے گا تو وہ دونوں حالتوں میں کافر ہو جائے گا' کیونکہ اقدام عمل کے سبب وہ کفر پر راضی ہو چکا ہے۔

حالف کے غضب اللہ کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ أَوْ سَخَطُ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ) لِأَنَّهُ دُعَاءٌ عَلَى نَفْسِهِ، وَلَا يَتَعَلَّقُ ذٰلِكَ بِالشَّرْطِ ؛ وَلِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ (وَكَذَا إِذَا قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَأَنَا زَانٍ أَوْ سَارِقٌ أَوْ شَارِبُ خَمْرٍ أَوْ آكِلُ رِبًا) ؛ لِأَنَّ حُرْمَةَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ تَحْتَمِلُ النَّسْخَ وَالتَّبْدِيْلَ فَلَمْ تَكُنْ فِي مَعْنَى حُرْمَةِ الِاسْمِ وَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَعَارَفٍ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر میں اس طرح کروں تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو یا وہ ناراض ہو تو یہ قسم نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے اپنے لئے بددعا کی ہے۔ اور یہ حکم کسی شرط کے معلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ معروف نہیں ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے کہا: اگر میں اس طرح کروں میں زانی ہوں یا میں چور ہوں یا میں شرابی ہو یا میں سود کھانے والا ہوں۔ (تو یہ بھی قسم نہ ہوگی) کیونکہ اشیاء میں نسخ و تبدلی کا احتمال موجود ہے۔ پس یہ اللہ کے نام کی حرمت کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ بھی قسم کے طور پر معروف نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِی الْکَفَّارَۃِ

﴿یہ فصل قسم کے کفارے کے بیان میں ہے﴾

کفارہ قسم فصل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب قسم کی تعریف واقسام اور اس کے الفاظ سے فارغ ہوئے ہیں، تو اب انہوں نے قسم کے بقیہ احکام کو شروع کرنے سے پہلے کفارے کی فصل کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ روزہ اور دیگر کفارہ جات میں کفارے کا حکم آخر میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ کفارہ ہمیشہ طبعی طور مؤخر ہوتا ہے، کیونکہ یہ اصل کو توڑنے کے سبب سے لازم آتا ہے، لیکن یہاں اس فصل کی فقہی مطابقت بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قسم اٹھانے کے بعد اس کو توڑنے یا نہ توڑنے سے پہلے یہ علم ہونا چاہے کہ اس کا کفارہ کیا ہے، کیونکہ بعض اوقات قسم کا توڑنا بہتر ہوتا ہے جیسا کہ آنے والے ابواب میں بیان کیا جائے گا۔ لہٰذا کفارے کی پہچان سے پہلی ضروری سمجھا جس کے سبب سے مصنف علیہ الرحمہ نے کفارے کی فصل کو ان تمام ابواب وفصول سے مقدم ذکر کر دیا ہے۔ جن میں کتاب الایمان کے متفرقہ ومتنوعہ ایمان واحکام کو بیان کیا گیا ہے۔

کفارے کا لغوی معنی

کفارہ کے لغوی معنی ہیں چھپانے والی چیز۔ کسی کار خیر کو گناہ کا کفارہ قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیکی اُس گناہ پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانک لیتی ہے، جیسے کسی دیوار پر داغ لگ گیا ہو اور اس پر سفیدی پھیر کر داغ کا اثر مٹا دیا جائے۔

کفارہ کا لغوی معنی وہ نیکی کا کام کرنا ہے، جو کسی پہلے سے کیے ہوئے برے کام کا عوض بن کر اس کو ڈھانپ دے یا ختم کر دے۔ قرآن کریم اور احادیث میں بہت سے ایسے گناہوں کا ذکر آیا ہے جن کے کفارے بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً قتل خطا کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، احرام کی حالت میں شکار کرنے کا کفارہ، فرض روزہ توڑنے کا کفارہ، قسم توڑنے کا کفارہ اور کسی کو زخمی کرنے کا کفارہ وغیرہ ان میں سے اکثر کفاروں میں قدر مشترک، غلام کو آزاد کرنا ہے۔

قسم کے کفارے کا بیان

قَالَ (کَفَّارَۃُ الْیَمِینِ عِتْقُ رَقَبَۃٍ یُجْزِیْ فِیہَا مَا یُجْزِیْ فِی الظِّہَارِ وَإِنْ شَاءَ کَسَا عَشَرَۃَ مَسَاکِینَ کُلَّ وَاحِدٍ ثَوْبًا فَمَا زَادَ، وَأَدْنَاہُ مَا یَجُوزُ فِیہِ الصَّلَاۃُ وَإِنْ شَاءَ أَطْعَمَ عَشَرَۃَ مَسَاکِینَ کَالْإِطْعَامِ فِی کَفَّارَۃِ الظِّہَارِ) وَالْأَصْلُ فِیہِ قَوْلُہُ تَعَالٰی (فَکَفَّارَتُہُ إِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسَاکِینَ)

الْاٰیَۃَ، وَکَلِمَۃُ اَوْ لِلتَّخْیِیْرِ فَکَانَ الْوَاجِبُ اَحَدَ الْاَشْیَاءِ الثَّلٰثَۃِ .

فرمایا: قسم کے کفارے میں ایک غلام کا آزاد کرنا اسی طرح کافی ہوگا' جس طرح کفارہ ظہار میں کافی ہوتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو دس مساکین کا لباس پہنائے جو ہر ایک کا لباس یا اس سے زیادہ ہو اور کم از کم یہ ہے کہ اس لباس میں نماز جائز ہو اور اگر وہ چاہے تو دس مساکین کو کھانا کھلائے جس طرح کفارہ ظہار میں کھلایا جاتا ہے۔ اور مسئلہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ۔ فَکَفَّارَتُہٗ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسَاکِیْنَ) اَلْاٰیَۃَ " اس آیت میں کلمہ "او" اختیار کے لئے ہے لہٰذا اشیاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک چیز واجب ہے۔

اشیاء ثلاثہ پر عدم قدرت کی صورت میں روزوں کا بیان

قَالَ (فَاِنْ لَّمْ یَقْدِرْ عَلٰی اَحَدِ الْاَشْیَاءِ الثَّلٰثَۃِ صَامَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ: یُخَیَّرُ لِاِطْلَاقِ النَّصِّ . وَلَنَا قِرَاءَ ۃُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ وَہِیَ کَالْخَبَرِ الْمَشْہُوْرِ ثُمَّ الْمَذْکُوْرُ فِی الْکِتَابِ فِیْ بَیَانِ اَدْنَی الْکِسْوَۃِ مَرْوِیٌّ عَنْ مُحَمَّدٍ . وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَہُمَا اللّٰہُ اَنَّ اَدْنَاہُ مَا یَسْتُرُ عَامَّۃَ بَدَنِہٖ حَتّٰی لَا یَجُوْزَ السَّرَاوِیْلَ، وَہُوَ الصَّحِیْحُ لِاَنَّ لَابِسَہٗ یُسَمّٰی عُرْیَانًا فِی الْعُرْفِ، لٰکِنَّ مَا لَا یُجْزِیْہِ عَنِ الْکِسْوَۃِ یُجْزِیْہِ عَنِ الطَّعَامِ بِاعْتِبَارِ الْقِیْمَۃِ .

فرمایا: پس اور اگر وہ تینوں اشیاء میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہیں ہے' تو وہ مسلسل تین روزے رکھے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: نص کے مطلق ہونے کی وجہ سے اس کا اختیار دیا جائے گا۔ (تسلسل یا عدم تسلسل میں)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ ہے کہ وہ تین مسلسل روزے رکھے اور یہی ہمارے نزدیک حجت ہے۔ اور یہ حکم خبر مشہور کی طرح ہے۔ پھر کتاب میں کم از کم کپڑے کا بیان کیا گیا ہے' جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔
شیخین کے نزدیک کم از کم کپڑا ایسا ہے' جو عام طور پر بدن کو ڈھانپ لے حتیٰ کہ سراویل جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے' کیونکہ صرف شلوار پہننے کو عرف میں ننگا کہتے ہیں۔ البتہ قیمت کے اعتبار سے جو مقدار پہننے کے لئے کافی نہ ہو وہ کھانے کے اعتبار سے کافی ہوگی۔

کفارے کو قسم پر مقدم کرنے پر عدم کفایت کا بیان

(وَاِنْ قَدَّمَ الْکَفَّارَۃَ عَلَی الْحِنْثِ لَمْ یُجْزِہٖ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ: یُجْزِیْہِ بِالْمَالِ لِاَنَّہٗ اَدَّاہَا بَعْدَ السَّبَبِ وَہُوَ الْیَمِیْنُ فَاَشْبَہَ التَّکْفِیْرَ بَعْدَ الْجَرْحِ . وَلَنَا اَنَّ الْکَفَّارَۃَ لِسَتْرِ الْجِنَایَۃِ وَلَا جِنَایَۃَ ہٰہُنَا، وَلَیْسَتْ بِسَبَبٍ لِاَنَّہٗ مَانِعٌ غَیْرُ مُفْضٍ ، بِخِلَافِ الْجَرْحِ لِاَنَّہٗ مُفْضٍ . (ثُمَّ لَا یَسْتَرِدُّ مِنَ الْمِسْکِیْنِ) لِوُقُوْعِہٖ صَدَقَۃً .

اور اگر اس نے کفارے کو قسم پر مقدم کیا' تو وہ کافی نہ ہوگا' جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ مال کے ساتھ ادائیگی والا کفارہ کافی ہوگا' کیونکہ وہ سبب کے بعد ادا ہوا ہے۔ اور وہ یمین ہے پس وہ زخم کے بعد والے کفارے کے مشابہ ہو گیا۔

اور ہمارے نزدیک کفارہ جنایت کو چھپاتا ہے اور یہاں جنایت کوئی نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی سبب ہے' کیونکہ اس کا مانع اس کی طرف مفضی نہیں ہے بہ خلاف زخم کے کیونکہ وہ مفضی ہے۔ اس کے بعد وہ مسکین سے مسترد نہ ہوگا' کیونکہ وہ صدقہ واقع ہوا ہے۔

معصیت کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ عَلٰی مَعْصِيَةٍ مِثْلَ اَنْ لَا يُصَلِّيَ اَوْ لَا يُكَلِّمَ اَبَاهُ اَوْ لَيَقْتُلَنَّ فُلَانًا يَنْبَغِي اَنْ يُحْنِثَ نَفْسَهُ وَيُكَفِّرَ عَنْ يَمِيْنِهِ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ وَرَاٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَاْتِ بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهِ) "وَلِاَنَّ فِيْمَا قُلْنَاهُ تَفْوِيْتُ الْبِرِّ اِلٰی جَابِرٍ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ وَلَا جَابِرَ لِلْمَعْصِيَةِ فِيْ ضِدِّهِ .

فرمایا: اور جس شخص نے معصیت کی قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا یا وہ اپنے باپ سے کلام نہ کرے گا یا فلاں کو قتل کردے گا مناسب ہے کہ وہ اپنی قسم کو توڑ دے اور یمین کا کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور پھر اس کے سوا میں بھلائی دیکھے تو پس اسی طرح کرے جو اس کے لئے بہتر ہو، وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اور اس میں ہم نے یہ کہا ہے کہ جبر کے سبب نیکی کا فوت ہونا ہے اور وہ کفارہ ہے اور معصیت میں کوئی جابر نہیں ہے' کیونکہ اس کی ضد میں (نقصان کو پورا کیا جاسکتا ہے)

کافر کے قسم اٹھانے کا بیان

(وَاِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنِثَ فِيْ حَالِ كُفْرِهِ اَوْ بَعْدَ اِسْلَامِهِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ لَيْسَ بِاَهْلٍ لِلْيَمِيْنِ لِاَنَّهَا تُعْقَدُ لِتَعْظِيْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی، وَمَعَ الْكُفْرِ لَا يَكُوْنُ مُعَظِّمًا وَلَا هُوَ اَهْلُ الْكَفَّارَةِ لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ .

اور جب کسی کافر نے حلف اٹھایا پھر وہ حالت کفر میں حانث ہو گیا یا اسلام لانے کے بعد حانث ہوا تو اس پر قسم توڑنے کا حکم نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ یمین کے اہل نہ ہوگا اس لئے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے عقد سے اٹھائی جاتی ہے' جبکہ کفر کے ساتھ اس کی تعظیم نہ ہوگی اور کفارے کے اہل میں سے اس لئے نہیں ہے' کیونکہ وہ عبادت ہے۔

اپنے اوپر غیر ملکیت چیز کو حرام کرنے کی قسم اٹھانا

(وَمَنْ حَرَّمَ عَلٰی نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا وَعَلَيْهِ اِنْ اسْتَبَاحَهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ: لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِاَنَّ تَحْرِيْمَ الْحَلَالِ قَلْبُ الْمَشْرُوْعِ

فَلَا يَنْعَقِدُ بِهِ تَصَرُّفٌ مَشْرُوعٌ وَهُوَ الْيَمِينُ .

وَلَنَا أَنَّ اللَّفْظَ يُنْبِئُ عَنْ إِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ، وَقَدْ أَمْكَنَ إِعْمَالُهُ بِثُبُوتِ الْحُرْمَةِ لِغَيْرِهِ بِإِثْبَاتِ مُوجَبِ الْيَمِينِ فَيُصَارُ إِلَيْهِ، ثُمَّ إِذَا فَعَلَ مِمَّا حَرَّمَهُ قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا حَنِثَ وَوَجَبَتْ الْكَفَّارَةُ وَهُوَ الْمَعْنَى مِنَ الِاسْتِبَاحَةِ الْمَذْكُورَةِ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ إِذَا ثَبَتَ تَنَاوَلَ كُلَّ جُزْءٍ مِنْهُ .

اور جس شخص نے اپنے اوپر ایسی چیز کو حرام ٹھہرایا جو اس کی ملکیت میں ہے۔ تو وہ چیز اس پر حرام نہ ہوگی اور اگر اس نے اس کے ساتھ اباحت والا سلوک کیا' تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفارہ واجب نہ ہوگا' کیونکہ حلال کو حرام کرنا یہ قلب مشروع ہے۔ اور قلب مشروع میں تصرف مشروع منعقد نہیں ہوتا اور وہ قسم ہے۔

ہمارے نزدیک اثبات کا لفظ حرمت کی خبر دینے والا ہے۔ اور حالانکہ اس لفظ کے ساتھ حرمت کو ثابت کرنا ممکن ہے' کیونکہ موجب یمین کا غیر بھی ثابت کر دیتا ہے' تو لہٰذا یہ بھی اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد جب اس نے حرم کیے گئے کام کو کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا خواہ اس نے کم کیا یا زیادہ کیا ہو۔ اور اس پر کفارہ واجب ہے۔ اور مذکورہ استباحت کا حکم یہی ہے' کیونکہ جب حرمت ثابت ہو جائے' تو وہ چیز کے ہر جزء کو شامل ہوتی ہے۔

اپنے اوپر ہر حلال چیز کو حرام قرار دینے کی قسم اٹھانا

(وَلَوْ قَالَ كُلُّ حِلٍّ عَلَيَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ غَيْرَ ذَلِكَ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ كَمَا فَرَغَ لِأَنَّهُ بَاشَرَ فِعْلًا مُبَاحًا وَهُوَ التَّنَفُّسُ وَنَحْوُهُ، هٰذَا قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى .وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ الْبِرُّ لَا يَتَحَصَّلُ مَعَ اعْتِبَارِ الْعُمُومِ، وَإِذَا سَقَطَ اعْتِبَارُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ لِلْعُرْفِ فَإِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِيمَا يَتَنَاوَلُ عَادَةً .وَلَا يَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ لِإِسْقَاطِ اعْتِبَارِ الْعُمُومِ .وَإِذَا نَوَاهَا كَانَ إِيلَاءً وَلَا تُصْرَفُ الْيَمِينُ عَنِ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ، وَهٰذَا كُلُّهُ جَوَابُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ .

وَمَشَايِخُنَا قَالُوا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ عَنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِغَلَبَةِ الِاسْتِعْمَالِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، وَكَذَا يَنْبَغِي فِي قَوْلِهِ حَلَالٌ يُرْوَى حَرَامٌ لِلْعُرْفِ .وَاخْتَلَفُوا فِي قَوْلِهِ هرجه بر دست راستْ كيرم بِرَوَىْ وَخِيَارْ أَنَّهُ هَلْ تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ يُجْعَلُ طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِلْعُرْفِ .

اور جب اس نے کہا: ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے' تو یہ قسم کھانے اور پینے کی اشیاء کو شامل ہوگی۔ ہاں البتہ جب وہ شخص ان چیزوں کے سوا کی نیت کر لے۔ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ یہ کہنے کے ساتھ فوری طور حانث ہو جائے کیونکہ اس نے اس

کے بعد ایک عمل مباح سرانجام دے دیا ہے۔ اور سانس وغیرہ لینا ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی ہے جبکہ استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قسم کا مقصد یعنی اس کو پورا کرنا عموم کے معتبر ہوتے ہوئے حاصل نہ ہوگا۔ اور جب عموم کا اعتبار ساقط ہو جائے گا تو عرف کے سبب قسم کو کھانے پینے کی چیزوں کی طرف پھیر دیا جائے گا البتہ یہ قسم بغیر نیت کے عورت کو شامل نہ ہوگی کیونکہ اس میں عموم کا اعتبار ساقط کر دیا گیا ہے تو جب قسم اٹھانے والے نے بیوی کی نیت تو یہ ایلاء ہو جائے گا۔ البتہ کھانے پینے اشیاء سے قسم کو پھیرا نہیں جائے گا اور ظاہر الروایت کے مطابق یہی حکم ہے۔

ہمارے فقہاء مشائخ نے فرمایا ہے: غلبہ استعمال کے سبب بغیر نیت کے بھی اس جملے سے عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ لہٰذا اس کے جملے "حلال مجھ پر حرام ہے" سے عرف کے سبب طلاق واقع ہو جاتی چاہیے۔ اور اس کے قول ہرچہ بروست گیرم بروے حرام "یعنی جو چیزیں دائیں ہاتھ میں لوں وہ مجھ پر حرام ہیں" میں مشائخ فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ اس سے وقوع طلاق میں نیت شرط ہے جبکہ ظاہر الروایت کے مطابق نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے کیونکہ عرف یہی ہے۔

نذر ماننے کا بیان

(وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ) لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ نَذَرَ وَسَمّٰى فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِمَا سَمّٰى) .(وَاِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ) لِاِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ، وَلِاَنَّ الْمُعَلَّقَ بِالشَّرْطِ كَالْمُنَجَّزِ عِنْدَهُ (وَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ وَقَالَ: اِذَا قَالَ اِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَعَلَیَّ حَجَّةٌ اَوْ صَوْمُ سَنَةٍ اَوْ صَدَقَةُ مَا اَمْلِكُهُ اَجْزَاَهُ مِنْ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ .وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ) وَيَخْرُجُ عَنِ الْعُهْدَةِ بِالْوَفَاءِ بِمَا سَمّٰى اَيْضًا .وَهٰذَا اِذَا كَانَ شَرْطًا لَا يُرِيْدُ كَوْنَهُ لِاَنَّ فِيْهِ مَعْنَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْمَنْعُ وَهُوَ بِظَاهِرِهِ نَذْرٌ فَيَتَخَيَّرُ وَيَمِيْلُ اِلٰى اَیِّ الْجِهَتَيْنِ شَاءَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ شَرْطًا يُرِيْدُ كَوْنَهُ كَقَوْلِهِ اِنْ شَفَى اللّٰهُ مَرِيْضِیْ لِانْعِدَامِ مَعْنَى الْيَمِيْنِ فِيْهِ وَهٰذَا التَّفْصِيْلُ هُوَ الصَّحِيْحُ .

اور جب کسی شخص نے علی الاطلاق نذر مانی تو اس پر نذر کا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی نذر مانی اور اس کو معین کر دیا ہے تو اس معین کردہ نذر کو پورا کرنا اس پر واجب ہے۔

اور جب کسی شخص نے نذر کو شرط کے ساتھ معلق پایا تو اس پر نفس نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ حدیث میں مطلق طور پر پورا کرنے کا حکم ہے۔

کیونکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک معلق بہ شرط فوری واقع ہونے والا ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اور آپ نے اس طرح فرمایا تھا کہ جب کسی نے کہا: اگر میں اس طرح کروں تو مجھ پر حج ہے یا ایک سال کا روزہ ہے یا ایسے مال کا صدقہ ہے جس کا میں مالک ہوں تو اس میں قسم کا کفارہ کافی ہو جائے گا۔ اور

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ لہٰذا معین کردہ چیز کی ادائیگی سے وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔ اور یہ حکم اس وقت ہوگا' جب شرط ایسی چیز میں ہو جس کا واقع ہونا منظور نہ ہو کیونکہ اس میں قسم کا معنی ہے اور وہ باز آتا ہے مگر بظاہر وہ نذر ہے لہٰذا اس کو اختیار ہوگا' اور دونوں اطراف میں سے جس طرف وہ چاہے مائل ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب شرط ایسی چیز کی ہو جو اس کو منظور نہ ہو جس طرح اس کا کہنا کہ اگر اللہ مریض کو شفاء دیدے۔ اس لئے کہ اس میں قسم کا معنی یعنی روکنا معدوم ہو چکا ہے۔ اور یہی تفصیل زیادہ صحیح ہے۔

جس نے قسم کے ساتھ اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہا

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مُتَّصِلًا بِيَمِيْنِهٖ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ) لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ وَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّ فِيْ يَمِيْنِهٖ) اِلَّا اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنَ الِاتِّصَالِ لِاَنَّهٗ بَعْدَ الْفَرَاغِ رُجُوْعٌ وَلَا رُجُوْعَ فِي الْيَمِيْنِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

فرمایا: اور جس نے اپنی قسم پر حلف اٹھایا اور قسم کے ساتھ ہی اتصالی طور پر ان شاء اللہ کہا پس وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی اور ان شاء اللہ کہا تو وہ قسم سے بری ہو گیا۔ البتہ اس کے لئے اتصال ضروری ہے' کیونکہ وہ فراغت کے بعد رجوع ہے اور یمین میں رجوع نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جاننے والا حق کو جاننے والا ہے۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِی الدُّخُوْلِ وَالسُّكْنٰى

﴿یہ باب گھر میں دخول وسکنہ کی قسم کے بیان میں ہے﴾

باب یمین دخول وسکنہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ کتاب قسم کو بیان کرنے کے بعد یہ ضروری سمجھا ہے کہ اس کے ابواب وانواع کو بیان کیا جائے' کیونکہ قسم کسی فعل کے انعقاد یا ترک پر ہوتی ہے اور ان افعال میں سب سے مقدم مصنف اس باب کو قائم کیا ہے' جس میں دخول وسکنہ سے متعلق قسم کے احکام کو بیان کیا ہے' کیونکہ انسانی ضرورت میں تمام اشیاء زندگی سے انہی کو تقدم حاصل ہے۔اور دوسری اشیاء سے ان کی برتری کی دلیل یہ بھی ہے اس نعت کو کتاب میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔(البقرہ،۲۲)

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا۔تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔(کنزالایمان)

دخول کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن کی طرف انتقال کیا جائے جبکہ سکنہ کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف خروج کرنا تا کہ وہاں وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شب وروز بسر کرے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج۶،ص۴۹۴، بیروت)

گھر میں عدم دخول کی قسم اٹھانے والے کا کعبہ میں داخل ہونے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ اَوْ الْمَسْجِدَ اَوْ الْبِيعَةَ اَوْ الْكَنِيسَةَ لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ الْبَيْتَ مَا اُعِدَّ لِلْبَيْتُوتَةِ وَهٰذِهِ الْبِقَاعُ مَا بُنِيَتْ لَهَا (وَكَذَا اِذَا دَخَلَ دِهْلِيزًا اَوْ ظُلَّةَ بَابِ الدَّارِ) لِمَا ذَكَرْنَا، وَالظُّلَّةُ مَا تَكُوْنُ عَلَى السِّكَّةِ، وَقِيلَ اِذَا كَانَ الدِّهْلِيزُ بِحَيْثُ لَوْ اُغْلِقَ الْبَابُ يَبْقَى دَاخِلًا وَهُوَ مُسَقَّفٌ يَحْنَثُ لِاَنَّهُ يُبَاتُ فِيهِ عَادَةً (وَاِنْ دَخَلَ صُفَّةً حَنِثَ) لِاَنَّهَا تُبْنَى لِلْبَيْتُوتَةِ فِيهَا فِي بَعْضِ الْاَوْقَاتِ فَصَارَ كَالشَّتْوِيِّ وَالصَّيْفِيِّ .وَقِيلَ هٰذَا اِذَا كَانَتْ الصُّفَّةُ ذَاتَ حَوَائِطَ اَرْبَعَةٍ، وَهٰكَذَا كَانَتْ صِفَافُهُمْ .وَقِيلَ الْجَوَابُ مُجْرًى عَلَى اِطْلَاقِهِ وَهُوَ الصَّحِيحُ .

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گھر میں داخل نہ ہوگا اس کے بعد وہ کعبہ میں یا مسجد میں یا نصرانیوں کے گرجے یا

یہودیوں کے کلیسا میں داخل ہو گیا تو وہ قسم توڑنے والا نہ ہوگا۔ کیونکہ بیت اس گھر کو کہتے ہیں جو رات بسر کرنے کے لئے بنایا گیا ہو جبکہ یہ مقامات رات گزارنے کے لئے نہیں بنائے گئے۔ اور اسی طرح اگر وہ گھر کے دروازے یا دلیز میں داخل ہو تو وہ حانث نہ ہوگا۔ اسی دلیل کے پیش نظر جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ظلہ اس سائبان کو کہتے ہیں جو گلی پر ہوتا ہے اور ایک قول یہ ہے' اگر دلیز اس پر بنی ہوئی ہو اور دروازے کو بند کر لیا جائے' تو وہ گھر کے اندر داخل رہے' تو اس پر چھت بھی ڈالی ہوئی ہو تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ عرف کے مطابق اس میں رات گزاری جاتی ہے۔ اور جب حالف صفہ (چبوترہ) میں داخل ہوا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ وہ بھی کبھی نہ کبھی رات گزارنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ لہٰذا یہ صفہ سرمائی اور گرمائی کی طرح ہو جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے' جب اس صفہ کی چار دیواری ہو۔ جس طرح اہل کوفہ کے صفاف تھے۔ اور یہ بھی اس کا جواب ہے کہ یہ مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے۔

گھر میں داخل نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارًا فَدَخَلَ دَارًا خَرِبَةً لَمْ يَحْنَثْ، وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَدَخَلَهَا بَعْدَمَا انْهَدَمَتْ وَصَارَتْ صَحْرَاءَ حَنِثَ) لِاَنَّ الدَّارَ اسْمٌ لِلْعَرْصَةِ عِنْدَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، يُقَالُ دَارٌ عَامِرَةٌ، وَدَارٌ غَامِرَةٌ وَقَدْ شَهِدَتْ اَشْعَارُ الْعَرَبِ بِذٰلِكَ وَالْبِنَاءُ وَصْفٌ فِيهَا غَيْرَ اَنَّ الْوَصْفَ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ وَفِي الْغَائِبِ مُعْتَبَرٌ .

اور جب شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گھر میں داخل نہ ہوگا پھر وہ کھنڈر میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو وہ قسم توڑنے والا نہ ہوگا' اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر اس گھر کے گر جانے کے بعد میدان ہونے کی صورت میں اس میں داخل ہوا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اہل عرب و عجم سب کے نزدیک گھر اس صحن کو کہا جاتا ہے' جس طرح کہا جاتا ہے دار عامرۃ' بنا ہوا گھر اور دار غامرۃ' کھنڈر گھر اور ویران گھر اور اہل عرب کے اشعار اس پر شاہد ہیں۔ لہٰذا گھر کے لئے تعمیر وصف ہے' لیکن حاضر میں وصف لغو ہے' جبکہ غائب میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ویرانی کے بعد گھر بننے پر دار کا اطلاق

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرِبَتْ ثُمَّ بُنِيَتْ اُخْرٰى فَدَخَلَهَا يَحْنَثُ) لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ الِاسْمَ بَاقٍ بَعْدَ الِانْهِدَامِ، (وَاِنْ جُعِلَتْ مَسْجِدًا اَوْ حَمَّامًا اَوْ بُسْتَانًا اَوْ بَيْتًا فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ دَارًا لِاعْتِرَاضِ اسْمٍ آخَرَ عَلَيْهِ، وَكَذَا اِذَا دَخَلَهُ بَعْدَ انْهِدَامِ الْحَمَّامِ وَاَشْبَاهِهِ لِاَنَّهُ لَا يَعُوْدُ اسْمَ الدَّارِ بِهِ .

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر وہ گھر ویران ہو گیا اور اس کے بعد دوبارہ بنایا گیا اور پھر وہ قسم اٹھانے والا اس میں داخل ہوا تو وہ حانث ہو جائے گا اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ گھر کو گرانے کے

بعد بھی گھر کا نام باقی ہے۔ اور اگر اس نے اس گھر کی ویرانی کے بعد مسجد بنا ڈالی یا اس جگہ حمام بنایا یا باغ بنایا یا کوئی کمرہ بنا دیا اور پھر قسم اٹھانے والا اس میں داخل ہوا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس پر دوسرے نام کا اطلاق ہونے کے سبب وہ دار نہ رہا۔ اور اسی طرح جب وہ حمام وغیرہ کے گر جانے کے بعد اس میں داخل ہو تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کے گر جانے کے بعد گھر کا نام باقی ہے۔

گھر میں عدم دخول کے حالف کا چھت پر چڑھنا

(وَإِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذَا الْبَيْتَ فَدَخَلَهُ بَعْدَمَا انْهَدَمَ وَصَارَ صَحْرَاءَ لَمْ يَحْنَثْ) لِزَوَالِ اسْمِ الْبَيْتِ لِأَنَّهُ لَا يُبَاتُ فِيهِ، حَتّٰى لَوْ بَقِيَتِ الْحِيطَانُ وَسَقَطَ السَّقْفُ يَحْنَثُ لِأَنَّهُ يُبَاتُ فِيهِ وَالسَّقْفُ وَصْفٌ فِيهِ (وَكَذَا إِذَا بَنٰى بَيْتًا آخَرَ فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّ الِاسْمَ لَمْ يَبْقَ بَعْدَ الِانْهِدَامِ .

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا پس وہ اس کے گر جانے کے بعد اس میں داخل ہوا اور حالانکہ وہ صحراء بن چکا تھا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس سے گھر کا نام زائل ہوگا' کیونکہ اس میں رات بسر کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کی دیواریں باقی رہیں اور چھت گر جائے تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں رات بسر کی جا سکتی ہے۔ اور چھت اس کا وصف ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے دوسرا گھر بنایا اور اس میں داخل ہوا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ پہلے گھر کو گرانے کے بعد اس کا نام باقی نہ رہا ہے۔

دخول گھر کے حالف کا چھت پر چڑھنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَوَقَفَ عَلٰى سَطْحِهَا حَنِثَ) لِأَنَّ السَّطْحَ مِنَ الدَّارِ ؛ أَلَا تَرٰى أَنَّ الْمُعْتَكِفَ لَا يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ بِالْخُرُوجِ إِلٰى سَطْحِ الْمَسْجِدِ .وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ وَهُوَ اخْتِيَارُ الْفَقِيهِ أَبِي اللَّيْثِ .

قَالَ (وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دِهْلِيزَهَا) وَيَجِبُ أَنْ تَكُونَ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّذِي تَقَدَّمَ (وَإِنْ وَقَفَ فِي طَاقِ الْبَابِ بِحَيْثُ إِذَا أُغْلِقَ الْبَابُ كَانَ خَارِجًا لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّ الْبَابَ لِإِحْرَازِ الدَّارِ وَمَا فِيهَا فَلَمْ يَكُنِ الْخَارِجُ مِنَ الدَّارِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا' اور پھر وہ اس گھر کی چھت پر چڑھ گیا تو حانث ہو گیا کیونکہ چھت گھر میں سے ہے کیا آپ نہیں جانتے کہ جب اعتکاف والا نکل کے مسجد کی چھت کی طرف جائے' تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق وہ حانث نہ ہوگا' اور فقیہ ابولیث رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اختیار کیا ہے۔

فرمایا: اور اسی طرح جب وہ گھر کی دہلیز میں داخل ہوا تو وہ حانث ہو جائے گا البتہ شرط یہ ہے کہ وہ دہلیز انہی تفصیل کے ساتھ ہو جو پہلے گزر چکی ہے۔ اور جب قسم اٹھانے والا دروازے کی محراب میں اس طرح کھڑا ہوا کہ جب دروازے کو بند کیا جائے' تو وہ باہر رہے' تو حانث نہ ہوگا' کیونکہ دروازہ گھر اور اس میں موجود اشیاء کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا جو حصہ دروازے سے باہر ہوگا وہ گھر میں سے نہ ہوگا۔

دخول بیت کے حالف کا گھر میں بیٹھا رہنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ فِيهَا لَمْ يَحْنَثْ بِالْقُعُوْدِ حَتّٰى يَخْرُجَ ثُمَّ يَدْخُلَ) اسْتِحْسَانًا ۔ وَالْقِيَاسُ اَنْ يَحْنَثَ لِاَنَّ الدَّوَامَ لَهُ حُكْمُ الْاِبْتِدَاءِ ۔ وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الدُّخُولَ لَا دَوَامَ لَهُ لِاَنَّهُ انْفِصَالٌ مِنَ الْخَارِجِ اِلَى الدَّاخِلِ ۔

فرمایا: اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا اور حالانکہ وہ اسی گھر میں موجود ہے' تو وہ اس گھر میں بیٹھ رہنے کی وجہ سے حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اس سے باہر نکلے اور پھر اس میں داخل ہو جائے۔ تو استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا' جبکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہ اس میں رہتے ہوئے ہی حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں دیر سے رہنے کو ابتدائی حکم حاصل ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ دخول کو دوام حاصل نہیں ہے' کیونکہ دخول تو یہ ہے کوئی شخص خارج سے آ کر داخل ہو جائے۔

پہنے ہوئے کپڑے کے نہ پہننے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هٰذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ) وَكَذَا اِذَا حَلَفَ لَا يَرْكَبُ هٰذِهِ الدَّابَّةَ وَهُوَ رَاكِبُهَا فَنَزَلَ مِنْ سَاعَتِهِ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَذَا لَوْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ سَاكِنُهَا فَاَخَذَ فِي النَّقْلَةِ مِنْ سَاعَتِهِ ۔ وَقَالَ زُفَرُ: يَحْنَثُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَاِنْ قَلَّ ۔ وَلَنَا اَنَّ الْيَمِينَ تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَيُسْتَثْنٰى مِنْهُ زَمَانُ تَحْقِيقِهِ (فَاِنْ لَبِثَ عَلٰى حَالِهِ سَاعَةً حَنِثَ) لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَفَاعِيلَ لَهَا دَوَامٌ بِحُدُوثِ اَمْثَالِهَا ؛ اَلَا يُرٰى اَنَّهُ يُضْرَبُ لَهَا مُدَّةٌ يُقَالُ رَكِبْتُ يَوْمًا وَلَبِسْتُ يَوْمًا بِخِلَافِ الدُّخُولِ لِاَنَّهُ لَا يُقَالُ دَخَلْتُ يَوْمًا بِمَعْنَى الْمُدَّةِ وَالتَّوْقِيتِ وَلَوْ نَوَى الْاِبْتِدَاءَ الْخَالِصَ يُصَدَّقُ لِاَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ ۔

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا' جبکہ اس نے وہی کپڑا پہنا ہوا ہے اور جب وہ اس کو فوری طور پر اتار دے تو وہ حانث نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس سواری پر سوار نہ ہوگا حالانکہ وہ اس پر سوار ہے فوری طور اتر جائے' تو وہ حانث نہ ہوگا۔ یا اس نے یہ قسم اٹھائی کہ اس گھر میں نہیں رہے گا حالانکہ وہ اسی گھر میں رہتا ہے۔ اور اگر وہ

اسی وقت گھر سے سامان منتقل کرنے لگا' تو وہ حانث نہ ہوگا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جارہی ہے اگرچہ قلیل ہے جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اس لئے اٹھائی جاتی ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ لہٰذا قسم پوری ہونے والا وقت مستثنیٰ ہوگا' اور اس کے بعد وہ تھوڑی دیر بھی قسم پر برقرار رہا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ ان اعمال کو دوام حاصل ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کے افعال پیدا ہوتے رہتے ہیں کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ ان جیسے کاموں کے لئے وقت معین کیا جاتا ہے لہٰذا کہا جائے گا کہ میں تمام دن سوار رہا اور تمام دن پہنے رہا بہ خلاف دخول کے کیونکہ یہ نہیں کہا جاتا ''دخلت یوما'' یہ توقیت و مدت کے معنی میں ہے اور جب قسم اٹھانے والے نے سرے نیت کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے۔

حالف کے خروج کے باوجود اہل و عیال کے سبب حنث ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَتَاعِهِ وَاَهْلِهِ فِيهَا وَلَمْ يُرِدْ الرُّجُوعَ اِلَيْهَا حَنِثَ) لِاَنَّهُ يُعَدُّ سَاكِنَهَا بِبَقَاءِ اَهْلِهِ وَمَتَاعِهِ فِيهَا عُرْفًا، فَاِنَّ السُّوقِيَّ عَامَّةَ نَهَارِهِ فِي السُّوقِ وَيَقُولُ اَسْكُنُ سِكَّةَ كَذَا، وَالْبَيْتُ وَالْمَحَلَّةُ بِمَنْزِلَةِ الدَّارِ .

وَلَوْ كَانَ الْيَمِينُ عَلَى الْمِصْرِ لَا يَتَوَقَّفُ الْبِرُّ عَلَى نَقْلِ الْمَتَاعِ وَالْاَهْلِ فِيمَا رُوِيَ عَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ لَا يُعَدُّ سَاكِنًا فِي الَّذِي انْتَقَلَ عَنْهُ عُرْفًا .بِخِلَافِ الْاَوَّلِ وَالْقَرْيَةُ بِمَنْزِلَةِ الْمِصْرِ فِي الصَّحِيحِ مِنْ الْجَوَابِ .ثُمَّ قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا بُدَّ مِنْ نَقْلِ كُلِّ الْمَتَاعِ، حَتّٰى لَوْ بَقِيَ وَتَدٌ يَحْنَثُ لِاَنَّ السُّكْنٰى قَدْ ثَبَتَ بِالْكُلِّ فَيَبْقٰى مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ .يُعْتَبَرُ نَقْلُ الْاَكْثَرِ لِاَنَّ نَقْلَ الْكُلِّ قَدْ يَتَعَذَّرُ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ: يُعْتَبَرُ نَقْلُ مَا يَقُومُ بِهِ كَدَخُدَائِيَّتِهِ لِاَنَّ مَا وَرَاءَ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ السُّكْنٰى .

قَالُوا: هٰذَا اَحْسَنُ وَاَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَيَنْبَغِي اَنْ يَنْتَقِلَ اِلٰى مَنْزِلٍ آخَرَ بِلَا تَاْخِيرٍ حَتّٰى يَبَرَّ، فَاِنْ انْتَقَلَ اِلَى السِّكَّةِ اَوْ اِلَى الْمَسْجِدِ قَالُوا لَا يَبَرُّ، دَلِيلُهُ فِي الزِّيَادَاتِ اَنَّ مَنْ خَرَجَ بِعِيَالِهِ مِنْ مِصْرِهِ فَمَا لَمْ يَتَّخِذْ وَطَنًا آخَرَ يَبْقٰى وَطَنُهُ الْاَوَّلُ فِي حَقِّ الصَّلَاةِ كَذَا هٰذَا .

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

فرمایا: اور جس بندے نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گھر میں نہ رہے گا اس کے بعد وہ خود وہاں سے نکل گیا جبکہ اس کا سامان اور اس کے گھر والے اسی گھر میں رہ گئے اور اب جب حالف نے اسی گھر میں دوبارہ جانے ارادہ نہ بھی کیا' تو وہ حانث ہو

جائے گا۔ کیونکہ وہ شخص اپنے سامان اور اہل وعیال کے رہنے کے سبب عرف کے مطابق اسی گھر میں رہنے والا شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح ایک بازاری آدمی اکثر ان بازار میں رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں گلی میں رہتا ہوں لہٰذا وہ گھر اور محلے داروں کے حکم میں ہے۔

اور جب کسی شخص نے شہر پر قسم اٹھائی (یعنی میں اسی شہر میں رہوں گا) تو اس صورت میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سامان اور اہل وعیال کو منتقل کرنے پر قسم کا مکمل ہونا موقوف نہ ہوگا' کیونکہ انسان جب کسی شہر سے منتقل ہوتا ہے' تو وہ عرف کے اعتبار سے اس شہر کا رہنے والا نہیں کہلا سکتا' جبکہ پہلے مسئلے میں اس طرح نہیں ہے۔ اور صحیح جواب کے مطابق بستی بھی شہر کے حکم میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پورا سامان منتقل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر ایک میخ بھی باقی رہ جائے' تو قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی رہائش مکمل سامان کے سبب ثابت ہوئی تھی لہٰذا جب تک سامان کا ایک حصہ بھی باقی رہے گا تب تک رہائش باقی رہے گی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر سامان کو منتقل کرنے کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ کبھی کبھی مکمل سامان کو منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قدر سامان کو منتقل کرنے کا اعتبار کیا جائے گا' جس کے ساتھ گھریلو انتظام وانصرام چلایا جا سکے۔ کیونکہ اس کے علاوہ سامان سکنہ میں داخل ہی نہیں ہے۔ مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے: قول سب سے زیادہ اچھا ہے' کیونکہ اس میں لوگوں کے لئے زیادہ سہولت ہے۔ لہٰذا قسم اٹھانے والے کو چاہیے کہ بغیر کسی دیر کیے دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے تاکہ قسم مکمل ہو جائے۔

البتہ جب وہ مسجد، گلی میں منتقل ہوا تو قسم پوری نہ ہوگی اور زیادات میں اسی مسئلہ کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کو لے کر اپنے شہر سے نکل آیا اور جب تک اس نے کسی دوسرے وطن کو اپنا وطن نہیں بنایا اس وقت تک وہ نماز کے حق میں اس کے لئے وطن اول باقی رہے گا لہٰذا یہ مسئلہ بھی اسی طرح (کی تفریع پر متفرع) ہو جائے گا۔

بَابُ الْيَمِينِ فِى الْخُرُوجِ وَالْاِتْيَانِ وَالرُّكُوبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

﴿یہ باب دخول وخروج بیت اورسوار وغیرہ ہونیکی قسم کے بیان میں ہے﴾

باب دخول وخروج بیت کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: گھر میں دخول کے بعد اس باب کی مناسبت ظاہر ہے' کیونکہ خروج کا ثبوت تب ہی ہوسکتا ہے کہ دخول پایا جائے گا۔ لہٰذا اسی مناسبت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو سابقہ سے باب موخر ذکر کیا ہے۔ اور یہ بدیہی رواج ہے کہ کسی آمد کے بعد ہی اس کا خروج یا پھر اس کے نئے منصوبہ جات کا تحقق پایا جاسکتا ہے۔ اور اتیان کے بعد ہی نئے افعال کی صدور تحقق ہوسکتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۷، ص ۸، بیروت)

مسجد سے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاَمَرَ اِنْسَانًا فَحَمَلَهُ فَاَخْرَجَهُ حَنِثَ) لِاَنَّ فِعْلَ الْمَامُورِ مُضَافٌ اِلَى الْاٰمِرِ فَصَارَ كَمَا اِذَا رَكِبَ دَابَّةً فَخَرَجَتْ (وَلَوْ اَخْرَجَهُ مُكْرَهًا لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ الْفِعْلَ لَمْ يَنْتَقِلْ اِلَيْهِ لِعَدَمِ الْاَمْرِ (وَلَوْ حَمَلَهُ بِرِضَاهُ لَا بِاَمْرِهِ لَا يَحْنَثُ) فِي الصَّحِيحِ، لِاَنَّ الِانْتِقَالَ بِالْاَمْرِ لَا بِمُجَرَّدِ الرِّضَا .

فرمایا: اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ مسجد سے نہیں نکلے گا اس کے بعد اس نے دوسرے کو حکم دیا اور اس نے اس کو اٹھا کر مسجد سے باہر نکال دیا تو وہ قسم توڑنے والا ہو جائے گا۔ کیونکہ مأمور کے عمل کی اضافت آمر کی طرف جاتی ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہ اس طرح ہو جائے گا' جس طرح کوئی شخص سواری پر سوار ہوا اور سواری مسجد نے نکلی۔ اور جب کسی شخص نے اس کو زبردستی مسجد سے نکالا تو وہ حانث نہیں بنے گا۔ کیونکہ عدم حکم کے سبب فعل اسی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اور جب کسی قسم اٹھانے والے کو اس کی مرضی سے اٹھایا گیا لیکن حالف نے اس کو اٹھانے کا حکم نہیں دیا ہے' تو صحیح قول کے مطابق وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ فعل حکم سے منتقل ہوتا ہے صرف رضامندی سے فعل منتقل ہونے والا نہیں ہے۔

صرف جنازے میں شرکت کرنے کی قسم کا بیان

قَالَ (وَلَوْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنْ دَارِهِ اِلَّا اِلَى جِنَازَةٍ فَخَرَجَ اِلَيْهَا ثُمَّ اَتَى حَاجَةً اُخْرَى لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ الْمَوْجُودَ خُرُوجٌ مُسْتَثْنًى، وَالْمُضِيَّ بَعْدَ ذٰلِكَ لَيْسَ بِخُرُوجٍ .

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے گھر سے صرف جنازے کے لئے نکلے گا پھر جنازے میں شریک ہونے کے لئے نکلا پھر وہ کسی دوسرے کام کے لئے آیا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس کا خروج اسی کام کے لئے ہے' جس کا اس نے قسم میں استثناء کیا ہے۔لہٰذا استثنیٰ خروج کے بعد اس کا کہیں چلے جانا یہ گھر سے خروج نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کے لئے عدم خروج کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ إِلَى مَكَّةَ فَخَرَجَ يُرِيدُهَا ثُمَّ رَجَعَ حَنِثَ) لِوُجُودِ الْخُرُوجِ عَلَى قَصْدِ مَكَّةَ وَهُوَ الشَّرْطُ، إِذْ الْخُرُوجُ هُوَ الِانْفِصَالُ مِنْ الدَّاخِلِ إِلَى الْخَارِجِ (وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْتِيهَا لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَدْخُلَهَا) لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ الْوُصُولِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَذْهَبُ إِلَيْهَا قِيلَ هُوَ كَالْإِتْيَانِ، وَقِيلَ هُوَ كَالْخُرُوجِ وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنْ الزَّوَالِ .

اور جب کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ مکہ میں نہیں جائے گا پھر وہ مکہ میں جانے کے ارادے سے چلا لیکن واپس آ گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔کیونکہ اس میں مکہ مکرمہ کی طرف خروج کا ارادہ پایا جا رہا ہے۔اور شرط بھی یہی تھی کیونکہ خروج داخل سے خارج کی طرف جانے کا نام ہے۔اور جب اس نے اس طرح قسم اٹھائی کہ وہ مکہ مکرمہ جائے گا بھی نہیں' تو اس دخول مکہ کے بغیر وہ حانث نہ ہوگا۔کیونکہ یہاں اس کا مطلب پہنچنا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے' فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا (شعراء،۱۶) ''تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو کہ ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے''اور جب اس نے مکہ مکرمہ کی طرف نہ جانے کی قسم اٹھائی تو ایک قول کے مطابق یہ بھی اتیان کی طرح ہے' جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ خروج کی طرح ہے اور زیادہ صحیح یہی ہے' کیونکہ زوال سے مراد ہٹ جانا یا ٹل جانا ہے۔

بصرہ میں ضرور جانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ فَلَمْ يَأْتِهَا حَتَّى مَاتَ حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ) لِأَنَّ الْبِرَّ قَبْلَ ذَلِكَ مَرْجُوٌّ .

(وَلَوْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ غَدًا إِنْ اسْتَطَاعَ فَهَذَا عَلَى اسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُونَ الْقُدْرَةِ، وَفَسَّرَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَقَالَ: إِذَا لَمْ يَمْرَضْ وَلَمْ يَمْنَعْهُ السُّلْطَانُ وَلَمْ يَجِئْ أَمْرٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى إِتْيَانِهِ فَلَمْ يَأْتِهِ حَنِثَ، وَإِنْ عَنَى اسْتِطَاعَةَ الْقَضَاءِ دِينَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى) وَهَذَا لِأَنَّ حَقِيقَةَ الِاسْتِطَاعَةِ فِيمَا يُقَارِنُ الْفِعْلَ وَيُطْلَقُ الِاسْمُ عَلَى سَلَامَةِ الْآلَاتِ وَصِحَّةِ الْأَسْبَابِ فِي الْمُتَعَارَفِ .

فَعِنْدَ الْإِطْلَاقِ يَنْصَرِفُ إِلَيْهِ وَتَصِحُّ نِيَّةُ الْأَوَّلِ دِيَانَةً لِأَنَّهُ نَوٰى حَقِيْقَةَ كَلَامِهِ ثُمَّ قِيْلَ وَتَصِحُّ قَضَاءً أَيْضًا لِمَا بَيَّنَّا، وَقِيْلَ لَا تَصِحُّ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ۔

فرمایا اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ بصرہ میں ضرور آئے گا مگر وہ بصرہ نہ آسکا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گیا تو وہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس سے قبل قسم کے پورے ہونے کی امید ہی نہیں ہے۔ اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر اس میں طاقت ہوئی تو وہ کل فلاں شخص کے پاس ضرور آئے گا' تو اس سے اس شخص کی صحت کی طاقت مراد ہے' جبکہ استطاعت قدرت مراد نہیں ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے: جب وہ بیمار نہ ہوا ہو اور بادشاہ نے بھی اس کو جانے سے منع نہ کیا ہو اور اسی طرح کوئی ایسا معاملہ بھی درپیش نہ ہو جس کے سبب وہ آنے کی قدرت سے معذور ہو جائے۔ پھر بھی وہ شخص نہ آئے' تو وہ حانث ہو جائے گا۔

اور جب کسی قسم اٹھانے والے نے استطاعت قضاء کی نیت کر لی ہو تو معاملہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہونے کے سبب اس کی تصدیق کرائی جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حقیقی استطاعت فعل سے متصل ہوا کرتی ہے۔ اور عرف کے مطابق لفظ استطاعت کا اطلاق آلات کی درستگی اور صحت کے اسباب پر ہے۔ پس جب لفظ استطاعت مطلق طور پر واقع ہو تو اس کو عرفی معنی کی طرف پھیرا جائے گا۔ البتہ بطور دیانت پہلے معنی کی نیت کرنا بھی صحیح ہے' کیونکہ اس طرح حالف نے اپنے کلام کی حقیقت مراد لی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بطور قضاء بھی استطاعت مراد لینا صحیح ہے اور یہ اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں دوسرا قول یہ ہے بطور قضاء درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

خروج زوجہ کو اجازت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا تَخْرُجُ امْرَأَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ مَرَّةً أُخْرٰى بِغَيْرِ إِذْنِهِ حَنِثَ وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِذْنِ فِيْ كُلِّ خُرُوْجٍ) لِأَنَّ الْمُسْتَثْنٰى خُرُوْجٌ مَقْرُوْنٌ بِالْإِذْنِ، وَمَا وَرَاءَهُ دَاخِلٌ فِي الْحَظْرِ الْعَامِّ۔

وَلَوْ نَوَى الْإِذْنَ مَرَّةً يُصَدَّقُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ لٰكِنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ (وَلَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَكِ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّ هٰذِهِ كَلِمَةُ غَايَةٍ فَتَنْتَهِي الْيَمِيْنُ بِهِ كَمَا إِذَا قَالَ حَتّٰى آذَنَ لَكِ۔

اور جس شخص نے یہ حلف اٹھایا کہ اس کی بیوی اس کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گی اس کے بعد اس نے ایک بار اس کو اجازت دیدی اور وہ نکل گئی اور اس کے دوبارہ وہ نکلی تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ خروج میں اجازت لازم ہے۔ کیونکہ وہ خروج مستثنیٰ ہے' جو اجازت کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور جو خروج مستثنیٰ سے سوا ہے وہ عام ممانعت کے حکم میں داخل ہے۔

جب حالف نے ایک بار اجازت کی نیت تو بطور دیانت اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ البتہ قضاء کے طور پر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کے لئے یہ کلام کا احتمالی حکم ہے اور یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور جب حالف نے ایک ''اِلَّا اَنْ آذَنَ لَكَ'' کہا اور پھر ایک بار اس کو اجازت دیدی اور اس کی بیوی باہر چلی گئی۔ اس کے بعد جب وہ حالف کی اجازت کے بغیر گئی تو حالف حانث نہ ہوگا' کیونکہ یہ ''اِلَّا اَنْ آذَنَ لَكَ'' کلمہ غایت کے لئے آتا ہے پس یمین اسی پر ختم ہو جائے گی' جس طرح جب اس نے ''حَتّٰى آذَنَ لَكَ'' کہا ہو۔

خروج زوجہ پر طلاق کو معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَرَادَتْ الْمَرْاَةُ الْخُرُوجَ فَقَالَ اِنْ خَرَجْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَجَلَسَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ لَمْ يَحْنَثْ) وَكَذٰلِكَ اِذَا اَرَادَ رَجُلٌ ضَرْبَ عَبْدِهٖ فَقَالَ لَهٗ آخَرُ اِنْ ضَرَبْتَه فَعَبْدِىْ حُرٌّ فَتَرَكَهٗ ثُمَّ ضَرَبَهٗ وَهٰذِهٖ تُسَمّٰى يَمِيْنَ فَوْرٍ .وَتَفَرَّدَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِاِظْهَارِهٖ .

وَوَجْهُهٗ اَنَّ مُرَادَ الْمُتَكَلِّمِ الرَّدُّ عَنْ تِلْكَ الضَّرْبَةِ وَالْخَرْجَةِ عُرْفًا، وَمَبْنَى الْاَيْمَانِ عَلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ اجْلِسْ فَتَغَدَّ عِنْدِىْ قَالَ اِنْ تَغَدَّيْتُ فَعَبْدِىْ حُرٌّ فَخَرَجَ فَرَجَعَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ وَتَغَدّٰى لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ كَلَامَهٗ خَرَجَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ فَيَنْطَبِقُ عَلَى السُّؤَالِ فَيَنْصَرِفُ اِلَى الْغَدَاءِ الْمَدْعُوِّ اِلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ اِنْ تَغَدَّيْتُ الْيَوْمَ لِاَنَّهٗ زَادَ عَلٰى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدَاً .

اور اگر بیوی نے باہر جانے کا ارادہ کیا' تو اس کے خاوند نے کہا پس اگر تو نکل گئی تو تجھے طلاق ہے پھر وہ بیٹھ گئی۔ اس کے بعد وہ باہر نکلی وہ قسم اٹھانے والا حانث نہ ہوگا۔ یہ اسی طرح ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام کو مارنے کا ارادہ کیا' تو اس سے کسی دوسرے شخص نے کہا: اگر تو نے اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے' تو پہلے شخص نے مارنا چھوڑ دیا اور پھر اس کے بعد مارا تو غلام آزاد نہ ہوگا' اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے یمین کا استنباط کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ متکلم کی مراد ہی یہی ہے۔ کہ مارنے کا ارادہ کرنے والے شخص کو عرفی طور پر اس مار اور خروج سے روکا جائے۔ اور قسموں کا دار مدار عرف پر ہوا کرتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا: بیٹھ جاؤ اور میرے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاؤ اور اگر میں تمہارے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاؤں' تو میرا غلام آزاد ہے اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر اپنے گھر چلا گیا اور کھانا کھایا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا کلام جواب کے طور پر بیان ہوا ہے۔ پس وہ سوال پر ہی منطبق ہو جائے گا۔ اور اس کو کھانے کی جانب پھیرا جائے گا۔ جس کی اس کو دعوت دی گئی ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے ''اِنْ تَغَدَّيْتُ الْيَوْمَ'' کہا ہے' کیونکہ اس صورت میں اس نے جواب پر اضافہ کیا ہے۔ پس نئے طریقے سے قسم اٹھانے والا ہو جائے گا۔

سواری پر سوار نہ ہونے کی قسم اٹھانے کا بیان

وَمَنْ حَلَفَ لَا يَرْكَبُ دَابَّةَ فُلَانٍ فَرَكِبَ دَابَّةَ عَبْدٍ مَأْذُونٍ لَهُ مَدْيُونٍ أَوْ غَيْرِ مَدْيُونٍ لَمْ يَحْنَثْ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُسْتَغْرِقٌ لَا يَحْنَثُ وَإِنْ نَوَى لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمَوْلَى فِيهِ عِنْدَهُ، وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ غَيْرَ مُسْتَغْرِقٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَا يَحْنَثُ مَا لَمْ يَنْوِهِ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهِ لِلْمَوْلَى لَكِنَّهُ يُضَافُ إِلَى الْعَبْدِ عُرْفًا، وَكَذَا شَرْعًا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَهُوَ لِلْبَائِعِ) الْحَدِيثَ فَتَخْتَلُّ الْإِضَافَةُ إِلَى الْمَوْلَى فَلَا بُدَّ مِنَ النِّيَّةِ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا: يَحْنَثُ إِذَا نَوَاهُ لِاخْتِلَالِ الْإِضَافَةِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَحْنَثُ وَإِنْ لَمْ يَنْوِهِ لِاعْتِبَارِ حَقِيقَةِ الْمِلْكِ إِذِ الدَّيْنُ لَا يَمْنَعُ وُقُوعَهُ لِلسَّيِّدِ عِنْدَهُمَا

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں سواری پر سوار نہ ہوگا اس کے بعد وہ فلاں شخص کے ایسے غلام کی سواری
سوار ہوگیا جو غلام تجارت میں ماذون تھا۔ اور غلام خواہ مدیون ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا حالف حانث نہ ہو
گا۔ مگر جب اس غلام پر قرض محیط ہو تو وہ حانث نہ ہوگا اگرچہ اس نے فلاں کے غلام کی سواری پر سوار ہونے کی نیت کی۔ کیونکہ امام
صاحب کے نزدیک مدیون غلام کے مال میں آقا کی ملکیت نہیں ہوا کرتی۔ اور جب قرض محیط نہ ہو یا غلام پر قرض ہی نہ ہو تو حالف
حانث نہ ہوگا جب تک اس کی نیت کی طرف اضافت نہیں کی جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی غلام فروخت کیا اور
غلام کے پس کچھ مال ہو تو وہ بیچنے والا کا ہوگا۔ لہٰذا اس کو آقا کی طرف مضاف کرنے کے سبب خلل واقع ہوگا۔ پس نیت ضروری ہو
گئی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام صورتوں میں حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ آقا کی طرف اضافت کرنے کے
سبب خلل ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ملکیت کی حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے حانث ہو جائے گا اگرچہ اس نے نیت نہ بھی کی
ہو۔ کیونکہ صاحبین کے نزدیک قرض غلام کے آقا کی ملکیت ہونے سے مانع نہ ہے۔

بَابُ الْیَمِیْنِ فِی الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ

﴿یہ باب کھانے پینے کی قسم کے بیان میں ہے﴾

باب یمین اکل وشرب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پہلے سکنہ یعنی رہائش سے متعلق باب قسم بیان کیا ہے کیونکہ انسان پہلے اس کا محتاج ہوتا ہے۔اوراس کے بعدانسان کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا باب سکنہ میں قسم اٹھانے کے بعد کھانے پینے کی اشیاء میں قسم اٹھانے کو بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایسی قسم کا بیان ہے جو کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں اٹھائی جائے گی اور یہاں ان اشیاء سے ان کی قیمت مراد ہے کیونکہ یہاں سبب کے ذکر سے ارادہ مسبب ہے اور یہی مجاز شائع ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷،ص ۲۲، بیروت)

ایک دن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سامنے ایک شخص نے کہا: فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے زنا کیا ہے،تو حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ پر کوڑے مارو غرض یہ ہے کہ ایسی باتیں علم کے مدعی لوگوں سے بعید ہیں، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جزا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، جبکہ سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا شرط ہوگا نہ کہ تصور شرط ہوگا، کھانے کے محض تصور کر لینے سے کھانا متحقق نہیں ہوتا، یہ بات ہر عقلمند بچہ بھی جانتا ہے اور ایسا ہونا بداہۃً عقل کے خلاف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو حقیقی کھانا ہو جائے گا۔اگر ایسا ہی ہو تو پھر دنیا سے فقر و فاقہ ختم ہو جائے،اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذ اللہ ختم ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ سب کے لئے رزق کو کشادہ کر دے تو لوگ زمین میں بغاوت کر دیں لیکن وہ بقدر مشیت رزق اتارتا ہے۔

کھانے کی قسم کا فقہی مفہوم

اور جب کسی نے قسم کھائی کہ یہ کھانا کھائیگا تو اس میں دو صورتیں ہیں کوئی وقت مقرر کر دیا ہے یا نہیں اگر وقت نہیں مقرر کیا ہے پھر وہ کھانا کسی اور نے کھالیا یا ہلاک ہو گیا یا قسم کھانے والا مر گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر وقت مقرر کر دیا ہے مثلاً آج اس کو کھائے گا اور دن گزرنے سے پہلے قسم کھانے والا مر گیا یا کھانا تلف ہو گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الایمان)

درخت سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَهُوَ عَلٰى ثَمَرِهَا) لِاَنَّهُ اَضَافَ الْيَمِيْنَ اِلٰى مَا لَا

يُؤْكَلُ فَيَنْصَرِفُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهُ وَهُوَ الثَّمَرُ لِأَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ فَيَصْلُحُ مَجَازًا عَنْهُ، لَكِنَّ الشَّرْطَ أَنْ لَا يَتَغَيَّرَ بِصُنْعِهِ جَدِيدَةً حَتَّى لَا يَحْنَثَ بِالنَّبِيذِ وَالْخَلِّ وَالدِّبْسِ الْمَطْبُوخِ.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے حلف اٹھایا کہ وہ اس درخت سے نہیں کھائے گا۔ پس یہ قسم اس کے پھل سے متعلق ہو گی۔ کیونکہ اس نے غیر ماکول چیز کی طرف قسم کی اضافت کی ہے۔ لہٰذا قسم اسی چیز کی طرف لوٹنے والی ہو گی جو درخت سے نکلے گی اور وہ پھل ہے۔ کیونکہ درخت کا پھل سبب ہے پس درخت کا پھل مجازی طور پر مرادلیا جائے گا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ پھل کی کسی جدید ترتیب سے تبدیل نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا وہ شخص نبیذ، سرکہ اور پکائی ہوئی تاڑی سے حانث نہ ہوگا۔

گدرائی کھجور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذَا الْبُسْرِ فَصَارَ رُطَبًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ. وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذَا الرُّطَبِ أَوْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ فَصَارَ تَمْرًا أَوْ صَارَ اللَّبَنُ شِيرَازًا لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّ صِفَةَ الْبُسُورَةِ وَالرُّطُوبَةِ دَاعِيَةٌ إِلَى الْيَمِينِ، وَكَذَا كَوْنُهُ لَبَنًا فَيَتَقَيَّدُ بِهِ، وَلِأَنَّ اللَّبَنَ مَأْكُولٌ فَلَا يَنْصَرِفُ الْيَمِينُ إِلَى مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ هٰذَا الصَّبِيَّ أَوْ هٰذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ بَعْدَمَا شَاخَ لِأَنَّ هِجْرَانَ الْمُسْلِمِ بِمَنْعِ الْكَلَامِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَمْ يُعْتَبَرِ الدَّاعِي دَاعِيًا فِي الشَّرْعِ.

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس گدرائی کھجور سے نہ کھائے گا۔ پھر وہ کھجور رطب والی ہو گئی اور اس نے اس سے کھالیا تو حانث نہ ہوگا' اور اسی طرح جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس رطب اور اس لبن سے نہیں کھائے گا۔ اس کے بعد وہ رطب کھجور تمر بن گئی یا وہ دودھ ملائی والا بن کر پک گیا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ کھجور کی صفت بسورت ورطوبت قسم کی طرف لے جانے والی ہے اور دودھ ہونے کا بھی حکم ہے پس یمین لبن کے ساتھ مقید ہوا جائے گی۔ کیونکہ دودھ بھی کھایا جاتا ہے لہٰذا قسم اس جانب سے پھرنے والی نہ ہو گی جو چیز دودھ سے بنائی جاتی ہے۔ البتہ یہ صورت اس مسئلہ کے خلاف ہے کہ جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ اس بچے یا اس جوان سے بات نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اس نے اس کے بوڑھا ہو جانے کے بعد اس سے کلام کیا (تو قسم توڑنے والا ہوگا) کیونکہ کسی مسلمان کو ترک کلام کے سبب چھوڑنا منع ہے۔ پس شریعت میں اس دائی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

حمل کا گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمَ هٰذَا الْحَمَلِ فَأَكَلَ بَعْدَمَا صَارَ كَبْشًا حَنِثَ) لِأَنَّ صِفَةَ الصِّغَرِ فِي هٰذَا لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِينِ فَإِنَّ الْمُمْتَنِعَ عَنْهُ أَكْثَرُ امْتِنَاعًا عَنْ لَحْمِ الْكَبْشِ.

اور جب کسی قسم اٹھائی کہ وہ اس حمل کا گوشت نہ کھائے گا۔ اس کے بعد اس نے اس کے مینڈھے ہونے کے بعد اس

کا گوشت کھالیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ صفت صغر اس قسم کی داعیہ نہیں ہے۔ کیونکہ بچے کے گوشت سے رکنے والا مینڈھے کے گوشت سے زیادہ رکنے والا ہے۔

نصف پکی کھجور نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا فَأَكَلَ رُطَبًا لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِبُسْرٍ. (وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا أَوْ بُسْرًا أَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا وَلَا بُسْرًا فَأَكَلَ مُذَنِّبًا حَنِثَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا لَا يَحْنَثُ فِي الرُّطَبِ) يَعْنِي بِالْبُسْرِ الْمُذَنِّبِ وَلَا فِي الْبُسْرِ بِالرُّطَبِ الْمُذَنِّبِ لِأَنَّ الرُّطَبَ الْمُذَنِّبَ يُسَمَّى رُطَبًا وَالْبُسْرَ الْمُذَنِّبَ يُسَمَّى بُسْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ الْيَمِينُ عَلَى الشِّرَاءِ.

وَلَهُ أَنَّ الرُّطَبَ الْمُذَنِّبَ مَا يَكُونُ فِي ذَنَبِهِ قَلِيلُ بُسْرٍ، وَالْبُسْرَ الْمُذَنِّبَ عَلَى عَكْسِهِ فَيَكُونُ آكِلُهُ آكِلَ الْبُسْرِ وَالرُّطَبِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مَقْصُودٌ فِي الْأَكْلِ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ لِأَنَّهُ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ فَيَتْبَعُ الْقَلِيلُ فِيهِ الْكَثِيرَ.

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَشْتَرِي رُطَبًا فَاشْتَرَى كِبَاسَةَ بُسْرٍ فِيهَا رُطَبٌ لَا يَحْنَثُ) لِأَنَّ الشِّرَاءَ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ وَالْمَغْلُوبُ تَابِعٌ (وَلَوْ كَانَتِ الْيَمِينُ عَلَى الْأَكْلِ يَحْنَثُ) لِأَنَّ الْأَكْلَ يُصَادِفُهُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا مَقْصُودًا وَصَارَ كَمَا إِذَا حَلَفَ لَا يَشْتَرِي شَعِيرًا أَوْ لَا يَأْكُلُهُ فَاشْتَرَى حِنْطَةً فِيهَا حَبَّاتُ شَعِيرٍ وَأَكَلَهَا يَحْنَثُ فِي الْأَكْلِ دُونَ الشِّرَاءِ لِمَا قُلْنَا.

فرمایا: اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ آدھ پکی کھجور نہ کھائے گا اس کے بعد اس نے پکی ہوئی کھجور کھالی تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ رطب بسر نہیں ہے۔ اور جس نے قسم اٹھائی کہ وہ رطب یا بسر نہ کھائے گا یا اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ نہ تو رطب کھائے گا اور نہ بسر کھائے گا اس کے بعد اس نے مذنب یعنی دم کی جانب سے پکی ہوئی کھجور کھائی تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک وہ رطب کی صورت میں حانث نہ ہوگا اور جب اس نے بسر مذنب نہ کھانے کی قسم اٹھائی اور رطب مذنب کی قسم اٹھانے کی حالت میں بسر کھانے سے وہ حانث نہ ہوگا کیونکہ رطب مذنب کو بھی رطب کہا جاتا ہے اور بسر مذنب کو بسر کہا جاتا ہے لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جس شراء کی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک رطب مذنب ایسی کھجور کو کہتے ہیں جس کی دم تھوڑی سی گدری ہو جائے اور بسر اس کے برعکس کو کہتے ہیں پس رطب مذنب اور بسر مذنب کو کھانے والا بسر اور رطب کو کھانے والا ہوگا اور ان میں سے ہر ایک کا مقصود کھانا ہے البتہ شراء میں اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ شراء مکمل گچھے سے ملنے والا ہے پس اس میں قلیل کثیر کے تابع ہوگا۔

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ رطب کو نہیں خریدے گا اس کے بعد اس نے گدری کھجوروں کا خوشہ خرید لیا ہے جس میں رطب کھجوریں بھی ہیں تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ خریداری مکمل خوشے کی ہوا کرتی ہے اور مغلوب چیز ہمیشہ تابع ہوا کرتی ہے اور اگر ان کے کھانے کے قسم تھی تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ کھانے میں تھوڑا تھوڑا بھی رطب سے ملنے والا ہے اور بسر و رطب میں سے ہر ایک سے مقصود ہوگا اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ جو نہیں خریدے گا یا وہ جو نہیں کھائے گا پھر اس نے گیہوں کو خریدا جس میں جو کے کچھ دانے بھی تھی۔ اور انہیں کھالیا تو وہ کھانے کی صورت میں حانث ہو جائے گا' اور خریدے کی صورت میں حانث نہ ہوگا۔

گوشت نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَا يَحْنَثُ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ لِأَنَّهُ يُسَمَّى لَحْمًا فِي الْقُرْآنِ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ التَّسْمِيَةَ مَجَازِيَّةٌ لِأَنَّ اللَّحْمَ مُنْشَؤُهُ مِنَ الدَّمِ وَلَا دَمَ فِيهِ لِسُكُونِهِ فِي الْمَاءِ (وَإِنْ أَكَلَ لَحْمَ خِنْزِيرٍ أَوْ لَحْمَ إِنْسَانٍ يَحْنَثُ) لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقِيٌّ إِلَّا أَنَّهُ حَرَامٌ .وَالْيَمِينُ قَدْ تُعْقَدُ لِلْمَنْعِ مِنَ الْحَرَامِ (وَكَذَا إِذَا أَكَلَ كَبِدًا أَوْ كَرِشًا) لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةً فَإِنَّ نُمُوَّهُ مِنَ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ اللَّحْمِ .وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ لَحْمًا .

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا اس کے بعد اس نے مچھلی کا گوشت کھایا تو وہ حانث نہ ہوگا' جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ مچھلی کے گوشت کو قرآن میں لحم کہا گیا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مچھلی کے گوشت کو مجازی طور پر گوشت کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مچھلی میں خون نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ پانی میں رہتی ہے۔ اور جب انسان نے خنزیر یا کسی انسان کا گوشت کھالیا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ یہ حقیقی طور پر گوشت ہے۔ البتہ یہ حرام ہے۔ اور حرام سے منع کرنے کے لئے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب کسی قسم اٹھانے والے نے کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو بھی وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ ان میں سے بھی ہر ایک حقیقی طور پر گوشت ہے۔ کیونکہ اس کا بڑھنا خون سے ہے۔ اور اس کا استعمال بھی گوشت کی طرح ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہمارے عرف میں وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ ہمارے عرف میں اس کو گوشت نہیں شمار کیا جاتا۔

چربی نہ کھانے یا نہ خریدنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ أَوْ لَا يَشْتَرِي شَحْمًا لَمْ يَحْنَثْ إِلَّا فِي شَحْمِ الْبَطْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا : يَحْنَثُ فِي شَحْمِ الظَّهْرِ أَيْضًا) وَهُوَ اللَّحْمُ السَّمِينُ لِوُجُودِ خَاصِّيَّةِ الشَّحْمِ فِيهِ وَهُوَ الذَّوْبُ بِالنَّارِ .

وَلَهُ أَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةً ؛ أَلَا تَرَاهُ أَنَّهُ يَنْشَأُ مِنَ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَهُ وَتَحْصُلُ بِهِ قُوَّتُهُ وَلِهَذَا يَحْنَثُ بِأَكْلِهِ فِي الْيَمِينِ عَلَى أَكْلِ اللَّحْمِ، وَلَا يَحْنَثُ بِبَيْعِهِ فِي الْيَمِينِ عَلَى بَيْعِ الشَّحْمِ، وَقِيلَ هَذَا بِالْعَرَبِيَّةِ، فَأَمَّا اسْمُ پِيه بِالْفَارِسِيَّةِ لَا يَقَعُ عَلَى شَحْمِ الظَّهْرِ بِحَالٍ .(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَشْتَرِي أَوْ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا أَوْ شَحْمًا فَاشْتَرَى أَلْيَةً أَوْ أَكَلَهَا لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ نَوْعٌ ثَالِثٌ حَتَّى لَا يُسْتَعْمَلَ اسْتِعْمَالَ اللُّحُومِ وَالشُّحُومِ .

فرمایا: اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ چربی نہ کھائے گا یا وہ چربی نہ خریدے گا۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ صرف پیٹ کی چربی سے حانث ہو جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک کے پیٹھ کی چربی سے تو حانث ہو ہی جائے گا' کیونکہ پیٹھ کی چربی موٹا گوشت ہوتی ہے۔ اور اس میں چربی کا وصف پایا جاتا ہے۔ اور وہ آگ سے پگھل جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ پیٹھ کی چربی اصل میں گوشت ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کر سکتے کہ وہ خون سے پیدا ہونے والی ہے اور گوشت کی استعمال ہونے والی ہے۔ اور اس سے گوشت کی طرف طاقت حاصل کی جاتی ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر گوشت کی قسم کھانے والا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث ہو جائے گا۔

البتہ چربی بیچنے کی قسم پر پیٹھ کی چربی بیچنے سے حانث نہ ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اختلاف عربی زبان میں ہے' جبکہ فارسی کا لفظ ''پیہ'' کسی طرح بھی پیٹھ کی چربی پر واقع نہیں ہوتا۔

اور جب کسی قسم اٹھائی کہ وہ گوشت یا چربی نہیں کھائے گا یا نہیں خریدے گا اس کے بعد اس نے دنبے کی چکتی کو خرید لیا اسے کھایا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ''الیہ'' تیسری قسم ہے لہٰذا اس کو گوشت یا چربی کی طرح استعمال نہیں جائے گا۔

گندم سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذِهِ الْحِنْطَةِ لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَقْضِمَهَا، وَلَوْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِهَا لَمْ يَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَا: إِنْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِهَا حَنِثَ أَيْضًا) لِأَنَّهُ مَفْهُومٌ مِنْهُ عُرْفًا .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ لَهُ حَقِيقَةً مُسْتَعْمَلَةً فَإِنَّهَا تُقْلَى وَتُغْلَى وَتُؤْكَلُ قَضْمًا وَهِيَ قَاضِيَةٌ عَلَى الْمَجَازِ الْمُتَعَارَفِ عَلَى مَا هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُ .

وَلَوْ قَضَمَهَا حَنِثَ عِنْدَهُمَا هُوَ الصَّحِيحُ لِعُمُومِ الْمَجَازِ، كَمَا إِذَا حَلَفَ لَا يَضَعُ قَدَمَهُ فِي دَارِ فُلَانٍ .وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ فِي الْخُبْزِ حَنِثَ أَيْضًا .

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس گندم سے نہ کھائے گا تو وہ حانث نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ اس کو چبا کر کھائے۔ اور اگر اس نے اس گندم کی روٹی کھائی تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا۔

صاحبین نے فرمایا: وہ گندم کی روٹی کھانے سے حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ عرف کے مطابق روٹی کھانے سے گندم کھانے کا مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ گندم کھانا یہ اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ گندم کو ابالا اور بھونا جاتا ہے اور پھر چبا کر کھایا جاتا ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اصل کے مطابق یعنی حقیقت مجاز متعارف پر حاکم ہوا کرتی ہے۔

صاحبین کے نزدیک عموم مجاز کے سبب وہ حانث ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے جس طرح اگر اس نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر میں اپنا قدم نہ رکھے گا اور صاحب کتاب یعنی قدوری میں اسی کی جانب اشارہ ہے کہ روٹی کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

آٹے سے نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذَا الدَّقِيقِ فَأَكَلَ مِنْ خُبْزِهِ حَنِثَ) لِأَنَّ عَيْنَهُ غَيْرُ مَأْكُولٍ فَانْصَرَفَ إِلَى مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ (وَلَوْ اسْتَفَّهُ كَمَا هُوَ لَا يَحْنَثُ) هُوَ الصَّحِيحُ لِتَعَيُّنِ الْمَجَازِ مُرَادًا.

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ خُبْزًا فَيَمِينُهُ عَلَى مَا يَعْتَادُ أَهْلُ الْمِصْرِ أَكْلَهُ خُبْزًا) وَذٰلِكَ خُبْزُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُعْتَادُ فِي غَالِبِ الْبُلْدَانِ (وَلَوْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِ الْقَطَائِفِ لَا يَحْنَثُ) لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى خُبْزًا مُطْلَقًا إِلَّا إِذَا نَوَاهُ لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ (وَكَذَا لَوْ أَكَلَ خُبْزَ الْأُرْزِ بِالْعِرَاقِ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعْتَادٍ عِنْدَهُمْ حَتّٰى لَوْ كَانَ بِطَبَرِسْتَانَ أَوْ فِي بَلْدَةٍ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ يَحْنَثُ.

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اس آٹے سے نہ کھائے گا اور اس نے اس کی روٹی کھالی تو وہ حانث ہو جائے گا کیونکہ اس کا عین غیر ماکول ہے لہٰذا قسم کو اس جانب پھیرا جائے جو آٹے سے بنتی ہے وہ روٹی ہے۔ اور اگر اس نے اسی حالت میں آٹا پھانک لیا تو وہ حانث نہ ہوگا اور صحیح روایت یہی ہے کیونکہ آٹے میں مجازی معنی مراد لینا معین ہو چکا ہے۔ اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ روٹی نہ کھائے گا تو اب اس کی قسم اس روٹی سے متعلق ہو جائے گی۔ جس کو اہل بلد بطور عادت کھاتے ہیں۔ اور وہ گندم اور جو کی روٹی ہے کیونکہ عرف کے مطابق شہروں میں انہی دو اشیاء سے روٹی کھائی جاتی ہے۔ اور اگر اس نے چار مغز یا بادام والی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کو مطلق طور پر روٹی نہیں کہا جاتا۔ ہاں البتہ جب قسم اٹھانے والے نے اس کی نیت کی ہو۔ کیونکہ اس کی بات میں اس بات کا احتمال ہے اور اسی طرح جب اس نے عراق میں چاول کی روٹی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا کیونکہ اہل عراق کے نزدیک چاول کی روٹی کھانے کا عرف نہیں ہے یہاں تک کہ اگر قسم کھانے والا طبرستان یا کسی ایسے شہر میں ہو جن کا کھانا چاول کی روٹی ہو تو وہ حانث ہو جائے گا۔

بھنی ہوئی چیز نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الشِّوَاءَ فَهُوَ عَلَى اللَّحْمِ دُونَ الْبَاذِنْجَانِ وَالْجَزَرِ) لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ اللَّحْمُ الْمَشْوِيُّ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ مَا يُشْوٰى مِنْ بَيْضٍ أَوْ غَيْرِهِ لِمَكَانِ الْحَقِيقَةِ. (وَإِنْ

حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الطَّبِيخَ فَهُوَ عَلٰى مَا يُطْبَخُ مِنَ اللَّحْمِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ، وَهٰذَا لِاَنَّ التَّعْمِيمَ مُتَعَذِّرٌ فَيُصْرَفُ اِلٰى خَاصٍ هُوَ مُتَعَارَفٌ وَهُوَ اللَّحْمُ الْمَطْبُوخُ بِالْمَاءِ اِلَّا اِذَا نَوٰى غَيْرَ ذٰلِكَ لِاَنَّ فِيهِ تَشْدِيدًا، وَاِنْ اَكَلَ مِنْ مَرَقِهِ يَحْنَثُ لِمَا فِيهِ مِنْ اَجْزَاءِ اللَّحْمِ وَلِاَنَّهُ يُسَمّٰى طَبِيخًا.

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ بھنی ہوئی چیز نہ کھائے گا' تو اس سے مراد گوشت ہوگا' جبکہ اس کا اطلاق گاجر اور بینگن پر نہ ہوگا' کیونکہ شواء کے علی الطلاق ہونے کے سبب اس سے مراد بھنا ہوا گوشت ہوگا۔ ہاں جب حالف نے بھنے ہوئے انڈے کی نیت کی ہو کیونکہ شواء کا حقیقی معنی یہی ہے۔ اور اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ پکی ہوئی چیز نہ کھائے گا تو اس کی یہ قسم پکے ہوئے گوشت پر محمول ہوگی' جبکہ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے استحسان یہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر ہر پکے ہوئے کو قسم کا شامل ہونا ناممکن ہے لہٰذا قسم کو ایسے پکے ہوئے کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ جو معروف ہو اور وہ پانی میں پکا ہوا گوشت ہے ہاں جب حالف اس کے سوا کی نیت کرلے۔ کیونکہ اس میں زیادہ سختی ہے اور جب اس نے پکے ہوئے گوشت کا شوربہ کھالیا تو بھی وہ حانث ہوجائے گا' کیونکہ شوربے میں گوشت کے اجزاء ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس میں پکایا جاتا ہے۔

سبزیاں نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الرُّءُوْسَ فَيَمِيْنُهُ عَلٰى مَا يُكْبَسُ فِي التَّنَانِيرِ وَيُبَاعُ فِي الْمِصْرِ) وَيُقَالُ يُكْنَسُ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: لَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رَأْسًا فَهُوَ عَلٰى رُءُوْسِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ) عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ عَلَى الْغَنَمِ خَاصَّةً، وَهٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ كَانَ الْعُرْفُ فِي زَمَنِهِ فِيهِمَا وَفِي زَمَنِهِمَا فِي الْغَنَمِ خَاصَّةً وَفِي زَمَانِنَا يُفْتٰى عَلٰى حَسَبِ الْعَادَةِ كَمَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْمُخْتَصَرِ.

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ سبزیاں نہیں کھائے گا۔ تو اس کی قسم سر اور مغز وغیرہ محمول ہوجائے گی' جس کو چھابیوں میں ڈال شہروں میں بیچا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے "یکنس" جامع صغیر میں اس کا معنی داخل ہونے کے بھی ہیں۔ اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ سر نہیں کھائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ قسم کھائے اور بکری کے سروں پر محمول ہوگی' جبکہ صاحبین کے نزدیک صرف بکری کے سر سے متعلق ہوگی۔ اور اس میں زمانے کا اختلاف ہے۔ کیونکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دونوں کا عرف تھا اور صاحبین کے زمانے میں صرف بکری کی سری کا عرف تھا اور ہمارے زمانے میں عرف کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا' جس طرح مختصر قدوری میں ذکر کیا گیا ہے۔

پھل نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ فَاكِهَةً فَأَكَلَ عِنَبًا أَوْ رُمَّانًا أَوْ رُطَبًا أَوْ قِثَّاءً أَوْ خِيَارًا لَمْ يَحْنَثْ، وَإِنْ أَكَلَ تُفَّاحًا أَوْ بِطِّيخًا أَوْ مِشْمِشًا حَنِثَ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: حَنِثَ فِي الْعِنَبِ وَالرُّطَبِ وَالرُّمَّانِ أَيْضًا) وَالْأَصْلُ أَنَّ الْفَاكِهَةَ اسْمٌ لِمَا يُتَفَكَّهُ بِهِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ: أَيْ يُتَنَعَّمُ بِهِ زِيَادَةً عَلَى الْمُعْتَادِ، وَالرُّطَبُ وَالْيَابِسُ فِيهِ سَوَاءٌ بَعْدَ أَنْ يَكُونَ التَّفَكُّهُ بِهِ مُعْتَادًا حَتّٰى لَا يَحْنَثَ بِيَابِسِ الْبِطِّيخِ، وَهٰذَا الْمَعْنَى مَوْجُودٌ فِي التُّفَّاحِ وَأَخَوَاتِهِ فَيَحْنَثُ بِهَا وَغَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الْقِثَّاءِ وَالْخِيَارِ لِأَنَّهُمَا مِنَ الْبُقُولِ بَيْعًا وَأَكْلًا فَلَا يَحْنَثُ بِهِمَا.

وَأَمَّا الْعِنَبُ وَالرُّطَبُ وَالرُّمَّانُ فَهُمَا يَقُولَانِ إِنَّ مَعْنَى التَّفَكُّهِ مَوْجُودٌ فِيهَا فَإِنَّهَا أَعَزُّ الْفَوَاكِهِ وَالتَّنَعُّمُ بِهَا يَفُوقُ التَّنَعُّمَ بِغَيْرِهَا، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُولُ: إِنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ مِمَّا يُتَغَذّٰى بِهَا وَيُتَدَاوٰى بِهَا فَأَوْجَبَ قُصُورًا فِي مَعْنَى التَّفَكُّهِ لِلِاسْتِعْمَالِ فِي حَاجَةِ الْبَقَاءِ وَلِهٰذَا كَانَ الْيَابِسُ مِنْهَا مِنَ التَّوَابِلِ أَوْ مِنَ الْأَقْوَاتِ

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ پھل نہ کھائے گا اس کے بعد اس نے انگور یا انار یا رطب یا ککڑی یا کھیرا کھالیا تو وہ حانث نہ ہوگا' اور اگر اس نے خربوزہ یا سیب یا کشمش کھائی تو وہ حانث ہو جائے گا۔ یہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

صاحبین کے مطابق انگور، رطب اور انار کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا' اور اس کی اصل یہ ہے پھل اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کو کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد لطف حاصل کیا جائے۔ اور اس کو نعمت کے طور معمول سے زیادہ کھالیا جائے اور اس چیز سے لطف اندوز ہونے کے لئے معمول کے بعد اس میں رطب و یابس دونوں برابر ہیں ہاں وہ خشک خربوزہ کھانے سے وہ حانث نہ ہوگا' اور یہی حکم تفاح اور اس کی امثلہ میں بھی موجود ہے۔ پس ان کے کھانے سے حالف حانث ہو جائے گا' جبکہ یہ معنی کھیرے اور ککڑی میں نہیں پایا جاتا کیونکہ یہ دونوں کھانے کے اعتبار سے اور فروخت کے اعتبار سے سبزی ہیں پس ان کے کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ البتہ انگور، رطب اور انار تو ان کے بارے میں صاحبین فرماتے ہیں کہ لطف اندوز ہونے کا معنی موجود ہے' کیونکہ یہ سب سے عمدہ پھل ہیں اور ان سے لطف لینا ان کے سوا میں لطف لینے سے بہت ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چیز غذا اور دواء دونوں مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہے پس ضرورت بقاء کے سبب ان کے استعمال میں پھل کی کمی ہوئی ہے اسی لئے ان میں سے خشک اشیاء بھی مصالحے کے طور یا غذا کے طور استعمال ہوتی ہیں۔

سالن نہ کھانے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْتَدِمُ فَكُلُّ شَيْءٍ اُصْطُبِغَ بِهِ فَهُوَ إِدَامٌ وَالشِّوَاءُ لَيْسَ بِإِدَامٍ وَالْمِلْحُ إِدَامٌ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَبِي يُوْسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: كُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ غَالِبًا فَهُوَ إِدَامٌ) وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ لِأَنَّ الْإِدَامَ مِنَ الْمُوَادَمَةِ وَهِيَ الْمُوَافَقَةُ وَكُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ مُوَافِقٌ لَهُ كَاللَّحْمِ وَالْبَيْضِ وَنَحْوِهِ .

وَلَهُمَا أَنَّ الْإِدَامَ مَا يُؤْكَلُ تَبَعًا، وَالتَّبَعِيَّةُ فِي الْاِخْتِلَاطِ حَقِيْقَةٌ لِيَكُوْنَ قَائِمًا بِهِ، وَفِي أَلَّا يُؤْكَلَ عَلَى الْاِنْفِرَادِ حُكْمًا، وَتَمَامُ الْمُوَافَقَةِ فِي الْاِمْتِزَاجِ أَيْضًا، وَالْخَلُّ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمَائِعَاتِ لَا يُؤْكَلُ وَحْدَهُ بَلْ يُشْرَبُ، وَالْمِلْحُ لَا يُؤْكَلُ بِانْفِرَادِهِ عَادَةً وَلِأَنَّهُ يَذُوْبُ فَيَكُوْنُ تَبَعًا، بِخِلَافِ اللَّحْمِ وَمَا يُضَاهِيْهِ لِأَنَّهُ يُؤْكَلُ وَحْدَهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّشْدِيْدِ، وَالْعِنَبُ وَالْبِطِّيْخُ لَيْسَا بِإِدَامٍ هُوَ الصَّحِيْحُ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ سالن نہیں کھائے گا' تو اس سے ہر وہ چیز جس کو سالن لگایا جائے وہ بھی سالن کے حکم میں ہوگی۔ البتہ بھنی ہوئی چیز سالن نہ ہوگی اور نمک سالن ہے اور یہ حکم شیخین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سالن سے مراد ہر وہ چیز ہے' جو عام طور پر روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح بیان کی گئی ہے' کیونکہ ادام کا لفظ مدادمت سے مشتق ہے' جس کا معنی موافقت ہے لہٰذا جو چیز بھی روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے وہ اس کے موافق ہوگی' جس طرح گوشت اور انڈا وغیرہ ہیں۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ادام اس چیز کو کہتے ہیں جو طبیعت کے طور پر کھائی جاتی ہو جبکہ ملانے میں بطور حقیقت وہ تابع ہے' تا کہ اسی کے ساتھ ادام پایا جائے اور دوسرا تابع ہونا حکمی طور پر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تھوڑا بہتا ملائے بغیر اکیلا نہ کھایا جائے جبکہ پوری موافقت مکمل مل جانے میں ہے اور سرکہ وغیرہ بھی مائعات میں سے ہے' جس کو اکیلا نہیں کھایا جاتا بلکہ اس کو پیا جاتا ہے اور اسی طرح نمک بھی عرف میں اکیلا نہیں کھایا جاتا کیونکہ وہ پگھل جاتا ہے پس وہ تابع ہوگا' اس گوشت اور انڈے کے کیونکہ یہ تنہا کھا لیے جاتے ہیں مگر یہ کہ حالف اس کی نیت کرے۔ کیونکہ یہ اکیلے کھائے جاتے ہیں۔ البتہ انگور اور تربوز یہ سالن نہیں ہیں اور صحیح روایت بھی یہی ہے۔

غداء نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَإِذَا حَلَفَ لَا يَتَغَدّٰى فَالْغَدَاءُ الْأَكْلُ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى الظُّهْرِ وَالْعَشَاءُ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ) لِأَنَّ مَا بَعْدَ الزَّوَالِ يُسَمّٰى عِشَاءً وَلِهٰذَا تُسَمَّى الظُّهْرُ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ فِي الْحَدِيْثِ (وَالسُّحُوْرُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى طُلُوْعِ الْفَجْرِ) لِأَنَّهُ مَأْخُوْذٌ مِنَ السَّحَرِ

وَيُطْلَقُ عَلٰى مَا يَقْرُبُ مِنْهُ.

ثُمَّ الْغَدَاءُ وَالْعَشَاءُ مَا يُقْصَدُ بِهِ الشِّبَعُ عَادَةً وَتُعْتَبَرُ عَادَةُ اَهْلِ كُلِّ بَلْدَةٍ فِي حَقِّهِمْ، وَيُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ اَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ الشِّبَعِ.

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ غداء نہ کرے گا پس غداء طلوع فجر سے لے کر ظہر تک ہوا کرتا ہے اور عشاء وہ کھانا ہے' جو ظہر کی نماز کے بعد سے لے کر آدھی رات تک ہوتا ہے' کیونکہ زوال کے بعد والے وقت کو عشاء کہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ظہر کی نماز کو عشاء کی دو نمازوں میں سے ایک کہا گیا ہے' جبکہ سحور آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک کو کہتے ہیں کیونکہ یہ سحر سے ماخوذ ہے اور جو کھانا سحر کے قریب ہو اس کو سحور کہتے ہیں اور اس کے بعد غداء اور عشاء اس کھانے کو کہتے ہیں' جن سے عرف کے مطابق پیٹ بھرنا ہوتا ہے اور ہر شہر والوں کے لئے ان کے عرف کا اعتبار ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ آدھا سیر ہونے سے زیادہ کھائے۔

کھانے پینے یا پہننے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ اِنْ لَبِسْتُ اَوْ اَكَلْتُ اَوْ شَرِبْتُ فَعَبْدِي حُرٌّ، وَقَالَ عَنَيْتُ شَيْئًا دُوْنَ شَيْءٍ لَمْ يُدَنْ فِي الْقَضَاءِ وَغَيْرِهِ) لِاَنَّ النِّيَّةَ اِنَّمَا تَصِحُّ فِي الْمَلْفُوْظِ وَالثَّوْبُ وَمَا يُضَاهِيهِ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ تَنْصِيصًا وَالْمُقْتَضَى لَا عُمُوْمَ لَهُ فَلَغَتْ نِيَّةُ التَّخْصِيصِ فِيهِ (وَاِنْ قَالَ اِنْ لَبِسْتُ ثَوْبًا اَوْ اَكَلْتُ طَعَامًا اَوْ شَرِبْتُ شَرَابًا لَمْ يُدَنْ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً) لِاَنَّهُ نَكِرَةٌ فِي مَحَلِّ الشَّرْطِ فَتَعُمُّ فَعَمِلَتْ نِيَّةُ التَّخْصِيصِ فِيهِ اِلَّا اَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ فَلَا يُدَيَّنُ فِي الْقَضَاءِ.

اور جس بندے نے کہا: اگر میں پہنوں' یا کھاؤں' یا پی لوں' تو میرا غلام آزاد ہے اور اس کے بعد کہے کہ اس سے مراد فلاں فلاں میری اشیاء ہیں۔ اور فلاں فلاں اشیاء مراد نہ تھیں۔ تو بطور قضاء و دیانت دونوں طرح اس کی تصدیق کر دی جائے گی کیونکہ لفظوں میں اس کی نیت درست ہے اور ثوب میں اگرچہ صراحت کے مذکور نہیں ہے اور تقاضے میں عموم نہیں ہوا کرتا پس اس میں خاص ہونے کی نیت کرنا بیکار ہے۔ اور جب اس نے کہا: ''' تو صرف فیصلے کے اعتبار سے اس کا اعتبار کر لیا جائے گا' کیونکہ ثوب اور طعام دونوں محل نکرہ میں واقع ہیں لہٰذا عام ہوں گے اور ان میں تخصیص کی نیت مؤثر ہو گی لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ لہٰذا بطور قضاء اس شخص کی تصدیق نہ کی جائے گی۔

دریائے دجلہ سے نہ پینے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَشْرَبُ مِنْ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِاِنَاءٍ لَمْ يَحْنَثْ) حَتّٰى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَقَالَا: اِذَا شَرِبَ مِنْهَا بِاِنَاءٍ يَحْنَثُ لِاَنَّهُ مُتَعَارَفُ الْمَفْهُوْمِ.

وَلَهُ اَنَّ كَلِمَةَ مِنْ لِلتَّبْعِيضِ وَحَقِيقَتُهُ فِي الْكَرْعِ وَهِيَ مُسْتَعْمَلَةٌ، وَلِهٰذَا يَحْنَثُ بِالْكَرْعِ

اِجْمَاعًا فَمُنِعَتْ الْمَصِيرَ إِلَى الْمَجَازِ وَإِنْ كَانَ مُتَعَارَفًا .(وَإِنْ حَلَفَ لَا يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ حَنِثَ) لِأَنَّهُ بَعْدَ الِاغْتِرَافِ بَقِيَ مَنْسُوبًا إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّرْطُ فَصَارَ كَمَا إِذَا شَرِبَ مِنْ مَاءِ نَهْرٍ يَأْخُذُ مِنْ دِجْلَةَ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دجلہ سے نہ پیئے گا اس کے بعد اس نے برتن لیا اور اس میں سے پانی پیا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے منہ لگا کر پیئے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ جب اس نے برتن سے کر دریائے دجلہ سے پیا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ عرف میں یہی معروف اور مفہوم رکھتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک کلمہ ''من'' تبعیض کے لئے آتا ہے اور اس کا حقیقی معنی منہ لگا کر پینا ہے۔ اور یہاں حقیقت مراد ہے' کیونکہ منہ لگا پینے سے بہ اتفاق وہ حانث ہو جائے گا۔ لہٰذا حقیقت سے مجاز کی طرف جانا منع ہے' اگرچہ مجاز متعارف ہے اور اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دجلہ کے پانی سے نہ پیئے گا اس کے بعد وہ برتن لے کر اس سے پی لیا تو حانث ہو جائے گا' کیونکہ چلو میں پانی کے بعد بھی وہ دجلہ کی طرف منسوب ہے اور شرط بھی یہی ہے لہٰذا یہ اس طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی حالف نے کسی ایسی نہر کا پانی لیا ہے' جو دجلہ سے نکل آنے والی ہے۔

پانی پینے سے طلاق کو معلق کرنے کا بیان

(مَنْ قَالَ إِنْ لَمْ أَشْرَبْ الْمَاءَ الَّذِي فِي هَذَا الْكُوزِ الْيَوْمَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَلَيْسَ فِي الْكُوزِ مَاءٌ لَمْ يَحْنَثْ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَاءٌ فَأُهْرِيقَ قَبْلَ اللَّيْلِ لَمْ يَحْنَثْ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَحْنَثُ فِي ذَلِكَ كُلِّهِ) يَعْنِي إِذَا مَضَى الْيَوْمُ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَ الْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى .

وَأَصْلُهُ أَنَّ مِنْ شَرْطِ انْعِقَادِ الْيَمِينِ وَبَقَائِهِ تَصَوُّرُ الْبِرِّ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْيَمِينَ إِنَّمَا تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَلَا بُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْبِرِّ لِيُمْكِنَ إِيجَابُهُ .

وَلَهُ أَنَّهُ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ مُوجِبًا لِلْبِرِّ عَلَى وَجْهٍ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْخُلْفِ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ .

قُلْنَا: لَا بُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْأَصْلِ لِيَنْعَقِدَ فِي حَقِّ الْخُلْفِ وَلِهَذَا لَا يَنْعَقِدُ الْغَمُوسُ مُوجِبًا لِلْكَفَّارَةِ

(وَلَوْ كَانَتْ الْيَمِينُ مُطْلَقَةً ؛ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا يَحْنَثُ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَحْنَثُ فِي الْحَالِ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَحْنَثُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) فَأَبُو يُوسُفَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُطْلَقِ وَالْمُوَقَّتِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ التَّوْقِيتَ لِلتَّوْسِعَةِ فَلَا يَجِبُ الْفِعْلُ اِلَّا فِي آخِرِ الْوَقْتِ فَلَا يَحْنَثُ قَبْلَهُ، وَفِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فَرِغَ وَقَدْ عَجَزَ فَيَحْنَثُ فِي الْحَالِ وَهُمَا فَرَّقَا بَيْنَهُمَا.

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ فِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فَرِغَ، فَاِذَا فَاتَ الْبِرُّ بِفَوَاتِ مَا عُقِدَ عَلَيْهِ الْيَمِينُ يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ كَمَا اِذَا مَاتَ الْحَالِفُ وَالْمَاءُ بَاقٍ. وَاَمَّا فِي الْمُؤَقَّتِ فَيَجِبُ الْبِرُّ فِي الْجُزْءِ الْاَخِيرِ مِنَ الْوَقْتِ وَعِنْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَبْقَ مَحَلِّيَّةُ الْبِرِّ لِعَدَمِ التَّصَوُّرِ فَلَا يَجِبُ الْبِرُّ فِيهِ فَتَبْطُلُ الْيَمِينُ كَمَا اِذَا عَقَدَهُ اِبْتِدَاءً فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ.

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ میں آج وہ پانی نہ پیوں گا جو اس پیالے میں ہے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اور اس پیالے میں پانی ہی نہ ہو تو وہ حالف حانث نہ ہوگا مگر جب اس پیالے میں پانی تھا اور رات آنے سے قبل ہی اس کو گرا دیا گیا ہے تو وہ حالف حانث نہ ہوگا اور یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں وہ حانث ہو جائے گا یعنی جب دن گزر جائے گا۔ اور اسی اختلاف پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب قسم اللہ کی ہو۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ طرفین کے نزدیک قسم کے انعقاد اور اس کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ قسم پوری کرنے کا خیال ہو۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ قسم کا انعقاد پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے پس قسم پوری کرنے کا تصور لازمی ہوتا کہ قسم واجب کرنا ممکن ہو جائے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ انعقاد قسم کی بات کرنا ممکن ہے اور وہ اس حالت میں ہو جو طریقہ نیکی کا موجب ہوتا کہ نیکی کے خلیفہ میں اسکا اثر ظاہر ہو اور نیکی کا خلیفہ کفارہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اصل بر کا تصور ضروری ہے تا کہ خلیفہ کے حق میں وہ منعقد ہو سکے اسی وجہ سے یمین غموس کفارے کا موجب بن کر منعقد نہیں ہوا کرتی۔

اور جب قسم مطلق ہو تو پہلی صورت میں طرفین کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا جبکہ دوسری صورت میں وہ سب کے نزدیک حانث ہو جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مطلق اور موقت میں فرق کیا ہے اور اس فرق کی دلیل یہ ہے کہ توقیت وسعت کے لئے ہوتی ہے۔ پس فعل آخری وقت میں ہی واجب ہوگا اور حالف اس سے قبل حانث نہ ہوگا اور قسم مطلق میں اس کو فارغ ہوتے ہی پورا کرنا واجب ہے جبکہ حالف عاجز ہے لہٰذا وہ فوری طور پر حانث ہو جائے گا۔

طرفین نے بھی مطلق اور موقت میں فرق کیا ہے اور فرق کی دلیل یہ ہے کہ مطلق قسم سے فارغ ہوتے ہی اس کو پورا کرنا ضروری ہے البتہ جب محلوف علیہ کے فوت ہونے کے سبب قسم پوری کرنا فوت ہو جائے تو حالف اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور جب حالف فوت ہو جائے تو پانی باقی ہے۔ اور موت میں وقت کے آخری حصے میں قسم کو پورا کرنا واجب ہے اور جزء آخیر کے وقت

قسم پوری کرنے کا تصور ختم ہونے کے سبب نیکی کا محل باقی نہ رہا لہٰذا اس کو پورا کرنا واجب نہ ہوگا' اور وہ قسم باطل ہو جائے گی' جس طرح حالت ابتداء میں اس نے قسم کا انعقاد کیا تھا۔

آسمان پر چڑھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَنَّ السَّمَاءَ أَوْ لَيَقْلِبَنَّ هٰذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ وَحَنِثَ عَقِيبَهَا) وَقَالَ زُفَرُ: لَا تَنْعَقِدُ لِأَنَّهُ مُسْتَحِيلٌ عَادَةً فَأَشْبَهَ الْمُسْتَحِيلَ حَقِيقَةً فَلَا يَنْعَقِدُ .

وَلَنَا أَنَّ الْبِرَّ مُتَصَوَّرٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ الصُّعُودَ إِلَى السَّمَاءِ مُمْكِنٌ حَقِيقَةً ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ يَصْعَدُونَ السَّمَاءَ وَكَذَا تَحَوُّلُ الْحَجَرِ ذَهَبًا بِتَحْوِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِذَا كَانَ مُتَصَوَّرًا يَنْعَقِدُ الْيَمِينُ مُوجِبًا لِخُلْفِهِ ثُمَّ يَحْنَثُ بِحُكْمِ الْعَجْزِ الثَّابِتِ عَادَةً .

كَمَا إِذَا مَاتَ الْحَالِفُ فَإِنَّهُ يَحْنَثُ مَعَ احْتِمَالِ إِعَادَةِ الْحَيَاةِ بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكُوزِ، لِأَنَّ شُرْبَ الْمَاءِ الَّذِي فِي الْكُوزِ وَقْتَ الْحَلِفِ وَلَا مَاءَ فِيهِ لَا يُتَصَوَّرُ فَلَمْ يَنْعَقِدْ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ آسمان پر ضرور چڑھے گا یا وہ اس پتھر کو سونے میں بدل دے گا' تو قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم کے بعد حالف حانث ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قسم منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ حکم عرف میں محال ہے لہٰذا یہاں حقیقت محال ہونے کے مشابہ ہو جائے گی پس قسم منعقد نہ ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حقیقت کے اعتبار قسم پوری ہونا متصور ہے' کیونکہ آسمان پر چڑھنا حقیقت کے اعتبار سے ممکن ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں اور اللہ کے حکم سے پتھر بھی سونے میں بدل سکتا ہے۔ اور جب اس کا تصور ہے' تو قسم اپنے خلیفہ میں موجب بن کر منعقد ہو جائے گی۔ پھر عادت ثابت ہونے والے عجز کے پیش نظر وہ حکم سے حالف ہو جائے گا' جس طرح اگر حالف فوت ہو جائے' تو دوبارہ زندہ ہونے کے احتمال کے سبب وہ بھی حانث ہو جائے گا۔ بہ خلاف مذکورہ مسئلہ کے کیونکہ حلف کے وقت پیالے میں موجود پانی کا پی لینا (جب اس میں پانی نہ ہو) متصور نہیں ہے پس وہاں قسم منعقد نہ ہوگی۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الْكَلَامِ

﴿یہ باب کلام میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

باب کلام میں قسم اٹھانے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب قسم کے بیان میں سکنہ، دخول، خروج، کھانے، پینے کے معانی والی قسموں سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس جامع فعل کو شروع کیا ہے جس سے کئی ابواب نکلتے ہیں اور وہ کلام ہے کیونکہ کلام سے، عتق، طلاق، بیع، شراء اور حج میں قسم، نماز میں قسم، روزے میں قسم اٹھانے کی انواع ہیں۔ پس مصنف علیہ الرحمہ نے جنس کو نوع پر مقدم ذکر کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۴۰، بیروت)

قسموں کا دارومدار الفاظ پر ہونے کا فقہی مفہوم

فقہ حنفی کا مشہور قاعدہ ہے: الْاَيْمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْاَلْفَاظِ لَا عَلَى الْاَغْرَاضِ اس سے قسم، منّت اور تعلیقات (شرط وغیرہ پر متعلق باتوں) کے بے شمار مسائل مستنبط ہوتے ہیں؛ لیکن اس قاعدے میں مذکور دونوں قید (للالفاظ اور للاغراض) کے ظاہر سے، یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ ایمان کی بنیاد صرف الفاظ پر ہے، نیت کا اس میں کوئی دخل نہیں؛ حالاں کہ ایسا نہیں۔

چوں کہ لفظ کے لغوی، اصطلاحی اور عرفی معنی ہوتے ہیں؛ اس لیے ائمہ اربعہ کے درمیان اس باب میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی گفتگو میں یمین (قسم، تعلیق) استعمال کرتا ہے تو اس سے کونسا معنی مراد ہوگا؛ چناں چہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لفظ کا لغوی معنی مراد ہوگا، امام مالک کا کہنا ہے کہ قرآنِ کریم نے جو معنی مراد لیا وہ معنی مراد ہوگا، امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایمان کا مدار نیت پر ہے۔ (فتح القدیر، باب الیمین فی الدخول والسکنی)

حنفیہ کے مسلک میں تفصیل ہے: نہ محض الفاظ پر مدار ہے اور نہ ہی محض نیت پر؛ بل کہ ان کے نزدیک ایمان کی بنیاد (اگر کوئی نیت نہیں ہے) حالف کے عرف پر ہے، اگر کوئی نیت ہو تو اس کی نیت کا اعتبار ہے بہ شرطے کہ لفظ کے اندر اس کی گنجائش ہو، شارح اَشباہ علامہ حموی فرماتے ہیں: وَفِى الْفَتْحِ: الْاَيْمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْعُرْفِ اِذَا لَمْ تَكُنْ نِيَّةٌ فَاِنْ كَانَتْ نِيَّةٌ وَاللَّفْظُ يَحْتَمِلُهُ، اِنْعَقَدَتِ الْيَمِيْنُ بِاعْتِبَارِهَا (نول کشور) اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے باب کا مشہور قاعدہ الْاَيْمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْاَلْفَاظِ لَا عَلَى الْاَغْرَاضِ اپنے عموم پر نہیں ہے۔ اس قاعدے کی تفصیلی وضاحت درج ذیل ہے۔

اس میں الاَلفاظ سے مراد الفاظِ عرفیہ ہیں؛ چناں چہ علامہ شامی نے اس قاعدے کی شرح کرتے ہوئے لکھا قولہ الْاَيْمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْاَلْفَاظِ اَىِ الْاَلْفَاظِ الْعُرْفِيَّةِ اس قید (علی الالفاظ) کا مقصد امام شافعی اور امام مالک کے مسلک سے احتراز ہے؛

اس لیے کہ یہ حضرات لغوی معنی مراد لیتے ہیں یا جو معنی قرآن نے مراد لیا، وہ معنی مراد لیتے ہیں اور دوسری قید یعنی لاعلی الا غراض سے امام احمد بن حنبل کے مسلک سے احتراز ہے؛ اس لیے کہ وہ محض نیت کو مدار مانتے ہیں، ان قیدوں کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایمان کا مدار صرف الفاظ پر ہے، نیت اور مقصد کا اس میں کوئی دخل نہیں؛ علامہ ابن نجیم نے تو البحرالرائق میں اس قاعدے پر بحث کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ قیاس کا تقاضا اگر چہ مبنی برالفاظ ہوتا ہی ہے؛ لیکن استحسان یہ ہے کہ ایمان کا مدار اغراض اور نیتوں پر ہے فَالْحَاصِلُ اَنَّ بِنَاءَ الْحُكْمِ عَلَى الْاَلْفَاظِ هُوَ الْقِيَاسُ وَالْاِسْتِحْسَانُ بِنَاؤُهُ عَلَى الْاَغْرَاضِ ۔

(البحرالرائق، باب الیمین فی الدخول والخروج)

الغرض مذکورہ قاعدہ سے متعلق فقہی عبارات نیز ایمان، نذور اور تعلیق کے مباحث پر نظر ڈالنے سے درج ذیل باتیں مستفاد ہوتی ہیں:

( ) اگر حالف کی نیت نہیں ہے تو الفاظِ یمین سے اس کا عرفی معنی مراد ہوگا اور عرفی معنی کی تعیین قرائن سے کی جائے گی، قرائن درج ذیل امور ہو سکتے ہیں:

(الف) متکلم کی حالت مثلاً اصولِ بزدوی میں ہے وَمِثَالُهُ مَنْ دُعِيَ اِلَى غَدَاءٍ فَحَلَفَ لَا يَتَغَدّٰى، اَنَّهُ يَتَعَلَّقُ بِهِ لِمَا فِيْ غَرْضِ الْمُتَكَلِّمِ مِنْ بِنَاءِ الْجَوَابِ عَلَيْهِ (اصول البزدوی: بیروت) یعنی اگر کسی شخص کو دو پہر کا کھانا کھانے کے لیے بلایا جائے اور وہ قسم کھالے کہ واللہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا، تو اس سے مراد دو پہر کا کھانا ہی ہے؛ لہٰذا اگر اس کے علاوہ دوسرا کھانا کھاتا ہے تو اس سے حانث نہ ہوگا، یہاں دلالت مِن قِبَل المتکلم کی وجہ سے لفظ کے عام معنی کے بجائے متکلم کی غرض کا اعتبار کیا گیا۔

(ب) متکلم جس ماحول میں کلام کر رہا ہے وہ ماحول اور عرف بھی تعیینِ معنی کے لیے قرینہ بنے گا، جیسے لفظ آزاد کر دیا یہ بعض علاقوں میں کثرت سے طلاق کے لیے استعمال ہوتا ہے؛ اس لیے جب ان علاقوں میں کوئی شخص یہ لفظ استعمال کرتے ہوئے اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا تو اس سے طلاق ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تو اس بات کا تذکرہ کسی سے کرے گی تو تجھ پر تین طلاق، پھر چند دنوں کے بعد شوہر نے تذکرہ کرنے کی اجازت دے دی اور عورت نے تذکرہ کر بھی دیا تو عورت پر طلاق نہیں پڑے گی؛ اس لیے کہ عرفاً اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ جب تک اخفا کی ضرورت ہے اس وقت تک اگر کسی سے تذکرہ کیا تو یہ حکم ہے، اس کے بعد اگر وہ عورت کسی سے تذکرہ کرے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی (امدادالاحکام ۲، ط: زکریا) اس کی تائید فتاویٰ عالمگیری کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے: رَجُلٌ خَرَجَ مَعَ الْوَالِيْ وَحَلَفَ بِالطَّلَاقِ اَنْ لَا يَرْجِعَ اِلَّا بِاِذْنِهِ وَسَقَطَ مِنْهُ شَيْءٌ وَرَجَعَ لِذٰلِكَ لَا تُطَلَّقُ (الفتاوى الهندية، الفصل الثالث في تعليق الطلاق) یعنی ایک شخص نے جہاد کے لیے نکلتے وقت یہ کہا کہ اگر وہ بلا اجازتِ امیر لوٹے تو اس کی بیوی پر طلاق، پھر اس کی کوئی چیز گر گئی جسے لینے کے لیے لوٹا تو اس کی بیوی پر طلاق نہ پڑے گی۔

(۱) دوسری بات یہ مستفاد ہوتی ہے کہ اگر متکلم اپنے کلام میں کوئی خاص لفظ استعمال کرتا ہے تو ضروری نہیں ہے یمین کا مدار بھی

اسی خاص لفظ پر ہو؛ بل کہ قرائن سے عام معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے مثلاً شامی میں ہے وَلَوْ قَالَ لَاَضْرِبَنَّكَ بِالسِّيَاطِ حَتّٰى اَقْتُلَكَ فَهٰذَا عَلَى الضَّرْبِ الْوَجِيْعِ (شامی/بیروت) یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تجھے کوڑے سے پٹائی کروں گا تا آں کہ تجھے مار ڈالوں، تو اس سے مراد تکلیف دہ مار پیٹ ہے، خصوصیت کے ساتھ قتل (جان سے مار ڈالنا) مراد نہیں ہے، یہاں خاص لفظ استعمال کیے جانے کے باوجود علامہ شامی کی تصریح کے مطابق خاص معنی مراد نہیں؛ بل کہ معنی عام مراد ہے۔

(۲) اگر حالف الفاظِ یمین سے کسی ایسے معنی کا ارادہ کرے جو ظاہر لفظ کے خلاف ہے؛ لیکن لفظ کے اندر اس کی گنجائش ہے تو وہی منوی معنی مراد ہوگا۔

عالم گیری کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظِ یمین کی مراد کی تعیین کے بارے میں طرفین اور امام ابو یوسف کے درمیان اختلاف ہے، امام ابو یوسف غرض (مقصد) کا اعتبار کرتے ہیں؛ جب کہ طرفین عمومِ لفظ کا؛ چناں چہ عالم گیری میں ہے وَلَوْ قَالَ لَهَا اگر تو باكسے حرام كنى فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، فَاَبَانَهَا فجامَعَها فِي الْعِدَّةِ طُلِّقَتْ عِنْدَهُمَا، لِاَنَّهُمَا يَعْتَبِرَانِ عُمُوْمَ اللَّفْظِ وَاَبُوْ يُوْسُفَ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - يَعْتَبِرُ الْغَرَضَ فَعَلٰى قِيَاسِ قَوْلِه لَا تُطَلَّقُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى (از مولوی اسد اللہ)

کسی سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ فُلَانًا فَكَلَّمَهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ اِلَّا اَنَّهُ نَائِمٌ حَنِثَ) لِاَنَّهُ قَدْ كَلَّمَهُ وَوَصَلَ اِلٰى سَمْعِهِ لٰكِنَّهُ لَمْ يَفْهَمْ لِنَوْمِهِ فَصَارَ كَمَا اِذَا نَادَاهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ لٰكِنَّهُ لَمْ يَفْهَمْ لِتَغَافُلِهِ ۔

وَفِيْ بَعْضِ رِوَايَاتِ الْمَبْسُوْطِ شَرْطٌ اَنْ يُوْقِظَهُ، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا، لِاَنَّهُ اِذَا لَمْ يَتَنَبَّهْ كَانَ كَمَا اِذَا نَادَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ وَهُوَ بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُ صَوْتَهُ ۔

اور اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں سے کلام نہ کرے گا اس کے بعد اس نے اسی حالت میں اسی سے کلام کیا کہ اگر فلاں بیدار ہوتا تو وہ سن لیتا مگر فلاں سویا ہوا تھا تو حالف حانث ہو جائے گا' کیونکہ اس نے فلاں سے گفتگو کی ہے۔ اور اس کی گفتگو فلاں کے کانوں تک پہنچ چکی ہے مگر سونے کے سبب وہ بات کو سمجھ نہ سکا لہٰذا اس پہ اس طرح ہو جائے گا کہ جس طرح حالف نہ پکارا کہ وہ ایسے مقام پر ہے کہ اس کو سن رہا ہے۔ البتہ اپنی غفلت کے سبب اس کو سمجھ نہ سکا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط کی بعض روایات میں یہ شرط بیان کی ہے کہ حالف فلاں شخص کو بیدار کر دے اور اسی پر ہمارے مشائخ فقہاء ہیں۔ کیونکہ جب فلاں شخص بیدار نہیں ہوا ہے' تو اس سے بات کرنا اس طرح ہو جائے گا' جس طرح حالف نے اس کو دور بلایا ہو اور وہ کسی ایسے مقام پر ہو جہاں سے اس کی آواز نہ سن سکے۔

قسم کو اجازت کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ فَاَذِنَ لَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْاِذْنِ حَتّٰى كَلَّمَهُ حَنِثَ) لِاَنَّ الْاِذْنَ مُشْتَقٌّ

مِنَ الْاَذَانِ الَّذِی هُوَ الْاِعْلَامُ، اَوْ مِنَ الْوُقُوْعِ فِی الْاِذْنِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا بِالسَّمَاعِ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يَحْنَثُ لِاَنَّ الْاِذْنَ هُوَ الْاِطْلَاقُ، وَاَنَّهُ يَتِمُّ بِالْاِذْنِ كَالرِّضَا .قُلْنَا: الرِّضَا مِنْ اَعْمَالِ الْقَلْبِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْاِذْنُ عَلٰی مَا مَرَّ .

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں شخص سے اس کی اجازت کے بغیر کلام نہ کرے گا۔اس کے بعد اس نے اجازت دیدی اور حالف کو اجازت کا پتہ نہ چلاحتیٰ کہ اس نے فلاں سے کلام کرلیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔کیونکہ اذن ''اذان سے مشتق ہے اور اس کا معنی خبر دینا ہے یا پھر یہ کان میں آواز پڑنے سے مشتق ہے اور یہ دونوں اشیاء سماع کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اجازت مباح قرار دینے کے حکم میں ہے اور اجازت دینے سے یہ حکم مکمل ہو جاتا ہے' جبکہ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ رضامندی کا تعلق اعمال قلب کے ساتھ ہے لہٰذا اجازت کا یہ حال نہ ہوگا' جس طرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

مہینہ بھر کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ شَهْرًا فَهُوَ مِنْ حِينِ حَلَفَ) لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ لَتَاَبَّدَ الْيَمِيْنُ فَذَكَرَ الشَّهْرَ لِاِخْرَاجِ مَا وَرَاءَهُ فَبَقِيَ الَّذِي يَلِي يَمِيْنَهُ دَاخِلًا عَمَلًا بِدَلَالَةِ حَالِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ وَاللّٰهِ لَاَصُوْمَنَّ شَهْرًا لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ لَمْ تَتَاَبَّدِ الْيَمِيْنُ فَكَانَ ذِكْرُهُ لِتَقْدِيرِ الصَّوْمِ بِهِ وَاَنَّهُ مُنَكَّرٌ فَالتَّعْيِيْنُ اِلَيْهِ

فرمایا:اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ مہینہ بھر کلام نہ کرے گا' تو مہینے کی ابتداء قسم اٹھانے کے وقت سے ہوگی۔کیونکہ اگر وہ مہینے کا ذکر نہ کرتا تو قسم مؤبد ہوتی جبکہ مہینے کا ذکر اس کے سوا کو خارج کرنے کے لئے ہے۔لہٰذا جو زمانہ اس کی قسم سے ملا ہوا ہے وہ قسم اٹھانے والے کی حالت کی دلالت عملی پر داخل قسم ہوگا۔بہ خلاف اس صورت کے کہ جب حالف نے کہا ہو بہ خدا! میں مہینہ بھر روزہ رکھوں گا۔کیونکہ اگر وہ مہینے کا ذکر نہ کرتا تو قسم بھی مؤبد نہ ہوتی۔پس مہینے کا ذکر کرنے کے سبب روزے کا اندازہ کرنے کے لئے ہے' کیونکہ وہ معین نہیں ہے لہٰذا حالف کو تعیین کا حق حاصل ہے۔

کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے والے کا قرآن پڑھنا

(وَاِنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَرَاَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاتِهِ لَا يَحْنَثُ .وَاِنْ قَرَاَ فِي غَيْرِ صَلَاتِهِ حَنِثَ) وَعَلٰی هٰذَا التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ، وَفِي الْقِيَاسِ يَحْنَثُ فِيهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِاَنَّهُ كَلَامٌ حَقِيقَةً .

وَلَنَا اَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ بِكَلَامٍ عُرْفًا وَلَا شَرْعًا، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " اِنَّ صَلَاتَنَا

هَـذِهِ لَا يَـصْـلُـحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ) وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى مُتَكَلِّمًا بَلْ قَارِئًا وَمُسَبِّحًا ۔

اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ بات نہیں کرے گا اس کے بعد اس نے نماز میں قرآن شریف پڑھا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے نماز کے علاوہ قرآن شریف کو پڑھا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ اور اسی حکم کے مطابق سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور قیاس کے مطابق دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے' کیونکہ یہ حقیقت میں کلام ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز میں قرآن شریف کو پڑھنا عرف وشرع کے اعتبار سے کلام نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہماری نماز میں لوگوں کے کلام کو اٹھانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ایک قول کے مطابق ہمارے نزدیک غیر نماز میں بھی تلاوت قرآن سے وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس کو متکلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کو قاری یا تسبیح پڑھنے والا کہتے ہیں۔

طلاق زوجہ کو کلام یوم سے معلق کرنے کا بیان

(وَلَـوْ قَالَ يَوْمَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ) لِأَنَّ اسْمَ الْيَوْمِ إِذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ لَا يَـمْـتَـدُّ يُـرَادُ بِـهِ مُـطْلَقُ الْوَقْتِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ) وَالْكَلَامُ لَا يَمْتَدُّ (وَإِنْ عَنَى النَّهَارَ خَاصَّةً دِينَ فِي الْقَضَاءِ) لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ أَيْضًا ۔

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَدِينُ فِي الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ خِلَافُ الْمُتَعَارَفِ ۔

اور اس نے کہا: جس دن میں فلاں سے گفتگو کروں' تو میری بیوی کو طلاق ہے' تو یہ دن اور رات دونوں پر محمول ہوگا' کیونکہ لفظ یوم جب فعل غیر ممتد کے ساتھ متصل ہو تو اس سے مطلق وقت مراد لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس دن کافروں سے پیٹھ پھیرے گا۔ اور کلام ممتد نہیں ہوتا۔ اور جب حالف نے صرف دن کی نیت کی تو بطور قضاء اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ کیونکہ یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ قضاء میں بھی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ عرف کے خلاف ہے۔

قسم کو رات پر محمول کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَيْلَةَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ خَاصَّةً) لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ كَالنَّهَارِ لِلْبَيَاضِ خَـاصَّةً، وَمَـا جَـاءَ اسْتِعْمَالُهُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ (وَلَوْ قَالَ إِنْ كَلَّمْتُ فُلَانًا إِلَّا أَنْ يَقْدَمَ فُلَانٌ أَوْ قَـالَ حَـتّٰـى يَـقْـدَمَ فُلَانٌ أَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ فُلَانٌ أَوْ حَتّٰى يَأْذَنَ فُلَانٌ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَكَلَّمَهُ قَبْلَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ حَنِثَ، وَلَوْ كَلَّمَهُ بَعْدَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ غَايَةٌ وَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ قَبْلَ

الْغَايَةِ وَمُنْتَهِيَةٌ بَعْدَهَا فَلَا يَحْنَثُ بِالْكَلَامِ بَعْدَ انْتِهَاءِ الْيَمِيْنِ (وَإِنْ مَاتَ فُلَانٌ سَقَطَتِ الْيَمِيْنُ) خِلَافًا لِأَبِي يُوْسُفَ لِأَنَّ الْمَمْنُوْعَ عَنْهُ كَلَامٌ يَنْتَهِي بِالْإِذْنِ وَالْقُدُوْمِ وَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُتَصَوَّرُ الْوُجُوْدِ فَسَقَطَتِ الْيَمِيْنُ. وَعِنْدَهُ التَّصَوُّرُ لَيْسَ بِشَرْطٍ، فَعِنْدَ سُقُوْطِ الْغَايَةِ تَتَأَبَّدُ الْيَمِيْنُ.

اور جب کسی شخص نے کہا: وہ جس رات میں فلاں سے کلام کرے تو اس کا یہ قول صرف رات کے ساتھ خاص ہو گا۔ کیونکہ حقیقت میں رات شب کی تاریکی کا نام ہے۔ جس طرح نہار کا لفظ سفیدی کے ساتھ خاص ہے جبکہ لیل کا لفظ مطلق وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور جب اس نے کہا: اگر میں نے فلاں سے کلام کیا لیکن جب فلاں آجائے یا اس نے اس طرح کہا حتیٰ کہ وہ آجائے یا اس نے کہا: فلاں اجازت دیدے یا اس نے حتیٰ کہ فلاں اجازت دیدے تو اس کی بیوی کو طلاق ہے اور پھر حالف نے فلاں کی اجازت اور اس کے آنے سے قبل ہی بات کر ڈالی تو وہ حانث ہو جائے گا' اور اگر اس نے آنے اور اجازت کے بعد کلام کیا' تو وہ حانث نہ ہو گا' کیونکہ قدوم اور اجازت یہ غایت ہے اور غایت سے قبل یمین باقی ہے اور غایت کے بعد یمین ختم ہو جاتی ہے۔ پس قسم کے ختم ہو جانے کے بعد وہ کلام کرنے سے حانث نہ ہو گا۔ اور اگر فلاں فوت ہو جائے' تو قسم ساقط ہو جائے گی۔

حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے' کیونکہ حالف کے لئے ایسے کلام کی ممانعت تھی جو اذن وقدوم پر مکمل ہو جاتا ہے' لیکن فلاں کی موت کے بعد اس کے وجود تصور بھی باقی نہ رہا لہٰذا یمین ساقط ہو جائے گی۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بر کا تصور شرط نہیں ہے' تو اسقاط غایت کے سبب قسم مؤبد بن جائے گی۔

فلاں کے غلام سے کلام کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ عَبْدَ فُلَانٍ وَلَمْ يَنْوِ عَبْدًا بِعَيْنِهِ أَوِ امْرَأَةَ فُلَانٍ أَوْ صَدِيْقَ فُلَانٍ فَبَاعَ فُلَانٌ عَبْدَهُ أَوْ بَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ أَوْ عَادَى صَدِيْقَهُ فَكَلَّمَهُمْ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ عَقَدَ يَمِيْنَهُ عَلَى فِعْلٍ وَاقِعٍ فِي مَحَلٍّ مُضَافٍ إِلَى فُلَانٍ، إِمَّا إِضَافَةُ مِلْكٍ أَوْ إِضَافَةُ نِسْبَةٍ وَلَمْ يُوْجَدْ فَلَا يَحْنَثُ، قَالَ هٰذَا فِي إِضَافَةِ الْمِلْكِ بِالْاِتِّفَاقِ. وَفِي إِضَافَةِ النِّسْبَةِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يَحْنَثُ كَالْمَرْأَةِ وَالصَّدِيْقِ. قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ: لِأَنَّ هٰذِهِ الْإِضَافَةَ لِلتَّعْرِيْفِ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ وَالصَّدِيْقَ مَقْصُوْدَانِ بِالْهِجْرَانِ فَلَا يُشْتَرَطُ دَوَامُهَا فَيَتَعَلَّقُ الْحُكْمُ بِعَيْنِهِ كَمَا فِي الْإِشَارَةِ.

وَوَجْهُ مَا ذُكِرَ هٰهُنَا وَهُوَ رِوَايَةُ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ أَنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ غَرَضُهُ هِجْرَانَهُ لِأَجْلِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ وَلِهٰذَا لَمْ يُعَيِّنْهُ فَلَا يَحْنَثُ بَعْدَ زَوَالِ الْإِضَافَةِ بِالشَّكِّ (وَإِنْ كَانَتْ يَمِيْنُهُ عَلَى عَبْدٍ بِعَيْنِهِ بِأَنْ قَالَ عَبْدُ فُلَانٍ هٰذَا أَوِ امْرَأَةُ فُلَانٍ بِعَيْنِهَا أَوْ صَدِيْقُ فُلَانٍ بِعَيْنِهِ لَمْ يَحْنَثْ فِي

الْعَبْدِ وَحَنِثَ فِي الْمَرْأَةِ وَالصَّدِيقِ، وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَحْنَثُ فِي الْعَبْدِ اَيْضًا) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ (وَاِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارَ فُلَانٍ هٰذِهِ فَبَاعَهَا ثُمَّ دَخَلَهَا فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْاِخْتِلَافِ)

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کے غلام سے کلام نہ کرے گا۔ اور اس نے کسی معین غلام کی نیت نہ کی ہو اور اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کی بیوی سے یا فلاں کے دوست سے کلام نہ کرے گا پھر اس فلاں نے اپنا غلام بیچ دیا یا اس کی بیوی اس سے بائنہ ہوگئی یا اس نے اپنے دوست سے دشمنی کرلی اور حالف نے ان سے کلام کرلیا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس نے اپنی قسم کو ایسے کلام پر منعقد کیا ہے' جس کسی ایسے محل میں واقع ہوگا جو فلاں کی طرف مضاف ہوگا خواہ اس ملکیت کی اضافت ہو یا نسبت کی ہو۔ حالانکہ دونوں اضافتوں میں کوئی ایک اضافت بھی نہیں پائی جاتی لہٰذا وہ حانث نہ ہوگا۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملکیت کی صورت میں اضافت کے ہونے کا حکم متفق علیہ ہے اور جب اضافت نسبت کی طرف ہو تو اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی حانث ہو جائے گا۔ جس طرح بیوی اور دوست ہے' کیونکہ ان سے کلام کرنے کی صورت میں حانث ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں اس کی دلیل اس طرح بیان کی ہے کہ نسبت تعارف کرانے کے لئے ہوتی ہے' کیونکہ عورت اور دوست دونوں سے ترک کلام کا تصور موجود ہے پس نسبت کا ہمیشہ باقی رہنا شرط نہیں ہے۔ اور حکم ان میں سے ہر ایک کی ذات سے متعلق ہوگا۔ جس طرح اشارے میں ہوتا ہے اور جو مسئلہ اس مقام پر بیان کیا گیا ہے یہ جامع صغیر کی روایت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے حالف کا مقصد یہ ہو ان دونوں کو فلاں کی جانب منسوب ہونے کے سبب چھوڑ دیں۔ اسی سبب کے پیش نظر اس نے محلوف علیہ کو معین نہیں کیا ہے پس زوال اضافت کے سبب شک کی بناء پر حالف حانث نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی قسم کسی معین غلام پر ہے یا اس نے اس طرح کہا کہ فلاں کا یہ غلام یا فلاں کی فلانیہ بیوی یا فلاں کا فلاں دوست تو وہ غلام میں حانث نہ ہوگا' اور عورت اور دوست میں حانث ہو جائے گا۔ یہ شیخین کا موقف ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلام میں بھی حانث ہو جائے گا' اور امام زفر رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کے اس گھر میں داخل نہ ہوگا پھر فلاں نے وہ گھر بیچ دیا اس کے بعد حالف اس میں داخل ہوا تو یہ مسئلہ اسی اختلاف پر مبنی ہے۔

اضافت کا تعارف کے لئے ہونے کا بیان

وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ اَنَّ الْاِضَافَةَ لِلتَّعْرِيفِ وَالْاِشَارَةَ اَبْلَغُ مِنْهَا فِيهِ لِكَوْنِهَا قَاطِعَةً لِلشَّرِكَةِ، بِخِلَافِ الْاِضَافَةِ فَاعْتُبِرَتِ الْاِشَارَةُ وَلَغَتِ الْاِضَافَةُ وَصَارَ كَالصَّدِيقِ وَالْمَرْاَةِ .وَلَهُمَا اَنَّ الدَّاعِيَ اِلَى الْيَمِينِ مَعْنًى فِي الْمُضَافِ اِلَيْهِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَعْيَانَ لَا تُهْجَرُ وَلَا تُعَادٰى لِذَوَاتِهَا،

وَكَذَا الْعَبْدُ لِسُقُوطِ مَنْزِلَتِهِ بَلْ لِمَعْنًى فِي مُلَّاكِهَا فَتَتَقَيَّدُ الْيَمِينُ بِحَالِ قِيَامِ الْمِلْكِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتِ الْإِضَافَةُ إِضَافَةَ نِسْبَةٍ كَالصَّدِيقِ وَالْمَرْأَةِ لِأَنَّهُ يُعَادَى لِذَاتِهِ فَكَانَتِ الْإِضَافَةُ لِلتَّعْرِيفِ وَالدَّاعِي الْمَعْنَى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ غَيْرُ ظَاهِرٍ لِعَدَمِ التَّعْيِينِ، بِخِلَافِ، مَا تَقَدَّمَ

حضرت امام محمد اور امام زفر ﷫ کے فرمان کی دلیل یہ ہے کہ اضافت تعارف کرانے کے لئے ہوتی ہے اور مشار الیہ اضافت سے زیادہ بلاغت والا ہے' کیونکہ اشارہ شرکت کو ختم کر دیتا ہے۔ بہ خلاف اضافت کے پس اشارے کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اور اضافت بیکار ہو جائے گی۔ تو غلام دوست اور عورت کی طرح ہو جائے گا۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ مضاف الیہ میں کوئی ایسا حکم ہے کہ قسم کی جانب داعی ہے۔ کیونکہ یہ ایسے اعیان نہیں ہیں کہ ان کو چھوڑ دیا جائے گا یا ان سے دشمنی کی جائے بلکہ بھی کم مرتبے کے سبب ہے اور وہ بہ ذات خود معادات اور ہجر کے قابل نہیں ہے۔ اور ان سب میں ہجران وعداوت کسی ایسے سبب کے پیش نظر ہوتی ہے' جو ان کے مالکوں میں ہوتا ہے پس قسم قیام ملک کی حالت سے مقید ہوگی۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اضافت کسی نسبت کی بنیاد پر ہو جس طرح دوست اور عورت ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے عداوت ان کی ذات سے ہوتی ہے۔ پس ان میں نسبت تعارف کے لئے ہوگی' جبکہ مضاف الیہ میں قسم کی طرف جانا کسی بھی سبب سے ظاہر نہیں ہے پس اس کو حالف نے متعین نہیں کیا ہے۔ بہ خلاف اس صورت کے جو پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

چادر والے سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ صَاحِبَ هَذَا الطَّيْلَسَانِ فَبَاعَهُ ثُمَّ كَلَّمَهُ حَنِثَ) لِأَنَّ هَذِهِ الْإِضَافَةَ لَا تَحْتَمِلُ إِلَّا التَّعْرِيفَ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادَى لِمَعْنًى فِي الطَّيْلَسَانِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَشَارَ إِلَيْهِ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ هَذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ وَقَدْ صَارَ شَيْخًا حَنِثَ) لِأَنَّ الْحُكْمَ تَعَلَّقَ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ إِذِ الصِّفَةُ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ، وَهَذِهِ الصِّفَةُ لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِينِ عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا: اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ چادر والے سے کلام نہ کرے گا۔ اس کے بعد اس نے چادر فروخت کر دی اور اس کے بعد حالف نے اس سے کلام کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ میں صرف تعارف کا احتمال ہے' کیونکہ انسان سے کسی ایسے سبب سے دشمنی نہیں کی جا سکتی جو سبب اس کی چادر میں ہوتا ہے' تو یہ اس طرح ہو جائے گا' جس طرح حالف نے چادر والے کی طرف اشارہ کیا۔ اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اس جوان سے کلام نہ کرے گا پھر اس کے بعد اس نے اس کے بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ حکم مشار الیہ سے متعلق ہوا۔ پس حاضر میں صفت لغو ہو جائے گی کیونکہ یہ صفت قسم کی طرف لے جانے والی بھی نہیں ہے' جس طرح کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل کلام میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

فصل یمین کلام کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ مسائل منثورہ ہیں' یا شتیٰ ہیں' یا متفرقہ ہیں۔ علامہ کاکی نے کہا ہے: ابواب میں
داخل نہیں ہوتے۔ علامہ اکمل نے کہا ہے مصنفین کی یہ عادت ہے کہ وہ ایسے مسائل کو کتابوں کے آخر میں ذکر کرتے ہیں' کیونکہ
شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے یہ مسائل ابواب میں داخل نہیں ہوتے' جبکہ ان کے فوائد کثیر ہوتے ہیں۔ اور ان مسائل کو منثورہ، متفرقہ
یا شتیٰ کہا جاتا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۴۲۸، حقانیہ ملتان)

ایک لمحے یا زمانے کلام نہ کرنے کی قسم کا بیان

قَالَ (وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ حِينًا اَوْ زَمَانًا اَوِ الْحِينَ اَوِ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلٰى سِتَّةِ اَشْهُرٍ) لِاَنَّ الْحِينَ قَدْ يُرَادُ بِهِ الزَّمَانُ الْقَلِيلُ وَقَدْ يُرَادُ بِهِ اَرْبَعُونَ سَنَةً، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ) وَقَدْ يُرَادُ بِهِ سِتَّةَ اَشْهُرٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (تُؤْتِي اُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ) وَهٰذَا هُوَ الْوَسَطُ فَيَنْصَرِفُ اِلَيْهِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْيَسِيرَ لَا يُقْصَدُ بِالْمَنْعِ لِوُجُودِ الِامْتِنَاعِ فِيهِ عَادَةً، وَالْمُؤَبَّدُ لَا يُقْصَدُ غَالِبًا لِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْاَبَدِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنْهُ يَتَاَبَّدُ فَيَتَعَيَّنُ مَا ذَكَرْنَا .

وَكَذَا الزَّمَانُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِينِ، يُقَالُ مَا رَاَيْتُك مُنْذُ حِينٍ وَمُنْذُ زَمَانٍ بِمَعْنًى وَهٰذَا اِذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ، اَمَّا اِذَا نَوٰى شَيْئًا فَهُوَ عَلٰى مَا نَوٰى لِاَنَّهُ نَوٰى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ (وَكَذٰلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَهُمَا .

وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ: الدَّهْرُ لَا اَدْرِي مَا هُوَ) وَهٰذَا الِاخْتِلَافُ فِي الْمُنَكَّرِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، اَمَّا الْمُعَرَّفُ بِالْاَلِفِ وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْاَبَدُ عُرْفًا .

لَهُمَا اَنَّ دَهْرًا يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِينِ وَالزَّمَانِ يُقَالُ مَا رَاَيْتُك مُنْذُ حِينٍ وَمُنْذُ دَهْرٍ بِمَعْنًى وَاَبُو حَنِيفَةَ تَوَقَّفَ فِي تَقْدِيرِهِ لِاَنَّ اللُّغَاتِ لَا تُدْرَكُ قِيَاسًا وَالْعُرْفُ لَمْ يُعْرَفِ اسْتِمْرَارُهُ

لِاخْتِلَافٍ فِی الْاِسْتِعْمَالِ

فرمایا: اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ایک حین یا ایک زمانے تک یا ایک حین یا زمانے تک فلاں سے کلام نہ کرے گا' تو اس کی یہ قسم چھ ماہ پر محیط ہوگی کیونکہ لفظ حین سے کبھی تھوڑا زمانہ مراد ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے چالیس سال مراد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ "هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ" اور کبھی اس سے چھ ماہ مراد ہوتے ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے" تُؤْتِی اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ "اور یہی درمیانہ وقت ہے لہٰذا حین کو اس کی جانب لوٹایا جائے گا' اور اسکی دلیل یہ ہے کہ تھوڑے سے وقت میں انکار کرنا مقصود نہیں ہوتا کیونکہ تھوڑی دیر کلام نہ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اس سے مؤبد یعنی چالیس سال کا ارادہ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ابد کے درجے میں ہے۔ پس جو مدت ہم بیان کر چکے ہیں وہ معین ہے البتہ زمانے میں حین کی طرح استعمال کیا جاتا ہے جیسے "" اور "منذ حین" دونوں کا معنی ایک ہی ہے اور اس کو چھ ماہ پر محمول کرنا اس صورت میں ہے کہ اگر حالف کی کوئی نیت نہ ہو مگر جب اس نے کسی مدت کی نیت کی ہے' تو اس کی قسم نیت کے مطابق ہوگی کیونکہ حالف نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے۔

صاحبین کے نزدیک دہر کی بھی اتنی ہی مدت ہے (چھ ماہ) جبکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ دہر کی مدت کیا ہے اور یہ اختلاف "دہرا" نکرہ میں ہے اور صحیح اسی طرح ہے۔

جب یہ معرف بہ الف ولام ہو تو اس سے بہ اتفاق عرف ہمیشگی مراد ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے دہرا حین اور زمان کی طرح استعمال ہونے والا ہے پس منذ حین اور منذ دہر دونوں کا ایک ہی معنی ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی کا اندازہ کرنے میں' توقف کیا ہے' کیونکہ قیاس سے لغات معلوم نہیں ہوا کرتیں اور رہا عرف تو اس میں اس کی کوئی مدت معروف نہیں ہے پس اس کے استعمال میں اختلاف ہے۔

مطلق ایام سے تین دنوں کی مراد کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ اَيَّامًا فَهُوَ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ) لِاَنَّهُ اسْمُ جَمْعٍ ذُكِرَ مُنَكَّرًا فَيَتَنَاوَلُ اَقَلَّ الْجَمْعِ وَهُوَ الثَّلَاثُ .وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ الْاَيَّامَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ اَيَّامٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: عَلٰى اَيَّامِ الْاُسْبُوْعِ .وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ الشُّهُوْرَ فَهُوَ عَلٰى عَشَرَةِ اَشْهُرٍ عِنْدَهُ .وَعِنْدَهُمَا عَلَى اثْنَیْ عَشَرَ شَهْرًا لِاَنَّ اللَّامَ لِلْمَعْهُوْدِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، لِاَنَّهُ يَدُوْرُ عَلَيْهَا .

وَلَهُ اَنَّهُ جَمْعٌ مُعَرَّفٌ فَيَنْصَرِفُ اِلٰى اَقْصٰى مَا يُذْكَرُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ وَذٰلِكَ عَشَرَةٌ (وَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَهُ فِی الْجُمَعِ وَالسِّنِيْنَ) وَعِنْدَهُمَا يَنْصَرِفُ اِلَى الْعُمُرِ لِاَنَّهُ لَا مَعْهُوْدَ دُوْنَهُ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ چند دنوں تک کلام نہ کرے گا' تو اس قسم کو تین دنوں پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ ایام اسم جمع ہے' جس کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے پس یہ کم از کم جمع کو شامل ہوگا' اور وہ تین ہے۔ اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ لایکلمہ الایام تو

حضرت امام صاحب علیہ کے نزدیک الرحمہ اس کی قسم دس دنوں پر محمول ہوگی۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ ایک ہفتے تک باقی رہے گی۔ اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ یا یکلمه الشهور ''تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ قسم دس ماہ پر مشتمل ہوگی' جبکہ صاحبین کے نزدیک بارہ ماہ تک باقی رہے گی۔ کیونکہ الف لام معہود کے لئے آتا ہے اور معہود وہی ہے' جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔ کیونکہ ماہ کا دارومدار اسی پر ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ جمع معرف بہ الف ولام ہے پس جمع کے ذکر سے اس کا انتہائی عدد مراد ہوگا اور یہ اسی کی جانب راجع ہوگی اور وہ دس ہے۔ اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ''الجمع'' اور ''السنین'' کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ صاحبین کے نزدیک ان کی قسم تمام عمر کے لئے ہوگی کیونکہ اس سے تھوڑا تو معہود ہی نہیں ہے۔

غلام کی آزادی کو خدمت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ اِنْ خَدَمْتَنِي اَيَّامًا كَثِيرَةً فَاَنْتَ حُرٌّ فَالْاَيَّامُ الْكَثِيرَةُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَشَرَةُ اَيَّامٍ) لِاَنَّهُ اَكْثَرُ مَا يَتَنَاوَلُهُ اسْمُ الْاَيَّامِ، وَقَالَا: سَبْعَةُ اَيَّامٍ لِاَنَّ مَا زَادَ عَلَيْهَا تَكْرَارٌ .وَقِيلَ لَوْ كَانَ الْيَمِينُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ اِلَى سَبْعَةِ اَيَّامٍ لِاَنَّهُ يُذْكَرُ فِيهَا بِلَفْظِ الْفَرْدِ دُونَ الْجَمْعِ .

اور جس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تم نے بہت دنوں تک میری خدمت کی تو تم آزاد ہو۔ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایام کی کثرت سے دس دن مراد ہیں کیونکہ وہ اکثر مقدار ہے' جس کو ایام کا لفظ شامل ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک اس سے سات دن مراد ہوں گے۔ کیونکہ زیادہ ایام سبعہ سے زیادہ تکرار ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قسم فارسی زبان میں ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی سات دنوں کی طرف لوٹنے والی ہے' کیونکہ فارسی میں لفظ ''روز'' مفرد ہی ذکر کیا جاتا ہے یہ جمع کے طور پر مذکور نہیں ہوا کرتا۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِي الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ

﴿یہ باب آزادی اور طلاق میں قسم اٹھانے کے بیان میں ہے﴾

عتق وطلاق کے باب کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یمین سے متعلق مختلف ابواب کو ذکر کرنے کے بعد آزادی اور طلاق میں قسم کھانے سے متعلق اس باب کو شروع کیا ہے' کیونکہ یمین عرف میں آزادی اور طلاق سے متعلق ہے لہٰذا یہ بھی اس کتاب میں ایک منفرد نوع ہے پس اس کو ایک الگ باب میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کا وقوع بھی کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ کہ لوگ طلاق دینے میں قسم کھانے میں تاخیر نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات جلد بازی کرتے ہیں اور طلاق میں طرح طرح کی قسمیں کھاجاتے ہیں۔

طلاق زوجہ کو بچے کی ولادت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهِ اِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَاَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا طَلُقَتْ، وَكَذٰلِكَ اِذَا قَالَ لِاَمَتِهِ اِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَاَنْتِ حُرَّةٌ) لِاَنَّ الْمَوْجُوْدَ مَوْلُوْدٌ فَيَكُوْنُ وَلَدًا حَقِيْقَةً وَيُسَمّٰى بِهٖ فِي الْعُرْفِ، وَيُعْتَبَرُ وَلَدًا فِي الشَّرْعِ حَتّٰى تَنْقَضِيَ بِهِ الْعِدَّةُ، وَالدَّمُ بَعْدَهُ نِفَاسٌ وَاُمُّهُ اُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَتَحَقَّقَ الشَّرْطُ وَهُوَ وِلَادَةُ الْوَلَدِ .

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے بچے کو جنم دیا تو تجھے طلاق ہے پھر اس نے مردہ بچہ جنا تو اس کو طلاق ہوجائے گی اور اسی طرح جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو بچہ جنے گی تو تو آزاد ہے' کیونکہ پیدا ہونے والا بچہ حقیقت میں مولود ہے پس وہ حقیقت میں ولد ہوگا' اور عرف میں اس کو ولد کہا جائے گا' اور شریعت میں بھی اس کو ولد ہی قرار دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہوجائے گی اور اس کے بعد آنے والا خون نفاس کا خون نہ ہوگا' اور اسکی ماں آقا کی ام ولد ہوجائے گی کیونکہ شرط ثابت ہوچکی اور بچے کی ولادت ہوچکی ہے۔

آزادی کو لڑکا جننے سے معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ اِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَهُوَ حُرٌّ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا ثُمَّ آخَرَ حَيًّا عَتَقَ الْحَيُّ وَحْدَهُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: لَا يُعْتَقُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا) لِاَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ بِوِلَادَةِ الْمَيِّتِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا فَتَنْحَلُّ الْيَمِيْنُ لَا اِلٰى جَزَاءٍ لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْحُرِّيَّةِ وَهِيَ الْجَزَاءُ .وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّ مُطْلَقَ

اسْمِ الْوَلَدِ مُقَيَّدٌ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ لِأَنَّهُ قَصَدَ إِثْبَاتَ الْحُرِّيَّةِ جَزَاءً وَهِيَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ تَظْهَرُ فِي دَفْعِ تَسَلُّطِ الْغَيْرِ وَلَا تَثْبُتُ فِي الْمَيِّتِ فَيَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِذَا وَلَدْتِ وَلَدًا حَيًّا، بِخِلَافِ جَزَاءِ الطَّلَاقِ وَحُرِّيَّةِ الْأُمِّ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ مُقَيِّدًا

اور جب کسی شخص نے کہا: اگر تو نے لڑکے کو جنم دیا تو وہ لڑکا آزاد ہے۔ پھر اس نے مردہ لڑکے کو جنم دیا اور اس کے بعد دوسرے لڑکے کو جنم دیا تو امام صاحب کے نزدیک زندہ لڑکا صرف آزاد ہوگا۔ جبکہ صاحبین نے کہا: کوئی بھی آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ مردہ لڑکے کے پیدا ہونے کے سبب شرط ثابت ہو چکی ہے' جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا قسم بغیر جزاء کے واقع ہوگی کیونکہ مردہ لڑکا آزادی کا اہل ہی نہیں ہے حالانکہ آزادی جزاء ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق اسم ولد وصف حیات کے ساتھ مقید ہے' کیونکہ حالف نے جزاء کے سبب اس کی آزادی کا ارادہ کیا ہے اور حریت وہ قوت حکمیہ ہے' جس تسلط غیر کو ختم کرنے کے لئے ظاہر ہوتی ہے' جبکہ مردہ میں یہ قوت ثابت نہیں ہے لہٰذا اسم ولد وصف حیات کے ساتھ متصف ہوگا' اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی حالف نے کہا: اگر تو نے زندہ لڑکے کو جنم دیا تو وہ آزاد ہے بہ خلاف طلاق اور ام ولد کی آزادی کی جزاء کے کیونکہ ان کی جزاء قید کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

غلام کی آزادی کو خریدنے سے معلق کرنے کا بیان

(وَإِذَا قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَى عَبْدًا عَتَقَ) لِأَنَّ الْأَوَّلَ اسْمٌ لِفَرْدٍ سَابِقٍ (فَإِنْ اشْتَرَى عَبْدَيْنِ مَعًا ثُمَّ آخَرَ لَمْ يُعْتَقْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ) لِانْعِدَامِ التَّفَرُّدِ فِي الْأَوَّلَيْنِ وَالسَّبْقِ فِي الثَّالِثِ فَانْعَدَمَتْ الْأَوَّلِيَّةُ (وَإِنْ قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ وَحْدَهُ فَهُوَ حُرٌّ عَتَقَ الثَّالِثُ) لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّفَرُّدُ فِي حَالَةِ الشِّرَاءِ لِأَنَّ وَحْدَهُ لِلْحَالِ لُغَةً وَالثَّالِثُ سَابِقٌ فِي هٰذَا الْوَصْفِ (وَإِنْ قَالَ آخِرُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ لَمْ يُعْتَقْ) لِأَنَّ الْآخِرَ اسْمٌ لِفَرْدٍ لَاحِقٍ وَلَا سَابِقَ لَهُ فَلَا يَكُونُ لَاحِقًا (وَلَوْ اشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ عَتَقَ الْآخِرُ) لِأَنَّهُ فَرْدٌ لَاحِقٌ فَاتَّصَفَ بِالْآخِرِيَّةِ (وَيُعْتَقُ يَوْمَ اشْتَرَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُعْتَبَرَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، وَقَالَا: يُعْتَقُ يَوْمَ مَاتَ) حَتّٰى يُعْتَبَرَ مِنَ الثُّلُثِ لِأَنَّ الْآخِرِيَّةَ لَا تَثْبُتُ إِلَّا بِعَدَمِ شِرَاءِ غَيْرِهِ بَعْدَهُ وَذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ بِالْمَوْتِ فَكَانَ الشَّرْطُ مُتَحَقِّقًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَيَقْتَصِرُ عَلَيْهِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَوْتَ مُعَرِّفٌ فَأَمَّا اتِّصَافُهُ بِالْآخِرِيَّةِ فَمِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَثْبُتُ مُسْتَنِدًا، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ تَعْلِيقُ الطَّلْقَاتِ الثَّلَاثِ بِهِ، وَفَائِدَتُهُ تَظْهَرُ فِي جَرَيَانِ الْإِرْثِ وَعَدَمِهِ .

اور جب کسی شخص نے کہا: میرا وہ پہلا غلام جس کو میں خریدوں' تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے ایک غلام خریدا تو

وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ اول اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے آنے والا ہو۔ مگر جب اس شخص نے ایک ساتھ دو غلام خریدے اس کے بعد تیسرا غلام خریدا تو ان میں سے کوئی غلام بھی آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے دونوں میں مفرد ہونا نہیں پایا گیا اور تیسرے میں پہلے ہونا مفقود ہے۔ لہٰذا اس میں اولیت معدوم ہوگئی۔ اور اگر اس نے اس طرح کہا کہ وہ پہلا غلام جس کو میں تنہا خریدوں تو وہ آزاد ہے تو تیسرا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں خریدنے کی حالت میں مفرد ہونا مراد ہے۔ کیونکہ لغت میں وحدہ حال کے لئے آتا ہے جبکہ تیسرا غلام اس وصف میں آنے والا ہے۔ اور جب اس نے کہا: وہ آخری غلام جس کو میں خریدوں تو وہ آزاد ہے اس کے اس نے ایک غلام خریدا اور شخص خود فوت ہو گیا تو اس کا وہ غلام آزاد نہ ہوگا۔ کیونکہ لفظ آخر کا استعمال فرد لاحق کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں اس غلام سے پہلے آنے والا کوئی غلام ہی نہیں ہے۔ پس یہ غلام لاحق نہ ہوگا اور جب آقا نے ایک غلام خریدا اس کے بعد دوسرا غلام خریدا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گیا تو دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں پر دوسرا فرد لاحق ہے پس یہ وصف آخر ہونے سے متصف ہونے والا ہے۔

حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک جس دن وہ غلام خریدا ہے اسی دن آزاد ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اسکی آزادی پورے مال میں معتبر ہوگی جبکہ صاحبین نے کہا: جس دن آقا فوت ہوا ہے اس دن آزاد ہوگا۔ اور اس کی آزادی تہائی مال سے اعتبار کی جائے گی۔ کیونکہ اسکے حق میں آخریت کا وصف تب ثابت ہوگا جب اس کے بعد کوئی غلام نہ خریدا جائے۔ اور غلام کی عدم خرید آقا کی موت سے ثابت ہوئی ہے۔ لہٰذا شرط آزادی بھی آقا کی موت کے وقت ثابت ہوگی اور آزادی کا انحصار اسی پر ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ موت یہ بتانے والی ہے کہ یہ اس کا خریدا ہوا آخری غلام ہے۔ اور وصف آخر سے متصف ہونے یہ خریدنے کے وقت سے ثابت ہے۔ پس آزادی وقت خرید کی طرف منسوب کی جائے گی۔ اسی اختلاف کی بنیاد پر وصف آخریت کے ساتھ طلاق ثلاثہ کو معلق کرنے کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔ اور اس اختلاف کا فائدہ میراث کے جاری ہونے یا نہ ہونے میں بھی ظاہر ہوگا۔

آزادی کو خوشخبری سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ كُلُّ عَبْدٍ بَشَّرَنِي بِوِلَادَةِ فُلَانَةَ فَهُوَ حُرٌّ فَبَشَّرَهُ ثَلَاثَةٌ مُتَفَرِّقِينَ عَتَقَ الْأَوَّلُ) لِأَنَّ الْبِشَارَةَ اسْمٌ لِخَبَرٍ يُغَيِّرُ بَشَرَةَ الْوَجْهِ، وَيُشْتَرَطُ كَوْنُهُ سَارًّا بِالْعُرْفِ، وَهَذَا إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ مِنَ الْأَوَّلِ (وَإِنْ بَشَّرُوهُ مَعًا عَتَقُوا) لِأَنَّهَا تَحَقَّقَتْ مِنَ الْكُلِّ .

اور جس نے کہا: ہر وہ غلام جس نے مجھے فلاں کے ہاں ولادت کی خوشخبری دی تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس کو تین غلاموں نے الگ الگ خوشخبری دی تو پہلا غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ خوشخبری وہ خبر ہے جو چہرے کا رنگ بدل ڈالے البتہ معاشرے میں اس خبر کا خوش کرنے کا ہونا شرط ہے جبکہ یہ بات صرف پہلے غلام سے ثابت ہوئی ہے۔ اور جب تینوں نے ایک ساتھ خوشخبری دی تو تینوں آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب خوشخبری تینوں سے ثابت ہوئی ہے۔

غلام کی آزادی کوخرید سے معلق کرنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ اِنْ اشْتَرَيْتُ فُلَانًا فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ يَنْوِي بِهِ كَفَّارَةَ يَمِينِهِ لَمْ يَجْزِ) لِاَنَّ الشَّرْطَ قِرَانُ النِّيَّةِ بِعِلَّةِ الْعِتْقِ وَهِيَ الْيَمِينُ، فَاَمَّا الشِّرَاءُ فَشَرْطُهُ (وَاِنْ اشْتَرَى اَبَاهُ يَنْوِي عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِهِ اَجْزَاَهُ عِنْدَنَا) خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ .

لَهُمَا اَنَّ الشِّرَاءَ شَرْطُ الْعِتْقِ، فَاَمَّا الْعِلَّةُ فَهِيَ الْقَرَابَةُ وَهٰذَا لِاَنَّ الشِّرَاءَ اِثْبَاتُ الْمِلْكِ وَالْاِعْتَاقُ اِزَالَتُهُ وَبَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ .

وَلَنَا اَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ اِعْتَاقٌ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَنْ يَجْزِيَ وَلَدٌ وَالِدَهُ اِلَّا اَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ) جَعَلَ نَفْسَ الشِّرَاءِ اِعْتَاقًا لِاَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ غَيْرُهُ وَصَارَ نَظِيرُ قَوْلِهِ سَقَاهُ فَاَرْوَاهُ (وَلَوْ اشْتَرَى اُمَّ وَلَدِهِ لَمْ يُجْزِهِ) وَمَعْنَى هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ اَنْ يَقُولَ لِاَمَةٍ قَدْ اسْتَوْلَدَهَا بِالنِّكَاحِ: اِنْ اشْتَرَيْتُكِ فَاَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِي ثُمَّ اشْتَرَاهَا فَاِنَّهَا تُعْتَقُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَلَا يُجْزِيهِ عَنْ الْكَفَّارَةِ لِاَنَّ حُرِّيَّتَهَا مُسْتَحَقَّةٌ بِالِاسْتِيلَادِ فَلَا تَنْضَافُ اِلَى الْيَمِينِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَالَ لِقِنَّةٍ اِنْ اشْتَرَيْتُكِ فَاَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِي حَيْثُ يُجْزِيهِ عَنْهَا اِذَا اشْتَرَاهَا لِاَنَّ حُرِّيَّتَهَا غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِجِهَةٍ اُخْرَى فَلَمْ تَخْتَلَّ الْاِضَافَةُ اِلَى الْيَمِينِ وَقَدْ قَارَنَتْهُ النِّيَّةُ

اور جب کسی شخص نے کہا: اگر میں فلاں غلام کوخریدوں' تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے اس کو اسی حالت میں خرید لیا اور وہ اس سے قسم کے کفارے کی نیت کیے ہوئے ہے' تو اس کا کفارہ ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ نیت کے لئے شرط ہے کہ وہ آزادی کی علت ساتھ متصل ہو۔ اور خریداری کا معاملہ تو وہ آزادی کے لئے شرط ہے۔

اور جب کسی نے اپنے باپ کو قسم کا کفارہ ادا کرنے کی نیت سے خریدا تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔ حضرت امام شافعی اور امام زفر عِشِیْنَةِ کا اختلاف ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ خرید آزادی کی شرط ہے البتہ علت کا حکم تو وہ قرابت ہے اور یہ اس وجہ سے ہے خرید اثبات ملکیت ہے' جبکہ آزادی ملکیت کا ازالہ ہے اور اثبات وازالہ میں فرق واضح ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ قریبی آدمی کوخریدنا آزادی ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے باپ کو اس سے بہتر اور کوئی بدلہ نہیں دے سکتا البتہ یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اس کوخرید کر آزاد کردے۔ یہاں محض خریدنے کو آزادی قرار دیا گیا ہے' کیونکہ خریدنے کے علاوہ اس میں دوسری کوئی شرط نہیں پائی جارہی لہٰذا یہ عربی میں ''سقاہ فاراہ'' اس کو پانی پلا کر سیراب کردیا ہے کی مثال ہوجائے گی۔

اور جب کسی شخص نے اپنی ام ولد کا کفارے کی نیت سے خریدا تو جائز نہیں ہے اور مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ وہ کسی ایسی باندی سے جس کو اس نے نکاح کے ذریعے ام ولد بنایا ہو اور پھر وہ کہے کہ اگر میں تجھے خریدوں' تو میرے لئے قسم کے کفارے سے آزاد ہے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ وہی باندی خریدی تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں شرط پائی جا رہی ہے' لیکن کفارے سے کافی نہ ہوگی کیونکہ اس کی آزادی ام ولد بنانے سے ثابت ہوئی ہے۔ پس اس کو قسم کی طرف تمام اجانب سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔ بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب اس نے کسی خاص باندی سے کہا کہ اگر میں تجھے خریدوں' تو کفارہ قسم میں' تو آزاد ہے۔ تو وہ کفارے میں آزاد ہو جائے گی۔ جیسے ہی آدمی اس کو خریدے گا۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی دوسری جانب حریت کو ثابت کرنے والی نہیں ہے۔ پس آزادی کو قسم کی طرف منسوب کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی کیونکہ نیت کفارہ خریدنے سے ملی ہوئی ہے۔

باندی کی آزادی کو جماع سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ) (قَالَ اِنْ تَسَرَّيْتُ جَارِيَةً فَهِيَ حُرَّةٌ) فَتَسَرَّى جَارِيَةً كَانَتْ فِي مِلْكِهِ عَتَقَتْ لِاَنَّ الْيَمِيْنَ انْعَقَدَتْ فِي حَقِّهَا لِمُصَادَفَتِهَا الْمِلْكَ وَهٰذَا لِاَنَّ الْجَارِيَةَ مُنَكَّرَةٌ فِي هٰذَا الشَّرْطِ فَتَتَنَاوَلُ كُلَّ جَارِيَةٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ (وَاِنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَتَسَرَّاهَا لَمْ تُعْتَقْ) خِلَافًا لِزُفَرَ فَاِنَّهُ يَقُوْلُ: التَّسَرِّيْ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِي الْمِلْكِ فَكَانَ ذِكْرُهُ ذِكْرَ الْمِلْكِ وَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ لِاَجْنَبِيَّةٍ اِنْ طَلَّقْتُكِ فَعَبْدِيْ حُرٌّ يَصِيْرُ التَّزَوُّجُ مَذْكُوْرًا .

وَلَنَا اَنَّ الْمِلْكَ يَصِيْرُ مَذْكُوْرًا ضَرُوْرَةَ صِحَّةِ التَّسَرِّيْ وَهُوَ شَرْطٌ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ وَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ صِحَّةِ الْجَزَاءِ وَهُوَ الْحُرِّيَّةُ، وَفِي مَسْاَلَةِ الطَّلَاقِ اِنَّمَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ الشَّرْطِ دُوْنَ الْجَزَاءِ، حَتّٰى لَوْ قَالَ لَهَا اِنْ طَلَّقْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا وَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً لَا تَطْلُقُ ثَلَاثًا فَهٰذِهِ وِزَانُ مَسْاَلَتِنَا .

اور جس شخص نے کہا: اگر میں اپنی باندی سے جماع کروں' تو وہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے ایسی باندی سے جماع کیا جو اس کی ملکیت میں ہے' تو وہ باندی آزاد ہو جائے گی کیونکہ قسم اس باندی کے حق میں پائی گئی ہے اور اس لئے کہ وہ آقا کی ملکیت سے ملی ہوئی ہے اور اس یہ حکم اس دلیل کے سبب بھی ہے کہ اس شرط میں باندی نکرہ ہے پس ایک ایک کر کے ہر باندی کو شامل ہوگا اور جب اس نے باندی کو خرید کر اس سے جماع کیا' تو اس قسم سے وہ باندی آزاد نہ ہوگی۔

امام زفر رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک تسری ملکیت میں صحیح ہے لہٰذا تسری کا ذکر ملکیت ہی کا ذکر ہے لہٰذا یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے کسی شخص نے اجنبی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے طلاق دوں میرا غلام آزاد ہے۔ اس قول کے مطابق نکاح کرنا مذکور ہو جائے گا۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ تسری کے صحیح ہونے کے لئے بطور ضرورت ملکیت مذکور ہوگی اور شرط بھی یہی چیز ہے پس

ضرورت کے مطابق ملکیت مقدر ہوگی۔ لہٰذا جزاء کے حق میں اس کا اظہار نہ ہوگا' جبکہ طلاق والے مسئلہ میں ملکیت صرف شرط کے حق میں ظاہر ہوگی۔ اور یہ جزاء کے حق میں ظاہر نہ ہوگی یہاں تک کہ جب اس نے کسی اجنبی عورت سے کہا کہ جب میں تجھے طلاق دوں' تو تو مطلقہ ثلاثہ ہے اس کے بعد اس نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس کو طلاق دی تو مطلقہ ثلاثہ نہ ہوگی یہی مسئلہ ہمارے مسئلے کی مثال ہے۔

آزادی میں لفظ کل کے احاطے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي حُرٌّ تُعْتَقُ أُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ وَمُدَبَّرُوهُ وَعَبِيدُهُ) لِوُجُودِ الْإِضَافَةِ الْمُطْلَقَةِ فِي هَؤُلَاءِ، إِذْ الْمِلْكُ ثَابِتٌ فِيهِمْ رَقَبَةً وَيَدًا (وَلَا يُعْتَقُ مُكَاتَبُوهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُمْ) لِأَنَّ الْمِلْكَ غَيْرُ ثَابِتٍ يَدًا وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ أَكْسَابَهُ وَلَا يَحِلُّ لَهُ وَطْءُ الْمُكَاتَبَةِ، بِخِلَافِ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرَةِ فَاخْتَلَّتْ الْإِضَافَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ النِّيَّةِ ۔

اور جس شخص نے کہا: میرا ہر مملوک آزاد ہے' تو اس کے امہات اولاد، مدبر اور تمام غلام آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان تمام میں علی الاطلاق اضافت پائی جا رہی ہے' کیونکہ ان میں رقبہ اور قبضہ دونوں کے اعتبار سے ملکیت ثابت ہے ہاں اس کے مکاتب آزاد نہ ہوں گے ہاں جب آقا ان کی نیت کرے کیونکہ قبضہ کے اعتبار سے مکاتب کی ملکیت ثابت نہیں ہے' کیونکہ وہ مکاتب کی کمائی کا مالک نہ ہے اور مکاتبہ اس لئے نہیں کہ اس سے اس کے لئے وطی کرنا حلال نہیں ہے' جبکہ ام ولد اور مدبرہ میں ایسا نہیں ہے۔ اور مکاتب میں خلل ڈالنے والی چیز اضافت ہے لہٰذا اس کے لئے نیت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

بیویوں کو مطلقہ کہنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِنِسْوَةٍ لَهُ هَذِهِ طَالِقٌ أَوْ هَذِهِ وَهَذِهِ طَلُقَتْ الْأَخِيرَةُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأُولَيَيْنِ) لِأَنَّ كَلِمَةَ أَوْ لِإِثْبَاتِ أَحَدِ الْمَذْكُورَيْنِ وَقَدْ أَدْخَلَهَا بَيْنَ الْأُولَيَيْنِ ثُمَّ عَطَفَ الثَّالِثَةَ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ لِأَنَّ الْعَطْفَ لِلْمُشَارَكَةِ فِي الْحُكْمِ فَيَخْتَصُّ بِمَحَلِّهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِحْدَاكُمَا طَالِقٌ وَهَذِهِ (وَكَذَا إِذَا قَالَ لِعَبِيدِهِ هَذَا حُرٌّ أَوْ هَذَا وَهَذَا عَتَقَ الْأَخِيرُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأُولَيَيْنِ) لِمَا بَيَّنَّا ۔

اور جب کسی شخص نے اپنی بیویوں سے کہا یہ مطلقہ یا یہ اور یہ تو آخر والی مطلقہ ہو جائے گی۔ اور پہلی دونوں میں اس کے لئے اختیار رہوگا' کیونکہ کلمہ ''او'' مذکورین میں سے کسی ایک کے اثبات کے لئے ہے۔ اور حالف نے اس کو اپنی پہلی دونوں بیویوں کے درمیان میں داخل کیا ہے۔ اور اس کے بعد مطلقہ پر تیسری کا عطف ڈالا ہے۔ کیونکہ عطف حکم کی مشارکت کے لئے ہوتا ہے۔ پس وہ اپنے محل کے ساتھ خاص ہوگا۔ یہ اسی طرح ہو جائے گا جیسے اس نے اس طرح کہا احدا کما طالق وھذہ'' اور اسی جب کسی نے اپنے غلاموں سے کہا کہ یہ آزاد ہے یا یہ اور یہ تو آخری غلام آزاد ہو جائے گا' جبکہ پہلے دونوں میں اس کو اختیار دیا جائے گا۔ اور اس کی دلیل وہی ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِی الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالتَّزَوُّجِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

یہ باب خرید وفروخت اور تزویج وغیرہ میں قسم کھانے کے بیان میں ہے

باب بیع وشراء کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے غیر ذالک سے مراد طلاق، عتاق اور ضرب مراد لیا ہے' کیونکہ ان چیزوں کا تصرف قسم کے کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ ان کے کثرت وقوع کے سبب ان کو مابعد سے مقدم ذکر کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۹۰، بیروت)

خرید وفروخت میں قسم کا اطلاق عرف میں عام ہے بلکہ ہمارے لاہور اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں ابھی کئی بازاروں میں قسم کھانے کا رواج عام ہے بلکہ گاہک کو ڈیل کرنے کے مختلف طریقے بنائے ہیں' جن سے کلام کبھی صراحت کے ساتھ قسم کے الفاظ اور کبھی کنایہ کے ساتھ حلف ویقین دہانی کرانے کے لئے طرز کلام استعمال کیا جاتا ہے۔

خرید وفروخت نہ کرنے کی قسم کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَبِيعُ اَوْ لَا يَشْتَرِی اَوْ لَا يُؤَاجِرُ فَوَكَّلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ الْعَقْدَ وُجِدَ لَهُ مِنَ الْعَاقِدِ حَتّٰى كَانَتِ الْحُقُوقُ عَلَيْهِ، وَلِهٰذَا لَوْ كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْحَالِفُ يَحْنَثُ فِی يَمِيْنِهِ فَلَمْ يُوجَدْ مَا هُوَ الشَّرْطُ وَهُوَ الْعَقْدُ مِنَ الْاٰمِرِ، وَاِنَّمَا الثَّابِتُ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ اِلَّا اَنْ يَنْوِیَ ذٰلِكَ لِاَنَّ فِيهِ تَشْدِيدًا اَوْ يَكُوْنَ الْحَالِفُ ذَا سُلْطَانٍ لَا يَتَوَلَّى الْعَقْدَ بِنَفْسِهِ لِاَنَّهُ يَمْنَعُ نَفْسَهُ عَمَّا يَعْتَادُهُ

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ نہ بیع کرے گا نہ خریدے گا' اور نہ اجرت پر دے گا پھر اس نے ایسے بندے کو وکیل بنایا جس نے یہ تمام کام سرانجام دیدیئے۔ تو حالف حانث نہ ہوگا' کیونکہ یہاں عقد عاقد کی جانب سے پایا جارہا ہے حتیٰ کہ عقد کے حقوق عاقد سے متعلق ہیں۔ لہٰذا اگر حالف عاقد ہوتا تو وہ حانث ہو جاتا پس جو اس میں شرط تھی وہ نہیں پائی گئی اور عقد کا آمر کی طرف پایا جانا تھا لہٰذا آمر کے لئے عقد کا حکم تو ثابت ہو چکا ہے ہاں البتہ جب اس نے اسکی نیت کی ہو کیونکہ اس میں مشقت ہے یا حالف دبدبے والا ہو اور بہ ذات خود عقد نہ کرتا ہو کیونکہ اس نے خود ایسے کام سے روکا ہے' جس کو نہ کرنا اس کی عادت ہے۔

شادی نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَتَزَوَّجُ اَوْ لَا يُطَلِّقُ اَوْ لَا يُعْتِقُ فَوَكَّلَ بِذٰلِكَ حَنِثَ) لِاَنَّ الْوَكِيْلَ فِي هٰذَا سَفِيْرٌ وَمُعَبِّرٌ وَلِهٰذَا لَا يُضِيفُهُ اِلٰى نَفْسِهِ بَلْ اِلَى الْاٰمِرِ، وَحُقُوقُ الْعَقْدِ تَرْجِعُ اِلَى الْاٰمِرِ لَا اِلَيْهِ (وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ اَنْ لَا اَتَكَلَّمَ بِهِ لَمْ يَدِيْنَ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً) وَسَنُشِيرُ اِلَى الْمَعْنٰى فِي الْفَرْقِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور جس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ شادی نہ کرے گا یا طلاق نہیں دے گا یا آزاد نہیں کرے گا پھر اس نے اس کا وکیل بنایا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ اس حوالے سے وکیل ترجمان وسفیر ہے اسی سبب سے وہ عقد کو اپنی جانب مضاف کرنے والا نہیں ہے' بلکہ وہ اس کو آمر کی طرف منسوب کرتا ہے اور عقد کے حقوق آمر کی طرف لوٹنے والے ہیں وکیل کی طرف نہ ہوں گے۔ اور جب حالف نے کہا: میری نیت یہ تھی کہ ان کاموں میں خود کلام نہ کروں گا' تو صرف قضاء کے اعتبار سے اس کی تصدیق کر لی جائے۔ اور ہم ان شاء اللہ ان کا فرق بیان کریں گے۔

غلام کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(لَوْ حَلَفَ لَا يَضْرِبُ عَبْدَهُ اَوْ لَا يَذْبَحُ شَاتَه فَاَمَرَ غَيْرَهُ فَفَعَلَ يَحْنَثُ فِي يَمِيْنِهِ) لِاَنَّ الْمَالِكَ لَهُ وِلَايَةُ ضَرْبِ عَبْدِهِ وَذَبْحِ شَاتِه فَيَمْلِكُ تَوْلِيَتَهُ غَيْرَهُ ثُمَّ مَنْفَعَتُهُ رَاجِعَةٌ اِلَى الْاٰمِرِ فَيُجْعَلُ هُوَ مُبَاشِرًا اِذْ لَا حُقُوقَ لَهُ تَرْجِعُ اِلَى الْمَاْمُورِ (وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ اَنْ لَا اَتَوَلّٰى ذٰلِكَ بِنَفْسِي دِيْنَ فِي الْقَضَاءِ) بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ اَنَّ الطَّلَاقَ لَيْسَ اِلَّا تَكَلُّمًا بِكَلَامٍ يُفْضِي اِلٰى وُقُوعِ الطَّلَاقِ عَلَيْهَا، وَالْاَمْرُ بِذٰلِكَ مِثْلُ التَّكَلُّمِ بِهِ وَاللَّفْظُ يَنْتَظِمُهُمَا، فَاِذَا نَوَى التَّكَلُّمَ بِهِ فَقَدْ نَوَى الْخُصُوصَ فِي الْعَامِّ فَيَدِينُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً، اَمَّا الذَّبْحُ وَالضَّرْبُ فَفِعْلٌ حِسِّيٌّ يُعْرَفُ بِاَثَرِهِ، وَالنِّسْبَةُ اِلَى الْاٰمِرِ بِالتَّسْبِيبِ مَجَازٌ، فَاِذَا نَوَى الْفِعْلَ بِنَفْسِهِ فَقَدْ نَوَى الْحَقِيقَةَ فَيُصَدَّقُ دِيَانَةً وَقَضَاءً

اور جب کسی شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے غلام نہ مارے گا' اور وہ اپنی بکری کو ذبح نہ کرے گا اس کے بعد اس نے کسی دوسرے شخص کو یہی کام کرنے کا حکم دیا اور اس نے یہ کام کر دیئے تو حالف حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ حالف اپنے غلام اور اپنی بکری کا مالک ہے اور اس کو غلام کو مارنے اور بکری کو ذبح کرنے کی ولایت حاصل ہے پس اس کے لئے یہ حق ہوگا کہ وہ کسی دوسرے بندے کا اس کا مالک بنا دے اور فقہ کا قاعدہ ہے۔''' جو شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے وہ دوسرے کو اس کا مالک بنانے کا حق رکھتا ہے۔ غلام کو مارنے اور بکری کو ذبح کرنے کا نفع خود آمر و حالف کی طرف لوٹنے والا ہے پس حالف کو ہی عاقد و مباشر قرار دیں گے

اور جب حالف ہی مباشر ہوگا (تو لازمی امر ہے کہ وہی حانث ہوگا) کیونکہ ان کاموں کے حقوق ما مور کی طرف لوٹنے والے نہیں ہیں۔ اور جب حالف نے یہ کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ میں بذات خود یہ کام نہ کروں گا' تو بطور قضاء اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ البتہ طلاق وعتاق کے مسائل میں ایسا نہیں ہے' جو بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اور فرق کی دلیل یہ ہے طلاق صرف بولنے کا نام ہے' جو بیوی پر وقوع طلاق کا سبب ہے اور طلاق کا حکم دینا کلام کی طرح ہے اور لفظ قسم ان دونوں کو شامل ہے مگر جب حالف نے خود اس سے بولنے کی نیت کی۔ تو اس نے عام میں خاص کی نیت کی ہے۔ تو بطور دیانت اس کی تصدیق کی جائے گی لیکن بطور قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی' جبکہ مارنا اور ذبح کرنا یہ حسی فعل ہے۔ جو اپنے اثر سے جان لیا جاتا ہے۔ اور آمر کے سبب ہونے کی وجہ سے اس کی طرف ان کی نسبت مجازی طور پر ہوتی ہے۔ اور جب حالف نے خود اس کام کی نیت کی ہے' تو اس یہ اسطرح ہوا جیسے اس نے حقیقت کی نیت کی ہے' تو اب بطور دیانت وقضاء اس کی تصدیق کی جائے گی۔

بیٹے کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَضْرِبُ وَلَدَهُ فَأَمَرَ إِنْسَانًا فَضَرَبَهُ لَمْ يَحْنَثْ) فِي يَمِينِهِ لِأَنَّ مَنْفَعَةَ ضَرْبِ الْوَلَدِ عَائِدَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ التَّأَدُّبُ وَالتَّثَقُّفُ فَلَمْ يَنْسِبْ فِعْلَهُ إِلَى الْآمِرِ، بِخِلَافِ الْآمِرِ بِضَرْبِ الْعَبْدِ لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الِائْتِمَارِ بِأَمْرِهِ عَائِدَةٌ إِلَى الْآمِرِ فَيُضَافُ الْفِعْلُ إِلَيْهِ (وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ إِنْ بِعْت لَك هَذَا الثَّوْبَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَدَسَّ الْمَحْلُوفُ عَلَيْهِ ثَوْبَهُ فِي ثِيَابِ الْحَالِفِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْبَيْعِ فَيَقْتَضِي اخْتِصَاصَهُ بِهِ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ بِأَمْرِهِ إذْ الْبَيْعُ تَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ وَلَمْ تُوجَدْ، بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ إنْ بِعْت ثَوْبًا لَك حَيْثُ يَحْنَثُ إذَا بَاعَ ثَوْبًا مَمْلُوكًا لَهُ، سَوَاءٌ كَانَ بِأَمْرِهِ أَوْ بِغَيْرِ أَمْرِهِ عَلِمَ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ، لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْعَيْنِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إلَيْهِ فَيَقْتَضِي الِاخْتِصَاصَ بِهِ، وَذَلِكَ بِأَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا لَهُ، وَنَظِيرُهُ الصِّيَاغَةُ وَالْخِيَاطَةُ وَكُلُّ مَا تَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ، بِخِلَافِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَضَرْبِ الْغُلَامِ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النِّيَابَةَ فَلَا يَفْتَرِقُ الْحُكْمُ فِيهِ فِي الْوَجْهَيْنِ.

اور جب کسی نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے لڑکے کو نہ مارے گا پھر اس نے کسی دوسرے کا مارنے کا حکم دیا اور ما مور نے اس کو مارا تو حالف اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا' کیونکہ بچے کو مارنے کا فائدہ بچے ہی کی طرف لوٹنے والا ہے اور وہ اس کو ادب سکھانا اور سمجھانا ہے پس اب ما مور کا عمل آمر کی طرف منسوب نہ ہوگا البتہ جب غلام کو مارنے کا حکم دیں' تو یہ مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس کا فائدہ آمر کے حکم کو بجالانا ہے پس یہاں آمر کا آڈر ما مور کی منسوب ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے دوسرے آدمی کو کہا کہ جب میں یہ تمہارے لئے کپڑا فروخت کروں' تو اس کی بیوی کو طلاق ہے اس کے

بعد محلوف علیہ نے حالف کے کپڑوں میں ایک کپڑا چھپا دیا اور حالف نے اس کو بیچ دیا جبکہ اس کو چھپانے کا پتہ ہی نہیں ہے تو حانث نہ ہوگا' کیونکہ حرف لام بیع داخل ہوا ہے اور بیع کو محلوف علیہ پر ساتھ خاص کرنے کا تقاضہ کرنے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ حالف محلوف علیہ کے حکم سے یہ کام کرے کیونکہ میں نیابت جاری ہوتی ہے۔ اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے کہا: میں نے تمہارا کپڑا فروخت کیا' تو (میری بیوی کو طلاق ہے) تو جب محلوف علیہ کی ملکیت والا کپڑا فروخت کرے گا' تو وہ حانث ہو جائے گا۔ اگر چہ وہ اس کے حکم سے کرے یا اس کے حکم کے بغیر کرے اور خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو' کیونکہ حرف لام عین پر داخل ہوا ہے اور وہی عین یعنی کپڑا حرف لام کے قریب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کپڑا محلوف علیہ کا مملوک ہو اور اس کی مثال زرگری اور درزی ہے اور ہر وہ چیز جس میں نیابت جاری ہو۔ البتہ کھانے پینے اور غلام کو مارنے میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ ان میں سے کسی میں بھی نیابت کا احتمال ہی نہیں ہے پس دونوں صورتوں میں اس کا حکم ایک سا ہوگا۔

غلام کی آزادی کو فروخت سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ هٰذَا الْعَبْدُ حُرٌّ اِنْ بِعته فَبَاعَهُ عَلٰى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَتَقَ) لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْبَيْعُ وَالْمِلْكُ فِيهِ قَائِمٌ فَيَنْزِلُ الْجَزَاءُ (وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ الْمُشْتَرِي اِنْ اشْتَرَيْته فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ عَلٰى اَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَتَقَ) اَيْضًا لِاَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الشِّرَاءُ وَالْمِلْكُ قَائِمٌ فِيهِ، وَهٰذَا عَلٰى اَصْلِهِمَا ظَاهِرٌ، وَكَذَا عَلٰى اَصْلِهِ لِاَنَّ هٰذَا الْعِتْقَ بِتَعْلِيقِهِ وَالْمُعَلَّقُ كَالْمُنْجَزِ، وَلَوْ نَجَزَ الْعِتْقَ يَثْبُتُ الْمِلْكُ سَابِقًا عَلَيْهِ فَكَذَا هٰذَا

(وَمَنْ قَالَ اِنْ لَمْ اَبِعْ هٰذَا الْعَبْدَ اَوْ هٰذِهِ الْاَمَةَ فَامْرَاَتُهُ طَالِقٌ فَاَعْتَقَ اَوْ دَبَّرَ طَلُقَتْ امْرَاَتُهُ) لِاَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ عَدَمُ الْبَيْعِ لِفَوَاتِ مَحَلِّيَّةِ الْبَيْعِ

اور جب کسی شخص نے کہا: میرا غلام آزاد ہے' اگر میں اس کو بیچوں اس کے بعد اس نے خیار شرط کے ساتھ اس کو فروخت کر دیا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جارہی ہے اور وہ شرط بیع ہے اور غلام میں ابھی تک حالف کی ملکیت باقی ہے پس جزاء بھی ثابت ہوگی اور اسی طرح جب کسی مشتری نے کہا: جب میں اس کو خریدوں' تو یہ آزاد ہے اس کے بعد اس نے اس کو خیار شرط کے ساتھ خریدا۔ تب وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جارہی ہے اور وہ شرط بیع ہے۔ اور اس میں مشتری کی ملکیت موجود ہے۔

صاحبین کی دلیل ملکیت کی بقاء ہے' جبکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دلیل پر بھی وہ باقی ہے' کیونکہ یہ معلق آزاد ہے اور معلق آزادی منجز کی طرح ہوتی ہے اور جب مشتری کو منجز کر دیتا ہے' تو آزادی سے پہلے اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے پس یہ بھی ایسے ہی ہو جائے گا۔ اور جس شخص نے کہا: میں نے یہ غلام یا باندی فروخت نہ کی تو میری بیوی کو طلاق ہے اس کے بعد اس نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور باندی کو مدبر بنا دیا تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی کیونکہ شرط پائی جارہی ہے اور وہ شرط بیع ہے۔ اور بیع کا محل فوت ہو چکا

ہے۔(لہٰذا حکم ثابت ہو جائے گا)

بیوی کی طلاق کو معلق کرنے کا بیان

(وَاِذَا قَالَتِ الْمَرْاَةُ لِزَوْجِهَا تَزَوَّجْتَ عَلَيَّ فَقَالَ كُلُّ امْرَاَةٍ لِي طَالِقٌ ثَلَاثًا طُلِّقَتْ هٰذِهِ الَّتِي حَلَّفَتْهُ فِي الْقَضَاءِ) وَعَنْ اَبِي يُوْسُفَ اَنَّهَا لَا تَطْلُقُ لِاَنَّهُ اَخْرَجَهُ جَوَابًا فَيَنْطَبِقُ عَلَيْهِ، وَلِاَنَّ غَرَضَهُ اِرْضَاؤُهَا وَهُوَ بِطَلَاقِ غَيْرِهَا فَيَتَقَيَّدُ بِهِ.

وَجْهُ الظَّاهِرِ عُمُوْمُ الْكَلَامِ وَقَدْ زَادَ عَلٰى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدِئًا، وَقَدْ يَكُوْنُ غَرَضُهُ اِيْحَاشُهَا حِيْنَ اعْتَرَضَتْ عَلَيْهِ فِيْمَا اَحَلَّهُ الشَّرْعُ وَمَعَ التَّرَدُّدِ لَا يَصْلُحُ مُقَيِّدًا، وَاِنْ نَوٰى غَيْرَهَا يُصَدَّقُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِاَنَّهُ تَخْصِيْصُ الْعَامِّ.

جب بیوی خاوند کو کہے' تو نے مجھ پر دوسری بیوی کر رکھی ہے' تو خاوند اس کو جواب میں یوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں۔ تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی۔ اور جب زوجہ نے قسم لے کر پوچھا حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بیوی مطلقہ نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصد بیوی کو راضی کرنا ہے' جبکہ رضا طلاق کے سوائے حاصل ہوگی نہ طلاق سے ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا خاوند کا قول وصف غیر کے ساتھ مقید ہوگا۔

قضاءً یہی حکم ہوگا' کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے' جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعاً حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے' تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی، ہاں اگر دوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے' جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کر سکتی۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الْحَجِّ وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ

﴿یہ باب نماز، حج اور روزے میں قسم کے بیان میں ہے﴾

نماز، حج اور روزے کی قسم کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کو لباس کے باب سے مقدم ذکر کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق عبادات سے ہے اور سابقہ ابواب یمین سے مؤخر ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کا وقوع کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس میں تین طرح کے مسائل کا بیان ہے۔ ایک نوع یہ ہے کہ جس قسم سے تمام فقہاء کے نزدیک حج و عمرہ لازم ہو جاتے ہیں اور دوسری نوع یہ ہے کہ جس سے کوئی چیز بھی لازم نہیں آتی اور تیسری نوع کے مطابق اختلافی مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۱۲۰، بیروت)

پیدل حج کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ وَهُوَ فِي الْكَعْبَةِ اَوْ فِي غَيْرِهَا عَلَيَّ الْمَشْيُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ اِلَى الْكَعْبَةِ فَعَلَيْهِ حِجَّةٌ اَوْ عُمْرَةٌ مَاشِيًا وَاِنْ شَاءَ رَكِبَ وَاَهْرَاقَ دَمًا) وَفِي الْقِيَاسِ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ لِاَنَّهُ الْتَزَمَ مَا لَيْسَ بِقُرْبَةٍ وَاجِبَةٍ وَلَا مَقْصُوْدَةٍ فِي الْاَصْلِ، مَاْثُوْرٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. وَلِاَنَّ النَّاسَ تَعَارَفُوا اِيْجَابَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَصَارَ كَمَا اِذَا قَالَ عَلَيَّ زِيَارَةُ الْبَيْتِ مَاشِيًا فَيَلْزَمُهُ مَاشِيًا، وَاِنْ شَاءَ رَكِبَ وَاَرَاقَ دَمًا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْمَنَاسِكِ (وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ الْخُرُوْجُ اَوِ الذَّهَابُ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِاَنَّ الْتِزَامَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ بِهٰذَا اللَّفْظِ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ (وَلَوْ قَالَ: عَلَيَّ الْمَشْيُ اِلَى الْحَرَمِ اَوْ اِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ (وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي قَوْلِهِ عَلَيَّ الْمَشْيُ اِلَى الْحَرَمِ حِجَّةٌ اَوْ عُمْرَةٌ) وَلَوْ قَالَ اِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْاِخْتِلَافِ.

لَهُمَا اَنَّ الْحَرَمَ شَامِلٌ عَلَى الْبَيْتِ، وَكَذَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ فَصَارَ ذِكْرُهُ كَذِكْرِهِ، بِخِلَافِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِاَنَّهُمَا مُنْفَصِلَانِ عَنْهُ.

وَلَهُ اَنَّ الْتِزَامَ الْاِحْرَامِ بِهٰذِهِ الْعِبَارَةِ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ وَلَا يُمْكِنُ اِيْجَابُهٗ بِاعْتِبَارِ حَقِيْقَةِ اللَّفْظِ فَامْتَنَعَ اَصْلًا

فرمایا: اور جو شخص کعبہ میں ہو یا کسی اور مقام پر ہو اور اس نے یہ کہا کہ مجھ پر بیت اللہ تک یا کعبہ شریف تک پیدل چلنا واجب ہے۔ تو اس پر پیدل حج یا عمرہ کرنا واجب ہے اور جب وہ چاہے تو وہ سوار ہو جائے اور دم دے جبکہ قیاس کے مطابق اس پر کچھ واجب نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز کو لازم کیا ہے جو قربت واجبہ میں سے نہیں ہے اور نہ مقصود بہ ذات ہے اور ہمارا مذہب حضرت المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کیونکہ اس لفظ سے حج یا عمرہ کرنے کا وجوب لوگوں میں معروف ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے جیسے اس نے کہا: مجھ پر پیدل بیت اللہ کی زیارت کرنا واجب ہے تو اس پر پیدل ہی واجب ہوگا اور اگر وہ چاہے تو سوار ہو کر کرے اور دم دے اور اس کو ہم کتاب المناسک میں بیان کر چکے ہیں۔ اور جب کسی شخص نے کہ مجھ پر بیت اللہ کے لئے نکلنا یا جانا واجب ہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ اس لفظ سے حج یا عمرے کا لزوم معروف نہیں ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا: مجھ پر صفا اور مروہ تک چلنا واجب ہے تو اس پر بھی کچھ واجب نہ ہوگا اور یہ حکم امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے کہا: اس کے قول ''علی المشی الی الحرم'' کہنے میں اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے ''الی المسجد الحرام'' کہا تو بھی اسی اختلاف پر ہوگا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لفظ حرم بیت اللہ کو شامل ہے کیونکہ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں البتہ مسجد حرام بھی بیت اللہ کو شامل ہے پس حرم کا ذکر بیت اللہ کے ذکر کے مشابہ ہو جائے گا بہ خلاف صفا اور مروہ کے کیونکہ وہ دونوں بیت اللہ سے الگ ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اس جملے سے احرام باندھنے کا لزوم معروف نہیں ہے اور لفظ کے معنی حقیقی کا اعتبار کرتے ہوئے احرام کو واجب کرنا بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ یقیناً منع ہو جائے گا۔

حج نہ کرنے کی قسم پر غلام کو آزاد کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ عَبْدِيْ حُرٌّ اِنْ لَمْ اَحُجَّ الْعَامَ، وَقَالَ: حَجَجْتُ وَشَهِدَ شَاهِدَانِ اَنَّهٗ ضَحّٰى الْعَامَ بِالْكُوْفَةِ لَمْ يُعْتَقْ عَبْدُهٗ)، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُعْتَقُ لِاَنَّ هٰذِهٖ شَهَادَةٌ قَامَتْ عَلٰى اَمْرٍ مَعْلُوْمٍ وَهُوَ التَّضْحِيَةُ، وَمِنْ ضَرُوْرَتِهٖ انْتِفَاءُ الْحَجِّ فَيَتَحَقَّقُ الشَّرْطُ .

وَلَهُمَا اَنَّهَا قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْهَا نَفْيُ الْحَجِّ لَا اِثْبَاتُ التَّضْحِيَةِ لِاَنَّهٗ لَا مَطَالِبَ لَهَا فَصَارَ كَمَا اِذَا شَهِدُوْا اَنَّهٗ لَمْ يَحُجَّ الْعَامَ .

غَايَةُ الْاَمْرِ اَنَّ هٰذَا النَّفْيَ مِمَّا يُحِيْطُ عِلْمُ الشَّاهِدِ بِهٖ وَلٰكِنَّهٗ لَا يُمَيِّزُ بَيْنَ نَفْيٍ وَنَفْيٍ تَيْسِيْرًا

اور جس شخص نے کہا بہ خدا! اگر میں اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے اس کے بعد اس نے کہا: میں نے حج کر لیا ہے اور دیگر لوگوں نے بھی گواہی دیدی کہ حالف نے اس سال کوفہ میں قربانی دی ہے تو اس کا غلام آزاد نہ ہوگا اور یہ شیخین

کے نزدیک یہی حکم ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکا غلام آزاد ہو جائے گا' کیونکہ یہ شہادت ایک معلوم حکم ہے یعنی قربانی واقع ہوئی ہے اور اس کے لوازمات میں سے حج کا نہ ہونا ہے لہٰذا شرط پائی جائے گی۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ یہ شہادت نفی پر قائم ہے لہٰذا اس کا مقصود حج کی نفی ہے نہ قربانی کو ثابت کرنا ہے' کیونکہ قربانی کے اثبات کوئی معنی نہیں رکھتا لہٰذا یہ اس طرح ہو جائے گا کہ چند لوگوں نے گواہی دی کہ اس نے حج نہیں کیا اور زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ یہ نفی اس طرح ہو جائے گی' جس طرح گواہی کا علم محیط ہو جائے گا لیکن آسانی کے سبب ایک نفی اور دوسری نفی میں فرق نہ کیا جائے گا۔

روزہ نہ رکھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَصُوْمُ فَنَوَى الصَّوْمَ وَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ اَفْطَرَ مِنْ يَوْمِهِ حَنِثَ) لِوُجُوْدِ الشَّرْطِ اِذْ الصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الْمُفْطِرَاتِ عَلٰى قَصْدِ التَّقَرُّبِ (وَلَوْ حَلَفَ لَا يَصُوْمُ يَوْمًا اَوْ صَوْمًا فَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ اَفْطَرَ لَا يَحْنَثُ) لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّوْمُ التَّامُّ الْمُعْتَبَرُ شَرْعًا وَذٰلِكَ بِاِنْهَائِهِ اِلٰى آخِرِ الْيَوْمِ، وَالْيَوْمُ صَرِيْحٌ فِي تَقْدِيْرِ الْمُدَّةِ بِهِ

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ روزہ نہ رکھے گا اس کے بعد اس نے روزے کی نیت کر لی اور تھوڑی دیر تک روزہ رہا اس کے بعد اسی دن میں افطار کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ شرط پائی جا رہی ہے۔ کیونکہ تقرب کی نیت سے مفطر صیام سے بچنے کا نام روزہ ہے اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایک دن روزہ نہ رکھے گا یا ایک روزہ نہ رکھے گا اس کے بعد اس نے تھوڑی دیر کے لئے روزہ رکھا اور پھر اس نے افطار کر لیا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس سے مراد مکمل روزہ ہے' جو شرعی طور پر معتبر ہے اور دن کے آخر تک روزے کا پورا ہونا ہے اور روزے کی مدت کو پورا کرنے کے لئے یوم کا لفظ صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

نماز نہ پڑھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يُصَلِّي فَقَامَ وَقَرَاَ وَرَكَعَ لَمْ يَحْنَثْ، وَاِنْ سَجَدَ مَعَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَطَعَ حَنِثَ) وَالْقِيَاسُ اَنْ يَحْنَثَ بِالْاِفْتِتَاحِ اعْتِبَارًا بِالشُّرُوْعِ فِي الصَّوْمِ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ الصَّلَاةَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَرْكَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، فَمَا لَمْ يَاْتِ بِجَمِيْعِهَا لَا يُسَمّٰى صَلَاةً، بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِاَنَّهُ رُكْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْاِمْسَاكُ وَيَتَكَرَّرُ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي (وَلَوْ حَلَفَ لَا يُصَلِّي صَلَاةً لَا يَحْنَثُ مَا لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ) لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّلَاةُ الْمُعْتَبَرَةُ شَرْعًا وَاَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ لِلنَّهْيِ عَنِ الْبُتَيْرَاءِ .

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ نماز نہ پڑھے گا اس کے بعد وہ کھڑا ہوا اور اس نے قرأت کی اور رکوع کیا' تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اگر اس نے اس کے ساتھ سجدہ کیا پھر نیت توڑی تو وہ حانث ہو جائے گا' اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ روزے پر قیاس کرتے ہوئے نماز شروع کرتے ہی وہ حانث ہو جائے گا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نماز مختلف ارا کین کے مجموعے کا نام ہے پس جب تک پورے ارکان کے ساتھ نماز ادا نہ کرے گا اس کو نماز نہ کہا جائے گا۔ جبکہ روزے میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ وہ ایک ہی رکن کا نام ہے اور رکنا ہے اور یہ امساک دوسرے اجزاء میں مکرر ہوتا رہتا ہے۔ اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ کوئی نماز نہ پڑھے گا' تو جب تک دو رکعت نہ پڑھے تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس جملے سے اس طرح کی نماز مراد ہے اور نماز کی مقدار کم از کم بھی دو رکعت ہے' کیونکہ ایک رکعت والی نماز سے منع کیا گیا ہے۔

باب الیمین فی لبس الثیاب والحلی وغیرہ ذالک

﴿یہ باب کپڑے اور زیورات وغیرہ پہننے کی قسم کے بیان میں ہے﴾

باب الباس ثوب وزیورات کی قسم میں فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے صوم وحج کے قسم کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد زیورات اور کپڑوں کو پہننے سے متعلق قسم کے بیان کو شروع کیا ہے کیونکہ یہ عام معمول کی اشیاء ہیں لہٰذا کم اہمیت کے سبب ان کے باب کو مؤخر ذکر کیا ہے اور عبادات واحکام سے متعلق قسم کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ معاملات سے بھی اخلاقیات کی طرف جانے والا ہے۔

بیوی کے کاتے ہوئے سوت پہننے سے قسم کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهِ: اِنْ لَبِسْتِ مِنْ غَزْلِكِ فَهُوَ هَدْيٌ فَاشْتَرَى قُطْنًا فَغَزَلَتْهُ وَنَسَجَتْهُ فَلَبِسَهُ فَهُوَ هَدْيٌ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا: لَيْسَ عَلَيْهِ اَنْ يُهْدِيَ حَتّٰى تَغْزِلَ مِنْ قُطْنٍ مَلَكَهُ يَوْمَ حَلَفَ) وَمَعْنَى الْهَدْيِ التَّصَدُّقُ بِهِ بِمَكَّةَ لِاَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُهْدٰى اِلَيْهَا. لَهُمَا اَنَّ النَّذْرَ اِنَّمَا يَصِحُّ فِي الْمِلْكِ اَوْ مُضَافًا اِلَى سَبَبِ الْمِلْكِ وَلَمْ يُوجَدْ لِاَنَّ اللُّبْسَ وَغَزْلَ الْمَرْاَةِ لَيْسَا مِنْ اَسْبَابِ مِلْكِهِ.

وَلَهُ اَنَّ غَزْلَ الْمَرْاَةِ عَادَةً يَكُوْنُ مِنْ قُطْنِ الزَّوْجِ وَالْمُعْتَادُ هُوَ الْمُرَادُ وَذٰلِكَ سَبَبٌ لِمِلْكِهِ، وَلِهٰذَا يَحْنَثُ اِذَا غَزَلَتْ مِنْ قُطْنٍ مَمْلُوكٍ لَهُ وَقْتَ النَّذْرِ لِاَنَّ الْقُطْنَ لَمْ يَصِرْ مَذْكُورًا .

اور جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنوں تو وہ ہدی ہے۔ اس کے بعد اس نے روئی خریدی اور اسکی بیوی نے اس کا سوت کر کپڑا بنادیا اور حالف نے وہ کپڑا پہن لیا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ کپڑا ہدی ہے۔

صاحبین کے نزدیک شوہر پر ہدی کرنا واجب نہیں ہے حتیٰ کہ بیوی اس سوت سے کپڑا کاتے جس دن خاوند قسم کا مالک ہو کیونکہ ہدی کا معنی یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں صدقہ کیا جائے اور ہدی اس کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں بطور صدقہ بھیجی گئی ہو جبکہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نذر یا ملکیت میں صحیح ہوتی ہے یا پھر ملکیت کے سبب کی مضاف ہو کر صحیح ہوا کرتی ہے اور یہاں ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے کیونکہ پہننا اور عورت کا سوت کاتنا یہ دونوں خاوند کے اسباب ملکیت میں سے نہیں ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عام طور پر عورت خاوند ہی کی روئی سے سوت کاتنے والی ہے اور اس کی یہی حد ہے اور یہی خاوند کا مالک ہونے کا سبب ہے لہٰذا اگر عورت نذر کے وقت شوہر کی مملوکہ روئی سے سوت کات لے تو شوہر حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ قطن کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

زیور نہ پہننے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ حُلِيًّا فَلَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ لَمْ يَحْنَثْ) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحُلِيٍّ عُرْفًا وَلَا شَرْعًا حَتَّى أُبِيحَ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ وَالتَّخَتُّمُ بِهِ لِقَصْدِ الْخَتْمِ (وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَهَبٍ حَنِثَ) لِأَنَّهُ حُلِيٌّ وَلِهٰذَا لَا يَحِلُّ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ. (وَلَوْ لَبِسَ عِقْدَ لُؤْلُؤٍ غَيْرِ مُرَصَّعٍ لَمْ يَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا يَحْنَثُ) لِأَنَّهُ حُلِيٌّ حَقِيقَةً حَتَّى سُمِّيَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ. وَلَهُ أَنَّهُ لَا يَتَحَلَّى بِهِ عُرْفًا إِلَّا مُرَصَّعًا، وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ. وَقِيلَ هٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ، وَيُفْتَى بِقَوْلِهِمَا لِأَنَّ التَّحَلِّيَ بِهِ عَلَى الِانْفِرَادِ مُعْتَادٌ

اور جب کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ زیور نہ پہنے گا اس کے بعد اس نے چاندی کی انگوٹھی پہن لی تو وہ حانث نہ ہوگا‘ کیونکہ یہ عرفی اور شرعی طور پر زیور نہیں ہے‘ کیونکہ مردوں کے لئے اس کا استعمال جائز ہے اور مہر کے مقصد کے لئے اس کو پہننا جائز ہے اور اگر اس نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو وہ حانث ہو جائے گا‘ کیونکہ یہ زیور ہے اور مردوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے اور جب حالف نے جڑے ہوئے موتی کا ہار پہن لیا تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ حانث نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک وہ حانث ہو جائے گا‘ کیونکہ یہ حقیقت میں زیور ہے‘ کیونکہ قرآن میں اس کو زیور کہا گیا ہے‘ جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عرف میں بغیر جڑے موتیوں کا ہار زیور نہیں سمجھا جاتا اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمانے اور عہد کا اختلاف ہے لہٰذا اس زمانے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا‘ کیونکہ صرف موتیوں کو بطور زیور پہننا معروف ہے۔

بستر پر نہ سونے کی قسم کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ فَنَامَ عَلَيْهِ وَفَوْقَهُ قِرَامٌ حَنِثَ) لِأَنَّهُ تَبَعُ الْفِرَاشِ فَيُعَدُّ نَائِمًا عَلَيْهِ (وَإِنْ جَعَلَ فَوْقَهُ فِرَاشًا آخَرَ فَنَامَ عَلَيْهِ لَا يَحْنَثُ) لِأَنَّ مِثْلَ الشَّيْءِ لَا يَكُونُ تَبَعًا لَهُ فَقَطَعَ النِّسْبَةَ عَنِ الْأَوَّلِ.

اور جس شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ بستر پر نہ سوئے گا۔ اس کے بعد وہ ایسے بستر پر سو گیا جس پر چادر پڑی ہوئی تھی تو وہ حانث ہو جائے گا‘ کیونکہ چادر اس فراش کے تابع ہے پس اس کو فراش پر سویا ہوا سمجھا جائے گا‘ اور اگر اس بستر پر کوئی دوسرا بستر ڈال دیا گیا ہے اور پھر حالف اس پر جا کر سو گیا ہے‘ تو وہ حانث نہ ہوگا‘ کیونکہ کسی چیز کی مثل اس کے تابع نہیں ہوتی پس پہلے سے

نسبت ختم ہو جائے گی۔

زمین پر نہ بیٹھنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَجْلِسُ عَلَى الْاَرْضِ فَجَلَسَ عَلٰى بِسَاطٍ اَوْ حَصِيرٍ لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّهُ لَا يُسَمّٰى جَالِسًا عَلَى الْاَرْضِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاَرْضِ لِبَاسُهُ لِاَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ فَلَا يُعْتَبَرُ حَائِلًا (وَاِنْ حَلَفَ لَا يَجْلِسُ عَلٰى سَرِيرٍ فَجَلَسَ عَلٰى سَرِيرٍ فَوْقَهُ بِسَاطٌ اَوْ حَصِيرٌ حَنِثَ) لِاَنَّهُ يُعَدُّ جَالِسًا عَلَيْهِ، وَالْجُلُوسُ عَلَى السَّرِيرِ فِي الْعَادَةِ كَذٰلِكَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا جَعَلَ فَوْقَهُ سَرِيرًا آخَرَ لِاَنَّهُ مِثْلُ الْاَوَّلِ فَقَطَعَ النِّسْبَةَ عَنْهُ .

اور اگر اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ زمین پر نہ بیٹھے گا اس کے بعد وہ ٹاٹ یا چٹائی پر بیٹھ گیا تو وہ حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس کو زمین پر بیٹھنا نہیں کہہ سکتے۔ بہ خلاف اس کے کہ جب اس حالف اور زمین کے درمیان لباس حائل ہو کیونکہ لباس اس کے تابع ہے پس اس کو حائل نہ سمجھا جائے گا' اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ تخت پر نہ بیٹھے گا اس کے بعد وہ ایسے تخت پر بیٹھ گیا جس پر ٹاٹ یا چٹائی پڑی ہوئی تھی' تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کو تخت پر بیٹھا ہوا سمجھا جائے گا' اور تخت پر بیٹھنے کا یہی طریقہ ہے بہ خلاف اس کے کہ جب تخت پر کوئی دوسرا تخت ڈال دیں کیونکہ اب یہ پہلے ہی کی طرح ہو جائے گا' اور پہلے تخت سے تعلق ختم ہو جائے گا۔

بَابُ الْيَمِيْنِ فِى الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ

﴿ یہ باب قتل وضرب وغیرہ میں قسم کے بیان میں ہے ﴾

باب قتل وضرب کی قسم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے الباس ثوب وغیرہ کے باب کے بعد باب یمین ضرب وقتل کا بیان کیا ہے اس کا ایک سبب تاخر یہ ہے کہ اس قسم کی یمین کا وقوع بہت کم ہوتا ہے اور دوسرا سبب یہ ہے اس قسم کی یمین کو عرف بھی پسند نہیں کرتا لہٰذا قلت وقوع کے سبب اور نادریت کے سبب اس باب کو مؤخر کیا گیا ہے۔

مارنے سے متعلق قسم کا فقہی بیان

علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو فعل ایسا ہے کہ اس میں مردہ وزندہ دونوں شریک ہیں یعنی دونوں کے ساتھ متعلق ہوسکتا ہے' تو اس میں زندگی وموت دونوں حالتوں میں قسم کا اعتبار ہے جیسے نہلانا کہ زندہ کو بھی نہلا سکتے ہیں اور مردہ کو بھی۔ اور جو فعل ایسا ہے کہ زندگی کے ساتھ خاص ہے اس میں خاص زندگی کی حالت کا اعتبار ہوگا مرنے کے بعد کرنے سے قسم ٹوٹ جائیگی یعنی جبکہ اس فعل کے کرنے کی قسم کھائی۔ اور اگر نہ کرنے کی قسم کھائی اور مرنے کے بعد وہ فعل کیا' تو نہیں ٹوٹے گی۔ جیسے وہ فعل جس سے لذت یا رنج یا خوشی ہوتی ہے کہ ظاہر میں یہ زندگی کے ساتھ خاص ہیں اگرچہ شرعاً مردہ بھی بعض چیزوں سے لذت پاتا ہے اور اسے بھی رنج وخوشی ہوتی ہے مگر ظاہر بیں نگاہیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور قسم کا مدار حقیقت شرعیہ پر نہیں بلکہ عرف پر ہے لہٰذا ایسے افعال میں خاص زندگی کی حالت معتبر ہے۔ اس قاعدہ کے متعلق بعض مثالیں سنو: مثلاً قسم کھائی کہ فلاں کو نہیں نہلائے گا یا نہیں اوڑھائے گا یا کپڑا نہیں پہنائے گا' اور مرنے کے بعد اسے غسل دیا یا اس کا جنازہ اُٹھایا یا اسے کفن پہنایا تو قسم ٹوٹ گئی کہ یہ فعل اس کی زندگی کے ساتھ خاص نہ تھے۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں کو ماروں گا یا اس سے کلام کروں گا یا اس کی ملاقات کو جاؤں گا یا اسے پیار کروں گا اور یہ افعال اُس کے مرنے کے بعد کیے یعنی اُسے مارا یا اُس سے کلام کیا یا اُس کے جنازہ یا قبر پر گیا یا اُسے پیار کیا' تو قسم ٹوٹ گئی کہ اب وہ ان افعال کا محل نہ رہا۔ قسم کھائی کہ اپنی عورت کو نہیں مارے گا' اور اس کے بال پکڑ کر کھینچے یا اس کا گلا گھونٹ دیا یا دانت سے کاٹ لیا یا چٹکی لی اگر یہ افعال غصہ میں ہوئے' تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر ہنسی ہلسی میں ایسا ہوا تو نہیں۔ اسی طرح اگر دل لگی میں مرد کا سر عورت کے سر سے لگا اور عورت کا سر ٹوٹ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

(بحرالرائق کتاب الایمان بیروت)

غلام کی آزادی کو مارنے سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ اِنْ ضَرَبْتُكَ فَعَبْدِي حُرٌّ فَمَاتَ فَضَرَبَهُ فَهُوَ عَلَى الْحَيَاةِ) لِاَنَّ الضَّرْبَ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ يَتَّصِلُ بِالْبَدَنِ، وَالْاِيلَامُ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ، وَمَنْ يُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ تُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ فِي قَوْلِ الْعَامَّةِ وَكَذَلِكَ الْكِسْوَةُ لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكُ عِنْدَ الْاِطْلَاقِ، وَمِنْهُ الْكِسْوَةُ فِي الْكَفَّارَةِ وَهُوَ مِنَ الْمَيِّتِ لَا يَتَحَقَّقُ اِلَّا اَنْ يَنْوِيَ بِهِ السَّتْرَ، وَقِيلَ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ اِلَى اللُّبْسِ (وَكَذَا الْكَلَامُ وَالدُّخُولُ) لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْكَلَامِ الْاِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يُنَافِيهِ، وَالْمُرَادُ مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهِ زِيَارَتُهُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ يُزَارُ قَبْرُهُ لَا هُوَ، (وَلَوْ قَالَ: اِنْ غَسَّلْتُكَ فَعَبْدِي حُرٌّ فَغَسَّلَهُ بَعْدَ مَا مَاتَ يَحْنَثُ) لِاَنَّ الْغُسْلَ هُوَ الْاِسَالَةُ وَمَعْنَاهُ التَّطْهِيرُ وَيَتَحَقَّقُ ذَلِكَ فِي الْمَيِّتِ.

اور جس شخص نے کہا: اگر میں تم کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کی یہ قسم زندگی سے متعلق ہوگی کیونکہ ضرب اس تکلیف والے عمل کا نام ہے جو جسم کو لگے جبکہ میت کے حق میں تکلیف ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس میں زندگی کا اعتبار کیا گیا ہے اور کپڑا پہنانے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ مطلق طور پر کسوہ سے مراد مالک بنانا ہے اور کفارے والا کپڑا بھی اسی سے ہے اور کفارے میں کپڑا دینا میت کے حق میں ثابت نہیں ہوتا البتہ جب حالف اس سے پردہ پوشی کرنے کا ارادہ کرے اور یہ بھی کہا گیا ہے فارسی میں لبس کی طرف لوٹنے والا ہوگا اور کلام کرنے اور داخل ہونے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ کلام سے سمجھانا مقصود ہے جبکہ موت اس کے خلاف ہے اور کسی پر داخل ہونے سے اس کا دیدار مقصود ہے اور موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے اس شخص کی زیارت نہیں کی جاتی۔

اور جب حالف نے کہا: اگر میں تجھے غسل دوں تو میرا غلام آزاد ہے اس کے بعد حالف نے محلوف علیہ کی موت کے بعد اس کو غسل دیا تو وہ حانث ہو جائے گا کیونکہ غسل کا معنی پانی بہانا اور پانی بہانے کا مطلب ہے پاک کرنا اور میت میں یہ معنی ثابت نہ ہوگا

کو نہ مارنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَضْرِبُ امْرَاَتَهُ فَمَدَّ شَعْرَهَا اَوْ خَنَقَهَا اَوْ عَضَّهَا حَنِثَ) لِاَنَّهُ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ وَقَدْ تَحَقَّقَ الْاِيلَامُ، (وَقِيلَ لَا يَحْنَثُ فِي حَالِ الْمُلَاعَبَةِ) لِاَنَّهُ يُسَمَّى مُمَازَحَةً لَا ضَرْبًا

(وَمَنْ قَالَ: اِنْ لَمْ اَقْتُلْ فُلَانًا فَامْرَاَتُهُ طَالِقٌ وَفُلَانٌ مَيِّتٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ حَنِثَ) لِاَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلَى حَيَاةٍ يُحْدِثُهَا اللّٰهُ فِيهِ وَهُوَ مُتَصَوَّرٌ فَيَنْعَقِدُ ثُمَّ يَحْنَثُ لِلْعَجْزِ الْعَادِيِّ. (فَاِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ لَا يَحْنَثُ) لِاَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلَى حَيَاةٍ كَانَتْ فِيهِ وَلَا تُتَصَوَّرُ فَيَصِيرُ قِيَاسُ مَسْاَلَةِ الْكُوزِ عَلَى

الِاخْتِلَافِ، وَلَيْسَ فِي تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ تَفْصِيلُ الْعِلْمِ وَهُوَ الصَّحِيحُ

اور جب اس نے قسم اٹھائی کہ وہ اپنی بیوی نہ مارے گا اس کے بعد اس نے اس کے سر کے بال کھینچ لیے یا اس کا گلہ دبایا یا اس کو دانت سے دبایا تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ یہ کام تکلیف دینے والا ہے اور ان تمام میں درد پایا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مذاق کی حالت میں حالف حانث نہ ہوگا' کیونکہ اس کو دل لگی کہا جائے گا مارنا نہیں کہا جائے گا۔ اور جس شخص نے کہا: اگر میں فلاں شخص کو قتل نہ کروں' تو میری بیوی مطلقہ ہے اور وہ فلاں یعنی محلوف علیہ مردہ ہے اور حالف کو اس کا علم بھی ہے' تو وہ حانث ہو جائے گا' کیونکہ حالف نے اپنی قسم کو ایسی زندگی پر منعقد کیا ہے' جو اللہ تعالیٰ اس مردے میں پیدا کرے گا پس قسم منعقد ہو جائے گی۔ اس کے بعد حالف فوری طور پر حانث ہو جائے گا' کیونکہ عرف میں اس سے عجز ثابت ہے' جو محلوف علیہ میں ہے حالانکہ وہ متصور نہیں ہے لہٰذا یہ بھی پیالے والے مختلف فیہ مسئلے پر قیاس کیا جائے گا' اور اس مسئلہ میں علم کی عدم تفصیل کے سبب صحیح بھی ہے۔

بَابُ الْيَمِينِ فِي تَقَاضِي الدَّرَاهِمِ

﴿یہ باب قسم میں تقاضہ دراہم کے بیان میں ہے﴾

تقاضہ دراہم میں قسم کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں دراہم کو ذکر کیا ہے' کیونکہ ان کا تعلق وسائل سے ہوتا ہے معاملات میں مقاصد کے ساتھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا وسائل کے سبب ان کے باب کو مؤخر ذکر کیا ہے اور دراہم کو مذکر کے ساتھ خاص کیا ہے' کیونکہ ان کا کثرت استعمال ہی مذکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس باب کا نام تقاضی رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کتاب میں تمام مسائل ہی تقاضی پر مبنی ہیں' جن کی صراحت ہر مسئلہ کے بیان کے موقع پر کر دی گئی ہے۔ اور اس باب میں اصل قرض کو ادا کرنے کا بیان ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۱۹۵، بیروت)

قرض ادا کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ إِلَى قَرِيبٍ فَهُوَ عَلَى مَا دُونَ الشَّهْرِ، وَإِنْ قَالَ إِلَى بَعِيدٍ فَهُوَ أَكْثَرُ مِنَ الشَّهْرِ) لِأَنَّ مَا دُونَهُ يُعَدُّ قَرِيبًا، وَالشَّهْرُ وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يُعَدُّ بَعِيدًا، وَلِهَذَا يُقَالُ عِنْدَ بُعْدِ الْعَهْدِ مَا لَقِيتُك مُنْذُ شَهْرٍ

(وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ فُلَانًا دَيْنَهُ الْيَوْمَ فَقَضَاهُ ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُيُوفًا أَوْ نَبَهْرَجَةً أَوْ مُسْتَحَقَّةً لَمْ يَحْنَثْ الْحَالِفُ) لِأَنَّ الزِّيَافَةَ عَيْبٌ وَالْعَيْبُ لَا يُعْدِمُ الْجِنْسَ، وَلِهَذَا لَوْ تَجَوَّزَ بِهِ صَارَ مُسْتَوْفِيًا، فَوُجِدَ شَرْطُ الْبِرِّ وَقَبْضُ الْمُسْتَحَقَّةِ صَحِيحٌ وَلَا يَرْتَفِعُ بِرَدِّهِ الْبِرُّ الْمُتَحَقِّقُ (وَإِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سَتُّوقَةً حَنِثَ) لِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ حَتَّى لَا يَجُوزَ التَّجَوُّزُ بِهِمَا فِي الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ (وَإِنْ بَاعَهُ بِهَا عَبْدًا وَقَبَضَهُ بَرَّ فِي يَمِينِهِ) لِأَنَّ قَضَاءَ الدَّيْنِ طَرِيقُهُ الْمُقَاصَّةُ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ بِمُجَرَّدِ الْبَيْعِ فَكَأَنَّهُ شَرَطَ الْقَبْضَ لِيَتَقَرَّرَ بِهِ (وَإِنْ وَهَبَهَا لَهُ) يَعْنِي الدَّيْنَ (لَمْ يَبَرَّ) لِعَدَمِ الْمُقَاصَّةِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ فِعْلُهُ، وَالْهِبَةُ إسْقَاطٌ مِنْ صَاحِبِ الدَّيْنِ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ میں عنقریب اس کا قرض ادا کر دوں گا' تو اس سے مراد ایک ماہ کم مدت ہوگی اور جب

اس نے الی بعید کہا ہے تو اس سے مراد ایک ماہ سے زیادہ مدت ہوگی کیونکہ ایک ماہ سے کم مدت قریب کے لئے شمار کی جاتی ہے اور ایک ماہ یا اس سے زائد مدت بعید کے لئے شمار کی جاتی ہے۔ اس دلیل کے سبب کچھ عرصہ بعد کے لئے ''مالقیت منذ شہر'' بولا جاتا ہے۔ اور جس نے یہ قسم کھائی کہ میں آج فلاں کا قرض اتاروں گا' اور اس نے ادا کر دیا پھر اس فلاں کو اس میں سے کچھ کھوٹے یا ردی دراہم ملے کسی حقدار کے دراہم ملے تو حالف حانث نہ ہوگا' کیونکہ کھوٹا ہونا عیب ہے اور عیب جنس کو ختم کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ لینے والا چشم پوشی سے کام لے رہا ہے' تو وہ وصول کرنے والا ہو جائے گا لہٰذا قسم پوری ہونے کی شرط پائی گئی ہے۔

البتہ مستحقہ دراہم پہ قبضہ کرنا درست ہوگا' کیونکہ مستحقہ مستحق کو واپس دینے سے پوری ہونے والی قسم مسترد نہ ہو سکے گی۔ اور جب حالف نے ان دراہم کو رصاص یا ستوقہ پایا تو وہ حانث ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ دونوں دراہم کی جنس سے نہ ہوئے حتیٰ کہ بیع صرف وسلم میں ان کو چشم پوشی کے ساتھ لینا جائز نہیں ہے اور جب حالف نے قرض خواہ سے قرض کے بدلے میں کوئی غلام فروخت کیا' تو اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی کا ایک طریقہ مقاصہ ہے اور محض بیع سے مقاصہ ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے شرط لگائی ہے' تا کہ قبضہ بیع سے ثابت ہو جائے۔ اور جب قرض خواہ نے حالف کو اپنا قرض ہبہ کیا' تو حالف اپنی قسم کو پورا کرنے والا نہ ہوگا' کیونکہ مقاصہ معدوم ہے اس لئے کہ ادائیگی مقروض کا کام ہے اور ہبہ قرض خواہ کی جانب اسقاط ہے۔

قرض پر قبضہ نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ فَقَبَضَ بَعْضَهُ لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَقْبِضَ جَمِيعَهُ) لِاَنَّ الشَّرْطَ قَبْضُ الْكُلِّ وَلٰكِنَّهُ بِوَصْفِ التَّفَرُّقِ، اَلَا يُرَى اَنَّهُ اَضَافَ الْقَبْضَ اِلٰى دَيْنٍ مُعَرَّفٍ مُضَافٍ اِلَيْهِ فَيَنْصَرِفُ اِلٰى كُلِّهِ فَلَا يَحْنَثُ اِلَّا بِهِ (فَاِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِي وَزْنَيْنِ لَمْ يَتَشَاغَلْ بَيْنَهُمَا اِلَّا بِعَمَلِ الْوَزْنِ لَمْ يَحْنَثْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِتَفْرِيقٍ) لِاَنَّهُ قَدْ يَتَعَذَّرُ قَبْضُ الْكُلِّ دُفْعَةً وَاحِدَةً عَادَةً فَيَصِيرُ هٰذَا الْقَدْرُ مُسْتَثْنًى مِنْهُ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اپنے قرض پر کچھ کچھ قبضہ نہ کرے گا اس کے بعد اس نے کچھ قرض پر قبضہ کر لیا تو وہ حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ تھوڑے تھوڑے قرض پر قبضہ کر کے پورے قرض پر قبضہ کر لے۔ کیونکہ پورے قرض پر تھوڑا تھوڑا کر کے قبضہ کرنا شرط تھا۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ حالف نے ایسے قرض کی طرف قبضے کو مضاف کیا ہے' جو معروف ہے۔ اور وہ اسی طرف مضاف ہے پس یہ حکم پورے قرض کی طرف مضاف ہو جائے گا' اور پورے قرض کو متفرق طور پر قبضہ کیے بغیر حالف حانث نہ ہوگا۔

اس کے بعد جب اس نے دو بار وزن کر کے اپنا قرض وصول کیا اور دونوں اوزان میں سے صرف پہلے وزن کے عمل میں معروف رہا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ اس طرح متفرق طور پر لینا نہیں پایا گیا کیونکہ عادت کے مطابق ایک بار مکمل قرض پر قبضہ کرنا ناممکن ہے پس تفریق کی یہ مقدار اس سے مستثنیٰ ہو جائے گی۔

طلاق زوجہ کو معین تعداد دراہم سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ: اِنْ كَانَ لِي اِلَّا مِائَةُ دِرْهَمٍ فَامْرَاَتُهُ طَالِقٌ فَلَا يَمْلِكُ اِلَّا خَمْسِينَ دِرْهَمًا لَمْ يَحْنَثْ) لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ عُرْفًا نَفْيُ مَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَلِاَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْمِائَةِ اسْتِثْنَاؤُهَا بِجَمِيعِ اَجْزَائِهَا (وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ غَيْرَ مِائَةٍ اَوْ سِوٰى مِائَةٍ) لِاَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ اَدَاةُ الِاسْتِثْنَاءِ.

اور جس شخص نے کہا: اگر میرے پاس سو دراہم کے سوا کچھ بھی دراہم ہوں، تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اس کے بعد وہ پچاس دراہم کا ہی مالک ٹھہرا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ بطور عرف اس سے سو دراہم سے زیادہ کی نفی مقصود ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ سوا کا استثناء سو کے سارے حصوں کا استثناء ہے اور یہ ایسے ہی ہو جائے گا، جس طرح اس نے غیر ماۃ کہا یا سوی ماۃ کہا ہے، کیونکہ تمام حروف استثناء ہیں۔

ایسا نہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَاِذَا حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ اَبَدًا) لِاَنَّهُ نَفَى الْفِعْلَ مُطْلَقًا فَعَمَّ الِامْتِنَاعُ ضَرُورَةَ عُمُومِ النَّفْيِ (وَاِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً بَرَّ فِي يَمِينِهِ) لِاَنَّ الْمُلْتَزَمَ فِعْلٌ وَاحِدٌ غَيْرُ عَيْنٍ، اِذِ الْمَقَامُ مَقَامُ الْاِثْبَاتِ فَيَبَرُّ بِاَيِّ فِعْلٍ فَعَلَهُ، وَاِنَّمَا يَحْنَثُ بِوُقُوعِ الْيَاْسِ عَنْهُ وَذٰلِكَ بِمَوْتِهِ اَوْ بِفَوْتِ مَحَلِّ الْفِعْلِ.

اور جب کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ ایسا نہ کرے گا، تو اس کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے کیونکہ اس نے مطلق طور پر عام کی نفی کی ہے پس عموم نفی کی ضرورت میں ممانعت بھی عام ہوگی۔ اور جب اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ضرور اسی طرح کرے گا، اور پھر اس نے ایک بار ایسا کر لیا تو وہ اپنی قسم میں سچا ہے۔ کیونکہ جو چیز اس نے لازم کی ہے وہ غیر معین طور پر ایک مرتبہ کرنا ہے، کیونکہ یہ مقام اثبات کا مقام ہے۔ پس وہ جو بھی کام کرے گا وہ سچا ہو جائے گا۔ اور وہ اس کام کے کرنے سے بے امید ہونے کے وقت حانث ہو جائے گا، اور اس کی یہ ناامیدی یا موت سے ثابت ہوگی یا پھر محل کے فوت ہو جانے کے سبب ثابت ہو جائے گی۔

والی کا جاسوسی کے لئے قسم دینے کا بیان

(وَاِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا لِيُعْلِمَنَّهُ بِكُلِّ دَاعِرٍ دَخَلَ الْبَلَدَ فَهٰذَا عَلٰى حَالِ وِلَايَتِهِ خَاصَّةً) لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ دَفْعُ شَرِّهِ اَوْ شَرِّ غَيْرِهِ بِزَجْرِهِ فَلَا يُفِيدُ فَائِدَتَهُ بَعْدَ زَوَالِ سَلْطَنَتِهِ، وَالزَّوَالُ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْعَزْلِ اِلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ

جب والی نے ایک شخص کو قسم دی کہ تو مجھے شہر میں کسی فسادی کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا۔ تو یہ قسم اس والی کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریر کو سزا دے کر شر کا خاتمہ کرے، لہٰذا ولایت کے خاتمہ

کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اور وہ زوال موت کے ساتھ ہوگا' اور اسی طرح عزل کے ساتھ بھی ہوگا ظاہر الروایت کے مطابق اسی طرح ہے۔

اپنا غلام ہدیہ کرنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَمَنْ حَلَفَ اَنْ يَهَبَ عَبْدَهُ لِفُلَانٍ فَوَهَبَهُ وَلَمْ يَقْبَلْ بَرَّ فِي يَمِيْنِهِ) خِلَافًا لِزُفَرَ فَاِنَّهُ يَعْتَبِرُهُ بِالْبَيْعِ لِاَنَّهُ تَمْلِيكٌ مِثْلُهُ. وَلَنَا اَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَيَتِمُّ بِالْمُتَبَرِّعِ وَلِهٰذَا يُقَالُ وُهِبَ وَلَمْ يَقْبَلْ، وَلِاَنَّ الْمَقْصُودَ اِظْهَارُ السَّمَاحَةِ وَذٰلِكَ يَتِمُّ بِهِ، اَمَّا الْبَيْعُ فَمُعَاوَضَةٌ فَاقْتَضَى الْفِعْلَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ(وَمَنْ حَلَفَ لَا يَشُمُّ رَيْحَانًا فَشَمَّ وَرْدًا اَوْ يَاسَمِينًا لَا يَحْنَثُ) لِاَنَّهُ اسْمٌ لِمَا لَا سَاقَ لَهُ وَلَهُمَا سَاقٌ

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ فلاں کو اپنا غلام ہبہ کردے گا' تو اس نے وہ غلام فلاں کو ہدیہ کردیا لیکن فلاں نے اس کو قبول نہ کیا' تو حالف اپنی قسم میں سچا ہو جائے گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اختلاف کیا ہے' کیونکہ وہ اس کو بیع پر قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ بیع کی طرح ہبہ بھی تملیک ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ہبہ عقد تبرع ہے لہٰذا یہ متبرع کی طرف سے تام ہو جائے گا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ایک نے ہبہ کیا لیکن دوسرے نے قبول نہ کیا' کیونکہ ہبہ کا مقصد بخشش کا اظہار ہے اور یہ اظہار ہبہ کرنے سے مکمل ہو جائے گا۔ البتہ بیع عقد معاوضہ ہے پس یہ عقد جانبین سے فعل کا تقاضہ کرنے والا ہے۔

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ ریحان نہ سونگھے گا اس کے بعد اس نے گلاب یا یاسمین کا پھول سونگھ لیا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ ریحان اس چیز کا نام ہے' جس میں تنہ نہ ہو جبکہ گلاب اور یاسمین میں تنہ ہوتا ہے۔

گل بنفشہ کو خریدنے کی قسم اٹھانے کا بیان

(وَلَوْ حَلَفَ لَا يَشْتَرِي بَنَفْسَجًا وَلَا نِيَّةَ لَهُ فَهُوَ عَلٰى دُهْنِهِ) اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ وَلِهٰذَا يُسَمّٰى بَائِعُهُ بَائِعَ الْبَنَفْسَجِ وَالشِّرَاءُ يَنْبَنِي عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا يَقَعُ عَلَى الْوَرَقِ (وَاِنْ حَلَفَ عَلَى الْوَرْدِ فَالْيَمِيْنُ عَلَى الْوَرَقِ) لِاَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِيهِ وَالْعُرْفُ مُقَرِّرٌ لَهُ، وَفِي الْبَنَفْسَجِ قَاضٍ عَلَيْهِ .

اور جس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ گل بنفشہ نہ خریدے گا' اور اس نے اس کی نیت بھی نہ کی تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی یہ قسم روغن بنفشہ سے متعلق ہو جائے گی کیونکہ روغن بنفشہ فروخت کرنے والے کو بیچنے والا بنفسج کہتے ہیں اور شراء بیع پر ہی مبنی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہمارے عرف میں یہ قسم بنفشہ کے پتوں سے متعلق ہوگی۔ اور جب کسی نے ورد کی قسم اٹھائی تو قسم کی پتی پر واقع ہو جائے گی کیونکہ ورد کا لفظ پتیوں کے لئے حقیقت ہے اور عرف بھی اسی معنی کو ثابت کرتا ہے اور بنفشہ میں عرف اسی پر فیصلہ کرنے والا ہے۔

کتاب الحدود

﴿یہ کتاب حدود کے بیان میں ہے﴾

کتاب حدود کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب کتاب الایمان اوران کے کفارے سے فارغ ہوئے ہیں۔ اور کفارہ چونکہ عبادات وعقوبات کے درمیان پھرنے والا ہے۔ (لہٰذا ماقبل بیان کردہ قسم اوراس کے کفارے کے بعد مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب الحدود کا بیان شروع کیا ہے' کیونکہ اس کی کفارے مطابقت واضح ہے' کیونکہ وہ بھی ایک طرح سزا ہے۔ اوراس میں کفارے کا تعین ہے اوراس کے بعد کردہ حدود واللہ میں سزاؤں کا تعین ہے)۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ۷، ۱۲۸، بیروت)

کتاب الایمان میں قسم کا کفارہ بھی ایک قسم کے حکم کا لازم ہوتا ہے اور قسم کے کفارے میں جنایت کے سبب ایک طرح سزا پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اسی کی مناسبت وموافقت کے سبب کتاب الحدود کو اس کے ساتھ بیان کیا ہے' تاکہ جنایات کبیرہ کے بارے میں بیان کردہ شرعی سزاؤں اور حدود کو بیان کیا جائے۔

حد کے معانی ومقاصد کا بیان

قَالَ: الْحَدُّ لُغَةً: هُوَ الْمَنْعُ، وَمِنْهُ الْحَدَّادُ لِلْبَوَّابِ .وَفِي الشَّرِيعَةِ: هُوَ الْعُقُوبَةُ الْمُقَدَّرَةُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى حَتَّى لَا يُسَمَّى الْقِصَاصُ حَدًّا لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلَا التَّعْزِيرُ لِعَدَمِ التَّقْدِيرِ .وَالْمَقْصِدُ الْأَصْلِيُّ مِنْ شَرْعِهِ الِانْزِجَارُ عَمَّا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْعِبَادُ، وَالطَّهَارَةُ لَيْسَتْ أَصْلِيَّةً فِيهِ بِدَلِيلِ شَرْعِهِ فِي حَقِّ الْكَافِرِ .

فرمایا: حد کا لغوی معنی روکنا ہے اسی لئے دربان کا حداد کہا جاتا ہے' جبکہ اصطلاح شرع میں حد اس سزا کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے مقرر کی جائے۔ اوراسی دلیل کے پیش نظر قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ قصاص بندے کا حق ہے۔ اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہا جاتا کیونکہ اور تعین سزا معدوم ہے۔ اور حد کا مقصد اصلی یہ ہے کہ لوگوں کے لئے تکلیف دہ اشیاء پر ان کو خبردار کیا جائے۔ جبکہ طہارت اصلیہ مقصد نہیں ہے' کیونکہ اس کی مشروعیت کافروں کے حق میں بھی ہے۔

شہادت واقرار سے ثبوت زنا کا بیان

قَالَ (الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ) وَالْمُرَادُ ثُبُوتُهُ عِنْدَ الْإِمَامِ لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ دَلِيلٌ ظَاهِرٌ، وَكَذَا

الْإِقْرَارِ لِأَنَّ الصِّدْقَ فِيهِ مُرَجَّحٌ لَا سِيَّمَا فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِثُبُوتِهِ مَضَرَّةٌ وَمَعَرَّةٌ، وَالْوُصُولُ إِلَى الْعِلْمِ الْقَطْعِيِّ مُتَعَذِّرٌ، فَيُكْتَفَى بِالظَّاهِرِ .

قَالَ (فَالْبَيِّنَةُ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنَ الشُّهُودِ عَلَى رَجُلٍ أَوْ امْرَأَةٍ بِالزِّنَا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: (ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ) (وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي قَذَفَ امْرَأَتَهُ ائْتِ بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ عَلَى صِدْقِ مَقَالَتِك) وَلِأَنَّ فِي اشْتِرَاطِ الْأَرْبَعَةِ يَتَحَقَّقُ مَعْنَى السَّتْرِ وَهُوَ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ وَالْإِشَاعَةُ ضِدُّهُ .

فرمایا: زنا گواہی اور اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ثبوت سے مراد یہ ہے کہ وہ امام کے سامنے ہو کیونکہ گواہی دلیل ظاہری ہے۔ اور اسی طرح اقرار بھی ہے۔ کیونکہ اس میں سچائی غالب طور پر پائی جاتی ہے۔ اور خاص طور پر ان چیزوں میں جن کے ثبوت میں نقصان اور ندامت ہو اور یقینی علم تک پہنچ جانا مشکل ہو۔ لہٰذا ظاہر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

فرمایا: پس گواہی یہ ہے کہ چار مرد کسی مرد یا عورت پر زنا کی گواہی دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان پر خاص اپنے میں کے، چار مردوں کی گواہی لو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: پس اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکیں' اور جس شخص نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی اس شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا: تم چار گواہی پیش کرو جو تمہاری بات کی سچائی کی گواہی دیں' کیونکہ چار کی شرط لگانے میں پردہ پوشی ثابت ہوتی ہے۔ اور اس میں ستر مستحب ہے' جبکہ اس کو پھیلانا یہ خلاف ستر ہے۔

گواہوں سے احوال جاننے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدُوا سَأَلَهُمُ الْإِمَامُ عَنِ الزِّنَا مَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنَى وَمَتَى زَنَى وَبِمَنْ زَنَى؟) لِأَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اسْتَفْسَرَ مَاعِزًا عَنِ الْكَيْفِيَّةِ وَعَنِ الْمَزْنِيَّةِ، وَلِأَنَّ الِاحْتِيَاطَ فِي ذٰلِكَ وَاجِبٌ لِأَنَّهُ عَسَاهُ غَيْرُ الْفِعْلِ فِي الْفَرْجِ عَنَاهُ أَوْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي الْمُتَقَادِمِ مِنَ الزَّمَانِ أَوْ كَانَتْ لَهُ شُبْهَةٌ لَا يَعْرِفُهَا هُوَ وَلَا الشُّهُودُ كَوَطْءِ جَارِيَةِ الِابْنِ فَيَسْتَقْصِي فِي ذٰلِكَ احْتِيَاطًا لِلدَّرْءِ (فَإِذَا بَيَّنُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا رَأَيْنَاهُ وَطِئَهَا فِي فَرْجِهَا كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ فَعُدِّلُوا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ) وَلَمْ يَكْتَفِ بِظَاهِرِ الْعَدَالَةِ فِي الْحُدُودِ احْتِيَالًا لِلدَّرْءِ، (قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ادْرَءُوا الْحُدُودَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُقُوقِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَتَعْدِيلُ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ نُبَيِّنُهُ فِي الشَّهَادَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى .

قَالَ فِي الْأَصْلِ: يَحْبِسُهُ حَتَّى يَسْأَلَ عَنِ الشُّهُودِ لِلِاتِّهَامِ بِالْجِنَايَةِ وَقَدْ حَبَسَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِالتُّهْمَةِ، بِخِلَافِ الدُّيُونِ حَيْثُ لَا يُحْبَسُ فِيهَا قَبْلَ ظُهُورِ الْعَدَالَةِ، وَسَيَأْتِيكَ الْفَرْقُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور جب گواہ گواہی دیں گے تو امام ان سے زنا کے بارے میں سوال کرے گا کہ زنا کس کو کہتے ہیں وہ کس طرح ہوتا ہے۔ اور مشہود علیہ نے کہاں زنا کیا ہے اور کب زنا کیا ہے اور اس نے زنا کس کے ساتھ کیا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز سلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کی کیفیت اور مزنیہ عورت کے بارے میں پوچھا تھا کیونکہ اس میں احتیاط واجب ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے زانی نے شرم میں عمل کے سوا سمجھ رکھا ہو یا اس نے دارالحرب میں زنا کیا ہو یا اس نے بہت پرانے زمانے میں کیا یا پھر وہاں کو اشتباہ ہو جس کو زانی اور گواہ سمجھ نہ سکا ہو، جس طرح اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرنے والا ہے۔ لہٰذا ان تمام احوال میں چھان بین کرنی ہوگی تاکہ حد کو دور کرنے کا کوئی سبب پیدا ہو جائے۔

اگر وہ گواہ یہ باتیں بیان کر دیں اور وہ یہ کہہ دیں کہ ہم نے فلاں شخص کو فلاں عورت سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے' جس طرح سرمہ دانی میں سلائی داخل کی جاتی ہے اور قاضی نے گواہوں سے احوال پوچھ لئے اور ان کے ظاہر و باطن میں عدل ثابت ہو گیا تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ دے گا' اور حدود میں قاضی ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو۔ البتہ دیگر حقوق میں ایسا نہیں ہے اور یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے' جبکہ ظاہر و باطن کی تعدیل کو ہم ان شاء اللہ کتاب الشہادات میں بیان کریں گے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں فرماتے ہیں کہ مشہود علیہ کو امام قید میں رکھے حتیٰ کہ گواہوں کا حال جان لے کیونکہ ان پر جنایت کی تہمت ثابت ہے اور نبی کریم ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو محبوس فرمایا تھا۔ البتہ دیون میں ظہور عدالت سے قبل مقروض کو قید میں نہ رکھا جائے گا' اور ان شاء اللہ عنقریب ہم آپ کے سامنے اس کی وجہ فرق بیان کریں گے۔

اقرار سے ثبوت حد کا بیان

قَالَ (وَالْإِقْرَارُ أَنْ يُقِرَّ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلٰى نَفْسِهِ بِالزِّنَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ، كَمَا أَقَرَّ رَدَّهُ الْقَاضِي) فَاشْتِرَاطُ الْبُلُوغِ وَالْعَقْلِ لِأَنَّ قَوْلَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ أَوْ غَيْرُ مُوجِبٍ لِلْحَدِّ .

وَاشْتِرَاطُ الْأَرْبَعِ مَذْهَبُنَا، وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَكْتَفِي بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً اعْتِبَارًا بِسَائِرِ الْحُقُوقِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ مُظْهِرٌ، وَتَكْرَارُ الْإِقْرَارِ لَا يُفِيدُ زِيَادَةَ الظُّهُورِ بِخِلَافِ زِيَادَةِ الْعَدَدِ فِي الشَّهَادَةِ .

وَلَنَا حَدِيثُ مَاعِزٍ (فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَخَّرَ الْإِقَامَةَ إِلٰى أَنْ تَمَّ الْإِقْرَارُ مِنْهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ) فَلَوْ ظَهَرَ بِمَا دُونَهَا لَمَا أَخَّرَهَا لِثُبُوتِ الْوُجُوبِ وَلِأَنَّ الشَّهَادَةَ اخْتَصَّتْ فِيهِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ، فَكَذَا الْإِقْرَارُ إِعْظَامًا لِأَمْرِ الزِّنَا وَتَحْقِيقًا لِمَعْنَى السَّتْرِ، وَلَا بُدَّ مِنْ

اِخْتِلَافِ الْمَجَالِسِ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ أَثَرًا فِي جَمْعِ الْمُتَفَرِّقَاتِ ؛ فَعِنْدَهُ يَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ الْاِتِّحَادِ فِي الْإِقْرَارِ، وَالْإِقْرَارُ قَائِمٌ بِالْمُقِرِّ فَيُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ مَجْلِسِهِ دُونَ مَجْلِسِ الْقَاضِي ۔

وَالِاخْتِلَافُ بِأَنْ يَرُدَّهُ الْقَاضِي كُلَّمَا أَقَرَّ فَيَذْهَبَ حَيْثُ لَا يَرَاهُ ثُمَّ يَجِيءَ فَيُقِرَّ، هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ ؛ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ طَرَدَ مَاعِزًا فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَتَّى تَوَارَى بِحِيطَانِ الْمَدِينَةِ ۔

فرمایا: اقرار کا طریقہ یہ ہے کہ عاقل و بالغ شخص چار بار چار مجالس میں اپنی ذات پر زنا کا اقرار کرے اور جب بھی وہ اقرار کرے قاضی اس کی تردید کرے۔ اس میں عاقل و بالغ ہونے کی شرط اس لئے بیان کی گئی ہے' کیونکہ بچے اور مجنون کے قول کا اعتبار نہیں ہے یا پھر وہ موجب حد ہی نہیں ہے' جبکہ چار بار کی شرط ہمارے مذہب کے مطابق ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے حقوق پر قیاس کرتے ہوئے ایک بار قرار کرنا کافی ہوگا' کیونکہ اقرار سے زنا کا ظاہر ہوتا ہے اور اقرار میں تکرار سے ظہور میں کسی قسم کی زیادتی کا کوئی فائدہ نہیں ہے' جبکہ شہادت میں عدد کی زیادتی فائدہ دینے والی ہے۔

ہماری دلیل حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک حد جاری کرنے کو مؤخر رکھا جب حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی جانب سے چار مجالس میں چار بار اقرار مکمل نہ ہوا۔ کیونکہ اگر چار مرتبہ سے کم پر اقرار ثابت ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت حد کو مؤخر نہ فرماتے۔ کیونکہ زنا کی حد عدد کی زیادتی کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اقرار بھی زیادتی عدد کے ساتھ خاص ہوا۔ تا کہ زنا کے معاملہ کو زیادہ اہمیت دی جا سکے۔ اور ستر کے حکم کو ثابت کیا جا سکے اور اقرار کی مجالس کا بدلنا ضروری ہے اسی حدیث کے مطابق جس کو ہم روایت کر چکے ہیں۔ کیونکہ متفرقات کو جمع کرنے کے لئے اتحاد مجلس کا دخل ہوتا ہے پس اتحاد مجلس کے سبب وقت اقرار میں شبہ پیدا ہو جائے گا حالانکہ اقرار مقر کے ساتھ قائم ہوتا ہے پس مقر کی مجلس کو بدلنے کا اعتبار کیا جائے گا' جبکہ قاضی کی مجلس کو بدلنے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور مجلس کا اختلاف یہ ہے کہ جب مقر اقرار کرے تو قاضی اس کی تردید کرے اس کے بعد مقر اتنا دور چلا جائے کہ قاضی اس کو نہ دیکھ سکے اور وہ پھر آ کر اقرار کرے اسی طرح حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو ہر بار دور بھیج دیا تھا حتیٰ کہ وہ مدینہ منورہ کی دیواروں میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔

چار مرتبہ اقرار کے قیام حد کا بیان

قَالَ (فَإِذَا تَمَّ إِقْرَارُهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ سَأَلَهُ عَنِ الزِّنَا مَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنَى وَبِمَنْ زَنَى، فَإِذَا بَيَّنَ ذَلِكَ لَزِمَهُ الْحَدُّ) لِتَمَامِ الْحُجَّةِ، وَمَعْنَى السُّؤَالِ عَنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ بَيَّنَّاهُ فِي الشَّهَادَةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ السُّؤَالَ فِيهِ عَنِ الزَّمَانِ، وَذَكَرَهُ فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّ تَقَادُمَ الْعَهْدِ يَمْنَعُ الشَّهَادَةَ دُونَ الْإِقْرَارِ . وَقِيلَ لَوْ سَأَلَهُ جَازَ لِجَوَازِ أَنَّهُ زَنَى فِي صِبَاهُ ۔

فرمایا: اور جب مقر چار بار اقرار کر لے تو قاضی مقر سے زنا کے بارے میں سوال کرے کہ زنا کیا ہے کیسے ہوتا ہے اس نے

کہاں زنا کیا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور جب مقر یہ سب بیان کر دے تو اس پر حد لازم ہو جائے گی کیونکہ اس کے لئے دلیل مکمل ہو چکی ہے اور ان چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کا حکم ہم شہادت کے تحت بیان کر چکے ہیں اور اقرار میں امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ وقت زنا سوال کو بیان نہیں کیا ہے حالانکہ گواہی میں اس کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ زمانے میں قدامت مانع شہادت ہے مانع اقرار نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب قاضی مقر سے زمانے کا سوال کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس نے اپنے بچپن میں زنا کیا ہو۔

اقرار سے رجوع حد کے ساقط ہونے کا بیان

(فَإِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ عَنْ إِقْرَارِهِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ أَوْ فِي وَسَطِهِ قُبِلَ رُجُوعُهُ وَخُلِّيَ سَبِيلُهُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ أَبِي لَيْلَى يُقِيمُ عَلَيْهِ الْحَدَّ لِأَنَّهُ وَجَبَ الْحَدُّ بِإِقْرَارِهِ فَلَا يَبْطُلُ بِرُجُوعِهِ وَإِنْكَارِهِ كَمَا إِذَا وَجَبَ بِالشَّهَادَةِ وَصَارَ كَالْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ .

وَلَنَا أَنَّ الرُّجُوعَ خَبَرٌ مُحْتَمِلٌ لِلصِّدْقِ كَالْإِقْرَارِ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُكَذِّبُهُ فِيهِ فَتَتَحَقَّقُ الشُّبْهَةُ فِي الْإِقْرَارِ .بِخِلَافِ مَا فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ الْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ لِوُجُودِ مَنْ يُكَذِّبُهُ، وَلَا كَذَلِكَ مَا هُوَ خَالِصُ حَقِّ الشَّرْعِ .

(وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلَقِّنَ الْمُقِرَّ الرُّجُوعَ فَيَقُولَ لَهُ: لَعَلَّكَ لَمَسْتَ أَوْ قَبَّلْتَ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمَاعِزٍ لَعَلَّكَ لَمَسْتَهَا أَوْ قَبَّلْتَهَا) قَالَ فِي الْأَصْلِ: وَيَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ لَهُ الْإِمَامُ: لَعَلَّكَ تَزَوَّجْتَهَا أَوْ وَطِئْتَهَا بِشُبْهَةٍ، وَهَذَا قَرِيبٌ مِنَ الْأَوَّلِ فِي الْمَعْنَى .

اس کے بعد اگر وہ حد قائم ہونے سے پہلے یا دوران حد مقر اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس کا رجوع مانتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا جائے گا' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر حد قائم کی جائے گی۔ ابن ابی لیلیٰ کا قول بھی اسی طرح ہے' کیونکہ اس کے اقرار کے سبب حد واجب ہو چکی ہے پس رجوع کرنے یا انکار کرنے سے حد ساقط نہ ہو گی جیسے وہ گویا شہادت سے واجب ہوئی ہے اور یہ مسئلہ قصاص اور حد قذف کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنا ایسی خبر ہے' جس میں سچائی کا احتمال ہے' جس طرح اقرار اور رجوع میں کوئی اس کو جھٹلانے والا بھی تو نہیں ہے پس اقرار میں شبہ ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ جس چیز میں بندے کا حق ہے اس میں ایسا نہیں ہے اور وہ قصاص اور حد قذف ہے' کیونکہ ان میں جھٹلانے والا موجود ہے' جبکہ جو حد خاص شریعت کا حق ہے اس میں ایسا نہیں ہے۔

امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ مقر کو رجوع کی تلقین کرے۔ لہٰذا امام اس سے کہے کہ ہو سکتا ہے تم نے اس کو ہاتھ لگایا ہو یا بوسہ لیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ تم نے اس کو ہاتھ لگایا ہو یا بوسہ لیا ہو۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں فرمایا ہے: مناسب یہ ہے امام اس سے یہ بھی کہے کہ ہو سکتا ہے تم نے اس سے نکاح کیا ہو یا وطی بہ شبہ کی ہو اور قول اول کے قریب حکم کے اعتبار یہی ہے۔

فَصْلٌ فِی كَيْفِيَّةِ الْحَدِّ وَاِقَامَتِهِ

﴿یہ فصل حد کے طریقے اور قائم کرنے کے بیان میں ہے﴾

فصل کیفیت حد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وجوب حد کے بعد ذکر کیا گیا ہے' کیونکہ حد کو قائم کرنا وجوب حد کے بعد ہی ہو سکتا ہے لہٰذا اقیام حد کا وقوع مؤخر کیا جائے گا۔ اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ یعنی حکم ہمیشہ نص یا کسی علت یا سبب کے بعد ہی ثابت ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج، ص، بیروت)

وجوب حد کے بعد رجم کرنے کا بیان

(وَإِذَا وَجَبَ الْحَدُّ وَكَانَ الزَّانِي مُحْصَنًا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتّٰى يَمُوتَ) (لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَجَمَ مَاعِزًا وَقَدْ اُحْصِنَ) . وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ (وَزِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ) وَعَلٰى هٰذَا اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

قَالَ (وَيُخْرِجُهُ اِلٰى اَرْضٍ فَضَاءٍ وَيَبْتَدِءُ الشُّهُودُ بِرَجْمِهِ ثُمَّ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ) كَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِاَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يَتَجَاسَرُ عَلَى الْاَدَاءِ ثُمَّ يَسْتَعْظِمُ الْمُبَاشَرَةَ فَيَرْجِعُ فَكَانَ فِي بُدَاءَتِهِ احْتِيَالٌ لِلدَّرْءِ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: لَا تُشْتَرَطُ بُدَاءَتُهُ اعْتِبَارًا بِالْجَلْدِ .

قُلْنَا: كُلُّ اَحَدٍ لَا يُحْسِنُ الْجَلْدَ فَرُبَّمَا يَقَعُ مُهْلِكًا وَالْإِهْلَاكُ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ، وَلَا كَذٰلِكَ الرَّجْمُ لِاَنَّهُ اِتْلَافٌ . (فَاِنْ امْتَنَعَ الشُّهُودُ مِنَ الِابْتِدَاءِ سَقَطَ الْحَدُّ) لِاَنَّهُ دَلَالَةُ الرُّجُوعِ، وَكَذَا اِذَا مَاتُوا اَوْ غَابُوا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِفَوَاتِ الشَّرْطِ

اور جب حد واجب ہو جائے اور زانی محصن ہو تو قاضی اس کو پتھر سے رجم کرے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا تھا۔ کیونکہ وہ شادی شدہ تھے۔ اور ایک مشہور حدیث میں ہے ''وزنا بعد الاحصان''، یعنی محصن ہونے کے بعد زنا رجم کو واجب کرنے والا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اسی پر ہے۔

فرمایا: حکمران زانی کو کھلی زمین میں لے جائے اور گواہ اس کو رجم کرنا شروع کریں اس کے بعد امام رجم کرے۔ حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ کیونکہ گواہ کبھی جھوٹی گواہی پر جسارت کر بیٹھتا ہے۔ اور اس کے بعد رجم کی مباشرت کو سخت سمجھ کر شہادت سے رجوع کر لیتا ہے۔ پس اس کے شروع کرنے سے حد دور ہونے کا بہانہ مل سکتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گواہ کا شروع کرنا شرط نہیں ہے' کیونکہ یہ کوڑا مارنے پر قیاس ہے' جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہر بندہ اچھی طرح کوڑا نہیں مار سکتا اور کبھی کبھی کوڑا مارنا خطرناک بن جاتا ہے' جبکہ ہلاک کرنے واجب نہیں ہے اور رجم کا یہ حکم نہیں ہے' کیونکہ رجم میں ہلاک کرنا ہوتا ہے۔

اور اگر گواہ ابتداء کرنے سے رک جائیں' تو حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ ان کا رکنا یہ رجوع کی علامت ہے اور اسی طرح جب گواہ فوت ہو جائیں' یا غائب ہو جائیں' تو بھی ظاہر الروایت کے مطابق حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ شرط ختم ہو چکی ہے۔

مرجوم کے غسل و جنازے کا بیان

(وَيُغَسَّلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ) (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي مَاعِزٍ اصْنَعُوا بِهِ كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمْ) وَلِأَنَّهُ قُتِلَ بِحَقٍّ فَلَا يَسْقُطُ الْغُسْلُ كَالْمَقْتُولِ قِصَاصًا " (وَصَلَّى النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْغَامِدِيَّةِ بَعْدَمَا رُجِمَتْ)

اور مرجوم کو غسل دیا جائے گا' اور کفن پہنایا جائے گا' اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جو تم اپنے فوت ہونے والوں کے ساتھ کرتے ہو۔ کیونکہ ان کو ایک حق کے سبب قتل کیا گیا ہے لہٰذا ان سے غسل ساقط نہ ہوگا لہٰذا وہ قصاص والے مقتول کی طرح ہو جائے گا۔ اور رجم کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

غیر محصن زانی کی سزا کا بیان

(وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْصَنًا وَكَانَ حُرًّا فَحَدُّهُ مِائَةُ جَلْدَةٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) إلَّا أَنَّهُ انْتَسَخَ فِي حَقِّ الْمُحْصَنِ فَبَقِيَ فِي حَقِّ غَيْرِهِ مَعْمُولًا بِهِ .قَالَ (يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِضَرْبِهِ بِسَوْطٍ لَا ثَمَرَةَ لَهُ ضَرْبًا مُتَوَسِّطًا) لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ الْحَدَّ كَسَرَ ثَمَرَتَهُ .

وَالْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْمُبَرِّحِ وَغَيْرِ الْمُؤْلِمِ لِإِفْضَاءِ الْأَوَّلِ إلَى الْهَلَاكِ وَخُلُوِّ الثَّانِي عَنْ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الِانْزِجَارُ (وَتُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ) مَعْنَاهُ دُونَ الْإِزَارِ لِأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ، وَلِأَنَّ التَّجْرِيدَ أَبْلَغُ فِي إيصَالِ الْأَلَمِ إلَيْهِ .

وَهَذَا الْحَدُّ مَبْنَاهُ عَلَى الشِّدَّةِ فِي الضَّرْبِ وَفِي نَزْعِ الْإِزَارِ كَشْفُ الْعَوْرَةِ فَيَتَوَقَّاهُ (وَيُفَرَّقُ

الضَّرْبُ عَلٰی اَعْضَائِهٖ) لِاَنَّ الْجَمْعَ فِی عُضْوٍ وَاحِدٍ قَدْ يُفْضِي اِلَی التَّلَفِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ .

اور اگر وہ زانی شادی شدہ نہ ہو اور آزاد ہو تو اس کے لئے سزا سو کوڑے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "زانیہ اور زانی میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ البتہ محصن کے حق میں حکم منسوخ ہو چکا ہے اور غیر محصن کے حق میں اسی پر عمل باقی ہے۔ اور حاکم اس کو اس طرح کے کوڑے سے مارنے کا حکم دے گا جس میں گرہ نہ ہو اور درمیانی مار سے مارے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب حد قائم فرماتے تھے تو اپنے کوڑے کی گرہ کو توڑ دیتے تھے۔ اور درمیانہ وہ ہے جو سخت اور نرم کے درمیان ہو کیونکہ پہلا یعنی سخت ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے جبکہ دوسرا انزجار یعنی سزا سے خالی ہے۔ مرجوم کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے لیکن اس کی چادر نہ اتاری جائے گی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدود میں کپڑے اتار دینے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ مرجوم کو تکلیف دینے میں تجرید زیادہ نفع مند ہے اور اس سزا کا دارومدار ہی نہایت سختی سے مارنے کا ہے اور چادر اتارنے سے کشف عورت ہے پس اس سے احتیاط کی جائے گی۔ اور اس کے مختلف اعضاء پر مارنے کی بہ جائے ایک ہی عضو پر مارنے ہلاکت کا خطرہ ہو جائے گا اور یہ حد زاجر ہے ہلاک کرنے والی نہیں ہے۔

محدود علیہ کے سر و چہرے پر مارنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (اِلَّا رَاْسَهٗ وَوَجْهَهٗ وَفَرْجَهٗ) (لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي اَمَرَهٗ بِضَرْبِ الْحَدِّ اتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيرَ) وَلِاَنَّ الْفَرْجَ مَقْتَلٌ وَالرَّاْسَ مَجْمَعُ الْحَوَاسِّ، وَكَذَا الْوَجْهُ وَهُوَ مَجْمَعُ الْمَحَاسِنِ اَيْضًا فَلَا يُؤْمَنُ فَوَاتُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالضَّرْبِ وَذٰلِكَ اِهْلَاكٌ مَعْنًى فَلَا يُشْرَعُ حَدًّا .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَضْرِبُ الرَّاْسَ اَيْضًا رَجَعَ اِلَيْهِ، وَاِنَّمَا يَضْرِبُ سَوْطًا لِقَوْلِ اَبِي بَكْرٍ: اضْرِبُوا الرَّاْسَ فَاِنَّ فِيهِ شَيْطَانًا .

قُلْنَا: تَاْوِيلُهٗ اَنَّهٗ قَالَ ذٰلِكَ فِيمَنْ اُبِيحَ قَتْلُهٗ .وَيُقَالُ: اِنَّهٗ وَرَدَ فِي حَرْبِيٍّ كَانَ مِنْ دُعَاةِ الْكَفَرَةِ وَالْاِهْلَاكُ فِيهِ مُسْتَحَقٌّ (وَيُضْرَبُ فِي الْحُدُودِ كُلِّهَا قَائِمًا غَيْرَ مَمْدُودٍ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: يُضْرَبُ الرِّجَالُ فِي الْحُدُودِ قِيَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُودًا، وَلِاَنَّ مَبْنَى اِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَی التَّشْهِيرِ، وَالْقِيَامُ اَبْلَغُ فِيهِ .ثُمَّ قَوْلُهٗ: غَيْرَ مَمْدُودٍ، فَقَدْ قِيلَ الْمَدُّ اَنْ يُلْقَى عَلَی الْاَرْضِ وَيُمَدَّ كَمَا يُفْعَلُ فِي زَمَانِنَا، وَقِيلَ اَنْ يَمُدَّ السَّوْطَ فَيَرْفَعَهُ الضَّارِبُ فَوْقَ رَاْسِهٖ، وَقِيلَ اَنْ يَمُدَّهٗ بَعْدَ الضَّرْبِ، وَذٰلِكَ كُلُّهٗ لَا يُفْعَلُ لِاَنَّهٗ زِيَادَةٌ عَلَی الْمُسْتَحَقِّ .

فرمایا: زانی کے سر اور اس کے چہرے اور اس کی شرمگاہ پر نہ مارا جائے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو کوڑے مارنے کا

حکم دیا تھا اس سے یہ فرمایا: چہرہ اور شرمگاہ پر نہ مارنا کیونکہ شرمگاہ سے قتل ہوسکتا ہے اور سر حواس کا مجموعہ ہے اور چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے پس مارنے کے سبب ان میں سے کسی چیز کا فوت ہونا ممکن ہے اور معنوی ہلاکت ہے اور یہ حد بن کو مشروع نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سر پر بھی مارا جائے گا' اور کوڑے سے مارا جائے گا' کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے سر پر مارو۔ کیونکہ اس میں شیطان ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بندے کے بارے میں فرمایا تھا جس کا قتل جائز تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول اس حربی کے بارے میں ہے' جو کافروں کو بلانے والا تھا۔ اور اس کو ہلاک کرنا واجب تھا۔

تمام حدود میں زانی کو کھڑے کر کے ہاتھ باندھے بغیر ہی کوڑے مارے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مردوں کو کھڑے کر کے حد لگائی جائے اور عورتوں کو بیٹھا کر حد لگائی جائے۔ کیونکہ حد قائم کرنے کا دارومدار شہرت پر ہے۔ اور اس میں قیام فائدے مند ہے۔

اس کے بعد امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا غیر ممدود کہنا محتمل ہے ایک قول یہ ہے کہ مجرم کو زمین پر ڈال دیا جائے گا' جس طرح ہمارے دور میں کھینچتے ہیں اسی طرح کھینچا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مارنے والا اپنے کوڑے کو کھینچ کر اپنے سر تک اٹھائے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کوڑا مارنے کے بعد اس کو کھینچے۔ مگر ان میں سے کوئی کام تو کیا جائے گا' کیونکہ یہ زانی کے لئے واجب مار سے زائد ہے۔

غلام پر نصف جاری ہونے کا بیان

(وَاِنْ كَانَ عَبْدًا جَلَدَهُ خَمْسِينَ جَلْدَةً) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) نَزَلَتْ فِي الْاِمَاءِ، وَلِاَنَّ الرِّقَّ مُنَقِّصٌ لِلنِّعْمَةِ فَيَكُوْنُ مُنَقِّصًا لِلْعُقُوبَةِ ؛ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ عِنْدَ تَوَافُرِ النِّعَمِ اَفْحَشُ فَيَكُوْنُ اَدْعٰى اِلَى التَّغْلِيظِ

اور اگر زنا کرنے والا غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے ماریں جائیں گے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: باندیوں پر آزاد عورتوں کی بہ نسبت نصف سزا ہے۔ یہ آیات باندیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ رقیت نعمت کو تھوڑا کرنے والی ہے۔ پس وہ سزا کو بھی کم کردے گی۔ کیونکہ نعمتوں کی کثرت کے باوجود جنایت کرنے زیادہ برا ہے الہٰذا یہ جنایت آزاد کے حق میں زیادہ سخت ہوگی۔

حدود میں مردوں اور عورتوں کے برابر ہونے کا بیان

(وَالرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ) ؛ لِاَنَّ النُّصُوصَ تَشْمَلُهُمَا (غَيْرَ اَنَّ الْمَرْاَةَ لَا يُنْزَعُ مِنْ ثِيَابِهَا اِلَّا الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ) لِاَنَّ فِي تَجْرِيدِهَا كَشْفُ الْعَوْرَةِ وَالْفَرْوُ وَالْحَشْوُ يَمْنَعَانِ وُصُولَ الْاَلَمِ اِلَى الْمَضْرُوبِ وَالسَّتْرُ حَاصِلٌ بِدُونِهِمَا فَيُنْزَعَانِ (وَتُضْرَبُ جَالِسَةً) لِمَا رَوَيْنَا، وَلِاَنَّهُ اَسْتَرُ لَهَا (وَاِنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ) ؛ لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَفَرَ لِلْغَامِدِيَّةِ اِلٰى

يُبْدُوَنِهَا، وَحَفَرَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِشُرَاحَةَ الْهَمْدَانِيَّةِ وَإِنْ تَرَكَ لَا يَضُرُّهُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَأْمُرْ بِذٰلِكَ وَهِيَ مَسْتُورَةٌ بِثِيَابِهَا، وَالْحَفْرُ أَحْسَنُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ وَيُحْفَرُ إِلَى الصَّدْرِ لِمَا رَوَيْنَا (وَلَا يُحْفَرُ لِلرَّجُلِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا حَفَرَهُ لِمَاعِزٍ، وَلِأَنَّ مَبْنَى الْإِقَامَةِ عَلَى التَّشْهِيرِ فِي الرِّجَالِ، وَالرَّبْطُ وَالْإِمْسَاكُ غَيْرُ مَشْرُوعٍ

اور مرد وعورت حد میں برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں کو نص شامل ہے۔ البتہ عورت اپنے کپڑوں میں سے پوستین اور بھرے ہوئے کپڑے ہی اتارے گی کیونکہ عورت کے کپڑے اتارنے میں کشف عورت ہوگا' جبکہ پوستین اور حشو مارے ہوئے مقام پر تکلیف دینے کے مانع ہے۔ اوران کے بغیر بھی ستر حاصل ہو جاتا ہے پس ان کو نکلوایا جائے گا' اور عورت کو بیٹھا کر اس کو حد لگائی جائے گی۔ اسی روایت کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ بیٹھنے میں عورت کے لئے زیادہ ستر ہے۔

اور اگر رجم کے لئے عورت کے لئے گڑھا کھودا جائے' تو یہ جائز ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غامدیہ عورت کے لئے اس کے سینے تک گڑھا کھودوایا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شراحہ ہمدانیہ کے لئے گڑھا کھودوایا تھا مگر جب گڑھا نہ کھودا گیا تو بھی نقصان نہیں ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور عورت اپنے کپڑوں میں باپردہ رہنے والی ہے البتہ گڑھا کھودنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس کے سبب ستر زیادہ ہے اور سینے تک گڑھا کھودنا اسی حدیث کے سبب ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں' جبکہ مرد کے لئے گڑھا نہ کھودا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے لئے گڑھا نہ کھودا تھا کیونکہ مردوں کے لئے حد قائم کرنے کا دارو مدار شہرت پر ہے۔ لہٰذا باندھنا یا روکنا جائز نہ ہوگا۔

امام کے بغیر آقا کے حد جاری نہ کرنے کا بیان

(وَلَا يُقِيمُ الْمَوْلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُ أَنْ يُقِيمَهُ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةً مُطْلَقَةً عَلَيْهِ كَالْإِمَامِ، بَلْ أَوْلَى لِأَنَّهُ يَمْلِكُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيهِ مَا لَا يَمْلِكُهُ الْإِمَامُ فَصَارَ كَالتَّعْزِيرِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَرْبَعٌ إِلَى الْوُلَاةِ وَذَكَرَ مِنْهَا الْحُدُودَ) وَلِأَنَّ الْحَدَّ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالَى لِأَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْهَا إِخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ، وَلِهٰذَا لَا يَسْقُطُ بِإِسْقَاطِ الْعَبْدِ فَيَسْتَوْفِيهِ مَنْ هُوَ نَائِبٌ عَنِ الشَّرْعِ وَهُوَ الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ، بِخِلَافِ التَّعْزِيرِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلِهٰذَا يُعَزَّرُ الصَّبِيُّ، وَحَقُّ الشَّرْعِ مَوْضُوعٌ عَنْهُ .

اور آقا اپنے غلام پر حاکم کی اجازت کے بغیر حد قائم نہ کرے' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو حد قائم کرنے کا اختیار حاصل ہے' کیونکہ آقا کو غلام پر امام کی طرح ولایت مطلق طور پر حاصل ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ ولایت حاصل ہے' کیونکہ

آقا کو غلام میں تصرف کا مالک ہے' جس کا امام مالک نہیں ہے لہٰذا یہ تعزیر کی ہو جائے گا۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں امام کے سپرد ہیں اور آپ ﷺ نے ان میں سے حدود کو بھی بیان کیا ہے' کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور حد کا مقصد دنیا سے فساد کو ختم کرنا ہے لہٰذا بندے کے ساقط کرنے سے حد ساقط نہ ہوگی۔ پس حدود وہی شخص قائم کرے گا' جو شریعت کا نائب ہوگا' اور وہ امام ہے یا اس کا خلیفہ ہے البتہ تعزیر میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ تعزیر بندے کا حق ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر بچوں کو سزا دی جاتی ہے حالانکہ بچوں سے شریعت کا حق معاف ہے۔

مرد کے احصان کی شرائط کا بیان

قَالَ (وَاِحْصَانُ الرَّجُلِ اَنْ يَكُوْنَ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً نِكَاحًا صَحِيْحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلٰى صِفَةِ الْاِحْصَانِ) فَالْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ شَرْطٌ لِاَهْلِيَّةِ الْعُقُوْبَةِ اِذْ لَا خِطَابَ دُوْنَهُمَا، وَمَا وَرَاءَ هُمَا يُشْتَرَطُ لِتَكَامُلِ الْجِنَايَةِ بِوَاسِطَةِ تَكَامُلِ النِّعْمَةِ اِذْ كُفْرَانُ النِّعْمَةِ يَتَغَلَّظُ عِنْدَ تَكَثُّرِهَا، وَهٰذِهِ الْاَشْيَاءُ مِنْ جَلَائِلِ النِّعَمِ .وَقَدْ شُرِعَ الرَّجْمُ بِالزِّنَا عِنْدَ اسْتِجْمَاعِهَا فَيُنَاطُ بِهِ .

بِخِلَافِ الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ ؛ لِاَنَّ الشَّرْعَ مَا وَرَدَ بِاعْتِبَارِهِمَا وَنَصْبُ الشَّرْعِ بِالرَّاْيِ مُتَعَذِّرٌ، وَلِاَنَّ الْحُرِّيَّةَ مُمْكِنَةٌ مِنَ النِّكَاحِ الصَّحِيْحِ وَالنِّكَاحُ الصَّحِيْحُ مُمْكِنٌ مِنَ الْوَطْءِ الْحَلَالِ، وَالْاِصَابَةُ شِبَعٌ بِالْحَلَالِ، وَالْاِسْلَامُ يُمَكِّنُهُ مِنْ نِكَاحِ الْمُسْلِمَةِ وَيُؤَكِّدُ اعْتِقَادَ الْحُرْمَةِ فَيَكُوْنُ الْكُلُّ مَزْجَرَةً عَنِ الزِّنَا .

وَالْجِنَايَةُ بَعْدَ تَوَفُّرِ الزَّوَاجِرِ اَغْلَظُ وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِي اشْتِرَاطِ الْاِسْلَامِ وَكَذَا اَبُوْ يُوْسُفَ فِي رِوَايَةٍ لَهُمَا مَا رُوِيَ " (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَجَمَ يَهُوْدِيَّيْنِ قَدْ زَنَيَا) قُلْنَا: كَانَ ذٰلِكَ بِحُكْمِ التَّوْرَاةِ ثُمَّ نُسِخَ، يُؤَيِّدُهُ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ) .وَالْمُعْتَبَرُ فِي الدُّخُوْلِ اِيْلَاجٌ فِي الْقُبُلِ عَلٰى وَجْهٍ يُوْجِبُ الْغُسْلَ .

وَشَرْطُ صِفَةِ الْاِحْصَانِ فِيْهِمَا عِنْدَ الدُّخُوْلِ، حَتّٰى لَوْ دَخَلَ بِالْمَنْكُوْحَةِ الْكَافِرَةِ اَوِ الْمَمْلُوْكَةِ اَوِ الْمَجْنُوْنَةِ اَوِ الصَّبِيَّةِ لَا يَكُوْنُ مُحْصَنًا، وَكَذَا اِذَا كَانَ الزَّوْجُ مَوْصُوْفًا بِاِحْدٰى هٰذِهِ الصِّفَاتِ وَهِيَ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ عَاقِلَةٌ بَالِغَةٌ ؛ لِاَنَّ النِّعْمَةَ بِذٰلِكَ لَا تَتَكَامَلُ اِذِ الطَّبْعُ يَنْفِرُ عَنْ صُحْبَةِ الْمَجْنُوْنَةِ، وَقَلَّمَا يَرْغَبُ فِي الصَّبِيَّةِ لِقِلَّةِ رَغْبَتِهَا فِيْهِ وَفِي الْمَمْلُوْكَةِ حَذَرًا عَنْ رِقِّ الْوَلَدِ وَلَا ائْتِلَافَ مَعَ الْاِخْتِلَافِ فِي الدِّيْنِ .

وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُخَالِفُهُمَا فِي الْكَافِرَةِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُحْصِنُ الْمُسْلِمَ الْيَهُودِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا الْحُرَّ الْأَمَةُ وَلَا الْحُرَّةَ الْعَبْدُ)

فرمایا: رجم کے لئے محصن ہونا شرط ہے اور شرط سے مراد یہ ہے کہ وہ مرجوم آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان ہو۔ جس نے کسی عورت سے نکاح صحیح کرتے ہوئے دخول کیا ہو۔ اور وہ دونوں صفت احصان پر قائم ہوں۔ پس عقل اور بلوغت یہ دونوں سزا کی اہلیت میں شرط ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے بغیر شریعت کا خطاب ثابت ہی نہ ہوگا۔ اور ان دونوں کے سوا جو شرائط ہیں وہ نعمت کو مکمل کرنے کے لئے جنایت کو مکمل کرنے کے لئے ہیں۔ کیونکہ نعمت کی کثرت کے وقت نعمتوں کا انکار زیادہ سخت ہے۔ اور یہ اشیاء بڑی نعمتوں میں سے ہیں اور ان نعمتوں کے جمع ہونے پر زنا میں جانے کے سبب رجم مشروع ہوا ہے پس ان نعمتوں کے جمع پر حد کا دار و مدار ہوگا۔ جبکہ شرافت وعلم میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت کئے ان کے اعتبار کو بیان نہیں کیا ہے اور رائے سے شریعت کو معین کرنا ناممکن ہے۔ اسی لئے آزاد سے نکاح صحیح ممکن ہے۔ اور نکاح صحیح پر حلال وطی پر قدرت حاصل ہوگی اور دخول کے سبب اس حلال کام کو کرنے میں آرام حاصل ہوگا' اور اسلام مسلمان کو مسلمان عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیتا ہے اور حرمت زنا کے اعتقاد کو مضبوط کرنے والا ہے پس یہ تمام احکام مسلمان کو زنا سے روکنے والی ہیں اور اتنی کثرت کے موانع ہونے کے سبب زنا سخت جرم ہے۔

اسلام کی شرط لگانے میں امام شافعی علیہ الرحمہ نے ہم سے اختلاف کیا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی ایک روایت ہمارے خلاف ہے۔ اور ان فقہاء کی دلیل وہ حدیث ہے' جس میں نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو زنا کے سبب رجم کرنے کا حکم دیا تھا' جبکہ ہم اسکا جواب یہ دیں گے کہ یہ حکم تورات کے سبب سے تھا اور بعد میں منسوخ ہوگیا ہے' جس کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

اور دخول معتبر ہے' جس میں قبل اس طرح داخل کیا جائے وہ ایلاج غسل کو واجب کردے۔ امام قدوری علیہ الرحمہ نے دخول کے وقت مرد عورت کے لئے احصان شرط قرار دی ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے منکوحہ کافرہ، مملوکہ یا مجنونہ یا صبیہ سے دخول کیا' تو وہ محصن نہ ہوگا' اور اسی طرح جب شوہر ان صفات میں سے کسی ایک صفت سے متصف ہو۔ اور اس کی زوجہ آزاد مسلمان، عاقل اور بالغ ہو کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نعمت مکمل ہوتی ہے' کیونکہ طبیعت پاگل عورت سے جماع کرنے سے نفرت کرنے والی ہے۔ اور بچی سے عدم رغبت کے سبب خواہش کم ہوگی اور مملوکہ منکوحہ میں بچے کی رقیت سے بچنے کے لئے خواہش کم ہوگی اور اختلاف دین کے سبب باہمی نفرت ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے کافرہ میں ہم سے اختلاف کیا ہے' لیکن ان کے خلاف حجت وہی حدیث ہے' جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ مسلمان شخص کو یہودیہ اور نصرانیہ عورت محصن نہیں بناتیں۔ اور آزاد عورت کو کوئی غلام محصنہ نہیں بنا سکتا۔

محصن کے لئے رجم وکوڑوں کا جمع نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَجْمَعْ، وَلِأَنَّ الْجَلْدَ يَعْرَى عَنِ الْمَقْصُودِ مَعَ الرَّجْمِ؛ لِأَنَّ زَجْرَ غَيْرِهِ يَحْصُلُ بِالرَّجْمِ إِذْ هُوَ فِي الْعُقُوبَةِ أَقْصَاهَا وَزَجْرُهُ لَا يَحْصُلُ بَعْدَ هَلَاكِهِ .

فرمایا: اور محصن کے لئے رجم اور کوڑوں کو جمع نہ کیا جائے گا' کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں جمع نہ کیا۔ اور اس لئے کہ رجم کے ہوتے ہوئے کوڑے مارنے کا کوئی مقصد ہی نہیں بنتا۔ کیونکہ دوسرے کی سزا رجم سے حاصل ہونے والی ہے۔ اور رجم سزا کی آخری حد ہے اور زانی کی ہلاکت کے بعد اس کی سزا حاصل نہ ہوگی۔ (یعنی ہلاکت کے بعد کوڑوں کی سزا کا محل ہی ختم ہو جائے گا۔ اور رجم سے قبل سزا نہیں دی جاسکتی کیونکہ رجم بڑی سزا اس پر طاری ہے اور اس کو پورا کرنے کے بعد محل ختم ہو جائے گا۔)

کوڑے مارنے اور شہر بدری کو جمع نہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَلَا يُجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ) وَالشَّافِعِيُّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا حَدًّا (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ) وَلِأَنَّ فِيهِ حَسْمَ بَابِ الزِّنَا لِقِلَّةِ الْمَعَارِفِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى (فَاجْلِدُوا) جَعَلَ الْجَلْدَ كُلَّ الْمُوجَبِ رُجُوعًا إِلَى حَرْفِ الْفَاءِ وَإِلَى كَوْنِهِ كُلَّ الْمَذْكُورِ، وَلِأَنَّ فِي التَّغْرِيبِ فَتْحَ بَابِ الزِّنَا لِانْعِدَامِ الِاسْتِحْيَاءِ مِنَ الْعَشِيرَةِ ثُمَّ فِيهِ قَطْعُ مَوَادِّ الْبَقَاءِ، فَرُبَّمَا تَتَّخِذُ زِنَاهَا مَكْسَبَةً وَهُوَ مِنْ أَقْبَحِ وُجُوهِ الزِّنَا، وَهَذِهِ الْجِهَةُ مُرَجِّحَةٌ لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: كَفَى بِالنَّفْيِ فِتْنَةً، وَالْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ كَشَطْرِهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ) وَقَدْ عُرِفَ طَرِيقُهُ فِي مَوْضِعِهِ .

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَرَى الْإِمَامُ فِي ذَلِكَ مَصْلَحَةً فَيُغَرِّبَهُ عَلَى قَدْرِ مَا يَرَى) وَذَلِكَ تَعْزِيرٌ وَسِيَاسَةٌ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يُفِيدُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ فَيَكُونُ الرَّأْيُ فِيهِ إِلَى الْإِمَامِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ النَّفْيُ الْمَرْوِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ

اور غیر شادی شدہ میں کوڑوں کی سزا اور شہر بدری کو جمع نہ کیا جائے گا' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کو حد کے طور پر جمع کرتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کنورا کنواری (اگر زنا کریں) تو ان سو کوڑے مارو۔ اور ایک سال کے لئے جلا وطن کرو' کیونکہ جلاوطنی سے زنا کے دروازے کو بند کرنا ہے' کیونکہ اس طرح تعلقات کم ہوتے ہیں۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:''فاجلدوا'' اللہ تعالیٰ نے کوڑے مارنے کو مکمل سزا قرار دیا ہے جس کی دلیل حرف فاء ہے یا اس کی دلیل یہ ہے پوری سزا ایسی ہے جو ذکر کی گئی ہے جبکہ جلاوطنی سے زنا کے دروازے کو کھولنا بھی پایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اہل خاندان والوں سے شرم ختم ہو جاتی ہے اور جلاوطنی سے بقاء کے اسباب کو ختم کرنا بھی لازم آئے گا۔ کیونکہ عام طور پر عورت زنا کو کمائی کا بہانہ بنانے والی ہے۔ اور یہ زنا کی بدترین حالت ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ترجیح ملنے والی ہے کہ فتنہ کے لئے شہر بدر کرنا کافی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا یہ جزء منسوخ ہے کہ ''الثیب بالثیب'' اور اس کے نسخ کا حکم اس کے مقام پر ذکر دیا گیا ہے۔ البتہ جب امام جلاوطنی کو مصلحت سمجھے تو وہ کرسکتا ہے اور یہ تعزیر کی بناء پر ہوگا اور سیاست کے طور پر ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا فائدہ بھی ہوتا ہے پس اس میں ہم معاملہ امام کے سپرد کریں گے اور اسی پر وہ نفی بھی محمول کی جائے گی جس بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے۔

مریض کے لئے حد رجم کا بیان

(وَاِذَا زَنَى الْمَرِيضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ رُجِمَ) ؛لِاَنَّ الْاِتْلَافَ مُسْتَحَقٌّ فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْمَرَضِ (وَاِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدَ لَمْ يُجْلَدْ حَتّٰى يَبْرَاَ) كَيْلَا يُفْضِيَ اِلَى الْهَلَاكِ وَلِهٰذَا لَا يُقَامُ الْقَطْعُ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ

اور جب کسی بیمار شخص کی حد رجم ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا کیونکہ وہ ہلاکت کا حقدار ہے لہٰذا بیماری کے سبب اس کا ہلاک ہونا منع نہ ہوگا اور جب اس کی سزا کوڑے مارنا ہو تو تندرست ہونے تک اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے پس سخت سردی اور سخت گرمی میں چور کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے گا۔

حاملہ پر حد جاری کرنے کا بیان

(وَاِنْ زَنَتِ الْحَامِلُ لَمْ تُحَدَّ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا) كَيْلَا يُؤَدِّيَ اِلٰى هَلَاكِ الْوَلَدِ وَهُوَ نَفْسٌ مُحْتَرَمَةٌ (وَاِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجَلْدَ لَمْ تُجْلَدْ حَتّٰى تَتَعَالٰى مِنْ نِفَاسِهَا) اَیْ تَرْتَفِعَ يُرِيدُ بِهٖ تَخْرُجَ مِنْهُ ؛لِاَنَّ النِّفَاسَ نَوْعُ مَرَضٍ فَيُؤَخَّرُ اِلٰى زَمَانِ الْبُرْءِ .بِخِلَافِ الرَّجْمِ ؛لِاَنَّ التَّاخِيرَ لِاَجْلِ الْوَلَدِ وَقَدْ انْفَصَلَ .

وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُؤَخَّرُ اِلٰى اَنْ يَسْتَغْنِيَ وَلَدُهَا عَنْهَا اِذَا لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ يَقُومُ بِتَرْبِيَتِهٖ ؛لِاَنَّ فِي التَّاخِيرِ صِيَانَةَ الْوَلَدِ عَنِ الضَّيَاعِ، وَقَدْ رُوِيَ (اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ لِلْغَامِدِيَّةِ بَعْدَمَا وَضَعَتْ ارْجِعِي حَتّٰى يَسْتَغْنِيَ وَلَدُكِ) ثُمَّ الْحُبْلٰى تُحْبَسُ اِلٰى اَنْ تَلِدَ اِنْ كَانَ

الْحَدُّ ثَابِتًا بِالْبَيِّنَةِ كَيْ لَا تَهْرُبَ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ ؛ لِأَنَّ الرُّجُوعَ عَنْهُ عَامِلٌ فَلَا يُفِيدُ الْحَبْسُ .

اور کسی حاملہ عورت نے زنا کیا، تو وضع حمل تک اس پر حد جاری نہ ہوگی تا کہ یہ بچے کی ہلاکت کا سبب نہ بنے اور بچے کی جان قابل احترام ہے اور جب اس کی سزا اسی کوڑے ہو تو اس کو نفاس سے پاک ہونے تک کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ نفاس ایک قسم کا مرض ہے پس اچھا ہونے تک سزا کو مؤخر کیا جائے گا البتہ رجم میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ اس کو صرف بچے کے سبب مؤخر کیا جائے گا۔ اور اب وہ بچہ زانیہ سے الگ ہو چکا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجم کو بھی اس وقت تک مؤخر کیا جائے گا کہ اس کا بچہ اس سے عورت سے بے پرواہ ہو جائے اس شرط کے ساتھ کہ اس کی پرورش کرنے والا کوئی ہو۔ کیونکہ رجم کی تاخیر بچے کو محفوظ کرنے کے لئے تھی اور یقیناً یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ غامدیہ کے وضع حمل کے بعد آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا کہ واپس جا یہاں تک کہ تیرا بچہ تجھ سے بے پرواہ ہو جائے۔ اور اگر حد شہادت سے ثابت ہو تو حاملہ کو بچہ جننے تک قید میں رکھا جائے گا تا کہ وہ بھاگ نہ سکے، جبکہ اقرار میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ اقرار سے رجوع کرنا عامل یعنی حد کے سقوط کا سبب ہے پس اس میں قید کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ الْوَطْىءِ الَّذِی یُوجِبُ الْحَدَّ وَالَّذِی لَا یُوجِبُهُ

﴿یہ باب موجب حد وغیر موجب حد کی وطی کے بیان میں ہے﴾

باب وطی موجب حد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ اقامت حد کی شرعی حیثیت کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس سبب کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس کے سبب حد واجب ہوتی ہے اور وہ اسباب جن کے ذریعے حد واجب ہونے والی نہیں ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے باب دونوں کا نام وطی بیان کیا ہے کیونکہ جو وطی موجب حد ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے وطی ہے اور عدم وجوب حد والی وطی مشابہ وطی حقیقی ہے جبکہ زنا کی تعریف مصنف کتاب الحدود کے شروع میں بیان کر چکے ہیں اور یہاں اسی تصریحات مختلفہ کو بیان کریں گے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۷، ص ۱۸۳، بیروت)

زنا سے وجوب حد کا بیان

قَالَ (الْوَطْئُ الْمُوجِبُ لِلْحَدِّ هُوَ الزِّنَا) وَإِنَّهُ فِي عُرْفِ الشَّرْعِ وَاللِّسَانِ: وَطْءُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ فِي الْقُبُلِ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ، وَشُبْهَةِ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ مَحْظُورٌ، وَالْحُرْمَةُ عَلَى الْإِطْلَاقِ عِنْدَ التَّعَرِّي عَنْ الْمِلْكِ وَشُبْهَتِهِ، يُؤَيِّدُ ذَلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (ادْرَءُوا الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ)

فرمایا: زنا حد واجب کرنے والی وطی ہے۔ لغت وعرف میں زنا اس کو کہتے ہیں کہ مرد عورت کی شرمگاہ میں اس سے وطی کرے اور یہ وطی ملک اور شبہ ملک کے سوا ہو کیونکہ زنا ایک منع کردہ عمل ہے۔ اور مطلق طور پر حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب وہ وطی ملک اور شبہ ملک سے خالی ہوگی۔ اس کی تائید نبی کریم ﷺ نے ارشاد گرامی ہے کہ تم شبہات سے حدود کو دور کرو۔

شبہہ کی تعریفات واقسام کا بیان

" ثُمَّ الشُّبْهَةُ نَوْعَانِ: شُبْهَةٌ فِي الْفِعْلِ وَتُسَمَّى شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ، وَشُبْهَةٌ فِي الْمَحَلِّ وَتُسَمَّى شُبْهَةً حُكْمِيَّةً.

فَالْأُولَى تَتَحَقَّقُ فِي حَقِّ مَنْ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ مَعْنَاهُ أَنْ يَظُنَّ غَيْرُ الدَّلِيلِ دَلِيلًا وَلَا بُدَّ مِنْ الظَّنِّ

لِيَتَحَقَّقَ الِاشْتِبَاهُ. وَالثَّانِيَةُ تَتَحَقَّقُ بِقِيَامِ الدَّلِيلِ النَّافِي لِلْحُرْمَةِ فِي ذَاتِهِ وَلَا تَتَوَقَّفُ عَلٰى ظَنِّ الْجَانِي وَاعْتِقَادِهِ. وَالْحَدُّ يَسْقُطُ بِالنَّوْعَيْنِ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ.

وَالنَّسَبُ يَثْبُتُ فِي الثَّانِيَةِ إِذَا ادَّعَى الْوَلَدَ، وَلَا يَثْبُتُ فِي الْأُولٰى وَإِنْ ادَّعَاهُ لِأَنَّ الْفِعْلَ تَمَحَّضَ زِنًا فِي الْأُولٰى؛ وَإِنْ سَقَطَ الْحَدُّ لِأَمْرٍ رَاجِعٍ إِلَيْهِ وَهُوَ اشْتِبَاهُ الْأَمْرِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَتَمَحَّضْ فِي الثَّانِيَةِ فَشُبْهَةُ الْفِعْلِ فِي ثَمَانِيَةِ مَوَاضِعَ: جَارِيَةُ أَبِيهِ وَأُمِّهِ وَزَوْجَتِهِ، وَالْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَبَائِنًا بِالطَّلَاقِ عَلٰى مَالٍ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَأُمُّ وَلَدٍ أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَجَارِيَةُ الْمَوْلٰى فِي حَقِّ الْعَبْدِ، وَالْجَارِيَةُ الْمَرْهُونَةُ فِي حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْحُدُودِ. فَفِي هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ لَا حَدَّ عَلَيْهِ إِذَا قَالَ: ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي. وَلَوْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ وَجَبَ الْحَدُّ.

شبہ کی دو اقسام ہیں۔(۱) فعل میں شبہ ہونا، اس کو اشتباہ بھی کہا جاتا ہے۔(۲) محل میں شبہ ہونا، اس کو شبہ حکمی کہا جاتا ہے لہٰذا پہلی قسم اس شخص کے حق میں ثابت ہوگی، جس کا کام مشتبہ ہو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انسان ایسی چیز کو دلیل سمجھ بیٹھے جو دلیل نہ ہو اور ثبوت اشتباہ کے لئے ظن اور وہم کا ہونا ضروری ہے۔

دوسری قسم ایسی دلیل کے پائے جانے سے بھی ثابت ہو جائے گی جو خود بہ خود حرمت کی نفی کرنے والی ہو اور یہ قسم مجرموں کے ظن اور ان کے خیال پر موقوف نہیں ہے، جبکہ حد ان دونوں اقسام سے ساقط ہو جاتی ہے۔

کیونکہ حدیث مبارکہ میں مطلق طور حکم بیان ہوا ہے۔ اور جب زانی لڑکے کا دعویٰ کرے تو دوسری قسم کی صورت میں اس نسب ثابت ہو جائے گا، جبکہ پہلی قسم میں دعویٰ کرنے کے باوجود نسب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ قسم اول میں فعل محض زنا ہے، جس کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے، جو اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ اور اس فعل پر مشتبہ ہونا ہے، جبکہ دوسری قسم میں فعل محض زنا نہیں ہے۔ فعل میں شبہ ہونے کے آٹھ مقام ہیں۔

(۱) اپنے باپ کی باندی سے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۲) اپنی ماں کی باندی سے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۳) اپنی بیوی کی باندی سے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۴) بیوی کو طلاق ثلاثہ دینے کے بعد اس کی عدت میں اس سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۵) مال کے بدلے بیوی کو طلاق بائنہ دے کر اس کی عدت میں اس سے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۶) اپنی ام ولد کو آزاد کر کے اس کی عدت میں اس سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۷) غلام کا اپنے آقا کی باندی سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۸) مرتہن کا مرہونہ باندی سے جماع کرنے میں شبہ ہونا ہے۔ کتاب الحدود کی روایت کے مطابق ان تمام مواقع پر جب واطی یہ کہہ دے کہ میں نے اس لئے وطی کی تھی یہ عورت میرے لئے حلال تھی، تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اس نے کہا: مجھے معلوم تھا کہ یہ عورت مجھ پر حرام تھی، تو حد واجب ہو جائے گی۔

محل شبہ کے چھ مواقع کا بیان

وَالشُّبْهَةُ فِي الْمَحَلِّ فِي سِتَّةِ مَوَاضِعَ: جَارِيَةُ ابْنِهِ، وَالْمُطَلَّقَةُ طَلَاقًا بَائِنًا بِالْكِنَايَاتِ، وَالْجَارِيَةُ الْمَبِيعَةُ فِي حَقِّ الْبَائِعِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَالْمَمْهُورَةُ فِي حَقِّ الزَّوْجِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَالْمُشْتَرِكَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، وَالْمَرْهُونَةُ فِي حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الرَّهْنِ.
فَفِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ وَإِنْ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ.
ثُمَّ الشُّبْهَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَثْبُتُ بِالْعَقْدِ وَإِنْ كَانَ مُتَّفَقًا عَلَى تَحْرِيمِهِ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ، وَعِنْدَ الْبَاقِينَ لَا تَثْبُتُ إِذَا عَلِمَ بِتَحْرِيمِهِ، وَيَظْهَرُ ذَلِكَ فِي نِكَاحِ الْمَحَارِمِ عَلَى مَا يَأْتِيكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى،

اور محل میں شبہ ہونے کے چھ مواقع ہیں۔(۱) اپنے بیٹے کی باندی سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۲) کنایہ الفاظ سے طلاق بائنہ دینے کے بعد اپنی مطلقہ سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۳) فروخت کردہ باندی سے اس کو مشتری کے سپرد کرنے سے قبل اس سے جماع کرنے میں شبہ ہونا (۴) بیوی کو کوئی باندی مہر کے طور دینے کے بعد اور بیوی کا قبضہ کرنے سے پہلے اسی باندی سے شوہر کے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۵) مشترکہ باندی سے کسی ایک کے وطی کرنے میں شبہ ہونا (۶) کتاب الرہن کے مطابق مرہونہ باندی سے مرتہن کے وطی کرنے میں شبہ ہونا ہے۔ یہ تمام مواقع پر حد واجب نہ ہوگی۔ اگرچہ جماع کرنے والا یہ کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام تھی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عقد سے شبہ ثابت ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عقد کی حرمت متفق علیہ ہے، جبکہ واطی حرمت کو جاننے والا ہو۔ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک اگر واطی عقد کی حرمت کو جاننے والا ہے تو شبہ ثابت نہ ہوگا اور محارم سے نکاح میں اس اختلاف کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔ جس طرح اس کی وضاحت ان شاء اللہ آئے گی۔

مطلقہ ثلاثہ سے جماع پر حد کا بیان

إِذَا عَرَفْنَا هَذَا (وَمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ عَلِمْتُ أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ) لِزَوَالِ الْمِلْكِ الْمُحَلِّلِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَتَكُونُ الشُّبْهَةُ مُنْتَفِيَةً وَقَدْ نَطَقَ الْكِتَابُ بِانْتِفَاءِ الْحِلِّ وَعَلَى ذَلِكَ الْإِجْمَاعُ، وَلَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ الْمُخَالِفِ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ خِلَافٌ لَا اخْتِلَافٌ، وَلَوْ قَالَ: ظَنَنْتُ أَنَّهَا تَحِلُّ لِي لَا يُحَدُّ لِأَنَّ الظَّنَّ فِي مَوْضِعِهِ لِأَنَّ أَثَرَ الْمِلْكِ قَائِمٌ فِي حَقِّ النَّسَبِ وَالْحَبْسِ وَالنَّفَقَةِ فَاعْتُبِرَ ظَنُّهُ فِي إِسْقَاطِ الْحَدِّ، وَأُمُّ الْوَلَدِ إِذَا أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَالْمُخْتَلِعَةُ وَالْمُطَلَّقَةُ عَلَى مَالٍ بِمَنْزِلَةِ الْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثِ لِثُبُوتِ الْحُرْمَةِ بِالْإِجْمَاعِ وَقِيَامِ بَعْضِ الْآثَارِ فِي

الْعِدَّةِ۔

جب ہم یہ سمجھ چکے ہیں، تو اب یہ جاننا چاہیے کہ جس بندے نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور اسکے بعد عدت میں اس سے وطی کرلی۔ اور یہ بھی کہے کہ معلوم تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے، تو اس کو حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ ملکیت کو ختم کرنے والی چیز ہر طرح سے معدوم ہوچکی ہے پس شبہ ختم ہوجائے گا۔ اور قرآن مجید نے بھی حلت کے ختم ہونے کو بیان کیا ہے اور اسی پر اجماع منعقد ہوا ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے مخالف کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ وہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے۔ اور جب اس نے کہا: میں نے سمجھا کہ وہ میرے لئے حلال تھی، تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ اس کا وہم اپنے مقام پر ہے، کیونکہ ملکیت کا اثر نسب، حبس اور نفقہ کے حق میں قائم ہے پس اسقاط حد اس کے حق میں معتبر ہوگا اور جب ام ولد کو آقا نے آزاد کردیا تو اختلاع والی اور وہ طلاق والی جو مال کے بدلے میں ہو طلاق ثلاثہ والی کے حکم میں ہوگی۔ کیونکہ اس کی حرمت بہ اتفاق ثابت ہے اور اس کی عدت میں کچھ آثار باقی ہیں۔ (یعنی ملکیت نکاح کے حوالے کچھ اثر باقی ہے)۔

زوجہ کو خلیہ بریہ کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ لَهَا: اَنْتِ خَلِيَّةٌ اَوْ بَرِيَّةٌ اَوْ اَمْرُكِ بِيَدِكِ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يُحَدَّ) لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيهِ ؛ فَمِنْ مَذْهَبِ عُمَرَ اَنَّهَا تَطْلِيقَةٌ رَجْعِيَّةٌ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي سَائِرِ الْكِنَايَاتِ وَكَذَا اِذَا نَوٰى ثَلَاثًا لِقِيَامِ الِاخْتِلَافِ مَعَ ذٰلِكَ

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو خالی ہے یا بری ہے یا معاملہ تیرے ہاتھ ہے اس کے بعد اس عورت نے اپنے آپ کا انتخاب کرلیا اس کے بعد شوہر نے عدت میں اس عورت سے وطی کرلی اور یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے، تو اس پر حد نہ لگائی جائے گی۔ کیونکہ کنایہ کی طلاق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کنایات طلاق رجعی ہوتے ہیں اور تمام کنایات کا حکم اسی طرح ہے اور اسی طرح جب اس نے تین کی نیت کی ہو کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے۔

بیٹے کی باندی سے جماع پر عدم حد کا بیان

(وَلَا حَدَّ عَلٰى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَاِنْ قَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ) لِاَنَّ الشُّبْهَةَ حُكْمِيَّةٌ لِاَنَّهَا نَشَاَتْ عَنْ دَلِيلٍ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيكَ) " وَالْاُبُوَّةُ قَائِمَةٌ فِي حَقِّ الْجَدِّ. قَالَ (وَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَعَلَيْهِ قِيمَةُ الْجَارِيَةِ) وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ

اور جس شخص نے اپنے بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے جماع کیا' تو اس پر حد نہیں ہے اور اس اگر چہ یہ کہا ہو کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے' کیونکہ اس میں حکمی شبہہ پایا جارہا ہے۔ کیونکہ شبہہ ایک دلیل سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے۔ کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اور دادا کے حق میں باپ ہونے کا حکم قائم ہے۔ اور واطی سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اس پر موطوہ باندی کی قیمت واجب ہو جائے گی۔ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

باپ کی باندی سے جماع پر عدم حد کا بیان

(وَاِذَا وَطِیءَ جَارِيَةَ اَبِيهِ اَوْ اُمِّهِ اَوْ زَوْجَتِهِ وَقَالَ ظَنَنْتُ اَنَّهَا تَحِلُّ لِي فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلٰى قَاذِفِهِ، وَاِنْ قَالَ: عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ، وَكَذَا الْعَبْدُ اِذَا وَطِءَ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ) لِاَنَّ بَيْنَ هٰؤُلَاءِ انْبِسَاطًا فِي الْاِنْتِفَاعِ فَظَنَّهُ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ فَكَانَ شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ اِلَّا اَنَّهُ زِنًا حَقِيقَةً فَلَا يُحَدُّ قَاذِفُهُ، وَكَذَا اِذَا قَالَتْ الْجَارِيَةُ: ظَنَنْتُ اَنَّهُ يَحِلُّ لِي وَالْفَحْلُ لَمْ يَدَّعِ فِي الظَّاهِرِ لِاَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ

(وَاِنْ وَطِءَ جَارِيَةَ اَخِيهِ اَوْ عَمِّهِ وَقَالَ: ظَنَنْتُ اَنَّهَا تَحِلُّ لِي حُدَّ) لِاَنَّهُ لَا انْبِسَاطَ فِي الْمَالِ فِيمَا بَيْنَهُمَا وَكَذَا سَائِرُ الْمَحَارِمِ سِوَى الْوِلَادِ لِمَا بَيَّنَّا .

اور جب کسی شخص نے اپنے باپ یا اپنی ماں' یا اپنی بیوی کی باندی سے جماع کیا اور اسکے بعد یہ کہا کہ میرے گمان میں وہ مجھ پر حلال ہے۔ تو اس پر بھی حد واجب نہ ہوگی اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر بھی حد نہ ہوگی مگر جب اس نے یہ کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے' تو اس پر حد جاری ہو جائے گی۔ اور اسی طرح جب غلام نے اپنے مالک کی باندی سے جماع کیا۔ کیونکہ ان لوگوں میں عمومی فائدہ اٹھانا جاری ہے پس فائدہ اٹھانے میں اس کے گمان کا اعتبار کرلیا جائے گا' اور یہ شبہہ اشتباہ والا شبہہ بن جائے گا البتہ یہ حقیقت کے اعتبار سے زنا ہے اس لئے اس کے قاذف پر حد جاری نہ ہوگی۔

اسی طرح جب باندی نے یہ کہا کہ میں نے سمجھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے حالانکہ غلام نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا تب بھی ظاہر الروایت کے مطابق اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ عمل ایک ہی ہے اور جب کسی نے اپنے بھائی یا اپنے چچا کی باندی سے جماع کیا اور کہنے لگا کہ میں نے گمان کیا کہ یہ میرے لئے حلال ہے۔ تو اس پر حد لگائی جائے گی کیونکہ ان کے درمیان بے تکلفی نہیں پائی جارہی اور اولاد کے سوا تمام محارم کا بھی اسی طرح ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان چکے ہیں۔

شب زفاف میں غیر زوجہ سے جماع پر عدم حد کا بیان

(وَمَنْ زُفَّتْ اِلَيْهِ غَيْرُ امْرَاَتِهِ وَقَالَتِ النِّسَاءُ: اِنَّهَا زَوْجَتُكَ فَوَطِئَهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ) قَضٰى بِذٰلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبِالْعِدَّةِ، وَلِاَنَّهُ اعْتَمَدَ دَلِيلًا وَهُوَ الْاِخْبَارُ فِي مَوْضِعِ

الاشتباہ، اذ الانسان لا یمیز بین امراتہ وبین غیرھا فی اول الوھلۃ فصار کالمغرور، ولا یحد قاذفہ الا فی روایۃ عن ابی یوسف رحمہ اللہ لان الملک منعدم حقیقۃ۔

اور جس شخص کے پاس شب زفاف میں اس کی بیوی کے علاوہ کسی دوسری عورت کو بھیج دیا اور عورتوں نے کہا: یہ تمہاری بیوی ہے لہٰذا اس نے اس سے جماع کر لیا تو اس پر حد نہ ہوگی اور شوہر پر مہر واجب ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ میں مہر اور عدت کا فیصلہ کیا تھا۔ کیونکہ شوہر نے ایک دلیل کے پیش نظر ایسا کیا ہے لہٰذا وہ دلیل شبہ کے قائم مقام ہو جائے گی اس لئے انسان پہلی بار اپنی بیوی اور دوسری میں فرق نہیں کر سکتا۔ پس یہ دھوکہ کھانے شخص کی طرح ہو جائے گا' اور اس کے قاذف پر بھی حد واجب نہ ہوگی؛ جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت مطابق اس پر حد ہوگی کیونکہ حقیقت کے مطابق ملکیت نہیں ہے۔

بستر پر ملنے والی عورت سے جماع کرنے پر حد کا بیان

(ومن وجد امراۃ علی فراشہ فوطئھا فعلیہ الحد) لانہ لا اشتباہ بعد طول الصحبۃ فلم یکن الظن مستندا الی دلیل، وھذا لانہ قد ینام علی فراشھا غیرھا من المحارم التی فی بیتھا وکذا اذا کان اعمی لانہ یمکنہ التمییز بالسؤال وغیرہ، الا ان کان دعاھا فاجابتہ اجنبیۃ وقالت: انا زوجتک فواقعھا لان الاخبار دلیل۔

ایک بندے کو اس کے اپنے بستر پر کوئی عورت مل گئی اور اس نے اس سے جماع کر لیا تو اس پر ہوگی۔ اس لئے کہ زیادہ دنوں تک ساتھ رہنے کے سبب اشتباہ نہیں بن سکتا۔ پس اس کے گمان کو کسی دلیل کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اور عدم اشتباہ کی دلیل یہ بھی ہے کہ کبھی اس کی بیوی کے علاوہ اس کی گھریلو محارم میں سے بھی سو جاتی ہیں۔ لہٰذا شوہر اگر چہ نابینا بھی ہے تو پھر بھی یہی حکم ہے' کیونکہ باتیں کرنے اور پوچھ کر فرق کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا اگر نابینا شخص نے اس عورت کو پکارا اور اس نے جواب دیا اور یہ کہا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اس پر نابینا نے اس پر جماع کر لیا (تو اب حد نہ ہوگی) کیونکہ خبر ایک دلیل ہے۔

حرمت نکاح والی سے جماع کرنے کا بیان

(ومن تزوج امراۃ لا یحل لہ نکاحھا فوطئھا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ) ولکن یوجع عقوبۃ اذا کان علم بذلک. وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی: علیہ الحد اذا کان عالما بذلک؛ لانہ عقد لم یصادف محلہ فیلغو کما اذا اضیف الی الذکور، وھذا لان محل التصرف ما یکون محلا لحکمہ، وحکمہ الحل وھی من المحرمات۔

ولابی حنیفۃ رحمہ اللہ ان العقد صادف محلہ لان محل التصرف ما یقبل مقصودہ، والانثی من بنات آدم قابلۃ للتوالد وھو المقصود، وکان ینبغی ان ینعقد فی جمیع

الْأَحْكَامِ إِلَّا أَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ إِفَادَةِ حَقِيقَةِ الْحِلِّ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ لَا نَفْسَ الثَّابِتِ، إِلَّا أَنَّهُ ارْتَكَبَ جَرِيمَةً وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ

اور جب کسی شخص نے ایسی عورت کے ساتھ جماع کیا کہ جس سے نکاح کرنا اس کا حلال نہیں ہے۔تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر حد نہ ہوگی۔البتہ اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔ہاں اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کو اس کا علم ہو۔

صاحبین اور امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک اگر اس کو علم ہے تو اس حد واجب ہوگی کیونکہ یہ اس طرح کا عقد ہے جو اپنے محل سے ملا ہوا نہیں ہے۔لہٰذا یہ بیکار نہ ہوگا۔یعنی جس طرح جب یہ عقد مردوں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا۔اور حکم اس دلیل کی وجہ سے ہے کہ محل تصرف وہ ہے جو تصرف کے حکم کا محل ہو اور تصرف کا حکم حلت ہے جبکہ یہاں بیوی محرمات میں سے ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے عقد اپنے محل سے ملا ہوا ہوتا ہے۔اس لئے کہ محل تصرف اس کو کہتے ہیں جو تصرف کے مقصد کو قبول کرنے والا ہو اور بنی آدم کی لڑکیاں توالد کے اہل ہیں اور تصرف سے مقصود بھی یہی ہے پس تمام احکام کے حق میں تصرف منعقد ہو جانا چاہیے تھا البتہ حلت کی حقیقت کا فائدہ نہ ہوگا کیونکہ یہ عقد شبہ پیدا کرنے والا ہے۔اور شبہ اس کو کہتے ہیں جو ثابت شدہ کے مشابہ ہو جبکہ ثابت کی طرح نہ ہو۔لہٰذا اس نے اب ایک گناہ کیا ہے اور اس میں کوئی حد معین نہیں ہے لہٰذا اس کو سزا دی جائے گی۔

فرج کے سوا اجنبیہ سے جماع کرنے کا بیان

(وَمَنْ وَطِئَ أَجْنَبِيَّةً فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ يُعَزَّرُ) لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ مُقَدَّرٌ (وَمَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوهِ أَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَيُعَزَّرُ، وَزَادَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَيُودَعُ فِي السِّجْنِ، وَقَالَا: هُوَ كَالزِّنَا فَيُحَدُّ) وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ، وَقَالَ فِي قَوْلٍ يُقْتَلَانِ بِكُلِّ حَالٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (اُقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ) " وَيُرْوَى " (فَارْجُمُوا الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلَ) " وَلَهُمَا أَنَّهُ فِي مَعْنَى الزِّنَا لِأَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فِي مَحَلٍّ مُشْتَهًى عَلَى سَبِيلِ الْكَمَالِ عَلَى وَجْهٍ تَمَحَّضَ حَرَامًا لِقَصْدِ سَفْحِ الْمَاءِ .

وَلَهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي مُوجِبِهِ مِنَ الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ وَهَدْمِ الْجِدَارِ وَالتَّنْكِيسِ مِنْ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ بِاتِّبَاعِ الْأَحْجَارِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، وَلَا هُوَ فِي مَعْنَى الزِّنَا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِضَاعَةُ الْوَلَدِ وَاشْتِبَاهُ الْأَنْسَابِ، وَكَذَا هُوَ أَنْدَرُ وُقُوعًا لِانْعِدَامِ الدَّاعِي مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ وَالدَّاعِي إِلَى الزِّنَا مِنَ الْجَانِبَيْنِ .وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ أَوْ عَلَى

اَلْمُسْتَحِلِّ اِلَّا اَنَّهٗ یُعَزَّرُ عِنْدَهٗ لِمَا بَیَّنَّاهُ

اور جس شخص نے کسی اجنبی عورت سے اس کی فرج کے علاوہ جماع کیا' تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ فرج کے سوا میں جماع کرنا منع ہے' لیکن اس کے لئے کوئی سزا معین نہیں ہے۔ اور جس شخص اپنی بیوی کی مقعد میں جماع کیا یا قوم لوط کا عمل کیا' تو امام صاحب کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے مگر اس کو سزا دی جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ اس کو قید میں رکھا جائے گا' اور صاحبین نے کہا ہے: لواطت زنا کی طرح ہے لہٰذا لوطی پر حد واجب ہوگی۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول اسی طرح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ ہر حالت میں دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو رجم کر دو۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے لواطت زنا کے حکم میں ہے' کیونکہ لواطت میں پورے طور مقام شہوت سے شہوت پوری کی جاتی ہے اور منی بہانے کا طریقہ صرف اور صرف حرام ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ لواطت زنا نہیں ہے' کیونکہ اس کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے کہ اس کو آگ میں جلایا جائے یا پھر اس پر دیوار گرائی جائے یا کسی بلند جگہ سے اوندھے منہ گرا کر اس پر پتھر برسائے جائیں۔ اور لواطت زنا کے حکم میں بھی نہیں ہے' کیونکہ اس میں بچے کو ضائع ہونا بھی نہیں ہے اور نسب میں اشتباہ بھی نہیں ہے اور یہ عمل انتہائی نادر ہے' کیونکہ اس میں داعی ایک جانب سے معدوم ہوتا ہے' جبکہ زنا میں داعی دونوں اجانب سے ہوتا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث سیاست مدنیہ پر محمول کی جائے گی۔ یا پھر وہ روایت اس فعل کو حلال سمجھ کر کرنے والے کے بارے میں ہو گی۔ البتہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی اس کی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

جانور سے وطی کا زنا کے حکم میں نہ ہونے کا بیان

(وَمَنْ وَطِئَ بَهِيمَةً لَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِاَنَّهٗ لَيْسَ فِي مَعْنَى الزِّنَا فِي كَوْنِهِ جِنَايَةً وَفِي وُجُودِ الدَّاعِي لِاَنَّ الطَّبْعَ السَّلِيمَ يَنْفِرُ عَنْهُ وَالْحَامِلُ عَلَيْهِ نِهَايَةُ السَّفَهِ اَوْ فَرْطُ الشَّبَقِ وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ سَتْرُهُ اِلَّا اَنَّهٗ يُعَزَّرُ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَالَّذِي يُرْوٰى اَنَّهٗ تُذْبَحُ الْبَهِيمَةُ وَتُحْرَقُ فَذٰلِكَ لِقَطْعِ التَّحَدُّثِ بِهٖ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

اور جس نے کسی جانور سے وطی کی تو اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ اس میں جنایت کے ہونے اور داعی کے موجود ہونے میں زنا کا حکم نہیں پایا جا رہا۔ کیونکہ فطرت سلیمہ اس سے نفرت کرنے والی ہے۔ اور اس کام پر تیار کرنے والی یا تو انتہائی بے وقوفی ہے یا پھر شہوت کی شدت ہے۔ اور اسی دلیل یعنی عدم رغبت کے سبب ان کی شرمگاہوں کو چھپانا واجب نہیں ہے' جبکہ وطی کرنے والے کو

سزا دی جائے گی اسی دلیل کی وجہ سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور رہی وہ روایت کہ اس جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے' تو اس کا معاملہ ختم کرنے کے سبب سے ہے اور یہ واجب نہیں ہے۔

دارالحرب کے زنا میں عدم حد کا بیان

(وَمَنْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ) .وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ يُحَدُّ لِأَنَّهُ الْتَزَمَ بِإِسْلَامِهِ أَحْكَامَهُ أَيْنَمَا كَانَ مَقَامُهُ .وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ " (لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي دَارِ الْحَرْبِ) " وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الِانْزِجَارُ وَوِلَايَةُ الْإِمَامِ مُنْقَطِعَةٌ فِيهِمَا فَيَعْرَى الْوُجُوبُ عَنْ الْفَائِدَةِ، وَلَا تُقَامُ بَعْدَ مَا خَرَجَ لِأَنَّهَا لَمْ تَنْعَقِدْ مُوجِبَةً فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً .

وَلَوْ غَزَا مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْإِقَامَةِ بِنَفْسِهِ كَالْخَلِيفَةِ وَأَمِيرِ مِصْرَ يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى مَنْ زَنَى فِي مُعَسْكَرِهِ لِأَنَّهُ تَحْتَ يَدِهِ، بِخِلَافِ أَمِيرِ الْعَسْكَرِ وَالسَّرِيَّةِ لِأَنَّهُ لَمْ تُفَوَّضْ إِلَيْهِمَا الْإِقَامَةُ

اور جب کسی شخص نے دارالحرب میں زنا کیا یا پھر وہ باغیوں کے دارالحرب سے نکل کر ہماری جانب آ گیا تو اس پر حد کو قائم نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد کو قائم کیا جائے گا۔ کیونکہ اسلام کے سبب اس نے اسلام کے احکام کو لازم کر لیا ہے اگرچہ وہ کہیں بھی ہو۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دارالحرب میں حدود کو قائم نہ کیا جائے' کیونکہ حد کو قائم کرنے کا مقصد رکنا ہے اور مذکورہ دونوں دارین میں ولایت امام بھی نہیں ہے۔ پس حد کا وجوب مقصد سے خالی ہوگا۔ اور دارالحرب سے چلے جانے کے بعد اس پر حد قائم نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا یہ عمل موجب حد بن کر منعقد نہیں ہوئی لہٰذا موجب بن کر تبدیل بھی نہ ہوگی۔ اور جب غزوہ میں کوئی ایسا بندہ ہے' جس کو خود بہ خود حد قائم کرنے کی ولایت حاصل ہے' جس طرح خلیفہ یا کسی شہر کا امیر ہو تو وہ شخص اس پر حد قائم کر سکتا ہے' جو اس کے لشکر میں سے زنا کا ارتکاب کر بیٹھے۔ کیونکہ عسکری زنا کرنے والا اس کے ماتحت ہے' جبکہ سریہ اور لشکر میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ ان کی طرف حد کو قائم کرنے کا حکم سپرد نہیں کیا گیا ہے۔

مستامن حربی کے زنا کرنے پر حد کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ حَرْبِيٌّ دَارَنَا بِأَمَانٍ فَزَنَى بِذِمِّيَّةٍ أَوْ زَنَى ذِمِّيٌّ بِحَرْبِيَّةٍ يُحَدُّ الذِّمِّيُّ وَالذِّمِّيَّةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا يُحَدُّ الْحَرْبِيُّ وَالْحَرْبِيَّةُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الذِّمِّيِّ) يَعْنِي إِذَا زَنَى بِحَرْبِيَّةٍ، فَأَمَّا إِذَا زَنَى الْحَرْبِيُّ بِذِمِّيَّةٍ لَا يُحَدَّانِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي

يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَوَّلًا (وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يُحَدُّوْنَ كُلُّهُمْ) وَهُوَ قَوْلُهُ الْاٰخَرُ ـ لِاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّ الْمُسْتَاْمَنَ اِلْتَزَمَ اَحْكَامَنَا مُدَّةَ مُقَامِهٖ فِيْ دَارِنَا فِي الْمُعَامَلَاتِ، كَمَا اَنَّ الذِّمِّيَّ اِلْتَزَمَهَا مُدَّةَ عُمْرِهٖ وَلِهٰذَا يُحَدُّ حَدَّ الْقَذْفِ وَيُقْتَلُ قِصَاصًا، بِخِلَافِ حَدِّ الشُّرْبِ لِاَنَّهٗ يَعْتَقِدُ اِبَاحَتَهٗ ـ

وَلَهُمَا اَنَّهٗ مَا دَخَلَ لِلْقَرَارِ بَلْ لِحَاجَةٍ كَالتِّجَارَةِ وَنَحْوِهَا فَلَمْ يَصِرْ مِنْ اَهْلِ دَارِنَا وَلِهٰذَا يُمَكَّنُ مِنَ الرُّجُوْعِ اِلٰى دَارِ الْحَرْبِ وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ وَلَا الذِّمِّيُّ بِهٖ، وَاِنَّمَا الْتَزَمَ مِنَ الْحُكْمِ مَا يَرْجِعُ اِلٰى تَحْصِيْلِ مَقْصُوْدِهٖ وَهُوَ حُقُوْقُ الْعِبَادِ؛ لِاَنَّهٗ لَمَّا طَمِعَ فِي الْاِنْصَافِ يَلْتَزِمُ الْاِنْتِصَافَ، وَالْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ مِنْ حُقُوْقِهِمْ، اَمَّا حَدُّ الزِّنَا فَمَحْضُ حَقِّ الشَّرْعِ ـ

وَلِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَهُوَ الْفَرْقُ اَنَّ الْاَصْلَ فِيْ بَابِ الزِّنَا فِعْلُ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَةُ تَابِعَةٌ لَهٗ عَلٰى مَا نَذْكُرُهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ـ

فَامْتِنَاعُ الْحَدِّ فِيْ حَقِّ الْاَصْلِ يُوْجِبُ امْتِنَاعَهٗ فِيْ حَقِّ التَّبَعِ، اَمَّا الْاِمْتِنَاعُ فِيْ حَقِّ التَّبَعِ لَا يُوْجِبُ الْاِمْتِنَاعَ فِيْ حَقِّ الْاَصْلِ ـ

نَظِيْرُهٗ اِذَا زَنَى الْبَالِغُ بِصَبِيَّةٍ اَوْ مَجْنُوْنَةٍ وَتَمْكِيْنُ الْبَالِغَةِ مِنَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَلِاَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْهِ اَنَّ فِعْلَ الْحَرْبِيِّ الْمُسْتَاْمَنِ زِنًا لِاَنَّهٗ مُخَاطَبٌ بِالْحُرُمَاتِ عَلٰى مَا هُوَ الصَّحِيْحُ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مُخَاطَبًا بِالشَّرَائِعِ عَلٰى اَصْلِنَا وَالتَّمْكِيْنُ مِنْ فِعْلٍ هُوَ زِنًا مُوْجِبٌ لِلْحَدِّ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ لِاَنَّهُمَا لَا يُخَاطَبَانِ، وَنَظِيْرُ هٰذَا الْاِخْتِلَافِ اِذَا زَنَى الْمُكْرَهُ بِالْمُطَاوِعَةِ تُحَدُّ الْمُطَاوِعَةُ عِنْدَهٗ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ لَا تُحَدُّ ـ

اور جب کوئی حربی امان لے کر دارالاسلام میں آ گیا اور اس نے کسی ذمی عورت سے زنا کیا یا کسی ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا' تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ذمی اور ذمیہ پر حد جاری کی جائے گی' جبکہ حربی اور حربیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ اور ذمی آدمی کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے یعنی اس نے جب کسی حربیہ سے زنا کیا ہو۔ مگر جب کسی حربی نے کسی ذمیہ عورت سے زنا کیا ہے' تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد فرمایا: ان تمام پر حد جاری کی جائے گی۔ اور ان کا آخری قول یہی ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے مستامن دارالاسلام میں آ کر دوران مدت قیام میں اپنے اوپر اسلام کے احکام کو لازم کرنے والا

ہے جس طرح ذمی زندگی بھر ان کو لازم کرتا ہے اسی دلیل کے سبب جب کوئی ذمی کسی پر بہتان لگائے تو اس پر حد قذف جاری ہوتی ہے اور قصاص میں اس کو قتل کر دیا جاتا ہے جبکہ شراب کی حد میں اس کے لئے ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ شراب کو حلال سمجھتا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حربی دارالاسلام میں مستقل طور رہنے والا کے لئے نہیں آنے والا بلکہ وہ تو کسی حاجت کے لئے آیا ہے جس طرح تجارت وغیرہ کے کام ہوتے ہیں پس وہ دارالاسلام کے رہنے والوں کی طرح نہ ہوگا کیونکہ اس میں واپس دارالحرب میں جانے کی قدرت ہے۔اور اس کو قتل کرنے کے سبب کسی مسلمان یا ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا۔پس اسی قدر اسلام کے احکام کو اپنے اوپر لازم کرنے والا ہے جس قدر اس کا مقصد حاصل ہو جائے۔اور وہ بھی حقوق العباد ہیں کیونکہ جب اس نے انصاف کا لالچ دیکھایا ہے تو وہ انصاف دینے کے لئے بھی پابندی کرے گا اور قصاص اور حد قذف یہ حقوق العباد میں سے ہیں جبکہ حد زنا شریعت کا حق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ زنا کے باب میں اصل فعل مرد کا ہوتا ہے جبکہ عورت کا عمل اس کے تابع ہوتا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔لہٰذا اصل کے حق میں حد کو روکنا یہ تابع کے حق میں بھی حد کو روکنے کا حکم لازم کرنے والا ہے جبکہ تابع کے حق میں حد کو روکنا یہ اصل کے حق میں حد کو روکنے والا نہیں ہے۔(قاعدہ فقہیہ)

جس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی بالغ مرد نے کسی بچی یا پاگل عورت سے زنا کیا تو حد صرف بالغ پر ہوگی۔اور بالغہ عورت کا بچے یا مجنون کو اپنے آپ قدرت یعنی جماع کروانا بھی اسی مثال کے حکم میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ حربی مستأمن کا عمل زنا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق حربی بھی محرمات کا مخاطب ہے۔اگرچہ ہماری دلیل کے سبب وہ شرائع اسلام کا مخاطب نہیں ہے اور زنا کے عمل پر قدرت دینا ہی اس پر حد کو واجب کرنے والا ہے جبکہ بچے اور مجنون میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ احکام شریعت کے مخاطب نہیں ہیں۔اور اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ جب کسی مجبور شخص نے کسی ایسی عورت سے زنا کیا جو اس پر راضی تھی تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس عورت پر حد جاری کی جائے گی جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

بچے اور پاگل زانی پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَإِذَا زَنَى الصَّبِيُّ أَوْ الْمَجْنُونُ بِامْرَأَةٍ طَاوَعَتْهُ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهَا) .وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهَا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ .

(وَإِنْ زَنَى صَحِيحٌ بِمَجْنُونَةٍ أَوْ صَغِيرَةٍ يُجَامَعُ مِثْلُهَا حُدَّ الرَّجُلُ خَاصَّةً) وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ .لَهُمَا أَنَّ الْعُذْرَ مِنْ جَانِبِهَا لَا يُوجِبُ سُقُوطَ الْحَدِّ مِنْ جَانِبِهِ فَكَذَا الْعُذْرُ مِنْ جَانِبِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُؤَاخَذٌ بِفِعْلِهِ .

وَلَنَا اَنَّ فِعْلَ الزِّنَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ، وَاِنَّمَا هِيَ مَحَلُّ الْفِعْلِ وَلِهٰذَا يُسَمّٰى هُوَ وَاطِئًا وَزَانِيًا وَالْمَرْاَةُ مَوْطُوءَةً وَمَزْنِيًّا بِهَا، اِلَّا اَنَّهَا سُمِّيَتْ زَانِيَةً مَجَازًا تَسْمِيَةً لِلْمَفْعُوْلِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَالرَّاضِيَةِ فِي مَعْنَى الْمَرْضِيَّةِ، اَوْ لِكَوْنِهَا مُسَبِّبَةً بِالتَّمْكِيْنِ فَتَعَلَّقَ الْحَدُّ فِي حَقِّهَا بِالتَّمْكِيْنِ مِنْ قَبِيْحِ الزِّنَا وَهُوَ فِعْلُ مَنْ هُوَ مُخَاطَبٌ بِالْكَفِّ عَنْهُ وَمُؤْثَمٌ عَلٰى مُبَاشَرَتِهِ، وَفِعْلُ الصَّبِيِّ لَيْسَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَلَا يُنَاطُ بِهِ الْحَدُّ۔

فرمایا: اور جب کسی بچے یا مجنون نے ایسی عورت کے ساتھ زنا کیا جس نے ان کو موقع دیا تو زانی و مزنیہ دونوں پر حد واجب نہ ہوگی جبکہ امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مزنیہ پر حد واجب ہوگی۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے اور جب کسی تندرست وصحیح وسالم آدمی نے کسی مجنونہ یا ایسی چھوٹی بچی سے جماع کیا کہ ایسی عورت سے جماع ہوسکتا ہے تو صرف مرد پر حد جاری کی جائے گی اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ عورت کا عذر مرد سے سقوط حد کو لازم نہیں ہے لہٰذا مرد کا عذر بھی عورت کے لئے سقوط حد کو لازم نہ ہوگا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا عمل اپنے ماخذ سے ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ زنا کا فعل مرد سے ثابت ہوا ہے' جبکہ عورت محل ہی نہیں ہے' کیونکہ مرد کو وطی کرنے والا اور زنا کرنے والا کہا جاتا ہے اور عورت کو وطی شدہ یا زنا کی ہوئی کہا جاتا ہے البتہ مفعول کو اسم فاعل کا نام دیکر اس کو مجازی طور پر مزنیہ کہا گیا ہے' جس طرح راضیہ کو مرضیہ کے معنی میں بولتے ہیں' یا پھر اس سبب سے کہ موقع دینے کے سبب عورت زنا کا سبب پیدا کرنے والی ہے۔ پس بدترین کام پر قدرت دینے کے سبب اس پر حد ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ اس شخص کا کام ہے' جس کو اس کام سے رکنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کام کو سرانجام دینے کی وجہ سے وہ گناہگار ہوگا اور بچے کا فعل اس طرح نہ ہوگا پس اس پر حد مرتب نہ ہوگی۔

زبردستی والے زنا پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ حَتّٰى زَنٰى فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ) وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ يَقُوْلُ اَوَّلًا يُحَدُّ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّ الزِّنَا مِنَ الرَّجُلِ لَا يُتَصَوَّرُ اِلَّا بَعْدَ انْتِشَارِ الْاٰلَةِ وَذٰلِكَ دَلِيْلُ الطَّوَاعِيَةِ۔

ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ فَقَالَ: لَا حَدَّ عَلَيْهِ لِاَنَّ سَبَبَهُ الْمُلْجِءَ قَائِمٌ ظَاهِرًا، وَالْاِنْتِشَارُ دَلِيْلٌ مُتَرَدِّدٌ لِاَنَّهُ قَدْ يَكُوْنُ غَيْرَ قَصْدٍ لِاَنَّ الْاِنْتِشَارَ قَدْ يَكُوْنُ طَبْعًا لَا طَوْعًا كَمَا فِي النَّائِمِ فَاَوْرَثَ شُبْهَةً، وَاِنْ اَكْرَهَهُ غَيْرُ السُّلْطَانِ حُدَّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، وَقَالَا: لَا يُحَدُّ لِاَنَّ الْاِكْرَاهَ عِنْدَهُمَا قَدْ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِ السُّلْطَانِ، لِاَنَّ الْمُؤَثِّرَ خَوْفُ الْهَلَاكِ وَاَنَّهُ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِهِ۔

وَلَهُ أَنَّ الْإِكْرَاهَ مِنْ غَيْرِهِ لَا يَدُومُ إِلَّا نَادِرًا لِتَمَكُّنِهِ مِنَ الْإِسْتِعَانَةِ بِالسُّلْطَانِ أَوْ بِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَيُمْكِنُهُ دَفْعُهُ بِنَفْسِهِ بِالسِّلَاحِ، وَالنَّادِرُ لَا حُكْمَ لَهُ فَلَا يَسْقُطُ بِهِ الْحَدُّ، بِخِلَافِ السُّلْطَانِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُهُ الْإِسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهِ وَلَا الْخُرُوجُ بِالسِّلَاحِ عَلَيْهِ فَافْتَرَقَا

فرمایا: اور جب کسی حکمران نے کسی کو زنا پر مجبور کیا اور اس نے زنا کرلیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی' جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا پہلا موقف یہ تھا کہ اس پر حد لگائی جائے گی۔ اور یہی امام زفر کا قول بھی ہے' کیونکہ مرد کی طرف سے آلہ منتشر ہو جانے کے بعد ہی زنا ثابت ہو سکتا ہے اور آلہ تناسل کا کھڑا ہونا رضامندی کی دلیل ہے۔ لیکن اسکے بعد امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس موقف سے رجوع کرلیا کہ مجبور شخص پر حد نہیں ہے۔ کیونکہ زنا کے لئے مجبور کرنے والا ظاہری طور سبب موجود ہے' جبکہ آلہ تناسل کا کھڑا ہونا شک والی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ کبھی بغیر ارادے کے بھی کھڑا ہو جاتا ہے اور کبھی طبعی طور پر کھڑا ہو جاتا ہے' جبکہ زبردستی کھڑا نہیں ہوتا جس طرح سونے والے شخص میں ہے لہٰذا اسی نے شبہ پیدا کر دیا ہے۔

اور جب زانی کو حاکم وقت کے سوال کسی دوسرے نے مجبور کیا' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی' جبکہ صاحبین کے نزدیک اس پر حد قائم نہ کی جائے گی کیونکہ صاحبین کے نزدیک حکمران کے سوا میں مجبوری ثابت ہو جاتی ہے' کیونکہ اس میں اثر تو ہلاکت کا ڈر ہے اور یہ خوف بادشاہ کے سوا میں بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے سوا مجبوری نادر ہے' کیونکہ اس حالت میں مجبور بادشاہ یا مسلمانوں کی جماعت سے مدد طلب کر سکتا ہے۔ ہاں وہ ہتھیار کے سبب اپنا دفاع کرنے پر بھی قادر ہے اور نادر کا کوئی حکم نہیں ہوا کرتا۔ پس اس شخص سے حد ساقط نہ ہوگی۔ جبکہ بادشاہ کا اکراہ اس کے برخلاف ہے' کیونکہ مجبور شخص بادشاہ کے خلاف نہ تو کسی دوسرے مدد طلب کر سکتا ہے اور نہ ہی خود اسکے خلاف ہتھیار اٹھا سکتا ہے پس یہ دونوں الگ الگ ہو گئے۔

اقرار زنا اور اقرار نکاح کے سبب اشتباہ کا بیان

(وَمَنْ أَقَرَّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي مَجَالِسَ مُخْتَلِفَةٍ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةَ وَقَالَتْ هِيَ: تَزَوَّجَنِي أَوْ أَقَرَّتْ بِالزِّنَا وَقَالَ الرَّجُلُ تَزَوَّجْتُهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ فِي ذَلِكَ) لِأَنَّ دَعْوَى النِّكَاحِ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَهُوَ يَقُومُ بِالطَّرَفَيْنِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، وَإِذَا سَقَطَ الْحَدُّ وَجَبَ الْمَهْرُ تَعْظِيمًا لِخَطَرِ الْبُضْعِ

اور جب کسی شخص نے چار مختلف مجالس میں زنا کا اقرار کیا کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے اور وہ فلاں عورت کہتی ہے کہ اس نے مجھ سے نکاح کیا یا پھر اس عورت نے بھی زنا کا اقرار کرلیا اور مرد نے کہا: میں نے اس سے نکاح کیا' تو اس پر حد نہ ہوگی اور دونوں صورتوں میں اس پر مہر ہوگا' کیونکہ دعوئ نکاح صدق کا احتمال رکھنے والا ہے۔ اور نکاح دونوں اطراف سے قائم ہوتا ہے لہٰذا اس قرار نے شبہ پیدا کر دیا اور جب اس سے حد ساقط ہو گئی تو احترام بضع کے سبب مہر واجب ہو جائے گا۔

باندی سے زنا کرنے والے پر حد کا بیان

(وَمَنْ زَنَى بِجَارِيَةٍ فَقَتَلَهَا فَإِنَّهُ يُحَدُّ وَعَلَيْهِ الْقِيمَةُ) مَعْنَاهُ: قَتَلَهَا بِفِعْلِ الزِّنَا لِأَنَّهُ جَنَى جِنَايَتَيْنِ فَيُوَفِّرُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُكْمَهُ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ لَا يُحَدُّ لِأَنَّ تَقَرُّرَ ضَمَانِ الْقِيمَةِ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْأَمَةِ فَصَارَ كَمَا إِذَا اشْتَرَاهَا بَعْدَ مَا زَنَى بِهَا وَهُوَ عَلَى هَذَا الِاخْتِلَافِ، وَاعْتِرَاضُ سَبَبِ الْمِلْكِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ يُوجِبُ سُقُوطَهُ، كَمَا إِذَا مَلَكَ الْمَسْرُوقَ قَبْلَ الْقَطْعِ .

وَلَهُمَا أَنَّهُ ضَمَانُ قَتْلٍ فَلَا يُوجِبُ الْمِلْكَ لِأَنَّهُ ضَمَانُ دَمٍ، وَلَوْ كَانَ يُوجِبُهُ فَإِنَّمَا يُوجِبُهُ فِي الْعَيْنِ كَمَا فِي هِبَةِ الْمَسْرُوقِ لَا فِي مَنَافِعِ الْبُضْعِ لِأَنَّهَا اُسْتُوفِيَتْ وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا فَلَا يَظْهَرُ فِي الْمُسْتَوْفَى لِكَوْنِهَا مَعْدُومَةً، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنَى بِهَا فَأَذْهَبَ عَيْنَهَا حَيْثُ تَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا، وَيَسْقُطُ الْحَدُّ لِأَنَّ الْمِلْكَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ فِي الْجُثَّةِ الْعَمْيَاءِ وَهِيَ عَيْنٌ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً .

اور جس شخص نے کسی باندی سے زنا کیا اور پھر اس کو قتل کر دیاں تو اس پر حد ہوگی اور اس پر قیمت بھی واجب ہو گی۔اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے فعل زنا سے اس کو قتل کیا ہے۔ کیونکہ اس نے دو جنایات کا ارتکاب کیا ہے۔لہٰذا ان میں سے ہر ایک کو پورا کرنے اس کے ذمہ پر ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ ضمانت کا ثبوت اس باندی کے مالک ہونے کا سبب ہے لہٰذا یہ اس طرح ہو جائے گا جیسے اس نے باندی کو زنا کرنے کے بعد اس کو خرید لیا ہو۔اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حد قائم ہونے سے قبل سبب ملکیت کا پیش آنا موجب سقوط حد ہے' جس طرح کوئی قطع ید سے پہلے چیز کا چور مسروق کا مالک بن جائے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ضمان قتل ہے پس اس میں ملکیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس کی قیمت ضمان دم ہے اور اگر ضمان قتل موجب ملکیت ہوتا تو عین میں ملکیت ثابت کرنے والا ہوتا جس طرح چوری کا مال ہبہ کرنے میں ہے۔لہٰذا بضع کے منافع میں ملکیت کو ثابت کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ تو وصول ہو چکی ہے' جبکہ ملکیت منسوب ہو کر ثابت ہوا کرتی ہے لہٰذا مستوفی میں ظاہر نہیں ہے' کیونکہ مستوفی معدوم ہو چکا ہے' جبکہ اس جزی کے خلاف ہے' جب کسی نے باندی سے زنا کیا اور اسکی ایک آنکھ نکال ڈالی تو اس پر باندی کی قیمت واجب ہو گئی ہے اور حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہاں اندھی آنکھ میں ملکیت ثابت ہو چکی ہے اور وہ آنکھ ہے پس اس میں شبہہ پیدا ہو گیا ہے۔

امام پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْإِمَامُ الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ إِمَامٌ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ إِلَّا الْقِصَاصُ فَإِنَّهُ يُؤْخَذُ بِهِ وَبِالْأَمْوَالِ) لِأَنَّ الْحُدُودَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِقَامَتُهَا إِلَيْهِ لَا إِلٰى غَيْرِهِ وَلَا يُمْكِنُهُ أَنْ يُقِيمَ عَلٰى نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، بِخِلَافِ حُقُوقِ الْعِبَادِ لِأَنَّهُ يَسْتَوْفِيهِ وَلِيُّ الْحَقِّ إِمَّا بِتَمْكِينِهِ أَوْ بِالِاسْتِعَانَةِ بِمَنَعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْقِصَاصُ وَالْأَمْوَالُ مِنْهَا . وَأَمَّا حَدُّ الْقَذْفِ قَالُوا الْمُغَلَّبُ فِيهِ حَقُّ الشَّرْعِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ سَائِرِ الْحُدُودِ الَّتِي هِيَ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

ہر وہ چیز جس کو ایسا امام بجالائے کہ اس امام کے اوپر کوئی امام نہ ہوتو اس قصاص کے علاوہ اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔البتہ قصاص و مالوں میں اس کا احتساب کیا جائے گا۔کیونکہ حدود اللہ کا حق ہیں اور ان کے نفاذ کا اختیار اسی امام اعلیٰ کو ہے۔اس کے سوا کسی کو اختیار نہیں ہے۔اور اس کے لئے اپنی جان پر حد قائم کرنا ممکن نہیں ہے' کیونکہ اقامت حد کا فائدہ نہیں ہے' جبکہ حقوق العباد میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ اس کو حق وصول کرنے والا ہے یا تو وہ امام کی قدرت کے سبب یا پھر مسلمانوں سے مدد طلب کر کے وصول کر سکتا ہے۔اور قصاص اور اموال یہ حقوق العباد میں سے ہیں۔البتہ حد قذف کے بارے میں مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے: ان تمام حدود میں اس کا حکم اسی طرح ہوگا' جس طرح حق اللہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی سب زیادہ حق جاننے والا ہے۔

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا وَالرُّجُوعِ عَنْهَا

﴿یہ شہادت زنا دینے اور اس سے رجوع کے بیان میں ہے﴾

باب شہادت زنا وانصراف شہادت کی فقہی مطابقت کا بیان

اس باب کی سابقہ ابواب سے فقہی مطابقت واضح ہے' کیونکہ رجوع ہمیشہ صدور فعل یا صدور قول کے بعد ہوا کرتا ہے مصنف علیہ الرحمہ نے زنا کی شہادت اور اس کا نصاب بیان کرنے اور حدود کو نافذ کرنے کے طرق بیان کرنے بعد اب شہادت سے رجوع کرنے کے فقہی احکام بیان کر رہے ہیں۔ اور اس سے ماقبل باب سے مطابقت یہ ہے کہ جس طرح شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اسی طرح رجوع شہادت کے سبب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

گزرے ہوئے جرم پر گواہی دینے کا بیان

(وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُودُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعْهُمْ عَنْ إِقَامَتِهِ بُعْدُهُمْ عَنْ الْإِمَامِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ إِلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: (وَإِذَا شَهِدَ عَلَيْهِ الشُّهُودُ بِسَرِقَةٍ أَوْ بِشُرْبِ خَمْرٍ أَوْ بِزِنًا بَعْدَ حِينٍ لَمْ يُؤْخَذْ بِهِ وَضَمِنَ السَّرِقَةَ) وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْحُدُودَ الْخَالِصَةَ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى تَبْطُلُ بِالتَّقَادُمِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، هُوَ يَعْتَبِرُهَا بِحُقُوقِ الْعِبَادِ وَبِالْإِقْرَارِ الَّذِي هُوَ إِحْدَى الْحُجَّتَيْنِ.

وَلَنَا أَنَّ الشَّاهِدَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ حِسْبَتَيْنِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ وَالسَّتْرِ، فَالتَّأْخِيرُ إِنْ كَانَ لِاخْتِيَارِ السَّتْرِ فَالْإِقْدَامُ عَلَى الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ لِضَغِينَةٍ هَيَّجَتْهُ أَوْ لِعَدَاوَةٍ حَرَّكَتْهُ فَيُتَّهَمُ فِيهَا وَإِنْ كَانَ التَّأْخِيرُ لَا لِلسَّتْرِ يَصِيرُ فَاسِقًا آثِمًا فَتَيَقَّنَّا بِالْمَانِعِ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادِي نَفْسَهُ، فَحَدُّ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّرِقَةِ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى يَصِحَّ الرُّجُوعُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِقْرَارِ فَيَكُونُ التَّقَادُمُ فِيهِ مَانِعًا، وَحَدُّ الْقَذْفِ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ الْعَارِ عَنْهُ، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ رُجُوعُهُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ، وَالتَّقَادُمُ غَيْرُ مَانِعٍ فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ، وَلِأَنَّ الدَّعْوَى فِيهِ شَرْطٌ فَيُحْمَلُ تَأْخِيرُهُمْ عَلَى انْعِدَامِ الدَّعْوَى فَلَا يُوجِبُ تَفْسِيقَهُمْ، بِخِلَافِ حَدِّ السَّرِقَةِ لِأَنَّ

الدَّعْوٰى لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْحَدِّ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى مَا مَرَّ، وَإِنَّمَا شُرِطَتْ لِلْمَالِ، وَلِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلٰى كَوْنِ الْحَدِّ حَقًّا لِلّٰهِ تَعَالٰى فَلَا يُعْتَبَرُ وُجُودُ التُّهْمَةِ فِي كُلِّ فَرْدٍ، وَلِأَنَّ السَّرِقَةَ تُقَامُ عَلَى الْاِسْتِسْرَارِ عَلٰى غِرَّةٍ مِنَ الْمَالِكِ فَيَجِبُ عَلَى الشَّاهِدِ إِعْلَامُهُ فَبِالْكِتْمَانِ يَصِيرُ فَاسِقًا آثِمًا، ثُمَّ التَّقَادُمُ كَمَا يَمْنَعُ قَبُولَ الشَّهَادَةِ فِي الْاِبْتِدَاءِ يَمْنَعُ الْإِقَامَةَ بَعْدَ الْقَضَاءِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ حَتّٰى لَوْ هَرَبَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ بَعْضَ الْحَدِّ ثُمَّ أُخِذَ بَعْدَ مَا تَقَادَمَ الزَّمَانُ لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ لِأَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فِي بَابِ الْحُدُودِ .

فرمایا: اور جب گواہوں نے کسی پرانی حد پر شہادت دی اور شہادت دینے میں امام سے ان کی کچھ دوری نہیں ہے تو ان لوگوں کی شہادت حد قذف کے سوا کسی حد میں قبول نہ کی جائے گی۔

جبکہ جامع صغیر میں ہے جب گواہوں نے کسی خلاف چوری کرنے یا شراب پینے یا زنا کرنے کی شہادت ایک مدت کے بعد دی تو ان حدود میں اس کا مواخذہ نہ ہوگا البتہ وہ چوری کا ضامن ہوگا۔ اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ وہ حدود جو خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہیں وہ قدیم ہونے سے باطل نہیں ہوتیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا ہے وہ اس کو بندوں کے حقوق پر قیاس کرتے ہیں اور اقرار پر قیاس کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں دلائل میں سے ایک ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہ دو قسم اجر میں سے ایک کا اختیار ہے۔ (۱) شہادت دینے کا اختیار (۲) ستر پوشی کرنے کا اختیار۔ اور اس کا تاخیر کرنا یہ پردہ پوشی کے سبب سے ہے اور اب جا کر اس کا شہادت دینا یہ کینے کے سبب سے ہے یا کسی دشمنی کے سبب سے ہے۔ جو اس کو اس بات پر تیار کرے گا۔ کیونکہ شہادت میں گواہ تہمت زدہ ہے۔ اور جب تاخیر پردہ پوشی کے سبب نہ ہو تو پھر گواہ فاسق اور گناہگار ہوگا پس ہم نے مانع کا یقین کر لیا ہے۔

جبکہ اقرار میں ایسا نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے آپ سے دشمنی کرنے والا نہیں ہے جبکہ زنا، شراب اور چوری کی حد خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ حتیٰ کہ اقرار کے بعد ان سے رجوع کرنا صحیح ہے۔ پس اس میں تقادم شہادت کو قبول کرنے سے روکنے والا ہے جبکہ حد قذف بندے کا حق ہے۔ کیونکہ اس میں بندے سے شرمندگی کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ لہٰذا اقرار کے بعد اس میں رجوع صحیح نہیں ہے جبکہ حقوق العباد میں تقادم روکنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ بندے کے حق میں دعویٰ شرط ہے۔ پس دعویٰ میں تاخیر کو معدوم پر محمول کیا جائے گا اور یہ تاخیر ان کے فسق کو واجب کرنے والی نہیں ہے بہ خلاف حد سرقہ کے کیونکہ وہ اس حد کے لئے دعویٰ شرط نہیں ہے اس لئے کہ یہ دعویٰ خاص اللہ کا حق ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے۔ ہاں البتہ دعویٰ مال کے لئے شرط ہے کیونکہ حکم کا دار و مدار حد کے حق اللہ ہونے پر ہے۔ پس گواہ پر مالک کو مطلع کرنا ضروری ہے اور چھپانے سے وہ فاسق اور گناہگار ہو جائے گا۔ اس کے بعد تقادم جس طرح ابتداء میں قبول شہادت سے مانع ہے۔ اسی طرح قضاء کے بعد حد قائم کرنے سے مانع ہے۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاف ہے۔ یہاں تک جس پر حد لگی ہے وہ کچھ مار کھانے کے بعد بھاگ جائے تو پھر ایک مدت

گزرنے کے بعد وہ پکڑا جائے تو اس پر حد قائم نہ ہوگی۔ کیونکہ حدود کا نافذ کرنا یہ حدود کے باب میں قضاء کہلاتا ہے۔

تقادم کی حد میں فقہاء کے اختلاف کا بیان

وَاخْتَلَفُوا فِي حَدِّ التَّقَادُمِ، وَاَشَارَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ اِلٰى سِتَّةِ اَشْهُرٍ، فَاِنَّهُ قَالَ بَعْدَ حِينٍ، وَهٰكَذَا اَشَارَ الطَّحَاوِيُّ، وَاَبُو حَنِيفَةَ لَمْ يُقَدِّرْ فِي ذٰلِكَ وَفَوَّضَهُ اِلٰى رَاْيِ الْقَاضِي فِي كُلِّ عَصْرٍ .وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ قَدَّرَهُ بِشَهْرٍ ؛ لِاَنَّ مَا دُونَهُ عَاجِلٌ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ وَهُوَ الْاَصَحُّ .وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْقَاضِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةُ شَهْرٍ، اَمَّا اِذَا كَانَ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ ؛ لِاَنَّ الْمَانِعَ بُعْدُهُمْ عَنِ الْاِمَامِ فَلَا تَتَحَقَّقُ التُّهْمَةُ .

وَالتَّقَادُمُ فِي حَدِّ الشُّرْبِ كَذٰلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ عَلٰى مَا يَاْتِي فِي بَابِهٖ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

تقادم کی حد میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں چھ ماہ کی طرف اشارہ کیا ہے لہٰذا انہوں نے بعد حین کہا ہے اسی طرح امام طحاوی نے بھی اشارہ کیا ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں کوئی اندازہ مقرر نہیں فرمایا۔ اور اس کو ہر زمانے کے قاضی کے حوالے کر دیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ماہ سے تقادم کا اندازہ کیا ہے کیونکہ ایک ماہ سے تھوڑی مدت عاجل ہے۔

شیخین سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جب قاضی کے اور گواہوں کے درمیان ایک ماہ مسافت نہ ہو لیکن جب ایک ماہ مسافت نہ ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ اور شراب کی حد میں اسی طرح تقادم کا اعتبار کیا گیا ہے۔ طرفین کے مطابق یہاں بو ختم ہونے سے اس کا اندازہ کیا جائے گا جس طرح اس کے باب میں اس کا بیان ان شاءاللہ آئے گا۔

محض لوگوں کی شہادت پر حد زنا کا بیان

(وَاِذَا شَهِدُوا عَلٰى رَجُلٍ اَنَّهُ زَنٰى بِفُلَانَةَ وَفُلَانَةُ غَائِبَةٌ فَاِنَّهُ يُحَدُّ، وَاِنْ شَهِدُوا اَنَّهُ سَرَقَ مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يُقْطَعْ) وَالْفَرْقُ اَنَّ بِالْغَيْبَةِ تَنْعَدِمُ الدَّعْوٰى وَهِيَ شَرْطٌ فِي السَّرِقَةِ دُونَ الزِّنَا، وَبِالْحُضُورِ يُتَوَهَّمُ دَعْوَى الشُّبْهَةِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْمَوْهُومِ

(وَاِنْ شَهِدُوا اَنَّهُ زَنٰى بِامْرَاَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا لَمْ يُحَدَّ) لِاحْتِمَالِ اَنَّهَا امْرَاَتُهُ اَوْ اَمَتُهُ بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ (وَاِنْ اَقَرَّ بِذٰلِكَ حُدَّ) ؛ لِاَنَّهُ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ اَمَتُهُ اَوْ امْرَاَتُهُ .

اور جب کچھ لوگوں نے کسی شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس بندے نے فلاں عورت زنا کیا ہے جبکہ وہ عورت غائب

ہے تب بھی اس بندے پر حد جاری کی جائے گی۔ اور جب یہ گواہی دی کہ اس نے فلاں کا مال چوری کیا ہے اور فلاں غائب ہے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور دونوں مسائل میں فرق یہ ہے کہ غائب ہونے کی حالت میں دعویٰ معدوم ہو جاتا ہے کیونکہ چوری میں دعویٰ شرط ہے جبکہ زنا میں شرط نہیں ہے۔ اور حاضر ہونے کی حالت میں شبہ کے دعوے کا وہم ہے اور موہوم کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

اور جب گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں نے ایسی عورت سے زنا کیا ہے جس کو گواہ پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ کیونکہ ممکن ہے وہ اسکی بیوی ہو یا باندی ہو بلکہ ظاہر تو یہی ہے اور جب زانی نے اس کا اقرار کیا ہو تو اس پر حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس پر یہ معاملہ پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے یا باندی ہے۔

اختلاف شہادت سے سقوط حد کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ اثْنَانِ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةَ فَاسْتَكْرَهَهَا وَآخَرَانِ أَنَّهَا طَاوَعَتْهُ دُرِءَ الْحَدُّ عَنْهُمَا جَمِيعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ (وَقَالَا: يُحَدُّ الرَّجُلُ خَاصَّةً) لِاتِّفَاقِهِمَا عَلَى الْمُوجِبِ وَتَفَرُّدِ أَحَدِهِمَا بِزِيَادَةِ جِنَايَةٍ وَهُوَ الْإِكْرَاهُ، بِخِلَافِ جَانِبِهَا ؛ لِأَنَّ طَوَاعِيَتَهَا شَرْطُ تَحَقُّقِ الْمُوجِبِ فِي حَقِّهَا وَلَمْ يَثْبُتْ لِاخْتِلَافِهِمَا .

وَلَهُ أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ الزِّنَا فِعْلٌ وَاحِدٌ يَقُومُ بِهِمَا، وَلِأَنَّ شَاهِدَيْ الطَّوَاعِيَةِ صَارَا قَاذِفَيْنِ لَهَا .

وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الْحَدُّ عَنْهُمَا بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْ الْإِكْرَاهِ ؛ لِأَنَّ زِنَاهَا مُكْرَهَةً يُسْقِطُ إِحْصَانَهَا فَصَارَا خَصْمَيْنِ فِي ذَلِكَ .

اور جب گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے فلاں عورت سے زبردستی زنا کیا ہے اور دوسرے دو بندوں نے یہ گواہی دی کہ نہیں بلکہ بہ رضامندی زنا کیا ہے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ امام زفر کا بھی یہی قول ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ صرف مرد کو حد لگائی جائے گی کیونکہ دونوں فریق وجوب حد متفق ہیں جبکہ ان میں سے ایک فریق جنایت کی زیادتی میں یعنی مجبوری میں منفرد ہے۔ بہ خلاف عورت کے طرف کے کیونکہ اس کے حق ثابت زنا کے لئے رضامندی شرط ہے۔ البتہ دونوں فریق میں رضامندی کی شہادت میں مختلف ہونے کے سبب اس عورت کے حق میں زنا ثابت نہ ہوگا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مشہود علیہ مختلف ہے کیونکہ زنا ایک ہی فعل ہے جو مرد و عورت دونوں سے ثابت ہے اور اس میں رضامندی کے دونوں گواہ اس عورت پر بہتان لگانے والے ہیں۔ اور مجبوری کے دونوں گواہوں کی شہادت کے سبب ان سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ زبردستی زنا کرنا اس کے احصان کو ساقط کرنے والا ہے پس یہ دونوں اس حالت میں جھگڑنے والے بن جائیں گے۔

مقام زنا سے اختلاف شہادت سے سقوط حد کا بیان

(وَاِنْ شَهِدَ اثْنَانِ اَنَّهُ زَنَى بِامْرَاَةٍ بِالْكُوفَةِ وَآخَرَانِ اَنَّهُ زَنَى بِهَا بِالْبَصْرَةِ دُرِءَ الْحَدُّ عَنْهُمَا جَمِيْعًا) ؛ لِاَنَّ الْمَشْهُوْدَ بِهِ فِعْلُ الزِّنَا وَقَدْ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ وَلَمْ يَتِمَّ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصَابُ الشَّهَادَةِ وَلَا يُحَدُّ الشُّهُوْدُ خِلَافًا لِزُفَرَ لِشُبْهَةِ الِاتِّحَادِ نَظَرًا اِلَى اتِّحَادِ الصُّوْرَةِ وَالْمَرْاَةِ

اور جب دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے کوفہ میں ایک عورت سے زنا کیا ہے اور دوسرے دونوں گواہوں یہ شہادت دی کہ اس نے بصرہ میں ایک عورت سے زنا کیا ہے' تو ان دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ مشہود بہ عمل زنا ہے اور مقام کی تبدیلی کے سبب بدل چکا ہے اور ان میں سے کسی پر شہادت کا نصاب پورا ہونے والا نہیں ہے۔ اور گواہوں پر حد جاری نہ ہوگی۔ اس میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے' کیونکہ صورت اور عورت کے ایک ہونے کے سبب امر کے اتحاد کا شبہ ہے۔

مقام واحد کی شہادت میں اختلاف پر حد کا بیان

(وَاِنْ اخْتَلَفُوْا فِيْ بَيْتٍ وَاحِدٍ حُدَّ الرَّجُلُ وَالْمَرْاَةُ) مَعْنَاهُ: اَنْ يَشْهَدَ كُلُّ اثْنَيْنِ عَلَى الزِّنٰى فِيْ زَاوِيَةٍ، وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ .وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَجِبَ الْحَدُّ لِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ حَقِيْقَةً .
وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ التَّوْفِيْقَ مُمْكِنٌ بِاَنْ يَكُوْنَ ابْتِدَاءُ الْفِعْلِ فِيْ زَاوِيَةٍ وَالِانْتِهَاءُ فِيْ زَاوِيَةٍ اُخْرٰى بِالِاضْطِرَابِ، اَوْ لِاَنَّ الْوَاقِعَ فِيْ وَسَطِ الْبَيْتِ فَيَحْسِبُهُ مَنْ فِي الْمُقَدَّمِ فِي الْمُقَدَّمِ وَمَنْ فِي الْمُؤَخَّرِ فِي الْمُؤَخَّرِ فَيَشْهَدُ بِحَسَبِ مَا عِنْدَهُ

اور جب گواہوں نے دونوں کے ایک کمرہ میں ہونے کے باوجود اختلاف کیا ہے' تو مرد وعورت دونوں پر حد جاری ہوگی اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک فریق ایک ایک کونے میں زنا کی شہادت اور یہ استحسان ہے' جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ ان پر حد جاری نہ کی جائے کیونکہ حقیقت میں جگہ میں اختلاف ہے۔ اور دلیل استحسان یہ ہے کہ ان دونوں میں مطابقت پیدا کرنا ممکن ہے' کیونکہ جب کام کسی ایک کونے میں اور کسی پریشانی کے سبب اس کی انتہاء دوسرے کونے میں ہو یا کمرہ زنا کے درمیان میں ہوئی ہو البتہ جو کمرے کے سامنے والے حصے میں ہو اس نے کو اس کو سامنے والا حصہ ہی سمجھ رکھا ہے اور پچھلی جانب تھا اس نے اس کو پچھلی جانب سمجھ رکھا ہے اور ہر شخص نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق شہادت دی ہے۔

شہادت میں اختلاف وقت سبب سقوط حد کا بیان

(وَاِنْ شَهِدَ اَرْبَعَةٌ اَنَّهُ زَنٰى بِامْرَاَةٍ بِالنُّخَيْلَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَاَرْبَعَةٌ اَنَّهُ زَنٰى بِهَا عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ بِدَيْرِ هِنْدٍ دُرِءَ الْحَدُّ عَنْهُمْ جَمِيْعًا) اَمَّا عَنْهُمَا فَلِاَنَّا تَيَقَّنَّا بِكَذِبِ اَحَدِ

الْفَرِيقَيْنِ غَيْرِ عَيْنٍ، وَأَمَّا عَنِ الشُّهُودِ فَلِاحْتِمَالِ صِدْقِ كُلِّ فَرِيقٍ

(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى امْرَأَةٍ بِالزِّنَا وَهِيَ بِكْرٌ دُرِءَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ) ؛ لِأَنَّ الزِّنَا لَا يَتَحَقَّقُ مَعَ بَقَاءِ الْبَكَارَةِ، وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنَّ النِّسَاءَ نَظَرْنَ إِلَيْهَا فَقُلْنَ إِنَّهَا بِكْرٌ، وَشَهَادَتُهُنَّ حُجَّةٌ فِي إِسْقَاطِ الْحَدِّ وَلَيْسَتْ بِحُجَّةٍ فِي إِيجَابِهِ فَلِهَذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ .

اور جب چار گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں نے مقام نخیلہ میں سورج طلوع کے وقت ایک عورت سے زنا کیا ہے جبکہ دوسرے چار گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے سورج طلوع ہونے کے وقت دیر ہند میں اس عورت سے زنا کیا ہے تو ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ مرد وعورت سے سقوط زنا اس سبب سے ہے کہ ہمیں گواہوں میں سے ہر ایک کے کاذب ہونے یقین ہو چکا ہے اور گواہوں سے اس لئے حد ساقط ہو جائے گی کہ ہر فریق کے سچا ہونے کا احتمال ہے۔

اور جب چار مردوں نے عورت پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ باکرہ ہے تو ان سب سے حد ساقط ہو جائے گی کیونکہ بکارت کے ہوتے ہوئے زنا ثابت نہ ہوگا۔ اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ خواتین اس کی شرمگاہ کو دیکھ کر کہیں گی یہ باکرہ ہے اور اسقاط حد میں عورتوں کی شہادت حجت ہے جبکہ وجوب حد میں حجت نہیں ہے لہٰذا مرد وعورت سے حد ساقط ہو جائے گی اور گواہوں پر بھی واجب نہ ہوگی۔

نابینا گواہوں کی شہادت کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا وَهُمْ عُمْيَانٌ أَوْ مَحْدُودُونَ فِي قَذْفٍ أَوْ أَحَدُهُمْ عَبْدٌ أَوْ مَحْدُودٌ فِي قَذْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّونَ) وَلَا يُحَدُّ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمُ الْمَالُ فَكَيْفَ يَثْبُتُ الْحَدُّ وَهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ، وَالْعَبْدُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ فَلَمْ تَثْبُتْ شُبْهَةُ الزِّنَا ؛ لِأَنَّ الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْأَدَاءِ (وَإِنْ شَهِدُوا بِذَلِكَ وَهُمْ فُسَّاقٌ أَوْ ظَهَرَ أَنَّهُمْ فُسَّاقٌ لَمْ يُحَدُّوا) ؛ لِأَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ أَهْلِ الْأَدَاءِ وَالتَّحَمُّلِ وَإِنْ كَانَ فِي أَدَائِهِ نَوْعُ قُصُورٍ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ .

وَلِهَذَا لَوْ قَضَى الْقَاضِي بِشَهَادَةِ فَاسِقٍ يَنْفُذُ عِنْدَنَا، وَيَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمْ شُبْهَةُ الزِّنَا، وَبِاعْتِبَارِ قُصُورٍ فِي الْأَدَاءِ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ يَثْبُتُ شُبْهَةُ عَدَمِ الزِّنَا فَلِهَذَا امْتَنَعَ الْحَدَّانِ، وَسَيَأْتِي فِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ بِنَاءً عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ الْفَاسِقَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ فَهُوَ كَالْعَبْدِ عِنْدَهُ

(وَإِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُودِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُّوا) ؛ لِأَنَّهُمْ قَذَفَةٌ إِذْ لَا حِسْبَةَ عِنْدَ نُقْصَانِ الْعَدَدِ وَخُرُوجِ الشَّهَادَةِ عَنِ الْقَذْفِ بِاعْتِبَارِهَا

اور جب چار گواہوں نے کسی پر زنا کی شہادت گواہی دی حالانکہ وہ سارے اندھے ہیں یا محدود فی القذف والے ہیں۔ یا پھران میں سے ایک غلام ہے یا محدود فی القذف ہے تو انہیں ہی حد لگائی جائے گی جبکہ مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ ایسے گواہوں کی گواہی سے مال ثابت نہیں ہوسکتا تو حد کیسے ثابت ہوجائے۔ اور وہ سلسلے تو ادائے شہادت کے اہل ہی نہیں ہیں۔ اوراسی طرح غلام بھی تحمل اور اداء کا اہل نہیں ہوا کرتا لہٰذا شبہ زنا ثابت نہ ہوسکا کیونکہ زنا اداء سے ثابت ہوتا ہے۔

اور جب چار گواہوں نے کسی خلاف زنا کی گواہی دی جبکہ وہ سب فاسق ہیں۔ یا گواہی دینے کے بعد پتہ چلا کہ وہ سارے فساق ہیں تو انہیں حد نہ لگائی جائے گی۔ کیونکہ فاسق اہل تحمل اور اہل اداء میں سے ہے اگر چہ تہمت فسق کے سبب ایک طرح اس میں نقص ہے اسی سبب کے پیش نظر اگر قاضی کسی فاسق کی شہادت پر فیصلہ کردے تو ہمارے نزدیک وہ فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔ اوران کی گواہی سے زنا کا شبہ ثابت ہوجائے گا۔ اور تہمت فسق کے سبب اداء میں نقص کی بناء پر عدم حد کا شبہ ثابت ہوجائے گا۔ لہٰذا دونوں حد میں ممتنع ہوجائیں گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف بھی اس مسئلہ میں بیان کیا جائے جو ان کی دلیل کی بنیاد پر ہے کہ فاسق اہل شہادت میں سے نہیں ہے لہٰذا امام شافعی کے نزدیک وہ غلام کی طرح ہوجائے گا۔

اور جب گواہوں کی تعداد چار سے کم ہو تو ان کو حد لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ سب قاذف ہوگئے کیونکہ عدد کم ہونے سبب انہیں اجر نہیں مل سکتا۔ اور حد سے خروج قذف کے اعتبار (ان پر حد قذف کے لازم ہونے کا سبب بن جائے گا)۔

حد جاری ہونے کے بعد گواہ کے غلام ثابت ہونے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَضُرِبَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ وُجِدَ أَحَدُهُمْ عَبْدًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّونَ) ؛ لِأَنَّهُمْ قَذَفَةٌ إذْ الشُّهُودُ ثَلَاثَةٌ (وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَلَى بَيْتِ الْمَالِ أَرْشُ الضَّرْبِ، وَإِنْ رُجِمَ فَدِيَتُهُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: أَرْشُ الضَّرْبِ أَيْضًا عَلَى بَيْتِ الْمَالِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللَّهُ: مَعْنَاهُ إذَا كَانَ جَرَحَهُ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إذَا مَاتَ مِنْ الضَّرْبِ، وَعَلَى هَذَا إذَا رَجَعَ الشُّهُودُ لَا يَضْمَنُونَ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُونَ .

لَهُمَا أَنَّ الْوَاجِبَ بِشَهَادَتِهِمْ مُطْلَقُ الضَّرْبِ، إذْ الِاحْتِرَازُ عَنْ الْجَرْحِ خَارِجٌ عَنْ الْوُسْعِ فَيَنْتَظِمُ الْجَارِحُ وَغَيْرُهُ فَيُضَافُ إلَى شَهَادَتِهِمْ فَيَضْمَنُونَ بِالرُّجُوعِ، وَعِنْدَ عَدَمِ الرُّجُوعِ تَجِبُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ ؛ لِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ فِعْلُ الْجَلَّادِ إلَى الْقَاضِي وَهُوَ عَامِلٌ لِلْمُسْلِمِينَ فَتَجِبُ الْغَرَامَةُ فِي مَالِهِمْ فَصَارَ كَالرَّجْمِ وَالْقِصَاصِ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْجَلْدُ وَهُوَ ضَرْبٌ مُؤْلِمٌ غَيْرُ جَارِحٍ وَلَا مُهْلِكٍ، فَلَا يَقَعُ جَارِحًا

ظَاهِرًا اِلَّا لِمَعْنًى فِي الضَّارِبِ وَهُوَ قِلَّةُ هِدَايَتِهِ فَاقْتَصَرَ عَلَيْهِ، اِلَّا اَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ فِي الصَّحِيحِ كَيْ لَا يَمْتَنِعَ النَّاسُ عَنِ الْاِقَامَةِ مَخَافَةَ الْغَرَامَةِ

📖 اور جب چار گواہوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی شہادت اوران کی شہادت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو کوڑے مار دیئے گئے اس کے بعد پتہ چلا کہ ان چار گواہوں میں سے ایک گواہ غلام یا پھروہ محدود فی القذف ہے تو ان سب کو حد قذف لگائی جائے گی کیونکہ وہ سارے کے سارے قاذف ہیں۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے تین گواہ ہیں البتہ ضرب کا تاوان کسی پر نہ ہوگا یعنی ان پر بھی نہ ہوگا اور بیت المال پر بھی نہ ہوگا۔ اور جب مشہود علیہ کو رجم کیا گیا ہے تو اس کی دیت بیت المال پر ہوگی یہ حکم حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

صاحبین کے نزدیک مارنے کا ارش بھی بیت المال پر ہے۔ بندہ ضعیف (رضی اللہ عنہ) کہتا ہے۔ صاحبین کے قول کی علت یہ ہے کہ جب ضرب نے مضروب کو زخمی کیا تو اس کا ارش بھی بیت المال کے ذمہ پر ہے اور اسی اختلاف پر مبنی یہ مسئلہ ہے کہ جب وہ شخص فوت ہو گیا ہے اور اسی اختلاف کے مطابق ہے کہ جب گواہ شہادت سے پھر جائیں۔ اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک وہ ضامن ہوں گے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ گواہوں کی شہادت سے علی الاطلاق ضرب واجب ہے کیونکہ زخمی ہونے سے بچنے کا امکان نادر ہے پس یہ مارنا زخمی ہونے یا نہ ہونے دونوں کو شامل ہوگی۔ اور زخمی ہونا یا ہلاک ہونا ان کی گواہی کی طرف منسوب ہے۔ پس رجوع کرنے کے سبب گواہ ضامن ہوں گے۔ اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں بیت المال ضامن ہوگا کیونکہ جلاد کا عمل قاضی کی طرف منسوب ہے اور قاضی تمام اہل اسلام کا عامل ہوتا ہے پس مسلمانوں کے مال میں ضمان واجب ہوگا جبکہ جلد تکلیف دہ ہے مگر وہ جارح یا مہلک نہیں ہے اور یہ مارنا بظاہر جارح نہیں ہے کیونکہ ضارب میں کسی وجہ سے یعنی قلت رہنمائی کے پیش نظر جارح ہونا پایا جائے گا اور یہ زخم اسی پر منحصر ہوگا لیکن صحیح قول کے مطابق اس پر ضمان واجب نہ ہوگا تاکہ ضمان کے ڈر سے لوگ حد قائم کرنے سے پرہیز کریں۔

شہادت پر شہادت دینے سے سقوط حد کا بیان

(وَاِنْ شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰى شَهَادَةِ اَرْبَعَةٍ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَا لَمْ يُحَدَّ) لِمَا فِيهَا مِنْ زِيَادَةِ الشُّبْهَةِ وَلَا ضَرُورَةَ اِلَى تَحَمُّلِهَا (فَاِنْ جَاءَ الْاَوَّلُونَ فَشَهِدُوا عَلَى الْمُعَايَنَةِ فِي ذٰلِكَ الْمَكَانِ لَمْ يُحَدَّ اَيْضًا) مَعْنَاهُ شَهِدُوا عَلٰى ذٰلِكَ الزِّنَا بِعَيْنِهِ ؛ لِاَنَّ شَهَادَتَهُمْ قَدْ رُدَّتْ مِنْ وَجْهٍ بِرَدِّ شَهَادَةِ الْفُرُوعِ فِي عَيْنِ هٰذِهِ الْحَادِثَةِ اِذْ هُمْ قَائِمُونَ مَقَامَهُمْ بِالْاَمْرِ وَالتَّحْمِيلِ، وَلَا يُحَدُّ الشُّهُودُ ؛ لِاَنَّ عَدَدَهُمْ مُتَكَامِلٌ وَامْتِنَاعُ الْحَدِّ عَلَى الشُّهُودِ عَلَيْهِ لِنَوْعِ شُبْهَةٍ . وَهِيَ كَافِيَةٌ لِدَرْءِ الْحَدِّ لَا لِاِيجَابِهِ

📖 اور جب گواہوں نے دوسرے چار گواہوں کی شہادت پر کسی شخص کے خلاف زنا کی شہادت دی تو مشہود علیہ پر حد

جاری نہ ہوگی کیونکہ اس گواہی میں شبہات واقع ہوئے ہیں اور اس کو قبول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اور اگر پہلے یعنی اصلی گواہ آجائیں اور اس جگہ زنا دیکھنے کی گواہی دیں تب بھی مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوگی' کیونکہ اسی مسئلہ کی فرعی شہادت کے رد کرنے کے سبب اصلی شہادت بھی رد ہوجائے گی کیونکہ فروع اداء میں اصول کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) اور گواہوں پر حد جاری نہ ہوسکے گی کیونکہ ان کی تعداد پوری ہے اور ایک شبہ کے سبب مشہود علیہ سے حد ختم ہوجائے گی۔اور یہ شبہہ حد کو دور کرنے کے لئے کافی ہے' جبکہ حد کو واجب کرنے کے لئے اہل نہیں ہے۔

رجوع کرنے والے پر حد قذف کا بیان

(وَاِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَرُجِمَ فَكُلَّمَا رَجَعَ وَاحِدٌ حُدَّ الرَّاجِعُ وَحْدَهُ وَغَرِمَ رُبْعَ الدِّيَةِ) اَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِاَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةُ اَرْبَاعِ الْحَقِّ فَيَكُوْنُ التَّالِفُ بِشَهَادَةِ الرَّاجِعِ رُبْعَ الْحَقِّ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ الْقَتْلُ دُوْنَ الْمَالِ بِنَاءً عَلٰى اَصْلِهِ فِي شُهُوْدِ الْقِصَاصِ، وَسَنُبَيِّنُهُ فِي الدِّيَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَاَمَّا الْحَدُّ فَمَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ .وَقَالَ زُفَرُ لَا يُحَدُّ ؛ لِاَنَّهُ اِنْ كَانَ الرَّاجِعُ قَاذِفَ حَيٍّ فَقَدْ بَطَلَ بِالْمَوْتِ، وَاِنْ كَانَ قَاذِفَ مَيِّتٍ فَهُوَ مَرْجُوْمٌ بِحُكْمِ الْقَاضِي فَيُوْرِثُ ذٰلِكَ شُبْهَةً .

وَلَنَا اَنَّ الشَّهَادَةَ اِنَّمَا تَنْقَلِبُ قَذْفًا بِالرُّجُوْعِ ؛ لِاَنَّ بِهِ تُفْسَخُ شَهَادَتُهُ فَجُعِلَ لِلْحَالِ قَذْفًا لِلْمَيِّتِ وَقَدْ انْفَسَخَتْ الْحُجَّةُ فَيَنْفَسِخُ مَا يَنْبَنِي عَلَيْهِ وَهُوَ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِ فَلَا يُوْرِثُ الشُّبْهَةَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَذَفَهُ غَيْرُهُ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُحْصَنٍ فِي حَقِّ غَيْرِهِ لِقِيَامِ الْقَضَاءِ فِي حَقِّهِ

اور جب بندوں نے زنا کی شہادت دی اور اس شخص کو رجم کردیا گیا تو اس کے بعد ان میں سے کسی ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کرلیا تو ایک گواہ پر حد جاری کی جائے گی۔اور چوتھائی دیت کا ضامن ہوگا' جبکہ ضمان اس وجہ سے قائم ہے کہ جتنے گواہ شہادت پر قائم ہیں ان کی شہادت میں سے تین چوتھائی حق باقی ہے پس رجوع کرنے والے سے شہادت کا چوتھائی کا حق ختم ہوا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: گواہی سے رجوع کرنے والے کو قتل واجب ہے اور مال واجب نہیں ہے اور ان یہ قول کہ اس گواہ پر قصاص واجب ہے یہ ان کی دلیل کے مطابق ہے' جس ہم ان شاء اللہ کتاب الدیات میں بیان کریں گے۔

ہمارے فقہاء ثلاثہ کے نزدیک حد واجب ہے' جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ گواہی سے رجوع کرنے پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ اگر وہ زندہ پر تہمت لگانے والا ہوتا تو اس کے مارنے سے قاذف سے حد قذف باطل ہوجاتی اور جب وہ مردہ پر تہمت لگانے والا ہے' تو مقذوف کو قاضی کے حکم سے رجم کیا گیا ہے اس لئے اس میں شبہہ پیدا ہوچکا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنے کے سبب اس کی شہادت تہمت میں بدل چکی ہے اور رجوع کرنے سے راجع کی شہادت باطل ہو جائے گی اور بہر حال اس کو میت کے حق میں قاذف مانا جائے گا اور رجوع کے سبب حجت ختم ہو جائے گی لہذا جو چیز اس حجت پر قائم تھی وہ بھی ختم ہو جائے گی اور اس کے حق میں قاضی کا فیصلہ ہے پس اس میں شبہہ پیدا نہ ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب مرجوم پر کسی دوسرے نے تہمت لگائی کیونکہ مرجوم غیر راجع کے حق میں محصن نہیں ہے۔ کیونکہ راجع کے حق میں قاضی کا فیصلہ موجود ہے۔

اجرائے حد سے قبل رجوع کرنے کا بیان

(فَإِنْ لَمْ يُحَدَّ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ حَتّٰى رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ حُدُّوا جَمِيْعًا وَسَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ) وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حُدَّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً؛ لِاَنَّ الشَّهَادَةَ تَاَكَّدَتْ بِالْقَضَاءِ فَلَا يَنْفَسِخُ إِلَّا فِي حَقِّ الرَّاجِعِ، كَمَا إِذَا رَجَعَ بَعْدَ الْإِمْضَاءِ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنَ الْقَضَاءِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلِهٰذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ .وَلَوْ رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ حُدُّوا جَمِيْعًا .وَقَالَ زُفَرُ: يُحَدُّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً ؛ لِاَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ عَلٰى غَيْرِهِ .

وَلَنَا اَنَّ كَلَامَهُمْ قَذْفٌ فِي الْاَصْلِ وَإِنَّمَا يَصِيرُ شَهَادَةً بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ، فَإِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ بَقِيَ قَذْفًا فَيُحَدُّونَ (فَإِنْ كَانُوا خَمْسَةً فَرَجَعَ اَحَدُهُمْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) ؛ لِاَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقٰى بِشَهَادَتِهِ كُلُّ الْحَقِّ وَهُوَ شَهَادَةُ الْاَرْبَعَةِ (فَإِنْ رَجَعَ آخَرُ حُدَّا وَغَرِمَا رُبْعَ الدِّيَةِ) اَمَّا الْحَدُّ فَلِمَا ذَكَرْنَا وَاَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِاَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقٰى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةُ اَرْبَاعِ الْحَقِّ، وَالْمُعْتَبَرُ بَقَاءُ مَنْ بَقِيَ لَا رُجُوعُ مَنْ رَجَعَ عَلٰى مَا عُرِفَ

اور جب مشہود علیہ پر حد جاری نہ ہوئی تھی کہ گواہوں میں سے ایک نے رجوع کر لیا تو ان سب پر حد جاری کی جائے گی۔ اور مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صرف رجوع کرنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ وہ قاضی کے فیصلے سے مؤکد ہو چکی ہے۔ پس وہ رجوع کرنے والے حق میں ختم ہو جائے گی۔ جس طرح کوئی اجرائے حد کے بعد رجوع کرتا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ حد جاری کرنا بھی قضاء ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح قضاء کے بعد گواہوں میں سے کوئی پھر جائے تو اسی سبب سے مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ اور جب فیصلے سے پہلے ہی کوئی گواہ بدل جائے تو سب کو حد لگائی جائے گی۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صرف بدلنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ دوسروں کی خلاف اسکی تصدیق نہ کی

جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ بدلنے والے گواہ کی بات یقیناً قذف ہے لیکن اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ ہونے کے ساتھ وہ شہادت بن جائے گی پس جب اس سے قاضی کا فیصلہ ملنے والا نہ ہوا تو قذف باقی رہ گئی لہذا تمام گواہوں پر حد قذف لگائی جائے گی۔

اور جب گواہ پانچ تھے اور ان میں سے ایک بدل گیا تو ان پر کچھ نہیں ہے کیونکہ اب بھی اتنی تعداد میں گواہ باقی ہیں جن سے نصاب شہادت پورا ہونے والا ہے۔ مگر جب ان میں سے بھی کوئی بدل گیا تو ان دونوں پر حد جاری ہوگی اور یہ دونوں چوتھائی دیت کے ضامن بھی ہوں گے۔ البتہ حد تو اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں جبکہ ضمان اس وجہ سے ہے وہ باقی ماندہ شہادت سے تین چوتھائی ہے اور گواہی پر باقی رہنے والوں کی بقاء کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور رجوع کرنے والوں کے رجوع کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جس طرح کتاب الشہادات میں معلوم ہو جائے گا۔

حد رجم کے بعد ایک گواہ کے مجوسی ثابت ہونے کا بیان

(وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَزُكُّوا فَرُجِمَ فَإِذَا الشُّهُودُ مَجُوسٌ أَوْ عَبِيدٌ فَالدِّيَةُ عَلَى الْمُزَكِّينَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ) مَعْنَاهُ إِذَا رَجَعُوا عَنِ التَّزْكِيَةِ (وَقَالَا هُوَ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ) وَقِيلَ هَذَا إِذَا قَالُوا تَعَمَّدْنَا التَّزْكِيَةَ مَعَ عِلْمِنَا بِحَالِهِمْ، لَهُمَا أَنَّهُمْ أَثْنَوْا عَلَى الشُّهُودِ خَيْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَثْنَوْا عَلَى الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ خَيْرًا بِأَنْ شَهِدُوا بِإِحْصَانِهِ .

وَلَهُ أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَصِيرُ حُجَّةً عَامِلَةً بِالتَّزْكِيَةِ، فَكَانَتِ التَّزْكِيَةُ فِي مَعْنَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ فَيُضَافُ الْحُكْمُ إِلَيْهَا بِخِلَافِ شُهُودِ الْإِحْصَانِ ؛ لِأَنَّهُ مَحْضُ الشَّرْطِ .

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا شَهِدُوا بِلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ أَوْ أَخْبَرُوا، وَهَذَا إِذَا أَخْبَرُوا بِالْحُرِّيَّةِ وَالْإِسْلَامِ، أَمَّا إِذَا قَالُوا هُمْ عُدُولٌ وَظَهَرُوا عَبِيدًا لَا يَضْمَنُونَ ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ قَدْ يَكُونُ عَدْلًا، وَلَا ضَمَانَ عَلَى الشُّهُودِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ كَلَامُهُمْ شَهَادَةً، وَلَا يُحَدُّونَ حَدَّ الْقَذْفِ ؛ لِأَنَّهُمْ قَذَفُوا حَيًّا وَقَدْ مَاتَ فَلَا يُورَثُ عَنْهُ

اور جب کسی شخص کے خلاف چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی اس کے بعد ان کا تزکیہ بھی کر لیا گیا اور مشہود علیہ کو رجم بھی کیا گیا اور اس کے بعد اچانک پتہ چلا کہ ایک گواہ تو مجوسی ہے یا غلام ہے تو امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک تزکیہ والوں پر دیت واجب ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جب انہوں نے تزکیہ سے رجوع کر لیا ہے۔

صاحبین کے نزدیک دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور ایک قول کے مطابق یہ حکم اس صورت میں ہے جب تزکیہ والوں نے کہا ہم نے ان کو جاننے کے باوجود بطور ارادہ ان کا تزکیہ کیا ہے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ کرنے والوں نے جب اس گواہ کی تعریف کی۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا گویا کہ انہوں نے مشہود علیہ کی اچھی تعریف کی اس طرح کہ اس کے محصن ہونے کی شہادت

حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ سے شہادت حجت عاملہ بن جاتی ہے پس تزکیہ علت کی علت کے حکم میں ہوگا' دی ہے'
اور حکم اسی علت کی علت کی طرف مضاف کیا جائے گا۔ بہ خلاف احصان کی شرط کے کیونکہ اس میں محصن ہونا شرط ہے اور اس میں کوئی
فرق نہیں ہے' جب انہوں نے لفظ شہادت سے گواہی دی یا انہوں نے ''اخبرانا'' کہا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہوگا' جب تزکیہ والوں
نے حریت اور اسلام کی خبر دی ہو مگر انہوں نے کہا ہو وہ سب عدل والے ہیں اور پھر گواہ غلام نکلے تو تزکیہ والے ضامن نہ ہوں
گے۔ کیونکہ غلام بھی تو عادل ہوسکتا ہے اور گواہوں پر ضمان نہ ہوگا' کیونکہ ان کا کلام شہادت واقع نہ ہوگا' اور ان پر حد قذف جاری نہ ہو
گی کیونکہ انہوں نے زندہ شخص کو حد لگائی تھی اور اب وہ فوت ہوگیا ہے لہٰذا حد قذف اس سے میراث کے طور پر نہ ہوگی۔

حد لگانے والوں میں کسی کا گردن اڑا دینے کا بیان

(وَاِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَاَمَرَ الْقَاضِى بِرَجْمِهٖ فَضَرَبَ رَجُلٌ عُنُقَهٗ ثُمَّ وَجَدَ الشُّهُودَ عَبِيْدًا فَعَلَى الْقَاتِلِ الدِّيَةُ) وَفِى الْقِيَاسِ يَجِبُ الْقِصَاصُ ؛ لِاَنَّهٗ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُوْمَةً بِغَيْرِ حَقٍّ . وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ اَنَّ الْقَضَاءَ صَحِيْحٌ ظَاهِرًا وَقْتَ الْقَتْلِ فَاَوْرَثَ شُبْهَةً، بِخِلَافِ مَا اِذَا قَتَلَهٗ قَبْلَ الْقَضَاءِ ؛ لِاَنَّ الشَّهَادَةَ لَمْ تَصِرْ حُجَّةً بَعْدُ، وَلِاَنَّهٗ ظَنَّهٗ مُبَاحَ الدَّمِ مُعْتَمِدًا عَلٰى دَلِيْلٍ مُبِيْحٍ فَصَارَ كَمَا اِذَا ظَنَّهٗ حَرْبِيًّا وَعَلَيْهِ عَلَامَتُهُمْ، وَتَجِبُ الدِّيَةُ فِى مَالِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ عَمْدٌ، وَالْعَوَاقِلُ لَا تَعْقِلُ الْعَمْدَ، وَيَجِبُ ذٰلِكَ فِى ثَلَاثِ سِنِيْنَ ؛ لِاَنَّهٗ وَجَبَ بِنَفْسِ الْقَتْلِ (وَاِنْ رُجِمَ ثُمَّ وُجِدُوْا عَبِيْدًا فَالدِّيَةُ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ) ؛ لِاَنَّهُ امْتَثَلَ اَمْرَ الْاِمَامِ فَنُقِلَ فِعْلُهٗ اِلَيْهِ، وَلَوْ بَاشَرَهٗ بِنَفْسِهٖ تَجِبُ الدِّيَةُ فِى بَيْتِ الْمَالِ لِمَا ذَكَرْنَا كَذَا هٰذَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا ضَرَبَ عُنُقَهٗ ؛ لِاَنَّهٗ لَمْ يَاْتَمِرْ اَمْرَهٗ (وَاِذَا شَهِدُوْا عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَا وَقَالُوْا تَعَمَّدْنَا النَّظَرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمْ) ؛ لِاَنَّهٗ يُبَاحُ النَّظَرُ لَهُمْ ضَرُوْرَةَ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ فَاَشْبَهَ الطَّبِيْبَ وَالْقَابِلَةَ

اور جب کسی بندے کے خلاف چار گواہوں نے زنا کی شہادت دی اور قاضی نے مشہود علیہ کو رجم کرنے کا حکم دیدیا ہے اور ایک بندے نے اس کی گردن اڑا دی ہے پھر ان میں سے ایک غلام نکلا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی' جبکہ قیاس کے مطابق اس پر قصاص واجب ہے۔ کیونکہ اس نے بغیر حق کے ایک معصوم جان کو قتل کیا ہے۔
استحسان کی دلیل یہ ہے کہ قتل کرنے کے وقت ظاہری فیصلہ صحیح تھا پس اس نے شبہ پیدا کر دیا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے فیصلے سے پہلے ہی قتل کر دیا ہو۔ کیونکہ ابھی تو شہادت بطور حجت نہیں ہے اور اس دلیل کے سبب سے کہ قاتل نے اس کو ایک مباح دلیل کی وجہ سے مباح الدم سمجھا ہے' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی نے اس کو حربی سمجھا ہو اور اس پر حربیوں کی علامت بھی ہو۔ اور اس کی یہ دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی کیونکہ یہ قتل عمد ہے اور عمد کی دیت عاقلہ نہیں دیتی اور یہ دیت تین

سالوں میں واجب ہوگی کیونکہ نفس قتل کے سبب واجب ہوئی ہے۔

اور جب مشہود علیہ کو رجم کرنے کے بعد ایک گواہ کو غلام پائے تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی کیونکہ قاتل نے امام کے حکم کی اطاعت کی ہے پس اسکا فعل امام کی طرف مضاف ہو جائے گا اگر امام اس کو بہ ذات خود رجم کرنے والا ہوتا تو بیت المال پر دیت واجب ہوتی۔ پس اس صورت میں بھی دیت بیت المال پر واجب ہوگی بہ خلاف اس صورت کے جب اس کی گردن اڑا دی گئی ہو کیونکہ مارنے والے نے امام کے حکم کی اطاعت نہیں کی ہے۔ اور جب لوگوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی گواہی دی اور اس طرح کہا کہ ہم نے بطور ارادہ مرد وعورت کی شرمگاہوں کو دیکھا ہے تو ان کی شہادت مقبول ہوگی کیونکہ تحمل کی شہادت کی ضرورت ان کے لئے دیکھنا مباح ہے پس یہ حکیم اور دایہ کے مشابہ ہو جائیں گے۔

مشہود علیہ کا محصن ہونے سے انکار کرنے کا بیان

(وَاِذَا شَهِدَ اَرْبَعَةٌ عَلٰى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَاَنْكَرَ الْاِحْصَانَ وَلَهُ امْرَاَةٌ قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَاِنَّهُ يُرْجَمُ) مَعْنَاهُ اَنْ يُنْكِرَ الدُّخُولَ بَعْدَ وُجُودِ سَائِرِ الشَّرَائِطِ ؛ لِاَنَّ الْحُكْمَ بِثَبَاتِ النَّسَبِ مِنْهُ حُكْمٌ بِالدُّخُولِ عَلَيْهِ، وَلِهٰذَا لَوْ طَلَّقَهَا يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ وَالْاِحْصَانُ يَثْبُتُ بِمِثْلِهِ (فَاِنْ لَمْ تَكُنْ وَلَدَتْ مِنْهُ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِالْاِحْصَانِ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ رُجِمَ) خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ ؛ فَالشَّافِعِيُّ مَرَّ عَلٰى اَصْلِهِ اَنَّ شَهَادَتَهُنَّ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ فِي غَيْرِ الْاَمْوَالِ، وَزُفَرُ يَقُولُ اِنَّهُ شَرْطٌ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ ؛ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ تَتَغَلَّظُ عِنْدَهُ فَيُضَافُ الْحُكْمُ اِلَيْهِ فَاَشْبَهَ حَقِيقَةَ الْعِلَّةِ فَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيهِ احْتِيَالًا لِلدَّرْءِ، فَصَارَ كَمَا اِذَا شَهِدَ ذِمِّيَّانِ عَلٰى ذِمِّيٍّ زَنٰى عَبْدُهُ الْمُسْلِمُ اَنَّهُ اَعْتَقَهُ قَبْلَ الزِّنَا لَا تُقْبَلُ لِمَا ذَكَرْنَا .

وَلَنَا اَنَّ الْاِحْصَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْخِصَالِ الْحَمِيدَةِ، وَاَنَّهَا مَانِعَةٌ مِنَ الزِّنَا عَلٰى مَا ذَكَرْنَا فَلَا يَكُونُ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ وَصَارَ كَمَا اِذَا شَهِدُوا بِهِ فِي غَيْرِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ ؛ لِاَنَّ الْعِتْقَ يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمَا، وَاِنَّمَا لَا يَثْبُتُ سَبْقُ التَّارِيخِ ؛ لِاَنَّهُ يُنْكِرُهُ الْمُسْلِمُ اَوْ يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُسْلِمُ (فَاِنْ رَجَعَ شُهُودُ الْاِحْصَانِ لَا يَضْمَنُونَ) عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَهُوَ فَرْعُ مَا تَقَدَّمَ .

اور جب چار بندوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن مشہود علیہ نے اپنے محصن ہونے کا انکار کر دیا ہے حالانکہ اس شخص کی بیوی بھی ہے اور اس سے ایک بچہ بھی ہے تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں احصان کی تمام شرائط پائی جانے کے بعد اس نے دخول کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور ثبوت نسب کا حکم بھی اس کے دخول کے حکم کو ثابت کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کے رجوع کا حق رکھتا ہے اور اسی طرح کی دلیل سے احصان ہو جائے گا مگر جب اس کا بچہ نہ ہو اور ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے خلاف احصان کی شہادت دی تو اس کو رجم کیا جائے

گا۔اس میں امام زفراورامام شافعی ﷭ نے اختلاف کیا ہے۔

حضرت امام شافعی ﷫ کی دلیل تو یہ ہے کہ اموال کے علاوہ کسی معاملہ میں بھی عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے جبکہ امام زفر ﷫ کہتے ہیں کہ احصان شرط ہے اور علت کے حکم میں ہے کیونکہ احصان کی صورت میں جنایت سخت ہو جاتی ہے اور حکم احصان کی طرف مضاف ہوتا ہے تو احصان حقیقی علت کے مشابہ ہو جائے گا پس اس میں عورتوں کی شہادت کا کوئی اعتبار نہیں ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح دو ذمیوں نے کسی ایسے ذمی کے خلاف یہ گواہی دی۔ یعنی جس کے مسلم غلام نے زنا کیا ہو، کہ اس نے زنا سے پہلے اس غلام کو آزاد کر دیا تھا۔ تو اسکی یہ شہادت قابل قبول نہ ہوگی۔ اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ احصان ایک اچھی عادت کا نام ہے اور یہ زنا سے روکنے والی ہے' جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں پس احصان علت کے حکم میں نہ ہوگا' اور یہ اس طرح ہو جائے گا کہ جب گواہوں نے اس حالت کے سوا میں احصان کی گواہی دی۔ بہ خلاف امام زفر کی بیان کردہ مثال کے کیونکہ انہی دونوں کے حق میں آزادی ثابت ہو جائے گی' جبکہ زنا سے قبل اس کے لئے آزادی ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر مسلمان اس سے انکار کرے تو مسلمان کو نقصان لاحق ہونے والا ہے اس کے بعد اگر احصان کا گواہ اپنی عادت سے بدل جائے' تو ہمارے نزدیک ضامن نہ ہوگا' اور اس میں امام زفر ﷫ کا اختلاف ہے اور ان یہ اختلاف گزشتہ اختلاف کی فرع ہے۔

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

﴿یہ باب شراب کی حد کے بیان میں ہے﴾

باب حد شراب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے حد شراب کو حد زنا کے سے مؤخر ذکر کیا ہے، کیونکہ زنا شراب کی بیماری سے بڑھ بیماری و معصیت ہے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے جان کے قتل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے گویا زنا کرنا قتل نفس کی طرح ہے۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ)

اور یہ زنا ایسا جرم ہے، جو کسی دین میں بھی حلال نہیں ہے۔ یعنی اس کی حرمت اتنی عام ہے، جس طرح فطرت بن گئی ہے، کیونکہ اسلام دین فطرت ہے۔ لہٰذا اسی سبب کے پیش نظر حد زنا کو مقدم اور حد شراب کو اس پر مؤخر ذکر کیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۷، ص ۲۵۲، بیروت)

خمر (شراب) کا فقہی مفہوم

قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال (یعنی جس کو پینے) سے نشہ و مستی پیدا ہو جائے۔ اور وہ انگور کے شیرے کی صورت میں ہو یا عام کہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی چیز کا عرق و کاڑھا وغیرہ ہو، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا عام مفہوم مراد لیا جائے) یعنی نشہ لانے والی چیز خواہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی دوسری چیز کا شیرہ وغیرہ کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے اور اس زمانہ میں انگور کی شراب کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ وہ کھجور سے بنائی جاتی تھی خمر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لغت میں خمر کے معنی ہیں ڈھانپنا چھپانا، خلط کرنا اور چونکہ شراب انسان کی عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کے فہم و شعور کی قوتوں کو خلط و خبط کر دیتی ہے اس لئے اس کو خمر کہا گیا۔

قرآن کے مطابق حرمت شراب کا بیان

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ (سورۃ مائدہ: ۹۱)

''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یہی تو چاہتا ہے شیطان کے ڈال دے تمہارے درمیان عداوت اور بغض اور شراب اور جوئے کے زریعے اور روک دے تم کو یاد الٰہی سے اور نماز سے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''۔

شراب اور جوا طبعی طور پر حرام کام ہیں۔ چونکہ یہ شیطانی عمل ہیں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ بندے کو صراط مستقیم سے ہٹا کر ناکامی کے راستوں پر ڈال دے اسی شراب کی وجہ سے عزت، غیرت، گھربار، اولاد، پیسہ، کاروبار، وغیرہ سب برباد ہو جاتے ہیں سب سے بڑھ کر نقصان اس کے ایمان کا ہوتا ہے' کیونکہ شراب اور ایمان کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ'' ایمان اور دائمی شراب نوشی کبھی جمع نہیں ہو سکتے ممکن ہے کی ان دونوں میں سے ایک دوسری کو نکال دے''۔ (سنن نسائی)

یہ دنیا تو چند روزہ ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے چند لمحوں کے مقابلے میں اور چند لمحوں کی لذت کے لئے ہمیشہ کی زندگی برباد کرنا نہایت ہی گھاٹے کا اور خسارے کا سودہ ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو شراب جیسی لعنت سے بچایئے۔ اللہ تعالی نے جو چیزیں بھی حرام کیں ہیں' تو ان کے عوض ان سے بہتر عطا بھی کیں ہیں شراب حرام کی تو لذیذ مشروبات اور روح اور جسم کو فائدہ دینے والی چیزیں حلال کیں۔ کھانے کی گندی چیزیں حرام کیں' تو پاکیزہ کھانے حلال کیے۔

شراب کی حرمت کا سبب وعلت

شراب جس کو ام الخبائث" کہا گیا ہے، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے ہی جزو زندگی کا درجہ رکھتی تھی اس لئے بعثت نبوی کے بعد ابتداء اسلام میں بھی اس کا رواج برقرار رہا، اور عام طور پر لوگ اس کو پینے پلانے میں مبتلا رہے' لیکن اس کی برائی اور اس کے نقصان کی وجہ سے مسلمانوں کے دل میں کھٹک بھی پیدا ہوتی تھی، اور حضرت عمر کے قول (انها تذهب المال وتذهب العقل) (یہ شراب مال کو بھی برباد کرتی اور عقل کو بھی ختم کرتی ہے) کے پیش نظر لوگوں میں یہ احساس تمنا بھی روز بروز بڑھتا جاتا تھا کہ اس کی اباحت جتنی جلد ختم ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے، ادھر چونکہ پوری سوسائٹی اس لعنت میں گرفتار تھی اور ایک ایسی عادت تھی جس کی جڑیں پورے معاشرے میں بہت دور تک پھیلی ہوئی تھیں اس لئے مصلحت شریعت یہ تھیں کہ اس کی حرمت کا نفاذ دفعتاً کرنے کی بجائے بتدریج روبہ عمل میں لایا جائے کہ شریعت کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور لوگ اس لعنت سے بھی نجات پا جائیں، چنانچہ جب کچھ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا' تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا) (البقرہ، ۲۱۹)

"(اے محمد ﷺ) لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور (بظاہر) ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بہت بڑھا ہوا ہے۔"

جو سعید روحیں پہلے ہی سے شراب کے مضر اثرات کا احساس رکھتی تھیں اور جو لوگ اس کی برائی سے طبعاً بیزار تھے ان کے لئے تو بس اتنا ہی کافی تھا کہ قرآن کریم نے "شراب" کو گناہ کہہ دیا لہٰذا انہوں نے شراب نوشی قطعاً ترک کر دی، لیکن چونکہ اس آیت میں شراب کی حرمت کا کوئی واضح اور قطعی حکم نہیں ہے اس لئے لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے مے نوشی کا مشغلہ بدستور جاری رکھا۔ اور پھر اس سلسلہ میں یہ دوسری آیت نازل ہوئی:

(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ) 4۔ النساء: 43).

"اے ایمان والو! تم ایسی حالت میں نماز کے پاس مت جاؤ کہ تم نشہ کی حالت میں مست ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔"

اس آیت نے شراب نوشی کے جاری مشغلہ پر ایک ضرب لگائی، اور نماز کے اوقات میں شراب نوشی بالکل ترک کر دی گئی البتہ نماز کے علاوہ اوقات میں بعض لوگوں کے یہاں اب بھی شراب نوشی کا مشغلہ بند نہیں ہوا اور آخر کار ۳ھ میں یہ تیسری آیت نازل ہوئی جس میں حرمت شراب کو واضح کر دیا گیا: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

شرابی پر اجرائے حد کی شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمان، عاقل، بالغ، ناطق، غیر مضطر، بلا اکراہ شرعی، خمر کا ایک قطرہ بھی پیے تو اس پر حد قائم کی جائے گی، جبکہ اسے اس کا حرام ہونا معلوم ہو۔ کافر یا مجنون یا نابالغ یا گونگے نے پی تو حد نہیں۔ اسی طرح اگر پیاس سے مرا جاتا تھا اور پانی نہ تھا کہ پی کر جان بچاتا اور اتنی پی کہ جان بچ جائے، تو حد نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پی تو حد ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے شراب پینے پر مجبور کیا یعنی اکراہ شرعی پایا گیا تو حد نہیں۔ شراب کی حرمت کو جانتا ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقع میں اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ دار الاسلام میں رہتا ہو تو اگرچہ نہ جانتا ہو حکم یہی دیا جائیگا کہ اسے معلوم ہے، کیونکہ دار الاسلام میں جہل عذر نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی حربی دار الحرب سے آکر مشرف باسلام ہوا ہے۔ اور شراب پی اور کہتا ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ حرام ہے، تو حد نہیں ہے۔ (درمختار، کتاب الحدود)

شراب کی حد کا بیان

(وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأُخِذَ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ أَوْ جَاءُوا بِهِ سَكْرَانَ فَشَهِدَ الشُّهُودُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، وَكَذَلِكَ إذَا أَقَرَّ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ) لِأَنَّ جِنَايَةَ الشُّرْبِ قَدْ ظَهَرَتْ وَلَمْ يَتَقَادَمْ الْعَهْدُ. وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ). (وَإِنْ أَقَرَّ بَعْدَ ذَهَابِ رَائِحَتِهَا لَمْ يُحَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُحَدُّ) وَكَذَلِكَ إذَا شَهِدُوا عَلَيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رِيحُهَا وَالسُّكْرُ لَمْ يُحَدَّ عِنْدَ أَبِي

حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُحَدُّ، فَالتَّقَادُمُ يَمْنَعُ قَبُولَ الشَّهَادَةِ بِالِاتِّفَاقِ، غَيْرَ أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالزَّمَانِ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا بِحَدِّ الزِّنَا، وَهَذَا لِأَنَّ التَّأْخِيرَ يَتَحَقَّقُ بِمُضِيِّ الزَّمَانِ وَالرَّائِحَةُ قَدْ تَكُونُ مِنْ غَيْرِهِ، كَمَا قِيلَ: يَقُولُونَ لِي انْكَهْ شَرِبْتَ مُدَامَةً فَقُلْتُ لَهُمْ لَا بَلْ أَكَلْتُ السَّفَرْجَلَا وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ: فَإِنْ وَجَدْتُمْ رَائِحَةَ الْخَمْرِ فَاجْلِدُوهُ .

وَلِأَنَّ قِيَامَ الْأَثَرِ مِنْ أَقْوَى دَلَالَةٍ عَلَى الْقُرْبِ، وَإِنَّمَا يُصَارُ إِلَى التَّقْدِيرِ بِالزَّمَانِ عِنْدَ تَعَذُّرِ اعْتِبَارِهِ، وَالتَّمْيِيزُ بَيْنَ الرَّوَائِحِ مُمْكِنٌ لِلْمُسْتَدِلِّ، وَإِنَّمَا تَشْتَبِهُ عَلَى الْجُهَّالِ. وَأَمَّا الْإِقْرَارُ فَالتَّقَادُمُ لَا يُبْطِلُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ كَمَا فِي حَدِّ الزِّنَا عَلَى مَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ وَعِنْدَهُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ، لِأَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَلَا إِجْمَاعَ إِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلَى مَا رَوَيْنَا .

اور جس شخص نے شراب پی اور وہ پکڑا گیا ہے اور اس کے منہ میں بو بھی موجود ہے۔ یا پھر لوگ اس کو نشے کی حالت میں پکڑ کر لے آئے اور گواہوں نے اس کے شراب پینے گواہی دی تو اس پر حد لازم ہے۔ اور اسی طرح جب اس نے شراب پینے کا اقرار کیا اور اس کی بو موجود ہے' کیونکہ شراب کی پینے کی جنایت واضح ہو چکی ہے اور مدت کچھ گزری نہیں ہے اور اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارکہ اصل ہے' جس نے شراب اس کو کوڑے مارو اگر وہ دوبارہ پی لے تو پھر کوڑے مارو۔

شیخین کے نزدیک اگر اس نے شراب کی بو ختم ہو جانے کے بعد اقرار کیا ہے' تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس پر حد جاری کی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے تقادم بہ اتفاق قبول شہادت کو روکنے والا ہے' جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس تقادم کو حد زنا پر قیاس کیا جائے گا' اور یہ زمانے کے ساتھ مقدر ہوگا' کیونکہ زمانے کے گزرنے سے تاخیر ثابت ہوتی ہے جبکہ بو کبھی شراب کے سوا کسی اور چیز کی بھی آسکتی ہے' جس طرح اس شعر میں ہے وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اپنا منہ سونگھ لے تو نے شراب پی ہے' جبکہ میں ان سے کہتا ہوں کہ میں نے سفرجل یعنی سیب کھایا ہوا ہے۔ اور شیخین کے نزدیک تقادم بو کے ختم ہو جانے سے مقدر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: جب تم شرابی میں شراب کی بو پاؤ تو اس کو کوڑے مارو' کیونکہ شراب کی بو پایا جانا شراب پینے کی مضبوط دلیل ہے اور بو کا اعتبار ناممکن ہونے کی صورت میں زمان کے مقدر ہونے کا سہارا لیا جاتا ہے اور پہچانے کے لئے بو کے درمیان فرق کرنا بھی ممکن ہے' جبکہ اشتباہ ناواقف لوگوں کو ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اقرار تقادم کو باطل کرنے والا نہیں ہے' جس طرح حد زنا میں ہے اور اس کی دلیل وہاں بیان کی جا چکی ہے' جبکہ شیخین کے نزدیک بو پائے جانے کی صورت مین حد قائم کی جائے گی کیونکہ شراب کی حد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے

اجماع سے ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قیاس کے بغیر انعقاد اجماع ممکن نہیں۔ اور انہوں نے بو کے پائے جانے کو شرط قرار دیا ہے۔ جس طرح ہم روایت بیان کر چکے ہیں۔

مسافت میں حد شراب کو حد زنا پر قیاس کرنے کا بیان

(وَإِنْ اَخَذَهُ الشُّهُودُ وَرِيحُهَا تُوجَدُ مِنْهُ اَوْ سَكْرَانُ فَذَهَبُوا بِهِ مِنْ مِصْرٍ اِلٰى مِصْرٍ فِيهِ الْاِمَامُ فَانْقَطَعَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَنْتَهُوا بِهِ حُدَّ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) لِاَنَّ هٰذَا عُذْرٌ كَبُعْدِ الْمَسَافَةِ فِي حَدِّ الزِّنَا وَالشَّاهِدُ لَا يُتَّهَمُ فِي مِثْلِهِ .

اور جب گواہوں نے اس کو پکڑا اور اس میں شراب کی بو پائی جاتی ہے یا اس پر نشہ طاری ہے پس وہ اس کو ایک شہر سے دوسرے اس شہر کی جانب لے گئے جس میں امام ہے اور ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے بو یا نشہ ختم ہو گیا تو ان سب کے قول کے مطابق اس کو حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ عذر ہے، جس طرح حد زنا میں مسافت کا حکم ہے اور اس صورت میں گواہ کو متہم نہ کیا جائے گا۔

نبیذ پینے والے پر حد شراب کا بیان

(وَمَنْ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ حُدَّ) لِمَا رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ اَقَامَ الْحَدَّ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ .وَسَنُبَيِّنُ الْكَلَامَ فِي حَدِّ السُّكْرِ وَمِقْدَارِ حَدِّهِ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

(وَلَا حَدَّ عَلٰى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ اَوْ تَقَيَّاهَا) لِاَنَّ الرَّائِحَةَ مُحْتَمَلَةٌ، وَكَذَا الشُّرْبُ قَدْ يَقَعُ عَنْ اِكْرَاهٍ اَوْ اضْطِرَارٍ (وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ حَتّٰى يُعْلَمَ اَنَّهُ سَكِرَ مِنَ النَّبِيذِ وَشَرِبَهُ طَوْعًا) لِاَنَّ السُّكْرَ مِنَ الْمُبَاحِ لَا يُوجِبُ الْحَدَّ كَالْبَنْجِ وَلَبَنِ الرِّمَاكِ، وَكَذَا شُرْبُ الْمُكْرَهِ لَا يُوجِبُ الْحَدَّ (وَلَا يُحَدُّ حَتّٰى يَزُولَ عَنْهُ السُّكْرُ) تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِ الْاِنْزِجَارِ .

اور جس شخص نے نبیذ پی اور نشہ میں آ گیا تو اس پر حد ہوگی کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے ہی اعرابی پر حد قائم فرمائی جس نبیذ پینے کے سبب نشے میں مست ہوا تھا۔ اور نشے کی حد اور اس حد سے استحقاق سزا کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

جس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہے یا اس نے شراب کی قے کی ہے تو اس پر حد نہ ہوگی کیونکہ اس کی بو میں کئی احتمال ہیں نیز پینا بھی کبھی زبردستی یا مجبوری کے سبب سے ہوتا ہے پس نشے میں مست آدمی کو اس وقت حد نہ لگائی جائے گی۔ جب تک اس سے یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے نبیذ پی کر نشہ کیا ہے یا اس نے خوشی سے پیا ہے کیونکہ مباح چیز سے پیدا ہونے والا نشہ حد کو واجب کرنے والا نہیں ہوتا جس طرح کوئی شخص جوائن اور گھوڑی کے دودھ سے پیدا ہونے والا نشہ موجب حد نہیں ہے۔ اور اسی طرح مجبور شخص کا نشہ بھی موجب حد نہیں ہوگا۔ اور جب تک نشہ اتر نہ جائے اس وقت تک حد نہ لگائی جائے گی۔ تاکہ ڈرانے کا مقصد حاصل ہو جائے۔

شرابی کی سزا اسی کوڑوں پر اجماع کا بیان

(وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُونَ سَوْطًا) لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (يُفَرَّقُ عَلٰى بَدَنِهِ كَمَا فِي حَدِّ الزِّنَا عَلٰى مَا مَرَّ) ثُمَّ يُجَرَّدُ فِي الْمَشْهُوْدِ مِنَ الرِّوَايَةِ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يُجَرَّدُ إِظْهَارًا لِلتَّخْفِيفِ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهِ نَصٌّ .

وَوَجْهُ الْمَشْهُوْرِ أَنَّا أَظْهَرْنَا التَّخْفِيفَ مَرَّةً فَلَا يُعْتَبَرُ ثَانِيًا (وَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَحَدُّهُ أَرْبَعُوْنَ سَوْطًا) لِأَنَّ الرِّقَّ مُنَصِّفٌ عَلٰى مَا عُرِفَ .(وَمَنْ أَقَرَّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُحَدَّ) لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى .

اور آزاد شخص کے لئے شراب اور اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے' کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے۔اور حد زنا کی طرح یہ کوڑے بھی اس کے جسم کے مختلف حصوں پر لگائے جائیں گے۔اور مشہور روایت۔کے مطابق اس کے بدن سے کپڑے اتار دیئے جائیں گے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آسانی کے اظہار کے پیش نظر اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں کیونکہ اس میں کوئی نص بیان نہیں ہوئی اور روایت مشہورہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے ایک مرتبہ تخفیف کر دی ہے پس دوبارہ تخفیف کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اور اگر شراب پینے والا غلام ہے' تو اس کی حد چالیس (۴۰) کوڑے ہے۔کیونکہ غلامی سزا کو نصف کرنے والی ہے۔جس طرح پہلے بتادیا گیا ہے اور جس نے شراب پینے یا نشہ کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد حد قائم ہونے سے پہلے ہی اس سے رجوع کر لیا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

حد شراب کی شہادت کے نصاب کا بیان

(وَيَثْبُتُ الشُّرْبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ وَ) يَثْبُتُ (بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَشْتَرِطُ الْإِقْرَارَ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ نَظِيرُ الِاخْتِلَافِ فِي السَّرِقَةِ، وَسَنُبَيِّنُهَا هُنَاكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ (وَلَا تُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ) لِأَنَّ فِيهَا شُبْهَةَ الْبَدَلِيَّةِ وَتُهْمَةَ الضَّلَالِ وَالنِّسْيَانِ .

دو گواہوں کی گواہی دینے یا ایک مرتبہ اقرار کر لینے سے شراب کا پینا ثابت ہو جائے گا' جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مرتبہ اقرار شرط ہے۔اور حد سرقہ میں اسی اختلاف کی نظیر موجود ہے اور اس کو ہم ان شاء اللہ حد سرقہ کے باب میں بیان کریں گے۔اور شراب کی حد میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ عورتوں کی شہادت میں بدلیت کا شبہ ہے اور ان میں بھول جانے یا بھٹک جانے کی تہمت بھی موجود ہے۔

شرابی پر نشے کے اطلاق کا بیان

(وَالسَّكْرَانُ الَّذِي يُحَدُّ هُوَ الَّذِي لَا يَعْقِلُ مَنْطِقًا لَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا وَلَا يَعْقِلُ الرَّجُلَ مِنَ الْمَرْأَةِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ (وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: هُوَ الَّذِي يَهْذِي وَيَخْتَلِطُ كَلَامُهُ) لِاَنَّهُ هُوَ السَّكْرَانُ فِي الْعُرْفِ، وَاِلَيْهِ مَالَ اَكْثَرُ الْمَشَايِخِ. وَلَهُ اَنَّهُ يُؤْخَذُ فِي اَسْبَابِ الْحُدُودِ بِاَقْصَاهَا دَرْءً ا لِلْحَدِّ.

وَنِهَايَةُ السَّكْرَانِ يَغْلِبُ السُّرُورُ عَلَى الْعَقْلِ فَيَسْلُبُهُ التَّمْيِيزَ بَيْنَ شَيْءٍ وَشَيْءٍ، وَمَا دُونَ ذٰلِكَ لَا يَعْرَى عَنْ شُبْهَةِ الصَّحْوِ، وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْقَدَحِ الْمُسْكِرِ فِي حَقِّ الْحُرْمَةِ مَا قَالَاهُ بِالْاِجْمَاعِ اَخْذًا بِالْاِحْتِيَاطِ وَالشَّافِعِيُّ يَعْتَبِرُ ظُهُورَ اَثَرِهِ فِي مِشْيَتِهِ وَحَرَكَاتِهِ وَاَطْرَافِهِ وَهٰذَا مِمَّا يَتَفَاوَتُ فَلَا مَعْنَى لِاعْتِبَارِهِ.

📖 جبکہ نشے میں مست آدمی جس کو حد لگائی جاتی ہے وہ ایسا شخص ہے' جو تھوڑی بہتی بات بھی سمجھتا نہ ہو اور مرد و عورت کے درمیان فرق بھی نہ کرسکتا ہو۔ مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا قول ہے' جبکہ صاحبین نے کہا: وہ شخص واہیات کی طرح کلام کرے اور کلام میں ملاوٹ کرے کیونکہ عرف میں اسی کو سکران کہتے ہیں اور اکثر مشائخ فقہاء اسی تعریف کی طرف گئے ہیں' جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حد قائم کرنے کے لئے آخری درجے کے اسباب کا اعتبار کیا جائے گا۔ تاکہ حد کو دور کیا جائے۔

اور نشے کی انتہاء یہ ہے کہ سرور اس کی عقل پر اس طرح غالب آجائے کہ اس سے دو اشیاء کے درمیان فرق کرنے کی سمجھ کو چھین لے اور مقدار اس سے تھوڑی ہو وہ شبہ سے خالی نہیں ہے۔ اور نشے والے پیالے میں حرمت کے حق میں اعتبار کیا جائے گا۔ جو علت صاحبین نے بیان کی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اس کے چلنے پھرنے، اس کے حرکت کرنے اور اس کے اطراف میں نشہ کے اثر ظاہر ہونے کا اعتبار کرتے ہیں۔ لیکن یہ احوال تو تبدیل ہوتے رہتے ہیں لہذا ان کا اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نشئی کا اپنی ذات کے لئے اقرار کرنے کا بیان

(وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ بِاِقْرَارِهِ عَلَى نَفْسِهِ) لِزِيَادَةِ احْتِمَالِ الْكَذِبِ فِي اِقْرَارِهِ فَيُحْتَالُ لِدَرْئِهِ لِاَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى.

بِخِلَافِ حَدِّ الْقَذْفِ لِاَنَّ فِيهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَالسَّكْرَانُ فِيهِ كَالصَّاحِي عُقُوبَةً عَلَيْهِ كَمَا فِي سَائِرِ تَصَرُّفَاتِهِ، وَلَوِ ارْتَدَّ السَّكْرَانُ لَا تَبِينُ مِنْهُ امْرَاَتُهُ لِاَنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الْاِعْتِقَادِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعَ السُّكْرِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور جب نشئی نے اپنی ذات کا اقرار کیا' تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کے اقرار میں جھوٹ کا احتمال زیادہ ہے پس وہ حد کو دور کرنے کا بہانہ معتبر ہوگا' کیونکہ یہ حد خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے بہ خلاف حد قذف کے کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے اور بندے کے حق والی سزا میں مکمل نشے میں مست اور بعض ہوش والا دونوں برابر ہیں جس طرح اس کے تمام تصرفات کا حکم ہے اور نشے والا مرتد ہو جائے' تو اس کی بیوی اس سے بائنہ نہ ہوگی کیونکہ کفر کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے' جبکہ نشے کے ساتھ کفر ثابت نہیں ہوتا اور طرفین کا قول ہے۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق وہ شخص مرتد ہو جائے گا۔

بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ

﴿یہ باب حد قذف کے بیان میں ہے﴾

باب حد قذف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے حد قذف کو حد شراب سے مؤخر ذکر کیا ہے' کیونکہ حد شراب میں جرم کا ثبوت یقینی ہے کہ گواہوں نے شہادت دیدی ہے' جبکہ حد قذف میں دونوں احتمال باقی ہوتے ہیں۔ اور یقین کو احتمال سے تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ قذف ایک خبر ہے' جس میں سچائی وجھوٹ دونوں کا احتمال ہے۔ اور اسی طرح حد قذف کے جرم سے حد شراب کا جرم بڑا ہے۔ البتہ کوڑوں کی سزا کی موافقت واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۷، ص ۲۵۲، بیروت)

قذف کا فقہی مفہوم

عربی لغت میں قذف کا مطلب تیر پھینکنا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں قذف سے مراد ہے کسی پاک دامن مومن مرد یا مومن عورت پر واضح الفاظ میں زنا کی تہمت لگانا یا اسکے بارے میں ایسی بات کہنا جس کا مطلب یہ ہو کہ وہ زنا کار ہے۔ حد اس سزا کو کہتے ہیں جو بطور حق اللہ تعالی مقرر کی گئی ہو یا پھر وہ سزا جو کسی انسان کی حق تلفی یا ایزادہی کی پاداش میں مجرم کو دی جائے۔ ایسی سزاوں کو حد یا حدود اس لیے بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے خود سے ایسے جرائم اور انکی سزائیں متعین کردیں ہیں اور کسی کو ان میں کمی بیشی یا تجاوز کا اختیار حاصل نہیں، چنانچہ یہ حدود اللہ تعالی کی مقرر کردہ ہیں اور ان کو عبور کر جانا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن وسنت میں کم وبیش دس ایسے جرائم گنوائے گئے ہیں جو حدود اللہ کے زمرے میں آتے ہیں اور شریعت اسلامیہ نے انکی سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔

قرآن مجید کے لیے قذف کے لیے رمی کا لفظ استعمال کیا ہے' جو کہ قذف کے مترادفات میں سے ہے۔ لفظ رمی کا مطلب نشانہ لگانا یا تیر چلانا ہے۔ حج کے موقع پر شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ان آیات سے پہلے حد زنا کا حکم ہے اور بعد میں قانون لعان کی وضاحت کی گئی ہے۔ قانون لعان سے مراد میاں اور بیوی کا ایک دوسرے پر زنا کا الزام دھرنا ہے۔ آیت کے سیاق وسباق سے یہ پختہ وضاحت ہوجاتی ہے کہ یہاں تہمت سے مراد زنا کاری کی تہمت مراد ہے۔

محصن یا محصنہ پر تہمت لگانے والے پر حد کا بیان

(وَاِذَا قَـذَفَ الرَّجُلُ رَجُلًا مُحْصَنًا اَوْ امْرَاَةً مُحْصَنَةً بِصَرِيحِ الزِّنَا، وَطَالَبَ الْمَقْذُوفُ بِالْحَدِّ حَدَّهُ الْحَاكِمُ ثَمَانِينَ سَوْطًا اِنْ كَانَ حُرًّا) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ) اِلٰى اَنْ

قَالَ (فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً) اَلْآيَةَ، وَالْمُرَادُ الرَّمْيُ بِالزِّنَا بِالْإِجْمَاعِ، وَفِي النَّصِّ إِشَارَةٌ إِلَيْهِ وَهُوَ اشْتِرَاطُ أَرْبَعَةٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ إِذْ هُوَ مُخْتَصٌّ بِالزِّنَا، وَيُشْتَرَطُ مُطَالَبَةُ الْمَقْذُوفِ لِأَنَّ فِيهِ حَقَّهُ مِنْ حَيْثُ دَفْعُ الْعَارِ وَإِحْصَانُ الْمَقْذُوفِ لِمَا تَلَوْنَا .

قَالَ (وَيُفَرَّقُ عَلَى أَعْضَائِهِ) لِمَا مَرَّ فِي حَدِّ الزِّنَا (وَلَا يُجَرَّدُ مِنْ ثِيَابِهِ) لِأَنَّ سَبَبَهُ غَيْرُ مَقْطُوعٍ فَلَا يُقَامُ عَلَى الشِّدَّةِ، بِخِلَافِ حَدِّ الزِّنَا (غَيْرَ أَنَّهُ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ) لِأَنَّ ذٰلِكَ يَمْنَعُ إِيصَالَ الْأَلَمِ بِهِ (وَإِنْ كَانَ الْقَاذِفُ عَبْدًا جُلِدَ أَرْبَعِينَ سَوْطًا لِمَكَانِ الرِّقِّ .

اور جب کسی شخص نے شادی شدہ مرد یا شادی شدہ عورت پر زنا کی تہمت صراحت کے ساتھ لگائی اور مقذوف نے حد کا مطالبہ کر دیا تو حاکم حد کے طور قاذف کو اسی کوڑے مارے گا' جب قاذف آزاد ہو۔ کیونکہ قرآن مجید نے '' (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ) إِلَى أَنْ قَالَ (فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً) کے بعد اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے اور آیت میں رمی سے مراد بہ اتفاق زنا کی تہمت ہے اور نص میں اسی حکم کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ چار گواہوں کی شرط بھی لگائی گئی ہے اور چار گواہ زنا کے ساتھ خاص ہیں۔ اور مقذوف کا مطالبہ کرنا شرط ہے' کیونکہ اس میں عار کو دور کرنے کے لئے مقذوف کا حق ہے اور مقذوف کا محصن ہونا شرط ہے اسی آیت مبارکہ کے سبب جو ہم نے تلاوت کر چکے ہیں۔

فرمایا: قاذف کے جسم کے مختلف حصوں میں کوڑے مارے جائیں گے۔ اسی دلیل کے سبب جو زنا کے باب میں گزر چکی ہے اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں گے۔ کیونکہ حد قذف کا سبب یقینی نہیں ہوتا لہٰذا اتنی سختی کے ساتھ اس حد کو قائم نہیں کیا جائے گا' جبکہ حد زنا میں ایسا نہیں ہے البتہ امام اس سے پوستین اور موٹے کپڑے اتروالے۔ کیونکہ ان کے سبب ہر ایک کا تکلیف پہنچانا مانع ہے۔ اور جب مقذوف غلام ہو تو رقیت کے سبب اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے۔

مقذوف کی شرائط کا بیان

وَالْإِحْصَانُ أَنْ يَكُونَ الْمَقْذُوفُ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا عَفِيفًا عَنْ فِعْلِ الزِّنَا) أَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلِأَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْإِحْصَانِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى (فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ) أَيِ الْحَرَائِرِ، وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ لِأَنَّ الْعَارَ لَا يَلْحَقُ بِالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِعَدَمِ تَحَقُّقِ فِعْلِ الزِّنَا مِنْهُمَا، وَالْإِسْلَامُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ) وَالْعِفَّةُ لِأَنَّ غَيْرَ الْعَفِيفِ لَا يَلْحَقُهُ الْعَارُ، وَكَذَا الْقَاذِفُ صَادِقٌ فِيهِ .

اور احصان کا معنی یہ ہے کہ مقذوف آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو اور زنا کے فعل سے پاک ہو۔ حریت کی شرط اس لئے ہے کہ اس پر احصان کا لفظ بولا کا تا ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ '' اس میں محصنات سے مراد آزاد مرد ہیں اور عقل و بلوغ کی شرط اس لئے ہے' کیونکہ بچے اور مجنون میں شرمندگی نہیں

ہوتی۔ اوران سے زنا صادر نہیں ہوتا اور مسلمان ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے اور عفت اس سبب سے ہے' کیونکہ غیر عفیف کو شرم محسوس نہیں ہوتی البتہ غیر عفیف تہمت میں قاذف قرار دیا جائے گا' کیونکہ اس میں وہ سچا ہے۔

دوسرے کے نسب میں نفی کے سبب حد کا بیان

(وَمَنْ نَفَى نَسَبَ غَيْرِهِ فَقَالَ لَسْتَ لِأَبِيكَ فَإِنَّهُ يُحَدُّ) وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ أُمُّهُ حُرَّةً مُسْلِمَةً، لِأَنَّهُ فِي الْحَقِيقَةِ قَذْفٌ لِأُمِّهِ لِأَنَّ النَّسَبَ إِنَّمَا يُنْفَى عَنِ الزَّانِي لَا عَنْ غَيْرِهِ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا باپ کوئی نہیں ہے پس اس کو حد لگائی جائے گی۔ یہ حکم اس وقت ہوگا' جب اس کی ماں آزاد ہو اور مسلمان ہو کیونکہ درحقیقت یہ اس کی ماں پر تہمت ہے اس لئے زانی سے نسب کی نفی کی جاتی ہے' جبکہ اس کے سوا سے نفی نہیں کی جاتی۔

غصے میں کسی کے نسب کے انکار کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ فِي غَضَبٍ لَسْتَ بِابْنِ فُلَانٍ لِأَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ يُحَدُّ، وَلَوْ قَالَ فِي غَيْرِ غَضَبٍ لَا يُحَدُّ) لِأَنَّ عِنْدَ الْغَضَبِ يُرَادُ بِهِ حَقِيقَتُهُ سَبًّا لَهُ، وَفِي غَيْرِهِ يُرَادُ بِهِ الْمُعَاتَبَةُ بِنَفْيِ مُشَابَهَتِهِ أَبَاهُ فِي أَسْبَابِ الْمُرُوءَةِ (وَلَوْ قَالَ لَسْتَ بِابْنِ فُلَانٍ يَعْنِي جَدَّهُ لَمْ يُحَدَّ) لِأَنَّهُ صَادِقٌ فِي كَلَامِهِ، وَلَوْ نَسَبَهُ إِلَى جَدِّهِ لَا يُحَدُّ أَيْضًا لِأَنَّهُ قَدْ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَجَازًا .

(وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ وَأُمُّهُ مَيِّتَةٌ مُحْصَنَةٌ فَطَالَبَ الِابْنُ بِحَدِّهِ حُدَّ الْقَاذِفُ) لِأَنَّهُ قَذَفَ مُحْصَنَةً بَعْدَ مَوْتِهَا (وَلَا يُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ لِلْمَيِّتِ إِلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ فِي نَسَبِهِ بِقَذْفِهِ وَهُوَ الْوَالِدُ وَالْوَلَدُ) لِأَنَّ الْعَارَ يَلْتَحِقُ بِهِ لِمَكَانِ الْجُزْئِيَّةِ فَيَكُونُ الْقَذْفُ مُتَنَاوِلًا لَهُ مَعْنًى .

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَثْبُتُ حَقُّ الْمُطَالَبَةِ لِكُلِّ وَارِثٍ لِأَنَّ حَدَّ الْقَذْفِ يُورَثُ عِنْدَهُ عَلَى مَا نُبَيِّنُ، وَعِنْدَنَا وِلَايَةُ الْمُطَالَبَةِ لَيْسَتْ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ بَلْ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَلِهٰذَا يَثْبُتُ عِنْدَنَا لِلْمَحْرُومِ عَنِ الْمِيرَاثِ بِالْقَتْلِ، وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْبِنْتِ كَمَا يَثْبُتُ لِوَلَدِ الِابْنِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ، وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْوَلَدِ حَالَ قِيَامِ الْوَلَدِ خِلَافًا لِزُفَرَ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے کو غصے میں کہا کہ تم اس باپ کے بیٹے نہیں ہو جس کے نام سے پکارے جاتے ہو تو پر حد قذف جاری کی جائے گی اور جب اس نے غصے کی حالت میں نہ کہا تو حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ غصے کی حالت میں اس کو بطور حقیقت گالی پر محمول کیا جائے گا' اور غصے کی حالت کے سوا اس کو عتاب پر محمول کیا جائے گا یعنی اس نے اخلاف ومروت میں اس

کے اپنے باپ کی نفی کی ہے۔ اور جب اس نے اس طرح کہا کہ تم فلاں کے بیٹے نہیں ہو اور اس کی مراد اس کا دادا ہو تو اس کو حد نہ لگائی جائے گی کیونکہ وہ شخص اپنے کہنے میں سچا ہے اور اگر وہ فلاں کو اس کے دادا کی طرف منسوب کرتا ہے تب حد جاری نہ ہوگی کیونکہ کبھی کبھی مجازی طور پر دادا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے کہا اے زانیہ کے بچے، حالانکہ اس کی ماں فوت ہو چکی ہے اور محصنہ ہے اور اس کے بیٹے نے حد کا مطالبہ کیا' تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ اس نے ایک محصنہ پر اس کی موت کے بعد تہمت لگائی ہے اور میت کے لئے حد قذف کا مطالبہ وہی شخص کر سکتا ہے' جس کے نسب میں میت کے قذف سے شرمندگی لاحق ہونے والی ہے اور وہ والد ہے یا پھر بیٹا ہے' کیونکہ جزئیت کے سبب ان کو عار لاحق ہونے والی ہے۔ لہٰذا حکمی طور پر میت کا قذف ان کو بھی شامل ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر وارث کو مطالبے کا حق حاصل ہے' کیونکہ ان کے نزدیک قذف میں وراثت جاری ہے جیسا کہ ہم اس کو بیان کریں گے۔

ہمارے نزدیک مطالبے کی ولایت ارث کے طور پر نہیں ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی دلیل کے سبب ہمارے نزدیک قتل کی وجہ سے میراث سے محروم شخص کے لئے حق ثابت ہو جاتا ہے۔ اور لڑکی کے لڑکے کے لئے بھی حق ثابت ہوتا ہے۔ جس طرح بیٹے کے بیٹے کے لئے حق ثابت ہوتا ہے۔ اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے اور لڑکے کے ہوتے ہوئے بھی اس کا حق ثابت ہو جائے گا اس میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔

مقذوف محصن کے کافر بیٹے کے لئے حق مطالبہ حد کا بیان

(وَاِذَا كَانَ الْمَقْذُوفُ مُحْصَنًا جَازَ لِابْنِهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ اَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ) خِلَافًا لِزُفَرَ .هُوَ يَقُولُ: الْقَذْفُ يَتَنَاوَلُهُ مَعْنًى لِرُجُوعِ الْعَارِ اِلَيْهِ، وَلَيْسَ طَرِيقُهُ الْاِرْثَ عِنْدَنَا فَصَارَ كَمَا اِذَا كَانَ مُتَنَاوِلًا لَهُ صُورَةً وَمَعْنًى .

وَلَنَا اَنَّهُ عَيَّرَهُ بِقَذْفِ مُحْصَنٍ فَيَاْخُذُهُ بِالْحَدِّ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاِحْصَانَ فِي الَّذِي يُنْسَبُ اِلَى الزِّنَا شَرْطٌ لِيَقَعَ تَعْيِيرًا عَلَى الْكَمَالِ ثُمَّ يَرْجِعُ هٰذَا التَّعْيِيرُ الْكَامِلُ اِلٰى وَلَدِهِ، وَالْكُفْرُ لَا يُنَافِي اَهْلِيَّةَ الِاسْتِحْقَاقِ، بِخِلَافِ اِذَا تَنَاوَلَ الْقَذْفُ نَفْسَهُ لِاَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ التَّعْيِيرُ عَلَى الْكَمَالِ لِفَقْدِ الْاِحْصَانِ فِي الْمَنْسُوبِ اِلَى الزِّنَا (وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ اَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ اُمِّهِ الْحُرَّةِ، وَلَا لِلابْنِ اَنْ يُطَالِبَ اَبَاهُ بِقَذْفِ اُمِّهِ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ) لِاَنَّ الْمَوْلٰى لَا يُعَاقَبُ بِسَبَبِ عَبْدِهِ، وَكَذَا الْاَبُ بِسَبَبِ ابْنِهِ، وَلِهٰذَا لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهِ وَلَا السَّيِّدُ بِعَبْدِهِ، وَلَوْ كَانَ لَهَا ابْنٌ مِنْ غَيْرِهِ لَهُ اَنْ يُطَالِبَ لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَانْعِدَامِ الْمَانِعِ .

اور اگر مقذوف محصن ہے' تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کو حد کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے اس میں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا

اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ معنی کے اعتبار سے یہ قذف بیٹے کو شامل ہے کیونکہ شرمندگی اس کی جانب لوٹنے والی ہے جبکہ ہمارے نزدیک میراث کے طریقے پر ثابت نہ ہوگی تو یہ اس طرح ہو جائے گا۔ گویا کہ یہ ظاہر و باطن دونوں طرح سے قذف بیٹے کو شامل ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ قاذف نے ایک محصن باپ کو تہمت لگا کر اس کے بیٹے کو شرمندگی پہنچائی ہے۔ پس یہ بیٹا حد کے لئے ان کا مواخذہ کرے گا کیونکہ یہ زنا کی طرف منسوب کیا گیا ہے البتہ اس کا محصن ہونا شرط ہے تاکہ شرمندگی دلانے کا عمل مکمل طور پر ثابت ہو جائے اس کے بعد یہ مکمل تعبیر اس کے لڑکے کی جانب منسوب ہو جائے گی۔ اور کفر کسی حق کے اہل ہونے میں منافی نہیں ہے۔ یہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب قذف اس کو بہ ذات خود شامل ہو کیونکہ جس کو زنا کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس میں احصان کے مفقود ہونے کے سبب تعبیر مکمل نہ پائی گئی جبکہ غلام کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کی آزاد ماں پر تہمت کے سبب سے وہ اپنے آقا سے حد قذف کا مطالبہ کرے اور نہ ہی بیٹے کو حق حاصل ہے کہ اس کی آزاد ماں پر تہمت کے سبب وہ اپنے باپ سے حد کا مطالبہ کرے کیونکہ آقا کو اس کے غلام کے سبب سزا نہیں دی جا سکتی اور باپ کو اپنے بیٹے کے سبب سزا نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کے سبب بطور قصاص باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ غلام کو قتل کرنے کے سبب اس کے آقا کو قتل کیا جاتا ہے اور جب عورت کے اس شوہر کے سوا کسی دوسرے شوہر سے کوئی بیٹا ہوا تھا، تو اس کو حد کے مطالبے کا حق حاصل ہے کیونکہ سبب یعنی قذف موجود ہے اور مانع معدوم ہے۔

مقذوف کے فوت ہو جانے سے سقوط حد کا بیان

(وَمَنْ قَذَفَ غَيْرَهُ فَمَاتَ الْمَقْذُوفُ بَطَلَ الْحَدُّ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَبْطُلُ (وَلَوْ مَاتَ بَعْدَمَا أُقِيمَ بَعْضُ الْحَدِّ بَطَلَ الْبَاقِي) عِنْدَنَا خِلَافًا لَهُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ يُورَثُ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا لَا يُورَثُ، وَلَا خِلَافَ أَنَّ فِيهِ حَقَّ الشَّرْعِ وَحَقَّ الْعَبْدِ فَإِنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الْعَارِ عَنِ الْمَقْذُوفِ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَفِعُ بِهِ عَلَى الْخُصُوصِ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ حَقُّ الْعَبْدِ، ثُمَّ إنَّهُ شُرِعَ زَاجِرًا وَمِنْهُ سُمِّيَ حَدًّا، وَالْمَقْصُودُ مِنْ شَرْعِ الزَّاجِرِ إخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنِ الْفَسَادِ، وَهَذَا آيَةُ حَقِّ الشَّرْعِ وَبِكُلِّ ذَلِكَ تَشْهَدُ الْأَحْكَامُ .

وَإِذَا تَعَارَضَتِ الْجِهَتَانِ، فَالشَّافِعِيُّ مَالَ إلَى تَغْلِيبِ حَقِّ الْعَبْدِ تَقْدِيمًا لِحَقِّ الْعَبْدِ بِاعْتِبَارِ حَاجَتِهِ وَغِنَى الشَّرْعِ، وَنَحْنُ صِرْنَا إلَى تَغْلِيبِ حَقِّ الشَّرْعِ لِأَنَّ مَا لِلْعَبْدِ مِنَ الْحَقِّ يَتَوَلَّاهُ مَوْلَاهُ فَيَصِيرُ حَقُّ الْعَبْدِ مَرْعِيًّا بِهِ، وَلَا كَذَلِكَ عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلْعَبْدِ فِي اسْتِيفَاءِ حُقُوقِ الشَّرْعِ إلَّا نِيَابَةً عَنْهُ، وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ الْمَشْهُورُ الَّذِي يَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْفُرُوعُ الْمُخْتَلَفُ فِيهَا مِنْهَا الْإِرْثُ، إذْ الْإِرْثُ يَجْرِي فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ لَا فِي حُقُوقِ الشَّرْعِ .وَمِنْهَا الْعَفْوُ فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ عَفْوُ الْمَقْذُوفِ عِنْدَنَا وَيَصِحُّ عِنْدَهُ .وَمِنْهَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ وَيَجْرِي فِيهِ

التَّدَاخُلُ وَعِنْدَهُ لَا يَجْرِي . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي الْعَفْوِ مِثْلُ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ ؛ وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ : إِنَّ الْغَالِبَ حَقُّ الْعَبْدِ وَخَرَّجَ الْأَحْكَامَ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ .

اور جس شخص نے کسی پر تہمت لگائی اور مقذوف فوت ہوگیا تو حد باطل ہو جائے گی جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حد باطل نہ ہوگی اگر کچھ حد قائم تھی کہ مقذوف فوت ہوگیا تو ہماری نزدیک بھی حد باطل ہو جائے گی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف اور یہ اختلاف دونوں اس حکم پر مبنی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حد میراث سے جاری ہوتی ہے جبکہ ہمارے نزدیک حد میراث سے جاری ہونے والی نہیں ہے۔اور اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حد قذف شریعت اور بندے دونوں کا حق ہے۔اور اس حد کا اجراء مقذوف سے شرمندگی دور کرنے کے لئے جاری کی گئی ہے۔اور اس کا فائدہ صرف مقذوف کو حاصل ہے۔پس اس طرح یہ بندے کا حق بن جائے گا۔اس کے بعد اس کو سزا کے طور پر جاری کیا گیا ہے اسی سبب سے اس کو حد کہا جاتا ہے اور زاجر کو مشروع کرنا اس سبب سے ہے کہ دنیا سے فساد کو دور کیا جائے۔اور شریعت کا حق ہونے کی یہی علامت ہے اور احکام ان میں سے ہر ایک کے حق میں گواہ ہیں اور جب ان دونوں جہات میں تعارض واقع ہوا تو امام شافعی رحمہ اللہ اس وقت بندے کے حق کو مقدم کرتے ہوئے اسی کے غلبہ کی جانب مائل ہو گئے ہیں کیونکہ محتاج بندہ ہے شریعت محتاج نہیں ہے۔

ہم احناف شریعت کے حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے ہیں کیونکہ بندے کا حق مالک اور آقا جو اس کا مولیٰ یعنی اللہ ہی ہے پس شریعت کی طرح بندے کے حق کی بھی رعایت کرنا ہوگی جبکہ اس کے برعکس میں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ شریعت کے حقوق میں وصول کرنے کے اعتبار سے بندے کا حق صرف نیابت کرنا ہے اور یہی وہ مشہور قاعدہ فقہیہ ہے۔جس سے مختلف فیہ فروعات نکلنے والی ہیں۔

ان میں سے ارث ہے۔کیونکہ ارث حقوق العباد میں جاری ہونے والی ہے جبکہ حق شرع میں نہیں ہے۔اور اسی میں سے عفو ہے لہٰذا ہمارے نزدیک مقذوف کا عفو صحیح نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ ہمارے نزدیک قذف کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں تداخل جاری ہوتا ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مطابق اس میں داخل جاری ہونے والا نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا عفو میں امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح قول روایت کیا گیا ہے جبکہ ہمارے اصحاب فقہ میں سے بعض لوگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ اس میں بندے کا حق غالب ہے اور اسی کے مطابق جواب دیئے ہیں البتہ قول اول زیادہ ظاہر ہے۔

قذف کا اقرار کرنے کے بعد رجوع کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ أَقَرَّ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْبَلْ رُجُوعُهُ) لِأَنَّ لِلْمَقْذُوفِ فِيهِ حَقًّا فَيُكَذِّبُهُ فِي الرُّجُوعِ، بِخِلَافِ مَا هُوَ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ لِأَنَّهُ لَا مُكَذِّبَ لَهُ فِيهِ . (وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ

يُحَدُّ) لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّشْبِيهُ فِي الْاَخْلَاقِ اَوْ عَدَمِ الْفَصَاحَةِ، وَكَذَا اِذَا قَالَ لَسْتَ بِعَرَبِيٍّ لِمَا قُلْنَا .(وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ) لِاَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّشْبِيهُ فِي الْجُودِ وَالسَّمَاحَةِ وَالصَّفَاءِ، لِاَنَّ مَاءَ السَّمَاءِ لُقِّبَ بِهِ لِصَفَائِهِ وَسَخَائِهِ (وَاِنْ نَسَبَهُ اِلٰى عَمِّهِ اَوْ خَالِهِ اَوْ اِلٰى زَوْجِ اُمِّهِ فَلَيْسَ بِقَذْفٍ) لِاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ هَؤُلَاءِ يُسَمَّى اَبًا، اَمَّا الْاَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالٰى (نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ وَاِسْحَاقَ) وَاِسْمَاعِيلُ كَانَ عَمًّا لَهُ .وَالثَّانِي لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْخَالُ اَبٌ) .وَالثَّالِثُ لِلتَّرْبِيَةِ .

اور جب کسی شخص نے قذف کا اقرار کیا اور اس کے بعد اس سے رجوع کر لیا تو اس کے رجوع قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کے اقرار کرنے سبب مقذوف کا حق ثابت ہو چکا ہے پس اب رجوع میں وہ مقر کو جھٹلانے والا ہے بہ خلاف اس حق رجوع کے، کیونکہ وہ خاص اللہ کا حق ہے' کیونکہ اس میں رجوع کرنے والے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے اور جب کسی نے کسی عربی کو با نبطی کہا تو اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس کو بداخلاقی یا عدم فصاحت پر محمول کیا جائے گا۔ اور اسی طرح جب کسی نے کہا تم عربی نہیں' تو اس کو بھی حد نہ لگائی جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں

اور جب ایک بندے سے دوسرے آدمی سے کہا اے آسمانی پانی کے بچے، تو وہ قاذف نہ ہوگا' کیونکہ اس سے جود و سخاوت اور صفائی میں تشبیہ مراد ہے' کیونکہ آسمانی پانی کا لقب اس کے لئے صفائی اور سخاوت کے سبب سے ہے۔ اور جب کسی نے کسی بندے کو اس کے چچا یا اس کے اس ماموں' یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف منسوب کر دیا تو وہ بھی قاذف نہ ہوگا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو باپ کہا جاتا ہے البتہ چچا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے'' (نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ وَاِسْحَاقَ) ''فرمایا ہے حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔ اور ماموں کو باپ کہنا اس حدیث کے سبب سے ہے۔ الخال اب' ماموں باپ ہوتا ہے۔ اور سوتیلا باپ پرورش کے سبب باپ کہلانے والا ہے۔

زنات جبل کہنے والے پر حد جاری کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ زَنَأْتَ فِي الْجَبَلِ وَقَالَ عَنَيْتُ صُعُوْدَ الْجَبَلِ حُدَّ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يُحَدُّ) لِاَنَّ الْمَهْمُوزَ مِنْهُ لِلصُّعُوْدِ حَقِيقَةً قَالَتْ امْرَاَةٌ مِنَ الْعَرَبِ: وَارْقَ اِلَى الْخَيْرَاتِ زَنْأً فِي الْجَبَلِ وَذِكْرُ الْجَبَلِ يُقَرِّرُهُ مُرَادًا .

وَلَهُمَا اَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِي الْفَاحِشَةِ مَهْمُوزًا اَيْضًا لِاَنَّ مِنَ الْعَرَبِ مَنْ يَهْمِزُ الْمُلَيَّنَ كَمَا يُلَيِّنُ الْمَهْمُوزَ، وَحَالَةُ الْغَضَبِ وَالسِّبَابِ تُعَيِّنُ الْفَاحِشَةَ مُرَادًا بِمَنْزِلَةِ مَا اِذَا قَالَ يَا زَانِي اَوْ قَالَ زَنَأْتَ، وَذِكْرُ الْجَبَلِ اِنَّمَا يُعَيِّنُ الصُّعُوْدَ مُرَادًا اِذَا كَانَ مَقْرُونًا بِكَلِمَةِ عَلٰى اِذْ هُوَ الْمُسْتَعْمَلُ

فِيهِ، وَلَوْ قَالَ زَنَأْتَ عَلَى الْجَبَلِ لَا يُحَدُّ لِمَا قُلْنَا، وَقِيلَ يُحَدُّ لِلْمَعْنَى الَّذِي ذَكَرْنَاهُ .

اور جب کسی شخص نے دوسرے زنات جبل کہا اور پھر اس نے کہا: میں نے پہاڑ پر چڑھنا مراد لیا ہے تو اس کو حد لگائی جائے گی اور یہ حکم شیخین کے مطابق ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ زنا، جب ہمزہ کے ساتھ ہو تو اس کا حقیقی معنی چڑھنا ہے۔ ایک عربی عورت کہتی ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے کی طرح خوبیوں پر چڑھ جا اور جبل کا ذکر کرنا اس کے معنی کو مراد لینے کو ثابت کرنے والا ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ زنأت جبل جب ہمزے کے ساتھ ہو تو فاحشہ بدکاری کے لئے استعمال ہونے والا ہے کیونکہ کچھ عرب والے خفیف الف کو ہمزے کے ساتھ بدلنے والے ہیں۔ جس طرح ہمزہ کو الف سے بدل دیا جاتا ہے۔ اور غصہ اور گالی گلوچ کی حالت فاحش ہونے کو معین کرنے والی ہے جس طرح جب کسی نے یازانی یا زنات کہا ہو۔ اور جبل کے ذکرسے چڑھنا تب مراد ہوتا جب الجبل کو علی کے ساتھ ملایا جاتا۔ کیونکہ اس معنی میں اسی کا استعمال ہے۔

اور جب کسی نے زنات علی الجبل کہا تو ایک قول کے مطابق اس پر حد جاری نہ کی جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے گی اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

ایک دوسرے کو زانی کہنے کے سبب حد کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ يَا زَانِي فَقَالَ لَا بَلْ أَنْتَ فَإِنَّهُمَا يُحَدَّانِ) لِأَنَّ مَعْنَاهُ لَا بَلْ أَنْتَ زَانٍ، إذْ هِيَ كَلِمَةُ عَطْفٍ يُسْتَدْرَكُ بِهَا الْغَلَطُ فَيَصِيرُ الْخَبَرُ الْمَذْكُورُ فِي الْأَوَّلِ مَذْكُورًا فِي الثَّانِي .

اور جب کسی نے دوسرے سے کہا اے زانی تو اس نے کہا نہیں بلکہ تو، تو ان دونوں پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں بلکہ تو زانی ہے اس لئے کہ کلمہ عطف سے غلطی کی اصلاح کی جاتی ہے پس پہلے جملے میں جو خبر ذکر ہوئی ہے وہ دوسرے کے لئے بھی ذکر کی گئی ہے۔

بیوی کو زانیہ کہنے پر عدم حد کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا زَانِيَةُ فَقَالَتْ لَا بَلْ أَنْتَ حُدَّتْ الْمَرْأَةُ وَلَا لِعَانَ) لِأَنَّهُمَا قَاذِفَانِ وَقَذْفُهُ يُوجِبُ اللِّعَانَ وَقَذْفُهَا الْحَدَّ، وَفِي الْبُدَاءَةِ بِالْحَدِّ إبْطَالُ اللِّعَانِ ؛ لِأَنَّ الْمَحْدُودَ فِي الْقَذْفِ لَيْسَ بِأَهْلٍ لَهُ وَلَا إبْطَالَ فِي عَكْسِهِ أَصْلًا فَيُحْتَالُ لِلدَّرْءِ، إذْ اللِّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ (وَلَوْ قَالَتْ زَنَيْت بِك فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ) مَعْنَاهُ قَالَتْ بَعْدَمَا قَالَ لَهَا يَا زَانِيَةُ لِوُقُوعِ الشَّكِّ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ الزِّنَا قَبْلَ النِّكَاحِ فَيَجِبُ الْحَدُّ دُونَ اللِّعَانِ لِتَصْدِيقِهَا إيَّاهُ وَانْعِدَامِهِ مِنْهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ زِنَايَ مَا كَانَ مَعَك بَعْدَ النِّكَاحِ لِأَنِّي مَا مَكَّنْت أَحَدًا

غَيْرَكَ . وَهُوَ الْمُرَادُ فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، وَعَلٰى هٰذَا الْاِعْتِبَارِ يَجِبُ اللِّعَانُ دُوْنَ الْحَدِّ عَلَى الْمَرْاَةِ لِوُجُوْدِ الْقَذْفِ مِنْهُ وَعَدَمِهِ مِنْهَا فَجَاءَ مَا قُلْنَا .

ترجمہ اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا اے زانیہ، تو اس عورت نے کہا نہیں بلکہ تو ہے' تو عورت پر حد جاری کی جائے گی اور ان دونوں پر لعان نہ ہوگا' کیونکہ میاں بیوی دونوں قاذف ہیں اور شوہر کا قذف لعان کو واجب کرنے والا ہے' جبکہ بیوی کا قذف حد کو واجب کرنے والا ہے اور حد میں آغاز کرنے سے لعان باطل ہو جائے گا' کیونکہ محدود فی القذف لعان کے قابل نہیں ہوتا' جبکہ اس کے برعکس میں ابطال نہیں ہے پس لعان کو دور کرنے کے لئے یہ حیلہ بھی کیا جا سکتا ہے' کیونکہ لعان حد کے حکم میں ہے۔

اور جب بیوی نے شوہر کو جواب میں کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہی تو زنا کیا ہے' تو حد اور لعان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا' اور اس کا معنی یہ ہے کہ شوہر کے اس کو یا زانیہ کہنے کے بعد بیوی نے اس کو یہ کہا ہے پس ان میں سے ہر ایک میں شک پیدا ہو چکا ہے' کیونکہ ممکن ہے بیوی نے نکاح سے قبل زنا مراد لیا ہو تو صرف حد واجب ہوگی لعان واجب نہ ہوگا' کیونکہ بیوی نے شوہر کی تصدیق کی ہے' جبکہ خاوند نے اس کی تصدیق نہیں کی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے یہ مراد لیا ہو کہ میرا زنا تو وہی ہے نکاح کے بعد تم سے ہوا ہے' کیونکہ میں تمہارے سوا کسی کو موقع نہیں دیا اور ایسی حالت میں اسی قسم کا احتمال مراد لیا جائے گا' اور اس کا اعتبار کر لینے پر شوہر پر لعان واجب ہوگا' اور بیوی پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ قذف شوہر کی طرف سے موجود ہے۔ اور عورت کی جانب سے مفقود ہے' تو یہ وہی مسئلہ بیان ہوا جو ہم نے کہا ہے۔

شوہر کا اقرار ولد کے بعد نفی کرنے کا بیان

(وَمَنْ اَقَرَّ بِوَلَدٍ ثُمَّ نَفَاهُ فَاِنَّهُ يُلَاعِنُ) لِاَنَّ النَّسَبَ لَزِمَهُ بِاِقْرَارِهِ وَبِالنَّفْيِ بَعْدَهُ صَارَ قَاذِفًا فَيُلَاعِنُ (وَاِنْ نَفَاهُ ثُمَّ اَقَرَّ بِهِ حُدَّ) لِاَنَّهُ لَمَّا اَكْذَبَ نَفْسَهُ بَطَلَ اللِّعَانُ لِاَنَّهُ حَدٌّ ضَرُوْرِيٌّ صِيْرَ اِلَيْهِ ضَرُوْرَةَ التَّكَاذُبِ، وَالْاَصْلُ فِيْهِ حَدُّ الْقَذْفِ .

فَاِذَا بَطَلَ التَّكَاذُبُ يُصَارُ اِلَى الْاَصْلِ، وَفِيْهِ خِلَافٌ ذَكَرْنَاهُ فِي اللِّعَانِ (وَالْوَلَدُ وَلَدُهُ) فِي الْوَجْهَيْنِ لِاِقْرَارِهِ بِهِ سَابِقًا اَوْ لَاحِقًا، وَاللِّعَانُ يَصِحُّ بِدُوْنِ قَطْعِ النَّسَبِ كَمَا يَصِحُّ بِدُوْنِ الْوَلَدِ (وَاِنْ قَالَ لَيْسَ بِابْنِي وَلَا بِابْنِكِ فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ) لِاَنَّهُ اَنْكَرَ الْوِلَادَةَ وَبِهِ لَا يَصِيْرُ قَاذِفًا .

(وَمَنْ قَذَفَ امْرَاَةً وَمَعَهَا اَوْلَادٌ لَمْ يُعْرَفْ لَهُمْ اَبٌ اَوْ قَذَفَ الْمُلَاعَنَةَ بِوَلَدٍ وَالْوَلَدُ حَيٌّ اَوْ قَذَفَهَا بَعْدَ مَوْتِ الْوَلَدِ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِقِيَامِ اَمَارَةِ الزِّنَا مِنْهَا وَهِيَ وِلَادَةُ وَلَدٍ لَا اَبَ لَهُ فَفَاتَتِ الْعِفَّةُ نَظَرًا اِلَيْهَا وَهِيَ شَرْطُ الْاِحْصَانِ (وَلَوْ قَذَفَ امْرَاَةً لَاعَنَتْ بِغَيْرِ وَلَدٍ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ)

لِانْعِدَامِ اَمَارَةِ الزِّنَا ۔

اور شوہر نے بچے کا اقرار کر لینے کے بعد اس کی نفی کر دی تو اس پر لعان واجب ہوگا۔ کیونکہ اس کے اقرار کرنے کے سبب نسب واجب ہو چکا ہے اور اقرار کے بعد نفی کرنے سے وہ قاذف ہو چکا ہے اس لئے وہ لعان کرے گا۔ اور اگر اس نے نفی کے بعد اقرار کیا تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ جب اس نے اپنے آپ کو جھٹلایا ہے تو لعان باطل ہو جائے گا۔ لہٰذا لعان ضروری ہوا اور جھٹلانے کی ضرورت کے سبب اس کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اصل حد قذف ہے پس جب جھٹلانا باطل ہو گیا ہے تو اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور لڑکا دونوں صورتوں میں اسی کا ہوگا کیونکہ اس نے اقرار کیا ہے خواہ اس کا اقرار نفی سے قبل ہو یا بعد میں ہو۔ حالانکہ لعان قطع نسب کے بغیر بھی صحیح ہوتا ہے جس طرح بیٹے کے بغیر صحیح ہوتا ہے۔

اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تمہارا ہے تو اس پر حد یا لعان کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس نے ولادت کا انکار کیا ہے اور ایسے انکار سے وہ قاذف نہ ہوگا۔

اور جب اس نے کسی ایسی عورت پر تہمت لگائی جس کے ساتھ کئی لڑکے ہوں مگر ان کے باپ کو علم نہ ہو یا پھر کسی شخص نے لڑکے سے متعلق شوہر سے لعان کی ہوئی عورت پر تہمت لگائی اور وہ لڑکا زندہ ہو یا پھر لڑکے کی موت کے بعد اس پر تہمت لگائی تو اس پر حد نہ ہوگی۔ اس لئے کہ عورت کی جانب سے زنا کی علامت موجود ہے۔ اور وہ ایسے بچے کی پیدائش ہے جس کا باپ نہیں ہے پس اس علامت کو دیکھ لینے کے سبب عفت ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ احصان کی شرط عفت ہے۔ اور جب کسی بندے نے ایسی عورت پر تہمت لگائی جس نے لڑکے کے بغیر لعان کیا تھا تو قاذف پر حد واجب ہو جائے گی کیونکہ زنا کی علامت ختم ہو چکی ہے۔

غیر کی ملک میں حرام وطی کے سبب عدم حد کا بیان

فَقَالَ (وَمَنْ وَطِءَ وَطْئًا حَرَامًا فِي غَيْرِ مِلْكِهِ لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهُ) لِفَوَاتِ الْعِفَّةِ وَهِيَ شَرْطُ الْإِحْصَانِ، وَلِأَنَّ الْقَاذِفَ صَادِقٌ، وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ مَنْ وَطِءَ وَطْئًا حَرَامًا لِعَيْنِهِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ بِقَذْفِهِ ؛ لِأَنَّ الزِّنَا هُوَ الْوَطْءُ الْمُحَرَّمُ لِعَيْنِهِ، وَإِنْ كَانَ مُحَرَّمًا لِغَيْرِهِ يُحَدُّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا فَالْوَطْءُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَوْ مِنْ وَجْهٍ حَرَامٌ لِعَيْنِهِ وَكَذَا الْوَطْءُ فِي الْمِلْكِ، وَالْحُرْمَةُ مُؤَبَّدَةٌ، فَإِنْ كَانَتْ الْحُرْمَةُ مُؤَقَّتَةً فَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ يَشْتَرِطُ أَنْ تَكُونَ الْحُرْمَةُ الْمُؤَبَّدَةُ ثَابِتَةً بِالْإِجْمَاعِ، أَوْ بِالْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ لِتَكُونَ ثَابِتَةً مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ (وَبَيَانُهُ أَنَّ مَنْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِءَ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ مِنْ وَجْهٍ (وَكَذَا إذَا قَذَفَ امْرَأَةً زَنَتْ فِي نَصْرَانِيَّتِهَا) لِتَحَقُّقِ الزِّنَا مِنْهَا شَرْعًا لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ وَلِهَذَا وَجَبَ عَلَيْهَا الْحَدُّ .

اور جب کسی شخص نے اپنے غیر کی ملک میں حرام وطی کر ڈالی تو اس کے قاذف کو حد نہ لگائی جائے گی کیونکہ عفت نہیں

ہے حالانکہ عفت احصان کی شرط ہے اور یہ دلیل بھی ہے قاذف سچا ہے اور اس مسئلہ میں قاعدہ یہ ہے' جس نے ایسی وطی کی جو حرام لعینہ ہے' تو اس پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ زنا اسی وطی کو کہتے ہیں جو حرام لعینہ ہو اور جب وطی حرام لغیرہ ہے تو اس کے قاذف کو حد لگائی جائے گی کیونکہ یہ زنا نہیں ہے۔ ہر وہ وطی جو تمام اجانب یا غیر کی ملک میں ہو وہ حرام لعینہ ہے اور جو وطی ملک میں ہو مگر اس کی حرمت ابدی ہے تب حرام لعینہ ہے اور جب حرمت مؤقت ہو تو حرمت لغیرہ ہوگی۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ شرط بیان کی ہے کہ حرمت ابدی بہ اتفاق ثابت ہو یا پھر حدیث مشہورہ سے اس کا ثبوت ہونا چاہیے تا کہ حرمت شک کے بغیر ثابت ہو جائے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی شخص نے ایسے بندے پر تہمت لگائی جس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کے درمیان اور دوسرے بندے کے درمیان مشترک تھی' تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ ایک وجہ سے ملکیت معدوم ہے اسی طرح جب کسی نے ایسی عورت پر تہمت لگائی جس نے اپنی نصرانیت کے زمانے میں زنا کیا تھا تو اس پر حد نہ لگائی جائے گی کیونکہ اس عورت سے شرعی طور پر زنا ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ ملکیت معدوم ہے لہٰذا اسی سبب سے عورت پر حد واجب ہو جائے گی،

مجوسیہ باندی سے جماع کرنے والے پر تہمت لگانے کا بیان

(وَلَوْ قَذَفَ رَجُلًا اَتٰى اَمَتَهٗ وَهِيَ مَجُوْسِيَّةٌ اَوْ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ اَوْ مُكَاتَبَةٌ لَهٗ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ) لِاَنَّ الْحُرْمَةَ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ وَهِيَ مُؤَقَّتَةٌ فَكَانَتْ الْحُرْمَةُ لِغَيْرِهٖ فَلَمْ يَكُنْ زِنًا .

وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّ وَطْءَ الْمُكَاتَبَةِ يُسْقِطُ الْاِحْصَانَ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِاَنَّ الْمِلْكَ زَائِلٌ فِيْ حَقِّ الْوَطْءِ وَلِهٰذَا يَلْزَمُهُ الْعُقْرُ بِالْوَطْءِ، وَنَحْنُ نَقُوْلُ مِلْكُ الذَّاتِ بَاقٍ وَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهٖ اِذْ هِيَ مُؤَقَّتَةٌ .

(وَلَوْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِءَ اَمَتَهٗ وَهِيَ اُخْتُهٗ مِنَ الرَّضَاعَةِ لَا يُحَدُّ) لِاَنَّ الْحُرْمَةَ مُؤَبَّدَةٌ وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ (وَلَوْ قَذَفَ مُكَاتَبًا مَاتَ وَتَرَكَ وَفَاءً لَا حَدَّ عَلَيْهِ) لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ فِي الْحُرِّيَّةِ لِمَكَانِ اخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ .

(وَلَوْ قَذَفَ مَجُوْسِيًّا تَزَوَّجَ بِاُمِّهٖ ثُمَّ اَسْلَمَ يُحَدُّ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: لَا حَدَّ عَلَيْهِ) وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى اَنَّ تَزَوُّجَ الْمَجُوْسِيِّ بِالْمَحَارِمِ لَهٗ حُكْمُ الصِّحَّةِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ عِنْدَهٗ خِلَافًا لَهُمَا . وَقَدْ مَرَّ فِي النِّكَاحِ .

(وَاِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِاَمَانٍ فَقَذَفَ مُسْلِمًا حُدَّ) لِاَنَّ فِيْهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَقَدْ الْتَزَمَ اِيْفَاءَ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، وَلِاَنَّهٗ طَمِعَ فِيْ اَنْ لَا يُؤْذِيَ فَيَكُوْنَ مُلْتَزِمًا اَنْ لَا يُؤْذِيَ وَمُوْجِبُ اَذَاهُ الْحَدُّ .

اور جب کسی بندے نے ایسے آدمی پر تہمت لگائی جس نے اپنی باندی یا مجوسیہ سے جماع کیا یا اپنی حائض بیوی یا مکاتبہ سے وطی کی تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ کیونکہ ملکیت ہونے کے باوجود یہ وطی حرام ہے۔ مگر حرمت موقت ہے اس لئے یہ حرام لغیرہ ہوگا' اور زنا نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مکاتب کی وطی احصان کو ساقط کرنے والی ہے۔ اور امام زفر علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ وطی کے حق میں ملکیت ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا وطی کے سبب وطی کرنے والے پر ناجائز وطی کا جرمانہ واجب ہوگا۔

ہم کہتے ہیں کہ ملکیت ذات باقی ہے اور اس کی حرمت لغیرہ ہے' کیونکہ وہ مؤقت ہے۔ اور جب کسی بندے نے ایسے آدمی پر تہمت لگائی جس نے اپنی باندی سے وطی کی اور وہ باندی اس کی رضائی بہن تھی' تو قاذف پر حد جاری نہ کی جائے گی کیونکہ اس کی حرمت ابدی ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور جب کسی نے ایسے مکاتب پر تہمت لگائی جو فوت ہو گیا ہے اور کتابت کے بدلے میں مال کی ادائیگی کو چھوڑ گیا ہے' تو قاذف پر حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ کاتب کی آزادی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہے اور اس وجہ سے شبہ پیدا ہو چکا ہے۔

اور جب کسی نے ایسے مجوسی پر تہمت لگائی جس نے اپنی ماں سے شادی کی تھی اس کے بعد وہ اسلام لے آیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے قاذف کو حد لگائی جائے گی۔

صاحبین کہتے ہیں کہ اس پر حد جاری نہ کی جائے گی۔ یہ اختلاف اس صورت مسئلہ کی بناء پر ہے کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل مجوس کا نکاح محارم سے درست ہوتا ہے' جبکہ اس میں صاحبین کا اختلاف ہے اور کتاب النکاح میں اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

اور جب کوئی حربی امان لے کر دارالاسلام میں آ گیا اور پھر اس نے کسی مسلمان پر تہمت لگا دی تو اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ قذف بندے کا حق ہے اور حربی مستامن نے حقوق العباد ادا کرنے کا عہد کیا ہے' کیونکہ حربی مستامن کا تمنا یہ تھی کہ اس کو تکلیف نہ دی جائے' تو وہ اس حکم کو لازم کرنے والا ہوگا کہ وہ خود بھی کسی کو تکلیف پہنچانے والا نہ ہوگا' اور نہ تکلیف دہ کوئی کام کرے گا۔

تہمت کے سبب مسلمان پر اجرائے حد کا بیان

(وَإِذَا حُدَّ الْمُسْلِمُ فِي قَذْفٍ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ تَابَ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تُقْبَلُ إِذَا تَابَ وَهِيَ تُعْرَفُ فِي الشَّهَادَاتِ (وَإِذَا حُدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ) لِأَنَّ لَهُ الشَّهَادَةَ عَلَى جِنْسِهِ فَتُرَدُّ تَتِمَّةً لِحَدِّهِ (فَإِنْ أَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ) لِأَنَّ هَذِهِ شَهَادَةٌ اسْتَفَادَهَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَلَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الرَّدِّ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ إِذَا حُدَّ حَدَّ

الْقَذْفِ ثُمَّ أُعْتِقَ حَيْثُ لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِأَنَّهُ لَا شَهَادَةَ لَهُ أَصْلًا فِي حَالِ الرِّقِّ فَكَانَ رَدُّ شَهَادَتِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ مِنْ تَمَامِ حَدِّهِ .

(وَإِنْ ضُرِبَ سَوْطًا فِي قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ ثُمَّ ضُرِبَ مَا بَقِيَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ) لِأَنَّ رَدَّ الشَّهَادَةِ مُتَمِّمٌ لِلْحَدِّ فَيَكُونُ صِفَةً لَهُ وَالْمُقَامُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ بَعْضُ الْحَدِّ فَلَا يَكُونُ رَدُّ الشَّهَادَةِ صِفَةً لَهُ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ إِذِ الْأَقَلُّ تَابِعٌ لِلْأَكْثَرِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

اور جب کسی پر تہمت کے سبب مسلمان پر حد جاری ہوگئی۔تو اس بندے کی گواہی ساقط ہو جائے گی خواہ وہ توبہ کرلے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: توبہ کرنے کے بعد اس کہ شہادت قابل قبول ہے۔یہ مسائل کتاب الشہادت میں بیان کر دیئے جائیں گے۔اور جب کسی قذف میں کسی کافر پر حد جاری کی گئی ہے تو اہل ذمہ کے خلاف اس کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔اس لئے کہ ذمی کو اگر چہ اس کی ہم جنس پر گواہی کا حق حاصل ہے مگر اس کی حد مکمل کرنے کے لئے یہ گواہی رد کر دی جائے گی۔اور اگر وہ اس کے بعد اسلام لے کر آ گیا تو اس کی گواہی اہل ذمہ اور مسلمانوں دونوں کے خلاف قبول کر لی جائے گی۔کیونکہ اب اس کو حق شہادت اسلام قبول کرنے کے بعد ملا ہے۔لہٰذا یہ رد ہونے میں داخل نہ ہوگا بہ خلاف غلام کے کیونکہ جب اس حد قذف لگائی گئی اور اس کے بعد اس کو آزاد کر دیا جائے تب بھی اس کی شہادت قبول نہ کی جائے گی۔اس لئے کہ حالت غلامی میں اس کے پاس شہادت کا حق بھی نہ تھا پس آزادی کے بعد کی گواہی کا مردود ہونا اس کی حد کو مکمل کرنے میں سے ہو جائے گا۔اس کے بعد جب کسی کافر کو تہمت میں ایک درہ مار دیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ اسلام لے آیا تو اس کے بعد بقیہ درے اس کو مارے جائیں گے۔تو اس کی شہادت جائز ہوگی کیونکہ شہادت کا مردود ہونا حد کو پورا کرنیوالا ہے پس یہ تردید اس کی صفت بن جائے گی اور اسلام قبول کرنے کے بعد چونکہ بعض حد کا ہی محل ہے پس گواہی کو رد کر دینا اس کی صفت نہ بنے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کی شہادت مردود ہوگی کیونکہ یہاں اکثر اقل کے تابع ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

تہمت میں تعدد پر ایک حد جاری ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ زَنَى أَوْ شَرِبَ أَوْ قَذَفَ غَيْرَ مَرَّةٍ فَحُدَّ فَهُوَ لِذَلِكَ كُلِّهِ) أَمَّا الْأَوَّلَانِ فَلِأَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْ إِقَامَةِ الْحَدِّ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى الِانْزِجَارُ، وَاحْتِمَالُ حُصُولِهِ بِالْأَوَّلِ قَائِمٌ فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ فَوَاتِ الْمَقْصُودِ فِي الثَّانِي، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنَى وَقَذَفَ وَسَرَقَ وَشَرِبَ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ غَيْرُ الْمَقْصُودِ مِنَ الْآخَرِ فَلَا يَتَدَاخَلُ .وَأَمَّا الْقَذْفُ فَالْمُغَلَّبُ فِيهِ عِنْدَنَا حَقُّ اللَّهِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِهِمَا .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إِنِ اخْتَلَفَ الْمَقْذُوفُ أَوِ الْمَقْذُوفُ بِهِ وَهُوَ الزِّنَا لَا يَتَدَاخَلُ، لِأَنَّ الْمُغَلَّبَ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ عِنْدَهُ .

اور جب کسی نے کئی مرتبہ تہمت لگائی یا کئی مرتبہ زنا کیا یا کئی بار شراب پی تو اس شخص پر ایک حد لگائی جائے گی' تو یہ حد سب کی طرف سے ہو جائے گی۔ البتہ شراب نوشی یا زنا کاری ہے' کیونکہ اللہ کا حق ہے' جبکہ امام کا مقصد حد قائم کر کے ڈرانا ہے۔ لہٰذا پہلی بار حد قائم کرنے سے یہ مقصد حاصل ہونے کا احتمال ہے' جبکہ دوسری بار حد جاری کرنے کے مقصد کے فوت ہونے کا شبہہ ہے اور یہ خلاف اس کے کہ جب اس نے زنا کیا، بہتان لگایا اور شراب بھی پی ڈالی تو ان میں سے ہر ایک سے وہی مقصد ہے' جو دوسرے سے علیحدہ ہے۔ پس حد میں تداخل نہ ہوگا البتہ قذف تو اس میں ہمارے نزدیک حق اللہ غالب ہے پس یہ بھی زنا اور شراب نوشی سے ملنے والی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب مقذوف الگ ہو یا مقذوف بہ الگ ہو یعنی زنا تو پھر حد میں تداخل بھی ہوگا' کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق زنا میں بندے کا حق غالب ہے۔

فَصْلٌ فِی التَّعْزِیْرِ

﴿یہ فصل تعزیر کے بیان میں ہے﴾

فصل تعزیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ ان سزاؤں کے بیان سے فارغ ہوئے ہیں، جن کی سزا قرآن وسنت اور احادیث مشہورہ سے ثابت و متعین ہے۔ تو اس کے بعد انہوں نے ان سزاؤں کا بیان شروع کیا ہے جن کا تعین میں سزا کا تعین نہیں ہے البتہ دلیل اس کی بھی مضبوط ہے اور وہ تعزیر ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۲۸۰، بیروت)

تعزیر کا فقہی مفہوم

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: تعزیر بنا ہے عزر عزر کے معنی عظمت حقارت منع اور روک کے ہیں اور اصطلاح شرح میں غیر مقرر سزا کو تعزیر کہتے ہیں جو حاکم اپنی رائے سے قائم کرے خاوند کا اپنی بیوی کو باپ کا بچوں کو اور استاد کا شاگردوں کو سزا دینا تعزیر کہلاتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں سے ڈنڈا نہ ہٹاؤ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ استاد کا اپنے شاگردوں کو سزا دینا بطور تعزیر ہے نہ کہ بطور حد تو اب آیا تعزیر واجب ہے کہ نہیں، تو حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے۔ وہاں تعزیر دی جائے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں واجب نہیں اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دی جائے۔ شریف آدمی اتفاقاً گناہ کر بیٹھے تو تعزیر معمولی کافی ہے۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۵، ص ۸۶، نعیمی کتب خانہ گجرات)

تعزیر کی اصل ہے عزر جس کے لغوی معنی ہیں منع کرنا، باز رکھنا، ملامت کرنا۔ اصطلاح شریعت میں اس لفظ (تعزیر) کا استعمال اس سزا کے مفہوم میں کیا جاتا ہے، جو حد سے کم درجہ کی ہو اور تنبیہ اور تادیب کے طور پر کسی کو دی جائے اور اس سزا کو تعزیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو اس فعل (گناہ و جرم) کے دوبارہ ارتکاب سے باز رکھتی ہے، جس کی وجہ سے اسے وہ سزا (تعزیر) بھگتنی پڑی ہے۔

تعزیر کی تعریف اور اس کی سزا کا شرعی تعین

کسی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں شارع نے اس کے لیے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے تعزیر کا اختیار صرف بادشاہ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بیوی کو، آقا غلام کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، استاد شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) تعزیر دینے کی بعض صورتیں یہ ہیں۔

1))قید کرنا2))کوڑے مارنا3))گوشالی کرنا(کانوں کو مروڑنا4))ترش روئی سے اس کی طرف غصہ کی نظر کرنا۔

قرآن کے مطابق تعزیر کا بیان

(یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔(حجرات،۱۱)

اے ایمان والو!نہ مرد مرد سے مسخرہ پن کریں،عجب نہیں وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے،دور نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ دو اور بُرے لقبوں سے نہ پکارو کہ ایمان کے بعد فاسق کہلانا برا نام ہے اور جو توبہ نہ کرے،وہی ظالم ہے۔

دہشت گرد اور ہراس پھیلانے والے ناپسندیدہ لوگ

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو بدگمانی کرنے،تہمت رکھنے اپنوں اور غیروں کو خوفزدہ کرنے،خواہ مخواہ کی دہشت دل میں رکھ لینے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ بسا اوقات اکثر اس قسم کے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں پس تمہیں اس میں پوری احتیاط چاہیے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تیرے مسلمان بھائی کی زبان سے جو کلمہ نکلا ہو جہاں تک تجھ سے ہو سکے اسے بھلائی اور اچھائی پر محمول کر۔ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے فرمایا تو کتنا پاک گھر ہے؟ تو کیسی بڑی حرمت والا ہے؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اس کے مال اور اس کی جان کی حرمت اور اس کے ساتھ نیک گمان کرنے کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری حرمت سے بہت بڑی ہے۔یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں ہی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بدگمانی سے بچو گمان سب سے بڑی جھوٹی بات ہے بھید نہ ٹٹولو۔ایک دوسرے کی ٹوہ حاصل کرنے کی کوشش میں نہ لگ جایا کرو حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو سب مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو سہو۔مسلم وغیرہ میں ہے ایک دوسرے سے روٹھ کر نہ بیٹھ جایا کرو،ایک دوسرے سے میل جول ترک نہ کر لیا کرو،ایک دوسرے کا حسد بغض نہ کیا کرو بلکہ سب مل کر اللہ کے بندے آپس میں دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گذارو۔کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑ دے۔

طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں میری امت میں رہ جائیں گی فال لینا،حسد کرنا اور بدگمانی کرنا۔ایک شخص نے پوچھا حضور ﷺ پھر ان کا تدارک کیا ہے؟ فرمایا جب حسد کرے تو استغفار کر لے۔جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رک اسے پورا کر۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص کو حضرت ابن مسعود کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اس کی ڈاڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے

ہیں آپ نے فرمایا ہمیں بھید ٹٹولنے سے منع فرمایا گیا ہے اگر ہمارے سامنے کوئی چیز ظاہر ہو گئی تو ہم اس پر پکڑ سکتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ عقبہ کے کاتب دخین کے پاس گئے حضرت عقبہ گئے اور ان سے کہا کہ میرے پڑوس میں کچھ لوگ شرابی ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں داروغہ کو بلا کر انہیں گرفتار کرا دوں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا بلکہ انہیں سمجھاؤ بجھاؤ ڈانٹ ڈپٹ کر دو، پھر کچھ دنوں کے بعد آ کر کہا وہ باز نہیں آتے اب تو میں ضرور داروغہ کو بلاؤں گا آپ نے فرمایا افسوس افسوس تم ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اسے اتنا ثواب ملے گا جیسے کسی نے زندہ درگور کردہ لڑکی کو بچا لیا۔ ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر تو لوگوں کے باطن اور ان کے راز ٹٹولنے کے درپے ہوگا تو تو انہیں بگاڑ دے گا یا فرمایا ممکن ہے تو انہیں خراب کر دے۔

حضرت ابودرداء فرماتے ہیں اس حدیث سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ امیر اور بادشاہ جب اپنے ماتحتوں اور رعایا کی برائیاں ٹٹولنے لگ جاتا ہے اور گہرا اترنا شروع کر دیتا ہے تو انہیں بگاڑ دیتا ہے۔ پھر فرمایا: تجسس نہ کرو یعنی برائیاں معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو تاک جھانک نہ کیا کرو اسی سے جاسوس ماخذ ہے تجسس کا اطلاق عموماً برائی پر ہوتا ہے اور تحسس کا اطلاق بھلائی ڈھونڈنے پر۔ جیسے حضرت یعقوب اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں (یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْـــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (87)۔ 12 یوسف 87)، بچو تم جاؤ اور یوسف کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور کبھی کبھی ان دونوں کا استعمال شر اور برائی میں بھی ہوتا ہے۔

حدود اور تعزیر میں فرق

جس طرح حدود کا دائرہ حقوق اللہ ہونے کی بنا پر محدود ہے اسی طرح تعزیرات کا دائرہ حقوق العباد ہونے کی وجہ سے وسیع ہے حتیٰ کہ مذکورہ جرائم کبیرہ میں بھی اگر کسی معقول وجہ کی بنا پر حدود اللہ جاری نہ ہو سکیں تو چونکہ ان کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے اس بنا پر حکومت مختلف سزاؤں کے لئے قانون بنانے کی مجاز ہے۔ جرائم رئیسہ کے لئے بھی حالات و زمانہ کی رعایت سے تعزیری قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے اور ایسی عدالت کا قیام ضروری ہے جو ایسے مقدمات کی سماعت کرے جو محض اس بنا پر خارج کر دیئے گئے کہ ان کے لئے حدود کے درجہ کا ثبوت فراہم نہیں کیا جا سکا یا گواہ حضرات معیار پر پورے نہیں اترے اور اگر یہ انتظام نہ کیا گیا بلکہ جرائم رئیسہ کی سزا صرف حدود ہی رکھی گئیں تو مذکورہ جرائم کی بہت سی شکلیں ایسی پائی جائیں گی جن میں کوئی سزا نہ ہوگی اور جرم کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی۔

تعزیر میں حکومت کے اختیارات کافی وسیع ہیں تعزیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ بھی حکومت کے سپرد ہے۔ الغرض تعزیرات کے باب میں حکومت کے اختیارات ہر لحاظ سے کافی وسیع ہیں جس قدر حالات بدلتے جا رہے ہیں اسی لحاظ سے جرائم کی رفتار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جرائم میں تنوع پیدا ہوتا جا رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے اس سلسلہ میں کافی رہنمائی ملتی ہے ان تمام نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حالات و زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے بہترین تعزیراتی قوانین

وضع کیے جاسکتے ہیں۔

تعزیری سزاؤں کا فقہی بیان

(وَمَنْ قَذَفَ عَبْدًا اَوْ اَمَةً اَوْ أُمَّ وَلَدٍ اَوْ كَافِرًا بِالزِّنَا عُزِّرَ) لِاَنَّهُ جِنَايَةُ قَذْفٍ، وَقَدْ امْتَنَعَ وُجُوبُ الْحَدِّ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ (وَكَذَا اِذَا قَذَفَ مُسْلِمًا بِغَيْرِ الزِّنَا فَقَالَ يَا فَاسِقُ اَوْ يَا كَافِرُ اَوْ يَا خَبِيثُ اَوْ يَا سَارِقُ) لِاَنَّهُ آذَاهُ وَاَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ، وَلَا مَدْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُودِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ، اِلَّا اَنَّهُ يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيرِ غَايَتَهُ فِي الْجِنَايَةِ الْاُولٰى لِاَنَّهُ مِنْ جِنْسِ مَا يَجِبُ بِهِ الْحَدُّ، وَفِي الثَّانِيَةِ: الرَّأْيُ اِلَى الْاِمَامِ (وَلَوْ قَالَ يَا حِمَارُ اَوْ يَا خِنْزِيرُ لَمْ يُعَزَّرْ) لِاَنَّهُ مَا اَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ لِلتَّيَقُّنِ بِنَفْيِهِ.

وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا يُعَزَّرُ لِاَنَّهُ يُعَدُّ شَيْنًا، وَقِيلَ اِنْ كَانَ الْمَسْبُوبُ مِنَ الْاَشْرَافِ كَالْفُقَهَاءِ وَالْعَلَوِيَّةِ يُعَزَّرُ لِاَنَّهُ يَلْحَقُهُمُ الْوَحْشَةُ بِذٰلِكَ، وَاِنْ كَانَ مِنَ الْعَامَّةِ لَا يُعَزَّرُ، وَهٰذَا اَحْسَنُ.

اور جس شخص نے کسی غلام یا باندی یا ام ولد یا کافر پر زنا کی تہمت لگائی تو اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ اس کا یہ تہمت لگانا جرم ہے اور احصان کے نہ ہونے سبب حد کا وجوب ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس میں تعزیر واجب ہوگی۔ اسی طرح جب کسی شخص نے مسلمان پر زنا کے سوا کسی اور چیز کی تہمت لگائی اور اس کو یا فاسق، یا کافر یا خبیث کہا، یا سارق کہا کیونکہ قاذف نے اس کو تکلیف پہنچائی ہے اور اس پر عیب لگایا ہے۔ اور حدود میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ پس تعزیر واجب ہو جائے گی لیکن پہلی تعزیر میں سخت سزا دی جائے گی کیونکہ یہ اسی جنس سے ہے جس میں حد واجب ہوتی ہے اور دوسری صورت میں امام کی رائے کے مطابق سزا دی جائے گی۔

اور جب کسی نے دوسرے کو اے گدھے، اے خنزیر، کہا تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ کہنے والے نے اس پر کوئی عیب نہیں لگایا ہے کیونکہ مخاطب میں اشیاء معدوم ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ہمارے عرف کے مطابق اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ یہ گالی شمار کی جاتی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو گالی دی گئی ہے اگر وہ شریف لوگوں میں سے ہے جس طرح فقہاء اور علوی خاندان کے لوگ ہیں تو کہنے والے کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ان جملوں سے ان کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جب وہ شخص یعنی جس کو گالی دی گئی ہے وہ عام لوگوں میں سے ہے تو گالی دینے والے کو سزا نہ دی جائے گی۔ اور سب سے اچھا قول یہی ہے۔

تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا کا بیان

التَّعْزِيرُ اَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ سَوْطًا وَاَقَلُّهُ ثَلَاثُ جَلَدَاتٍ. وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيرِ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ سَوْطًا.

وَالْاَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِي غَيْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنَ الْمُعْتَدِيْنَ) وَاِذَا تَعَذَّرَ تَبْلِيْغُهٗ حَدًّا فَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٌ نَظَرَا اِلٰى اَدْنَى الْحَدِّ وَهُوَ حَدُّ الْعَبْدِ فِي الْقَذْفِ فَصَرَفَاهُ اِلَيْهِ وَذٰلِكَ اَرْبَعُوْنَ سَوْطًا فَنَقَصَا مِنْهُ سَوْطًا۔

وَاَبُوْ يُوْسُفَ اعْتَبَرَ اَقَلَّ الْحَدِّ فِي الْاَحْرَارِ اِذِ الْاَصْلُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ ثُمَّ نَقَصَ سَوْطًا فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَفِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ نَقَصَ خَمْسَةً وَهُوَ مَاْثُوْرٌ عَنْ عَلِيٍّ فَقَلَّدَهٗ ثُمَّ قَدَّرَ الْاَدْنٰى فِي الْكِتَابِ بِثَلَاثِ جَلَدَاتٍ لِاَنَّ مَا دُوْنَهَا لَا يَقَعُ بِهِ الزَّجْرُ، وَذَكَرَ مَشَايِخُنَا اَنَّ اَدْنَاهُ عَلٰى مَا يَرَاهُ الْاِمَامُ فَيُقَدِّرُ بِقَدْرِ مَا يُعْلَمُ اَنَّهٗ يَنْزَجِرُ لِاَنَّهٗ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ النَّاسِ. وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهٗ عَلٰى قَدْرِ عِظَمِ الْجُرْمِ وَصِغَرِهٖ، وَعَنْهُ اَنْ يُقَرَّبَ كُلُّ نَوْعٍ مِنْ بَابِهٖ ؛ فَيُقَرَّبُ الْمَسُّ وَالْقُبْلَةُ مِنْ حَدِّ الزِّنَا، وَالْقَذْفُ بِغَيْرِ الزِّنَا مِنْ حَدِّ الْقَذْفِ۔

اور تعزیر کی سزا زیادہ سے زیادہ انتالیس (۳۹) کوڑے ہے جبکہ اس کی کم از کم سزا تین درے ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ سزا پچھتر (۷۵) کوڑے ہیں۔ اور اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے حد کے سوا میں حد سے زیادہ سزا دی وہ تجاوز کرنے والا ہے۔ اور تعزیر کو حد تک پہنچانا متعذر ہے لہٰذا طرفین نے حد کی کم از کم مقدار کا اندازہ کیا ہے۔ اور وہ قذف میں ایک غلام کی حد ہے۔ پس ان فقہاء نے سزا کو اسی طرف پھیر دیا ہے اور یہ مقدار چالیس کوڑے ہے۔ اور اس میں ایک کوڑا کم کر دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آزاد کی کم از کم حد کا اعتبار کیا ہے اس لئے کہ آزادی اصل ہے۔ اس کے بعد ایک روایت کے مطابق اس میں ایک درہ کم کر دیا جائے گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی اسی طرح ہے اور جو روایت یہاں پر ذکر کی گئی ہے اس میں پانچ دروں سے کم کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔ پس حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقلید کی ہے۔ پھر کتاب میں کم از کم مقدار تین درے بیان کی گئی ہے کیونکہ تین سے کم میں تو کوئی سزا ہی نہیں ہے۔

ہمارے مشائخ فقہاء نے کہا تعزیر کی کم از کم سزا امام کے رائے پر موقوف ہے اور جس سے امام ڈرانے مقصد پالینا سمجھے گا وہ اس کا تعین کرے گا' کیونکہ احوال عرف کی تبدیلی کے ساتھ انزجار تبدیل ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جرم کی مقدار کے مطابق ہوگی اور اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہر قسم کا جرم اس کے باب سے متعلق کیا جائے گا پس چھونا اور بوسہ لینے کو زنا کے قریب مانا جائے گا' اور زنا کے سوا قذف کو حد قذف کے قریب تسلیم کیا جائے گا۔

تعزیر میں قید کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ رَاَى الْاِمَامُ اَنْ يَضُمَّ اِلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيْرِ الْحَبْسَ فَعَلَ) لِاَنَّهٗ صَلُحَ تَعْزِيْرًا وَقَدْ

وَرَدَ الشَّرْعُ بِهٖ فِي الْجُمْلَةِ حَتّٰى جَازَ اَنْ يَكْتَفِيَ بِهٖ فَجَازَ اَنْ يُضَمَّ اِلَيْهِ، وَلِهٰذَا لَمْ يُشْرَعْ فِي التَّعْزِيْرِ بِالتُّهْمَةِ قَبْلَ ثُبُوْتِهٖ كَمَا شُرِعَ فِي الْحَدِّ لِاَنَّهٗ مِنَ التَّعْزِيْرِ

فرمایا: اور جب امام مناسب جانے تو وہ تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کو بھی شامل کرلے۔ اور اس کے لئے اس طرح کرنا صحیح ہے کیونکہ قید تعزیر بننے کے قابل ہے۔ اور شریعت نے بھی اس کو بیان کیا ہے حتیٰ کہ صرف قید پر اگر اکتفاء کیا جائے تب بھی جائز ہے۔ پس اس کو مارنے کے ساتھ ملانا بھی جائز ہوگا۔ اسی دلیل کے سبب تعزیر بہ تہمت میں اس کے ثبوت سے پہلے قید کرنا مشروع نہیں ہے جس طرح حد میں مشروع ہے کیونکہ قید تعزیر میں سے ہے۔

تعزیر میں سخت سزا دینے کا بیان

قَالَ (وَاَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيْرُ) لِاَنَّهٗ جَرٰى التَّخْفِيْفُ فِيْهِ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ فَلَا يُخَفَّفُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفُ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ اِلٰى فَوَاتِ الْمَقْصُوْدِ، وَلِهٰذَا لَمْ يُخَفَّفْ مِنْ حَيْثُ التَّفْرِيْقُ عَلَى الْاَعْضَاءِ قَالَ (ثُمَّ حَدُّ الزِّنَا) لِاَنَّهٗ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ، وَحَدُّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ، وَلِاَنَّهٗ اَعْظَمُ جِنَايَةً حَتّٰى شُرِعَ فِيْهِ الرَّجْمُ (ثُمَّ حَدُّ الشُّرْبِ) لِاَنَّ سَبَبَهٗ مُتَيَقَّنٌ بِهٖ (ثُمَّ حَدُّ الْقَذْفِ) لِاَنَّ سَبَبَهٗ مُحْتَمِلٌ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهٖ صَادِقًا وَلِاَنَّهٗ جَرٰى فِيْهِ التَّغْلِيْظُ مِنْ حَيْثُ رَدُّ الشَّهَادَةِ فَلَا يُغَلَّظُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفُ .

فرمایا: تعزیر میں سخت ضرب کے ساتھ تعزیر ہوگی کیونکہ اس میں عدد کے اعتبار سے سہولت دی گئی ہے پس وصف کے اعتبار سے سہولت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ آسانی مقصود کے فوت ہونے کا سبب نہ بنے۔ اور اسی دلیل کے سبب مختلف اعضاء سے بھی آسانی نہیں دی گئی۔ فرمایا: زنا حد ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے اور شراب کی حد کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے کیونکہ زنا بڑا جرم ہے یہاں تک کہ اس میں رجم مشروع کیا گیا ہے اور اس کے شراب کی حد کا بیان ہے کیونکہ اس کا سبب یقینی ہے اس کے بعد حد قذف کا بیان ہے کیونکہ قاذف کے سچا ہونے کا احتمال سے سبب محتمل ہو جائے گا کیونکہ گواہی کو رد کرنے میں زیادہ سختی بیان کی گئی ہے۔ پس وصف کے اعتبار سے اس میں سختی نہ کی جائے گی۔

حد لگائے شخص کے فوت ہونے کا بیان

(وَمَنْ حَدَّهُ الْاِمَامُ اَوْ عَزَّرَهٗ فَمَاتَ فَدَمُهٗ هَدَرٌ) لِاَنَّهٗ فَعَلَ مَا فَعَلَ بِاَمْرِ الشَّرْعِ، وَفِعْلُ الْمَاْمُوْرِ لَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْفَصَّادِ وَالْبَزَّاغِ، بِخِلَافِ الزَّوْجِ اِذَا عَزَّرَ زَوْجَتَهٗ لِاَنَّهٗ مُطْلَقٌ فِيْهِ، وَالْاِطْلَاقَاتُ تَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُوْرِ فِي الطَّرِيْقِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِاَنَّ الْاِتْلَافَ خَطَاٌ فِيْهِ، اِذِ التَّعْزِيْرُ لِلتَّادِيْبِ غَيْرَ

أَنَّهُ تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّ نَفْعَ عَمَلِهِ يَرْجِعُ عَلَى عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَيَكُونُ الْغُرْمُ فِي مَالِهِمْ .

قُلْنَا لَمَّا اسْتَوْفَى حَقَّ اللّٰهِ تَعَالَى بِأَمْرِهِ صَارَ كَأَنَّ اللّٰهَ أَمَاتَهُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ فَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ .

اور جس بندے پر حد جاری کی گئی اور وہ فوت ہو گیا تو اس کا خون معاف ہوگا' کیونکہ امام نے جو کچھ کیا ہے وہ شریعت کے حکم کے مطابق کیا ہے۔ اور مامور کا عمل سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوا کرتا۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح پچھنا لگوانا یا نشتر لگانے والا ہے بہ خلاف شوہر کے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو سزا دی کیونکہ اس کے لئے تعزیر کی اجازت ہے البتہ اس طرح اجازت میں سلامتی کی شرط مقید ہے۔ جس طرح راستے سے گزرنا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ محدود کی دیت بیت المال پر واجب ہے کیونکہ تعزیر میں ہلاک کرنا یہ قتل خطاء ہے' کیونکہ تعزیر ادب سکھانے کے لئے مشروع ہے لہٰذا اس کی دیت بیت المال پر واجب ہوگی اس لئے امام کے کام کا نفع عام مسلمانوں کے لئے ہوتا ہے پس اس کا تاوان بھی انہی لوگوں کے مال سے واجب ہوگا۔ ہم نے اس کے جواب میں کہا کہ جب امام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا حق وصول کیا ہے لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بلا واسطہ موت دی ہے لہٰذا امام پر کوئی ضمان واجب نہ ہوگا۔

كِتَابُ السَّرِقَةِ

﴿یہ کتاب حد سرقہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب حد سرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: چوری کی لغت میں تعریف یہ ہے کہ غیر کی چیز کو خفیہ اور پوشیدہ طریقے سے پکڑ لینا ہے۔ اور اسی سے ہے کہ چوری چھپے سن لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ '' اور شریعت نے اس میں جو زائد اوصاف بیان کیے ہیں' جن کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۳۷۰، بیروت)

سرقہ کے معنی کا فقہی مفہوم

سرقہ سین کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ چوری کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مکلّف کسی کے ایسے محرز مال میں سے کچھ یا سب خفیہ طور پر لے لے جس میں نہ تو اس کی ملکیت ہو اور نہ شبہ ملکیت ہو۔

علامہ طیبی شافعی نے کہا ہے: قطع السرقۃ میں اضافت بحذف مضاف مفعول کی طرف ہے یعنی معنی کے اعتبار سے یہ عنوان یوں ہے باب قطع اہل السرقۃ ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی کا قیمتی مال حرز سے نکال کر لے جانا بغیر کسی حق ملکیت یا اس کے شبہ کے سرقہ کہلاتا ہے اور سرقہ کرنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ چوری کے مال کی کم سے کم مالیت نصاب کہلاتی ہے، چنانچہ نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی' تو حد سرقہ کی پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ چوری کے مال کا قیمتی ہونا ضروری ہے مختلف فقہاء کے ہاں اس کی مختلف قیمتیں متعین کی گئیں ہیں تاہم کم از کم دس درہم پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قول مروی ہے کہ اگر چوری چوتھائی دینار کے برابر ہو تو اس پر حد جاری ہوگی، دوسری روایت میں پانچ درہم کی قیمت بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر و عمر کے زمانے میں ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا، پوچھا کہ ڈھال کی کیا قیمت ہوا کرتی تھی' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: پانچ درہم۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک چور نے کپڑا چرایا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جس پر اعتراض کیا گیا کہ اس کپڑے کی مالیت دس درہم سے کم ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس کپڑے کی مالیت کا اندازہ لگائیں جو آٹھ درہم بتایا گیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم واپس لے لیا۔ اسلامی شریعت کا ایک مصدقہ اصول ہے کہ بعد والا حکم ناسخ ہوتا ہے اور پہلے والے فیصلے کو منسوخ کر دیتا ہے چنانچہ نصاب کے بارے میں اگرچہ بہت سے اقوال ہیں لیکن دس درہم پر اکثریت کا

اتفاق ہے کیونکہ خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں اسی پر تعامل رہا۔ دس درہم کی فی زمانہ جو قیمت ہوگی وہ وقت کے لحاظ سے اس زمانے میں چوری کا نصاب ہوا کرے گی۔

حدیث کے مطابق چور کے لئے سخت وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت زانی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایمان نہیں رہتا اسی طرح سے جو چوری کا ارتکاب کرتا ہے تو ایمان اس کے ساتھ نہیں رہتا اور جس وقت (شرابی) شراب پیتا ہے تو اس وقت ایمان نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص لوٹ مار کرتا ہے کہ جس کی جانب لوگ دیکھیں، تو وہ ایمان دار نہیں رہتا۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1174 حدیث متواتر، حدیث مرفوع)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خداوند قدوس چور پر لعنت بھیجے وہ انڈے کی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے وہ رسی کی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (یعنی معمولی سے مال کے واسطے ہاتھ کاٹ جانا قبول اور منظور کرتا ہے جو کہ خلاف عقل ہے)۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1177)

سرقہ کی لغوی تشریح کا بیان

كِتَابُ السَّرِقَةِ فِي اللُّغَةِ اَخْذُ الشَّيْءِ مِنَ الْغَيْرِ عَلٰى سَبِيلِ الْخُفْيَةِ وَالِاسْتِسْرَارِ، وَمِنْهُ اسْتِرَاقُ السَّمْعِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ) وَقَدْ زِيدَتْ عَلَيْهِ اَوْصَافٌ فِي الشَّرِيعَةِ عَلٰى مَا يَاْتِيك بَيَانُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .وَالْمَعْنَى اللُّغَوِيُّ مُرَاعًى فِيهَا اِبْتِدَاءً وَانْتِهَاءً اَوْ اِبْتِدَاءً لَا غَيْرَ، كَمَا اِذَا نَقَبَ الْجِدَارَ عَلَى الِاسْتِسْرَارِ وَاَخَذَ الْمَالَ مِنَ الْمَالِكِ مُكَابَرَةً عَلَى الْجِهَارِ .وَفِي الْكُبْرٰى: اَعْنِي قَطْعَ الطَّرِيقِ مُسَارَقَةُ عَيْنِ الْاِمَامِ لِاَنَّهُ هُوَ الْمُتَصَدِّي لِحِفْظِ الطَّرِيقِ بِاَعْوَانِهِ .وَفِي الصُّغْرٰى: مُسَارَقَةُ عَيْنِ الْمَالِكِ اَوْ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ .

یہ کتاب سرقہ ہے اور سرقہ کا لغوی معنی یہ ہے کہ چوری چھپے کسی دوسرے کی چیز کو اٹھا لینا ہے۔ اور اسی سے استراق سمع ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: سوائے اس شیطان کے جو چوری چھپے سن لے'' اور سرقہ کے لغوی معنی میں شرعی طور کچھ اوصاف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب ان کو بیان کریں گے۔ اور شرعی معنی میں ابتدائی طور پر اور انتہائی طور پر دونوں طرح سے لغوی معنی کا اعتبار کیا گیا ہے یا صرف انتہائی طور پر لغوی معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ جس طرح کسی نے چوری چھپے دیوار میں نقب لگایا اور مالک سے لڑائی کرتے ہوئے سرعام مال لے گیا جبکہ بڑی چوری یعنی ڈکیتی میں نگران (حکمران) کی آنکھ سے چوری کرنا ہے کیونکہ حکمران ہی سپاہیوں کے ساتھ راستوں کی حفاظت کرنے والا ہے جبکہ چھوٹی چوری میں مالک یا اس کے نائب کی آنکھوں سے چوری کرتے ہوئے مال کو چرانا ہے۔

چوری کے جرم پر بیان کردہ شرعی حد کا بیان

قَالَ (وَإِذَا سَرَقَ الْعَاقِلُ الْبَالِغُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ أَوْ مَا يَبْلُغُ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ مَضْرُوبَةً مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ وَجَبَ الْقَطْعُ) وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا) الْآيَةَ وَلَا بُدَّ مِنْ اعْتِبَارِ الْعَقْلِ وَالْبُلُوغِ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ لَا تَتَحَقَّقُ دُونَهُمَا وَالْقَطْعُ جَزَاءُ الْجِنَايَةِ، وَلَا بُدَّ مِنْ التَّقْدِيرِ بِالْمَالِ الْخَطِيرِ لِأَنَّ الرَّغَبَاتِ تَفْتُرُ فِي الْحَقِيرِ، وَكَذَا أَخْذُهُ لَا يَخْفَى فَلَا يَتَحَقَّقُ رُكْنُهُ وَلَا حِكْمَةُ الزَّجْرِ لِأَنَّهَا فِيمَا يَغْلِبُ، وَالتَّقْدِيرُ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ مَذْهَبُنَا. وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ التَّقْدِيرُ بِرُبُعِ دِينَارٍ. وَعِنْدَ مَالِكٍ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ.

لَهُمَا أَنَّ الْقَطْعَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ إِلَّا فِي ثَمَنِ الْمِجَنِّ، وَأَقَلُّ مَا نُقِلَ فِي تَقْدِيرِهِ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ، وَالْأَخْذُ بِالْأَقَلِّ الْمُتَيَقَّنِ بِهِ أَوْلَى، غَيْرَ أَنَّ الشَّافِعِيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ: (كَانَتْ قِيمَةُ الدِّينَارِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا) وَالثَّلَاثَةُ رُبُعُهَا. وَلَنَا أَنَّ الْأَخْذَ بِالْأَكْثَرِ فِي هَذَا الْبَابِ أَوْلَى احْتِيَالًا لِدَرْءِ الْحَدِّ.

وَهَذَا لِأَنَّ فِي الْأَقَلِّ شُبْهَةَ عَدَمِ الْجِنَايَةِ وَهِيَ دَارِئَةٌ لِلْحَدِّ، وَقَدْ تَأَيَّدَ ذَلِكَ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا قَطْعَ إِلَّا فِي دِينَارٍ، أَوْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ) وَاسْمُ الدَّرَاهِمِ يَنْطَلِقُ عَلَى الْمَضْرُوبَةِ عُرْفًا فَهَذَا يُبَيِّنُ لَكَ اشْتِرَاطَ الْمَضْرُوبِ كَمَا قَالَ فِي الْكِتَابِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ رِعَايَةً لِكَمَالِ الْجِنَايَةِ، حَتَّى لَوْ سَرَقَ عَشَرَةً تِبْرًا قِيمَتُهَا أَنْقَصُ مِنْ عَشَرَةٍ مَضْرُوبَةٍ لَا يَجِبُ الْقَطْعُ، وَالْمُعْتَبَرُ وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُتَعَارَفُ فِي عَامَّةِ الْبِلَادِ. وَقَوْلُهُ أَوْ مَا يَبْلُغُ قِيمَتُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ غَيْرَ الدَّرَاهِمِ تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ بِهَا وَإِنْ كَانَ ذَهَبًا، وَلَا بُدَّ مِنْ حِرْزٍ لَا شُبْهَةَ فِيهِ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ دَارِئَةٌ، وَسَنُبَيِّنُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

فرمایا: اور جب کسی عاقل و بالغ شخص نے دس دراہم کی چوری کرلی یا کوئی اس طرح چیز چوری کرلی جس کی قیمت ڈھلے ہوئے دس دراہم کے برابر ہو اور محفوظ جگہ سے چوری کی ہو جس میں کوئی شبہ نہ ہو تو چور پر قطع ید واجب ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا" اور عقل و بلوغت کا اعتبار اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے بغیر جنایت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قطع جنایت کی سزا ہے۔ اور کثیر مال کا تقرر ضروری ہے' کیونکہ قلیل مال میں رغبت کم ہوتی ہے۔ ہاں کم مال کوئی پوشیدہ طریقے سے نہیں لیتا پس اس سے چوری کا رکن ثابت نہ ہوگا۔ اور سزا کی حکمت بھی حاصل نہ ہوگی کیونکہ سزا کی حکمت اس مال میں ثابت ہوتی ہے' جس کا وقوع کثیر ہو۔ اور وہ دس دراہم مقرر کرنا ہمارا مذہب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ نصاب چار دینار ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا نصاب تین دراہم ہے۔
حضرت امام شافعی اور امام مالک علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ڈھال کی قیمت چرانے پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت کم از کم تین دراہم کا اندازہ ہے۔ اور کم پر عمل کرنا افضل ہے۔ کیونکہ اقل میں یقین ہوتا ہے۔
حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دینار کی قیمت بارہ دراہم تھی اور تین دراہم اس کا چوتھائی ہے۔

ہماری (احناف) کی دلیل یہ ہے کہ حد کو دور کرنے کے لئے وسیلہ بناتے ہوئے اس باب میں اکثر کو اختیار کرنا افضل ہے۔ کیونکہ قلیل میں عدم جنایت کا شبہ ہے اور شبہ حد کو ختم کرنے والا ہے۔ اور اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارکہ سے ہوتی ہے۔ ایک دینار یا دس دراہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور دراہم کا لفظ عرف عام میں ڈھلے ہوئے سکے کو کہتے ہیں۔ اور یہی عرف دراہم کے مضروب کی شرط کی وضاحت کرتا ہے۔ جس طرح قدوری کے اندر امام قدوری علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔ اور ظاہر الروایت بھی یہی ہے اور سب سے زیادہ صحیح بھی یہی ہے۔ تا کہ جنایت کی رعایت کو مکمل کیا جا سکے۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے چاندی کے دس ٹکڑے چوری کیے جن کی قیمت دس ڈھلے ہوئے سکوں سے تھوڑی ہو تو قطع واجب نہ ہوگا' اور دراہم میں سات مثقال والے کے وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ کثیر شہروں میں یہی مشہور ہے۔ اور ماتن کا کہنا کہ ''اَوْمَا یَبْلُغُ قِیْمَتُہٗ عَشَرَۃَ دَرَاھِمَ'' میں اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ غیر دراہم کا اعتبار دراہم کی قیمت کے ساتھ کیا جائے گا۔ اگر چہ وہ سونا نہ ہی ہوں۔ اور چوری کرنا ایسے محفوظ مقام سے ہو جس میں شبہ نہ ہو۔ کیونکہ شبہ حد کو ختم کرنے والا ہے۔ جس کو ہم بعد میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

قطع میں آزاد و غلام کی برابری کا بیان

قَالَ (وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فِی الْقَطْعِ سَوَاءٌ) لِاَنَّ النَّصَّ لَمْ یُفَصِّلْ، وَلِاَنَّ التَّنْصِیفَ مُتَعَذِّرٌ فَیَتَکَامَلُ صِیَانَۃً لِاَمْوَالِ النَّاسِ .

فرمایا: چوری کی حد میں آزاد اور غلام برابر ہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق نص میں کوئی تفصیل بیان نہیں ہوئی ہے۔ لہذا سزا کا نصف ہونا ناممکن ہے۔ پس لوگوں کے اموال کی حفاظت کے سبب پوری حد جاری ہوگی۔

اقرار سے وجوب قطع کا بیان

(وَیَجِبُ الْقَطْعُ بِاِقْرَارِہٖ مَرَّۃً وَاحِدَۃً، وَھٰذَا عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ: لَا یُقْطَعُ اِلَّا بِالْاِقْرَارِ مَرَّتَیْنِ) وَرُوِیَ عَنْہُ اَنَّھُمَا فِیْ مَجْلِسَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ لِاَنَّہٗ اِحْدَی الْحُجَّتَیْنِ فَیُعْتَبَرُ بِالْاُخْرٰی وَھِیَ الْبَیِّنَۃُ کَذٰلِکَ اعْتَبَرْنَا فِی الزِّنَا .وَلَھُمَا اَنَّ السَّرِقَۃَ قَدْ ظَھَرَتْ بِالْاِقْرَارِ مَرَّۃً فَیُکْتَفٰی بِہٖ کَمَا فِی الْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ وَلَا اعْتِبَارَ بِالشَّھَادَۃِ لِاَنَّ الزِّیَادَۃَ تُفِیْدُ فِیْھَا تَقْلِیْلَ تُھْمَۃِ الْکَذِبِ وَلَا تُفِیْدُ فِی الْاِقْرَارِ شَیْئًا لِاَنَّہٗ لَا تُھْمَۃَ .

وَبَابُ الرُّجُوعِ فِي حَقِّ الْحَدِّ لَا يَنْسَدُّ بِالتَّكْرَارِ وَالرُّجُوعُ فِي حَقِّ الْمَالِ لَا يَصِحُّ اَصْلًا لِاَنَّ صَاحِبَ الْمَالِ يُكَذِّبُهُ، وَاشْتِرَاطُ الزِّيَادَةِ فِي الزِّنَا بِخِلَافِ الْقِيَاسِ فَيَقْتَصِرُ عَلٰی مَوْرِدِ الشَّرْعِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنے سے قطع واجب ہو جاتا ہے' جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صرف دو مرتبہ اقرار کرنے سے حد سرقہ واجب ہوگی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ دونوں اقراروں کے لئے مجلس کا مختلف ہونا لازمی ہے' کیونکہ دونوں دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ پس اس کو دوسرے پر قیاس نہ کیا جائے گا' اور وہ گواہی ہے اسی طرح ہم نے زنا میں قیاس کیا ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے ایک اقرار کرنے سے چوری ظاہر ہو چکی ہے پس ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہوگا۔ جس طرح قصاص اور حد قذف میں ہے اور اس کو شہادت پر قیاس نہ کیا جائے گا اس لئے گواہی میں جھوٹ کی تہمت کو کم کرنے کے لئے زیادہ فائدے مند ہوتی ہے' جبکہ اقرار میں زیادتی کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے' کیونکہ یہاں تہمت معدوم ہے اور متعدد مرتبہ اقرار کرنے باوجود رجوع کرنے کا دروازہ بند نہ ہوگا' کیونکہ مال کے حق میں رجوع کرنا صحیح ہی نہیں ہے اس لئے مال والا رجوع کرنے والے کو جھٹلانے والا ہے' جبکہ زنا میں زیادتی کی شرط یہ خلاف قیاس ہے پس وہ شریعت کے حکم تک محدود رہنے والی ہے۔

حد سرقہ کے وجوب میں دو گواہوں کا بیان

قَالَ (وَيَجِبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ) لِتَحَقُّقِ الظُّهُورِ كَمَا فِي سَائِرِ الْحُقُوقِ، وَيَنْبَغِي اَنْ يَسْاَلَهُمَا الْاِمَامُ عَنْ كَيْفِيَّةِ السَّرِقَةِ وَمَاهِيَّتِهَا وَزَمَانِهَا وَمَكَانِهَا لِزِيَادَةِ الِاحْتِيَاطِ كَمَا مَرَّ فِي الْحُدُودِ، وَيَحْبِسُهُ اِلٰی اَنْ يَسْاَلَ عَنْ الشُّهُودِ لِلتُّهْمَةِ .

(قَالَ وَاِذَا اشْتَرَكَ جَمَاعَةٌ فِي سَرِقَةٍ فَاَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ قُطِعَ، وَاِنْ اَصَابَهُ اَقَلُّ لَا يُقْطَعُ) لِاَنَّ الْمُوجِبَ سَرِقَةُ النِّصَابِ وَيَجِبُ عَلٰی كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِجِنَايَتِهِ فَيُعْتَبَرُ كَمَالُ النِّصَابِ فِي حَقِّهِ

فرمایا: دو گواہوں کی شہادت سے حد سرقہ واجب ہو جائے گی کیونکہ اس سے چوری ظاہر ہو چکی ہے' جس طرح دوسرے حقوق میں ہوتا ہے اور امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ زیادہ احتیاط کے پیش نظر گواہوں سے چوری کی کیفیت، اس کی ہیئت، اس کے وقت اور محل وقوع کے بارے میں پوچھے جس طرح حدود میں بیان کیا جا چکا ہے اور چور پر تہمت کے سبب گواہوں کا حال معلوم کرنے تک امام اس کو قید میں رکھ سکتا ہے۔

فرمایا: اور جب چوری میں ایک جماعت شامل ہو اور ان میں سے ہر ایک کو دس دراہم تک ملے ہوں' تو ہر ایک کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' اور جب انہیں دس دراہم سے کم ملے ہیں' تو ان کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ قطع ید کا وجوب نصاب سرقہ ہے اور ہر ایک پر اس جرم کے سبب واجب ہوگا پس ہر ایک کے حق میں مکمل نصاب کا اعتبار کیا جائے گا۔

بَابُ مَا يُقْطَعُ فِيهِ وَمَا لَا يُقْطَعُ

﴿یہ باب قطع یداور عدم قطع ید کے بیان میں ہے﴾

باب قطع وعدم قطع ید کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب سرقہ کی تعریف اوراس کے نصاب اور گواہوں کے بیان سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے حد سرقہ میں ان چیزوں کا بیان شروع کیا ہے جن کی چوری پر حد سرقہ واجب ہوگی اور وہ اشیاء جن کی چوری پر حد واجب نہ ہوگی۔ فقہی مطابقت اس طرح واضح ہے کہ معرفت سرقہ ونصاب سرقہ کے بعد ان اشیاء پر وجوب حد یا عدم وجوب حد کا تعین کیا جا سکتا ہے کیونکہ متعلقات ہمیشہ بعد میں ذکر کیے جاتے ہیں پس ماہیت سرقہ کے بعد ماہیت سرقہ کے متعلقات کو مصنف علیہ الرحمہ ذکر کر رہے ہیں۔

معمولی اشیاء کی چوری عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ فِيمَا يُوجَدُ تَافِهًا مُبَاحًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ كَالْخَشَبِ وَالْحَشِيشِ وَالْقَصَبِ وَالسَّمَكِ وَالطَّيْرِ وَالصَّيْدِ وَالزِّرْنِيخِ وَالْمَغْرَةِ وَالنُّورَةِ) وَالْأَصْلُ فِيهِ حَدِيثُ (عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ الْيَدُ لَا تُقْطَعُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ)، أَيْ الْحَقِيرِ، وَمَا يُوجَدُ جِنْسُهُ مُبَاحًا فِي الْأَصْلِ بِصُورَتِهِ غَيْرُ مَرْغُوبٍ فِيهِ حَقِيرٌ تَقِلُّ الرَّغَبَاتُ فِيهِ وَالطِّبَاعُ لَا تَضَنُّ بِهِ، فَقَلَّمَا يُوجَدُ أَخْذُهُ عَلَى كُرْهٍ مِنْ الْمَالِكِ فَلَا حَاجَةَ إلَى شَرْعِ الزَّاجِرِ، وَلِهَذَا لَمْ يَجِبْ الْقَطْعُ فِي سَرِقَةِ مَا دُونَ النِّصَابِ وَلِأَنَّ الْحِرْزَ فِيهَا نَاقِصٌ؛ أَلَا يُرَى أَنَّ الْخَشَبَ يُلْقَى عَلَى الْأَبْوَابِ وَإِنَّمَا يَدْخُلُ فِي الدَّارِ لِلْعِمَارَةِ لَا لِلْإِحْرَازِ وَالطَّيْرُ يَطِيرُ وَالصَّيْدُ يَفِرُّ وَكَذَا الشَّرِكَةُ الْعَامَّةُ الَّتِي كَانَتْ فِيهِ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الصِّفَةِ تُورِثُ الشُّبْهَةَ، وَالْحَدُّ يَنْدَرِءُ بِهَا.

وَيَدْخُلُ فِي السَّمَكِ الْمَالِحُ وَالطَّرِيُّ، وَفِي الطَّيْرِ الدَّجَاجُ وَالْبَطُّ وَالْحَمَامُ لِمَا ذَكَرْنَا وَلِإِطْلَاقِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي الطَّيْرِ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الْقَطْعُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إلَّا الطِّينَ وَالتُّرَابَ وَالسِّرْقِينَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِمَا مَا ذَكَرْنَا

ہر وہ معمولی چیز جو دارالاسلام میں مباح طریقے سے مل جاتی ہو جس طرح لکڑی، گھاس، بانس، مچھلی، پرندہ، شکاری جانور، گیرو اور چونا ان پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' کیونکہ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حقیر چیز کی چوری پر قطع ید نہ تھا۔

ہر وہ چیز جس کی جنس مباح ہو اور اس میں رغبت نہ ہو تو وہ حقیر ہے' کیونکہ اس میں دلچسپی کم ہے اور اس کو دینے میں طبیعت بخل کرنے والی نہیں ہے اور مالک کے لئے ناگوار بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اسی دلیل کے سبب نصاب سے کم چوری پر حد واجب نہیں ہے' کیونکہ ان اشیاء کی حفاظت ناقص ہوتی ہے کیا آپ غور نہیں کرتے کہ لکڑی دروازں کے باہر رکھی ہوتی ہے اور گھر میں تعمیری کاموں کے لئے لے جاتے ہیں جبکہ اس میں کوئی احراز نہیں ہے۔ پرندے اڑ جانے والے ہیں اور شکاری جانور بھاگ جانے والے ہیں لہٰذا جب یہ اشیاء اپنی اصلی حالت پر ہوں اور ان میں لوگوں کی شرکت ہو تو ان کی یہ شرکت مباح ہونے کا شبہہ پیدا کرنے والی ہے۔ اور شبہہ سے حد دور ہونے والی ہے۔

اور خشک نمکین مچھلی اور تازہ مچھلی یہ دونوں سمک میں داخل ہیں اور لفظ طیر میں مرغی، بطخ، اور کبوتر داخل ہیں اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی مطلق ہونے کے سبب کہ پرندوں میں قطع ید نہیں ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ ترمٹی، خشک مٹی اور گوبر کے سوا ہر چیز میں قطع ید ہے امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے' جبکہ ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف حجت ہے۔

جلد خراب ہونے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان

قَالَ: (وَلَا قَطْعَ فِيمَا يَتَسَارَعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَاللَّبَنِ وَاللَّحْمِ وَالْفَوَاكِهِ الرَّطْبَةِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا فِي كَثَرٍ) وَالْكَثَرُ الْجُمَّارُ، وَقِيلَ الْوَدِيُّ .

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي الطَّعَامِ) وَالْمُرَادُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ مَا يَتَسَارَعُ إِلَيْهِ الْفَسَادُ كَالْمُهَيَّإِ لِلْأَكْلِ مِنْهُ وَمَا فِي مَعْنَاهُ كَاللَّحْمِ وَالثَّمَرِ لِأَنَّهُ يُقْطَعُ فِي الْحِنْطَةِ وَالسُّكَّرِ إِجْمَاعًا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ فِيهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ فَإِذَا آوَاهُ الْجَرِينُ أَوْ الْجِرَانُ قُطِعَ) قُلْنَا: أَخْرَجَهُ عَنْ وِفَاقِ الْعَادَةِ، وَالَّذِي يُؤْوِيهِ الْجَرِينُ فِي عَادَتِهِمْ هُوَ الْيَابِسُ مِنْ الثَّمَرِ وَفِيهِ الْقَطْعُ .قَالَ (وَلَا قَطْعَ فِي الْفَاكِهَةِ عَلَى الشَّجَرِ وَالزَّرْعِ الَّذِي لَمْ يُحْصَدْ) لِعَدَمِ الْإِحْرَازِ

فرمایا: اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں جس طرح دودھ، گوشت اور تازہ پھل ہیں ان کو چرانے پر حد واجب نہ ہوگی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثمر اور کثر میں قطع ید نہیں ہے۔ اور کثر کھجور کے درخت کا گوند ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کھجور کے چھوٹے پودے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے کہ طعام (کھانے) میں قطع ید نہیں ہے اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہے' جو جلد

خراب ہو جانے والی ہے' جس طرح کھانے کے لئے فوری طور پر تیار شدہ چیز ہے اور وہ اشیاء جو اس کے حکم میں ہیں جس طرح گوشت اور پھل ہے اسی دلیل کے سبب گندم اور شکر میں بہ اتفاق قطع ید ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان چیزوں میں بھی قطع ید نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کثر میں قطع ید نہیں ہے۔ مگر جب اس کو کھیت میں رکھے تو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ استثناء عرف کے مطابق ہے اور اہل عرب خشک کھجور کو کھیتوں میں رکھنے کے عادی تھے' جبکہ خشک پھلوں میں ہمارے نزدیک بھی حد واجب ہے۔ فرمایا: درخت پر واقع پھل اور کھیت کی کٹائی کے بغیر چوری پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ محفوظ نہیں ہوتے۔

مالیت میں شبہ پیدا کرنے والی اشیاء کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ فِي الْاَشْرِبَةِ الْمُطْرِبَةِ) لِاَنَّ السَّارِقَ يَتَاَوَّلُ فِي تَنَاوُلِهَا الْاِرَاقَةَ، وَلِاَنَّ بَعْضَهَا لَيْسَ بِمَالٍ، وَفِي مَالِيَّةِ بَعْضِهَا اخْتِلَافٌ فَتَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ عَدَمِ الْمَالِيَّةِ .قَالَ (وَلَا فِي الطُّنْبُورِ) لِاَنَّهُ مِنَ الْمَعَازِفِ (وَلَا فِي سَرِقَةِ الْمُصْحَفِ وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ حِلْيَةٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ لِاَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ حَتّٰى يَجُوزُ بَيْعُهُ .وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ مِثْلُهُ .وَعَنْهُ اَيْضًا اَنَّهُ يُقْطَعُ اِذَا بَلَغَتْ الْحِلْيَةُ نِصَابًا لِاَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْمُصْحَفِ فَتُعْتَبَرُ بِانْفِرَادِهَا .

وَوَجْهُ الظَّاهِرِ اَنَّ الْاٰخِذَ يَتَاَوَّلُ فِي اَخْذِهِ الْقِرَاءَةَ وَالنَّظَرَ فِيهِ، وَلِاَنَّهُ لَا مَالِيَّةَ لَهُ عَلٰى اعْتِبَارِ الْمَكْتُوبِ وَاِحْرَازُهُ لِاَجْلِهِ لَا لِلْجِلْدِ وَالْاَوْرَاقِ وَالْحِلْيَةِ وَاِنَّمَا هِيَ تَوَابِعُ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالتَّبَعِ، كَمَنْ سَرَقَ آنِيَةً فِيهَا خَمْرٌ وَقِيمَةُ الْاٰنِيَةِ تَرْبُو عَلَى النِّصَابِ .

(وَلَا قَطْعَ فِي اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ) لِعَدَمِ الْاِحْرَازِ فَصَارَ كَبَابِ الدَّارِ بَلْ اَوْلٰى، لِاَنَّهُ يُحْرَزُ بِبَابِ الدَّارِ مَا فِيهَا وَلَا يُحْرَزُ بِبَابِ الْمَسْجِدِ مَا فِيهِ حَتّٰى لَا يَجِبُ الْقَطْعُ بِسَرِقَةِ مَتَاعِهِ .

اور اسی طرح نشہ آور چیزوں کی چوری پر بھی حد واجب نہ ہوگی کیونکہ چور ان کو لینے میں بہانے تاویل کرنے والا ہے' کیونکہ بعض مسکر مشروب مال نہیں ہے اور بعض کی مالیت میں اختلاف ہے پس اس میں مال نہ ہونے کا شبہ پیدا ہو چکا ہے۔

فرمایا: ستار میں قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ کھیلنے کا آلہ ہے۔ اور قرآن مجید چوری کرنے پر قطع ید نہ ہوگا اگر چہ اس پر سونے کا چڑھایا ہوا چڑھاوا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قطع ید ہوگا' کیونکہ وہ مال متقوم ہے یہاں تک کہ اس کو بیچنا جائز ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب قرآن پر موجود حلیہ نصاب سرقہ کی مقدار کو پہنچنے والا ہے' تو حد ہوگی۔ کیونکہ حلیہ مصحف میں سے نہیں ہے لہٰذا اس کا اعتبار علیحدہ کیا جائے گا۔ ظاہر روایت

ہے مطابق دلیل یہ ہے کہ لینے والا اس کو پڑھنے اور اس میں غور وفکر کرنے کی تاویل کرے گا' کیونکہ مکتوب کے اعتبار سے مصحف کوئی مال نہیں ہے مکتوب ہی کے سبب اس کی حفاظت کی جاتی ہے' جبکہ اس کی جلد، اس کے اوراق اور اس کے حلیہ کے سبب سے نہیں۔ یہ تمام اشیاء توابع ہیں اور تابع کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ (کیونکہ حدود وابدال سے ثابت نہیں ہوتیں، قاعدہ فقہیہ) جس طرح جب کسی شخص نے کوئی برتن چوری کرلیا اور برتن کی قیمت نصاب سرقہ سے زیادہ ہے۔

مسجد حرام کے دروازوں کو چرانے پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ اس کا کوئی احراز نہیں ہے۔ پس یہ گھر کے دروازے کی چوری کے حکم میں ہوجائے گا' بلکہ اس سے بھی بڑھنے والا ہے' کیونکہ گھر کے دروازے کے سبب گھر میں موجود اشیاء کی حفاظت کی جاتی ہے' جبکہ مسجد حرام کے دروازے سے مسجد حرام کی اشیاء کی حفاظت نہیں کی جاتی لہٰذا مسجد کے سامان کی چوری پر قطع واجب نہ ہوگا۔

سونے کی صلیب چرانے پر عدم حد کا بیان

قَالَ (وَلَا الصَّلِيبِ مِنَ الذَّهَبِ وَلَا الشِّطْرَنْجِ وَلَا النَّرْدِ) لِاَنَّهُ يَتَاَوَّلُ مَنْ اَخَذَهَا الْكَسْرَ نَهْيًا عَنِ الْمُنْكَرِ، بِخِلَافِ الدِّرْهَمِ الَّذِي عَلَيْهِ التِّمْثَالُ لِاَنَّهُ مَا اُعِدَّ لِلْعِبَادَةِ فَلَا تَثْبُتُ شُبْهَةُ اِبَاحَةِ الْكَسْرِ . وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ اِنْ كَانَ الصَّلِيبُ فِي الْمُصَلَّى لَا يُقْطَعُ لِعَدَمِ الْحِرْزِ، وَاِنْ كَانَ فِي بَيْتٍ آخَرَ يُقْطَعُ لِكَمَالِ الْمَالِيَّةِ وَالْحِرْزِ .

فرمایا: اور سونے کی صلیب چرانے، شطرنج اور نرد چرانے پر قطع نہ ہوگا' کیونکہ ان چیزوں کو توڑنے والا برائی سے روکنے کی تاویل کرنے والا ہوگا بہ خلاف اس درہم کے جس پر تصویر بنی ہوئی ہے اس لئے کہ وہ عبادت کے لئے نہیں بنائی گئی۔ پس اس کو توڑنے کی اباحت کا شبہ ثابت کرنے والا نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر صلیب گرجا گھر میں ہے' تو عدم حرز کے سبب قطع ید نہ ہوگا' اور جب وہ کسی دوسرے گھر میں ہے' تو مالیت اور حفاظت کے سبب اس کی چوری پر قطع ید ہوگا۔

آزاد بچے کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ عَلَى سَارِقِ الصَّبِيِّ الْحُرِّ وَاِنْ كَانَ عَلَيْهِ حُلِيٌّ) لِاَنَّ الْحُرَّ لَيْسَ بِمَالٍ وَمَا عَلَيْهِ مِنَ الْحُلِيِّ تَبَعٌ لَهُ، وَلِاَنَّهُ يَتَاَوَّلُ فِي اَخْذِهِ الصَّبِيَّ اِسْكَاتَهُ اَوْ حَمْلَهُ اِلَى مُرْضِعَتِهِ .

وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: يُقْطَعُ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ حُلِيٌّ هُوَ نِصَابٌ لِاَنَّهُ يَجِبُ الْقَطْعُ بِسَرِقَتِهِ وَحْدَهُ فَكَذَا مَعَ غَيْرِهِ، وَعَلَى هٰذَا اِذَا سَرَقَ اِنَاءَ فِضَّةٍ فِيهِ نَبِيذٌ اَوْ ثَرِيدٌ . وَالْخِلَافُ فِي الصَّبِيِّ لَا يَمْشِي وَلَا يَتَكَلَّمُ كَيْ لَا يَكُونَ فِي يَدِ نَفْسِهِ .

اور جب کسی شخص نے آزاد بچے کو چوری کرلیا تو اس پر قطع واجب نہ ہوگا خواہ اس پر زیور ہو کیونکہ آزاد ہونا مال نہیں

ہے اور زیور اس کے تابع ہے' کیونکہ بچہ لینے میں چور اسے خاموش کرنے یا اس کی دودھ پلانے والی تک پہنچانے کی تاویل کرنے والا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس بچے کا زیور نصاب سرقہ کو پہنچنے والا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ قطع صرف زیور کے چوری کرنے کے سبب سے واجب ہوا ہے۔ لہٰذا دوسری چیز کے چوری کرنے کے سبب بھی قطع ید واجب ہوگا۔ اور یہ اختلاف اس بنیاد پر ہے کہ جب کسی نے چاندی کا ایسا برتن چوری کیا ہے' جس میں نبیذ یا ثرید ہے اور اس سے پہلا اختلاف اس بچے کے بارے میں ہے' جو نہ چلتا ہو، نہ بولتا ہو کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔

بڑے غلام کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ فِي سَرِقَةِ الْعَبْدِ الْكَبِيرِ) لِأَنَّهُ غَصْبٌ أَوْ خِدَاعٌ (وَيُقْطَعُ فِي سَرِقَةِ الْعَبْدِ الصَّغِيرِ) لِتَحَقُّقِهَا بِحَدِّهَا إلَّا إذَا كَانَ يُعَبِّرُ عَنْ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ هُوَ وَالْبَالِغُ سَوَاءٌ فِي اعْتِبَارِ يَدِهِ .
وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُقْطَعُ وَإِنْ كَانَ صَغِيرًا لَا يَعْقِلُ وَلَا يَتَكَلَّمُ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّهُ آدَمِيٌّ مِنْ وَجْهٍ مَالٌ مِنْ وَجْهٍ، وَلَهُمَا أَنَّهُ مَالٌ مُطْلَقٌ لِكَوْنِهِ مُنْتَفَعًا بِهِ أَوْ بِعَرْضِ أَنْ يَصِيرَ مُنْتَفَعًا بِهِ إلَّا أَنَّهُ انْضَمَّ إلَيْهِ مَعْنَى الْآدَمِيَّةِ .

اور بڑے غلام کی چوری پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ غصب ہے' جبکہ چھوٹے غلام کی چوری پر قطع ید ہوگا' کیونکہ اس میں سرقہ اپنی مکمل تعریف کے ساتھ پایا جا رہا ہے ہاں جب وہ اپنی ترجمانی کرنے والا ہے' کیونکہ ایسا غلام اور بالغ یہ دونوں اپنے اختیار میں برابر ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قطع ید واجب نہ ہوگا اگرچہ غلام چھوٹا ہی کیوں نہ ہو جو نہ سمجھ سکتا ہو اور نہ بول سکتا ہو اور استحسان کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ ایک طرح آدمی ہے اور ایک طرح سے مال ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ غلام مطلق طور پر مال ہے۔ کیونکہ اس سے فائدہ حاصل ہونے والا ہے' اگرچہ اس میں آدمیت کا معنی بھی مل گیا ہے۔

رجسٹرز کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ فِي الدَّفَاتِرِ كُلِّهَا) لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مَا فِيهَا وَذَلِكَ لَيْسَ بِمَالٍ (إلَّا فِي دَفَاتِرِ الْحِسَابِ) لِأَنَّ مَا فِيهَا لَا يُقْصَدُ بِالْأَخْذِ فَكَانَ الْمَقْصُودُ هُوَ الْكَوَاغِدَ . قَالَ (وَلَا فِي سَرِقَةِ كَلْبٍ وَلَا فَهْدٍ) لِأَنَّ مِنْ جِنْسِهَا يُوجَدُ مُبَاحُ الْأَصْلِ غَيْرُ مَرْغُوبٍ فِيهِ وَلِأَنَّ الِاخْتِلَافَ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ ظَاهِرٌ فِي مَالِيَّةِ الْكَلْبِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً .

(وَلَا قَطْعَ فِي دُفٍّ وَلَا طَبْلٍ وَلَا بَرْبَطٍ وَلَا مِزْمَارٍ) لِأَنَّ عِنْدَهُمَا لَا قِيمَةَ لَهَا وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ آخِذُهَا يَتَأَوَّلُ الْكَسْرَ فِيهَا. (وَيُقْطَعُ فِي السَّاجِ وَالْقَنَا وَالْأَبْنُوسِ وَالصَّنْدَلِ) لِأَنَّهَا أَمْوَالٌ مُحْرَزَةٌ لِكَوْنِهَا عَزِيزَةً عِنْدَ النَّاسِ وَلَا تُوجَدُ بِصُورَتِهَا مُبَاحَةً فِي دَارِ الْإِسْلَامِ.

اور رجسٹرز اور کاپیوں کی چوری پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ دفاتر سے ان کی تحریریں مقصود ہوتی ہیں اور تحریرات مال نہیں ہیں۔البتہ حساب کے رجسٹرز کی چوری حد کو واجب کرنے والی ہے' کیونکہ حساب والے رجسٹروں کی چوری سے کاغذ مقصود ہوتے ہیں۔

فرمایا: کتے اور چیتے کی چوری پر بھی حد واجب نہ ہوگی کیونکہ ان کے جنس سے وہ پائے جاتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے مباح ہیں۔جن میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کیونکہ کتے کی مالیت میں علماء کا اختلاف کئی جگہ ظاہر ہے اور اس اختلاف کے سبب شبہ پیدا ہو چکا ہے۔

دف،طبلہ، باجہ اور بانسری کی چوری پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ صاحبین کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کو لینے والا توڑنے کی تاویل کرنے والا ہے۔

ساکھ، نیزے کی پھل، انبوس اور صندل چوری کرنے میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ یہ محفوظ مال ہے اور لوگوں کے نزدیک عزیز ہے اور یہ اپنی اصلی صورت کے اعتبار سے دارالاسلام میں مباح نہیں ہے۔

سبز نگینوں کی چوری پر حد کا بیان

قَالَ (وَيُقْطَعُ فِي الْفُصُوصِ الْخُضْرِ وَالْيَاقُوتِ وَالزَّبَرْجَدِ) لِأَنَّهَا مِنْ أَعَزِّ الْأَمْوَالِ وَأَنْفَسِهَا وَلَا تُوجَدُ مُبَاحَةَ الْأَصْلِ بِصُورَتِهَا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ غَيْرَ مَرْغُوبٍ فِيهَا فَصَارَتْ كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

(وَإِذَا اتَّخَذَ مِنَ الْخَشَبِ أَوَانِيَ وَأَبْوَابًا قُطِعَ فِيهَا) لِأَنَّهُ بِالصَّنْعَةِ الْتَحَقَ بِالْأَمْوَالِ النَّفِيسَةِ ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهَا تُحْرَزُ بِخِلَافِ الْحَصِيرِ لِأَنَّ الصَّنْعَةَ فِيهِ لَمْ تَغْلِبْ عَلَى الْجِنْسِ حَتَّى يُبْسَطُ فِي غَيْرِ الْحِرْزِ، وَفِي الْحُصْرِ الْبَغْدَادِيَّةِ قَالُوا يَجِبُ الْقَطْعُ فِي سَرِقَتِهَا لِغَلَبَةِ الصَّنْعَةِ عَلَى الْأَصْلِ وَإِنَّمَا يَجِبُ الْقَطْعُ فِي غَيْرِ الْمُرَكَّبِ، وَإِنَّمَا يَجِبُ إِذَا كَانَ خَفِيفًا لَا يَثْقُلُ عَلَى الْوَاحِدِ حَمْلُهُ لِأَنَّ الثَّقِيلَ مِنْهُ لَا يُرْغَبُ فِي سَرِقَتِهِ

اور سبز نگینوں میں اور یاقوت، زبرجد کی چوری پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ یہ قیمتی اموال ہیں اور یہ دارالاسلام میں اپنی اصلی صورت میں مباح نہیں ہیں۔اوران کی چوری میں عدم دلچسپی کے سبب یہ سونے اور چاندی کی طرح ہو جائیں گے۔

اور جب کسی نے لکڑی سے دروازے یا برتین بنالیے ہیں' تو ان پر قطع ید ہوگا' کیونکہ بنانے کے سبب یہ اچھے مال کے ساتھ

لاحق ہونے والے ہیں کیا آپ ان کی حفاظت کو نہیں دیکھتے۔ بہ خلاف حصیر کے کیونکہ چٹائی میں بناوٹ اس کی جنس پر غالب نہیں ہوتی حتیٰ کہ غیر محفوظ جگہ پر بھی ڈالی جاتی ہے اور بغدادی چٹائی کے بارے میں مشائخ فقہاء نے کہا ہے: اس کی چوری میں قطع ید ہوگا' کیونکہ اس میں بناوٹ اصل پر غالب ہے۔ اور ہاتھ کا کاٹنا ان دروازوں میں ہوتا ہے' جو دیوار کے ساتھ فکس کیے ہوئے نہ ہوں اور ہلکے ہوں کہ ایک آدمی کے لئے اٹھانا بھی بھاری نہ ہو اس لئے کہ بھاری دروازوں کی چوری میں رغبت نہیں ہوتی۔

خائن کی چوری پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ عَلٰى خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ) لِقُصُورٍ فِي الْحِرْزِ (وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ) لِاَنَّهُ يُجَاهِرُ بِفِعْلِهِ، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ فِي مُخْتَلِسٍ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا خَائِنٍ)

اور خائن اور خائنہ کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے۔ کیونکہ ان کی حفاظت میں نقص ہے۔ ڈاکو اور چھیننے والے پر بھی قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ سرعام اپنا کام سرانجام دینے والا ہے' تو ان پر قطع ید کا اطلاق کیسے کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خیانت کرنے والے، لوٹنے والے اور اچکے کا ہاتھ کاٹنا مشروع نہیں۔ (جامع ترمذی)

کفن چور پر عدم حد کا بیان

(وَلَا قَطْعَ عَلَى النَّبَّاشِ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْقَطْعُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ نَبَشَ قَطَعْنَاهُ) وَلِاَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ مُحْرَزٌ يُحْرَزُ مِثْلُهُ فَيُقْطَعُ فِيهِ. وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا قَطْعَ عَلَى الْمُخْتَفِي) وَهُوَ النَّبَّاشُ بِلُغَةِ اَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَلِاَنَّ الشُّبْهَةَ تَمَكَّنَتْ فِي الْمِلْكِ لِاَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمَيِّتِ حَقِيقَةً وَلَا لِلْوَارِثِ لِتَقَدُّمِ حَاجَةِ الْمَيِّتِ، وَقَدْ تَمَكَّنَ الْخَلَلُ فِي الْمَقْصُودِ وَهُوَ الِانْزِجَارُ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ فِي نَفْسِهَا نَادِرَةُ الْوُجُودِ وَمَا رَوَاهُ غَيْرُ مَرْفُوعٍ اَوْ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ، وَاِنْ كَانَ الْقَبْرُ فِي بَيْتٍ مُقْفَلٍ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ فِي الصَّحِيحِ لِمَا قُلْنَا وَكَذَا اِذَا سَرَقَ مِنْ تَابُوتٍ فِي الْقَافِلَةِ وَفِيهِ الْمَيِّتُ لِمَا بَيَّنَّاهُ.

اور کفن چور کے ہاتھ کو نہ کاٹا جائے گا۔ یہ حضرت امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہے' جبکہ امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ نے کہا: ہاتھ کاٹا جائے گا' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کفن چرایا ہم اس کو ہاتھ کاٹیں گے۔ کیونکہ کفن متقوم مال ہے اور متقوم مال کی طرح حفاظت میں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ چھپنے والے پر قطع ید نہیں ہے اور اہل مدینہ کی زبان میں مختفی کفن چور کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ملکیت میں شبہ پیدا ہو چکا ہے اس لئے میت کے حق میں کوئی ملکیت نہیں ہے اور وارث کو بھی کوئی ملکیت

حاصل نہیں ہوتی جبکہ میت کی ضرورت مقدم ہے اور اس کے مقصود یعنی ڈانٹ ڈپٹ میں بھی خلل پیدا ہو چکا ہے کیونکہ اس طرح کی جنایت بذات نادر الوجود ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ؒ کی روایت کردہ حدیث غیر مرفوع ہے یا پھر وہ سیاست محمول کی جائے گی اور جب قبر بند تالے میں ہوتب صحیح قول کے مطابق اختلاف ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور اسی طرح جب کسی نے قافلہ میں تابوت میں رکھی ہوئی میت کا کفن چوری کرلیا تب بھی یہی اختلاف ہے اور اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

بیت المال کے سارق پر عدم حد کا بیان

(وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ) لِأَنَّهُ مَالُ الْعَامَّةِ وَهُوَ مِنْهُمْ .قَالَ (وَلَا مِنْ مَالٍ لِلسَّارِقِ فِيهِ شَرِكَةٌ) لِمَا قُلْنَا .

(وَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ دَرَاهِمُ فَسَرَقَ مِنْهُ مِثْلَهَا لَمْ يُقْطَعْ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ لِحَقِّهِ)، وَالْحَالُّ وَالْمُؤَجَّلُ فِيهِ سَوَاءٌ اسْتِحْسَانًا لِأَنَّ التَّأْجِيلَ لِتَأْخِيرِ الْمُطَالَبَةِ، وَكَذَا إذَا سَرَقَ زِيَادَةً عَلَى حَقِّهِ لِأَنَّهُ بِمِقْدَارِ حَقِّهِ يَصِيرُ شَرِيكًا فِيهِ (وَإِنْ سَرَقَ مِنْهُ عُرُوضًا قُطِعَ) لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِاسْتِيفَاءِ مِنْهُ إلَّا بَيْعًا بِالتَّرَاضِي .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ قَضَاءً مِنْ حَقِّهِ أَوْ رَهْنًا بِحَقِّهِ .

قُلْنَا: هٰذَا قَوْلٌ لَا يَسْتَنِدُ إلَى دَلِيلٍ ظَاهِرٍ فَلَا يُعْتَبَرُ بِدُونِ اتِّصَالِ الدَّعْوَى بِهِ، حَتَّى لَوْ ادَّعَى ذَلِكَ دُرِئَ عَنْهُ الْحَدُّ لِأَنَّهُ ظَنٌّ فِي مَوْضِعِ الْخِلَافِ، وَلَوْ كَانَ حَقُّهُ دَرَاهِمَ فَسَرَقَ مِنْهُ دَنَانِيرَ قِيلَ يُقْطَعُ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ حَقُّ الْأَخْذِ، وَقِيلَ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ النُّقُودَ جِنْسٌ وَاحِدٌ

اور جب کسی شخص نے بیت المال سے چوری کر ڈالی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' کیونکہ وہ لوگوں کا مال ہے اور چور بھی عوام میں داخل ہے اور اسی طرح ایسے مال پر بھی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' جس مال میں چور خود شریک ہو۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب کسی کے دوسرے پر کچھ دراہم باقی ہیں' تو دراہم والے نے اتنے دراہم اس کے چوری کر لئے' تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' کیونکہ وہ اپنا حق وصول کرنے والا ہے اور اس میں دلیل استحسان کے مطابق نقد وادھار دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ مدت میں تعین مطالبہ میں تاخر کے سبب سے ہوتا ہے اور اگر حق والے نے اپنے حق سے زیادہ چوری کر ڈالی تب بھی قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ اپنے حق والے مال میں چوری کی شکل میں وہ شرکت کرنے والا بن جائے گا۔ اور قرض خواہ نے مقروض کا سامان چوری کرلیا تو اس پر قطع ید ہوگا' کیونکہ قرض خواہ کے لئے صرف قرض دار کی خوشنودی کے ساتھ بیع کے طور اس سے وصولی کا حق ہے۔

حضرت امام ابو یوسف ؒ سے روایت ہے کہ اس صورت میں بھی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک

قرض دار سے اپنا قرض وصول جائز ہے' اگرچہ وہ حق لینے کے لئے یا رہن کے طور پر لے۔ ہم کہیں گے کہ یہ ایسا قول ہے' جس کو کسی ظاہری دلیل کی طرف منسوب نہیں کیا گیا حالانکہ جب تک اس کے ساتھ دعویٰ ملنے والا نہ ہوگا تب تک اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا یہاں تک کہ جب چور نے دعویٰ کیا' تو اس سے حد کو ختم کر دیا جائے گا' کیونکہ یہ خلاف جگہ میں ایک گمان ہے۔ اور جب قرض خواہ کا قرض دراہم میں ہو اور اس نے چوری دنانیر کی کر ڈالی تو ایک قول کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ اس کو لینے کا حق نہیں ہے' جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ ساری نقدیوں کی جنس تو ایک ہی ہے۔

چوری میں تعدد پر حد سرقہ کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ عَيْنًا فَقُطِعَ فِيهَا فَرَدَّهَا ثُمَّ عَادَ فَسَرَقَهَا وَهِيَ بِحَالِهَا لَمْ يُقْطَعْ) وَالْقِيَاسُ أَنْ يُقْطَعَ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَإِنْ عَادَ فَاقْطَعُوهُ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَلِأَنَّ الثَّانِيَةَ مُتَكَامِلَةٌ كَالْأُولَى بَلْ أَقْبَحُ لِتَقَدُّمِ الزَّاجِرِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا بَاعَهُ الْمَالِكُ مِنَ السَّارِقِ ثُمَّ اشْتَرَاهُ مِنْهُ ثُمَّ كَانَتِ السَّرِقَةُ.

وَلَنَا أَنَّ الْقَطْعَ أَوْجَبَ سُقُوطَ عِصْمَةِ الْمَحَلِّ عَلَى مَا يُعْرَفُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، وَبِالرَّدِّ إِلَى الْمَالِكِ إِنْ عَادَتْ حَقِيقَةُ الْعِصْمَةِ بَقِيَتْ شُبْهَةُ السُّقُوطِ نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِ الْمِلْكِ وَالْمَحَلِّ، وَقِيَامُ الْمُوجِبِ وَهُوَ الْقَطْعُ فِيهِ، بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ لِأَنَّ الْمِلْكَ قَدِ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ سَبَبِهِ، وَلِأَنَّ تَكْرَارَ الْجِنَايَةِ مِنْهُ نَادِرٌ لِتَحَمُّلِهِ مَشَقَّةَ الزَّاجِرِ فَتَعَرَّى الْإِقَامَةُ عَنِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ تَقْلِيلُ الْجِنَايَةِ، وَصَارَ كَمَا إِذَا قَذَفَ الْمَحْدُودُ فِي قَذْفِ الْمَقْذُوفَ الْأَوَّلَ.

قَالَ (فَإِنْ تَغَيَّرَتْ عَنْ حَالِهَا مِثْلُ أَنْ يَكُونَ غَزْلًا فَسَرَقَهُ وَقُطِعَ فَرَدَّهُ ثُمَّ نُسِجَ فَعَادَ فَسَرَقَهُ قُطِعَ) لِأَنَّ الْعَيْنَ قَدْ تَبَدَّلَتْ وَلِهَذَا يَمْلِكُهُ الْغَاصِبُ بِهِ، وَهَذَا هُوَ عَلَامَةُ التَّبَدُّلِ فِي كُلِّ مَحَلٍّ، وَإِذَا تَبَدَّلَتْ انْتَفَتِ الشُّبْهَةُ النَّاشِئَةُ مِنِ اتِّحَادِ الْمَحَلِّ، وَالْقَطْعُ فِيهِ فَوَجَبَ الْقَطْعُ ثَانِيًا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور جب کسی شخص نے کوئی سامان چرایا اور اس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اس کے بعد وہ مال مالک کو واپس کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد چوری دوبارہ وہی مال پھر چوری کر لیا اور وہ مال اسی حالت میں موجود بھی ہے' تو اب چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اسی طرح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چور دوبارہ چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ اور اس ارشاد گرامی میں کوئی تفصیل ذکر نہیں ہوئی ہے پس

دوسری جنایت پہلی کی طرح کامل ہے بلکہ تقدم کے سزا کے اعتبار سے پہلی سے زیادہ بری ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا کہ جب مالک نے چور کو کوئی سامان فروخت کر دیا اور اس کے بعد مالک نے اس سے وہ سامان خرید لیا اور اس کے بعد اس چور نے وہ سامان چور کر لیا ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قطع ید نے عصمت کے مقام کو ساقط کر دیا ہے جس طرح بعد میں ان شاء اللہ معلوم ہو جائے گا۔

مالک کی طرف مال واپس کرنے کے سبب اگرچہ عصمت واپس لوٹنے والی ہے مگر محل، ملکیت، قیام موجب قطع کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ سقوط عصمت کا شبہ برقرار ہے بہ خلاف اس صورت کے جس کو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ تبدیل سبب کے سبب ملکیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ چور کا دوبارہ چوری کرنا شاذ و نادر ہے۔

اس لئے کہ وہ زجر کی مشقت کو برداشت کر چکا ہے پس اس پر حد قائم کرنا مقصد سے خالی ہوگا' جبکہ مقصد جنایت کو کم کرنا ہے یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح محدود فی القذف والے نے دوبارہ پہلے مقذوف پر تہمت لگائی۔

فرمایا: اور جب چوری شدہ مال اپنے اصلی حالت سے بدل گیا ہے یعنی وہ سوت تھا اس کو کسی نے چوری کر لیا اور چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ مالک کو واپس کر دیا اس کے بعد مالک نے کپڑے کی بنائی کرائی اس کے بعد اس کو اسی چور نے چوری کر لیا تو اب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ عین بدل چکا ہے۔ پس سوت کو غصب کرنے والا بننے کے سبب اس کا مالک ہو جائے گا' اور ہر مسئلہ میں تبدیل کا یہی قانون ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور جب محل بدل چکا ہے' تو محل کے متحد ہونے اور اسی محل میں قطع ید کے پائے جانے کے سبب شبہ ختم ہو چکا ہے پس دوبارہ قطع ید واجب ہو جائے گا۔

فَصْلٌ فِی الْحِرْزِ وَالْاَخْذِ مِنْهُ

﴿یہ فصل مال کے حرز اور اس سے سرقہ کے بیان میں ہے﴾

فصل حرز وسرقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سرقہ کا ثبوت مال مسروقہ پر موقوف ہے یعنی اگر وہ مال محفوظ ہے تو سرقہ ثابت ہو جائے گی۔ مصنف علیہ الرحمہ جب موصوف سے فارغ ہوئے ہیں، تو اب انہوں نے اس حرز کا بیان شروع کیا ہے، جس سے وہ وصف حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس میں سقوط حد سرقہ کی علت ہے اور وہ قرابت ولاد ہے اور اس میں دو اسباب ہیں (۱) کسی مال کا مقام حرز میں ہونا ہے (۲) کسی مال کا ذی رحم محرم کا ہونا ہے۔ (عنایہ، ۷، ۳۴۹، بیروت)

چوری میں شرط حرز کا فقہی بیان

حرز حد سرقہ کی دوسری شرط ہے۔ حرز سے مراد وہ کم سے کم انتظامات ہیں جو مال کی حفاظت کے لیے کیے گئے ہوں۔ بغیر کسی حفاظتی تحویل کے موجود مال یا ساز وسامان کے ہتھیا لینے پر حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی۔ حرز کا تعین عرف ورواج کے مطابق ہوگا، کیونکہ دیہاتوں میں معمولی اور چھوٹی دیوار کو بھی ملکیت کے ثبوت کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے، جبکہ شہروں میں اس سے زیادہ انتظام کی ضرورت ہوتی ہے، جانور کو باندھنا اور دیگر سواریوں کو تالا لگانا حرز ہوتا ہے، بصورت دیگر ساز وسامان اور مال کو لاوارث سمجھ لیا جاتا ہے۔

مکان کی چار دیواری حرز ہے اور اس سے مال نکال کر لے جانا سرقہ کی ذیل میں آتا ہے، کھونٹے سے بندھی ہوئی کشتی اور جانور اور تالا لگی سواری بھی حرز کے اندر شمار ہوں گے اور انہیں کھول کر لے جانے والا سرقہ کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ مالک کی نظر میں موجود شے بھی حرز میں سمجھی جاتی ہے جیسے ایک شخص کی سواری گھاس چر رہی ہو اور کسی کھونٹے سے بندھی نہ ہو لیکن مالک نے اس پر نظر رکھی ہو تو اس سواری کو لے جانے والا حد سرقہ کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ سونے والے کے نیچے دبی ہوئی چیز بھی حرز میں ہوگی لیکن قبر حرز نہیں ہوگی اور کفن نکالنے والا حد سرقہ کی ذیل میں نہیں آئے گا، کیونکہ مردہ مالک بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کھلے ہوئے جانور، کھلی ہوئی سواریاں اور عام سڑکوں، چوراہوں اور ویرانوں پر موجود ساز وسامان و مال واسباب پر ناجائز قبضہ کرنے والے حد سرقہ کے اگرچہ مرتکب نہیں ہوں گے تاہم انہیں کوئی تعزیر دی جا سکے گی جو حد سرقہ یعنی ہاتھ کاٹنے سے شدید تر بھی ہو سکتی ہے۔

شور مچانے پر اگر چور سامان چھوڑ کر بھاگ جائے تو فبہا اور اگر مزاحمت کرے تو اس کے خلاف جوابی کاروائی کرنا جائز ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قول منقول ہے کہ چور کو خوفزدہ کرو مگر پکڑو نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانے میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کو کھانے کو نہیں دیتے تھے جس پر ان غلاموں نے ایک شخص کی اونٹنی ذبح کر کے کھالی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلاموں کے ہاتھ کاٹنے کی بجائے ان کے آقا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے اونٹنی کی قیمت سے دوگنا تاوان وصول کیا۔ قحط کے زمانے میں ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹنی کی چوری کی شکایت لایا کہ اس کی اونٹنی چوری کر کے ذبح کر لی گئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دو اونٹنیاں دے دیں اور ساتھ کہا کہ ہم قحط کے زمانے میں حد سرقہ جاری نہیں کیا کرتے۔ شبہ کے مال سے چوری کرنے پر بھی حد جاری نہیں ہوگی جیسے دس آدمی کچھ مال کے مشترک مالک ہیں اور ان میں ایک آدمی اس مال کا کچھ حصہ چوری کر لیتا ہے تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں کی جا سکے گی کیونکہ اس مال میں اس کے حصے کا بھی حق شبہ تھا۔ مال چھیننے والے پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی کیونکہ وہ چوری نہیں ہے اور اگر راستہ روک کر مال چھینا گیا ہے تو حد حرابہ جاری ہوگی، اسی طرح امانت میں خیانت کرنے والے پر اور عاریتاً چیز لے کر واپس نہ کرنے والے پر بھی حد سرقہ جاری نہیں ہو سکے گی اور یہ لوگ تعزیر کے مستحق ہوں گے۔

بعض فقہا سبزیوں اور پھلوں کے کھا لینے کو اور جانوروں کے دودھ دوہ کر پی لینے کو بھی چوری نہیں سمجھتے لیکن یہ کہ صرف کھانے پینے کے بقدر ہی لیے گئے ہوں یعنی مسافر دوران سفر کسی باغ سے بغیر اجازت پھل توڑ کر کھالے یا بغیر اجازت جانور کا دودھ دوہ کر پی لے تو حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی لیکن اگر کپڑے اور برتن بھر بھر کر لے جانے لگیں تو پھر جملہ شرائط پوری ہونے پر پھلوں اور سبزیوں اور جانوروں کے دودھ چوروں پر بھی حد جاری ہوگی۔ چور کے پاس سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو اسے مالک کو واپس کر دینا لازم ہے۔ سامان کی برآمدگی، اقرار جرم اور گواہان چور کا جرم ثابت کرنے کے طریقے ہیں۔

ذی رحم محرم کی چوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ مِنْ اَبَوَيْهِ اَوْ وَلَدِهِ اَوْ ذِی رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يُقْطَعْ) فَالْاَوَّلُ وَهُوَ الْوِلَادُ لِلْبُسُوطَةِ فِی الْمَالِ وَفِی الدُّخُولِ فِی الْحِرْزِ .وَالثَّانِی لِلْمَعْنَى الثَّانِی، وَلِهٰذَا اَبَاحَ الشَّرْعُ النَّظَرَ اِلٰی مَوَاضِعِ الزِّينَةِ الظَّاهِرَةِ مِنْهَا، بِخِلَافِ الصَّدِيقَيْنِ لِاَنَّهُ عَادَاهُ بِالسَّرِقَةِ .وَفِی الثَّانِی خِلَافُ الشَّافِعِیِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِاَنَّهُ اَلْحَقَهَا بِالْقَرَابَةِ الْبَعِيدَةِ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِی الْعَتَاقِ (وَلَوْ سَرَقَ مِنْ بَيْتِ ذِی رَحِمٍ مَحْرَمٍ مَتَاعَ غَيْرِهِ يَنْبَغِی اَنْ لَا يُقْطَعَ، وَلَوْ سَرَقَ مَالَهُ مِنْ بَيْتِ غَيْرِهِ يُقْطَعُ) اعْتِبَارًا لِلْحِرْزِ وَعَدَمِهِ (وَاِنْ سَرَقَ مِنْ اُمِّهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ قُطِعَ) وَعَنْ اَبِی يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِاَنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ اسْتِئْذَانٍ وَحِشْمَةٍ، بِخِلَافِ الْاُخْتِ مِنَ الرَّضَاعِ لِانْعِدَامِ هٰذَا الْمَعْنَى فِيهَا عَادَةً .

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ لَا قَرَابَةَ وَالْمَحْرَمِيَّةُ بِدُونِهَا لَا تُحْتَرَمُ كَمَا إِذَا ثَبَتَتْ بِالزِّنَا وَالتَّقْبِيلِ عَنْ شَهْوَةٍ، وَأَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْأُخْتُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَهَذَا لِأَنَّ الرَّضَاعَ قَلَّمَا يَشْتَهِرُ فَلَا بُسُوطَةَ تَحَرُّزًا عَنْ مَوْقِفِ التُّهْمَةِ بِخِلَافِ النَّسَبِ .

اور جس نے والدین یا اپنی اولاد یا پھر اپنے ذی رحم محرم کے مال کو چوری کرلیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اس میں پہلی قسم کا مال تو وہ اولاد کے رشتے کے سبب آپس میں لین دین ہوتا رہتا ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے کے حفاظتی مقام پر آنے جانے والے ہیں اور دوسری قسم یعنی ذی رحم محرم تو اس میں بھی دخول پایا جاتا ہے اسی طرح کے سبب کے پیش نظر شریعت نے ذی رحم محرم کے ظاہری زیب وزینت کو دیکھنا مباح رکھا ہے' جبکہ دوستی میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ دوستی چوری کے سبب دشمنی میں تبدیل ہونے والی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے ذی رحم محرم کی چوری پر اختلاف کیا ہے' کیونکہ انہوں نے ذی رحم محرم والی قرابت کو دور ونزدیک کے ساتھ لاحق کردیا ہے اور اس کو ہم کتاب عتاق میں بیان کرچکے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے ذی رحم محرم کے گھر سے کسی دوسرے شخص کا سامان چوری کرلیا ہے' تو بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ ہاں جب اس نے کسی دوسرے شخص کے گھر سے ذی رحم محرم کا سامان چوری کیا' تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ یہاں پر حفاظت معدوم ہوچکی تھی۔ اور جب اس نے کسی رضائی ماں کا سامان چوری کیا ہے' تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' جبکہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ نہیں کاٹا جائے گا' کیونکہ بندہ اجازت وبغیر کسی حیل وحجت کے رضائی ماں کے گھر جانے والا ہے بہ خلاف رضائی بہن کے کیونکہ اس میں عرف کے مطابق یہ معمول معدوم ہے۔

ظاہر الروایت کی دلیل یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی کوئی قرابت نہیں ہے۔ اور قرابت کے بغیر محرم ہونا ثابت نہ ہوگا' جس طرح زنا یا بوسہ شہوت کے سبب قرابت حاصل ہوتی ہے' جبکہ رضائی بہن کا محرم ہونا اس سے بھی زیادہ قریب ہے' کیونکہ رضاعت کی شہرت کم ہوتی ہے پس تہمت سے بچاؤ کے لئے زیادہ نہیں ملنا چاہیے' جبکہ نسب میں ایسا نہیں ہے۔

زوجین کی آپس کی چوری کا بیان

(وَإِذَا سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنَ الْآخَرِ أَوِ الْعَبْدُ مِنْ سَيِّدِهِ أَوْ مِنِ امْرَأَةِ سَيِّدِهِ أَوْ مِنْ زَوْجِ سَيِّدَتِهِ لَمْ يُقْطَعْ) لِوُجُودِ الْإِذْنِ بِالدُّخُولِ عَادَةً، وَإِنْ سَرَقَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ مِنْ حِرْزِ الْآخَرِ خَاصَّةً لَا يَسْكُنَانِ فِيهِ فَكَذَلِكَ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ لِبُسُوطَةٍ بَيْنَهُمَا فِي الْأَمْوَالِ عَادَةً وَدَلَالَةً وَهُوَ نَظِيرُ الْخِلَافِ فِي الشَّهَادَةِ .

اور جب شوہر اور بیوی نے ایک دوسرے میں سے کسی کی چوری کرڈالی یا پھر غلام نے اپنے آقا کا مال چوری کرلیا یا اس نے اپنے آقا کی بیوی کا سامان چوری کرلیا یا اس نے اپنی مالکہ کے شوہر کا مال چوری کرڈالا تو ان پر قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ عرف

کے مطابق ان کو گھر میں داخلے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک زوجین کی حد جبکہ ایسے محفوظ مقام سے چوری کی کہ وہاں وہ اکٹھے نہ رہتے تھے تب بھی قطع ید نہ ہوگا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے' کیونکہ ان کے نزدیک عادت اور دلالت کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے اور ان کا یہ اختلاف شہادت والی مثال کے موافق ہے۔

جب آقا نے مال مکاتب سے چوری کی تو عدم حد کا بیان

(وَلَوْ سَرَقَ الْمَوْلٰی مِنْ مُكَاتَبِهِ لَمْ يُقْطَعْ) لِأَنَّ لَهُ فِي أَكْسَابِهِ حَقًّا (وَكَذٰلِكَ السَّارِقُ مِنَ الْمَغْنَمِ) لِأَنَّ لَهُ فِيهِ نَصِيبًا، وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَرْءًا وَتَعْلِيلًا

اور آقا نے اپنے مکاتب کا مال چوری کیا' تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' کیونکہ مکاتب کی کمائی میں آقا کا حق ہے اور مال غنیمت کی چوری کرنے والے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ مال غنیمت میں ہر سپاہی کا حصہ ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ علت کو بیان کرنے اور حد کو ختم کرنے کے سبب نقل کیا گیا ہے۔

حرز کی اقسام کا فقہی بیان

وَقَالَ (وَالْحِرْزُ عَلٰى نَوْعَيْنِ حِرْزٌ لِمَعْنًى فِيهِ كَالْبُيُوتِ وَالدُّورِ .وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: الْحِرْزُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِأَنَّ الِاسْتِسْرَارَ لَا يَتَحَقَّقُ دُونَهُ، ثُمَّ هُوَ قَدْ يَكُونُ بِالْمَكَانِ وَهُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِإِحْرَازِ الْأَمْتِعَةِ كَالدُّورِ وَالْبُيُوتِ وَالصُّنْدُوقِ وَالْحَانُوتِ، وَقَدْ يَكُونُ بِالْحَافِظِ كَمَنْ جَلَسَ فِي الطَّرِيقِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ مَتَاعُهُ فَهُوَ مُحَرَّزٌ بِهِ، وَقَدْ (قَطَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَقَ رِدَاءَ صَفْوَانَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ) (وَفِي الْمُحَرَّزِ بِالْمَكَانِ لَا يُعْتَبَرُ الْإِحْرَازُ بِالْحَافِظِ هُوَ الصَّحِيحُ) لِأَنَّهُ مُحَرَّزٌ بِدُونِهِ وَهُوَ الْبَيْتُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ بَابٌ أَوْ كَانَ وَهُوَ مَفْتُوحٌ حَتّٰى يُقْطَعَ السَّارِقُ مِنْهُ، لِأَنَّ الْبِنَاءَ لِقَصْدِ الْإِحْرَازِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْقَطْعُ إِلَّا بِالْإِخْرَاجِ مِنْهُ لِقِيَامِ يَدِهِ فِيهِ قَبْلَهُ .

بِخِلَافِ الْمُحَرَّزِ بِالْحَافِظِ حَيْثُ يَجِبُ الْقَطْعُ فِيهِ، كَمَا أُخِذَ لِزَوَالِ يَدِ الْمَالِكِ بِمُجَرَّدِ الْأَخْذِ فَتَتِمُّ السَّرِقَةُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ الْحَافِظُ مُسْتَيْقِظًا أَوْ نَائِمًا وَالْمَتَاعُ تَحْتَهُ أَوْ عِنْدَهُ هُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّهُ لَمْ يَعُدَّ النَّائِمُ عِنْدَ مَتَاعِهِ حَافِظًا لَهُ فِي الْعَادَةِ .

وَعَلٰى هٰذَا لَا يَضْمَنُ الْمُودَعُ وَالْمُسْتَعِيرُ بِمِثْلِهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَضْيِيعٍ، بِخِلَافِ مَا اخْتَارَهُ فِي الْفَتَاوٰى .

حرز کی دو اقسام ہیں۔(۱) وہ مال جو اپنے حکم کے اعتبار سے محفوظ ہو جس طرح کوئی مال گھر یا کمرے میں ہو۔(۲) وہ حفاظت جو کسی نگران کے سبب سے حاصل ہو۔

صاحب کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرز ضروری ہے، کیونکہ حرز کے بغیر خفیہ طور مال کو اٹھالینا ثابت نہ ہوگا۔اس کے بعد حرز کبھی مکان کے سبب سے ہوتا ہے اور یہ وہ مکان ہے کہ جس کو سامانوں کے تحفظ کے لئے بنایا گیا ہے۔جس طرح گھر، کمرہ، صندوق اور دوکان ہے۔

اور حرز کبھی محافظ یعنی نگران سے حاصل ہوتا ہے، جس طرح کوئی شخص راہ میں بیٹھا ہے یا مسجد میں بیٹھا ہے اور اس کا سامان اس کے پاس موجود ہو تو حفاظت اس شخص کے سبب سے ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چور کا ہاتھ کٹوا دیا تھا جس نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے سر کے نیچے سے چادر چوری کی تھی۔اور حضرت صفوان مسجد میں سو رہے تھے۔اور مکان میں حفاظت کو محافظ سے حفاظت کرانے کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا، اور یہی صحیح ہے۔کیونکہ وہ سامان اس کی حفاظت کے بغیر بھی محفوظ ہے۔وہ گھر ہے اگر چہ اس کا دروازہ نہ ہو یا دروازہ ہو لیکن کھلا ہوا ہے، تو چرانے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ وہ مکان حفاظت کے لئے بنایا گیا ہے، کیونکہ وہاں چیز نکالنے سے قبل وہ مالک کے قبضہ میں ہوتی ہے۔بہ خلاف اس چیز کے جو نگران کی حفاظت میں ہو کیونکہ اس سے لیتے ہی قطع ید واجب ہوگا، کیونکہ صرف لے لینا ہی مالک کو قبضے کو ختم کرنے والا ہے، کیونکہ اسی سے چوری مکمل ہونے والی ہے۔اور اس کا فرق نہ کیا جائے گا کہ نگران جاگنے والا ہے یا سونے میں محو ہے اور سامان اس کے نیچے ہو یا اس کے اوپر ہو یہی صحیح ہے، کیونکہ سامان کو اپنے پاس ہونے کے سبب عرف میں اس کو سامان کا محافظ ہی جانا جاتا ہے۔اور بنیاد پر اس صورت مسئلہ میں مستعیر اور مودع ضامن نہ ہوں گے کیونکہ یہ ضائع کرنا نہیں ہے۔بہ خلاف اس قول کے جس کو فتاویٰ میں اختیار کیا گیا ہے

مالک کی حفاظت سے چوری کرنے پر حد کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَرَقَ شَيْئًا مِنْ حِرْزٍ اَوْ مِنْ غَيْرِ حِرْزٍ وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ يَحْفَظُهُ قُطِعَ) لِاَنَّهُ سَرَقَ مَالًا مُحَرَّزًا بِاَحَدِ الْحِرْزَيْنِ (وَلَا قَطْعَ عَلٰى مَنْ سَرَقَ مَالًا مِنْ حَمَّامٍ اَوْ مِنْ بَيْتٍ اُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ) لِوُجُودِ الْاِذْنِ عَادَةً اَوْ حَقِيقَةً فِي الدُّخُولِ فَاخْتَلَّ الْحِرْزُ وَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ حَوَانِيتُ التُّجَّارِ وَالْخَانَاتُ، اِلَّا اِذَا سَرَقَ مِنْهَا لَيْلًا لِاَنَّهَا بُنِيَتْ لِاِحْرَازِ الْاَمْوَالِ، وَاِنَّمَا الْاِذْنُ يَخْتَصُّ بِالنَّهَارِ (وَمَنْ سَرَقَ مِنَ الْمَسْجِدِ مَتَاعًا وَصَاحِبُهُ عِنْدَهُ قُطِعَ) لِاَنَّهُ مُحَرَّزٌ بِالْحَافِظِ لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مَا بُنِيَ لِاِحْرَازِ الْاَمْوَالِ فَلَمْ يَكُنِ الْمَالُ مُحَرَّزًا بِالْمَكَانِ، بِخِلَافِ الْحَمَّامِ وَالْبَيْتِ الَّذِي اُذِنَ لِلنَّاسِ فِي دُخُولِهِ حَيْثُ لَا يُقْطَعُ لِاَنَّهُ بُنِيَ لِلْاِحْرَازِ فَكَانَ الْمَكَانُ حِرْزًا فَلَا يُعْتَبَرُ الْاِحْرَازُ بِالْحَافِظِ .

(وَلَا قَطْعَ عَلَى الضَّيْفِ اِذَا سَرَقَ مِمَّنْ اَضَافَهُ) لِاَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يَبْقَ حِرْزًا فِي حَقِّهِ لِكَوْنِهِ مَاذُونًا

فی دخوله، ولانه بمنزلة اهل الدار فيكون فعله خيانة لا سرقة .

فرمایا اور جس بندے نے کسی محرز یا غیر محرز مقام سے کوئی چیز چوری کی اور اس کا مالک اس کے پاس حفاظت کر رہا ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ اس نے اس طرح کا مال چوری کیا ہے جو دو حفاظتوں میں سے ایک حفاظت میں تھا۔

اور اس شخص پر قطع نہ ہوگا۔ جس نے حمام یا ایسے کمرے سے مال چوری کیا ہے جہاں عام لوگوں کو داخلے کی اجازت تھی کیونکہ عرف کے مطابق حمام میں عام لوگوں کو اجازت ہوتی ہے۔ ہاں پھر اس میں داخل ہونے کی اجازت حقیقت میں حاصل ہے پس وقت میں خلل پیدا ہو چکا ہے۔ اور اسی میں تجارتی دوکانیں اور سرائے بیوت بھی داخل ہیں۔ البتہ جب کسی نے ان جگہوں سے رات کے وقت چوری کی تو قطع ید ہوگا' کیونکہ یہ جگہیں مالوں کی حفاظت کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ اور ان میں داخل ہونے کی اجازت دن کے ساتھ خاص ہے۔

اور جب کسی نے مسجد سے کوئی چیز چوری کی اور اس کا مالک سامان کے پاس موجود تھا تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' کیونکہ یہ سامان حفاظت کرنے والے کے سبب محفوظ ہے۔ ہاں مسجد مال کی حفاظت کے لئے نہیں بنائی جاتی۔ پس یہ مال محرز بہ مکان نہ ہوا بہ خلاف حمام کے اور اس گھر کے جس میں داخلے کی اجازت دی گئی ہو۔ تو قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ احراز کے لئے بنائے جاتے ہیں کیونکہ مکان محرز ہوگا پس حراز بہ حافظ کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اور مہمان چور کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا' جس نے اپنے میزبان کا مال چوری کیا کیونکہ مہمان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت ملی ہے لہذا گھر اس کے حق میں محرز نہ رہا۔ کیونکہ مہمان گھر میں رہنے والوں کے حکم میں ہے پس اس کا یہ عمل خیانت ہوگا چوری نہ بنے گا۔

چور کا سامان گھر سے باہر نہ لانے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً فَلَمْ يُخْرِجْهَا مِنَ الدَّارِ لَمْ يُقْطَعْ لِاَنَّ الدَّارَ كُلَّهَا حِرْزٌ وَاحِدٌ فَلَا بُدَّ مِنَ الْإِخْرَاجِ مِنْهَا، وَلِاَنَّ الدَّارَ وَمَا فِيهَا فِي يَدِ صَاحِبِهَا مَعْنًى فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ عَدَمِ الْاَخْذِ فَإِنْ كَانَتْ دَارٌ فِيهَا مَقَاصِيرُ فَاَخْرَجَهَا مِنَ الْمَقْصُورَةِ اِلَى صَحْنِ الدَّارِ قُطِعَ) لِاَنَّ كُلَّ مَقْصُورَةٍ بِاعْتِبَارِ سَاكِنِهَا حِرْزٌ عَلٰى حِدَةٍ (وَاِنْ اَغَارَ اِنْسَانٌ مِنْ اَهْلِ الْمَقَاصِيرِ عَلٰى مَقْصُورَةٍ فَسَرَقَ مِنْهَا قُطِعَ) لِمَا بَيَّنَّا .

اور جس شخص نے کوئی سامان چرا لیا مگر اس کو گھر سے باہر نہ نکال سکا تھا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ مکمل حرز گھر سے نکالنا ہے اور ابھی تک وہ حرز نہ پایا گیا۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ گھر اور اس کے سامان کا حکم صاحب گھر کے قبضہ میں ہوتا ہے پس اس میں نہ لینے کا شبہ پایا گیا ہے۔ اور جب گھر ایسا ہے کہ جس میں کئی کمرے ہیں۔ اور چور ایک کمرے سے چوری کرتے ہوئے مال کو صحن تک لے آیا تو قطع ید ہوگا' کیونکہ ہر کمرہ اپنے رہنے والے کے لئے الگ حفاظت ہے۔ اور جب کمروں میں رہنے والوں

میں کسی نے دوسرے کے کرے سے جلد بازی کرتے ہوئے سامان چوری کیا' تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

نقب زنی سے چوری کرنے والے کا بیان

(وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ آخَرَ خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا) لِأَنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ الْإِخْرَاجُ لِاعْتِرَاضِ يَدٍ مُعْتَبَرَةٍ عَلَى الْمَالِ قَبْلَ خُرُوجِهِ . وَالثَّانِي لَمْ يُوجَدْ مِنْهُ هَتْكُ الْحِرْزِ فَلَمْ تَتِمَّ السَّرِقَةُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ: إِنْ أَخْرَجَ الدَّاخِلُ يَدَهُ وَنَاوَلَهَا الْخَارِجَ فَالْقَطْعُ عَلَى الدَّاخِلِ، وَإِنْ أَدْخَلَ الْخَارِجُ يَدَهُ فَتَنَاوَلَهَا مِنْ يَدِ الدَّاخِلِ فَعَلَيْهِمَا الْقَطْعُ . وَهِيَ بِنَاءٌ عَلَى مَسْأَلَةٍ تَأْتِي بَعْدَ هَذَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

(وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الطَّرِيقِ وَخَرَجَ فَأَخَذَهُ قُطِعَ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ الْإِلْقَاءَ غَيْرُ مُوجِبٍ لِلْقَطْعِ كَمَا لَوْ خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْ، وَكَذَا الْأَخْذُ مِنَ السِّكَّةِ كَمَا لَوْ أَخَذَهُ غَيْرُهُ .

وَلَنَا أَنَّ الرَّمْيَ حِيلَةٌ يَعْتَادُهَا السُّرَّاقُ لِتَعَذُّرِ الْخُرُوجِ مَعَ الْمَتَاعِ، أَوْ لِيَتَفَرَّغَ لِقِتَالِ صَاحِبِ الدَّارِ أَوْ لِلْفِرَارِ وَلَمْ تَعْتَرِضْ عَلَيْهِ يَدٌ مُعْتَبَرَةٌ فَاعْتُبِرَ الْكُلُّ فِعْلًا وَاحِدًا، فَإِذَا خَرَجَ وَلَمْ يَأْخُذْهُ فَهُوَ مُضَيِّعٌ لَا سَارِقٌ .

اور جب کسی چور نے نقب زنی کی اور گھر میں داخل ہو گیا اور مال چوری کر لیا اور گھر کے باہر سے اس سے کسی دوسرے نے لے لیا تو دونوں میں کسی پر بھی قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ پہلے کی جانب نکالنے کا حکم نہیں پایا گیا کیونکہ مال نکالنے سے پہلے اعتبار کردہ قبضہ پایا جا رہا ہے' جبکہ دوسرے شخص پر حرز ختم کرنے کا سبب نہ پایا گیا پس سرقہ دونوں میں سے کسی پر بھی پوری نہ ہوئی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ چور نے ہاتھ نکال کر باہر والے کو مال دیا تو قطع ہوگا' اور اگر باہر والے نے ہاتھ گھر میں داخل کر کے لیا تو دونوں پر قطع ہوگا' اور اس مسئلہ کی بناء ایک دوسرا مسئلہ پر ہے' جس کو ان شاء اللہ اس کے بعد بیان کر دیں گے۔

اور جب داخل نے سامان کو باہر نکالا اور باہر نکال کے اس کو لے گیا تو اس پر قطع ید واجب ہوگا' جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ محض القاء حد کو واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح وہ کوئی سامان لیے بغیر باہر چلا جائے اور اسی طرح گلی سے لینے والے کا حکم ہے' جس طرح نکالنے والے کے سوا کوئی دوسرا اٹھا لے جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے چوری کی یہ عادت ہے کہ وہ سامان نکالنے میں مشکل سے بچنے کے لئے پھینکنے کا ذریعہ اپناتے ہیں۔ یا پھر اس لئے اس طرح کرتے ہے' تاکہ گھر والے سے بھاگنے یا لڑنے کے لئے وہ خالی ہوں۔ اور اس میں قبضے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ پس یہ پورا ایک عمل شمار کریں گے۔ مگر جب وہ نکل گیا اور اس نے پھینکا ہوا سامان نہ لیا تو وہ ضائع کرنے والا ہے چور نہ ہوا۔

چور کا سامان گدھے پر لاد کر لے جانے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ حَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ فَسَاقَهُ وَاَخْرَجَهُ) لِاَنَّ سَيْرَهُ مُضَافٌ اِلَيْهِ لِسَوْقِهِ .

(وَاِذَا دَخَلَ الْحِرْزَ جَمَاعَةٌ فَتَوَلّٰى بَعْضُهُمُ الْاَخْذَ قُطِعُوْا جَمِيْعًا) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيْفُ: هٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَالْقِيَاسُ اَنْ يُقْطَعَ الْحَامِلُ وَحْدَهُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ ؛ لِاَنَّ الْاِخْرَاجَ وُجِدَ مِنْهُ فَتَمَّتِ السَّرِقَةُ بِهِ .

وَلَنَا اَنَّ الْاِخْرَاجَ مِنَ الْكُلِّ مَعْنًى لِلْمُعَاوَنَةِ كَمَا فِي السَّرِقَةِ الْكُبْرٰى، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُعْتَادَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ اَنْ يَحْمِلَ الْبَعْضُ الْمَتَاعَ وَيَتَشَمَّرَ الْبَاقُوْنَ لِلدَّفْعِ، فَلَوِ امْتَنَعَ الْقَطْعُ لَاَدّٰى اِلٰى سَدِّ بَابِ الْحَدِّ .

فرمایا: اور اسی طرح جب کسی شخص نے سامان گدھے پر لاد لیا اور اس کو ہانک کر لے گیا تو بھی قطع ید ہوگا' کیونکہ گدھے کا چلنا ہانکنے کے سبب سے اس چور کی طرف مضاف ہے اور جب متعدد لوگ محفوظ جگہ میں داخل ہوئے اور ان میں سے کسی ایک مال چوری کر لیا تو سب کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحسان کے پیش نظر ہے' جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ صرف چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے' کیونکہ مال کو لینا اس کی جانب ثابت ہے پس اسی سے چوری مکمل ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کے اعتبار سے ہر ایک کی جانب سے سامان نکالنا ثابت ہو جائے گا' کیونکہ چوری میں سب کی مدد شامل ہے' جس طرح ڈکیتی میں ہوتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ چوروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ایک چور سامان اٹھانے والا ہوتا ہے' جبکہ دوسرے اس کے دفاع کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پس عدم قطع کے سبب سے حد دروازوں کو بند کرنا لازم آئے گا۔

نقب زنی کرنے والے کا باہر سے چوری کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ وَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهِ وَاَخَذَ شَيْئًا لَمْ يُقْطَعْ) وَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ فِي الْاِمْلَاءِ اَنَّهُ يُقْطَعُ لِاَنَّهُ اَخْرَجَ الْمَالَ مِنَ الْحِرْزِ وَهُوَ الْمَقْصُوْدُ فَلَا يُشْتَرَطُ الدُّخُوْلُ فِيْهِ، كَمَا اِذَا اَدْخَلَ يَدَهُ فِيْ صُنْدُوْقِ الصَّيْرَفِيِّ فَاَخْرَجَ الْغِطْرِيْفِيَّ .

وَلَنَا اَنَّ هَتْكَ الْحِرْزِ يُشْتَرَطُ فِيْهِ الْكَمَالُ تَحَرُّزًا عَنْ شُبْهَةِ الْعَدَمِ وَالْكَمَالُ فِي الدُّخُوْلِ، وَقَدْ اَمْكَنَ اعْتِبَارُهُ وَالدُّخُوْلُ هُوَ الْمُعْتَادُ .

بِخِلَافِ الصُّنْدُوْقِ لِاَنَّ الْمُمْكِنَ فِيْهِ اِدْخَالُ الْيَدِ دُوْنَ الدُّخُوْلِ، وَبِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ حَمْلِ الْبَعْضِ الْمَتَاعَ لِاَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْمُعْتَادُ .

اور جب کسی نے کمرے میں نقب زنی کی اور باہر سے ہاتھ ڈال کر چوری کر ڈالی تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے املاء میں اس طرح روایت کیا گیا ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس نے محفوظ جگہ سے مال چوری کیا ہے اور اس کا مقصود بھی یہی تھا۔ پس گھر میں داخلہ شرط نہ ہوگا' جس طرح اس نے سنار کے صندوق میں اپنا ہاتھ داخل کر کے اس سے غطریف کا درہم نکالا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مکمل حرز میں ہتک شرط ہے' تا کہ حرز نہ ہونے یا پھر کامل طریقے سے داخل نہ ہونے کا شبہ نہ ہو اور اس کا اعتبار کرنا ممکن بھی ہے' جبکہ دخول معتاد ہے۔ بہ خلاف صندوق کے کیونکہ اس میں ہاتھ ڈالنا ہی ممکن ہوتا ہے اور اس میں داخل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور بہ خلاف اس ایک آدمی کے سامان نکالنے کے کیونکہ پوری جماعت کی چوری میں معتاد طریقہ یہی ہے۔

چور کا آستین کی تھیلی کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ طَرَّ صُرَّةً خَارِجَةً مِنَ الْكُمِّ لَمْ يُقْطَعْ، وَاِنْ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْكُمِّ يُقْطَعُ) لِاَنَّ فِي الْوَجْهِ الْاَوَّلِ الرِّبَاطَ مِنْ خَارِجٍ، فَبِالطَّرِّ يَتَحَقَّقُ الْاَخْذُ مِنَ الظَّاهِرِ فَلَا يُوجَدُ هَتْكُ الْحِرْزِ .

وَفِي الثَّانِي الرِّبَاطُ مِنْ دَاخِلٍ، فَبِالطَّرِّ يَتَحَقَّقُ الْاَخْذُ مِنَ الْحِرْزِ وَهُوَ الْكُمُّ، وَلَوْ كَانَ مَكَانَ الطَّرِّ حَلُّ الرِّبَاطِ، ثُمَّ الْاَخْذُ فِي الْوَجْهَيْنِ يَنْعَكِسُ الْجَوَابُ لِانْعِكَاسِ الْعِلَّةِ .

وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ يُقْطَعُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ لِاَنَّهُ مُحْرَزٌ اِمَّا بِالْكُمِّ اَوْ بِصَاحِبِهِ .

قُلْنَا: الْحِرْزُ هُوَ الْكُمُّ لِاَنَّهُ يَعْتَمِدُهُ، وَاِنَّمَا قَصْدُهُ قَطْعُ الْمَسَافَةِ اَوِ الْاِسْتِرَاحَةِ فَاَشْبَهَ الْجُوَالِقَ .

اور جب چور نے کوئی ایسی تھیلی کو کاٹ دیا جو آستین سے باہر تھی' تو قطع ید نہ ہوگا' اور جب اس نے آستین میں ہاتھ ڈال کر تھیلی کو کاٹ دیا تو قطع ید ہوگا۔ اس لئے کہ پہلی حالت میں تھیلی کا باندھنا باہر کی جانب ہوگا' جس کے کاٹنے سے ظاہری طور پر لینا ثابت ہوگا' اور حفاظت کی بے حرمتی نہیں پائی جائے گی اور دوسری حالت میں تھیلی کا اندر کی جانب باندھنا بنے گا لہٰذا اب کاٹنے سے حرز یعنی آستین سے لینا ثابت ہوگا' اور جب کاٹنے کی جگہ باندھنے کی گرہ ہو، اور اس کے بعد چور نے اس کو لیا ہو تو دونوں حالتوں میں حکم اس کے خلاف ہوگا' کیونکہ اب علت بدل چکی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر حالت میں قطع ید ہوگا' کیونکہ وہ مال آستین کے سبب یا آستین والے کے سبب سے محفوظ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حرز آستین ہی ہے' کیونکہ مالک نے اسی پر اعتماد کیا ہوا ہے اور اس کا ارادہ سفر کرنا یا آزاد کرنا ہے۔ لہٰذا یہ گٹھڑی کے مشابہ ہو جائے گا۔

اونٹوں کی قطار سے چوری کرنے کا بیان

(وَاِنْ سَرَقَ مِنَ الْقِطَارِ بَعِيْرًا اَوْ حِمْلًا لَمْ يُقْطَعْ) لِاَنَّهُ لَيْسَ بِمُحْرَزٍ مَقْصُوْدًا فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ

الْعَدَمِ، وَهٰذَا لِاَنَّ السَّائِقَ وَالْقَائِدَ وَالرَّاكِبَ يَقْصِدُونَ قَطْعَ الْمَسَافَةِ وَنَقْلَ الْاَمْتِعَةِ دُونَ الْحِفْظِ .
حَتّٰى لَوْ كَانَ مَعَ الْاَحْمَالِ مَنْ يَتْبَعُهَا لِلْحِفْظِ قَالُوا يُقْطَعُ (وَاِنْ شَقَّ الْحِمْلَ وَاَخَذَ مِنْهُ قُطِعَ) لِاَنَّ الْجُوَالِقَ فِي مِثْلِ هٰذَا حِرْزٌ لِاَنَّهُ يَقْصِدُ بِوَضْعِ الْاَمْتِعَةِ فِيهِ صِيَانَتَهَا كَالْكُمِّ فَوُجِدَ الْاَخْذُ مِنَ الْحِرْزِ فَيُقْطَعُ .

اور جب کسی شخص نے اونٹوں کی قطار میں سے کسی اونٹ کو یا اونٹ سے سامان چور کرلیا تو قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ یہ احراز کے طور پر محفوظ نہیں ہے، اور عدم احراز کا شبہ پایا جائے گا۔ اور حکم اس وقت ہے' جب سائق، قائد اور سوار سفر کرنے اور سامان نقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں حفاظت کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ جب سامان کے ساتھ پیچھے سے کوئی حفاظت کرنے والا ہو تو مشائخ فقہاء نے کہا ہے: قطع ید ہوگا' کیونکہ اس حالت میں گھٹڑی محفوظ ہے' کیونکہ آستین کی طرح اس میں سامان رکھ کر اس سے حفاظت مقصود ہے۔ پس یہاں مقام محفوظ سے حرز پایا جارہا ہے لہٰذا قطع ید واجب ہوگا۔

گھٹڑی چوری کرنے کا بیان

(وَاِنْ سَرَقَ جُوَالِقًا فِيهِ مَتَاعٌ وَصَاحِبُهُ يَحْفَظُهُ اَوْ نَائِمٌ عَلَيْهِ قُطِعَ) وَمَعْنَاهُ اِنْ كَانَ الْجُوَالِقُ فِي مَوْضِعٍ هُوَ لَيْسَ بِحِرْزٍ كَالطَّرِيقِ وَنَحْوِهِ حَتّٰى يَكُونَ مُحَرَّزًا بِصَاحِبِهِ لِكَوْنِهِ مُتَرَصِّدًا لِحِفْظِهِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْحِفْظُ الْمُعْتَادُ وَالْجُلُوسُ عِنْدَهُ وَالنَّوْمُ عَلَيْهِ يُعَدُّ حِفْظًا عَادَةً وَكَذَا النَّوْمُ بِقُرْبٍ مِنْهُ عَلٰى مَا اخْتَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .
وَذُكِرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ، وَصَاحِبُهُ نَائِمٌ عَلَيْهِ اَوْ حَيْثُ يَكُونُ حَافِظًا لَهُ، وَهٰذَا يُؤَكِّدُ مَا قَدَّمْنَاهُ مِنَ الْقَوْلِ الْمُخْتَارِ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب کسی شخص نے ایسی گھٹڑی چرائی کہ اس میں سامان تھا اور اس کا مالک اسکی حفاظت کرنے والا تھا۔ یا وہ اس کے پاس سویا ہوا تھا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ گھٹڑی ایسی جگہ پر ہو جو محرز نہ ہو جس طرح راستہ وغیرہ ہے یہاں تک کہ وہ مال مالک کے سبب محرز بن جائے۔ کیونکہ مالک اس مال کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے کہ حفاظت میں معتاد کا اعتبار کیا گیا ہے اور سامان پر بیٹھنا یا اس پر سونا یہ عرف کے مطابق حفاظت شمار کیا جاتا ہے ہاں سامان کے قریب سونا بھی حفاظت میں داخل ہے' جس طرح اس سے پہلے ہم اسی کو اختیار کر چکے ہیں۔ اور جامع صغیر کے بعض نسخوں میں اس طرح ہے کہ ''وَصَاحِبُهُ نَائِمٌ عَلَيْهِ اَوْ حَيْثُ يَكُونُ حَافِظًا لَهُ '' اس قول کے سبب ہمارے بیان کردہ ما قبل قول کی تاکید ہوتی ہے۔ اللہ ہی سب زیادہ صحیح جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ فِی کَیْفِیَّةِ الْقَطْعِ وَاِثْبَاتِہٖ

﴿یہ فصل قطع ید کے طریقے اور اس کے اثبات کے بیان میں ہے﴾

فصل کیفیت قطع کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے باب حد سرقہ کی تعریف واحکام اور ثبوت سرقہ کے شواہد ذکر کرنے کے بعد اب اس فصل میں یہ احکام بیان کر رہے ہیں کہ سارق کا ہاتھ کہاں سے اور کس طرح کاٹا جائے گا۔ اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کہ قطع ید تب ہی ہوگا' جب کسی پر حد ثابت ہو جائے گی۔ لہٰذا حد سرقہ کا مفہوم سمجھنے اور اس کے وجوب کے احکام کو جان لینے کے بعد اس کی ضرورت پیش آئے گی کہ اس ثابت ہونے والی حد کا نفاذ یعنی قطع ید کس کیا جائے۔ اس فصل میں ہاتھ کو کاٹنا اور پھر پاؤں کو اور اسی طرح خلاف کے حکم کے مطابق جو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ اور عملی اجراء کا طریقہ کار بیان کیا جائے گا۔

چور کے ہاتھ کو کہاں سے کاٹا جائے گا

قَالَ (وَیُقْطَعُ یَمِیْنُ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ وَیُحْسَمُ) فَالْقَطْعُ لِمَا تَلَوْنَاهُ مِنْ قَبْلُ، وَالْیَمِیْنُ بِقِرَاءَ ةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمِنَ الزَّنْدِ لِاَنَّ الِاسْمَ یَتَنَاوَلُ الْیَدَ اِلَی الْاِبِطِ، وَهٰذَا الْمَفْصِلُ: اَعْنِی الرُّسْغَ مُتَیَقَّنٌ بِهٖ، کَیْفَ وَقَدْ صَحَّ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَ بِقَطْعِ یَدِ السَّارِقِ مِنَ الزَّنْدِ، وَالْحَسْمُ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَاقْطَعُوْهُ وَاحْسِمُوْهُ،) " وَلِاَنَّهُ لَوْ لَمْ یُحْسَمْ یُفْضِی اِلَی التَّلَفِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ (فَاِنْ سَرَقَ ثَانِیًا قُطِعَتْ رِجْلُهُ الْیُسْرَی، فَاِنْ سَرَقَ ثَالِثًا لَمْ یُقْطَعْ وَخُلِّدَ فِی السِّجْنِ حَتّٰی یَتُوْبَ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ وَیُعَزَّرُ اَیْضًا، ذَکَرَهُ الْمَشَایِخُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِی الثَّالِثَةِ تُقْطَعُ یَدُهُ الْیُسْرَی، وَفِی الرَّابِعَةِ تُقْطَعُ رِجْلُهُ الْیُمْنٰی لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْهُ، فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْهُ، فَاِنْ عَادَ فَاقْطَعُوْهُ) وَیُرْوٰی مُفَسَّرًا کَمَا هُوَ مَذْهَبُهُ، وَلِاَنَّ الثَّالِثَةَ مِثْلُ الْاُوْلٰی فِی کَوْنِهَا جِنَایَةً بَلْ فَوْقَهَا فَتَکُوْنُ اَدْعٰی اِلٰی شَرْعِ الْحَدِّ .

وَلَنَا قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيهِ: إِنِّي لَأَسْتَحِي مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ لَا أَدَعَ لَهُ يَدًا يَأْكُلُ بِهَا وَيَسْتَنْجِي بِهَا وَرِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا، وَبِهٰذَا حَاجَّ بَقِيَّةَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَحَجَّهُمْ فَانْعَقَدَ إِجْمَاعًا، وَلِأَنَّهُ إِهْلَاكٌ مَعْنًى لِمَا فِيهِ مِنْ تَفْوِيتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ، وَلِأَنَّهُ نَادِرُ الْوُجُودِ وَالزَّجْرُ فِيمَا يَغْلِبُ وُقُوعُهُ بِخِلَافِ الْقِصَاصِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ فَيُسْتَوْفَى مَا أَمْكَنَ جَبْرًا لِحَقِّهِ .وَالْحَدِيثُ طَعَنَ فِيهِ الطَّحَاوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَوْ نَحْمِلُهُ عَلَى السِّيَاسَةِ

فرمایا: کلائی سے چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا' اور اس کو داغ دیا جائے گا۔ البتہ کاٹنے کا ثبوت اس آیت مبارکہ سے ہے۔ جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور دائیں ہاتھ کو کاٹنے کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سے ہے اور پہنچے سے کاٹنا اس لئے ہے کہ لفظ ید بغل تک کا نام ہے لہٰذا یہ جوڑ یقینی طور پر اس کو شامل ہوگا' اور یہ کیونکر ثابت نہ ہوگا حالانکہ اس کا ثبوت صحیح روایت کے ساتھ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پہنچے سے چور کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اور داغنے کا حکم نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اس کو داغ دو کیونکہ اگر اس کو داغا نہ جائے' تو وہ ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہوگا حالانکہ حد سزا کا دینا ہے نہ کسی کو ضائع کرنا ہے۔

اور اگر چور دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا' اور اگر وہ تیسری بار چوری کرے تو اب کاٹنا نہیں ہوگا بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اور یہ استحسان ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور مشائخ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تیسری بار اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا' اور چوتھی بار اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص چوری کرے اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو پھر کاٹ دو اور اگر وہ تین بار چوری کرے تب بھی کاٹ دو اور یہ حدیث اسی تفسیر کے ساتھ بیان ہوئی ہے' جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے' کیونکہ تیسری بار چوری کرنا جنایت میں پہلی چوری کی طرح ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے پس اس میں حد کی مشروعیت کا زیادہ حق ہے۔

ہماری یعنی فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چور کا ایک ہاتھ بھی نہ چھوڑوں کہ جس سے کھا سکے اور استنجاء کر سکے۔ اور ایک پاؤں بھی نہ چھوڑوں کہ جس کے سہارے پر وہ چل سکے۔ اسی قول کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے بحث کی لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دلیل کی قوت میں ان پر غالب آ گئے۔ اور پھر اسی قول پر اجماع منعقد ہو گیا۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ (مذکورہ احوال یعنی جس سارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں) یہ ہلاک کرنا ہے' کیونکہ اس میں نفع کی جنس کا ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حد سزا دینا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ نادر الوقوع ہے' جبکہ سزا کثیر الوقوع میں ثابت ہوتی ہے' جبکہ قصاص میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ قصاص بندے کا حق ہے پس اس کا حق پورا کرنے کے لئے حتیٰ الامکان قصاص وصول کیا جائے گا' جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے طعن کیا یا پھر اس کو ہم سیاست مدنیہ پر محمول کریں گے۔

چور کے ہاتھ کا فالج زدہ ہونے کا بیان

(وَاِذَا كَانَ السَّارِقُ اَشَلَّ الْيَدِ الْيُسْرٰى اَوْ اَقْطَعَ اَوْ مَقْطُوعَ الرِّجْلِ الْيُمْنٰى لَمْ يُقْطَعْ) لِاَنَّ فِيهِ تَفْوِيتَ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ بَطْشًا اَوْ مَشْيًا، وَكَذَا اِذَا كَانَتْ رِجْلُهُ الْيُمْنٰى شَلَّاءَ لِمَا قُلْنَا (وَكَذَا اِذَا كَانَتْ اِبْهَامُهُ الْيُسْرٰى مَقْطُوعَةً اَوْ شَلَّاءَ اَوِ الْاُصْبُعَانِ مِنْهَا سِوَى الْاِبْهَامِ) لِاَنَّ قِوَامَ الْبَطْشِ بِالْاِبْهَامِ (فَاِنْ كَانَتْ اُصْبُعٌ وَاحِدَةٌ سِوَى الْاِبْهَامِ مَقْطُوعَةً اَوْ شَلَّاءَ قُطِعَ) لِاَنَّ فَوَاتَ الْوَاحِدَةِ لَا يُوجِبُ خَلَلًا ظَاهِرًا فِي الْبَطْشِ، بِخِلَافِ فَوَاتِ الْاُصْبُعَيْنِ لِاَنَّهُمَا يَتَنَزَّلَانِ مَنْزِلَةَ الْاِبْهَامِ فِي نُقْصَانِ الْبَطْشِ۔

اور جب چور کا بایاں ہاتھ فالج زدہ ہو یا کٹا ہوا ہو یا اس کا دایاں پاؤں کٹا ہوا ہو تو حد قطع نہ ہوگی کیونکہ اس میں پکڑنے کی یا چلنے کی جنس منفعت ختم ہو چکی ہے۔ اسی طرح جب اس کا دایاں پاؤں فالج زدہ ہو تو اسی دلیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح جب اس کا بایاں انگوٹھا کٹا ہوا ہو یا فالج زدہ ہو یا بائیں انگوٹھے کے سوا بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا فالج زدہ ہوں کیونکہ پکڑنا انگوٹھے کے سبب مکمل ہوتا ہے اور جب انگوٹھے کے سوا ایک انگلی کٹی ہوئی ہو یا فالج زدہ ہو تو حد قطع واجب ہوگی کیونکہ ایک انگلی کے کٹنے کے سبب پکڑنے میں ظاہری طور پر کوئی خلل اندازی نہیں ہوتی، جبکہ دو انگلیوں کے کٹ جانے میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ ہتھیلی کے نقصان کے اعتبار سے دو انگلیوں کو انگوٹھے کے قائم کر دیا گیا ہے۔

حداد کا عمداً بایاں ہاتھ کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِلْحَدَّادِ اقْطَعْ يَمِينَ هٰذَا فِي سَرِقَةٍ سَرَقَهَا فَقَطَعَ يَسَارَهُ عَمْدًا اَوْ خَطَاً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ فِي الْخَطَاِ وَيَضْمَنُ فِي الْعَمْدِ) وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: يَضْمَنُ فِي الْخَطَاِ اَيْضًا وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَالْمُرَادُ بِالْخَطَاِ هُوَ الْخَطَاُ فِي الْاِجْتِهَادِ، وَاَمَّا الْخَطَاُ فِي مَعْرِفَةِ الْيَمِينِ وَالْيَسَارِ لَا يُجْعَلُ عَفْوًا۔ وَقِيلَ يُجْعَلُ عُذْرًا اَيْضًا۔ لَهُ اَنَّهُ قَطَعَ يَدًا مَعْصُومَةً وَالْخَطَاُ فِي حَقِّ الْعِبَادِ غَيْرُ مَوْضُوعٍ فَيَضْمَنُهَا۔

قُلْنَا اِنَّهُ اَخْطَاَ فِي اجْتِهَادِهِ، اِذْ لَيْسَ فِي النَّصِّ تَعْيِينُ الْيَمِينِ، وَالْخَطَاُ فِي الْاِجْتِهَادِ مَوْضُوعٌ۔ وَلَهُمَا اَنَّهُ قَطَعَ طَرَفًا مَعْصُومًا بِغَيْرِ حَقٍّ وَلَا تَاْوِيلٍ لِاَنَّهُ تَعَمَّدَ الظُّلْمَ فَلَا يُعْفٰى وَاِنْ كَانَ فِي الْمُجْتَهَدَاتِ، وَكَانَ يَنْبَغِي اَنْ يَجِبَ الْقِصَاصُ اِلَّا اَنَّهُ امْتَنَعَ لِلشُّبْهَةِ۔

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ اَتْلَفَ وَاَخْلَفَ مِنْ جِنْسِهِ مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ فَلَا يُعَدُّ اِتْلَافًا كَمَنْ شَهِدَ عَلٰى غَيْرِهِ بِبَيْعِ مَالِهِ بِمِثْلِ قِيمَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ، وَعَلٰى هٰذَا لَوْ قَطَعَهُ غَيْرُ الْحَدَّادِ لَا يَضْمَنُ

اَيضًا هُوَ الصَّحِيحُ .وَلَوْ اَخْرَجَ السَّارِقُ يَسَارَهُ وَقَالَ هٰذِهٖ يَمِينِي لَا يَضْمَنُ بِالاِتِّفَاقِ لِاَنَّ قَطْعَهُ بِاَمْرِهٖ .ثُمَّ فِي الْعَمْدِ عِنْدَهُ عَلَيْهِ ضَمَانُ الْمَالِ لِاَنَّهُ لَمْ يَقَعْ حَدًّا .وَفِي الْخَطَاِ كَذٰلِكَ عَلٰى هٰذِهِ الطَّرِيقَةِ، وَعَلٰى طَرِيقَةِ الاِجْتِهَادِ لَا يَضْمَنُ

فرمایا: اور جب حاکم نے حداد سے کہا کہ اس شخص کا دایاں ہاتھ ایک چوری میں کاٹ دو تو حداد نے جان بوجھ کر یا بھول کر اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک حداد پر کچھ بھی واجب نہ ہوگا۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک خطاء کی صورت میں اس پر ضمان نہیں ہے' لیکن عمد کی حالت میں وہ ضامن ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ خطاء میں بھی وہ ضامن ہوگا' کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہی ہے اور خطاء سے اجتہادی غلطی مراد ہے' جبکہ یمین ویسر کی پہچان میں غلطی کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ ایک قول یہ ہے کہ اسے بھی عذر قرار دیا جائے گا۔ امام زفر علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے معصوم ہاتھ کاٹ دیا ہے اور بندوں کے حق میں خطاء ثابت نہیں ہے پس حداد اس ہاتھ کا ضامن ہوگا۔

جبکہ ہم کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے' کیونکہ نص میں یمین کا تعین موجود نہیں ہے اور خطاء اجتہاد میں ثابت ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ناحق عضو کو کاٹ دیا ہے اور یہاں کوئی تاویل بھی نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اس نے ارادے کے طور پر ظلم کیا ہے اور اگر چہ اجتہادی امور میں ہوا ہے لہٰذا اس پر قصاص واجب ہونا چاہے تھا جبکہ شبہ کے سبب قصاص واجب نہ ہو سکا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یقینی طور پر اس نے ایک ہاتھ کو ہلاک کیا ہے مگر اسی کا ہم جنس دوسرا ہاتھ چھوڑ دیا ہے کاٹے ہوئے ہاتھ سے بہتر ہے پس اس کو اتلاف شمار نہ کیا جائے گا' جس طرح کسی نے دوسرے کے خلاف مثلی قیمت پر مال بیچنے کی شہادت دی اور اس کے بعد وہ شہادت مکر گیا۔

اسی طرح جب حداد کے سوا کسی دوسرے نے چور کا ہاتھ کاٹ دیا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا' اور صحیح یہی ہے اور جب چور نے اپنا دایاں ہاتھ نکال کر کہا کہ یہ میرا ہاتھ ہے' تو اس صورت میں کاٹنے والا بہ اتفاق ضامن نہ ہوگا' کیونکہ اس نے چور کے حکم سے اس کو کاٹا ہے اس کے بعد عمد میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مطابق سارق پر مال ضمان واجب ہے' کیونکہ حد پوری نہیں ہوئی ہے اور خطاء میں بھی اسی طرح مال واجب ہوگا۔ جبکہ طریقہ اجتہاد پر وہ ضامن نہ ہوگا۔

حد سرقہ کے لئے سعدھ کے مطالبے کا بیان

(وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ اِلَّا اَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوقُ مِنْهُ فَيُطَالِبُ بِالسَّرِقَةِ) لِاَنَّ الْخُصُومَةَ شَرْطٌ لِظُهُورِهَا، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الشَّهَادَةِ وَالْاِقْرَارِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فِي الْاِقْرَارِ، لِاَنَّ الْجِنَايَةَ عَلٰى مَالِ الْغَيْرِ لَا تَظْهَرُ اِلَّا بِخُصُومَتِهٖ، وَكَذَا اِذَا غَابَ عِنْدَ الْقَطْعِ عِنْدَنَا، لِاَنَّ الِاسْتِيفَاءَ مِنْ

الْقَضَاءِ فِی بَابِ الْحُدُوْدِ

اور چور کا ہاتھ اس وقت تک نہ کاٹا جائے جب تک مسروق منہ حاضر ہو کر اس کا مطالبہ نہ کرے۔ اس لئے کہ چوری ظاہر کرنے کے لئے جھگڑا شرط ہے ہمارے نزدیک اقرار اور شہادت میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ اقرار میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے کیونکہ جھگڑے کے بغیر دوسرے کے مال پر جنایت ظاہر نہ ہوگی۔ اور اسی طرح جب مسروق منہ قطع کے وقت غائب ہو جائے تو قطع ید نہ ہوگا' کیونکہ قاضی کے احکام قضاء میں سے حد کو پورا کرنا ہے اور یہ باب الحدود میں سے ہے۔

ودیعت والوں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان

(وَلِلْمُسْتَوْدَعِ وَالْغَاصِبِ وَصَاحِبِ الرِّبَا اَنْ یَقْطَعُوا السَّارِقَ مِنْهُمْ) وَلِرَبِّ الْوَدِیعَةِ اَنْ یَقْطَعَهُ اَیْضًا، وَکَذَا الْمَغْصُوبُ مِنْهُ ۔

وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِیُّ: لَا یُقْطَعُ بِخُصُوْمَةِ الْغَاصِبِ وَالْمُسْتَوْدَعِ، وَعَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ الْمُسْتَعِیْرُ وَالْمُسْتَاجِرُ وَالْمُضَارِبُ وَالْمُسْتَبْضِعُ وَالْقَابِضُ عَلٰی سَوْمِ الشِّرَاءِ وَالْمُرْتَهِنُ وَکُلُّ مَنْ لَهُ یَدٌ حَافِظَةٌ سِوَی الْمَالِكِ، وَیُقْطَعُ بِخُصُوْمَةِ الْمَالِكِ فِی السَّرِقَةِ مِنْ هٰؤُلَاءِ اِلَّا اَنَّ الرَّاهِنَ اِنَّمَا یُقْطَعُ بِخُصُوْمَتِهٖ حَالَ قِیَامِ الرَّهْنِ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّیْنِ لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ فِی الْمُطَالَبَةِ بِالْعَیْنِ بِدُوْنِهٖ ۔ وَالشَّافِعِیُّ بَنَاهُ عَلٰی اَصْلِهٖ اَنْ لَا خُصُوْمَةَ لِهٰؤُلَاءِ فِی الْاِسْتِرْدَادِ عِنْدَهُ ۔ وَزُفَرُ یَقُوْلُ: وِلَایَةُ الْخُصُوْمَةِ فِی حَقِّ الْاِسْتِرْدَادِ ضَرُوْرَةُ الْحِفْظِ فَلَا تَظْهَرُ فِی حَقِّ الْقَطْعِ لِاَنَّ فِیْهِ تَفْوِیْتَ الصِّیَانَةِ ۔

وَلَنَا اَنَّ السَّرِقَةَ مُوْجِبَةٌ لِلْقَطْعِ فِی نَفْسِهَا، وَقَدْ ظَهَرَتْ عِنْدَ الْقَاضِی بِحُجَّةٍ شَرْعِیَّةٍ وَهِیَ شَهَادَةُ رَجُلَیْنِ عَقِیْبَ خُصُوْمَةٍ مُعْتَبَرَةٍ مُطْلَقًا اِذِ الْاِعْتِبَارُ لِحَاجَتِهِمْ اِلَی الْاِسْتِرْدَادِ فَیَسْتَوْفِی الْقَطْعَ ۔ وَالْمَقْصُوْدُ مِنَ الْخُصُوْمَةِ اِحْیَاءُ حَقِّهٖ وَسُقُوْطُ الْعِصْمَةِ ضَرُوْرَةُ الْاِسْتِیْفَاءِ فَلَمْ یُعْتَبَرْ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِشُبْهَةٍ مَوْهُوْمَةِ الْاِعْتِرَاضِ کَمَا اِذَا حَضَرَ الْمَالِكُ وَغَابَ الْمُؤْتَمَنُ فَاِنَّهُ یُقْطَعُ بِخُصُوْمَتِهٖ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ وَاِنْ کَانَتْ شُبْهَةُ الْاِذْنِ فِی دُخُوْلِ الْحِرْزِ ثَابِتَةً ۔

ودیعت کرنے والا، غصب کرنے والا اور سود والے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اپنے چوروں کا ہاتھ کاٹ دیں اور صاحب ودیعت کو بھی ہاتھ کاٹنے کا اختیار ہے اور مغصوب منہ کو بھی اختیار حاصل ہے۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ غاصب اور مستودع کے جھگڑے سے قطع ید نہ ہو گا۔ کیونکہ مستعیر، مستاجر، مضارب، مستبضع، سوم شراء پر قابض، مرتہن اور مالک کے سوا ہر وہ شخص جو حفاظت کے ارادے سے کسی چیز پر قابض

ہواان سب کا حکم اسی اختلاف پر ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کے ہاں چوری کرنے پر اصلی مالک کے جھگڑے سے بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے گا مگر راہن کے جھگڑے پر ہاتھ تب کاٹا جائے گا' جب تقضائے قرض کے بعد رہن باقی رہنے والی ہو۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی کے بغیر راہن کو مرہونہ کے مطالبے کا حق حاصل نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی عیشیہ کا موقف ان کی اس دلیل پر مبنی ہے کہ ان کے نزدیک ان لوگوں کو یہ مال واپس لینے کے لئے جھگڑنے کا حق نہیں ہے۔ حضرت امام زفر عیشیہ فرماتے ہیں کہ مال واپس لینے کے حق میں جھگڑنے کی ولایت ضرورت حفاظت کے سبب سے تھی پس یہ ولایت قطع ید کے حق میں ظاہر نہ ہوگی کیونکہ اس میں حفاظت ختم ہو جانے والی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ چوری بہ ذات خود حد کو واجب کرنے والی ہے اور قاضی کے روبرو شرعی دلیل کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے یعنی علی الاطلاق جھگڑے کے معتبر ہونے کے بعد دو گواہوں نے چوری کی شہادت دی ہے۔ پس ان لوگوں کے واپس لینے کی ضرورت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا پس قطع ید کا حکم مکمل حاصل ہونے والا ہے۔ اور خصومت کا مقصد مالک کے حق میں احیاء ہے اور سقوط عصمت کا ہونا حق کی مکمل ادائیگی کی ضرورت میں سے ہے پس اس سقوط کا اعتبار نہ کیا جائے گا' اور اس شبہ کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا' جس کے آنے کا وہم ہو جس طرح یہ ہے کہ جب مالک حاضر ہو جائے اور مرتہن غائب ہو جائے' تو ظاہر الروایت کے مطابق مالک کی خصومت پر قطع ید ہوگا۔ اگر چہ محفوظ مقام پر داخل ہونے کی اجازت کا شبہ بھی اپنی جگہ موجود ہے۔

قطع ید میں سارق اول کے عدم حق کا بیان

(وَإِنْ قُطِعَ سَارِقٌ بِسَرِقَةٍ فَسُرِقَتْ مِنْهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَا لِرَبِّ السَّرِقَةِ أَنْ يَقْطَعَ السَّارِقَ الثَّانِي) لِأَنَّ الْمَالَ غَيْرُ مُتَقَوِّمٍ فِي حَقِّ السَّارِقِ حَتَّى لَا يَجِبَ عَلَيْهِ الضَّمَانُ بِالْهَلَاكِ فَلَمْ تَنْعَقِدْ مُوجِبَةً فِي نَفْسِهَا، وَلِلْأَوَّلِ وِلَايَةُ الْخُصُومَةِ فِي الِاسْتِرْدَادِ فِي رِوَايَةٍ لِحَاجَتِهِ إذْ الرَّدُّ وَاجِبٌ عَلَيْهِ (وَلَوْ سَرَقَ الثَّانِي قَبْلَ أَنْ يُقْطَعَ الْأَوَّلُ أَوْ بَعْدَ مَا دُرِءَ الْحَدُّ بِشُبْهَةٍ يُقْطَعُ بِخُصُومَةِ الْأَوَّلِ) لِأَنَّ سُقُوطَ التَّقَوُّمِ ضَرُورَةُ الْقَطْعِ وَلَمْ يُوجَدْ فَصَارَ كَالْغَاصِبِ

اور جب کسی شخص کا چوری کے سبب ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور اس کے بعد وہ مسروقہ مال اس کے ہاں سے بھی چوری ہو گیا تو پہلے چور اور اصلی مالک کو حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دوسرے چور کے ہاتھ کٹوا دیں کیونکہ یہ مال پہلے چور کے حق میں مال متقوم نہ رہا حتیٰ کہ اس کی ہلاکت پر ضمان بھی نہیں ہے پس یہ چوری بہ ذات خود حد قطع کو واجب کرنے والی نہ ہوئی اور ایک روایت کے مطابق سارق اول کو مال واپس لینے کے بارے میں خصومت کرنے کی ولایت حاصل ہے اس کو واپس لینے کی ضرورت ہے لہٰذا اس پر رد واجب ہو جائے گا۔

اور جب دوسرے چور نے سارق اول کے قطع ید یا کسی شبہہ سے حد دور ہونے کے بعد چوری کی ہے' تو سارق اول کی خصومت کے سبب اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ کیونکہ چوری شدہ مال میں تقویم کا سقوط قطع ید کی ضرورت کے سبب سے تھا حالانکہ

قطع ید نہیں پایا گیا تو یہ غاصب کی طرح ہو جائے گا۔

حاکم کے ہاں معاملہ جانے سے پہلے مال واپس کرنے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً فَرَدَّهَا عَلَى الْمَالِكِ قَبْلَ الِارْتِفَاعِ) إِلَى الْحَاكِمِ (لَمْ يُقْطَعْ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُقْطَعُ اعْتِبَارًا بِمَا إِذَا رَدَّهُ بَعْدَ الْمُرَافَعَةِ .

وَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ الْخُصُومَةَ شَرْطٌ لِظُهُورِ السَّرِقَةِ، لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ إِنَّمَا جُعِلَتْ حُجَّةً ضَرُورَةَ قَطْعِ الْمُنَازَعَةِ وَقَدْ انْقَطَعَتْ الْخُصُومَةُ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْمُرَافَعَةِ لِانْتِهَاءِ الْخُصُومَةِ لِحُصُولِ مَقْصُودِهَا فَتَبْقَى تَقْدِيرًا

اور جب کسی چور نے چوری کی اور معاملہ حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی چور نے وہ مال واپس کر دیا ہے تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ انہوں نے اس کی اس صورت پر قیاس کیا ہے کہ جب معاملہ قاضی کے پاس لے جانے کے بعد مال کو واپس کیا جائے جبکہ ظاہر الروایت کے مطابق چوری کے ظہور کے لئے خصومت شرط ہے کیونکہ قطع ید کو جھگڑے کی ضرورت کے سبب سے شہادت کو حجت قرار دیا گیا ہے اور جب جھگڑا ختم ہو چکا ہے بہ خلاف اس کے کہ جب معاملہ حاکم کے ہاں لے جایا گیا ہو کیونکہ خصومت کا مقصد حاصل ہو جانے پر خصومت اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ البتہ تقدیری طور پر وہ باقی رہنے والی ہے۔

حد قطع کے بعد مال ہبہ ہونے سے سقوط حد کا بیان

(وَإِذَا قُضِيَ عَلَى رَجُلٍ بِالْقَطْعِ فِي سَرِقَةٍ فَوُهِبَتْ لَهُ لَمْ يُقْطَعْ) مَعْنَاهُ إِذَا سُلِّمَتْ إِلَيْهِ (وَكَذَلِكَ إِذَا بَاعَهَا الْمَالِكُ إِيَّاهُ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: يُقْطَعُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ قَدْ تَمَّتْ انْعِقَادًا وَظُهُورًا، وَبِهَذَا الْعَارِضِ لَمْ يَتَبَيَّنْ قِيَامُ الْمِلْكِ وَقْتَ السَّرِقَةِ فَلَا شُبْهَةَ .

وَلَنَا أَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنْ الْقَضَاءِ فِي هَذَا الْبَابِ لِوُقُوعِ الِاسْتِغْنَاءِ عَنْهُ بِالِاسْتِيفَاءِ، إِذْ الْقَضَاءُ لِلْإِظْهَارِ وَالْقَطْعُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ ظَاهِرٌ عِنْدَهُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يُشْتَرَطُ قِيَامُ الْخُصُومَةِ عِنْدَ الِاسْتِيفَاءِ وَصَارَ كَمَا إِذَا مَلَكَهَا مِنْهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ .قَالَ (وَكَذَا إِذَا نَقَصَتْ قِيمَتُهَا مِنْ النِّصَابِ) يَعْنِي قَبْلَ الِاسْتِيفَاءِ بَعْدَ الْقَضَاءِ .وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُقْطَعُ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ اعْتِبَارًا بِالنُّقْصَانِ فِي الْعَيْنِ .وَلَنَا أَنَّ كَمَالَ النِّصَابِ لَمَّا كَانَ شَرْطًا يُشْتَرَطُ قِيَامُهُ عِنْدَ

الْإِمْضَاءِ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ النُّقْصَانِ فِي الْعَيْنِ لِأَنَّهُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ فَكَمُلَ النِّصَابُ عَيْنًا وَدَيْنًا، كَمَا إِذَا اُسْتُهْلِكَ كُلُّهُ، أَمَّا نُقْصَانُ السِّعْرِ فَغَيْرُ مَضْمُونٍ فَافْتَرَقَا .

اور جب کسی چوری کے سبب چور پر حد قطع کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اس کے بعد وہ مال چور کو ہبہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی وہ مال چور کے سپرد کر دیا گیا ہے یا پھر مالک نے وہ مال اس چور کو بیچ دیا ہے تو حد قطع نہ ہوگی۔

حضرت امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کہتے ہیں کہ حد قطع ہوگی۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح ایک روایت ہے' کیونکہ انعقاد اور ظاہر ہونے کے اعتبار سے چوری مکمل ہو چکی ہے اور بیع وغیرہ کے عارضے کے وقت چوری میں ملکیت کے قیام کا ظاہر ہونا نہیں پایا گیا کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

ہماری دلیل کے مطابق باب الحد میں حد جاری کرنا بھی قضاء میں شامل ہے' کیونکہ حد کو پورا کرنا حد کے بعد قضاء کو پورا کرنے سے ہو جاتا ہے' کیونکہ قضاء صرف اظہار کے طور پر ہے اور حد قطع اللہ کا حق ہے اور یہ قطع اللہ کے نزدیک ظاہر ہے اور جب حالت اس طرح کی ہے' تو حد قطع کے وقت خصومت شرط ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح فیصلے سے پہلے ہی چور مالک کی جانب سے اس کا مالک بن چکا ہے۔

فرمایا: اور اسی طرح جب قاضی کے فیصلے سے کے بعد حد قطع سے پہلے چوری شدہ مال کی قیمت نصاب سرقہ سے تھوڑی ہوگئی تب بھی حد قطع نہ ہوگی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حد قطع ہوگی امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے اور یہ فقہاء اصل مال کی کمی پر قیاس کرتے ہیں' جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حد قطع میں نصاب کا مکمل ہونا شرط ہے' تو یہ بوقت حد بھی شرط ہوگا اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ بہ خلاف اس اصل مال کے جس میں چور پر ضمان ہوتا ہے۔ پس عین اور دین دونوں کو ملا کر نصاب پورا کیا جاتا ہے' جس طرح اس حالت میں ہے کہ جب پورا مال ہلاک کر دجائے' جبکہ ریٹ کم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے' کیونکہ وہ ضمان میں نہیں ہے پس ریٹ کم ہونے اور اصل مال کم ہونے میں فرق کیا جائے گا۔

مال مسروقہ میں چور کے دعویٰ کے سبب سقوط حد کا بیان

(وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً) مَعْنَاهُ بَعْدَمَا شَهِدَ الشَّاهِدَانِ بِالسَّرِقَةِ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَسْقُطُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى لِأَنَّهُ لَا يَعْجِزُ عَنْهُ سَارِقٌ فَيُؤَدِّي إِلَى سَدِّ بَابِ الْحَدِّ .

وَلَنَا أَنَّ الشُّبْهَةَ دَارِئَةٌ وَتَتَحَقَّقُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى لِلِاحْتِمَالِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا قَالَ بِدَلِيلِ صِحَّةِ الرُّجُوعِ بَعْدَ الْإِقْرَارِ . (وَإِذَا أَقَرَّ رَجُلَانِ بِسَرِقَةٍ ثُمَّ قَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ مَالِي لَمْ يُقْطَعَا) لِأَنَّ الرُّجُوعَ عَامِلٌ فِي حَقِّ الرَّاجِعِ وَمُورِثٌ لِلشُّبْهَةِ فِي حَقِّ الْآخَرِ، لِأَنَّ السَّرِقَةَ تَثْبُتُ بِإِقْرَارِهِمَا

عَلَى الشَّرِكَةِ .

(فَإِنْ سَرَقَا ثُمَّ غَابَ اَحَدُهُمَا وَشَهِدَ الشَّاهِدَانِ عَلَى سَرِقَتِهِمَا قُطِعَ الْاٰخَرُ فِي قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ الْاٰخِرِ وَهُوَ قَوْلُهُمَا) وَكَانَ يَقُوْلُ اَوَّلًا: لَا يُقْطَعُ، لِاَنَّهُ لَوْ حَضَرَ رُبَّمَا يَدَّعِي الشُّبْهَةَ .وَجْهُ قَوْلِهِ الْاٰخِرِ اَنَّ الْغَيْبَةَ تَمْنَعُ ثُبُوتَ السَّرِقَةِ عَلَى الْغَائِبِ فَيَبْقٰى مَعْدُوْمًا وَالْمَعْدُوْمُ لَا يُوْرِثُ الشُّبْهَةَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِتَوَهُّمِ حُدُوْثِ الشُّبْهَةِ عَلٰى مَا مَرَّ

(وَاِذَا اَقَرَّ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ بِسَرِقَةِ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ بِعَيْنِهَا فَاِنَّهُ يُقْطَعُ وَتُرَدُّ السَّرِقَةُ اِلَى الْمَسْرُوْقِ مِنْهُ) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ يُقْطَعُ وَالْعَشَرَةُ لِلْمَوْلٰى .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يُقْطَعُ وَالْعَشَرَةُ لِلْمَوْلٰى وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ .وَمَعْنَاهُ اِذَا كَذَّبَهُ الْمَوْلٰى .

اور جب چور نے مال مسروقہ میں یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ اس کا اپنا مال ہے' تو اس سے حد قطع ساقط ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ گواہ پیش نہ بھی کرے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو گواہ اس کے خلاف چوری کی گواہی دیدیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ صرف دعویٰ سے حد قطع ساقط نہ ہو گی کیونکہ اس طرح ہر چور دعویٰ کرتا پھرے گا پس صرف دعوے سے حد قطع کو ختم کرنے سے باب الحد کو بند کرنے والا کام ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ شبہ حد کو دور کرنے والا ہے۔ اور صرف سچائی کے احتمال کی بنیاد پر محض دعویٰ سے شبہ ثابت ہو جاتا ہے اور جو امام شافعی نے کہا ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا' کیونکہ اقرار کے بعد رجوع کرنا بھی تو صحیح ہے۔ (کیا اس سے بھی باب الحد مسدود ہو رہا ہے)

اور جب دو بندوں نے چوری کرنے کا اقرار کر لیا اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا: چوری شدہ مال میرا ہی تھا تو دونوں پر حد قطع نہ ہو گی کیونکہ راجع کے حق میں رجوع کرنا اس کا عامل ہے اور یہی رجوع دوسرے کے حق میں شبہ پیدا کرنے والا ہے۔ کیونکہ چوری ان دونوں کے مشترکہ اقرار سے ثابت ہوئی تھی۔

اور جب چوروں نے مل کر چوری کر ڈالی اور اس کے بعد ان میں سے ایک چور ہی غائب ہو گیا اور گواہوں نے ان دونوں کی چوری کی گواہی دی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دوسرے قول کے مطابق دوسرے موجود چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا صاحبین کا قول بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا پہلا قول یہ تھا کہ موجود چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ جب دوسرا چور آ جائے' تو وہ کسی شبہ کرنے کا دعویٰ کر دے۔ اور امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دوسرے قول کی دلیل یہ ہے غیوبت سے صرف غائب سے حد سرقہ کو مانع ہے اور وہ غائب معدوم ہے اور معدوم شبہ پیدا کرنے والا نہیں ہے' جبکہ شبہ پیدا ہونے کے گمان کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اور جب مجور غلام نے دس دراہم کی چوری کا اقرار کیا' تو اس پر حد قطع ہو گی اور چوری مسروق منہ کو واپس کر دی جائے گی اور یہ

علم امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور دس درہم اس کے آقا کے ہوں گے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حد قطع نہ ہوگی اور دس دراہم اس کے آقا کے ہوں گے۔ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ اور اس قول کا معنی یہ ہے کہ جب آقا اپنے غلام کو جھٹلانے والا ہو۔

عبد مجور کا چوری شدہ مال کا اقرار کرنے کا بیان

(وَلَوْ اَقَرَّ بِسَرِقَةِ مَالٍ مُسْتَهْلَكٍ قُطِعَتْ يَدُهُ وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ مَأْذُونًا لَهُ يُقْطَعُ فِي الْوَجْهَيْنِ) وَقَالَ زُفَرُ: لَا يُقْطَعُ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا لِاَنَّ الْاَصْلَ عِنْدَهُ اَنَّ اِقْرَارَ الْعَبْدِ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْحُدُودِ وَالْقِصَاصِ لَا يَصِحُّ لِاَنَّهُ يَرِدُ عَلٰى نَفْسِهِ وَطَرَفِهِ وَكُلُّ ذٰلِكَ مَالُ الْمَوْلٰى، وَالْاِقْرَارُ عَلَى الْغَيْرِ غَيْرُ مَقْبُولٍ اِلَّا اَنَّ الْمَاْذُونَ لَهُ يُؤَاخَذُ بِالضَّمَانِ وَالْمَالِ لِصِحَّةِ اِقْرَارِهِ بِهِ لِكَوْنِهِ مُسَلَّطًا عَلَيْهِ مِنْ جِهَتِهِ .

وَالْمَحْجُورُ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِالْمَالِ اَيْضًا، وَنَحْنُ نَقُولُ يَصِحُّ اِقْرَارُهُ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ آدَمِيٌّ ثُمَّ يَتَعَدّٰى اِلَى الْمَالِيَّةِ فَيَصِحُّ مِنْ حَيْثُ اِنَّهُ مَالٌ، وَلِاَنَّهُ لَا تُهْمَةَ فِي هٰذَا الْاِقْرَارِ لِمَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْاَضْرَارِ، وَمِثْلُهُ مَقْبُولٌ عَلَى الْغَيْرِ .

لِمُحَمَّدٍ فِي الْمَحْجُورِ عَلَيْهِ اَنَّ اِقْرَارَهُ بِالْمَالِ بَاطِلٌ، وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ مِنْهُ الْاِقْرَارُ بِالْغَصْبِ فَيَبْقٰى مَالُ الْمَوْلٰى، وَلَا قَطْعَ عَلَى الْعَبْدِ فِي سَرِقَةِ مَالِ الْمَوْلٰى .يُؤَيِّدُهُ اَنَّ الْمَالَ اَصْلٌ فِيهَا وَالْقَطْعُ تَابِعٌ حَتّٰى تُسْمَعَ الْخُصُومَةُ فِيهِ بِدُونِ الْقَطْعِ وَيَثْبُتُ الْمَالُ دُونَهُ، وَفِي عَكْسِهِ لَا تُسْمَعُ وَلَا يَثْبُتُ، وَاِذَا بَطَلَ فِيمَا هُوَ الْاَصْلُ بَطَلَ فِي التَّبَعِ، بِخِلَافِ الْمَاْذُونِ لِاَنَّ اِقْرَارَهُ بِالْمَالِ الَّذِي فِي يَدِهِ صَحِيحٌ فَيَصِحُّ فِي حَقِّ الْقَطْعِ تَبَعًا .وَلِاَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ اَقَرَّ بِشَيْئَيْنِ: بِالْقَطْعِ وَهُوَ عَلٰى نَفْسِهِ فَيَصِحُّ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ .وَبِالْمَالِ وَهُوَ عَلَى الْمَوْلٰى فَلَا يَصِحُّ فِي حَقِّهِ فِيهِ، وَالْقَطْعُ يُسْتَحَقُّ بِدُونِهِ ؛ كَمَا اِذَا قَالَ الْحُرُّ الثَّوْبُ الَّذِي فِي يَدِ زَيْدٍ سَرَقْته مِنْ عَمْرٍو وَزَيْدٌ يَقُولُ هُوَ ثَوْبِي يُقْطَعُ يَدُ الْمُقِرِّ وَاِنْ كَانَ لَا يُصَدَّقُ فِي تَعْيِينِ الثَّوْبِ حَتّٰى لَا يُؤْخَذَ مِنْ زَيْدٍ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّ الْاِقْرَارَ بِالْقَطْعِ قَدْ صَحَّ مِنْهُ لِمَا بَيَّنَّا فَيَصِحُّ بِالْمَالِ بِنَاءً عَلَيْهِ لِاَنَّ الْاِقْرَارَ يُلَاقِي حَالَةَ الْبَقَاءِ، وَالْمَالُ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ تَابِعٌ لِلْقَطْعِ حَتّٰى تَسْقُطَ عِصْمَةُ الْمَالِ بِاعْتِبَارِهِ وَيُسْتَوْفَى الْقَطْعُ بَعْدَ اسْتِهْلَاكِهِ .بِخِلَافِ مَسْاَلَةِ الْحُرِّ لِاَنَّ الْقَطْعَ اِنَّمَا يَجِبُ بِالسَّرِقَةِ مِنْ

الْمُودَعِ. أَمَّا لَا يَجِبُ بِسَرِقَةِ الْعَبْدِ مَالَ الْمَوْلٰى فَافْتَرَقَا وَلَوْ صَدَّقَهُ الْمَوْلٰى يُقْطَعُ فِي الْفُصُولِ كُلِّهَا لِزَوَالِ الْمَانِعِ.

اور جب عبد محجور نے ہلاک شدہ مال کے چوری کرنے کا اقرار کیا' تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور جب وہ غلام ماذون ہو تو دونوں صورتوں میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا' کیونکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام کا اپنی ذات پر حدود اور قصاص کا اقرار ہی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ غلام یہ اقرار اس کے نفس یا اس کے کسی عضو پر واقع ہونے والا ہے اور یہ سب آقا کا مال ہے۔ اور دوسرے کے لئے اقرار کرنا قبول نہیں کیا جائے گا مگر عبد ماذون کو ضمان اور تاوان میں پکڑ لیا جائے گا، کیونکہ مال کے بارے میں اس کا اقرار صحیح ہے اس لئے کہ وہ مال کے لین دین میں آقا کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے' جبکہ عبد محجور کا اقرار تو مال کے ساتھ بھی صحیح نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کے انسان ہونے کے ناطے اس کا اقرار صحیح ہے اس کے بعد یہ اقرار مال کی طرف متعدی ہونے والا ہے اور مال ہونے کے سبب صحیح ہوگا' کیونکہ اقرار میں کوئی تہمت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اقرار ضرورت پر مشتمل ہے اور اسی طرح کا اقرار دوسرے کے حق میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل محجور علیہ غلام میں یہ ہے کہ اس مال کا اقرار باطل ہے' کیونکہ اس کی جانب سے غصب کا اقرار درست نہیں ہے پس وہ آقا کا مال باقی رہنے والا ہے اور مالک کا مال چوری کرنے پر غلام حد قطع نہیں ہے۔ جس کی تائید اس دلیل سے ہے کہ چوری میں اصل مال ہے اور حد قطع اس کے تابع ہے یہاں تک کہ اس میں حد قطع کے بغیر خصومت کو سنا جاتا ہے اور حد قطع کے بغیر بھی مال ثابت ہو جاتا ہے' جبکہ اس کے عکس میں خصومت نہیں سنی جاتی اور نہ ہی مال ثابت ہوتا ہے اور جب اصل میں اقرار باطل ہو گیا ہے' تو تابع میں بھی اقرار باطل ہو جائے گا' جبکہ عبد ماذون میں ایسا نہیں ہے' کیونکہ جو مال اس کے قبضہ میں ہے اس کے بارے میں اسکا اقرار صحیح ہے پس حد قطع کے حق میں بطور تبع اس کا اقرار صحیح ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام نے جب دو چیزوں کا قرار کیا ان میں سے ایک حد قطع کا ہے' تو یہ اس کی ذات پر اقرار ہے پس یہ اقرار درست ہوگا' جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

دوسرا اقرار اس نے مال کا کیا' تو یہ اقرار اس کے آقا سے متعلق ہے پس آقا کے حق میں یہ اقرار درست نہ ہوگا' اور مال کے بغیر بھی حد قطع ثابت ہو جائے گی' جس طرح کسی آزاد شخص نے کہا: وہ کپڑا جو زید کے پاس ہے اس کو میں نے عمرو سے چوری کیا ہے' جبکہ زید کہتا ہے کہ وہ کپڑا میرا ہے' تو اقرار والے حد قطع ہوگی اگرچہ کپڑے کے تعین سے اس کی تصدیق نہیں کی جا رہی یہاں تک کہ وہ کپڑا زید سے چھینا نہیں جا سکتا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کا اقرار بہ قطع درست ہے اسی دلیل کے سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس اسی کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا اقرار بہ مال بھی درست ہوگا' کیونکہ اقرار حالت بقاء کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حالت بقاء میں

مال حد قطع کے تابع ہوتا ہے حتیٰ کہ قطع کے سبب سے عصمت مال ساقط ہو جاتی ہے۔ اور ہلاک کرنے کے بعد بھی حد قطع ہوتی ہے جبکہ آزاد کے مسئلہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ قطع ید آقا کے پاس چوری کے سبب سے واجب ہوتا ہے۔ مگر غلام کا آقا کا مال چوری کرنے پر حد قطع واجب نہ ہوگی پس یہ دونوں مسائل ایک دوسرے سے الگ ہونے والے ہیں۔ اور جب آقا نے غلام کی تصدیق کردی ہے تو اب ان تمام احوال میں اس پر حد قطع واجب ہوگی۔ کیونکہ مانع ختم ہو چکا ہے۔

چور کا ہاتھ کاٹنے اور مسروقہ مال کی واپسی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا قُطِعَ السَّارِقُ وَالْعَيْنُ قَائِمَةٌ فِي يَدِهِ رُدَّتْ عَلَى صَاحِبِهَا) لِبَقَائِهَا عَلَى مِلْكِهِ (وَإِنْ كَانَتْ مُسْتَهْلَكَةً لَمْ يَضْمَنْ) وَهَذَا الْإِطْلَاقُ يَشْمَلُ الْهَلَاكَ وَالِاسْتِهْلَاكَ، وَهُوَ رِوَايَةُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ الْمَشْهُورُ .وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْهُ أَنَّهُ يَضْمَنُ بِالِاسْتِهْلَاكِ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضْمَنُ فِيهِمَا لِأَنَّهُمَا حَقَّانِ قَدْ اخْتَلَفَ سَبَبَاهُمَا فَلَا يَمْتَنِعَانِ فَالْقَطْعُ حَقُّ الشَّرْعِ وَسَبَبُهُ تَرْكُ الِانْتِهَاءِ عَمَّا نُهِيَ عَنْهُ .وَالضَّمَانُ حَقُّ الْعَبْدِ وَسَبَبُهُ أَخْذُ الْمَالِ فَصَارَ كَاسْتِهْلَاكِ صَيْدٍ مَمْلُوكٍ فِي الْحَرَمِ أَوْ شُرْبِ خَمْرٍ مَمْلُوكَةٍ لِلذِّمِّيِّ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا غُرْمَ عَلَى السَّارِقِ بَعْدَمَا قُطِعَتْ يَمِينُهُ) وَلِأَنَّ وُجُوبَ الضَّمَانِ يُنَافِي الْقَطْعَ لِأَنَّهُ يَتَمَلَّكُهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مُسْتَنِدًا إلَى وَقْتِ الْأَخْذِ، فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ وَرَدَ عَلَى مِلْكِهِ فَيَنْتَفِي الْقَطْعُ لِلشُّبْهَةِ وَمَا يُؤَدِّي إلَى انْتِفَائِهِ فَهُوَ الْمُنْتَفِي، وَلِأَنَّ الْمَحَلَّ لَا يَبْقَى مَعْصُومًا حَقًّا لِلْعَبْدِ، إذْ لَوْ بَقِيَ لَكَانَ مُبَاحًا فِي نَفْسِهِ فَيَنْتَفِي الْقَطْعُ لِلشُّبْهَةِ فَيَصِيرُ مُحَرَّمًا حَقًّا لِلشَّرْعِ كَالْمَيْتَةِ وَلَا ضَمَانَ فِيهِ إلَّا أَنَّ الْعِصْمَةَ لَا يَظْهَرُ سُقُوطُهَا فِي حَقِّ الِاسْتِهْلَاكِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ آخَرُ غَيْرُ السَّرِقَةِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي حَقِّهِ، وَكَذَا الشُّبْهَةُ تُعْتَبَرُ فِيمَا هُوَ السَّبَبُ دُونَ غَيْرِهِ .وَوَجْهُ الْمَشْهُورِ أَنَّ الِاسْتِهْلَاكَ إتْمَامُ الْمَقْصُودِ فَتُعْتَبَرُ الشُّبْهَةُ فِيهِ، وَكَذَا يَظْهَرُ سُقُوطُ الْعِصْمَةِ فِي حَقِّ الضَّمَانِ لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ سُقُوطِهَا فِي حَقِّ الْهَلَاكِ لِانْتِفَاءِ الْمُمَاثَلَةِ .

فرمایا: اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے اور چوری شدہ مال ابھی اس کے پاس موجود ہے تو وہ مال مالک کو واپس کردیا جائے گا۔ کیونکہ وہ مال ابھی تک مالک کی ملکیت پر باقی ہے۔ اور اگر وہ مال ہلاک ہو چکا ہے تو چور اس مال کا ضامن نہیں ہے۔ اور اطلاق مال کے ہلاک ہونے اور برباد ہونے دونوں کو شامل ہے۔ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور مشہور بھی یہی ہے۔

حضرت امام حسن رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں بھی چور ضامن ہو گا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں چور ضامن ہوگا۔ کیونکہ قطع اور ضمان دونوں حق ہیں۔ اور ان دونوں کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ پس یہ دونوں ممتنع نہ ہوں گے۔ لہٰذا قطع شریعت کا حق ہے اور اس کا سبب منع کی گئی چیز کو چھوڑ دینا ہے' جبکہ ضمان بندے کا حق ہے اور اس کا سبب مال لینا ہے پس یہ حرم میں مملوکہ چیز کا شکار کرنے کی طرح ہو جائے گا یا پھر یہ مسئلہ ذمی کی مملوکہ شراب کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے' جب چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا ہے' تو اب اس پر تاوان نہیں ہے۔ کیونکہ ضمان کا وجوب قطع کے منافی ہے۔ کیونکہ ادائے ضمان کے سبب وہ وقت اخذ کی طرف منسوب ہوتے ہوئے اس مال کا مالک ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ چوری اسی چور کی ملکیت پر واقع ہوئی ہے۔ پس شبہ کے سبب قطع ختم ہو جائے گا۔ اور جو چیز قطع کو ختم کر دے وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ محل بندے کا حق بن کر معصوم نہیں رہا۔ کیونکہ اگر یہ معصوم رہتا ہے' تو یہ خود بہ خود مباح ہو جائے گا' اور قطع شبہ کے سبب ختم ہو جائے گا۔ پس وہ مردار کی طرح حق شرع بن کر محرم ہوگا' اور اس میں کوئی ضمان نہ ہوگا۔ لہٰذا ہلاکت کے حق میں سقوط عصمت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ ہلاکت چوری کے سوا دوسرا عمل ہے۔ لہٰذا اس کے حق میں سقوط عصمت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور البتہ شبہ بھی سبب ہی میں معتبر ہوا کرتا ہے۔ اور غیر سبب میں اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

اس کی مشہور دلیل یہ ہے کہ ہلاک کرنے سے مقصود چوری کو مکمل کرنا ہے پس اس میں شبہ معتبر ہوگا البتہ ضمان کے حق میں بھی عصمت کا سقوط ظاہر ہوگا۔ کیونکہ چوری شدہ مال اور ضمان میں برابر معدوم ہے۔

متعدد چوریوں میں ایک مرتبہ ہاتھ کاٹنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَاتٍ فَقُطِعَ فِي إِحْدَاهَا فَهُوَ لِجَمِيعِهَا، وَلَا يَضْمَنُ شَيْئًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا: يَضْمَنُ كُلَّهَا إِلَّا الَّتِي قُطِعَ لَهَا) وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا حَضَرَ أَحَدُهُمْ، فَإِنْ حَضَرُوا جَمِيعًا وَقُطِعَتْ يَدُهُ لِخُصُومَتِهِمْ لَا يَضْمَنُ شَيْئًا بِالِاتِّفَاقِ فِي السَّرِقَاتِ كُلِّهَا. لَهُمَا أَنَّ الْحَاضِرَ لَيْسَ بِنَائِبٍ عَنْ الْغَائِبِ.

وَلَا بُدَّ مِنْ الْخُصُومَةِ لِتَظْهَرَ السَّرِقَةُ فَلَمْ تَظْهَرْ السَّرِقَةُ مِنْ الْغَائِبِينَ فَلَمْ يَقَعْ الْقَطْعُ لَهَا فَبَقِيَتْ أَمْوَالُهُمْ مَعْصُومَةً. وَلَهُ أَنَّ الْوَاجِبَ بِالْكُلِّ قَطْعٌ وَاحِدٌ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى لِأَنَّ مَبْنَى الْحُدُودِ عَلَى التَّدَاخُلِ وَالْخُصُومَةُ شَرْطٌ لِلظُّهُورِ عِنْدَ الْقَاضِي، فَإِذَا اسْتَوْفَى فَالْمُسْتَوْفَى كُلُّ الْوَاجِبِ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ يَرْجِعُ نَفْعُهُ إِلَى الْكُلِّ فَيَقَعُ عَنْ الْكُلِّ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَتْ النُّصُبُ كُلُّهَا لِوَاحِدٍ فَخَاصَمَ فِي الْبَعْضِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

اور جس شخص نے متعدد چوریاں کیں ہوں اور ایک چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے' تو سب چوریوں کی طرف کافی ہوگا۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک چور ضامن نہ ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک چور پورے مال کا ضامن ہوگا۔ البتہ جس چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے اس میں ضامن نہ ہوگا' اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ جب مسروق منہم میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور اگر تمام وہ لوگ جن کا مال چوری ہوا حاضر ہوں' تو پھر بہ اتفاق وہ چور تمام چوریوں میں ضامن نہ ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حاضر غائب کا نائب نہ ہوگا' کیونکہ چوری کو ظاہر کرنے کے لئے جھگڑا ضروری ہے۔ لہٰذا جن کا مال چوری ہوا جب وہ غائب ہیں' تو چوری ظاہر نہ ہوگی پس ان چوریوں کی طرف سے قطع واقع ہی نہ ہوا۔ اور غیر حاضر رہنے والوں کے اموال معصوم ومحترم رہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ تمام چوریوں کی جانب سے ایک ہی قطع اللہ کا حق بن واجب ہوا ہے' کیونکہ حدود کا مدار تداخل پر ہوتا ہے۔ اور خصومت کرنا تو یہ قاضی کے پاس چوری ظاہر کرنے کے لئے شرط ہے۔ البتہ وجوب قطع یہ جنایت کے سبب ہے۔ پس جب ایک قطع ہوگیا تو یہ تمام واجب کو وصول کرنے والا ہے۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ قطع کا نفع تمام کی طرف لوٹنے والا ہے پس وہ قطع کل کی طرف سے واقع ہوگیا۔ اور یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے' جب سارے نصاب کا مالک ایک ہی شخص ہو اور اس نے ایک ہی مال کی طرف جھگڑا کیا ہو۔

بَابُ مَا یُحْدِثُ السَّارِقُ فِی السَّرِقَةِ

﴿یہ باب مال مسروقہ میں تغیر وتبدل کے بیان میں ہے﴾

باب مال مسروقہ میں تبدیلی کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب مصنف علیہ الرحمہ سرقہ کے احکام اور حد قطع ید کے احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے اس باب کو شروع کیا ہے، جس میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب اشتباہ پیدا ہو جائے تو سارق سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اور شبہات سے سقوط حدود کا اصول اور اس پر حدیث میں ہم کتاب الحدود کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔

(عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۷، ص ۴۰۷، بیروت)

مسروقہ چیز میں تغیر وتبدل کرنے کا بیان

وَمَنْ سَرَقَ ثَوْبًا فَشَقَّهُ فِي الدَّارِ بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ أَخْرَجَهُ وَهُوَ يُسَاوِي عَشَرَةَ دَرَاهِمَ قُطِعَ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يُقْطَعُ لِأَنَّ لَهُ فِيهِ سَبَبَ الْمِلْكِ وَهُوَ الْخَرْقُ الْفَاحِشُ فَإِنَّهُ يُوجِبُ الْقِيمَةَ وَتَمَلُّكَ الْمَضْمُونِ وَصَارَ كَالْمُشْتَرِي إِذَا سَرَقَ مَبِيعًا فِيهِ خِيَارٌ لِلْبَائِعِ (وَلَهُمَا أَنَّ الْأَخْذَ وُضِعَ سَبَبًا لِلضَّمَانِ لَا لِلْمِلْكِ، وَإِنَّمَا الْمِلْكُ يَثْبُتُ ضَرُورَةَ أَدَاءِ الضَّمَانِ كَيْ لَا يَجْتَمِعَ الْبَدَلَانِ فِي مِلْكٍ وَاحِدٍ، وَمِثْلُهُ لَا يُورِثُ) الشُّبْهَةَ كَنَفْسِ الْأَخْذِ، وَكَمَا إِذَا سَرَقَ الْبَائِعُ مَعِيبًا بَاعَهُ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرَ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ مَوْضُوعٌ لِإِفَادَةِ الْمِلْكِ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا اخْتَارَ تَضْمِينَ النُّقْصَانِ وَأَخَذَ الثَّوْبَ، فَإِنْ اخْتَارَ تَضْمِينَ الْقِيمَةِ وَتَرَكَ الثَّوْبَ عَلَيْهِ لَا يُقْطَعُ بِالِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْأَخْذِ فَصَارَ كَمَا إِذَا مَلَكَهُ بِالْهِبَةِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا كَانَ النُّقْصَانُ فَاحِشًا، فَإِنْ كَانَ يَسِيرًا يُقْطَعُ بِالِاتِّفَاقِ لِانْعِدَامِ سَبَبِ الْمِلْكِ إِذْ لَيْسَ لَهُ اخْتِيَارُ تَضْمِينِ كُلِّ الْقِيمَةِ.

ترجمہ اور جس بندے نے کوئی کپڑا چوری کر لیا اور اس کے بعد گھر میں آ کر اس نے اس کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے دیئے۔ اور اس کو باہر نکالا تو وہ دس دراہم کے برابر ہو گیا۔ تب چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ اس کپڑے میں چور کو ملکیت کا سبب

اور وہ اس کو سخت طریقے سے پھاڑنا ہے۔ کیونکہ اس پر قیمت واجب کرنے والا وہ خرق ہے لہٰذا وہ مضمون کپڑے کا مالک بن گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی مشتری نے ایسی مبیع چیز کو چوری کرلیا جس میں بیچنے والے کو اختیار حاصل تھا۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ مال کا لینا یہ سبب ضمان ہے سبب ملکیت نہیں ہے' کیونکہ ملکیت ادائے ضمان کے سبب سے ثابت ہوتی ہے۔ تا کہ ایک شخص کی ملکیت میں دو بدل جمع نہ ہو جائیں۔ اور اس کو اس طرح پکڑ لینا یہ کوئی شبہ پیدا کرنے والا نہیں ہے' جس طرح نفس اخذ صورت شبہ نہیں ہے۔ اور جس طرح کسی بیچنے والا نے اپنی عیب والی چیز کو فروخت کردی اور پھر اس نے اس کو چوری کرلیا۔ بہ خلاف اس صورت کے کہ جب بیچنے والا کے لئے اختیار ہو۔ کیونکہ بیع ملکیت کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور یہ اختلاف اس وقت ہے کہ کپڑے کے مالک نے نقصان کا ضمان لینا اور کپڑا قبول کرلیا ہو۔ مگر جس وقت اس نے ضمان کے طور پر قیمت لینا اور کپڑے کو چور کے پاس چھوڑ دینا پسند کرلیا ہے' تو تب بہ اتفاق (فقہاء) اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ پکڑنے کے وقت کی طرف نسبت کرتے ہوئے چور اس کا مالک ہو جائے گا۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح ہبہ کے ذریعے چور اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ پس اس نے شبہ پیدا کر دیا ہے۔ اور تمام احکام اس وقت ہیں جب نقصان زیادہ ہو۔ لیکن جب نقصان کم ہو بہ اتفاق چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا' کیونکہ سبب ملکیت معدوم ہے' کیونکہ مالک کو مکمل قیمت لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

بکری چور نے جب بکری کو ذبح کر دیا ہو تو حکم حد

(وَاِنْ سَرَقَ شَاةً فَذَبَحَهَا ثُمَّ اَخْرَجَهَا لَمْ يُقْطَعْ) لِاَنَّ السَّرِقَةَ تَمَّتْ عَلَى اللَّحْمِ وَلَا قَطْعَ فِيهِ

اور جب کسی شخص نے بکری چوری کر کے ذبح کر ڈالی پھر اس کو باہر نکالا تو قطع نہ ہوگا' کیونکہ چور کی چوری گوشت پر مکمل ہوگئی ہے اور گوشت میں قطع نہیں ہے۔

حد قطع کے مطابق سونا چاندی کو چوری کرنے کا بیان

(وَمَنْ سَرَقَ ذَهَبًا اَوْ فِضَّةً يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ فَصَنَعَهُ دَرَاهِمَ اَوْ دَنَانِيرَ قُطِعَ فِيهِ وَتَرَكَ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ اِلَى الْمَسْرُوقِ مِنْهُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: لَا سَبِيلَ لِلْمَسْرُوقِ مِنْهُ عَلَيْهِمَا) وَاَصْلُهُ فِي الْغَصْبِ فَهٰذِهِ صَنْعَةٌ مُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لَهُ، ثُمَّ وُجُوبُ الْحَدِّ لَا يُشْكِلُ عَلٰى قَوْلِهِ لِاَنَّهُ لَمْ يَمْلِكْهُ، وَقِيلَ عَلٰى قَوْلِهِمَا لَا يَجِبُ لِاَنَّهُ مَلَكَهُ قَبْلَ الْقَطْعِ، وَقِيلَ يَجِبُ ؛ لِاَنَّهُ صَارَ بِالصَّنْعَةِ شَيْئًا آخَرَ فَلَمْ يَمْلِكْ عَيْنَهُ

اور جب کسی شخص نے اتنی مقدار میں سونا، چاندی چوری کرلیا جس میں قطع واجب ہے اور پھر چور اس کے دراہم یا دنانیر بنا ڈالے تو اس میں قطع ہوگا۔ اور دراہم و دنانیر مالک کو دے دیئے جائیں گے۔ یہ حکم امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک ان دونوں پر مسروق منہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل کتاب الغصب میں ہے۔

صاحبین کے نزدیک یہ تبدیل متقوم ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا اس میں اختلاف ہے۔لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اس پر حد لگانے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔ کیونکہ چور چوری کے مال کا مالک نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ صاحبین کے نزدیک قطع واجب نہیں ہے' کیونکہ قطع سے پہلے چور اس کا مالک بن گیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ قطع واجب ہے' کیونکہ صنعت کی وجہ سے وہ مال دوسری چیز میں بدل چکا ہے۔لہٰذا چور اس کے عین (ذات) کا مالک نہیں ہے۔

چوری شدہ کپڑے سرخ بنانے میں قطع کا بیان

(فَإِنْ سَرَقَ ثَوْبًا فَصَبَغَهُ أَحْمَرَ لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ الثَّوْبُ وَلَمْ يَضْمَنْ قِيمَةَ الثَّوْبِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُؤْخَذُ مِنْهُ الثَّوْبُ وَيُعْطَى مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ) اعْتِبَارًا بِالْغَصْبِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا كَوْنُ الثَّوْبِ أَصْلًا قَائِمًا وَكَوْنُ الصَّبْغِ تَابِعًا.

وَلَهُمَا أَنَّ الصَّبْغَ قَائِمٌ صُورَةً وَمَعْنًى، حَتّٰى لَوْ أَرَادَ أَخْذَهُ مَصْبُوغًا يَضْمَنُ مَا زَادَ الصَّبْغُ فِيهِ، وَحَقُّ الْمَالِكِ فِي الثَّوْبِ قَائِمٌ صُورَةً لَا مَعْنًى؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى السَّارِقِ بِالْهَلَاكِ فَرَجَّحْنَا جَانِبَ السَّارِقِ، بِخِلَافِ الْغَصْبِ، لِأَنَّ حَقَّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَائِمٌ صُورَةً وَمَعْنًى فَاسْتَوَيَا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ فَرَجَّحْنَا جَانِبَ الْمَالِكِ بِمَا ذَكَرْنَا (وَإِنْ صَبَغَهُ أَسْوَدَ أُخِذَ مِنْهُ فِي الْمَذْهَبَيْنِ) يَعْنِي عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا وَالْأَوَّلُ سَوَاءٌ لِأَنَّ السَّوَادَ زِيَادَةٌ عِنْدَهُ كَالْحُمْرَةِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ زِيَادَةٌ أَيْضًا كَالْحُمْرَةِ وَلٰكِنَّهُ لَا يَقْطَعُ حَقَّ الْمَالِكِ، وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ السَّوَادُ نُقْصَانٌ فَلَا يُوجِبُ انْقِطَاعَ حَقِّ الْمَالِكِ.

شیخین کے نزدیک جب کسی شخص نے کپڑا چوری کر کے اس کو سرخ رنگ میں رنگ لیا تو قطع واجب ہوگا۔البتہ چور سے وہ کپڑا نہیں لیا جائے گا' اور نہ ہی چور اس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک چور سے وہ کپڑا لے لیا جائے گا' اور رنگنے کے سبب جو اس قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ اس کو دے دیا جائے گا۔اور اس کو غصب پر قیاس کیا گیا ہے۔کیونکہ وہ ان دونوں کو جمع کرنے والا ہے۔اور اصل کپڑا ہے اور وہ موجود ہے' جبکہ رنگ تابع ہے۔

شیخین کے نزدیک رنگ صورت اور معنی دونوں کے اعتبار سے موجود ہے یہاں تک کہ اگر کپڑے کا مالک اس کو لینا چاہے' تو اس کپڑے کے رنگنے کے سبب جو اس کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ اس کا ضمان دے اور مالک کا حق اس کپڑے میں بطور صورت موجود ہے بطور معنی موجود نہیں ہے۔

کیا آپ غور وفکر سے نہیں دیکھتے کہ ہلاکت کے سبب چور اس کپڑے کا ضامن نہیں ہے۔پس ہم نے جہت سارق کو ترجیح دی ہے بہ خلاف غصب کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا حق صورت اور معنی دونوں اعتبار سے موجود ہے۔پس اس اعتبار سے مالک اور

غاصب دونوں برابر ہو جائیں گے۔

اور جب چور نے اس کو کالے رنگ میں رنگ دیا ہے تو دونوں مذاہب کے مطابق یعنی امام اعظم اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اس سے وہ کپڑا لے لیا جائے گا' اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں پر بھی اور پہلا دونوں کا حکم برابر ہے' کیونکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سرخی کی طرح سیاہی بھی اضافے کا سبب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اگر چہ سرخی سیاہی کی طرح زیادتی کا سبب ہے' لیکن کپڑے سے مالک کا حق ختم نہ ہوگا' جبکہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سیاہی (قیمت کے حق میں) کمی کا سبب ہے۔ لہذا یہ مالک کے حق کو ختم کرنے والی نہیں ہے۔

بَابُ قَطْعِ الطَّرِيقِ

﴿یہ باب راستے میں ڈکیتی ڈالنے والوں کے بیان میں ہے﴾

باب قطع طریق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: قطع طریق کو سرقہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ اور اس کا نام سرقہ کبریٰ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان زیادہ ہوتا ہے' کیونکہ ان کے اموال ان کی حفاظت سے لوٹ لیے جاتے ہیں اور یہ موقف حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور یہ بھی مال کا اسی طرح لوٹنا ہے' جس طرح کوئی مال محفوظ کو گھروں سے لوٹتا ہے۔ یا وہ جگہ جو گھر کے قائم مقام یعنی محفوظ جگہ ہے وہاں سے لوٹتا ہے اسی مشابہت کے سبب اس کا نام بھی سرقہ اور اس کو باب حد سرقہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کی سزا میں سختی اسی سبب سے زیادہ ہے کہ اس چوری یعنی ڈکیتی میں نقصان کی زیادتی ہے۔ اور اس کا وقوع کثرت کے ساتھ واقع ہونے والا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۷، ص ۴۱۹، بیروت)

قوت مدافعت والی جماعت کا ڈکیتی کے لئے نکلنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا خَرَجَ جَمَاعَةٌ مُمْتَنِعِينَ اَوْ وَاحِدٌ يَقْدِرُ عَلَى الِامْتِنَاعِ فَقَصَدُوا قَطْعَ الطَّرِيقِ فَأُخِذُوا قَبْلَ اَنْ يَاْخُذُوا مَالًا وَيَقْتُلُوا نَفْسًا حَبَسَهُمُ الْإِمَامُ حَتّٰى يُحْدِثُوا تَوْبَةً، وَإِنْ اَخَذُوا مَالَ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ، وَالْمَاْخُوذُ إِذَا قُسِمَ عَلٰى جَمَاعَتِهِمْ اَصَابَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا اَوْ مَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ذٰلِكَ قَطَعَ الْإِمَامُ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ، وَإِنْ قَتَلُوا وَلَمْ يَاْخُذُوا مَالًا قَتَلَهُمُ الْإِمَامُ حَدًّا) وَالْاَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى (إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ) الْآيَةَ .وَالْمُرَادُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ التَّوْزِيعُ عَلَى الْاَحْوَالِ وَهِيَ اَرْبَعَةٌ: هٰذِهِ الثَّلَاثَةُ الْمَذْكُورَةُ، وَالرَّابِعَةُ نَذْكُرُهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِاَنَّ الْجِنَايَاتِ تَتَفَاوَتُ عَلَى الْاَحْوَالِ فَاللَّائِقُ تَغَلُّظُ الْحُكْمِ بِتَغَلُّظِهَا .اَمَّا الْحَبْسُ فِي الْاُولٰى فَلِاَنَّهُ الْمُرَادُ بِالنَّفْيِ الْمَذْكُورِ لِاَنَّهُ نَفْيٌ عَنْ وَجْهِ الْاَرْضِ بِدَفْعِ شَرِّهِمْ عَنْ اَهْلِهَا، وَيُعَزَّرُونَ اَيْضًا لِمُبَاشَرَتِهِمْ مُنْكَرَ الْإِخَافَةِ .

وَشَرْطُ الْقُدْرَةِ عَلَى الِامْتِنَاعِ ؛ لِاَنَّ الْمُحَارَبَةَ لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالْمَنَعَةِ .وَالْحَالَةُ الثَّانِيَةُ كَمَا

بَيَّنَاهَا لِمَا تَلَوْنَاهُ .وَشَرَطَ اَنْ يَكُوْنَ الْمَاخُوذُ مَالَ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ لِتَكُوْنَ الْعِصْمَةُ مُؤَبَّدَةً، وَلِهٰذَا لَوْ قَطَعَ الطَّرِيقَ عَلَى الْمُسْتَامَنِ لَا يَجِبُ الْقَطْعُ .وَشَرَطَ كَمَالَ النِّصَابِ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ كَيْ لَا يُسْتَبَاحَ طَرَفُهُ اِلَّا بِتَنَاوُلِهِ مَالَهُ خَطَرٌ، وَالْمُرَادُ قَطْعُ الْيَدِ الْيُمْنٰى وَالرِّجْلِ الْيُسْرٰى كَيْ لَا يُؤَدِّيَ اِلَى تَفْوِيتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ .

وَالْحَالَةُ الثَّالِثَةُ كَمَا بَيَّنَّاهَا لِمَا تَلَوْنَاهُ (وَيُقْتَلُوْنَ حَدًّا، حَتّٰى لَوْ عَفَا الْاَوْلِيَاءُ عَنْهُمْ لَا يُلْتَفَتُ اِلَى عَفْوِهِمْ) لِاَنَّهُ حَقُّ الشَّرْعِ .

اور جب ڈکیتی کے لئے ایسی جماعت نکلی جس کو مدافعت کی طاقت حاصل ہے۔ یا کوئی ایسا شخص نکلا جو روکنے (دفاع کرنے) کی قوت رکھتا ہے۔ اوران لوگوں نے ہی ڈکیتی کا ارادہ کرلیا ہے۔ اوروہ لوگ مال لوٹنے یا کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی پکڑے گئے تو امام ان کو قید کرے گا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ توبہ کرلیں اوراگرانہوں نے کسی مسلمان یا ذمی کا مال لیا ہے اوروہ مال اتنی مقدار میں ہے کہ اس مال کو ڈاکوؤں پر تقسیم کیا جائے تو ان میں سے ہرایک دس دراہم یا اس سے زیادہ حصہ ملے یا اس قدر ملے کہ اس کی قیمت دس دراہم کے برابر ہوجائے تو امام کے دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔

اور جب انہوں نے قتل کیا ہے لیکن مال نہیں لوٹا تو انہیں حد کے طور پر قتل کردیا جائے گا۔ اس حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بطور دلیل ہے ۔"اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ) الْاٰيَةَ" (المائدہ،۳۳)

اس سے حکم یہ مراد ہے کہ احوال کے مطابق سزا دینا ہے اور وہ چار سزائیں ہیں جن میں سے تین یہاں ذکر کی گئی ہیں۔ اور ان شاءاللہ ہم چوتھی سزا کو بھی بیان کریں گے۔ کیونکہ اختلاف احوال کے پیش نظر جنایات بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ لہٰذا سخت جنایت کی سزا بھی سخت ہوگی۔ البتہ جنایت اولیٰ میں قید کی سزا اس لئے ہے کہ نفی مذکور سے مراد حبس ہے کیونکہ یہ زمین کے لوگوں سے اس شر کو دور کرتا ہے۔ لہٰذا ان کو سزا بھی دی جائے گی۔ کیونکہ انہوں نے ڈرانے ودھمکانے کا کام سرانجام دیا ہے۔

صاحب قدوری نے روکنے کی قدرت کی شرط بیان کی ہے کیونکہ اس کے بغیر لڑ واقع نہیں ہوتی جبکہ دوسری صورت کا حکم وہی ہے جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔ اسی آیت مبارکہ کے پیش نظر جس کو ہم تلاوت کرآئے ہیں۔ اور امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط بھی بیان کی ہے کہ جب لوٹا ہوا مال کسی مسلمان یا ذمی کا ہوتا کہ دائمی طور پر عصمت ثابت ہوجائے۔ کیونکہ جب کسی حربی مستامن پر ڈکیتی ہوئی ہے تو قطع واجب نہ ہوگا اور اسی طرح ہر ڈاکو کے حق میں مکمل نصاب کی بھی شرط بیان کی ہے تا کہ وزن اور قیمت والی چیز کے سبب ڈاکو کا عضو مباح ہوجائے۔ اور ''من خلاف'' دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا ہے تا کہ یہ کاٹنا جنس منفعت کو فوت کرنے کا سبب نہ بن سکے اور تیسری صورت کا حکم وہی ہے ہماری تلاوت کردہ آیت کے وجہ سے پہلے بیان ہوچکا ہے۔

اور تمام ڈاکوؤں کو حد کے طور پر قتل کردیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر اولیاءِ مقتول اس کو معاف کردیں تو بھی ان کی معافی کی پرواہ نہ کی جائے گی۔ کیونکہ سزا شریعت کا حق ہے۔

ڈاکوؤں کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کا بیان

(وَ) الرَّابِعَةُ (إِذَا قَتَلُوا وَأَخَذُوا الْمَالَ فَالْإِمَامُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ وَقَتَلَهُمْ وَصَلَبَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ، وَإِنْ شَاءَ صَلَبَهُمْ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُقْتَلُ أَوْ يُصْلَبُ وَلَا يُقْطَعُ) لِأَنَّهُ جِنَايَةٌ وَاحِدَةٌ فَلَا تُوجِبُ حَدَّيْنِ، وَلِأَنَّ مَا دُونَ النَّفْسِ يَدْخُلُ فِي النَّفْسِ فِي بَابِ الْحَدِّ كَحَدِّ السَّرِقَةِ وَالرَّجْمِ .

وَلَهُمَا أَنَّ هَذِهِ عُقُوبَةٌ وَاحِدَةٌ تَغَلَّظَتْ لِتَغَلُّظِ سَبَبِهَا، وَهُوَ تَفْوِيتُ الْأَمْنِ عَلَى التَّنَاهِي بِالْقَتْلِ وَأَخْذِ الْمَالِ، وَلِهَذَا كَانَ قَطْعُ الْيَدِ وَالرِّجْلِ مَعًا فِي الْكُبْرَى حَدًّا وَاحِدًا وَإِنْ كَانَا فِي الصُّغْرَى حَدَّيْنِ، وَالتَّدَاخُلُ فِي الْحُدُودِ لَا فِي حَدٍّ وَاحِدٍ .ثُمَّ ذَكَرَ فِي الْكِتَابِ التَّخْيِيرَ بَيْنَ الصَّلْبِ وَتَرْكِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ .وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَتْرُكُهُ لِأَنَّهُ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ، وَالْمَقْصُودُ التَّشْهِيرُ لِيَعْتَبِرَ بِهِ غَيْرُهُ .وَنَحْنُ نَقُولُ أَصْلُ التَّشْهِيرِ بِالْقَتْلِ وَالْمُبَالَغَةِ بِالصَّلْبِ فَيُخَيَّرُ فِيهِ .ثُمَّ قَالَ (وَيُصْلَبُ حَيًّا وَيُبْعَجُ بَطْنُهُ بِرُمْحٍ إِلَى أَنْ يَمُوتَ) وَمِثْلُهُ عَنْ الْكَرْخِيِّ .وَعَنْ الطَّحَاوِيِّ أَنَّهُ يُقْتَلُ ثُمَّ يُصْلَبُ تَوَقِّيًا عَنْ الْمُثْلَةِ .وَجْهُ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْأَصَحُّ أَنَّ الصَّلْبَ عَلَى هَذَا الْوَجْهِ أَبْلَغُ فِي الرَّدْعِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِهِ .قَالَ (وَلَا يُصْلَبُ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ) لِأَنَّهُ يَتَغَيَّرُ بَعْدَهَا فَيَتَأَذَّى النَّاسُ بِهِ .عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُتْرَكُ عَلَى خَشَبَةٍ حَتَّى يَتَقَطَّعَ فَيَسْقُطَ لِيَعْتَبِرَ بِهِ غَيْرُهُ .قُلْنَا: حَصَلَ الِاعْتِبَارُ بِمَا ذَكَرْنَاهُ وَالنِّهَايَةُ غَيْرُ مَطْلُوبَةٍ .

اور اس مسئلہ کی چوتھی صورت یہ ہے کہ جب ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور مال بھی لوٹ لیا تو اس امام کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو ان کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دے اور ان کو قتل کر دے یا ان کو سولی پر چڑھا دے اور اگر وہ چاہے تو صرف ان کو قتل کر دے۔

حضرت امام محمد ﷫ فرماتے ہیں کہ امام ان کو قتل کر دے یا سولی پر چڑھائے اور قطع نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ ایک ہی جنایت ہے۔ لہٰذا یہ حدوں کو واجب کرنے والی نہ ہوگی۔ کیونکہ باب حدود میں جو کچھ جان کے سوا ہوتا ہے وہ بھی جان میں شامل ہوتا ہے۔ جس طرح حد سرقہ اور رجم میں تداخل ہوتا ہے۔

شیخین ﷭ کی دلیل ہے کہ یہ یعنی قطع وقتل یہ ایک ہی سزا ہے۔ جو جنایت کے سخت ہونے کے سبب سخت ہوگئی ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ ڈاکوؤں نے قتل کرتے ہوئے مال لوٹ کر غیر معمولی طور امن کو ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا ڈکیتی کے ساتھ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کو ایک ہی حد شمار کیا جائے گا اگرچہ سرقہ کے طور پر یہ دو سزائیں ہیں۔ اور تداخل بھی متعدد حدود میں ہوا کرتا ہے وہ کسی ایک حد

میں نہیں ہوتا۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سولی پر چڑھانے یا نہ چڑھانے کے متعلق اختیار ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق بھی یہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام سولی پر چڑھانا ترک نہ کرے کیونکہ نص میں اسی طرح بیان ہوا ہے اور اس کا مقصد مشہور کرنا ہے' تا کہ دوسرے بھی اس سے عبرت حاصل کریں۔

ہم کہتے ہیں کہ شہرت کی اصل سے قتل سے حاصل ہوگی' جبکہ سولی پر چڑھانا یہ شہرت میں زیادتی کرنا ہے۔ پس اس میں امام کو اختیار ہوگا۔

اس کے بعد امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ڈاکو کو اس طرح سولی چڑھایا جائے کہ ایک نیزے سے اس کا پیٹ چاک کیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

حضرت امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس کو قتل کرنے کے بعد سولی پر چڑھایا جائے گا۔ تا کہ مثلہ کرنے سے اس کو بچایا جا سکے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح سزا دینے میں زیادہ مبالغہ ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہے۔

فرمایا: تین دنوں سے زیادہ اس کو سولی پر نہیں لٹکایا جائے گا۔ کیونکہ تین دن کے بعد اس میں تبدیلی واقع ہو جائے گی۔ جس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس کو سولی پر لکڑی پر ہی چھوڑ دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جائے۔ اور دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں' جبکہ ہم کہتے ہیں کہ ہماری بیان کردہ حالت سے عبرت حاصل ہو جاتی ہے' جبکہ بالکل آخری درجے مقصود نہیں ہے۔

ڈاکو کے لوٹے ہوئے کی ضمانت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا قَتَلَ الْقَاطِعُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي مَالٍ اَخَذَهُ) اعْتِبَارًا بِالسَّرِقَةِ الصُّغْرَى وَقَدْ بَيَّنَّاهُ (فَاِنْ بَاشَرَ الْقَتْلَ اَحَدُهُمْ اَجْرَى الْحَدَّ عَلَيْهِمْ بِاَجْمَعِهِمْ) لِاَنَّهُ جَزَاءُ الْمُحَارَبَةِ، وَهِيَ تَتَحَقَّقُ بِاَنْ يَكُوْنَ الْبَعْضُ رِدْءًا لِلْبَعْضِ حَتّٰى اِذَا زَلَّتْ اَقْدَامُهُمْ انْحَازُوا اِلَيْهِمْ، وَاِنَّمَا الشَّرْطُ الْقَتْلُ مِنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَقَدْ تَحَقَّقَ .

قَالَ (وَالْقَتْلُ وَاِنْ كَانَ بِعَصًا اَوْ بِحَجَرٍ اَوْ بِسَيْفٍ فَهُوَ سَوَاءٌ) لِاَنَّهُ يَقَعُ قَطْعًا لِلطَّرِيقِ بِقَطْعِ الْمَارَّةِ

(وَاِنْ لَمْ يَقْتُلِ الْقَاطِعُ وَلَمْ يَاْخُذْ مَالًا وَقَدْ جَرَحَ اُقْتُصَّ مِنْهُ فِيمَا فِيهِ الْقِصَاصُ، وَاُخِذَ الْاَرْشُ مِنْهُ فِيمَا فِيهِ الْاَرْشُ وَذٰلِكَ اِلَى الْاَوْلِيَاءِ) لِاَنَّهُ لَا حَدَّ فِي هٰذِهِ الْجِنَايَةِ فَظَهَرَ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ مَا

ذَكَرْنَاهُ فَيَسْتَوْفِيهِ الْوَلِيُّ (وَإِنْ أَخَذَ مَالًا ثُمَّ جَرَحَ قُطِعَتْ يَدُهُ وَرِجْلُهُ وَبَطَلَتِ الْجِرَاحَاتُ) لِأَنَّهُ لَمَّا وَجَبَ الْحَدُّ حَقًّا لِلّٰهِ سَقَطَتْ عِصْمَةُ النَّفْسِ حَقًّا لِلْعَبْدِ كَمَا تَسْقُطُ عِصْمَةُ الْمَالِ (وَإِنْ أُخِذَ بَعْدَ مَا تَابَ وَقَدْ قَتَلَ عَمْدًا فَإِنْ شَاءَ الْأَوْلِيَاءُ قَتَلُوهُ وَإِنْ شَاءُوا عَفَوْا عَنْهُ) لِأَنَّ الْحَدَّ فِي هٰذِهِ الْجِنَايَةِ لَا يُقَامُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِلِاسْتِثْنَاءِ الْمَذْكُورِ فِي النَّصِّ، وَلِأَنَّ التَّوْبَةَ تَتَوَقَّفُ عَلٰى رَدِّ الْمَالِ وَلَا قَطْعَ فِي مِثْلِهِ، فَظَهَرَ حَقُّ الْعَبْدِ فِي النَّفْسِ وَالْمَالِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الْوَلِيُّ الْقِصَاصَ أَوْ يَعْفُوَ، وَيَجِبُ الضَّمَانُ إِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ أَوْ اسْتَهْلَكَهُ۔

فرمایا: اور اگر ڈاکو کو قتل کر دیا گیا ہے' تو اس کے لوٹے ہوئے مال پر کوئی ضمان نہ ہوگا' کیونکہ یہ حد صغریٰ پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور اس کو بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر ڈاکوؤں میں سے کسی ایک نے قتل کا کام سرانجام دیا تو ان تمام پر حد جاری ہوگی۔ کیونکہ ڈکیتی کی سزا ہے۔ اور ڈکیتی اسی طرح ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے مددگار و مدافع ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کو شکست ہونے لگے تو سب مدافعت کرنے والوں کے پاس جمع ہو جاتے ہیں اور یہاں اسی چیز کی شرط تھی کہ ان میں سے کوئی ایک قتل کرنے والے کا فعل پایا جائے اور وہ فعل پایا گیا ہے۔

فرمایا: جب وہ پتھر، لاٹھی یا تلوار کے ساتھ قتل ہوا ہے' تو ان کا سب کا حکم برابر ہے۔ کیونکہ مسافروں کا راستہ روکنے سے بھی ڈکیتی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور جب ڈاکو نے کسی کو قتل بھی نہ کیا اور اس کا مال بھی نہ لوٹا بلکہ صرف اس کو زخمی کیا' تو اس صورت میں جن زخموں کا بدلہ لیا جاتا ہے ان کا بدلہ لیا جائے گا۔ اور جن میں تاوان لیا جاتا ہے ان میں تاوان لیا جائے گا۔ اور یہ کام اولیاء کے ذمہ پر ہے۔ کیونکہ اس فعل کی جنایت میں حد نہیں ہے لہٰذا یہ بندے کا حق ہے یعنی قصاص یا تاوان لینا ہے۔ لہٰذا اس کو ولی وصول کرنے والا ہوگا۔ اور جب ڈاکو نے مال لوٹنے کے بعد اس کو زخمی کیا' تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا' جبکہ زخموں کا عوض باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اللہ کا حق حد بن گئی تو بندے کا حق یعنی حفاظت نفس وہ ساقط ہو جائے گی۔ جس طرح مال کی عصمت ساقط ہو جایا کرتی ہے۔

اور جب ارادتاً قتل کرنے والے ڈاکو نے توبہ کر لی اور پھر اس کو پکڑ لیا گیا ہے' تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہیں' تو اس کو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں' تو اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس جنایت میں' توبہ کر لینے کے بعد اس حد جاری نہ ہوگی اسی استثناء کے سبب جس کو نص میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ توبہ مال واپس کرنے پر موقوف ہوتی تھی اور اسی طرح مال کی واپسی کے بعد قطع نہیں ہوتا لہٰذا نفس دونوں بندے کا حق بن گئے ہیں پس ولی یا قصاص لے یا معاف کر دے۔ اور جب ڈاکو کے قبضے میں مال ہلاک ہو جائے یا وہ خود بہ خود ہلاک کر دے تو اس پر ضمان واجب ہو جائے گا۔

ڈاکوؤں سے سقوط حد کے اسباب کا بیان

(وَإِنْ كَانَ مِنَ الْقُطَّاعِ صَبِيٌّ أَوْ مَجْنُونٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِ سَقَطَ الْحَدُّ عَنِ الْبَاقِينَ) فَالْمَذْكُورُ فِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَزُفَرَ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَوْ

باشَرَ الْعُقَلَاءُ يُحَدُّ الْبَاقُونَ وَعَلٰى هٰذَا السَّرِقَةُ الصُّغْرٰى .

لَهُ اَنَّ الْمُبَاشِرَ اَصْلٌ، وَالرِّدْءُ تَابِعٌ وَلَا خَلَلَ فِي مُبَاشَرَةِ الْعَاقِلِ وَلَا اعْتِبَارَ بِالْخَلَلِ فِي التَّبَعِ، وَفِي عَكْسِهِ يَنْعَكِسُ الْمَعْنٰى وَالْحُكْمُ .وَلَهُمَا اَنَّهُ جِنَايَةٌ وَاحِدَةٌ قَامَتْ بِالْكُلِّ، فَاِذَا لَمْ يَقَعْ فِعْلُ بَعْضِهِمْ مُوجِبًا كَانَ فِعْلُ الْبَاقِينَ بَعْضَ الْعِلَّةِ وَبِهِ لَا يَثْبُتُ الْحُكْمُ فَصَارَ كَالْخَاطِئِ مَعَ الْعَامِدِ .

وَاَمَّا ذُو الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ فَقَدْ قِيلَ تَاْوِيلُهُ اِذَا كَانَ الْمَالُ مُشْتَرَكًا بَيْنَ الْمَقْطُوعِ عَلَيْهِمْ، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ مُطْلَقٌ لِاَنَّ الْجِنَايَةَ وَاحِدَةٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ فَالِامْتِنَاعُ فِي حَقِّ الْبَعْضِ يُوجِبُ الِامْتِنَاعَ فِي حَقِّ الْبَاقِينَ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ فِيهِمْ مُسْتَاْمَنٌ ؛ لِاَنَّ الِامْتِنَاعَ فِي حَقِّهِ لِخَلَلٍ فِي الْعِصْمَةِ وَهُوَ يَخُصُّهُ، اَمَّا هُنَا الِامْتِنَاعُ لِخَلَلٍ فِي الْحِرْزِ، وَالْقَافِلَةُ حِرْزٌ وَاحِدٌ .

اور جب ڈاکوؤں میں کوئی بچہ ہوا یا پاگل ہوا یا مقطوع علیہ کا کوئی ذی رحم محرم ہوا تو تمام ڈاکوؤں سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ بچے اور مجنون کے متعلق حکم بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت امام اعظم اور امام زفر رحمہما اللہ کا قول بھی اسی طرح ہے' جبکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عقل مندوں نے ڈکیتی کی تو باقی لوگوں کو سزا دی جائے گی اور چوری کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دلیل یہ ہے کہ مباشر اصل ہوتا ہے اور عاقل کی مباشرت میں کوئی خلل انداز نہیں ہوتا کیونکہ تابع کے خلل کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور اس کے برعکس میں حکم ہے لہٰذا معنی بدل جائیں گے۔

حضرت امام اعظم اور امام زفر رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک جنایت ہے' جو سب کی جانب سے ثابت ہے مگر جب ان میں سے بعض لوگوں کا فعل حد کو واجب کرنے والا نہیں ہے' تو باقی لوگوں کا فعل علت ناقصہ کے طور پر رہ جائے گا' اور علت ناقصہ سے حکم ثابت نہیں ہوتا۔ پس یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح جس طرح عامد کے ساتھ خاطی کی شرکت ہوتی ہے۔ البتہ ذی رحم محرم کی تاویل یہ ہے کہ جب مال مقطوعان کے درمیان مشترک ہو۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے' کیونکہ جنایت ایک ہے' جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا ایک کے حق میں حد کا رک جانا بقیہ ڈاکوؤں کے حق میں روکنے کو لازم ہوگا۔ البتہ یہ حکم اس کے خلاف ہے کہ جب کوئی حربی مستامن ہو' کیونکہ حربی مستامن کے حق میں حد کا جاری نہ ہونا اس کی عصمت کی خلل اندازی کے سبب سے ہے اور یہ حکم مستامن کے ساتھ خاص ہے' جبکہ یہاں حد کا جاری نہ ہونا حفاظت کے خلل انداز ہونے کے سبب سے ہے اور مکمل قافلہ حرز واحد ہے۔

سقوط حد کی صورت میں حق قتل ورثاء کی طرف منتقل ہونے کا بیان

(وَاِذَا سَقَطَ الْحَدُّ صَارَ الْقَتْلُ اِلَى الْاَوْلِيَاءِ) لِظُهُورِ حَقِّ الْعَبْدِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ (فَاِنْ شَاءُوا

قَتَلُوا وَإِنْ شَاءُوا عَفَوْا (وَإِذَا قَطَعَ بَعْضُ الْقَافِلَةِ الطَّرِيقَ عَلَى الْبَعْضِ لَمْ يَجِبِ الْحَدُّ) لِأَنَّ الْحِرْزَ وَاحِدٌ فَصَارَتِ الْقَافِلَةُ كَدَارٍ وَاحِدَةٍ .

اور جب حد ساقط ہوگئی تو حق قتل اولیاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ بندے کا حق ظاہر ہو چکا ہے۔ اسی وضاحت کے ساتھ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب اگر ورثاء چاہیں تو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو وہ معاف کر دیں۔

اور جب بعض قافلہ والے ڈاکوؤں نے دوسرے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا تو ان مباشرین پر حد واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ ان کا حرز ایک ہی ہے۔

شہر یا قریب شہر میں ڈکیتی کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَطَعَ الطَّرِيقَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فِي الْمِصْرِ أَوْ بَيْنَ الْكُوفَةِ وَالْحِيرَةِ فَلَيْسَ بِقَاطِعِ الطَّرِيقِ) اسْتِحْسَانًا . وَفِي الْقِيَاسِ يَكُونُ قَاطِعَ الطَّرِيقِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِوُجُودِهِ حَقِيقَةً . وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الْحَدُّ إِذَا كَانَ خَارِجَ الْمِصْرِ إِنْ كَانَ بِقُرْبِهِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ . وَعَنْهُ إِنْ قَاتَلُوا نَهَارًا بِالسِّلَاحِ أَوْ لَيْلًا بِهِ أَوْ بِالْخَشَبِ فَهُمْ قُطَّاعُ الطَّرِيقِ لِأَنَّ السِّلَاحَ لَا يَلْبَثُ وَالْغَوْثُ يُبْطِئُ بِاللَّيَالِي ، وَنَحْنُ نَقُولُ : إِنَّ قَطْعَ الطَّرِيقِ بِقَطْعِ الْمَارَّةِ وَلَا يَتَحَقَّقُ ذَلِكَ فِي الْمِصْرِ وَيَقْرُبُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ لُحُوقُ الْغَوْثِ ، إِلَّا أَنَّهُمْ يُؤْخَذُونَ بِرَدِّ الْمَالِ أَيْضًا لَا يَصِلُ الْحَقُّ إِلَى الْمُسْتَحِقِّ ، وَيُؤَدَّبُونَ وَيُحْبَسُونَ لِارْتِكَابِهِمُ الْجِنَايَةَ ، وَلَوْ قَتَلُوا فَالْأَمْرُ فِيهِ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ لِمَا بَيَّنَّا .

اور جس شخص نے شہر میں دن کو یا رات میں ڈکیتی کی یا اس نے کوفہ یا مقام حیرہ کے درمیان ڈکیتی کی تو بطور استحسان اس کو بھی ڈاکو نہیں کہا جائے گا۔ البتہ قیاس کے طور پر ڈاکو شمار کیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ حقیقت کے اعتبار سے ڈکیتی پائی جا رہی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اس نے شہر سے باہر ڈکیتی کی تو اس پر حد واجب ہوگی۔ البتہ جبکہ وہ شہر کے قریب ہو کیونکہ وہاں مقطوع علیہ کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اگر ڈاکوؤں نے دن کے وقت ہتھیار سے لڑائی کی یا رات کے وقت ہتھیار یا لاٹھی کے ساتھ لڑائی کی تو وہ ڈاکو شمار ہوں گے۔ کیونکہ ہتھیار تاخیر نہیں کرتا۔ اور مدد کرنے والا رات کے وقت تاخیر سے پہنچنے والا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ راستے میں مسافروں کو لوٹنے سے ڈکیتی ثابت ہو جاتی ہے جبکہ یہ ڈکیتی شہر میں یا اس کے قرب میں ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان مقامات پر مدد کا پہنچ جانا ظاہر ہے۔ البتہ ڈاکوؤں کو مال واپس کرنے کے لئے گرفتار کر لیا جائے گا۔ تاکہ حق اپنے

حقدار تک پہنچ جائے۔ اوران کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی اور انہیں قید میں ڈال دیا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے جرم کیا ہے اور اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو پھر ان کا معاملہ اولیاء کے سپرد ہوگا۔

عاقلہ پر دیت ہونے کا بیان

(وَمَنْ خَنَقَ رَجُلًا حَتّٰی قَتَلَهٗ فَالدِّيَةُ عَلٰی عَاقِلَتِهٖ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ) وَهِيَ مَسْاَلَةُ الْقَتْلِ بِالْمُثَقَّلِ، وَسَنُبَيِّنُ فِی بَابِ الدِّيَاتِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (وَاِنْ خَنَقَ فِی الْمِصْرِ غَيْرَ مَرَّةٍ قُتِلَ بِهٖ) ؛ لِاَنَّهٗ صَارَ سَاعِيًا فِی الْاَرْضِ بِالْفَسَادِ فَيُدْفَعُ شَرُّهٗ بِالْقَتْلِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص کی عاقلہ پر دیت ہے جس نے کسی کا گلہ دبا دیا حتیٰ کہ وہ قتل ہو گیا۔ اور یہ مسئلہ قتل بہ مثقل ہے اور اس کو ہم ان شاءاللہ عنقریب دیات کے باب میں بیان کریں گے۔ اور اگر اس نے شہر میں متعدد مرتبہ گلہ دبایا جس سے وہ فوت ہو گیا کیونکہ اس صورت میں وہ زمین فساد کرنے کی طرف کوشش کرنے والا ہو گیا لہٰذا اس کے شر کو قتل سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

کِتَابُ السِّيَرِ

﴿یہ کتاب سیر کے بیان میں ہے﴾

کتاب سیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: سیر سیرت کی جمع ہے اور وہ امور میں طریقے کا نام ہے جبکہ اصطلاح شرع میں وہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے ساتھ مغازی میں خاص ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب سیر پر حدود کو مقدم کیا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک حکم کے اعتبار سے حسن لغیرہ ہے اور یہ غیر مامور بہ کے فعل کی طرف لے جانے والا ہے البتہ حدود کا معاملہ اکثر مسلمانوں کے ساتھ پیش آتا ہے یا خاص طور پر جس طرح شراب ہے جبکہ سیر کا معاملہ کفار کے ساتھ پیش آتا ہے۔ پس مسلمانوں کی تقدیم اولیٰ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۴۳۴، بیروت)

سیر کے معنی کا فقہی بیان

(وَالسِّيَرُ جَمْعُ سِيرَةٍ) وَهِيَ فِعْلَةٌ مِنَ السَّيْرِ (وَهِيَ الطَّرِيقَةُ فِي الْأُمُورِ . وَفِي الشَّرْعِ تَخْتَصُّ بِسِيَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغَازِيهِ)

سیر سیرت کی جمع ہے اور وہ امور میں طریقے کا نام ہے جبکہ اصطلاح شرع میں وہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کے ساتھ مغازی میں خاص ہو۔

جہاد کی فرضیت کا بیان

قَالَ (الْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ فَرِيقٌ مِنَ النَّاسِ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِينَ) أَمَّا الْفَرْضِيَّةُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ) وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْجِهَادُ مَاضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) وَأَرَادَ بِهِ فَرْضًا بَاقِيًا، وَهُوَ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ ؛ لِأَنَّهُ مَا فُرِضَ لِعَيْنِهِ إِذْ هُوَ إِفْسَادٌ فِي نَفْسِهِ، وَإِنَّمَا فُرِضَ لِإِعْزَازِ دِينِ اللّٰهِ وَدَفْعِ الشَّرِّ عَنِ الْعِبَادِ، فَإِذَا حَصَلَ الْمَقْصُودُ بِالْبَعْضِ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِينَ كَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَرَدِّ السَّلَامِ (فَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ أَحَدٌ أَثِمَ جَمِيعُ النَّاسِ بِتَرْكِهِ) لِأَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى الْكُلِّ، وَلِأَنَّ فِي اشْتِغَالِ الْكُلِّ بِهِ قَطْعَ مَادَّةِ الْجِهَادِ مِنَ الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ فَيَجِبُ عَلَى الْكِفَايَةِ (إِلَّا أَنْ يَكُونَ النَّفِيرُ عَامًّا) فَحِينَئِذٍ يَصِيرُ مِنْ فُرُوضِ الْأَعْيَانِ لِقَوْلِهِ

تَعَالٰی (اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا) الْاٰیَۃَ .

وَقَالَ فِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ: اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ اِلَّا اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ فِی سَعَةٍ حَتّٰی یُحْتَاجَ اِلَیْهِمْ، فَاَوَّلُ هٰذَا الْکَلَامِ اِشَارَةٌ اِلَی الْوُجُوْبِ عَلَی الْکِفَایَةِ وَآخِرُهٗ اِلَی النَّفِیْرِ الْعَامِّ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ عِنْدَ ذٰلِكَ لَا یَتَحَصَّلُ اِلَّا بِاِقَامَةِ الْکُلِّ فَیَفْتَرِضُ عَلَی الْکُلِّ (وَقِتَالُ الْکُفَّارِ وَاجِبٌ) وَاِنْ لَمْ یَبْدَءُوْا لِلْعُمُوْمَاتِ .

فرمایا: کہ جہاد فرض کفایہ ہے جب ایک جماعت اسے انجام دے گی تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔ البتہ فرضیت جو ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے سبب سے ہے "تم سب لوگ مل کر مشرکین سے قتال کرو جس طرح وہ مل کر تم سے قتال کرتے ہیں" اور آپ ﷺ کے اس فرمانِ گرامی سے ثابت ہے "جہاد قیامت تک لیے جاری ہے اور اس فرمان سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جہاد باقی رہنے والا فرض ہے، اور جہاد فرض کفایہ اس لیے ہے کہ جہاد بذاتِ خود فرض نہیں ہوا، کیونکہ یہ خود بہ خود فساد پھیلانا ہے۔ اور جہاد تو دینِ خداوندی کے اعزاز کی خاطر اور بندوں سے شر کو دفع کرنے کے لیے فرض ہوا ہے، لہٰذا جب کچھ لوگوں سے مقصود حاصل ہو جائے گا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی جس طرح نماز جنازہ اور سلام کا جواب چنانچہ جب کسی نے بھی جہاد نہیں کیا تو ترکِ جہاد کی سبب سے سارے لوگ گناہگار ہوں گے کیونکہ وجوب سب پر ہے، اور اس سبب سے کہ تمام لوگوں کے جہاد میں مشغول ہونے سے جہاد کے سامان یعنی گھوڑے اور ہتھیار کو ختم کرنا لازم آئے گا اس لیے جہاد فرض کفایہ کے طور پر واجب ہے، لیکن اگر نفیر عام ہو تو اس صورت میں جہاد فرض عین ہوگا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں فرمایا: جہاد واجب ہے تاہم مسلمانوں کے لیے گنجائش ہے نزدیک تک کہ ان کی ضرورت پیش آئے۔ اس کلام کے پہلے حصے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور آخری حصے میں نفیر عام کی طرف اشارہ ہے اور یہ اس وجہ سے کہ نفیر عام کے وقت تمام لوگوں کے جہاد کیے بغیر مقصود حاصل نہیں ہوگا لہٰذا سب پر جہاد فرض ہوگا۔ اور کفار سے جہاد کرنا واجب ہے اگر چہ وہ پیش قدمی نہ کریں، کیونکہ آیات واحادیث میں عموم ہے۔

بچے پر جہاد کی عدم فرضیت کا بیان

(وَلَا یَجِبُ الْجِهَادُ عَلٰی صَبِیٍّ) لِاَنَّ الصِّبَا مَظِنَّةُ الْمَرْحَمَةِ (وَلَا عَبْدٍ وَلَا امْرَاَةٍ) لِتَقَدُّمِ حَقِّ الْمَوْلٰی وَالزَّوْجِ (وَلَا اَعْمٰی وَلَا مُقْعَدٍ وَلَا اَقْطَعَ لِعَجْزِهِمْ، فَاِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰی بَلَدٍ وَجَبَ عَلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْاَةُ بِغَیْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَالْعَبْدُ بِغَیْرِ اِذْنِ الْمَوْلٰی) لِاَنَّهٗ صَارَ فَرْضَ عَیْنٍ، وَمِلْكُ الْیَمِیْنِ وَرِقُّ النِّکَاحِ لَا یَظْهَرُ فِی حَقِّ فُرُوْضِ الْاَعْیَانِ کَمَا فِی الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ، بِخِلَافِ مَا قَبْلَ النَّفِیْرِ؛ لِاَنَّ بِغَیْرِهِمَا مَقْنَعًا فَلَا ضَرُوْرَةَ اِلٰی اِبْطَالِ حَقِّ الْمَوْلٰی وَالزَّوْجِ

اور بچے پر جہاد واجب نہیں ہے، کیونکہ بچہ محل شفقت ہے۔ غلام اور عورت پر بھی جہاد نہیں ہے، اس لیے کہ آقا اور شوہر کا حق مقدم ہے۔ اندھے، لنگڑے اور پاؤں کٹے ہوئے شخص پر بھی جہاد واجب نہیں ہے اس لیے کہ یہ لوگ عاجز اور بے بس ہوتے ہیں۔ پھر اگر دشمن کسی ملک پر حملہ کردیں، تو تمام لوگوں پر نکلنا واجب ہوگا چنانچہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا، کیونکہ اب جہاد فرض عین ہوگیا ہے اور فرض عین میں ملک یمین اور ملک نکاح کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ (قاعدہ فقہیہ) جس طرح روزے اور نماز میں ہے۔ برخلاف نفیر سے پہلے کے، کیونکہ (اس صورت میں) ان کے بغیر بھی کفایت ہوجاتی ہے، لہٰذا آقا اور شوہر کے حق کو باطل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جہاد کے لئے چندہ وصول کرنے کی کراہت کا بیان

(وَيُكْرَهُ الْجُعَلُ مَا دَامَ لِلْمُسْلِمِينَ فَيْءٌ) لِاَنَّهُ يُشْبِهُ الْاَجْرَ، وَلَا ضَرُورَةَ اِلَيْهِ ؛ لِاَنَّ مَالَ بَيْتِ الْمَالِ مُعَدٌّ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ .

قَالَ (فَاِذَا لَمْ يَكُنْ فَلَا بَاْسَ بِاَنْ يُقَوِّيَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا) لِاَنَّ فِيهِ دَفْعَ الضَّرَرِ الْاَعْلٰى بِاِلْحَاقِ الْاَدْنٰى، يُؤَيِّدُهُ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَخَذَ دُرُوعًا مِنْ صَفْوَانَ) وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُغْزِي الْاَعْزَبَ عَنْ ذِي الْحَلِيلَةِ، وَيُعْطِي الشَّاخِصَ فَرَسَ الْقَاعِدِ .

اور جب تک مسلمانوں کے پاس مال ہو اس وقت تک خاص جہاد کے لیے چندہ وغیرہ وصول کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ جہاد میں چندہ کرنا اجرت کے مشابہ ہے اور چندہ کی ضرورت بھی نہیں ہے، اس لیے کہ بیت المال کا مال مسلمانوں کی آفات دور کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے، لیکن جب بیت المال میں مال نہ ہو تو اب چندہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک دوسرے کو تقویت پہنچانے میں کوئی حرف نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں نقصان کم تر کو برداشت کرکے اعلیٰ نقصان کو دور کرنا ہے (قاعدہ فقہیہ) اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے صفوان سے کچھ زرہیں لی تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر شادی شدہ لوگوں کو شادی شدہ لوگوں کی طرف سے بھیجتے تھے اور جہاد میں جانے والے کو نہ جانے والے کا گھوڑا دے دیا کرتے تھے۔

بَابُ كَيْفِيَّةِ الْقِتَالِ

﴿یہ باب قتال کے طریقے کے بیان میں ہے﴾

باب کیفیت قتال کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کی فرضیت کے بعد جہاد کرنے کے طریقے کو بیان کیا ہے اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ کسی بھی چیز یا حکم کی فرضیت کے بعد ضروری ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس کا طریقہ سمجھا جائے لہٰذا اسی طرح جہاد کی فرضیت سمجھ لینے کے بعد ضروری ہے کہ اس کا طریقہ سمجھا جائے۔ پس مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں جہاد کرنے کا طریقہ بیان کریں گے۔

قتال سے پہلے اسلام کی دعوت دینے کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُوْنَ دَارَ الْحَرْبِ فَحَاصَرُوا مَدِيْنَةً أَوْ حِصْنًا دَعَوْهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ) لِمَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا " (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مَا قَاتَلَ قَوْمًا حَتّٰى دَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ) قَالَ (فَإِنْ أَجَابُوا كَفُّوا عَنْ قِتَالِهِمْ) لِحُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ، وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) الْحَدِيْثَ .

(وَإِنْ امْتَنَعُوا دَعَوْهُمْ إِلَى أَدَاءِ الْجِزْيَةِ) بِهِ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أُمَرَاءَ الْجُيُوْشِ، وَلِأَنَّهُ أَحَدُ مَا يَنْتَهِي بِهِ الْقِتَالُ عَلٰى مَا نَطَقَ بِهِ النَّصُّ، وَهٰذَا فِي حَقِّ مَنْ تُقْبَلُ مِنْهُ الْجِزْيَةُ، وَمَنْ لَا تُقْبَلُ مِنْهُ كَالْمُرْتَدِّيْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ لَا فَائِدَةَ فِي دُعَائِهِمْ إِلٰى قَبُوْلِ الْجِزْيَةِ لِأَنَّهُ لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ إِلَّا الْإِسْلَامُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ) (فَإِنْ بَذَلُوْهَا فَلَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِيَكُوْنَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا، وَالْمُرَادُ بِالْبَذْلِ الْقَبُوْلُ وَكَذَا الْمُرَادُ بِالْإِعْطَاءِ الْمَذْكُوْرِ فِيْهِ فِي الْقُرْآنِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

اور جب مسلمان دار الحرب میں داخل ہو کر کسی شہر یا کسی قلعے کا محاصرہ کرلیں تو کافروں کو اسلام کی دعوت دیں، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی قوم کو اسلام کی دعوت دیئے بغیر ان سے جنگ نہیں

کی رُو سے جب کفار اسلام لے آئیں تو مجاہدین انہیں مارنے سے باز آ جائیں، کیونکہ مقصود حاصل ہو چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے نزدیک تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کے لیے کہیں۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکروں کے سرداروں کو اسی کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ یہ ان اشیاء میں سے ایک ہے جن سے جنگ ختم ہو جاتا ہے اور یہ حکم ان کافروں کے متعلق ہے جن سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے اور جن سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا جس طرح مرتد اور بت پرست لوگ تو انہیں جزیہ دینے کے لیے کہنا بے سود ہے، کیونکہ ان سے اسلام کے علاوہ کچھ بھی مقبول نہیں ہے، ارشاد خداوندی ہے تم ان سے اتنا جنگ کرو حتی کہ وہ اسلام لے آئیں۔

اس کے جب وہ کفار جزیہ دینا قبول کر لیں، تو انہیں وہی ملے گا' جو مسلمانوں کو ملتا ہے اور ان پر وہ سب کچھ لازم ہوگا جو مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت علی کا ارشاد گرامی ہے کہ کافروں نے اسی لیے جزیہ دینا قبول کیا ہے' تاکہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح محفوظ ہو جائیں۔ اور بذل سے قبول کرنا مراد ہے اور اس سلسلے میں قرآن میں جو اعطاء مذکور ہے اس سے بھی قبول کرنا مراد ہے۔

اسلام کی دعوت نہ پہنچنے والوں سے جہاد کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ اَنْ يُقَاتِلَ مَنْ لَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَةُ اِلَى الْاِسْلَامِ اِلَّا اَنْ يَدْعُوهُ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي وَصِيَّةِ اُمَرَاءِ الْاَجْنَادِ (فَادْعُهُمْ اِلَى شَهَادَةِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ) وَلِاَنَّهُمْ بِالدَّعْوَةِ يَعْلَمُونَ اَنَّا نُقَاتِلُهُمْ عَلَى الدِّينِ لَا عَلَى سَلْبِ الْاَمْوَالِ وَسَبْيِ الذَّرَارِيِّ فَلَعَلَّهُمْ يُجِيبُونَ فَنُكْفَى مُؤْنَةَ الْقِتَالِ، وَلَوْ قَاتَلَهُمْ قَبْلَ الدَّعْوَةِ اَثِمَ لِلنَّهْيِ، وَلَا غَرَامَةَ لِعَدَمِ الْعَاصِمِ وَهُوَ الدِّينُ اَوِ الْاِحْرَازُ بِالدَّارِ فَصَارَ كَقَتْلِ النِّسْوَانِ وَالصِّبْيَانِ (وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَدْعُوَ مَنْ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ) مُبَالَغَةً فِي الْاِنْذَارِ، وَلَا يَجِبُ ذَلِكَ لِاَنَّهُ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ).

(وَعَهِدَ اِلَى اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ يُغِيرَ عَلَى اُبْنَى صَبَاحًا ثُمَّ يُحَرِّقَ) وَالْغَارَةُ لَا تَكُونُ بِدَعْوَةٍ.

اور ان لوگوں سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے جنھیں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو ہاں البتہ جب مجاہدین انھیں دین کی دعوت دیں، کیونکہ لشکروں کے امراء کی وصیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے: سب سے پہلے انھیں شہادتِ توحید کی دعوت دو، اور اس لیے کہ دعوت دینے کی صورت میں وہ یہ جان لیں گے کہ ہم دین کے لیے ان سے جنگ کر رہے ہیں، مال چھیننے اور ان کے اہل وعیال کو قید کرنے کے لیے نہیں لڑ رہے ہیں، اور ممکن ہے کہ وہ اسے قبول کر لیں اور ہم بھی جنگ کی مشقت سے بچ جائیں اور اگر لشکر نے دعوت دینے سے پہلے ہی ان سے جنگ کر لیا تو سارے اہل لشکر گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ دعوت سے پہلے جنگ کرنا

ممنوع ہے لیکن مسلمانوں پر ضمان نہیں ہوگا، اس لیے کہ (کفار کے حق میں) عاصم یعنی دین یا احراز بدار الاسلام معدوم ہے تو یہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی طرح ہوگیا۔

جس کو دعوت پہنچی ہو اسے دوبارہ دعوت دینا مستحب ہے تاکہ انذار میں مبالغہ ہو جائے لیکن دوبارہ دعوت دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے بنو مصطلق پر شب خوں مارا تھا اور وہ لوگ غافل تھے اور آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ مقام اُبنی میں صبح کے وقت چھاپہ ماریں پھر اس جگہ کو جلا دیں اور چھاپہ مارنے سے پہلے دعوت نہیں دی جاتی ہے۔

انکار جزیہ پر جنگ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ اَبَوْا ذٰلِكَ اسْتَعَانُوا بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَحَارَبُوهُمْ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ (فَإِنْ اَبَوْا ذٰلِكَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ، إِلَى اَنْ قَالَ: فَإِنْ اَبَوْهَا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ) وَلِاَنَّهُ تَعَالٰى هُوَ النَّاصِرُ لِاَوْلِيَائِهِ وَالْمُدَمِّرُ عَلٰى اَعْدَائِهِ فَيُسْتَعَانُ بِهِ فِي كُلِّ الْاُمُورِ .

قَالَ (وَنَصَبُوا عَلَيْهِمُ الْمَجَانِيقَ) كَمَا نَصَبَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الطَّائِفِ (وَحَرَّقُوهُمْ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَحْرَقَ الْبُوَيْرَةَ .

فرمایا: جب کافروں نے جزیہ دینے سے انکار کیا تو مجاہدین ان کے خلاف اللہ سے مدد طلب کریں اور ان سے جنگ کریں اس لیے کہ حضرت سلیمان بن بریدہ کی حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "اگر کفار اسلام لانے سے انکار کردیں تو انھیں جزیہ دینے کے لیے کہو، حتیٰ کہ تک کہ آپ نے فرمایا اگر وہ جزیہ دینے کے لیے بھی تیار نہ ہوں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے جنگ کر، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا مددگار ہے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے والا ہے لہٰذا جملہ امور میں اسی سے مدد طلب کرنا چاہیے۔

اور مجاہدین کو چاہیے کہ وہ کفار پر فلاخن نصب کردیں جس طرح آپ ﷺ نے طائف پر منجنیق قائم فرمادی تھی اور انھیں جلادیں کیونکہ آپ ﷺ نے مقام بویرہ کو جلا دیا تھا۔

کفار کے کھیتوں کو برباد کرنے کا بیان

قَالَ (وَاَرْسَلُوا عَلَيْهِمُ الْمَاءَ وَقَطَعُوا اَشْجَارَهُمْ وَاَفْسَدُوا زُرُوعَهُمْ) لِاَنَّ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ اِلْحَاقَ الْكَبْتِ وَالْغَيْظِ بِهِمْ وَكَسْرَةَ شَوْكَتِهِمْ وَتَفْرِيقَ جَمْعِهِمْ فَيَكُونُ مَشْرُوعًا، (وَلَا بَاْسَ بِرَمْيِهِمْ، وَاِنْ كَانَ فِيهِمْ مُسْلِمٌ اَسِيرٌ اَوْ تَاجِرٌ) لِاَنَّ فِي الرَّمْيِ دَفْعَ الضَّرَرِ الْعَامِّ بِالذَّبِّ عَنْ بَيْضَةِ الْاِسْلَامِ، وَقَتْلُ الْاَسِيرِ وَالتَّاجِرِ ضَرَرٌ خَاصٌّ، وَلِاَنَّهُ قَلَّمَا يَخْلُو حِصْنٌ عَنْ مُسْلِمٍ، فَلَوْ

امْتَنَعَ بِاعْتِبَارِهِ لَانْسَدَّ بَابُهُ (وَإِنْ تَتَرَّسُوا بِصِبْيَانِ الْمُسْلِمِينَ أَوْ بِالْأُسَارَى لَمْ يَكُفُّوا عَنْ رَمْيِهِمْ) لِمَا بَيَّنَّاهُ (وَيَقْصِدُونَ بِالرَّمْيِ الْكُفَّارَ) لِأَنَّهُ إِنْ تَعَذَّرَ التَّمْيِيزُ فِعْلًا فَلَقَدْ أَمْكَنَ قَصْدًا، وَالطَّاعَةُ بِحَسَبِ الطَّاقَةِ، وَمَا أَصَابُوهُ مِنْهُمْ لَا دِيَةَ عَلَيْهِمْ وَلَا كَفَّارَةَ لِأَنَّ الْجِهَادَ فَرْضٌ وَالْغَرَامَاتُ لَا تُقْرَنُ بِالْفُرُوضِ.

بِخِلَافِ حَالَةِ الْمَخْمَصَةِ لِأَنَّهُ لَا يُمْتَنَعُ مَخَافَةَ الضَّمَانِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِحْيَاءِ نَفْسِهِ. أَمَّا الْجِهَادُ فَمَبْنِيٌّ عَلَى إِتْلَافِ النَّفْسِ فَيُمْتَنَعُ حِذَارَ الضَّمَانِ

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ مجاہدین کافروں پر پانی چھوڑ دیں، ان کے درختوں کو کاٹ دیں اور ان کی کھیتیاں ویران کر دیں اس لیے کہ ان افعال سے کفار کو ذلت محسوس ہوگی، انہیں غصہ آئے گا، ان کی شان وشوکت تھوڑی ہو جائے گی اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا لہٰذا یہ افعال مشروع ہوں گے۔ اور کفار پر پتھر برسانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر چہ ان میں کوئی مسلمان قیدی یا مسلمان تاجر ہو، اس لیے کہ پتھر برسانے میں جمعیت اسلام سے نقصان عام کو دفع کرنا ہے جب کہ مسلم قیدی، یا مسلم تاجر کا قتل نقصان خاص ہے اور اس لیے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قلعہ مسلمانوں سے خالی ہو، لہٰذا اگر مسلمان کی سبب سے رمی کو روک دیا جائے تو جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور اگر کفار مسلمان بچوں یا مسلم قیدیوں کو ڈھال بنا کر آگے کر لیں تو بھی مجاہدین ان پر پتھر برسانے سے دست کشی نہ کریں اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور مجاہدین کفار کو مارنے کی نیت کریں، اس لیے کہ اگر چہ فعل کے اعتبار سے فرق ناممکن ہے تاہم قصد وارادے کے لحاظ سے امتیاز پیدا کرنا ممکن ہے اور بقدر وسعت ہی اطاعت واجب ہے۔ اور مسلمان بچوں یا مسلم قیدیوں کو جو زخم لگے گا مجاہدین پر اس کی دیت نہیں ہوگی اور نہ ہی (کسی کے قتل پر) کفارہ ہوگا، اس لیے کہ جہاد فرض ہے اور تاوان فرائض سے متعلق نہیں ہوتے۔ برخلاف حالت مخمصہ کے، کیونکہ ضمان کے خوف سے دوسرے کا مال کھانا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ اس میں اپنے نفس کا احیاء ہے، رہا جہاد تو اس کا مدار اتلاف نفس پر ہے، لہٰذا ضمان سے بچتے ہوئے یہ ممنوع ہوگا۔

بڑے لشکر کی صورت میں واجب التعظیم اشیاء کو جہاد میں ساتھ لے جانے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِإِخْرَاجِ النِّسَاءِ وَالْمَصَاحِفِ مَعَ الْمُسْلِمِينَ إِذَا كَانُوا عَسْكَرًا عَظِيمًا يُؤْمَنُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْغَالِبَ هُوَ السَّلَامَةُ وَالْغَالِبُ كَالْمُتَحَقِّقِ (وَيُكْرَهُ إِخْرَاجُ ذَلِكَ فِي سَرِيَّةٍ لَا يُؤْمَنُ عَلَيْهَا) لِأَنَّ فِيهِ تَعْرِيضَهُنَّ عَلَى الضَّيَاعِ وَالْفَضِيحَةِ وَتَعْرِيضَ الْمَصَاحِفِ عَلَى الِاسْتِخْفَافِ فَإِنَّهُمْ يَسْتَخِفُّونَ بِهَا مُغَايَظَةً لِلْمُسْلِمِينَ، وَهُوَ التَّأْوِيلُ الصَّحِيحُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تُسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ) وَلَوْ دَخَلَ مُسْلِمٌ إِلَيْهِمْ بِأَمَانٍ لَا بَأْسَ بِأَنْ يَحْمِلَ مَعَهُ الْمُصْحَفَ إِذَا كَانُوا قَوْمًا يَفُونَ بِالْعَهْدِ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَدَمُ التَّعَرُّضِ، وَالْعَجَائِزُ يَخْرُجْنَ فِي

الْعَسْكَرِ الْعَظِيمِ لِإِقَامَةِ عَمَلٍ يَلِيقُ بِهِنَّ كَالطَّبْخِ وَالسَّقْيِ وَالْمُدَاوَاةِ، فَأَمَّا الشَّوَابُّ فَمَقَامُهُنَّ فِي الْبُيُوتِ أَدْفَعُ لِلْفِتْنَةِ، وَلَا يُبَاشِرْنَ الْقِتَالَ لِأَنَّهُ يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى ضَعْفِ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا عِنْدَ ضَرُورَةٍ، وَلَا يُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُهُنَّ لِلْمُبَاضَعَةِ وَالْخِدْمَةِ، فَإِنْ كَانُوا لَا بُدَّ مُخْرِجِينَ فَبِالْإِمَاءِ دُونَ الْحَرَائِرِ۔

فرمایا اور مجاہدین کے ساتھ قرآن پاک اور عورتوں کو لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ لشکر بڑا ہو اور اس کے شکست کا خطرہ نہ ہو اس لیے کہ (ان کی) سلامتی غالب ہے اور غالب ثابت اور یقین کی طرح ہوتا ہے، ہاں کسی سریہ میں جس پر شکست کا خطرہ ہو انہیں لے جانا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کو ضیاع اور رسوائی پر پیش کرنا ہے اور قرآن پاک کو بے حرمتی کے دہانے پر لیجانا ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کو بھڑکانے کے لیے کفار ان کی بے حرمتی ضرور کریں گے اور آپ ﷺ کے اس فرمان کی یہی صحیح تاویل ہے کہ "دشمنوں کی زمین میں قرآن لے کر نہ چلو"

اور جب کوئی مسلمان امان لے کر کفار کے پاس جائے' تو اسے اپنے ساتھ قرآن پاک لیجانے میں کوئی حرج نہیں ہے' جبکہ وہ اور بوڑھی عورتیں بڑے لشکر میں اپنے حسب حال کام کرنے کے لیے نکل سکتی ہیں جس طرح کھانا پکانا، پانی پلانا اور علاج و معالجہ کرنا، لیکن جوان عورتوں کا گھروں میں رہنا ہی فتنے کو ختم کرنے والا ہے اور یہ عورتیں لڑائی نہ کریں اس لیے کہ اس سے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہوگی مگر بوقت ضرورت جنگ کر سکتی ہیں۔ اور جماع اور خدمت کے لیے بھی اپنی بیویوں کو لے جانا بہتر نہیں ہے اور اگر لیجانا ضروری ہو تو باندیوں کو لیجائیں، آزاد عورتوں کو نہ لیجائیں۔

بیوی کا جہاد کے لئے شوہر سے اجازت لینے کا بیان

(وَلَا تُقَاتِلُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا وَلَا الْعَبْدُ إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ) لِمَا بَيَّنَّا (إِلَّا أَنْ يَهْجُمَ الْعَدُوُّ عَلَى بَلَدٍ لِلضَّرُورَةِ)

وَيَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِينَ أَنْ لَا يَغْدِرُوا وَلَا يَغُلُّوا وَلَا يُمَثِّلُوا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا) وَالْغُلُولُ: السَّرِقَةُ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَالْغَدْرُ: الْخِيَانَةُ وَنَقْضُ الْعَهْدِ، وَالْمُثْلَةُ الْمَرْوِيَّةُ فِي قِصَّةِ الْعُرَنِيِّينَ مَنْسُوخَةٌ بِالنَّهْيِ الْمُتَأَخِّرِ هُوَ الْمَنْقُولُ۔

اور بیوی اپنے شوہر کی اور غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر جنگ نہ کرے اس دلیل کے سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں الا یہ کہ دشمن کسی ملک پر حملہ کر دیں' تو بر بنائے ضرورت یہ دونوں (عورت اور غلام) جنگ کر سکتے ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خیانت، چوری اور مثلہ نہ کریں اس لیے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نہ چوری کرو، نہ بدعہدی کرو اور نہ مثلہ کرو، غلول، مال غنیمت سے چوری کرنا ہے، غدر کے معنی ہیں خیانت اور بدعہدی اور وہ مثلہ جو عرنیین کے واقعہ میں مروی ہے۔ اس نہی کے سبب سے منسوخ ہے' جو اس واقعہ کے بعد نقل کیا گیا ہے۔

عورتوں، بچوں کو جہاد میں قتل کرنے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَقْتُلُوا امْرَاَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا مُقْعَدًا وَلَا اَعْمَى) لِاَنَّ الْمُبِيحَ لِلْقَتْلِ عِنْدَنَا هُوَ الْحِرَابُ وَلَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُمْ، وَلِهٰذَا لَا يُقْتَلُ يَابِسُ الشِّقِّ وَالْمَقْطُوعُ الْيُمْنَى وَالْمَقْطُوعُ يَدُهُ وَرِجْلُهُ مِنْ خِلَافٍ .

وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ يُخَالِفُنَا فِي الشَّيْخِ الْفَانِي وَالْمُقْعَدِ وَالْاَعْمَى لِاَنَّ الْمُبِيحَ عِنْدَهُ الْكُفْرُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا بَيَّنَّا، وَقَدْ صَحَّ (اَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الصِّبْيَانِ وَالذَّرَارِيِّ) " (وَحِينَ رَاٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةً مَقْتُولَةً قَالَ: هَاهُ، مَا كَانَتْ هٰذِهِ تُقَاتِلُ فَلِمَ قُتِلَتْ؟) قَالَ (اِلَّا اَنْ يَكُونَ اَحَدُ هٰؤُلَاءِ مِمَّنْ لَهُ رَاْيٌ فِي الْحَرْبِ اَوْ تَكُونَ الْمَرْاَةُ مَلِكَةً) لِتَعَدِّي ضَرَرِهَا اِلَى الْعِبَادِ، وَكَذَا يُقْتَلُ مَنْ قَاتَلَ مِنْ هٰؤُلَاءِ دَفْعًا لِشَرِّهِ، وَلِاَنَّ الْقِتَالَ مُبِيحٌ حَقِيقَةً .

اور مجاہدین عورت، بچے، شیخ فانی، اپاہج اور اندھے کو قتل نہ کریں، اس لیے کہ ہمارے نزدیک قتل کو مباح کرنے والی چیز لڑائی ہے اور ان سے لڑائی صادر نہیں ہو سکتی اسی لیے ایک پہلو خشک ہوئے شخص کو اور دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کٹے ہوئے شخص کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ شیخ فانی، اپاہج اور اندھے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے مخالف ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک کفر کے سبب قتل مباح ہے اور ان کے خلاف وہ دلیل حجت ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتول عورت کو دیکھا تو فرمایا ہائے افسوس یہ عورت تو لڑنے کے قابل نہیں تھی پھر کیوں قتل کی گئی" فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی لڑائی کے متعلق کوئی رائے رکھتا ہو یا عورت سردار ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا نقصان بندوں کو لاحق ہوگا۔ نیز ان میں سے جو جنگ کرے گا اسے بھی قتل رکھتا ہو یا عورت سردار ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، اس لیے کہ اس کا نقصان بندوں کو لاحق ہوگا۔ نیز ان میں سے جو جنگ کرے گا اسے بھی قتل کر دیا جائے گا' تاکہ اس کا شر دور ہو جائے اور اس کے لیے جنگ حقیقتاً قتل کو مباح کرنے والا ہے۔

جہاد میں پاگل کے قتل کی ممانعت کا بیان

وَلَا يَقْتُلُ مَجْنُونًا) لِاَنَّهُ غَيْرُ مُخَاطَبٍ اِلَّا اَنْ يُقَاتِلَ فَيُقْتَلَ دَفْعًا لِشَرِّهِ، غَيْرَ اَنَّ الصَّبِيَّ وَالْمَجْنُونَ يُقْتَلَانِ مَا دَامَا يُقَاتِلَانِ، وَغَيْرُهُمَا لَا بَاْسَ بِقَتْلِهِ بَعْدَ الْاَسْرِ لِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْعُقُوبَةِ لِتَوَجُّهِ الْخِطَابِ نَحْوَهُ، وَاِنْ كَانَ يُجَنُّ وَيُفِيقُ فَهُوَ فِي حَالِ اِفَاقَتِهِ كَالصَّحِيحِ

اور مجاہدین مجنون کو بھی قتل نہ کریں، کیونکہ وہ (احکامِ شرع کا) مخاطب نہیں ہے لیکن اگر وہ جنگ کرنے گا' تو اس کا

شر دور کرنے کے لیے اسے قتل کیا جائے گا تاہم بچہ اور مجنون جب تک جنگ کرتے رہیں گے اس وقت تک انہیں قتل کیا جائے گا اور ان کے علاوہ کو گرفتار کرنے کے بعد قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ دوسروں کی طرف خطاب متسبب ہونے کی سبب سے وہ اہل عقاب میں سے ہیں۔ اور اگر کوئی مجنون ایسا ہو کہ کبھی اسے جنون رہتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو افاقہ کی حالت میں وہ صحیح آدمی کی طرح ہوگا۔

جہاد کی ابتداء مشرک باپ سے کرنے کی ممانعت کا بیان

(وَيُكْرَهُ اَنْ يَبْتَدِءَ الرَّجُلُ اَبَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَيَقْتُلَهُ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا) وَلِاَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ اِحْيَاؤُهُ بِالْاِنْفَاقِ فَيُنَاقِضُهُ الْاِطْلَاقُ فِي اِفْنَائِهِ (فَاِنْ اَدْرَكَهُ امْتَنَعَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَقْتُلَهُ غَيْرُهُ) لِاَنَّ الْمَقْصُودَ يَحْصُلُ بِغَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ اقْتِحَامِهِ الْمَاْثَمَ، وَاِنْ قَصَدَ الْاَبُ قَتْلَهُ بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُهُ دَفْعُهُ اِلَّا بِقَتْلِهِ لَا بَاْسَ بِهِ ؛ لِاَنَّ مَقْصُودَهُ الدَّفْعُ، اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَوْ شَهَرَ الْاَبُ الْمُسْلِمُ سَيْفَهُ عَلٰى ابْنِهِ وَلَا يُمْكِنُهُ دَفْعُهُ اِلَّا بِقَتْلِهِ يَقْتُلُهُ لِمَا بَيَّنَّا فَهٰذَا اَوْلٰى، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

اور ایسا کرنا مکروہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مشرک باپ سے ابتداء کر کے اسے قتل کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "دنیا میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو" اور اس لیے کہ بیٹے پر باپ کا نفقہ دے کر اسے زندہ رکھنا واجب ہے لہٰذا اسے ختم کرنے کا اطلاق اس احیاء کے منافی ہوگا پھر اگر بیٹا اپنے باپ کو پالے تو رک جائے نزدیک تک کہ کوئی دوسرا اسے قتل کر دے، کیونکہ اس کے گناہ کا ارتکاب کیے بغیر اس کے علاوہ سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر باپ نے بیٹے کے قتل کا ارادہ کر لیا بایں طور کہ باپ کے قتل کیے بغیر بیٹے کے لیے اسے دفع کرنا ممکن نہ ہو تو باپ کے قتل میں کوئی حرج نہیں ہے اس کا مقصود دفع نقصان ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ اگر مسلمان باپ اپنے بیٹے پر تلوار سونت لے اور باپ کو قتل کیے بغیر بیٹے کے لیے مدافعت کرنا ممکن نہ ہو تو بیٹا باپ کو قتل کر سکتا ہے اس دلیل کے سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں پس اس حالت میں تو بدرجہ اولیٰ قتل کرنا جائز ہوگا۔

بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَمَنْ يَجُوْزُ اَمَانُهُ

﴿یہ باب مصالحت اور جواز امان والے کے بیان میں ہے﴾

باب مصالحت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب جہاد کا طریقہ بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں نے مصالحت کا باب شروع کیا ہے کیونکہ جب کافر مسلمانوں سے مصالحت کر کے جنگ نہ کرنا چاہیں اور اس میں مسلمانوں کے لئے بہتری ہو تو مصالحت جائز ہے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے مال وجان کی حفاظت بھی ہوگی اور مقاصد بھی حاصل ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کافر مسلمانوں کے قریب ہوں اور اسلام کی حقیقت سمجھ جائیں اور مسلمان ہو جائیں گے۔

باب موادعت کے شرعی ماخذ کا بیان

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔(الانفال، ٦١)

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی ہے سنتا جانتا۔ (کنز الایمان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ فرمان ہے: جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو، لڑائی کی اطلاع کر دو۔ اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لیے صلح کر لی جو شرائط کے ساتھ طے ہوئی۔

حضرت علی سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا عنقریب اختلاف ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ ہو سکے تو صلح ہی کر لینا (مسند امام احمد)

مجاہد کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن یہ محل نظر میں ہے سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورۃ براۃ کی آیت سے

(قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ 29) -9التوبہ:29)

سے منسوخ ہے کہ لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی

کے وقت ان سے صلح کر لینا بلا شک وشبہ جائز ہے جس طرح کہ اس آیت میں ہے اور جس طرح کہ حدیبیہ کی صلح اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کی۔ پس اس کے بارے میں کوئی نص اس کے خلاف یا خصوصیت یا منسوخیت کی نہیں آئی۔

پھر فرماتا ہے اللہ پر بھروسہ رکھو وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ اللہ تیرا طرف دار ہے اور تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی۔ تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا۔ اگر چہ آپ روئے زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت وہ محبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ نے خود کر دی۔ ان کی صدیوں پرانی عداوتیں دور کر دیں اور اوس و خزرج انصار کے دونوں قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا۔ جس طرح قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں اپنے دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لیے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے کہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: اے انصار یو کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری سبب سے امیر کر دیا جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری سبب سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ کی ہر بات پر انصاف کہتے جاتے تھے کہ بیشک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ الغرض اپنے اس انعام واکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت وحکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے اُمید رکھنے والا نا اُمید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے اور اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے۔ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے۔ شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی رشتے دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں میں نہ جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت راہ حق میں تھی توحید وسنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رشتے داریاں ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا ہے پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائیں۔

عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا: جب دو شخص اللہ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے خندہ پیشانی سے ہاتھ ملاتے ہیں تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے خشک پتے میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت ومحبت پیدا کر دے ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھ دار ہیں۔

ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید نے فرمایا تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں سب سے پہلے چیز جو لوگوں میں سے اُٹھ جائے گی والفت ومحبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے خشک پتے ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

(تفسیر ابن کثیر، الانفال ۶۰)

اہل حرب سے صلح کرنے کا بیان۔

(وَاِذَا رَاَى الْاِمَامُ اَنْ يُصَالِحَ اَهْلَ الْحَرْبِ اَوْ فَرِيقًا مِنْهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ مَصْلَحَةً لِلْمُسْلِمِينَ فَلَا بَاْسَ بِهِ) لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) (وَوَادَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ مَكَّةَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اَنْ يَضَعَ الْحَرْبَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ عَشْرَ سِنِينَ)، وَلِاَنَّ الْمُوَادَعَةَ جِهَادٌ مَعْنًى اِذَا كَانَ خَيْرًا لِلْمُسْلِمِينَ لِاَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ دَفْعُ الشَّرِّ حَاصِلٌ بِهِ، وَلَا يُقْتَصَرُ الْحُكْمُ عَلَى الْمُدَّةِ الْمَرْوِيَّةِ لِتَعَدِّي الْمَعْنٰى اِلٰى مَا زَادَ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ مَا اِذَا لَمْ يَكُنْ خَيْرًا ؛ لِاَنَّهُ تَرْكُ الْجِهَادِ صُورَةً وَمَعْنًى (وَاِنْ صَالَحَهُمْ مُدَّةً ثُمَّ رَاَى نَقْضَ الصُّلْحِ اَنْفَعَ نَبَذَ اِلَيْهِمْ وَقَاتَلَهُمْ) (لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَبَذَ الْمُوَادَعَةَ الَّتِي كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَهْلِ مَكَّةَ)، وَلِاَنَّ الْمَصْلَحَةَ لَمَّا تَبَدَّلَتْ كَانَ النَّبْذُ جِهَادًا وَاِيفَاءُ الْعَهْدِ تَرْكُ الْجِهَادِ صُورَةً وَمَعْنًى، وَلَا بُدَّ مِنَ النَّبْذِ تَحَرُّزًا عَنِ الْغَدْرِ، وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي الْعُهُودِ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ) وَلَا بُدَّ مِنِ اعْتِبَارِ مُدَّةٍ يَبْلُغُ فِيهَا خَبَرُ النَّبْذِ اِلٰى جَمِيعِهِمْ، وَيَكْتَفِي فِي ذٰلِكَ بِمُضِيِّ مُدَّةٍ يَتَمَكَّنُ مَلِكُهُمْ بَعْدَ عِلْمِهِ بِالنَّبْذِ مِنْ اِنْفَاذِ الْخَبَرِ اِلٰى اَطْرَافِ مَمْلَكَتِهِ ؛ لِاَنَّ بِذٰلِكَ يَنْتَفِي الْغَدْرُ۔

اور جب امام حربیوں سے یا ان کی کسی جماعت سے صلح کرنا مناسب سمجھے اور اس صلح میں مسلمانوں کے لیے مصلحت ہو تو صلح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: "اگر کفار صلح کے لیے جھکیں تو اے نبی آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے" اور آپ ﷺ نے حدیبیہ کے سال اہل مکہ سے اس بات پر مصالحت کی تھی کہ آپ کے اور ان کے درمیان دس سال تک لڑائی بند رہے گی۔ اور اس لیے کہ مصالحت کرنا معنی جہاد ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو، کیونکہ مصالحت سے بھی مقصود یعنی دفعِ شر حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ مدت مروی ہے اسی پر حکم موقوف نہیں ہے، کیونکہ اس سے زائد مدت کی طرف بھی معنی متعدی ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب مصالحت میں خیر نہ ہو، کیونکہ اب یہ صورت اور معنی دونوں اعتبار سے ترکِ جہاد ہے۔

اور جب ایک مدت کے لیے امام نے کفار سے مصالحت کر لی پھر وہ صلح ختم کرنے کو زیادہ نفع بخش پائے تو امام کفار کو نقضِ مصالحت کی خبر دیدے پھر ان سے جنگ کرے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس مصالحت کو توڑ دیا تھا جو آپ کے اور کفار مکہ کے درمیان منعقد ہوئی تھی۔ اور اس سبب سے کہ جب مصلحت بدل گئی تو نقض ہی جہاد کہلائے گا اور ایفائے عہد صورت اور معنی دونوں اعتبار سے ترکِ جہاد ہوگا لہٰذا غداری سے بچتے ہوئے نقضِ مصالحت کی خبر دینا ضروری ہے، اور عہود کے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: انہیں پورا کیا جائے اور بدعہدی نہ کی جائے۔ اور اتنی مدت کا لحاظ کرنا ضروری ہے جس مدت میں نقضِ عہد کی خبر تمام کافروں کو پہنچ جائے اور اس سلسلے میں اتنی مدت گذرنے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ کفار کا سردار نقضِ عہد کی خبر جاننے کے بعد اپنی مملکت کے اطراف میں وہ خبر نافذ کرنے پر قادر ہو جائے، کیوں کہ اس سے غداری ختم ہو جائے گا۔

بدعہدی کرنے والوں سے جنگ کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ بَدَءُوْا بِخِيَانَةٍ قَاتَلَهُمْ وَلَمْ يَنْبِذْ اِلَيْهِمْ اِذَا كَانَ ذٰلِكَ بِاتِّفَاقِهِمْ) لِاَنَّهُمْ صَارُوا نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ فَلَا حَاجَةَ اِلٰى نَقْضِهِ بِخِلَافِ مَا اِذَا دَخَلَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ فَقَطَعُوا الطَّرِيقَ وَلَا مَنَعَةَ لَهُمْ حَيْثُ لَا يَكُوْنُ هٰذَا نَقْضًا لِلْعَهْدِ، وَلَوْ كَانَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَقَاتَلُوا الْمُسْلِمِيْنَ عَلَانِيَةً يَكُوْنُ نَقْضًا لِلْعَهْدِ فِي حَقِّهِمْ دُوْنَ غَيْرِهِمْ ؛

لِاَنَّهُ بِغَيْرِ اِذْنِ مَلِكِهِمْ فَفِعْلُهُمْ لَا يُلْزِمُ غَيْرَهُمْ حَتّٰى لَوْ كَانَ بِاِذْنِ مَلِكِهِمْ صَارُوا نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ لِاَنَّهُ بِاتِّفَاقِهِمْ مَعْنًى .

اور جب کفار نے بدعہدی کی ابتداء کی تو امام ان سے جنگ کرے اور انہیں معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع نہ دے مگر جب یہ کام کافروں کے اتفاق سے ہوا ہو، کیونکہ وہ لوگ عہد توڑنے والے ہو گئے لہٰذا اب اسے توڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ برخلاف اس صورت کے کہ جب کافروں کی کوئی جماعت دار الاسلام میں گھسی اور اس نے ڈکیتی کی حالانکہ انہیں کوئی مضبوط قوت حاصل نہ ہو تو یہ نقضِ عہد نہیں ہوگا۔ اور اگر ان کے پاس لاؤ لشکر موجود ہو اور انہوں نے علی الاعلان مسلمانوں سے جنگ کیا ہو تو یہ

لڑنے والوں کے حق میں عہد شکنی ہوگی اور ان کے علاوہ کے حق میں نقضِ عہد نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ کام ان کے سردار کی اجازت کے بغیر ہوا ہے لہٰذا ان کا فعل دوسروں پر لازم نہیں ہوگا، ہاں اگر یہ فعل ان کے لئے بادشاہ کی اجازت سے ہو تو وہ عہد شکنی کرنے والے ہو جائیں گے، کیونکہ معنی کے اعتبار سے وہ اس پر متفق ہیں۔

اہل حرب سے مال کے بدلے صلح کرنے کا بیان

(وَاِذَا رَاَی الْاِمَامُ مُوَادَعَةَ اَهْلِ الْحَرْبِ وَاَنْ يَاْخُذَ عَلٰى ذٰلِكَ مَالًا فَلَا بَاْسَ بِهٖ) لِاَنَّهٗ لَمَّا جَازَتِ الْمُوَادَعَةُ بِغَيْرِ الْمَالِ فَكَذَا بِالْمَالِ، لٰكِنْ هٰذَا اِذَا كَانَ بِالْمُسْلِمِيْنَ حَاجَةٌ، اَمَّا اِذَا لَمْ تَكُنْ لَا يَجُوْزُ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ، وَالْمَاْخُوْذُ مِنَ الْمَالِ يُصْرَفُ مَصَارِفَ الْجِزْيَةِ، هٰذَا اِذَا لَمْ يَنْزِلُوْا بِسَاحَتِهِمْ بَلْ اَرْسَلُوْا رَسُوْلًا ؛ لِاَنَّهٗ فِيْ مَعْنَى الْجِزْيَةِ، اَمَّا اِذَا اَحَاطَ الْجَيْشُ بِهِمْ ثُمَّ اَخَذُوا الْمَالَ فَهُوَ غَنِيْمَةٌ يُخَمِّسُهَا وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيْ بَيْنَهُمْ لِاَنَّهٗ مَاْخُوْذٌ بِالْقَهْرِ مَعْنًى (وَاَمَّا الْمُرْتَدُّوْنَ فَيُوَادِعُهُمُ الْاِمَامُ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ اَمْرِهِمْ) لِاَنَّ الْاِسْلَامَ مَرْجُوٌّ مِنْهُمْ فَجَازَ تَاْخِيْرُ قِتَالِهِمْ طَمَعًا فِيْ اِسْلَامِهِمْ (وَلَا يَاْخُذُ عَلَيْهِ مَالًا) لِاَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اَخْذُ الْجِزْيَةِ مِنْهُمْ لِمَا نُبَيِّنُ (وَلَوْ اَخَذَهٗ لَمْ يَرُدَّهٗ) لِاَنَّهٗ مَالٌ غَيْرُ مَعْصُوْمٍ

اور جب امام مال لے کر اہل حرب سے مصالحت کرنا مناسب سمجھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جب بدون مال مصالحت جائز ہے تو مال کے عوض بھی جائز ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب مسلمانوں کو مال کے عوض صلح کرنے کی ضرورت ہو لیکن اگر یہ ضرورت نہ ہو تو مصالحت علی المال جائز نہیں ہے اس دلیل کی سبب سے جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور کفار سے لیا گیا مال جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب مسلمان میدان میں نہ اترے ہوں بلکہ قاصد بھیجا ہو کیونکہ یہ جزیہ کے معنی میں ہے لیکن اگر جیش اسلامی نے کفار کا احاطہ اور گھیراؤ کر کے ان سے مال لیا ہو تو وہ مال پانچویں حصے کے ساتھ مالِ غنیمت ہوگا اور باقی چار حصے ان میں تقسیم کر دیے جائیں گے، کیونکہ معنی کے اعتبار سے یہ جبرا لیا گیا مال ہے۔ البتہ مرتد لوگ تو امام ان سے صلح کر سکتا ہے، نزدیک تک کہ مسلمان ان کے متعلق غور کر لیں، اس لیے کہ ان سے اسلام کی توقع ہے لہٰذا ان کے مسلمان ہونے کی لالچ میں ان سے جنگ کو موخر کرنا جائز ہے اور مجاہدین ان سے صلح کرنے کے عوض مال نہ لیں، کیونکہ ان سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے، اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کریں گے اور اگر امام نے مال لے لیا تو اسے واپس نہ کرے اس لیے کہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

کفار کے محاصرے پر عدم صلح کا بیان

وَلَوْ حَاصَرَ الْعَدُوُّ الْمُسْلِمِيْنَ وَطَلَبُوا الْمُوَادَعَةَ عَلٰى مَالٍ يَدْفَعُهُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَيْهِمْ لَا يَفْعَلُهُ الْاِمَامُ لِمَا فِيْهِ مِنْ اِعْطَاءِ الدَّنِيَّةِ وَاِلْحَاقِ الْمَذَلَّةِ بِاَهْلِ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِذَا خَافَ الْهَلَاكَ، لِاَنَّ دَفْعَ

الْهَلَاكِ وَاجِبٌ بِاَيِّ طَرِيقٍ يُمْكِنُ .

(وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يَبَاعَ السِّلَاحُ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَلَا يُجَهَّزُ اِلَيْهِمْ) لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَى عَنْ بَيْعِ السِّلَاحِ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَحَمْلِهِ اِلَيْهِمْ، وَلِاَنَّ فِيهِ تَقْوِيَتَهُمْ عَلَى قِتَالِ الْمُسْلِمِينَ فَيُمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ وَكَذَا الْكُرَاعُ لِمَا بَيَّنَّا، وَكَذٰلِكَ الْحَدِيدُ لِاَنَّهُ اَصْلُ السِّلَاحِ، وَكَذَا بَعْدَ الْمُوَادَعَةِ ، لِاَنَّهَا عَلَى شَرَفِ النَّقْضِ اَوِ الِانْقِضَاءِ فَكَانُوا حَرْبًا عَلَيْنَا، وَهٰذَا هُوَ الْقِيَاسُ فِي الطَّعَامِ وَالثَّوْبِ، اِلَّا اَنَّا عَرَفْنَاهُ بِالنَّصِّ (فَاِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَمَرَ ثُمَامَةَ اَنْ يَمِيرَ اَهْلَ مَكَّةَ وَهُمْ حَرْبٌ عَلَيْهِ) .

اور جب دشمن نے مسلمانون کا محاصرہ کرلیا اور مسلمانوں سے مال لے کر مصالحت کا مطالبہ کیا' تو امام یہ صلح نہ کرے، کیونکہ اس میں دیت دینا اور مسلمانوں کو ذلت میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے ہاں البتہ جب ہلاکت کا اندیشہ ہو، کیونکہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو ہلاکت سے بچانا واجب ہے۔

اور حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنا ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حربیوں سے ہتھیار بیچنے اور ان کی طرف ہتھیار لے جانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس لیے کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں سے لڑنے پر ان کو تقویت بہم پہنچانا لازم آتا ہے اس لیے یہ ممنوع ہوگا، نیز گھوڑوں کی فروختگی بھی ممنوع ہے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں، اور لوہے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ ہتھیار کی اصل ہے اور مصالحت کے بعد بھی یہی حکم ہوگا اس لیے کہ مصالحت ٹوٹنے یا مدت پوری ہونے کے بعد ختم ہونے کے قریب رہتی ہے، لہٰذا ان سب سے ہمارا ہی نقصان ہوگا، غلہ اور کپڑے کے متعلق بھی قیاس یہی ہے، لیکن ہم نے اسے نص سے جانا ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے حضرت ثمامہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اہل مکہ کو غلہ بھیج دیں حالانکہ اہل مکہ آپ ﷺ کے کھلے ہوئے دشمن تھے۔

فَصْلٌ

﴿ یہ فصل امان دینے کے بیان میں ہے ﴾

فصل جنگ میں امان دینے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: امان طلب کرنا یہ بھی موادعت کی ایک قسم ہے، کیونکہ اس کے سبب بھی جنگ کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی فقہی مطابقت باب سے موادعت سے واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۷، ص ۴۶۶، بیروت)

امان سے متعلق غیر مسلموں کی اقسام کا بیان

غیر مسلموں کو جو مسلمانوں کی طرف بعض حقوق دیئے جاتے ہیں اور جن کے پیش نظر دنیا میں نظام امن کا قیام ہوتا ہے وہ عموی طور پر چار اقسام میں بیان کیے جاتے ہیں اور وہ چار اقسام حسب ذیل ہیں۔ (۱) حربی (۲) مستامن (۳) معاہد (۴) ذمی

حربی

وہ کافر جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں۔ حربی کفار کا ہم پر کوئی حق نہیں کہ ان کی کوئی حمایت یا رعایت کی جائے۔

مستامن

وہ کافر جو مسلمانوں سے مال و جان کی امان کی درخواست کریں اور انہیں امان دے دی جائے۔ کفار کا ہم پر یہ حق ہے کہ ان کو امن دینے کے وقت (مدت امان) اور اس جگہ کا لحاظ رکھا جائے جہاں انہیں امان دی گئی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ لْمُشْرِكِيْنَ سْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ للّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

(سورۃ التوبہ، آیت (6)

معاہد

وہ کافر جن کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو، مثلاً: اتنے سال ہم باہم جنگ و جدال نہیں کریں گے۔ (معاہدین) کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم ان کا عہد اس مدت تک پورا کریں جو ہمارے اور ان کے درمیان اتفاق رائے سے طے ہوا ہے۔ جب تک وہ اس عہد پر قائم رہیں، اس میں کچھ کمی کریں نہ ہمارے خلاف کسی کی مدد کریں، نہ ہمارے دین میں طعنہ زنی کریں، اُس وقت تک ہمیں عہد کا پاس کرنا چاہیے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِلَّا لَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ لْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ

عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ .

مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی قصور نہیں کیا اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی سو ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کر دو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے (سورۃ التوبہ، آیت (4)

نیز فرمایا۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ

اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو ان کی قسموں کوئی اعتبار نہیں۔ (سورۃ التوبہ آیت (12)

ذمی

وہ غیر مسلم ہوتے ہیں جو جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے ہوں جس کے عوض اسلامی حکومت ان کے مال و جان کے تحفظ کی ذمہ دار ہو۔ ذمیوں کے حقوق باقی تمام کافروں سے زیادہ ہیں۔ ان کے کچھ حقوق ہیں اور کچھ ذمہ داریاں، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ملک میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کی حمایت اور رعایت میں رہتے ہیں جس کے عوض وہ جزیہ ادا کرتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کے حاکم پر واجب ہے کہ وہ ان کے خون، مال اور عزت کے مقدمات میں اسلام کے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور جس چیز کی حرمت کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں اس میں ان پر حدود قائم کرے اور حاکم پر ان کی حمایت اور ان کی اذیت و پریشانی کو دور کرنا واجب ہے۔

یہ بھی ضرورہ ہے کہ ان کا لباس مسلمانوں کے لباس سے الگ ہو اور وہ کسی ایسی چیز کا اظہار نہ کریں جو اسلام میں ناپسندیدہ ہو یا ان کے دین کا شعار (شناختی علامت) ہو، جس طرح ناقوس اور صلیب۔ ذمیوں کے احکام فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

کسی کو جنگ سے امان دینے کا بیان

(اِذَا اَمَّنَ رَجُلٌ حُرٌّ اَوْ امْرَاَةٌ حُرَّةٌ كَافِرًا اَوْ جَمَاعَةً اَوْ اَهْلَ حِصْنٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ صَحَّ اَمَانُهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قِتَالُهُمْ) وَالْاَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ) اَيْ اَقَلُّهُمْ وَهُوَ الْوَاحِدُ وَلِاَنَّهُ مِنْ اَهْلِ الْقِتَالِ فَيَخَافُوْنَهُ اِذْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْمَنَعَةِ فَيَتَحَقَّقُ الْاَمَانُ مِنْهُ لِمُلَاقَاتِهِ مَحَلَّهُ ثُمَّ يَتَعَدّٰى اِلٰى غَيْرِهِ، وَلِاَنَّ سَبَبَهُ لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ الْاِيْمَانُ، وَكَذَا الْاَمَانُ لَا يَتَجَزَّأُ فَيَتَكَامَلُ كَوِلَايَةِ الْاِنْكَاحِ .

اور جب کسی آزاد مرد یا آزاد عورت نے کسی کافر کو یا کسی جماعت کو یا کسی قلعہ یا شہر والوں کو امان دیدیا تو یہ امان صحیح ہو گا اور مسلمانوں میں سے کسی کے لیے بھی ان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اصل ہے کہ مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کا ادنی یعنی ایک شخص بھی ان کی ذمے داری پوری کرنے کی سعی کرے گا۔ اور اس لیے کہ

مسلمانوں کا ہر فرد اہل جنگ میں سے ہے، لہٰذا کفار اس سے ڈریں گے، کیونکہ وہ لاؤ لشکر والا ہے، لہٰذا اس کی طرف سے امان ثابت ہوگا اس لیے کہ امان اپنے محل سے متصل ہے پھر ان کے غیر کی طرف متعدی ہوگا اور اس لیے کہ امان کا سبب یعنی ایمان متجزی نہیں ہوتا نیز امان میں بھی تجزی نہیں ہوتی لہٰذا ولایت انکاح کی طرح یہ بھی کامل ہوگا۔

فساد کے سبب امان کو توڑنے کا بیان

قَالَ (اِلَّا اَنْ يَكُونَ فِي ذٰلِكَ مَفْسَدَةٌ. فَيَنْبِذُ اِلَيْهِمْ) كَمَا اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ بِنَفْسِهِ ثُمَّ رَاَى الْمَصْلَحَةَ فِي النَّبْذِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ.

وَلَوْ حَاصَرَ الْاِمَامُ حِصْنًا وَاَمِنَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَيْشِ وَفِيهِ مَفْسَدَةٌ يَنْبِذُ الْاِمَامُ لِمَا بَيَّنَّا، وَيُؤَدِّبُهُ الْاِمَامُ لِافْتِيَاتِهِ عَلَى رَاْيِهِ، بِخِلَافِ مَا اِذَا كَانَ فِيهِ نَظَرٌ لِاَنَّهُ رُبَّمَا تَفُوتُ الْمَصْلَحَةُ بِالتَّاْخِيرِ فَكَانَ مَعْذُورًا (وَلَا يَجُوزُ اَمَانُ ذِمِّيٍّ) لِاَنَّهُ مُتَّهَمٌ بِهِمْ، وَكَذَا لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ.

قَالَ (وَلَا اَسِيرٍ وَلَا تَاجِرٍ يَدْخُلُ عَلَيْهِمْ) لِاَنَّهُمَا مَقْهُورَانِ تَحْتَ اَيْدِيهِمْ فَلَا يَخَافُونَهُمَا وَالْاَمَانُ يَخْتَصُّ بِمَحَلِّ الْخَوْفِ وَلِاَنَّهُمَا يُجْبَرَانِ عَلَيْهِ فِيهِ فَيَعْرَى الْاَمَانُ عَنِ الْمَصْلَحَةِ، وَلِاَنَّهُمْ كُلَّمَا اشْتَدَّ الْاَمْرُ عَلَيْهِمْ يَجِدُونَ اَسِيرًا اَوْ تَاجِرًا فَيَتَخَلَّصُونَ بِاَمَانِهِ فَلَا يَنْفَتِحُ لَنَا بَابُ الْفَتْحِ.

فرمایا اور جب اس میں کوئی خرابی ہو تو امام کفار کو اس کے توڑنے کی خبر دیدے جس طرح اگر بذات خود امام نے امان دیا ہو پھر توڑنے میں اسے مصلحت نظر آئی اور ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر امام نے کسی قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سپاہیوں میں سے کسی نے (انہیں) امان دیدیا حالانکہ اس امان میں مسلمانوں کا نقصان ہو تو امام امان ختم کر دے گا اس دلیل کے سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور امان دینے والے سپاہی کے خلاف تادیبی کاروائی کرے گا، کیونکہ اس نے امام کی رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دی ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب اس امان میں مصلحت ہو، اس لیے کہ کبھی کبھی تاخیر کی سبب سے مصلحت فوت ہو جاتی ہے، لہٰذا امان دینے والا معذور ہوگا۔

اور ذمی کا امان صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ذمی کفار کے ساتھ تہمت والا ہے نیز مسلمانوں پر اسے ولایت بھی حاصل نہیں ہے، فرمایا: اس قیدی اور تاجر کا امان دینا بھی صحیح نہیں ہے جو کفار کے پاس آتا جاتا ہو، کیونکہ یہ دونوں کافروں کی ماتحتی میں مغلوب ہے لہٰذا کفار ان سے نہیں ڈریں گے جب کہ امان محل خوف کے ساتھ خاص ہے اور اس لیے کہ ان دونوں کو امان دینے پر مجبور بھی کیا جا سکتا ہے اس لیے یہ امان مصلحت سے خالی ہوگا۔ اور اس سبب سے کہ جب بھی کفار پر معاملہ سخت ہوگا وہ کسی قیدی یا تاجر کو پائیں گے اس سے امان لے کر چھٹکارا پا جائیں گے اور ہمارے لیے فتح کا دروازہ نہیں کھلے گا۔

دار الحرب میں اسلام لانے والے کے امان کے صحیح نہ ہونے کا بیان

وَمَنْ اَسْلَمَ فِی دَارِ الْحَرْبِ وَلَمْ یُهَاجِرْ اِلَیْنَا لَا یَصِحُّ اَمَانُهُ لِمَا بَیَّنَّا (وَلَا یَجُوْزُ اَمَانُ الْعَبْدِ الْمَحْجُورِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِلَّا اَنْ یَاْذَنَ لَهُ مَوْلَاهُ فِی الْقِتَالِ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ یَصِحُّ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ، وَاَبُوْ یُوْسُفَ مَعَهُ فِی رِوَایَةٍ، وَمَعَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی رِوَایَةٍ لِمُحَمَّدٍ قَوْلُهُ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَمَانُ الْعَبْدِ اَمَانٌ) رَوَاهُ اَبُوْ مُوسَی الْاَشْعَرِیُّ، وَلِاَنَّهُ مُؤْمِنٌ مُمْتَنِعٌ فَیَصِحُّ اَمَانُهُ اعْتِبَارًا بِالْمَاْذُوْنِ لَهُ فِی الْقِتَالِ وَبِالْمُؤَیَّدِ مِنَ الْاَمَانِ، فَالْاِیْمَانُ لِکَوْنِهِ شَرْطًا لِلْعِبَادَةِ، وَالْجِهَادُ عِبَادَةٌ، وَالِامْتِنَاعُ لِتَحَقُّقِ اِزَالَةِ الْخَوْفِ بِهِ، وَالتَّاْثِیْرُ اِعْزَازُ الدِّیْنِ وَاِقَامَةُ الْمَصْلَحَةِ فِی حَقِّ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِیْنَ ؛ اِذِ الْکَلَامُ فِی مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالَةِ، وَاِنَّمَا لَا یَمْلِکُ الْمُسَایَفَةَ لِمَا فِیْهِ مِنْ تَعْطِیْلِ مَنَافِعِ الْمَوْلٰی وَلَا تَعْطِیْلَ فِی مُجَرَّدِ الْقَوْلِ .

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ اَنَّهُ مَحْجُوْرٌ عَنِ الْقِتَالِ فَلَا یَصِحُّ اَمَانُهُ لِاَنَّهُمْ لَا یَخَافُوْنَهُ فَلَمْ یُلَاقِ الْاَمَانُ مَحَلَّهُ، بِخِلَافِ الْمَاْذُوْنِ لَهُ فِی الْقِتَالِ لِاَنَّ الْخَوْفَ مِنْهُ مُتَحَقِّقٌ، وَلِاَنَّهُ اِنَّمَا لَا یَمْلِکُ الْمُسَایَفَةَ لِمَا اَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِی حَقِّ الْمَوْلٰی عَلٰی وَجْهٍ لَا یَعْرَی عَنِ احْتِمَالِ الضَّرَرِ فِی حَقِّهِ، وَالْاَمَانُ نَوْعُ قِتَالٍ وَفِیْهِ مَا ذَکَرْنَاهُ ؛ لِاَنَّهُ قَدْ یُخْطِئُ بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ، وَفِیْهِ سَدُّ بَابِ الِاسْتِغْنَامِ، بِخِلَافِ الْمَاْذُوْنِ لِاَنَّهُ رَضِیَ بِهِ وَالْخَطَاُ نَادِرٌ لِمُبَاشَرَتِهِ الْقِتَالَ، وَبِخِلَافِ الْمُؤَیَّدِ لِاَنَّهُ خَلَفٌ عَنِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّعْوَةِ اِلَیْهِ، وَلِاَنَّهُ مُقَابَلٌ بِالْجِزْیَةِ وَلِاَنَّهُ مَفْرُوْضٌ عِنْدَ مَسْاَلَتِهِمْ ذٰلِکَ، وَاِسْقَاطُ الْفَرْضِ نَفْعٌ فَافْتَرَقَا .

وَلَوْ اَمِنَ الصَّبِیُّ وَهُوَ لَا یَعْقِلُ لَا یَصِحُّ کَالْمَجْنُوْنِ وَاِنْ کَانَ یَعْقِلُ وَهُوَ مَحْجُوْرٌ عَنِ الْقِتَالِ فَعَلَی الْخِلَافِ، وَاِنْ کَانَ مَاْذُوْنًا لَهُ فِی الْقِتَالِ فَالْاَصَحُّ اَنَّهُ یَصِحُّ بِالِاتِّفَاقِ .

اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لے آیا اور ہماری طرف ہجرت نہیں کی، اس کا امان صحیح نہیں ہوگا اس دلیل کے سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عبد محجور کا امان جائز نہیں ہے البتہ جب اس کا آقا اسے جنگ کی اجازت دیدے۔ امام محمد فرمایا: صحیح ہے یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے، امام ابو یوسف ایک روایت میں امام محمد کے ساتھ ہیں اور دوسری روایت میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے غلام کا امان بھی امان ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ وہ مومن ہے اور صاحب قوت ہے، لہٰذا اس کا مان صحیح ہوگا اس غلام کے امان پر قیاس

کرتے ہوئے جس کو جنگ کی اجازت دی گئی ہو اور دائمی امان پر قیاس کرتے ہوئے، اور ایمان کی شرط اس سبب سے کہ ایمان عبادت کے لیے شرط ہے اور جہاد بھی ایک عبادت ہے اور امتناع کی شرط اس سبب سے ہے، کیونکہ اس کے ذریعے خوف کا دور ہونا ثابت ہوتا ہے اور قیاس کی علتِ جامعہ دین کا اعزاز اور جماعت المسلمین کے حق میں مصلحت کا قیام ہے، اس لیے کہ یہ اور عبد مجور اپنے اختیار سے اس لیے جہاد میں نہیں جا سکتا، کیونکہ اس میں آقا کے منافع کو معطل کرنا ہے اور صرف بات کہنے سے منافع معطل نہیں ہوں گے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کو جنگ سے روکا گیا ہے لہٰذا اس کا امان صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ کفار غلام سے نہیں ڈریں گے، لہٰذا امان اپنے محل سے متصل نہیں ہوا۔

برخلاف اس غلام کو جنگ سے روکا گیا ہے لہٰذا اس کا امان صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ کفار غلام سے نہیں ڈریں گے، لہٰذا امان اپنے محل سے متصل نہیں ہوا۔ خلاف اس غلام کے جس کو جنگ کی اجازت دی گئی ہو، اس لیے کہ اس کی طرف سے خوف ثابت ہے اور وہ اس سبب سے پہل کرنے کا مالک نہیں ہے کہ یہ آقا کے حق میں تصرف ہے بایں طور کہ یہ تصرف آقا کے حق میں نقصان کے احتمال سے خالی نہیں ہے۔ اور اس کا امان دینا بھی ایک طرح کا جنگ ہے۔ اور اس میں وہی خرابی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں، اس لیے کہ غلام کبھی غلطی کر دیتا ہے، بلکہ اس کا غلطی کرنا واضح ہے اور اس میں مال غنیمت کے حصول کا دروازہ بند کرنا لازم آتا ہے اور برخلاف موبد کے، اس لیے کہ وہ اسلام کے قائم مقام ہے، لہٰذا وہ اسے اسلام کی دعوت دینے کے درجے میں ہوگا اور اس لیے کہ یہ امان جزیہ کے مقابل ہے اور اس لیے کہ کفار کے مطالبہ کے وقت یہ امان دینا فرض ہے اور جرض کا استقاط نفع ہے، لہٰذا عبد مجور کے امان اور اس کے ذمی بنانے میں فرق ہو گیا۔ اور اگر غیر عاقل بچے نے امان دیدیا تو صحیح نہیں ہے، جس طرح مجنون کا امان صحیح نہیں ہے اور اگر بچہ سمجھ دار ہو، لیکن مجور عن الجنگ ہو تو اس کا امان بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور اگر اسے جنگ کرنے کی اجازت حاصل ہو تو اصح یہ ہے کہ اس کا امان بالاتفاق صحیح ہے۔

بَابُ الْغَنَائِمِ وَقِسْمَتِهَا

﴿یہ باب غنائم اوران کی تقسیم کے بیان میں ہے﴾

باب غنائم کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب جہاد کی فرضیت اوراس کے طریقہ کاراورامن طلب کرنے والے سے متعلق احکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تواب انہوں غنائم جوغنیمت کی جمع ہے اس کے باب کوشروع کیا ہے اس کا سبب یہ ہے غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کوکفار سے جنگ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔لہٰذا حصول تاخر کے سبب اس کے احکام کو بھی مؤخر ذکر کیا ہے۔تاکہ وجود چیز کی مطابقت اس کی طبع کے مطابق ہوجائے۔

اس باب کومؤخر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ غنائم کا وجود منفعت سے ہے اور ہر چیز کا نفع اصل چیز کے وجود سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔لہٰذا اس باب کومؤخر ذکر کرنا ہی مناسب سمجھا جائے گا۔

اس باب کومؤخر کرنے کا تیسرا سبب یہ ہے کہ جہاد کا مقصد اللہ کی رضا ہے غنیمت کوحاصل کرنا یہ جہاد کے مقاصد واغراض میں سے نہیں ہے بلکہ یہ عوارض میں سے ہے پس عوارض ہمیشہ موخر ہوا کرتے ہیں۔(رضوی عفی عنہ)

مال غنیمت کی حلت کے اختصاص امت ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں۔پہلی مجھے جامع کلام عطا کی گئی۔دوسری یہ کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔تیسری یہ کہ مال غنیمت میرے لئے حلال کردیا گیا چوتھی یہ کہ پوری زمین میرے لئے مسجد اور طہور(پاک کرنے والی) بنادی گئی۔پانچویں یہ کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور چھٹی یہ کہ مجھ پر انبیاء کا خاتمہ کردیا گیا۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 1611)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت بخشی یا فرمایا میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور ہمارے لیے مال غنیمت کوحلال کیا۔اس باب میں علی، ابوذر، عبداللہ بن عمر، ابوموسی، ابن عباس سے بھی احادیث منقول ہیں۔حدیث ابوامامہ حسن صحیح ہے۔یہ سیار بنومعاویہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔سلیمان تیمی، عبداللہ بن بحیر اور کئی دوسرے حضرات ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 1610)

سابقہ امتوں کی غنائم کوآگ کے کھا جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کسی انسان کے لئے مال غنیمت

حلال نہیں کیا گیا۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور اسے کھا جاتی۔ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کیوں کہ غزوہ بدر کے موقع پر وہ لوگ مال غنیمت حلال ہونے سے پہلے ہی اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) 8۔الانفال 68) (اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس کے لئے میں بڑا عذاب۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1026)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انبیاء میں سے ایک نبی (یعنی حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ انہوں) نے جہاد کا ارادہ کیا اور جب وہ جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس عورت کو اپنے گھر لا کر اس سے مجامعت کا ارادہ رکھتا ہو اور ابھی تک اسے مجامعت نہ کی ہو اور میرے ساتھ نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنایا ہو لیکن (ابھی تک) اس کی چھت نہ ڈال سکا ہو نیز وہ شخص (بھی) میرے ساتھ نہ چلے جس نے گابھن بکریاں یا گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے جننے کا منتظر ہو۔ اس کے بعد وہ نبی (اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ) جہاد کے لئے روانہ ہوئے اور جب اس بستی کے قریب پہنچے کہ جہاں وہ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا (یعنی وہ ایسے وقت اس بستی کے قریب پہنچے جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے) اس نبی نے آفتاب کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بھی (چلنے پر) مامور ہے اور میں بھی (اس بستی کو فتح کرنے پر) مامور ہوں۔ اے اللہ! تو اس آفتاب کو ٹھہرا دے۔" چنانچہ آفتاب ٹھہرا دیا گیا (یعنی قدیم ماہرین فلکیات کے نظریہ کے مطابق آفتاب کی رفتار کو یا جدید نظریہ کے مطابق زمین کی گردش کو حکم الٰہی سے روک دیا گیا تاکہ رات کی تاریکی سے پہلے پہلے وہ نبی جہاد کر لیں) تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح عطاء فرما دی۔ پھر جب مال غنیمت جمع کیا گیا اور اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی تو اس آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا، (یہ دیکھ کر) اس نبی نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا: (یقیناً تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت واقع ہوئی ہے یعنی تم میں سے کسی نے مال غنیمت کے اندر خیانت کی ہے (جس کی سبب سے یہ آگ اپنا کام نہیں کر رہی ہے) لہٰذا تم میں سے ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص کو چاہئے کہ وہ بیعت کرے، چنانچہ (جب بیعت شروع ہوئی اور ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اپنا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ میں دینے لگا) تو ایک شخص کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ کو چپک کر رہ گیا، نبی نے (اس شخص سے) فرمایا: "(اس ذریعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ) خیانت تمہارے قبیلے کی طرف سے ہوئی ہے۔" پھر اس قبیلے کے لوگ سونے کا ایک سر لائے جو بیل کے سر کی مانند تھا اور اس کو رکھ دیا، اس کے بعد آگ آئی اور اس نے اس کو جلا دیا۔ اور ایک روایت میں راوی سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ "(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) چنانچہ ہم سے پہلے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مالی طور پر) ضعیف و کمزور دیکھا تو مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔"

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1122)

حضرت یوشع علیہ السلام نے جہاد کے لئے روانگی کے وقت ان چند لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے سے اس لئے روک دیا تھا کہ جب

دل کسی اور چیز میں اٹکا ہوا ہوتا ہے تو اس چیز کے علاوہ کسی اور کام میں طبیعت نہیں لگتی لہٰذا اگر مذکورہ لوگوں کو جانے والے لشکر میں شریک کیا جاتا تو وہ پورے جوش و جذبہ اور چستی و تندہی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جس کے لئے ان کو لے جایا جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگی مہمات وغیرہ کے موقع پر اپنے تمام ضروری امور و معاملات سے فراغت و یکسوئی حاصل کر لینی چاہئے تاکہ جس مہم میں نکلا جائے اس کو بخوبی سرانجام دیا جا سکے۔

"آفتاب ٹھہرا دیا گیا الخ:۔" مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ (نظام شمسی کی پوری مدت عمر) میں حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج کو کبھی نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سورج کا ٹھہر جانا صرف حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کے لئے بھی سورج کا ٹھہرایا جانا ثابت ہے! اس طرح دونوں باتوں میں جو ظاہری تضاد ہے اس کو اس توجیہ کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے متعلق آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد ہے (کہ یوشع کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج نہیں ٹھہرایا گیا)۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ پیغمبروں میں حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہے جس کے لئے سورج ٹھہرایا گیا ہو سوائے میرے۔ نیز یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے لئے سورج ٹھہرایا گیا تھا آپ ﷺ نے اس سے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہو۔

موہب لدنیہ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کے لئے سورج ٹھہرنے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے۔ ایک بار تو شب معراج کے دوسرے دن اور دوسری بار غزوہ خندق کے دن جب کے کفار نے آپ ﷺ کو جنگ میں الجھائے رکھ کر عصر کی نماز پڑھنے سے روک دیا تھا یہاں تک کے سورج ڈوب گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے لئے سورج کو واپس کیا (یعنی عصر کا وقت لوٹایا) تب آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے حضرت علی کے لئے بھی سورج واپس ہوا ہے وہ یوں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ ان کے زانوں پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، اس صورت میں حضرت ﷺ کا سر مبارک اپنے زانوں پر سے نہ اٹھا سکے یہاں تک کہ عصر کا وقت ختم ہو گیا اور وہ نماز نہیں پڑھ پائے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو واپس کیا، تب انہوں نے عصر کی نماز وقت پر ادا کی، مواہب لدنیہ نے اس واقعہ کو بھی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن علماء نے اس واقعہ میں کلام بھی کیا ہے۔

"اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی الخ: جیسا کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے، یہ صرف امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ پچھلی امتوں کو غنیمت کا مال اپنے مصرف میں لانے کی اجازت نہیں تھی۔ بلکہ حکم الٰہی کے مطابق یہ دستور تھا کہ جنگ کے بعد غنیمت کا سارا مال جمع کر کے جنگل میں رکھ دیا جاتا تھا، اس کے بعد آسمان سے آگ آتی اور اس کو جلا دیتی، جو قبولیت کی علامت ہوتی۔

مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت کو تقسیم کرنے کا بیان

(وَاِذَا فَتَحَ الْاِمَامُ بَلْدَةً عَنْوَةً) اَیْ قَهْرًا (فَهُوَ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ) كَمَا فَعَلَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ (وَإِنْ شَاءَ أَقَرَّ أَهْلَهُ عَلَيْهِ وَوَضَعَ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ وَعَلٰى أَرَاضِيهِمُ الْخَرَاجَ) كَذٰلِكَ فَعَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِسَوَادِ الْعِرَاقِ بِمُوَافَقَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُحْمَدْ مَنْ خَالَفَهُ، وَفِي كُلٍّ مِنْ ذٰلِكَ قُدْوَةٌ فَيَتَخَيَّرُ. وَقِيلَ الْأَوْلٰى هُوَ الْأَوَّلُ عِنْدَ حَاجَةِ الْغَانِمِينَ، وَالثَّانِي عِنْدَ عَدَمِ الْحَاجَةِ لِيَكُونَ عِدَّةً فِي الزَّمَانِ الثَّانِي، وَهٰذَا فِي الْعَقَارِ.

أَمَّا فِي الْمَنْقُولِ الْمُجَرَّدِ لَا يَجُوزُ الْمَنُّ بِالرَّدِّ عَلَيْهِمْ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ فِيهِ، وَفِي الْعَقَارِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّ فِي الْمَنِّ إِبْطَالَ حَقِّ الْغَانِمِينَ أَوْ مِلْكِهِمْ فَلَا يَجُوزُ مِنْ غَيْرِ بَدَلٍ يُعَادِلُهُ، وَالْخَرَاجُ غَيْرُ مُعَادِلٍ لِقِلَّتِهِ، بِخِلَافِ الرِّقَابِ لِأَنَّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُبْطِلَ حَقَّهُمْ رَأْسًا بِالْقَتْلِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ، وَلِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا؛ لِأَنَّهُمْ كَالْأَكَرَةِ الْعَامِلَةِ لِلْمُسْلِمِينَ الْعَالِمَةِ بِوُجُوهِ الزِّرَاعَةِ وَالْمُؤَنِ مُرْتَفِعَةٌ مَعَ مَا أَنَّهُ يَحْظٰى بِهِ الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدُ، وَالْخَرَاجُ وَإِنْ قَلَّ حَالًا فَقَدْ جَلَّ مَآلًا لِدَوَامِهِ، وَإِنْ مَنَّ عَلَيْهِمْ بِالرِّقَابِ وَالْأَرَاضِي يَدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنَ الْمَنْقُولَاتِ بِقَدْرِ مَا يَتَهَيَّأُ لَهُمُ الْعَمَلُ لِيَخْرُجَ عَنْ حَدِّ الْكَرَاهَةِ.

اور جب امام کسی شہر کو طاقت وقوت کے سبب فتح کر لے تو اسے اختیار ہے۔ اگر چاہے تو وہ شہر مسلمانوں میں تقسیم کر دے جس طرح حضرت نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرما دیا تھا۔ اور اگر چاہے تو وہ اس شہر کے باشندوں کو وہیں رہنے دے اور ان پر جزیہ مقرر کر دے اور ان کی زمینوں پر خراج متعین کر دے۔ حضرت عمر نے صحابہ کرام کے اتفاق سے اہل عراق کے ساتھ یہی معاملہ کیا تھا اور جس نے اس کی مخالفت کی اسے اچھا نہیں کہا گیا اور ان میں سے ہر ایک میں نمونہ ہے لہٰذا امام کو اختیار ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ مجاہدین کی ضرورت کے وقت پہلی صورت بہتر ہے اور مالی ضرورت نہ ہونے کی صورت میں دوسری صورت بہتر ہے تاکہ آئندہ زمانے میں یہ ان کے کام آسکے۔ یہ حکم عقار اور غیر منقول سے متعلق ہے، رہا منقول کا حکم تو اسے ان لوگوں کو واپس کر کے ان پر احسان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کے متعلق شریعت نے کوئی حکم بیان نہیں کیا ہے۔ اور عقار کے سلسلے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے، اس لیے کہ احسان کرنے میں غازیوں کے حق یا ان کی ملکیت کا بطلان ہے، لہٰذا کسی مساوی بدلے کے بغیر یہ احسان جائز نہیں ہے اور خراج اس کے قلّت کے مساوی نہیں ہے۔ برخلاف رقاب کے، کیونکہ امام کو یہ حق ہے کہ انہیں قتل کر کے غازیوں کا حق باطل کر دے۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف حضرت عمر کا وہ عمل حجت ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اس لیے کہ ایسا کرنے میں مصلحت ہے کیونکہ (جن کفار کو فتح کردہ زمین میں چھوڑا جائے گا) وہ کھیتی کے امور سے واقف ہیں لہٰذا وہ مسلمانوں کے کاشت کار کہلائیں گے اور مسلمانوں سے کھیتی کرنے کی مشقت دور ہو جائے گی اور اس پر ہونے والا خرچ بھی ختم ہو جائے گا نیز بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس سے حصہ بھی ملے گا۔

اور (ان سے لیا جانے والا) خراج اگر چہ فی الوقت بہت کم ہے لیکن ہمیشہ ملنے کی سبب سے مآل کے اعتبار سے وہ زیادہ ہے۔ اور اگر امام رقاب اور زمینوں کے حوالے سے ان پر احسان کردے تو منقولہ سامان میں سے انہیں اتنا ہی دے جس سے ان کے لیے کاشت کاری کرنا آسان ہو جائے، اور یہ فعل کراہت سے خالی ہو جائے۔

قیدیوں میں امام کے اختیار کا بیان

قَالَ (وَهُوَ فِي الْأُسَارَى بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ قَتَلَهُمْ) لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَدْ قَتَلَ، وَلِأَنَّ فِيهِ حَسْمَ مَادَّةِ الْفَسَادِ (وَإِنْ شَاءَ اسْتَرَقَّهُمْ) لِأَنَّ فِيهَا دَفْعَ شَرِّهِمْ مَعَ وُفُورِ الْمَنْفَعَةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ (وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُمْ أَحْرَارًا ذِمَّةً لِلْمُسْلِمِينَ) لِمَا بَيَّنَّاهُ (إِلَّا مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَالْمُرْتَدِّينَ) عَلَى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى (وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَرُدَّهُمْ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ) لِأَنَّ فِيهِ تَقْوِيَتَهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ أَسْلَمُوا لَا يَقْتُلُهُمْ لِانْدِفَاعِ الشَّرِّ بِدُونِهِ (وَلَهُ أَنْ يَسْتَرِقَّهُمْ) تَوْفِيرًا لِلْمَنْفَعَةِ بَعْدَ انْعِقَادِ سَبَبِ الْمِلْكِ بِخِلَافِ إِسْلَامِهِمْ قَبْلَ الْأَخْذِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَنْعَقِدِ السَّبَبُ بَعْدُ (وَلَا يُفَادَى بِالْأُسَارَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: يُفَادَى بِهِمْ أُسَارَى الْمُسْلِمِينَ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّ فِيهِ تَخْلِيصَ الْمُسْلِمِ وَهُوَ أَوْلَى مِنْ قَتْلِ الْكَافِرِ وَالِانْتِفَاعِ بِهِ.

وَلَهُ أَنَّ فِيهِ مَعُونَةً لِلْكَفَرَةِ؛ لِأَنَّهُ يَعُودُ حَرْبًا عَلَيْنَا، وَدَفْعُ شَرِّ حَرْبِهِ خَيْرٌ مِنِ اسْتِنْقَاذِ الْأَسِيرِ الْمُسْلِمِ؛ لِأَنَّهُ إِذَا بَقِيَ فِي أَيْدِيهِمْ كَانَ ابْتِلَاءً فِي حَقِّهِ غَيْرَ مُضَافٍ إِلَيْنَا، وَالْإِعَانَةُ بِدَفْعِ أَسِيرِهِمْ إِلَيْهِمْ مُضَافٌ إِلَيْنَا.

أَمَّا الْمُفَادَاةُ بِمَالٍ يَأْخُذُهُ مِنْهُمْ لَا يَجُوزُ فِي الْمَشْهُورِ مِنَ الْمَذْهَبِ لِمَا بَيَّنَّا. وَفِي السِّيَرِ الْكَبِيرِ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ بِالْمُسْلِمِينَ حَاجَةٌ اسْتِدْلَالًا بِأُسَارَى بَدْرٍ، وَلَوْ كَانَ أَسْلَمَ الْأَسِيرُ فِي أَيْدِينَا لَا يُفَادَى بِمُسْلِمٍ أَسِيرٍ فِي أَيْدِيهِمْ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ إِلَّا إِذَا طَابَتْ نَفْسُهُ بِهِ وَهُوَ مَأْمُونٌ عَلَى إِسْلَامِهِ.

قَالَ (وَلَا يَجُوزُ الْمَنُّ عَلَيْهِمْ) أَيْ عَلَى الْأُسَارَى خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فَإِنَّهُ يَقُولُ (مَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ الْأُسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ.

وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالَى (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ) وَلِأَنَّهُ بِالْأَسْرِ وَالْقَسْرِ ثَبَتَ حَقُّ الِاسْتِرْقَاقِ فِيهِ فَلَا يَجُوزُ إِسْقَاطُهُ بِغَيْرِ مَنْفَعَةٍ وَعِوَضٍ، وَمَا رَوَاهُ مَنْسُوخٌ بِمَا تَلَوْنَا

فرمایا اور قیدیوں کے متعلق امام کو اختیار ہے اگر چاہے تو انہیں قتل کردے، اس لیے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے دن

قتل کیا تھا۔ اور اس لیے کہ قتل کرنے میں فساد کی جڑ کو ختم کرنا ہے۔ اور اگر چاہے تو انہیں غلام بنالے، کیونکہ ایسا کرنے میں ان کا شر بھی ختم ہوگا اور مسلمانوں کو نفع بھی زیادہ ہوگا۔ اور اگر چاہے تو انہیں مسلمانوں کا ذمی بنا کر آزاد چھوڑ دے، اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں، لیکن مشرکین عرب اور مرتدین میں یہ تینوں اختیارات نہیں ہوں گے جس طرح ان شاء اللہ ہم اسے بیان اور انہیں دارالحرب واپس بھیجنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنے میں مسلمانوں کے خلاف کفار کو مضبوط کرنا لازم آئے گا۔ پھر اگر وہ قیدی اسلام لے آئی تو امام انہیں قتل نہ کرے، کیونکہ بدون قتل ان کا شر ختم ہو چکا ہے اور امام کو حق ہے کہ ان مسلمان قیدیوں کو غلام بنالے تاکہ سبب ملک منعقد ہونے کے بعد خوب فائدہ حاصل کرلے۔ برخلاف گرفتار ہونے سے پہلے ان کے مسلمان ہوجانے کے، کیونکہ ابھی سبب ملک منعقد نہیں ہوا ہے۔

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک فدیہ لے کر قیدیوں کو نہیں چھوڑا جائے گا، حضرت صاحبین فرمایا: مسلمان قیدیوں کے عوض انہیں چھوڑا جاسکتا ہے یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے۔ اس لیے کہ اس میں مسلم قیدی کو چھٹکارا دلاتا ہے اور یہ کافر کو قتل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ ایسا کرنے میں کافروں کی اعانت ہوگی، اس لیے کہ وہ قیدی دوبارہ ہم سے لڑائی کرے گا اور اس کی لڑائی کے شر کو دور کرنا مسلم قیدی کو چھڑانے سے بہتر ہے، کیونکہ اگر مسلمان قیدی کفار کے ہاتھ میں رہے گا تو یہ صرف اس کی ذات کا نقصان ہوگا اور تمام مسلمان قیدی کفار کے ہاتھ میں رہے گا تو یہ صرف اس کی ذات کا نقصان ہوگا اور تمام مسلمانوں کی طرف یہ نقصان مضاف نہیں ہوگا جب کہ کفار کو ان کا قیدی دے کر ان کا تعاون کرنے والا نقصان سارے مسلمانوں کا نقصان ہوگا۔

البتہ کفار سے مال کا فدیہ لے کر ان کے قیدی کو چھوڑنا تو مشہور مذہب کے مطابق یہ جائز نہیں ہے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہو تو اسیرانِ بدر کو دلیل بناتے ہوئے مال لے کر کافر قیدی کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ کافر قیدی مسلمان ہو جائیں تو ان میں سے کسی کو اس مسلمان قیدی کے عوض فدیہ نہیں دیا جائے گا جو کفار کے قبضہ میں ہو کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، لیکن اگر مسلمان ہونے والا قیدی بطیب خاطر اسے قبول کرلے اور وہ اپنے اسلام پر مطمئن ہو تو پھر تبادلہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اور قیدیوں پر احسان کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے چنانچہ وہ فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن کچھ قیدیوں پر احسان فرمایا تھا۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کردو" اور اس لیے کہ قید اور جبر کے ذریعے اس میں غلام بنانے کا حق ثابت ہوسکتا ہے، لہٰذا منفعت اور عوض کے بغیر اسے ساقط کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث ہماری تلاوت کردہ آیت سے منسوخ ہے۔

امام کے لئے مویشیوں کی نقل کے متعذر ہونے کا بیان

(وَإِذَا أَرَادَ الْإِمَامُ الْعَوْدَ وَمَعَهُ مَوَاشٍ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى نَقْلِهَا إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ ذَبَحَهَا وَحَرَقَهَا وَلَا يَعْقِرُهَا وَلَا يَتْرُكُهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَتْرُكُهَا، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهَى عَنْ ذَبْحِ

الشَّاةِ اِلَّا لِمَاكَلَةٍ) .

وَلَنَا اَنَّ ذَبْحَ الْحَيَوَانِ يَجُوْزُ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ، وَلَا غَرَضَ اَصَحُّ مِنْ كَسْرِ شَوْكَةِ الْاَعْدَاءِ، ثُمَّ يُحْرَقُ بِالنَّارِ لِيَنْقَطِعَ مَنْفَعَتُهُ عَنِ الْكُفَّارِ وَصَارَ كَتَخْرِيبِ الْبُنْيَانِ بِخِلَافِ التَّحْرِيقِ قَبْلَ الذَّبْحِ لِاَنَّهُ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَبِخِلَافِ الْعَقْرِ لِاَنَّهُ مُثْلَةٌ، وَتُحْرَقُ الْاَسْلِحَةُ اَيْضًا، وَمَا لَا يَحْتَرِقُ مِنْهَا يُدْفَنُ فِي مَوْضِعٍ لَا يَقِفُ عَلَيْهِ الْكُفَّارُ اِبْطَالًا لِلْمَنْفَعَةِ عَلَيْهِمْ .

(وَلَا يُقَسِّمُ غَنِيمَةً فِي دَارِ الْحَرْبِ حَتّٰى يُخْرِجَهَا اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ .وَاَصْلُهُ اَنَّ الْمِلْكَ لِلْغَانِمِيْنَ لَا يَثْبُتُ قَبْلَ الْاِحْرَازِ بِدَارِ الْاِسْلَامِ عِنْدَنَا، وَعِنْدَهُ يَثْبُتُ وَيَبْتَنِي عَلٰى هٰذَا الْاَصْلِ عِدَّةٌ مِنَ الْمَسَائِلِ ذَكَرْنَاهَا فِي الْكِفَايَةِ .

لَهُ اَنَّ سَبَبَ الْمِلْكِ الْاِسْتِيْلَاءُ اِذَا وَرَدَ عَلٰى مَالٍ مُبَاحٍ فِي الصُّيُوْدِ، وَلَا مَعْنٰى لِلْاِسْتِيْلَاءِ سِوٰى اِثْبَاتِ الْيَدِ وَقَدْ تَحَقَّقَ .

وَلَنَا اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْغَنِيمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ)، وَالْخِلَافُ ثَابِتٌ فِيهِ، وَالْقِسْمَةُ بَيْعٌ مَعْنًى فَتَدْخُلُ تَحْتَهُ، وَلِاَنَّ الْاِسْتِيْلَاءَ اِثْبَاتُ الْيَدِ الْحَافِظَةِ وَالنَّاقِلَةِ وَالثَّانِي مُنْعَدِمٌ لِقُدْرَتِهِمْ عَلَى الْاِسْتِنْقَاذِ وَوُجُوْدِهِ ظَاهِرًا .ثُمَّ قِيلَ: مَوْضِعُ الْخِلَافِ تَرَتُّبُ الْاَحْكَامِ عَلَى الْقِسْمَةِ اِذَا قَسَّمَ الْاِمَامُ لَا عَنِ اجْتِهَادٍ، لِاَنَّ حُكْمَ الْمِلْكِ لَا يَثْبُتُ بِدُوْنِهِ .

وَقِيلَ الْكَرَاهَةُ، وَهِيَ كَرَاهَةُ تَنْزِيهٍ عِنْدَ مُحَمَّدٍ فَاِنَّهُ قَالَ عَلٰى قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ لَا تَجُوْزُ الْقِسْمَةُ فِي دَارِ الْحَرْبِ .وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْاَفْضَلُ اَنْ يُقَسِّمَ فِي دَارِ الْاِسْلَامِ .

وَوَجْهُ الْكَرَاهَةِ اَنَّ دَلِيلَ الْبُطْلَانِ رَاجِحٌ، اِلَّا اَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ سَلْبِ الْجَوَازِ فَلَا يَتَقَاعَدُ عَنْ اِيْرَاثِ الْكَرَاهَةِ .

اور جب امام دارالاسلام واپس آنا چاہے اور اس کے ساتھ مویشی بھی ہوں لیکن امام انہیں دارالاسلام لیجانے پر قادر نہ ہو تو امام ان مویشیوں کو ذبح کر کے انہیں جلا دے اور نہ تو انہیں زخمی کرے اور نہ ہی زندہ چھوڑے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا: انہیں زندہ چھوڑ دے اس لیے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے کھانے کے علاوہ دوسرے مقصد سے بکری ذبح کرنے کو منع فرمایا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح مقصد سے حیوان کو ذبح کرنا جائز ہے اور دشمن کی شان وشوکت ختم کرنے سے زیادہ صحیح کوئی مقصد نہیں ہوسکتا پھر اسے آگ سے جلا دیا جائے تاکہ کفار سے اس کی منفعت ختم ہو جائے جس طرح عمارتوں کو ویران کیا جاتا ہے۔ برخلاف ذبح سے پہلے تحریق کے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور برخلاف زخمی کرنے کے، اس لیے کہ وہ مثلہ کرنا ہے۔ اور دشمن کے اسلحے

بھی جلادیے جائیں اور جو اسلحے جلنے کے لائق نہ ہوں انہیں ایسی جگہ دفن کر دیا جائے کہ کفار اس پر مطلع نہ ہو سکیں، تاکہ ان چیزوں کی منفعت وہ حاصل نہ کر سکیں۔

اور امام دار الحرب میں مال غنیمت کو تقسیم نہ کرے نزدیک تک کہ اسے دار الاسلام لے آئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دار الاسلام میں احراز سے پہلے غانمین کے لیے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت ہو جاتی ہے اور اس اصل پر بہت سے مسائل متفرع ہیں، جنھیں ہم نے کفایۃ المنتہی میں بیان کر دیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ جب مال مباح پر قبضہ واقع ہوتا ہے، تو وہ ملکیت کا سبب ہوتا ہے، جس طرح شکار میں ہوتا ہے اور اثبات قبضہ کے سوا استیلاء کا کوئی معنی نہیں ہے اور یہ استیلاء ثابت ہو چکا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دار الحرب میں مال غنیمت کی بیع سے منع فرمایا ہے اور اس میں اختلاف ثابت ہے اور تقسیم کرنا بھی معنا بیع ہے لہذا تقسیم بیع کے تحت داخل ہو جائے گی، اور اس لیے کہ استیلاء حفاظت کرنے اور منتقل کرنے والے قبضے کو ثابت کرنا ہے۔ اور دوسری چیز (یعنی ید ناقلہ کا اثبات) معدوم ہے، کیونکہ کفار کو مسلمانوں سے وہ اموال واپس لینے کی قدرت حاصل ہے اور اس کا ثبوت ظاہر ہے۔

اس کے بعد کہا گیا کہ اختلاف تقسیم پر احکام کے مرتب ہونے کی صورت میں ہے، جب امام نے بدون اجتہاد مال کو تقسیم کر دیا ہو، کیونکہ ملکیت کے بغیر ملکیت کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک کراہت کراہتِ تنزیہی ہے چنانچہ سیر کبیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین کے قول پر دار الحرب میں تقسیم جائز نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک دار الاسلام میں تقسیم کرنا افضل ہے اور کراہت کی سبب یہ ہے کہ بطلان کی دلیل راجح ہے، لیکن یہ دلیل سلب جواز میں موثر نہیں ہے، تاہم کراہت پیدا کرنے میں موثر ہوگی۔

لشکر میں جنگ و مدد کرنے والے کی برابری کا بیان

قَالَ (وَالرِّدْءُ وَالْمُقَاتِلُ فِي الْعَسْكَرِ سَوَاءٌ) لِاسْتِوَائِهِمْ فِي السَّبَبِ وَهُوَ الْمُجَاوَزَةُ أَوْ شُهُودُ الْوَقْعَةِ عَلَى مَا عُرِفَ، وَكَذَلِكَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ لِمَرَضٍ أَوْ غَيْرِهِ لِمَا ذَكَرْنَا (وَإِذَا لَحِقَهُمُ الْمَدَدُ فِي دَارِ الْحَرْبِ قَبْلَ أَنْ يُخْرِجُوا الْغَنِيمَةَ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ شَارَكُوهُمْ فِيهَا) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْقِتَالِ وَهُوَ بِنَاءٌ عَلَى مَا مَهَّدْنَاهُ مِنَ الْأَصْلِ، وَإِنَّمَا يَنْقَطِعُ حَقُّ الْمُشَارَكَةِ عِنْدَنَا بِالْإِحْرَازِ أَوْ بِقِسْمَةِ الْإِمَامِ فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ بِبَيْعِهِ الْمَغَانِمَ فِيهَا، لِأَنَّ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا يَتِمُّ الْمِلْكُ فَيَنْقَطِعُ حَقُّ شَرِكَةِ الْمَدَدِ.

فرمایا اور لشکر میں جنگ کرنے والا اور مدد کرنے والا دونوں برابر ہیں اس لیے کہ سبب میں سب مساوی ہیں اور وہ جنگ کی نیت سے جانا یا لڑائی میں شرکت کرنا ہے، جس طرح معلوم ہو چکا ہے اسی طرح اگر بیماری یا کسی دوسرے عارض کی سبب سے

کوئی لشکری جنگ نہ کر سکے (تو اس کا بھی یہی حکم ہے) اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر مجاہدین کے مال غنیمت کو لے کر دارالاسلام تک پہنچنے سے پہلے دارالحرب میں انہیں کچھ معاون مل گئے، تو مال غنیمت میں یہ معاون مجاہدین کے ساتھ شریک ہوں گے لیکن لڑائی ختم ہونے کے بعد (ملنے کی صورت میں) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف اس اصل پر مبنی ہے، جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یا تو دارالاسلام میں احراز سے مشارکت کا حق ختم ہوگا یا امام کے دارالحراب میں مال غنیمت کو تقسیم کرنے یا وہاں اسے فروخت کرنے سے ختم ہوگا۔ اس لیے کہ اس میں سے ہر ایک سے ملکیت تام ہو جاتی ہے اس لیے اب معاونین کی شرکت کا حق ختم ہو جائے گا۔

لشکر کے بازار والوں کے لئے مال غنیمت سے حصہ نہ ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَا حَقَّ لِأَهْلِ سُوقِ الْعَسْكَرِ فِي الْغَنِيمَةِ إِلَّا أَنْ يُقَاتِلُوا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ: يُسْهِمُ لَهُمْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْغَنِيمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ) وَلِأَنَّهُ وُجِدَ الْجِهَادُ مَعْنًى بِتَكْثِيرِ السَّوَادِ .

وَلَنَا أَنَّهُ لَمْ تُوجَدْ الْمُجَاوَزَةُ عَلَى قَصْدِ الْقِتَالِ فَانْعَدَمَ السَّبَبُ الظَّاهِرُ فَيُعْتَبَرُ السَّبَبُ الْحَقِيقِيُّ وَهُوَ الْقِتَالُ فَيُفِيدُ الِاسْتِحْقَاقَ عَلَى حَسَبِ حَالِهِ فَارِسًا أَوْ رَاجِلًا عِنْدَ الْقِتَالِ، وَمَا رَوَاهُ مَوْقُوفٌ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ تَأْوِيلَهُ أَنْ يُشْهِدَهَا عَلَى قَصْدِ الْقِتَالِ .

فرمایا اور لشکر کے بازاریوں کا غنیمت میں کوئی حق نہیں ہے البتہ جب کہ وہ جنگ کریں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو قولوں میں ایک میں فرمایا ہے: ان کا بھی حصہ لگایا جائے گا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ غنیمت اُن لوگوں کا حق ہے، جو لڑائی میں موجود رہیں، اور اس لیے کہ لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کے حوالے سے معنی اہل سوق نے بھی جہاد کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ان کی طرف لڑائی کی نیت کے سبب نکلنا نہیں پایا گیا تو سبب ظاہری معدوم ہو گیا لہذا سبب حقیقی کا اعتبار کیا جائے گا وروہ جنگ ہے اس لیے بازاری اپنی حالت کے مطابق فارس یا پیادہ پا ہونے کے اعتبار سے مستحق غنیمت ہوگا اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے یا اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص جنگ کے ارادے سے شریک جنگ ہو اس کو بھی غنیمت ملے گی۔

غنائم کو بطور امانت تقسیم کرنے کا بیان

وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لِلْإِمَامِ حَمُولَةٌ تُحْمَلُ عَلَيْهَا الْغَنَائِمُ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِينَ قِسْمَةَ إِيدَاعٍ لِيَحْمِلُوهَا إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ يَرْتَجِعَهَا مِنْهُمْ فَيَقْسِمَهَا) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: هَكَذَا ذُكِرَ فِي الْمُخْتَصَرِ، وَلَمْ يَشْتَرِطْ رِضَاهُمْ وَهُوَ رِوَايَةُ السِّيَرِ الْكَبِيرِ .

وَالْحُمُولَةُ فِي هَذَا أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا وَجَدَ فِي الْمَغْنَمِ حَمُولَةً يَحْمِلُ الْغَنَائِمَ عَلَيْهَا لِأَنَّ الْحَمُولَةَ وَالْمَحْمُولَ مَالُهُمْ وَكَذَا إِذَا كَانَ فِي بَيْتِ الْمَالِ فَضْلُ حَمُولَةٍ لِأَنَّهُ مَالُ الْمُسْلِمِينَ وَلَوْ كَانَ لِلْغَانِمِينَ أَوْ لِبَعْضِهِمْ لَا يُجْبِرُهُمْ فِي رِوَايَةِ السِّيَرِ الصَّغِيرِ لِأَنَّهُ ابْتِدَاءُ إِجَارَةٍ وَصَارَ كَمَا إِذَا نَفَقَتْ دَابَّتُهُ فِي مَفَازَةٍ وَمَعَ رَفِيقِهِ فَضْلُ حَمُولَةٍ، وَيُجْبِرُهُمْ فِي رِوَايَةِ السِّيَرِ الْكَبِيرِ لِأَنَّهُ دَفْعُ الضَّرَرِ الْعَامِّ بِتَحْمِيلِ ضَرَرٍ خَاصٍّ (وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ الْغَنَائِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ) لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ قَبْلَهَا، وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ، وَقَدْ بَيَّنَّا الْأَصْلَ (وَمَنْ مَاتَ مِنَ الْغَانِمِينَ فِي دَارِ الْحَرْبِ فَلَا حَقَّ لَهُ فِي الْغَنِيمَةِ، وَمَنْ مَاتَ مِنْهُمْ بَعْدَ إِخْرَاجِهَا إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ فَنَصِيبُهُ لِوَرَثَتِهِ) لِأَنَّ الْإِرْثَ يَجْرِي فِي الْمِلْكِ، وَلَا مِلْكَ قَبْلَ الْإِحْرَازِ، وَإِنَّمَا الْمِلْكُ بَعْدَهُ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ بَعْدَ اسْتِقْرَارِ الْهَزِيمَةِ يُورَثُ نَصِيبُهُ لِقِيَامِ الْمِلْكِ فِيهِ عِنْدَهُ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ.

اور جب امام کے پاس اتنی سواریاں نہ ہوں جن پر غنائم کو لادا جا سکے تو امام ان غنائم کو تقسیم امانت کے طور پر مجاہدین میں تقسیم کر دے تا کہ وہ انہیں دار اسلام اٹھا لیجائیں پھر ان سے واپس لے کر وہ غنائم ان کے درمیان تقسیم کر دے۔ بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ مختصر القدوری میں اسی طرح مذکور ہے اور غازیوں کی رضامندی کو مشروط نہیں کیا ہے اور یہ سیر کبیر کی روایت ہے۔ اس مسئلے کا حاصل یہ ہے کہ اگر امام غنیمت میں سواری پائے تو غنائم کو اس پر لاد دے، کیونکہ سواری اور اس پر لدا ہوا مال سب غازیوں کا ہے اسی طرح اگر بیت المال میں زائد سواریاں ہوں تو بھی انہیں منگوا کر ان پر لاد دے، اس لیے کہ بیت المال مسلمانوں کا مال ہے۔

اور جب مجاہدین کے پاس مشترکہ سواری ہو یا ان میں سے کسی ایک کے پاس سواری ہو تو سیر صغیر کی روایت کے مطابق امام ان پر جبر نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ ابتداءً اجارہ ہے تو یہ ایسا ہو گیا جس طرح جنگل میں کسی کی سواری ہلاک ہو گئی اور اس کے ساتھی کے پاس زائد سواری ہو (تو گم کردہ شخص اپنے ساتھ اپنا سامان لادنے کے لیے جبر نہیں کر سکتا) اور سیر کبیر کی روایت کے مطابق امام جبر کر سکتا ہے اس لیے کہ یہ نقصان خاص کو برداشت کر کے نقصان عام کو دور کرتا ہے۔

تقسیم سے پہلے دار الحرب میں غنائم کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تقسیم سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے اور ہم ضابطہ بیان کر چکے ہیں۔ غازیوں میں سے جو شخص دار الحرب میں مر جائے تو غنیمت میں اس کا حق نہیں ہوگا اور غازیوں میں سے جو شخص دار الاسلام تک غنائم پہنچانے کے بعد مرا تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کو ملے گا، اس لیے کہ ملکیت میں وراثت جاری ہے اور احراز سے پہلے ملکیت نہیں ہوتی، ملکیت تو احراز کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: جو غازی شکست ثابت ہونے کے بعد مرے اس کا حصہ میراث بن جائے گا، کیونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں غازی کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

دارالحرب میں اشیاءخوردہ کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَعْلِفَ الْعَسْكَرُ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَيَأْكُلُوا مَا وَجَدُوهُ مِنَ الطَّعَامِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَرْسَلَ وَلَمْ يُقَيِّدْهُ بِالْحَاجَةِ، وَقَدْ شَرَطَهَا فِي رِوَايَةٍ وَلَمْ يَشْتَرِطْهَا فِي أُخْرَى .
وَجْهُ الْأُولَى أَنَّهُ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْغَانِمِينَ فَلَا يُبَاحُ الْإِنْتِفَاعُ بِهِ إِلَّا لِحَاجَةٍ كَمَا فِي الثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ .
وَجْهُ الْأُخْرَى قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فِي طَعَامِ خَيْبَرَ كُلُوهَا وَاعْلِفُوهَا وَلَا تَحْمِلُوهَا) وَلِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى دَلِيلِ الْحَاجَةِ وَهُوَ كَوْنُهُ فِي دَارِ الْحَرْبِ، لِأَنَّ الْغَازِيَ لَا يَسْتَصْحِبُ قُوتَ نَفْسِهِ وَعَلَفَ ظَهْرِهِ مُدَّةَ مُقَامِهِ فِيهَا وَالْمِيرَةُ مُنْقَطِعَةٌ، فَبَقِيَ عَلَى أَصْلِ الْإِبَاحَةِ لِلْحَاجَةِ بِخِلَافِ السِّلَاحِ لِأَنَّهُ يَسْتَصْحِبُهُ فَانْعَدَمَ دَلِيلُ الْحَاجَةِ، وَقَدْ تَمَسُّ إِلَيْهِ الْحَاجَةُ فَتُعْتَبَرُ حَقِيقَتُهَا فَيَسْتَعْمِلُهُ ثُمَّ يَرُدُّهُ فِي الْمَغْنَمِ إِذَا اسْتَغْنَى عَنْهُ، وَالدَّابَّةُ مِثْلُ السِّلَاحِ، وَالطَّعَامُ كَالْخُبْزِ وَاللَّحْمِ وَمَا يُسْتَعْمَلُ فِيهِ كَالسَّمْنِ وَالزَّيْتِ .

فرمایا اور دارالحرب میں اہل لشکر کے لیے جانوروں کو چارہ کھلانے اور وہاں کی پائی جانے والی کھانے کی اشیاء میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بندہ ضعیف کہتا ہے کہ امام قدوری نے اسے مطلق بیان کیا ہے اور ضرورت سے مقید نہیں کیا ہے جب کہ سیر صغیر میں امام محمد ﷺ نے حاجت کو مشروط قرار دیا ہے، مگر سیر کبیر میں ضرورت کی شرط نہیں لگائی ہے۔ پہلی روایت کی دلیل یہ ہے کہ وہ مال تمام غازیوں میں مشترک ہے، لہٰذا بغیر ضرورت اس سے انتفاع مباح نہیں ہوگا' جس طرح کپڑوں اور سواریوں کا یہی حکم ہے۔ دوسری روایت کی دلیل مطعومات خیبر کے متعلق حضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے "اسے کھاؤ اور جانوروں کو بھی کھلاؤ مگر لاد کر نہ لیجاؤ" اور اس لیے کہ حکم کا مدار دلیل حاجت پر ہے اور وہ اس کا دارالحرب میں ہونا ہے، کیونکہ دارالحرب میں اپنی مدت اقامت کے دوران غازی نہ تو اپنی خوارک ساتھ لیجاسکتا ہے اور نہ ہی اپنی سواری کا چارہ لیجاسکتا ہے اور وہاں تک غلے کا پہنچنا بھی ناممکن ہے، لہٰذا بربنائے ضرورت یہ حکم اصل اباحت پر باقی رہا۔
برخلاف ہتھیار کے، اس لیے کہ غازی ہتھیار اپنے ساتھ رکھتا ہے لہٰذا حاجت کی دلیل معدوم ہوگئی اور کبھی ہتھیار کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس لیے حقیقی ضرورت کا اعتبار ہوگا لہٰذا جب غازی اس سے مستغنی ہوجائے گا' تو وہ اسے استعمال کر کے مغنم میں واپس کردے گا۔ اور سواری ہتھیار کی طرح ہے اور طعام سے روٹی اور گوشت اور اس کا مصالحہ یعنی گھی اور تیل مراد ہے۔

مجاہدین کے لئے لکڑیوں کے استعمال کی اباحت کا بیان

قَالَ (وَيَسْتَعْمِلُوا الْحَطَبَ) وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ: الطِّيبَ، (وَيَدَّهِنُوا بِالدُّهْنِ وَيُوقِحُوا بِهِ الدَّابَّةَ) لِمَسَاسِ الْحَاجَةِ إِلَى جَمِيعِ ذَلِكَ (وَيُقَاتِلُوا بِمَا يَجِدُونَهُ مِنَ السِّلَاحِ، كُلُّ ذَلِكَ بِلَا

قِسْمَةٍ) وَتَأْوِيلُهُ إِذَا احْتَاجَ إِلَيْهِ بِأَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ سِلَاحٌ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ (وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبِيعُوا مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا وَلَا يَتَمَوَّلُونَهُ) لِأَنَّ الْبَيْعَ يَتَرَتَّبُ عَلَى الْمِلْكِ وَلَا مِلْكَ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ، وَإِنَّمَا هُوَ إِبَاحَةٌ وَصَارَ كَالْمُبَاحِ لَهُ الطَّعَامُ، وَقَوْلُهُ وَلَا يَتَمَوَّلُونَهُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّهُمْ لَا يَبِيعُونَهُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْعُرُوضِ لِأَنَّهُ لَا ضَرُورَةَ إِلَى ذَلِكَ، فَإِنْ بَاعَهُ أَحَدُهُمْ رَدَّ الثَّمَنَ إِلَى الْغَنِيمَةِ ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ عَيْنٍ كَانَتْ لِلْجَمَاعَةِ .

وَأَمَّا الثِّيَابُ وَالْمَتَاعُ فَيُكْرَهُ الْإِنْتِفَاعُ بِهَا قَبْلَ الْقِسْمَةِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ لِلْاشْتِرَاكِ، إِلَّا أَنَّهُ يُقَسِّمُ الْإِمَامُ بَيْنَهُمْ فِي دَارِ الْحَرْبِ إِذَا احْتَاجُوا إِلَى الثِّيَابِ وَالدَّوَابِّ وَالْمَتَاعِ ؛ لِأَنَّ الْمُحَرَّمَ يُسْتَبَاحُ لِلضَّرُورَةِ فَالْمَكْرُوهُ أَوْلَى، وَهَذَا لِأَنَّ حَقَّ الْمَدَدِ مُحْتَمَلٌ، وَحَاجَةُ هَؤُلَاءِ مُتَيَقَّنٌ بِهَا فَكَانَ أَوْلَى بِالرِّعَايَةِ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِسْمَةَ فِي السِّلَاحِ، وَلَا فَرْقَ فِي الْحَقِيقَةِ لِأَنَّهُ إِذَا احْتَاجَ وَاحِدٌ يُبَاحُ لَهُ الْإِنْتِفَاعُ فِي الْفَصْلَيْنِ، وَإِنِ احْتَاجَ الْكُلُّ يُقَسِّمُ فِي الْفَصْلَيْنِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا احْتَاجُوا إِلَى السَّبْيِ حَيْثُ لَا يُقَسِّمُ لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَيْهِ مِنْ فُضُولِ الْحَوَائِجِ .

فرمایا: مجاہدین لکڑیاں استعمال کر سکتے ہیں اور بعض نسخوں میں ہے خوشبو استعمال کر سکتے ہیں اور تیل استعمال کر سکتے ہیں اور سواریوں کے پیروں میں لگا سکتے ہیں، اس لیے کہ ان تمام چیزوں کی ضرورت درکار ہے اور جو بھی ہتھیار پائیں انہیں لے کر (کفار سے) جنگ بھی کر سکتے ہیں، یہ تمام چیزیں بلا تقسیم کے مباح ہیں اور اس کی تاویل یہ ہے کہ جب ان اشیاء کی ضرورت ہو بایں طور کہ غازی کے پاس ہتھیار نہ ہو اور ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

اور ان کے لیے ان چیزوں میں کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی انہیں جمع کرنا جائز ہے، کیونکہ بیع ملکیت پر مرتب ہوتی ہے اور نزدیک ملکیت معدوم ہے' جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہ تو اباحت ہے یہ ایسا ہو گیا جس طرح کسی کے لیے طعام مباح کیا گیا ہو۔

اور امام قدوری کا ولا یتمو لونہ کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ نہ تو سونے چاندی کے عوض اسے فروخت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ثمن کے عوض، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی غازی بیچ دے تو اس کا ثمن مالِ غنیمت میں واپس کر دے اس لیے کہ یہ ایسے عین کا بدل ہے' جو تمام غازیوں کا ہے۔

اور کپڑے اور دوسرے سامانوں سے بلا ضرورت انتفاع مکروہ ہے، کیونکہ ان میں اشتراک ہے مگر اگر غازیوں کو کپڑے، سواریاں اور سامان کی ضرورت ہو تو امام دار الحرب میں یہ چیزیں ان کے درمیان تقسیم کر سکتا ہے اس لیے کہ ضرورت کے وقت جب حرام چیز مباح ہو جاتی ہے' تو مکروہ چیز تو بدرجۂ اولیٰ مباح ہو گی۔ یہ حکم اس سبب سے ہے کہ ان چیزوں کی مدد کا حق محتمل ہے' جب کہ ان کی ضرورت یقینی ہے لہٰذا ضرورت کی رعایت کرنا بہتر ہو گا۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہتھیار میں تقسیم کا ذکر نہیں کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ثیاب اور سلاح میں ضرورت کے حوالے سے کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ اگر کسی کو دونوں چیزوں کی ضرورت ہو تو اس کے لیے دونوں سے فائدہ حاصل کرنا مباح ہے۔ اور اگر سب کو ان کی ضرورت ہو تو امام دونوں چیزیں ان کے درمیان تقسیم کر دے۔ مگر اگر غازیوں کو گرفتار کردہ عورتوں کی ضرورت ہو تو امام انہیں غازیوں میں تقسیم نہیں کرے گا' کیونکہ ان کی ضرورت سے زائد ہے۔

اسلام کا ابتدائی طور پر منافی استرقاق ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمْ) مَعْنَاهُ فِي دَارِ الْحَرْبِ (اَحْرَزَ بِاِسْلَامِهِ نَفْسَهُ) لِاَنَّ الْاِسْلَامَ يُنَافِي ابْتِدَاءَ الْاِسْتِرْقَاقِ (وَاَوْلَادَهُ الصِّغَارَ) لِاَنَّهُمْ مُسْلِمُوْنَ بِاِسْلَامِهِ تَبَعًا (وَكُلَّ مَالٍ هُوَ فِي يَدِهِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى مَالٍ فَهُوَ لَهُ) وَلِاَنَّهُ سَبَقَتْ يَدُهُ الْحَقِيقِيَّةُ اِلَيْهِ يَدَ الظَّاهِرِينَ عَلَيْهِ (اَوْ وَدِيعَةً فِي يَدِ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ) لِاَنَّهُ فِي يَدٍ صَحِيحَةٍ مُحْتَرَمَةٍ وَيَدُهُ كَيَدِهِ (فَاِنْ ظَهَرْنَا عَلٰى دَارِ الْحِرَابِ فَعَقَارُهُ فَيْءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هُوَ لَهُ لِاَنَّهُ فِي يَدِهِ فَصَارَ كَالْمَنْقُولِ .

وَلَنَا اَنَّ الْعَقَارَ فِي يَدِ اَهْلِ الدَّارِ وَسُلْطَانِهَا اِذْ هُوَ مِنْ جُمْلَةِ دَارِ الْحَرْبِ فَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهِ حَقِيقَةً، وَقِيلَ هٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ الْاٰخَرُ .

وَفِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ اَبِي يُوْسُفَ الْاَوَّلُ هُوَ كَغَيْرِهِ مِنَ الْاَمْوَالِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّ الْيَدَ حَقِيقَةً لَا تَثْبُتُ عَلَى الْعَقَارِ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ تَثْبُتُ (وَزَوْجَتُهُ فَيْءٌ) لِاَنَّهَا كَافِرَةٌ حَرْبِيَّةٌ لَا تَتْبَعُهُ فِي الْاِسْلَامِ (وَكَذَا حَمْلُهَا فَيْءٌ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ .هُوَ يَقُولُ اِنَّهُ مُسْلِمٌ تَبَعًا كَالْمُنْفَصِلِ .

وَلَنَا اَنَّهُ جُزْؤُهَا فَيَرِقُّ بِرِقِّهَا وَالْمُسْلِمُ مَحَلٌّ لِلتَّمَلُّكِ تَبَعًا لِغَيْرِهِ بِخِلَافِ الْمُنْفَصِلِ لِاَنَّهُ حُرٌّ لِانْعِدَامِ الْجُزْئِيَّةِ عِنْدَ ذٰلِكَ (وَاَوْلَادُهُ الْكِبَارُ فَيْءٌ) لِاَنَّهُمْ كُفَّارٌ حَرْبِيُّونَ وَلَا تَبَعِيَّةَ (وَمَنْ قَاتَلَ مِنْ عَبِيدِهِ فَيْءٌ) لِاَنَّهُ لَمَّا تَمَرَّدَ عَلٰى مَوْلَاهُ خَرَجَ مِنْ يَدِهِ فَصَارَ تَبَعًا لِاَهْلِ دَارِهِمْ (وَمَا كَانَ مِنْ مَالِهِ فِي يَدِ حَرْبِيٍّ فَهُوَ فَيْءٌ) غَصْبًا كَانَ اَوْ وَدِيعَةً ؛ لِاَنَّ يَدَهُ لَيْسَتْ بِمُحْتَرَمَةٍ (وَمَا كَانَ غَصْبًا فِي يَدِ مُسْلِمٍ اَوْ ذِمِّيٍّ فَهُوَ فَيْءٌ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَكُونُ فَيْئًا) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: كَذَا ذُكِرَ الْاِخْتِلَافُ فِي السِّيَرِ الْكَبِيرِ .وَذَكَرُوا فِي شُرُوحِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ قَوْلَ اَبِي يُوْسُفَ مَعَ مُحَمَّدٍ .

لَهُمَا اَنَّ الْمَالَ تَابِعٌ لِلنَّفْسِ، وَقَدْ صَارَتْ مَعْصُومَةً بِاِسْلَامِهِ فَيَتْبَعُهَا مَالُهُ فِيهَا .وَلَوْ اَنَّهُ مَالٌ

مُبَاحٌ فَيَمْلِكُ بِالْاِسْتِيْلَاءِ وَالنَّفْسُ لَمْ تَصِرْ مَعْصُوْمَةً بِالْاِسْلَامِ ، أَلَا تَرَى أَنَّهَا لَيْسَتْ بِمُتَقَوِّمَةٍ إِلَّا أَنَّهُ مُحَرَّمُ التَّعَرُّضِ فِي الْأَصْلِ لِكَوْنِهِ مُكَلَّفًا وَإِبَاحَةُ التَّعَرُّضِ بِعَارِضِ شَرِّهِ وَقَدْ انْدَفَعَ بِالْاِسْلَامِ، بِخِلَافِ الْمَالِ ، لِأَنَّهُ خُلِقَ عُرْضَةً لِلْاِمْتِهَانِ فَكَانَ مَحَلًّا لِلتَّمَلُّكِ وَلَيْسَتْ فِي يَدِهِ حُكْمًا فَلَمْ تَثْبُتِ الْعِصْمَةُ .

(١) فرمایا کفار میں سے جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہو گیا اس نے اپنے اسلام سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا، کیونکہ اسلام ابتداء مملوک ہونے کے منافی ہے۔ اور اس نے اپنے چھوٹے بچوں کو محفوظ کر لیا کیونکہ وہ بچے اپنے باپ کے اسلام سے تابع ہو کر مسلمان ہیں۔ اور اس نے ہر اس مال کو محفوظ کر لیا جو اس کے قبضے میں ہو، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے' جو شخص اس حال میں مسلمان ہوا کہ اس کے پاس کوئی مال ہو تو وہ مال اسی کا ہے۔ اور اس لیے کہ اس مال پر غازیوں کا قبضہ ہونے سے پہلے اس شخص کا ذاتی قبضہ برقرار ہے۔ اور اس مال کو بھی محفوظ کر لیا جو کسی مسلمان یا ذمی کے قبضے میں بطور امانت کے ہو، اس لیے کہ وہ مال بھی صحیح اور محترم قبضے میں ہے۔ اور مودع کا قبضہ صاحب مال کے قبضے کی طرح ہے۔ اور اگر ہم مسلمان دارالحرب پر غالب ہو گئے تو اس کا عقار فئے ہو گا۔ حضرت امام شافعی ﷫ فرمایا: وہ مال بھی اسی کا ہو گا، کیونکہ وہ اسی کے قبضے میں ہے' تو یہ مال منقول کی طرح ہو گیا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر منقول مال دارالحرب والوں کے اور ان کے بادشاہ کے قبضے میں ہے، اس لیے کہ عقار بھی من جملہ دارالحرب کے ہے لہٰذا وہ حقیقتاً اس کے قبضے میں نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ ؓ کا اور امام ابویوسف کا آخری قول ہے۔ امام محمد ؒ اور امام ابویوسف کے قول اول میں اس کا عقار بھی اس کے منقولہ اموال کی طرح ہے، اور یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے کہ حضرات شیخین کے نزدیک عقار میں حقیقی قبضہ ثابت نہیں ہوتا اور امام محمد کے نزدیک قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔

اور اس شخص کی بیوی بھی فئے ہو گی اس لیے کہ وہ کافرہ حربیہ ہے اور اسلام کے سلسلے میں اپنے شوہر کی اطاعت نہیں کر رہی ہے نیز اس عورت کا حمل بھی فئے ہو گا۔ حضرت امام شافعی ﷫ کا اختلاف ہے وہ فرمایا: حمل تابع ہو کر مسلم ہے' جس طرح وہ بچہ جو پیدا ہو چکا ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حمل اپنی ماں کا جزء ہے لہٰذا ماں کے رقیق ہونے کی سبب سے وہ بھی رقیق ہو گا' اور مسلمان دوسرے کے تابع ہو کر ملکیت کا محل ہو جاتا ہے۔ برخلاف منفصل کے، کیونکہ وہ آزاد ہوتا ہے، اس لیے کہ بوقتِ انفصال جزئیت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی بالغ اولاد بھی فئی ہو گی، کیونکہ وہ سب حربی کافر ہیں اور تبعیت معدوم ہے۔ اور اس نومسلم کے غلاموں میں سے جو جنگ کرے گا وہ بھی فئے ہو گا، اس لیے کہ جب اس نے اپنے آقا پر سرکشی کر لی تو وہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا، لہٰذا وہ دارالحرب کے تابع ہو گیا۔ اور اس شخص کا جو مال کسی حربی کے قبضے میں ہو وہ بھی فئے ہو گا خواہ غصب کیا ہوا ہو یا ودیعت کے طور پر ہو، اس لیے کہ اس کا قبضہ محترم نہیں ہے۔

اور اس نومسلم کا مال جو کسی مسلمان یا ذمی کے قبضہ میں غاصبانہ طور پر ہو تو وہ حضرت امام اعظم ؓ کے نزدیک فئے ہے امام محمد فرمایا فئے نہیں ہو گا، بندہ ضعیف کہتا ہے کہ امام محمد نے سیر کبیر میں اسی طرح اختلاف بیان کیا ہے اور جامع صغیر کے شراح نے امام ابویوسف کا قول امام محمد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ مال نفس کے تابع ہوتا ہے اور اسلام کی سبب سے نفس

معصوم ہوگیا ہے، لہٰذا معصوم ہونے میں مال اس کے نفس کے تابع ہوگا۔ حضرت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مال مباح ہے اور قبضہ کرنے سے وہ مملوک ہو جاتا ہے اور اسلام کی سبب سے نفس معصوم نہیں ہوا ہے کیا دیکھتے نہیں کہ نفس متقوم نہیں ہے مگر اصلاً اس سے تعرض حرام ہے، کیونکہ وہ (آدمی) مکلف ہے اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنا اس کے عارضی شر کی سبب سے مباح تھا اور اسلام کی سبب سے یہ ممتنع ہوگیا ہے۔ برخلاف مال کے کیونکہ وہ تو خرچ کرنے کے لیے پیدا ہی کیا گیا ہے، لہٰذا وہ محل تملک ہوگا اور نکا بھی یہ مال اس نو مسلم کے قبضہ میں نہیں ہے لہٰذا عصمت ثابت نہیں ہوگی۔

دارالحرب سے خروج پر غنائم پر عدم تصرف کا بیان

(وَاِذَا خَرَجَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ لَمْ يَجُزْ اَنْ يَعْلِفُوا مِنَ الْغَنِيمَةِ وَلَا يَاْكُلُوا مِنْهَا) لِاَنَّ الضَّرُوْرَةَ قَدِ ارْتَفَعَتْ، وَالْاِبَاحَةُ بِاعْتِبَارِهَا، وَلِاَنَّ الْحَقَّ قَدْ تَاَكَّدَ حَتّٰى يُوْرَثَ نَصِيْبُهُ وَلَا كَذٰلِكَ قَبْلَ الْاِخْرَاجِ اِلٰى دَارِ الْاِسْلَامِ (وَمَنْ فَضَلَ مَعَهُ عَلَفٌ اَوْ طَعَامٌ رَدَّهُ اِلَى الْغَنِيمَةِ) مَعْنَاهُ اِذَا لَمْ تُقَسَّمْ. وَعَنِ الشَّافِعِيِّ مِثْلُ قَوْلِنَا. وَعَنْهُ اَنَّهُ لَا يَرُدُّ اعْتِبَارًا بِالْمُتَلَصِّصِ.

وَلَنَا اَنَّ الِاخْتِصَاصَ ضَرُوْرَةُ الْحَاجَةِ وَقَدْ زَالَتْ، بِخِلَافِ الْمُتَلَصِّصِ؛ لِاَنَّهُ كَانَ اَحَقَّ بِهِ قَبْلَ الْاِحْرَازِ فَكَذَا بَعْدَهُ، وَبَعْدَ الْقِسْمَةِ تَصَدَّقُوا بِهِ اِنْ كَانُوا اَغْنِيَاءَ، وَانْتَفَعُوا بِهِ اِنْ كَانُوا مَحَاوِيجَ لِاَنَّهُ صَارَ فِي حُكْمِ اللُّقَطَةِ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ عَلَى الْغَانِمِيْنَ، وَاِنْ كَانُوا انْتَفَعُوا بِهِ بَعْدَ الْاِحْرَازِ تُرَدُّ قِيمَتُهُ اِلَى الْمَغْنَمِ اِنْ كَانَ لَمْ يُقَسَّمْ، وَاِنْ قُسِّمَتِ الْغَنِيمَةُ فَالْغَنِيُّ يَتَصَدَّقُ بِقِيمَتِهِ وَالْفَقِيْرُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِقِيَامِ الْقِيمَةِ مَقَامَ الْاَصْلِ فَاَخَذَ حُكْمَهُ.

اور جب مسلمان دارالحرب سے نکل گئے تو ان کے لیے مال غنیمت سے چارہ کھلانا اور اس سے کھانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ ضرورت ختم ہو چکی ہے اور ضرورت ہی کی سبب سے اباحت ثابت تھی۔ اور اس لیے کہ غازیوں کا حق پختہ ہوگیا ہے حتی کہ (اگر کوئی غازی مرتا ہے تو) اس کا حصہ وراثت بنتا ہے، اور دارالاسلام کے لیے نکلنے سے پہلے یہ حالت نہیں تھی۔ اور جس شخص کے پاس زیادہ چارہ ہو یا کھانے کی چیز ہو تو اسے غنیمت میں واپس کردے اس کے معنی ہیں جب غنیمت تقسیم نہ ہوئی ہو۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے قول کی طرح مروی ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ چور پر قیاس کرتے ہوئے واپس نہیں کیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اختصاص حاجت کی ضرورت ہے اور ضرورت ختم ہو چکی ہے برخلاف متلصص کے، کیونکہ وہ احراز سے پہلے ہی اس کا مستحق تھا لہٰذا احراز کے بعد بھی وہی مستحق ہوگا۔ اور تقسیم کے بعد اگر غازی مالدار ہوں تو ان مال کا صدقہ کردیں اور اگر محتاج ہوں تو اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ لقطہ کے حکم میں ہوگیا، اس لیے کہ غانمین پر واپس کرنا محال ہے۔ اور اگر دارالاسلام لانے کے بعد انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا تو اس کی قیمت مال غنیمت میں واپس کردی جائے اگر مال تقسیم نہ ہوا ہو۔ اور اگر غنیمت تقسیم ہوگئی ہو تو غنی غازی اس کی قیمت صدقہ کردے اور فقیر پر کچھ نہیں ہے، اس لیے کہ قیمت اصل کے قائم مقام ہے لہٰذا اس نے اصل کا حکم لے لیا ہے۔

فَصْلٌ فِی کَیْفِیَّةِ الْقِسْمَةِ

﴿یہ فصل مال غنیمت کے طریقہ تقسیم کے بیان میں ہے﴾

فصل کیفیت قسمت کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ جب مال غنیمت کی تعریف واحکام کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے ہیں تو اب انہوں مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے طریقے کو شروع کیا ہے۔ اور کسی بھی مال کی تقسیم اس کے وجود وثبوت کے بعد ہی ہوا کرتا ہے پس اس کی فقہی مطابقت واضح ہے۔

مال غنیمت کی تقسیم کا بیان

طائف سے واپس ہوتے ہوئے حضور اکرم ﷺ مقام جعرانہ میں رکے جہاں حنین کی لڑائی کا مال غنیمت محفوظ کر دیا گیا تھا، وہاں آپ ﷺ کئی روز تک مال غنیمت تقسیم کیے بغیر ٹھہرے رہے، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، تو ان کا مال اور قیدی واپس کیے جائیں ؛لیکن تاخیر کے باوجود آپ ﷺ کے پاس کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم شروع کر دی جس میں چوبیس ہزار انٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار قیدی تھے، حضور اکرم ﷺ نے اسلامی قانون کے مطابق کل مال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا، چار حصے لڑنے والوں میں بانٹ دیئے اور ایک حصہ بیت المال کے لئے روک لیا، اس پانچویں حصہ میں سے آپ ﷺ نے مکہ اور دوسرے مقامات کے نومسلموں کو دل کھول کر حصے دیئے،

ابوسفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سوانٹ عطا کیے، اس نے کہا! میرا بیٹا یزید؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی یزید کو بھی دیا، اس نے کہا! اور میرا بیٹا معاویہ؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی معاویہ کو بھی دیا (یعنی تنہا ابوسفیان کو اس کے بیٹوں سمیت تین سوانٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی ملی)

حطیم بن حزام کو ایک سوانٹ دیئے گئے، اس نے مزید سواونٹوں کا سوال کیا' تو اسے پھر ایک سوانٹ دیئے گئے، اسی طرح صفوان بن اُمیہ کو سوانٹ، پھر سوانٹ اور پھر سوانٹ (یعنی تین سوانٹ) دیئے گئے (الرحیق المختوم)

حارث بن کلدہ کو بھی سوانٹ دیئے گئے اور کچھ مزید قرشی اور غیر قرشی روساء کو سوسوانٹ دیئے گئے، کچھ دوسروں کو پچاس پچاس اور چالیس چالیس انٹ دیئے گئے یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ محمد ﷺ اسی طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انہیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں، چنانچہ مال کی طلب میں بدو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور آپ ﷺ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور

کر دیا، اتفاق سے آپ ﷺ کی چادر درخت میں پھنس گئی، آپ ﷺ نے فرمایا! "لوگو میری چادر دے دو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں کی تعداد میں بھی چوپائے ہوں تو انہیں بھی تم پر تقسیم کر دوں گا، پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ بزدل نہ جھوٹا"۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے انٹ کے بازو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ بال لئے اور چٹکی میں رکھ کر بلند کرتے ہوئے فرمایا! "لوگو! واللہ میرے لئے تمہارے مال فی میں سے کچھ بھی نہیں حتی کہ اتنا بال بھی نہیں، صرف خمس ہے اور خمس بھی تم پر ہی پلٹا دیا جاتا ہے"

حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں پر مال غنیمت کی تقسیم کا حساب لگائیں، انہوں نے ایسا کیا، تو ایک فوجی کے حصے میں چار چار انٹ اور چالیس چالیس بکریاں آئیں، جو شہسوار تھا اسے بارہ انٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں (علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ سواروں کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لئے ہر سوار کے حصے میں بارہ انٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں)

یہ تقسیم ایک حکیمانہ سیاست پر مبنی تھی کیونکہ دنیا میں بہت سے لوگ اسی طرح جو اپنی عقل کے راستہ سے نہیں بلکہ پیٹ کے راستے سے حق پر لائے جاتے ہیں، اس قسم کے انسانوں کے لئے مختلف ڈھنگ کے اسباب کشش کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ وہ ایمان سے مانوس ہو کر اس کے لئے پر جوش بن جائیں (الرحیق المختوم)

مال غنیمت کو تقسیم کرتے وقت پانچواں حصہ نکالنے کا بیان

قَالَ (وَيُقَسِّمُ الْإِمَامُ الْغَنِيمَةَ فَيُخْرِجُ خُمُسَهَا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ) اسْتَثْنَى الْخُمُسَ (وَيُقَسِّمُ الْأَرْبَعَةَ الْأَخْمَاسِ بَيْنَ الْغَانِمِينَ) (لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَسَمَهَا بَيْنَ الْغَانِمِينَ) (ثُمَّ لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ) عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى (وَقَالَا: لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، لِمَا رَوَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَسْهَمَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا) وَلِأَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ بِالْغَنَاءِ وَغَنَاؤُهُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَمْثَالِ الرَّاجِلِ؛ لِأَنَّهُ لِلْكَرِّ وَالْفَرِّ وَالثَّبَاتِ، وَالرَّاجِلُ لِلثَّبَاتِ لَا غَيْرُ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا) فَتَعَارَضَ فِعْلَاهُ، فَيُرْجَعُ إِلَى قَوْلِهِ وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لِلْفَارِسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمٌ) كَيْفَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَسَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ) وَإِذَا تَعَارَضَتْ رِوَايَتَاهُ تُرَجَّحُ رِوَايَةُ غَيْرِهِ، وَلِأَنَّ الْكَرَّ وَالْفَرَّ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَيَكُونُ غَنَاؤُهُ مِثْلَيْ غَنَاءِ الرَّاجِلِ فَيُفَضَّلُ عَلَيْهِ بِسَهْمٍ وَلِأَنَّهُ تَعَذَّرَ اعْتِبَارُ مِقْدَارِ الزِّيَادَةِ لِتَعَذُّرِ مَعْرِفَتِهِ فَيُدَارُ الْحُكْمُ

عَلٰى سَبَبٍ ظَاهِرٍ، وَلِلْفَارِسِ سَبَبَانِ النَّفْسُ وَالْفَرَسُ، وَلِلرَّاجِلِ سَبَبٌ وَاحِدٌ فَكَانَ اسْتِحْقَاقُهُ عَلٰى ضِعْفِهِ.

فرمایا اور امام غنیمت کو تقسیم کرتے ہوئے اس کا پانچواں حصہ نکال لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ الآیۃ۔ "اللہ پاک نے خمس کو مستثنیٰ قرار دیا ہے" اور بقیہ چار خمس غازیوں میں تقسیم کردے، کیونکہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اسے غازیوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک گھوڑ سوار کو دو حصے ملیں گے اور پیادہ پا کو ایک حصہ ملے گا۔

حضرات صاحبین فرمایا: فارس کو تین حصے ملیں گے اور یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور حدث کی سبب سے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فارس کو تین حصے دیئے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا ہے۔ اور اس لیے کہ غنیمت کا استحقاق بقدر کفایت ہوتا ہے اور فارس تین پیدلوں کے بقدر کفایت کرتا ہے، اس لیے کہ وہ حملہ کرتا ہے، جان بچا کر بھاگ لیتا ہے اور جم کر جنگ بھی کرتا ہے اور پیادہ پا صرف جم کر لڑ سکتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل وہ حدیث ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فارس کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا، لہٰذا آپ ﷺ کے دونوں فعل متعارض ہوگئے، اس لیے آپ کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا' اور یقیناً آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے: فارس کے لیے دو حصے ہیں اور پیادہ پا کے لیے ایک حصہ ہے۔ اور حضرات صاحبین حضرت ابن عمر کی حدیث سے کیوں کر استدلال کر سکتے ہیں جب کہ انھی سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فارس کو دو حصے اور راجل کو ایک حصہ تقسیم فرمایا ہے اور جب ان کی دونوں روایات متعارض ہیں' تو ان کے علاوہ کی روایت راجح ہوگی۔

اور اس لیے کہ کر اور فر ایک ہی جنس ہیں، لہٰذا فارس کی کفایت راجل کی کفایت کی دوگنی ہوگئی اور فارس راجل سے ایک حصہ زائد کا مستحق ہوگا۔ اور اس لیے کہ زیادتی کی مقدار کا اعتبار کرنا ناممکن ہے، کیونکہ اسے شمار کرنا ناممکن ہے لہٰذا حکم کا مدار ظاہری سبب پر ہوگا اور فارس کے حق میں ظاہری سبب دو ہیں (۱) اس کا نفس (۲) اور اس کا گھوڑا۔ پیدل کا ایک سبب ہے لہٰذا فارس پیدل سے دو گنے مال کا مستحق ہوگا۔

مال غنیمت میں گھوڑے کا ایک حصہ ہونے کا بیان

(وَلَا يُسْهِمُ إِلَّا لِفَرَسٍ وَاحِدٍ) وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: يُسْهِمُ لِفَرَسَيْنِ، لِمَا رُوِيَ (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْهَمَ لِفَرَسَيْنِ) وَلِاَنَّ الْوَاحِدَ قَدْ يَعْيَا فَيَحْتَاجُ اِلَى الْاٰخَرِ، وَلَهُمَا (اَنَّ الْبَرَاءَ بْنَ اَوْسٍ قَادَ فَرَسَيْنِ فَلَمْ يُسْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا لِفَرَسٍ وَاحِدٍ) وَلِاَنَّ الْقِتَالَ لَا يَتَحَقَّقُ بِفَرَسَيْنِ دَفْعَةً وَاحِدَةً فَلَا يَكُوْنُ السَّبَبُ الظَّاهِرُ مُفْضِيًا اِلَى الْقِتَالِ عَلَيْهِمَا فَيُسْهِمُ لِوَاحِدٍ، وَلِهٰذَا لَا يُسْهِمُ لِثَلَاثَةِ اَفْرَاسٍ، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُوْلٌ عَلَى التَّنْفِيلِ كَمَا اَعْطَى سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ سَهْمَيْنِ وَهُوَ رَاجِلٌ (وَالْبَرَاذِيْنُ وَالْعِتَاقُ سَوَاءٌ) لِاَنَّ الْاِرْهَابَ مُضَافٌ اِلَى

جِنْسِ الْخَيْلِ فِي الْكِتَابِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ) وَاسْمُ الْخَيْلِ يَنْطَلِقُ عَلَى الْبَرَاذِينِ وَالْعِرَابِ وَالْهَجِينِ وَالْمُقْرِفِ إِطْلَاقًا وَاحِدًا، وَلِأَنَّ الْعَرَبِيَّ إِنْ كَانَ فِي الطَّلَبِ وَالْهَرَبِ أَقْوٰى فَالْبِرْذَوْنُ أَصْبَرُ وَأَلْيَنُ عَطْفًا، فَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَنْفَعَةٌ مُعْتَبَرَةٌ فَاسْتَوَيَا.

اور صرف گھوڑے کو ایک ہی حصہ دیا جائے گا، امام ابو یوسف فرمایا: دو گھوڑوں کو حصہ دیا جائے گا اس لیے کہ آپ ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے دو گھوڑوں کو حصہ دیا ہے۔ اور اس لیے کہ ایک گھوڑا کبھی تھک جاتا ہے لہٰذا دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حضرات طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت براء بن اس دو گھوڑے لے گئے تھے مگر آپ ﷺ نے انھیں صرف ایک گھوڑے کا حصہ دیا تھا۔ اور اس لیے کہ ان واحد میں دو گھوڑوں سے جنگ ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا ان دونوں پر جنگ کرنا استحقاق غنیمت کا ظاہری سبب نہیں ہوگا، اس لیے ایک ہی گھوڑے کا حصہ دیا جائے گا، اسی لیے تین گھوڑوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔ اور حضرت امام ابو یوسف کی روایت کردہ حدیث وہ زائد (بطور نفل) انعام دینے پر محمول ہے، جس طرح حضرت سلمہ بن الاکوع کو آپ ﷺ نے دو حصے دیے تھے حالانکہ وہ راجل تھے۔

اور عجمی اور خالص عربی دونوں گھوڑے برابر ہیں، کیونکہ کتاب اللہ میں خوف زدہ کرنا جنسِ خیل کی طرف منسوب کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے اور گھوڑوں کو تیار رکھو جس کے ذریعے اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ کیا کرو اور لفظ خیل یکساں طور پر عجمی، عربی، ہجین اور مقرف پر بولا جاتا ہے اور اس لیے کہ عربی گھوڑا اگر دشمن کا پیچھا کرنے یا خود بچھڑنے میں اقوی ہوتا ہے تو عجمی گھوڑا بہت زیادہ صابر ہوتا ہے اور اسے گھمانا آسان ہوتا ہے، لہٰذا ان میں سے ہر ایک میں معتبر منفعت ہے اس لیے دونوں گھوڑے حکم میں برابر ہوں گے۔

دار الحرب میں داخل ہونے کے بعد گھوڑے کے ہلاک ہونے کا بیان

(وَمَنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ فَارِسًا فَنَفَقَ فَرَسُهُ اسْتَحَقَّ سَهْمَ الْفُرْسَانِ، وَمَنْ دَخَلَ رَاجِلًا فَاشْتَرٰى فَرَسًا اسْتَحَقَّ سَهْمَ رَاجِلٍ) وَجَوَابُ الشَّافِعِيِّ عَلٰى عَكْسِهٖ فِي الْفَصْلَيْنِ، وَهٰكَذَا رَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ سَهْمَ الْفُرْسَانِ. وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ عِنْدَنَا حَالَةُ الْمُجَاوَزَةِ، وَعِنْدَهُ حَالَةُ انْقِضَاءِ الْحَرْبِ لَهُ أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْقَهْرُ وَالْقِتَالُ فَيُعْتَبَرُ حَالُ الشَّخْصِ عِنْدَهُ وَالْمُجَاوَزَةُ وَسِيلَةٌ إِلَى السَّبَبِ كَالْخُرُوجِ مِنَ الْبَيْتِ، وَتَعْلِيقُ الْأَحْكَامِ بِالْقِتَالِ يَدُلُّ عَلٰى إِمْكَانِ الْوُقُوفِ عَلَيْهِ، وَلَوْ تَعَذَّرَ أَوْ تَعَسَّرَ تَعَلَّقَ بِشُهُودِ الْوَقْعَةِ؛ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَى الْقِتَالِ.

وَلَنَا أَنَّ الْمُجَاوَزَةَ نَفْسَهَا قِتَالٌ لِأَنَّهُ يَلْحَقُهُمُ الْخَوْفُ بِهَا وَالْحَالُ بَعْدَهَا حَالَةُ الدَّوَامِ وَلَا

مُعْتَبَرٌ بِهَا ؛ وَلِاَنَّ الْوُقُوفَ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْقِتَالِ مُتَعَسِّرٌ ؛ وَكَذَا عَلٰى شُهُوْدِ الْوَقْعَةِ لِاَنَّ حَالَ الْتِقَاءِ الصَّفَّيْنِ فَتُقَامُ الْمُجَاوَزَةُ مَقَامَهُ اِذْ هُوَ السَّبَبُ الْمُفْضِيُ اِلَيْهِ ظَاهِرًا اِذَا كَانَ عَلٰى قَصْدِ الْقِتَالِ فَيُعْتَبَرُ حَالُ الشَّخْصِ بِحَالَةِ الْمُجَاوَزَةِ فَارِسًا كَانَ اَوْ رَاجِلًا ۔

جو شخص سوار ہو کر دارالحرب میں داخل ہوا پھر اس کا گھوڑا ہلاک ہو گیا تو وہ گھوڑ سواروں کے حصے کا مستحق ہوگا' اور جو شخص پیدل داخل ہوا پھر اس نے کوئی گھوڑ خریدا تو وہ راجل کے حصے کا مستحق ہوگا' اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حکم اس کے برعکس ہے اور دوسری صورت میں ابن المبارک نے بھی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس روایت کیا ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سرحد پار کرنے کی حالت کا اعتبار ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنگ ختم ہونے کی حالت معتبر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ استحقاقِ غنیمت کا سبب قہر اور جنگ ہے، لہٰذا ہر شخص کے حق میں وقت جنگ کی حالت معتبر ہوگی۔ اور اس سرحد پار کرنا سبب استحقاق کا ذریعہ ہے' جس طرح گھر سے نکلنا۔ اور جنگ پر احکام کو معلق کرنا جنگ پر واقف ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر جنگ پر واقفیت ناممکن ہو تو (اس صورت میں) جنگ میں شریک ہونے پر احکام متعلق ہوں گے، کیونکہ جنگ میں شریک ہونا جنگ کے قریب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سرحد پار کرنا ہی جنگ ہے، کیونکہ مجاوزت سے دشمن خائف ہو جاتا ہے اور مجاوزت کے بعد والی حالت حالتِ دوام ہے اور اس حالت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اس لیے کہ جنگ کی حقیقت پر واقف ہونا دشوار ہے نیز میدانِ جنگ میں شرکت کرنے والوں پر مطلع ہونا بھی ناممکن ہے اس لیے کہ وہ مڈبھیڑ کرنے کی حالت ہے لہٰذا مجاوزت کو جنگ کے قائم مقام قرار دیا جائے گا، کیونکہ مجاوزت ہی جنگ کا ظاہری سبب ہے' جبکہ سرحد پار کرنے والا جنگ کے ارادے سے گیا ہو اس لیے ہر مجاہد کے حق میں حالت مجاوت ہی کا اعتبار ہوگا خواہ وہ فارس ہو کر داخل ہوا ہے۔

جب سوار ہو کر آنے والے نے پیدل جہاد کیا

وَلَوْ دَخَلَ فَارِسًا وَقَاتَلَ رَاجِلًا لِضِيْقِ الْمَكَانِ يَسْتَحِقُّ سَهْمَ الْفُرْسَانِ بِالْاِتِّفَاقِ، وَلَوْ دَخَلَ فَارِسًا ثُمَّ بَاعَ فَرَسَهُ اَوْ وَهَبَ اَوْ اَجَرَ اَوْ رَهَنَ فَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ يَسْتَحِقُّ سَهْمَ الْفُرْسَانِ اعْتِبَارًا لِلْمُجَاوَزَةِ ۔ وَفِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ يَسْتَحِقُّ سَهْمَ الرَّجَّالَةِ لِاَنَّ الْاِقْدَامَ عَلٰى هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ قَصْدِهِ بِالْمُجَاوَزَةِ الْقِتَالُ فَارِسًا ۔

وَلَوْ بَاعَهُ بَعْدَ الْفَرَاغِ لَمْ يَسْقُطْ سَهْمُ الْفُرْسَانِ، وَكَذَا اِذَا بَاعَ فِي حَالَةِ الْقِتَالِ عِنْدَ الْبَعْضِ ۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ يَسْقُطُ لِاَنَّ الْبَيْعَ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ غَرَضَهُ التِّجَارَةُ فِيْهِ اِلَّا اَنَّهُ يَنْتَظِرُ عِزَّتَهُ

اور جب کوئی مجاہد سوار ہو کر داخل ہوا، اور جگہ تنگ ہونے کی سبب سے اس نے پیدل جہاد کیا' تو وہ (بالاتفاق) گھوڑ سواروں کے حصے کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کوئی سوار ہو کر داخل ہوا پھر اس نے اپنا گھوڑا فروخت کر دیا یا ہبہ کر دیا یا اجرت پر دیدیا یا رہن

رکھ دیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن کی روایت میں وہ شخص فرسان کے حصے کا مستحق ہوگا یہ حکم مجاوزت کا اعتبار کرنے پر مبنی ہے، اور ظاہر الروایہ میں وہ راجل کے حصے کا حق دار ہوگا، کیونکہ ان تصرفات پر اس کا اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سرحد پار کرنے سے سوار ہو کر جنگ کرنا اس کا مقصد نہیں تھا۔ اور اگر جنگ کے بعد اس نے گھوڑا فروخت کیا تو (اس کے حق میں) فرسان کا حصہ ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب اس نے جنگ کی حالت میں گھوڑا فروخت کیا تو بھی بعض حضرات کے نزدیک یہی حکم ہے، مگر اصح یہ ہے کہ اس کے لیے سہم الفرسان نہیں ہوگا، کیونکہ فروخت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا مقصد گھوڑے کی تجارت کرنا تھا مگر وہ اس کی قیمت بڑھنے کا منتظر تھا۔

مال غنیمت میں عورتوں، بچوں کے حصے کا بیان

(وَلَا يُسْهِمُ لِمَمْلُوكٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلَا صَبِيٍّ وَلَا ذِمِّيٍّ وَلٰكِنْ يَرْضَخُ لَهُمْ عَلٰى حَسَبِ مَا يَرَى الْإِمَامُ) لِمَا رُوِيَ (أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ لَا يُسْهِمُ لِلنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَالْعَبِيدِ وَكَانَ يَرْضَخُ لَهُمْ) وَلَمَّا اسْتَعَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالْيَهُودِ عَلَى الْيَهُودِ لَمْ يُعْطِهِمْ شَيْئًا مِنَ الْغَنِيمَةِ: يَعْنِي أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُمْ، وَلِأَنَّ الْجِهَادَ عِبَادَةٌ، وَالذِّمِّيُّ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْعِبَادَةِ، وَالصَّبِيُّ وَالْمَرْأَةُ عَاجِزَانِ عَنْهُ وَلِهٰذَا لَمْ يَلْحَقْهُمَا فَرْضُهُ، وَالْعَبْدُ لَا يُمْكِنُهُ الْمَوْلَى وَلَهُ مَنْعُهُ، إِلَّا أَنَّهُ يَرْضَخُ لَهُمْ تَحْرِيضًا عَلَى الْقِتَالِ مَعَ إِظْهَارِ انْحِطَاطِ رُتْبَتِهِمْ، وَالْمُكَاتَبُ بِمَنْزِلَةِ الْعَبْدِ لِقِيَامِ الرِّقِّ وَتَوَهُّمِ عَجْزِهِ فَيَمْنَعُهُ الْمَوْلَى عَنِ الْخُرُوجِ إِلَى الْقِتَالِ ثُمَّ الْعَبْدُ إِنَّمَا يَرْضَخُ لَهُ إِذَا قَاتَلَ لِأَنَّهُ دَخَلَ لِخِدْمَةِ الْمَوْلَى فَصَارَ كَالتَّاجِرِ، وَالْمَرْأَةُ يَرْضَخُ لَهَا إِذَا كَانَتْ تُدَاوِي الْجَرْحَى، وَتَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى لِأَنَّهَا عَاجِزَةٌ عَنْ حَقِيقَةِ الْقِتَالِ فَيُقَامُ هٰذَا النَّوْعُ مِنَ الْإِعَانَةِ مَقَامَ الْقِتَالِ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ؛ لِأَنَّهُ قَادِرٌ عَلَى حَقِيقَةِ الْقِتَالِ، وَالذِّمِّيُّ إِنَّمَا يَرْضَخُ لَهُ إِذَا قَاتَلَ أَوْ دَلَّ عَلَى الطَّرِيقِ، وَلَمْ يُقَاتِلْ لِأَنَّ فِيهِ مَنْفَعَةً لِلْمُسْلِمِينَ، إِلَّا أَنَّهُ يُزَادُ عَلَى السَّهْمِ فِي الدَّلَالَةِ إِذَا كَانَتْ فِيهِ مَنْفَعَةٌ عَظِيمَةٌ، وَلَا يَبْلُغُ بِهِ السَّهْمَ إِذَا قَاتَلَ؛ لِأَنَّهُ جِهَادٌ، وَالْأَوَّلُ لَيْسَ مِنْ عَمَلِهِ وَلَا يُسَوِّي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِ فِي حُكْمِ الْجِهَادِ.

اور مال غنیمت سے غلام، عورت، بچہ اور ذمی کو حصہ نہیں دیا جائے گا مگر امام اپنی صواب دید کے مطابق انھیں کچھ دیدے گا اس دلیل سے جو مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں، بچوں اور غلاموں کے لیے حصہ نہیں لگاتے تھے تاہم انھیں تھوڑا مال عنایت فرما دیا کرتے تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کے خلاف مدینہ منورہ کے کچھ یہودیوں سے مدد لی تھی تو آپ نے ان لوگوں کو مال غنیمت سے کچھ نہیں دیا تھا یعنی ان کا حصہ نہیں لگایا تھا، اور اس لیے کہ جہاد عبادت ہے اور ذمی عبادت کا اہل نہیں ہے اور بچہ اور عورت جہاد سے عاجز ہوتے ہیں، اسی لیے ان پر جہاد فرض نہیں ہے اور غلام کو اس کا آقا جہاد کی اجازت د

قدرت نہیں دے گا' اور (اجازت کے بعد) اسے منع کرنے کا بھی حق ہے مگر انھیں جنگ پر آمادہ رنے کے لیے اوران کا مقام گھٹاتے ہوئے انھیں کچھ دیدیا جائے گا۔ اور مکاتب غلام کے درجے میں ہے' کیونکہ اس میں بھی رقیت موجود ہے اور اس کے عاجز ہونے کا وہم ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے اس کا آقا اسے جنگ کے لیے جانے سے منع کردے۔

پھر غلام کو اسی وقت کچھ دیا جائے گا' جب وہ جنگ کرے گا، کیونکہ وہ آقا کی خدمت کے لیے دارالحرب گیا ہے' تو وہ تاجر کی طرح ہوگیا۔ اور عورت کو اسی وقت کچھ دیا جائے گا' جب وہ زخمیوں کو دوا دیتی ہو اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی ہو اس لیے کہ وہ حقیقی جنگ سے بے بس ہوتی ہے، لہٰذا اس نوع کی امداد ہی اس کے حق میں جنگ کے قائم مقام ہوگی۔ برخلاف غلام کے، کیونکہ غلام حقیقتِ جنگ پر قادر ہوتا ہے۔ اور ذمی کو بھی اسی صورت میں رضخ دیا جائے گا' جب اس نے جنگ کیا ہو یا اس نے جنگ کا راستہ بتلایا ہو، اس لیے کہ اس میں مسلمانوں کی منفعت ہے اور جب اس رہنمائی میں کوئی بڑا فائدہ ہو تو اس ذمی کو غازی کے حصے سے بھی زیادہ مال دیا جائے گا۔ اور جب اس نے صرف جنگ کیا ہو تو اسے دیا جانے والا مال غازی کے حصے سے کم ہونا چاہیے' اس لیے کہ یہ جہاد ہے اور اول (یعنی رہنمائی کرنا) جہاد نہیں ہے اور جہاد کے حکم میں مسلمان اور ذمی کے درمیان برابری نہیں کی جائے گی۔

خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا بیان

(وَاَمَّا الْخُمُسُ فَيُقَسَّمُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ: سَهْمٌ لِلْيَتَامٰى وَسَهْمٌ لِلْمَسَاكِيْنِ وَسَهْمٌ لِابْنِ السَّبِيْلِ يَدْخُلُ فُقَرَاءُ ذَوِى الْقُرْبٰى فِيْهِمْ وَيُقَدَّمُوْنَ، وَلَا يُدْفَعُ اِلٰى اَغْنِيَائِهِمْ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُمْ خُمُسُ الْخُمُسِ يَسْتَوِى فِيْهِ غَنِيُّهُمْ وَفَقِيْرُهُمْ، وَيُقَسَّمُ بَيْنَهُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، وَيَكُوْنُ لِبَنِى هَاشِمٍ وَبَنِى الْمُطَّلِبِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَلِذِى الْقُرْبٰى) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ بَيْنَ الْغَنِيِّ وَالْفَقِيْرِ.

وَلَنَا اَنَّ الْخُلَفَاءَ الْاَرْبَعَةَ الرَّاشِدِيْنَ قَسَّمُوْهُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ عَلٰى نَحْوِ مَا قُلْنَاهُ وَكَفٰى بِهِمْ قُدْوَةً. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (يَا مَعْشَرَ بَنِى هَاشِمٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَرِهَ لَكُمْ غُسَالَةَ النَّاسِ وَاَوْسَاخَهُمْ وَعَوَّضَكُمْ مِنْهَا بِخُمُسِ الْخُمُسِ) وَالْعِوَضُ اِنَّمَا يَثْبُتُ فِى حَقِّ مَنْ يَثْبُتُ فِى حَقِّهِ الْمُعَوَّضُ وَهُمُ الْفُقَرَاءُ.

وَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَعْطَاهُمْ لِلنُّصْرَةِ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَّلَ فَقَالَ: (اِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوا مَعِى هٰكَذَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ، وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ) دَلَّ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ النَّصْرِ قُرْبُ النُّصْرَةِ لَا قُرْبُ الْقَرَابَةِ.

اور جہاں تک خمس کا تعلق ہے' تو اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے ایک حصہ یتیموں کے لیے، ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے خاص کیا جائے اور اس میں حضرت رسول اکرم ﷺ کے محتاج قرابت دار داخل ہوں گے اور انھی

کو سب سے مقدم کیا جائے گا مگر ان کے مالداروں کو نہیں دیا جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل قرابت کو خمس کا پانچواں حصہ دیا جائے گا اور اس میں امیر وغریب سب برابر ہوں گے اور وہ خمس ان کے مابین للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اور یہ بنوہاشم اور بنومطلب ہی کے لیے ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے ولذی القربیٰ کو بغیر تفصیل کے بیان کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ چاروں خلفائے راشدین نے اس خمس کو اسی طرح تین حصوں پر تقسیم کیا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور ہمارے لیے ان کا پیشوا ہونا کافی ہے نیز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یار شادفرمایا ہے "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کے میل کچیل کو ناپسند کردیا ہے اور اس کے بدلے تمہیں غنیمت کا پانچواں حصہ دیدیا ہے" اور عوض اسی کے حق میں ثابت ہوتا ہے جو معوض کا مستحق ہوتا ہے اور مستحقین فقراء ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنومطلب کو نصرت کی سبب سے دیا تھا، کیا دکھتا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دینے کی علت بھی بیان فرمائی اور یوں ارشاد فرمایا: یہ لوگ ہمیشہ اسی طرح میرے ساتھ رہے جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی اس بات کی دلیل ہے کہ قرب سے مراد قرب نصرت ہے نہ کہ قرب قرابت ہے۔

خمس میں اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کا بیان

قَالَ (فَاَمَّا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْخُمُسِ فَاِنَّهُ لِافْتِتَاحِ الْكَلَامِ تَبَرُّكًا بِاسْمِهٖ، وَسَهْمُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ سَقَطَ بِمَوْتِهٖ كَمَا سَقَطَ الصَّفِيُّ) لِاَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَسْتَحِقُّهُ بِرِسَالَتِهٖ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَالصَّفِيُّ شَيْءٌ كَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَصْطَفِيهِ لِنَفْسِهٖ مِنَ الْغَنِيمَةِ مِثْلَ دِرْعٍ اَوْ سَيْفٍ اَوْ جَارِيَةٍ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُصْرَفُ سَهْمُ الرَّسُولِ اِلَى الْخَلِيفَةِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا قَدَّمْنَاهُ (وَسَهْمُ ذَوِي الْقُرْبٰى كَانُوا يَسْتَحِقُّونَهُ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنُّصْرَةِ) لِمَا رَوَيْنَا .قَالَ (وَبَعْدَهُ بِالْفَقْرِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللّٰهُ: هٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ قَوْلُ الْكَرْخِيِّ .وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ: سَهْمُ الْفَقِيرِ مِنْهُمْ سَاقِطٌ اَيْضًا لِمَا رَوَيْنَا مِنَ الْاِجْمَاعِ، وَلِاَنَّ فِيهِ مَعْنَى الصَّدَقَةِ نَظَرًا اِلَى الْمَصْرِفِ فَيُحَرِّمُهُ كَمَا حَرَّمَ الْعِمَالَةَ .وَجْهُ الْاَوَّلِ وَقِيلَ هُوَ الْاَصَحُّ مَا رُوِيَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَعْطَى الْفُقَرَاءَ مِنْهُمْ، وَالْاِجْمَاعُ انْعَقَدَ عَلٰى سُقُوطِ حَقِّ الْاَغْنِيَاءِ، اَمَّا فُقَرَاؤُهُمْ فَيَدْخُلُونَ فِي الْاَصْنَافِ الثَّلَاثَةِ .

فرمایا: خمس میں اللہ کے نام کا ذکر اس نام سے برکت حاصل کرنے کے مقصد سے افتتاح کے لیے ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے آپ کا حصہ ساقط ہوگیا جس طرح صفی ساقط ہوگیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت کی سبب سے اس سہم کے مستحق تھے اور آپ کے بعد کوئی رسول نہیں ہے۔ اور صفی وہ شی ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت میں سے اپنے لیے منتخب فرماتے تھے

جس طرح زرہ، تلوار اور باندی، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: حضرت نبی اکرم ﷺ کا حصہ آپ کے خلیفہ کو دیا جائے گا مگر ہماری بیان کردہ دلیل ان کے خلاف حجت ہے۔

نبی کریم ﷺ کے قرابت دار آپ کے زمانے میں نصرت کی سبب سے حصہ پاتے تھے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور آپ کے بعد فقر کی سبب سے حصہ پائیں گے، بندہ ضعیف کہتا ہے کہ امام قدوری نے جو یہ بیان کیا ہے وہ امام کرخی کا قول ہے، امام طحاوی فرمایا: رسول اکرم ﷺ کے محتاج قرابت داروں کا حصہ بھی ساقط ہے اس اجماع کی سبب سے جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور اس لیے کہ مصرف کی طرف نظر کرتے ہوئے اس میں صدقہ کے معنی موجود ہیں لہٰذا غمالہ کی طرح یہ بھی حرام ہوگا۔ پہلے قول کی دلیل کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضور اکرم ﷺ کے محتاج قرابت داروں کو خمس سے حصہ دیا ہے اور اجماع مالداروں کا حق ساقط ہونے پر منعقد ہوا ہے۔ رہے فقراء تو وہ ان تینوں اصناف میں داخل ہوں گے۔

دارالحرب میں لوٹنے والوں کے داخل ہونے کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ الْوَاحِدُ أَوِ الِاثْنَانِ دَارَ الْحَرْبِ مُغِيرَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ فَأَخَذُوا شَيْئًا لَمْ يُخَمَّسْ) لِأَنَّ الْغَنِيمَةَ هُوَ الْمَأْخُوذُ قَهْرًا وَغَلَبَةً لَا اخْتِلَاسًا وَسَرِقَةً، وَالْخُمُسُ وَظِيفَتُهَا، وَلَوْ دَخَلَ الْوَاحِدُ أَوِ الِاثْنَانِ بِإِذْنِ الْإِمَامِ فَفِيهِ رِوَايَتَانِ، وَالْمَشْهُورُ أَنَّهُ يُخَمَّسُ لِأَنَّهُ لَمَّا أَذِنَ لَهُمُ الْإِمَامُ فَقَدِ الْتَزَمَ نُصْرَتَهُمْ بِالْإِمْدَادِ فَصَارَ كَالْمَنَعَةِ (فَإِنْ دَخَلَتْ جَمَاعَةٌ لَهَا مَنَعَةٌ فَأَخَذُوا شَيْئًا خُمِّسَ وَإِنْ لَمْ يَأْذَنْ لَهُمُ الْإِمَامُ) لِأَنَّهُ مَأْخُوذٌ قَهْرًا وَغَلَبَةً فَكَانَ غَنِيمَةً، وَلِأَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يَنْصُرَهُمْ إِذْ لَوْ خَذَلَهُمْ كَانَ فِيهِ وَهْنُ الْمُسْلِمِينَ، بِخِلَافِ الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ نُصْرَتُهُمْ.

جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنے کے لیے دارالحرب میں داخل ہوئے اور انہوں نے کچھ لے لیا تو اس میں سے خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ غنیمت والا مال ہے' جو قہر اور غلبہ سے لیا جائے۔ اچک کر اور چوری سے نہ لیا جائے اور خمس مال غنیمت سے ہی لیا جاتا ہے۔ اور جب ایک یا دو آدمی امام کی اجازت سے داخل ہوئے' تو اس میں دو روایات ہیں، مشہور یہ ہے کہ اس میں سے خمس لیا جائے گا، کیونکہ جب امام نے انھیں اجازت دیدی تو اس نے امداد کے ذریعے ان کی نصرت کو لازم کر لیا تو یہ لاؤ لشکر کی طرح ہو گیا۔ پھر جب کوئی ایسی جماعت جس کو قوت حاصل ہو دارالحرب میں داخل ہوئی اور ان لوگوں نے کچھ مال لوٹ لیا تو اس میں سے خمس طرح ہو گیا۔ پھر جب کوئی ایسی جماعت جس کو قوت حاصل ہو دارالحرب میں داخل ہوئی اور ان لوگوں نے کچھ مال لوٹ لیا تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا' جب چہ امام نے انھیں اجازت نہ دی ہو، کیونکہ یہ مال زور اور غلبہ سے لیا گیا ہے لہٰذا غنیمت ہوگا۔ اور اس لیے کہ امام پر ان کی نصرت کرنا واجب ہے، کیونکہ جب امام نے ان کو رسوا کر دیا تو اس میں مسلمانوں کی کم زوری ظاہر ہوگی۔ برخلاف ایک اور دو کے کیونکہ امام پر ان کی نصرت واجب نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِی التَّنْفِیلِ

﴿یہ فصل زائد انعام دینے کے بیان میں ہے﴾

فصل تنفیل کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے مال غنیمت کے احکام اور اس کی تقسیم کے احکام کے بعد مجاہدین اسلام کو امام کی جانب سے زائد مال دینے سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور اس کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ حالت جنگ میں حاصل ہونے والے مال سے بھی ایک مال ہے لہذا غنیمت کی طرح ہوا ہے اور مجاہدین میں شوق شہادت یا غلبہ اسلام میں زیادہ جذبات ابھارنے کے سبب جب امام مجاہدین کو زیادہ مال دینے کا اعلان کردے تو یہ جائز ہے۔ اور یہ چونکہ غنیمت کے سوا ایک زائد حکم ہے' جو امام کی صوابدید پر ہے اس لئے اس کو غنیمت و تقسیم غنیمت کے بعد ذکر کیا ہے' کیونکہ زائد ہمیشہ اصل اور مقصود کے بعد ہوا کرتا ہے۔

نفل (زائد مال) کا فقہی مفہوم

نفل، انفال کی واحد ہے' جس کے معنی زیادہ کے ہیں، یہ مال واسباب کو کہا جاتا ہے، جو کافروں کے ساتھ جنگ میں ہاتھ لگے، جس کو غنیمت بھی کہا جاتا ہے اس کو (نفل) (زیادہ) کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے' جو پچھلی امتوں پر حرام تھیں۔ یہ گویا امت محمدیہ پر ایک زائد چیز حلال کی گئی ہے' کیونکہ یہ جہاد کے اجر سے (جو آخرت میں ملے گا) ایک زائد چیز ہے' جو بعض دفعہ دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔

نفل اس اضافے اور زیادتی کو کہا جاتا ہے' جو کسی کو اس کے حق واجب سے زیادہ دی جائے اس طرح جو چیز حق واجب سے زیادہ اداء کی جائے اس کو بھی نفل کہا جاتا ہے۔ اسی لئے فرائض و واجبات اور سنن رواتب سے زائد ادا کی جانے والی عبادت کو بھی نفل کہا جاتا ہے۔

اموال زائدہ یا انفال سے مراد وہ اموال ہیں جو کسی کی محنت کا صلہ نہ ہوں بلکہ اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے عطا کئے ہوں اور ان کی کئی اقسام ہیں مثلاً (۱) اموال غنیمت جو اگرچہ مجاہدین کی محنت کا صلہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اسے اس لیے انفال میں شمار کیا گیا کہ پہلی امتوں پر غنیمت کے اموال حرام تھے۔ ایسے سب اموال ایک میدان میں اکٹھے کر دیے جاتے پھر رات کو آگ اتر کر ان کو بھسم کر دیتی تھی۔ مگر اس امت پر حلال کی گئی ہے (۲) اموال فے یعنی ایسے اموال جو لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں (۳) اموال سلب یعنی وہ مال جو ایک مجاہد مقتول دشمن کے جسم سے اتارتا ہے (۴) دیگر اموال جس طرح جزیہ، صدقات اور

عطیات وغیرہ۔ یہ سب انفال کے ضمن میں آتے ہیں۔

مال نفل کے شرعی ماخذ کا بیان

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ (الانفال، ۶۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو اگر تم میں کے بیس صبر والے ہوں گے دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں کے سو ہوں تو کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے کیونکہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ مسلمانوں کی جماعت صابر رہے تو بمدد الٰہی دس گنے کافروں پر غالب رہے گی کیونکہ کفار جاہل ہیں اور ان کی غرض جنگ سے نہ حصول ثواب ہے، نہ خوف عذاب، جانوروں کی طرح لڑتے بھڑتے ہیں تو وہ للّٰہیت کے ساتھ لڑنے والوں کے مقابل کیا ٹھہر سکیں گے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر فرض کر دیا گیا کہ مسلمانوں کا ایک، دس کے مقابلہ سے نہ بھاگے پھر آیت "اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ" نازل ہوئی تو یہ لازم کر دیا گیا کہ ایک سو، دو سو ۲۰۰ کے مقابل قائم رہیں یعنی دس گنے سے مقابلہ کی فرضیت منسوخ ہوئی اور دو گنے کے مقابلہ سے بھاگ ممنوع رکھا گیا۔ (خزائن العرفان)

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا چاہے وہ ساز و سامان اور افرادی قوت میں زیادہ ہوں، ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سرو سامان اور مٹھی بھر ہوں۔ فرماتا ہے اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی کافی ہیں۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے بدر کے دن فرمایا اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔

حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں اتنی چوڑی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ آپ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشگوئی ہے کہ تو جنتی ہے وہ اٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہیں اور حملہ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں رضی اللہ عنہ و ارضاہ۔

ابن المسیب اور سعد بن جبیر فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لیے کہ یہ آیت مدنی ہے حضرت عمر کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دوسو پر غالب آئیں گے۔ ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا۔ ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکے تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا۔ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا' لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا پہلا حکم تھا کہ بیس مسلمان دوسو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دوسو سے نہ بھاگیں۔ پس گرانی گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ نے تخفیف کر دی۔ پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔

ابن عمر فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے حضور ﷺ نے آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا۔

(مستدرک حاکم)

امام کا حالت جہاد میں زائد مال دینے کا بیان

قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُنَفِّلَ الْإِمَامُ فِي حَالِ الْقِتَالِ وَيُحَرِّضَ بِهِ عَلَى الْقِتَالِ فَيَقُولَ " مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ " وَيَقُولَ لِلسَّرِيَّةِ قَدْ جَعَلْتُ لَكُمْ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ) مَعْنَاهُ بَعْدَمَا رَفَعَ الْخُمُسَ لِأَنَّ التَّحْرِيضَ مَنْدُوبٌ إلَيْهِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضْ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ) وَهَذَا نَوْعُ تَحْرِيضٍ، ثُمَّ قَدْ يَكُونُ التَّنْفِيلُ بِمَا ذَكَرَ وَقَدْ يَكُونُ بِغَيْرِهِ، إلَّا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْإِمَامِ أَنْ يُنَفِّلَ بِكُلِّ الْمَأْخُوذِ لِأَنَّ فِيهِ إبْطَالَ حَقِّ الْكُلِّ، فَإِنْ فَعَلَهُ مَعَ السَّرِيَّةِ جَازَ لِأَنَّ التَّصَرُّفَ إلَيْهِ وَقَدْ يَكُونُ الْمَصْلَحَةُ فِيهِ (وَلَا يُنَفِّلُ بَعْدَ إحْرَازِ الْغَنِيمَةِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ) لِأَنَّ حَقَّ الْغَيْرِ قَدْ تَأَكَّدَ فِيهِ بِالْإِحْرَازِ .

فرمایا اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جنگ کی حالت میں امام زائد مال کرے اور غازیوں کو جنگ پر آمادہ کرتے ہوئے یوں کہے' جو کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا سامان اسی کو ملے گا' اور سریہ والوں سے یوں کہے میں نے خمس کے بعد غنیمت کا چوتھائی مال تمہارے لیے خاص کر دیا یعنی خمس نکالنے کے بعد' کیونکہ تحریض علی الجنگ مستحب ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " اے نبی ﷺ مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیجئے اور یہ بھی ایک قسم کی تحریض ہے پھر کبھی زائد مال اس طرح ہوتی ہے' جو بیان کی گئی ہے اور کبھی دوسری طرح ہوتی ہے، مگر امام کو پورے مال کی زائد مال نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ اس میں سب کے حق کا ابطال ہے مگر جب سریہ کے ساتھ ایسا کیا' تو جائز ہے، کیونکہ امام ہی کو تصرف کا حق ہے اور کبھی کبھی ایسا کرنے میں مصلحت بھی ہوتی ہے۔ اور مال غنیمت کو دارالاسلام میں لے آنے کے بعد امام زائد مال نہیں کر سکتا، کیونکہ احراز کی سبب سے اس مال میں دوسرے کا حق پختہ ہو جاتا ہے۔

خمس سے زائد مال دینے کا بیان

قَالَ (اِلَّا مِنَ الْخُمُسِ) لِاَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْغَانِمِيْنَ فِي الْخُمُسِ (وَاِذَا لَمْ يَجْعَلِ السَّلَبَ لِلْقَاتِلِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْغَنِيْمَةِ، وَالْقَاتِلُ وَغَيْرُهُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: السَّلَبُ لِلْقَاتِلِ اِذَا كَانَ مِنْ اَهْلِ اَنْ يُسْهَمَ لَهُ وَقَدْ قَتَلَهُ مُقْبِلًا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهُ سَلَبُهُ) وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ نَصْبُ شَرْعٍ لِاَنَّهُ بَعَثَهُ لَهُ، وَلِاَنَّ الْقَاتِلَ مُقْبِلًا اَكْثَرُ غِنَاءً فَيَخْتَصُّ بِسَلَبِهِ اِظْهَارًا لِلتَّفَاوُتِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ .

وَلَنَا اَنَّهُ مَأْخُوْذٌ بِقُوَّةِ الْجَيْشِ فَيَكُوْنُ غَنِيْمَةً فَيُقْسَمُ الْغَنَائِمَ كَمَا نَطَقَ بِهِ النَّصُّ .وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِحَبِيْبِ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ (لَيْسَ لَكَ مِنْ سَلَبِ قَتِيْلِكَ اِلَّا مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ اِمَامِكَ) وَمَا رَوَاهُ يَحْتَمِلُ نَصْبَ الشَّرْعِ وَيَحْتَمِلُ التَّنْفِيْلَ فَنَحْمِلُهُ عَلَى الثَّانِي لِمَا رَوَيْنَاهُ .وَزِيَادَةُ الْغِنَاءِ لَا تُعْتَبَرُ فِي جِنْسٍ وَاحِدٍ كَمَا ذَكَرْنَاهُ .

فرمایا اور البتہ خمس سے زائد مال کر سکتا ہے، کیونکہ خمس میں غازیوں کا حق نہیں ہوتا۔ اور جب امام نے قاتل کے لیے مقتول کا سامان مقرر نہ کیا ہو تو وہ سامان من جملہ غنیمت کے ہوگا اور قاتل اور غیر قاتل اس میں برابر ہوں گے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: جب قاتل اس قابل ہو کہ اسے غنیمت سے حصہ دیا جا سکے اور اس نے سامنے سے وار کرنے والے مقتول کو قتل کیا ہو تو وہی مقتول کے سامان کا مستحق ہوگا، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: 'جس نے کسی کو قتل کیا' تو قاتل کو مقتول کا سامان ملے گا' اور ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس فرمان گرامی سے ایک ضابطہ مقرر فرما دیا کیونکہ آپ اسی لیے مبعوث کیے گئے تھے اور اس لیے کہ قاتل نے سامنے سے وار کرنے والے کو قتل کر کے زیادہ نفع پہنچایا ہے لہٰذا اس قاتل کے اور اس کے علاوہ کے درمیان فرق کرنے کے لیے وہ قاتل اپنے مقتول کے سامان کے ساتھ خاص ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وہ سامان لشکر کی طاقت کے بل پر حاصل کیا گیا ہے لہٰذا وہ مال غنیمت ہوگا اور غنائم کی طرح اس کی تقسیم ہوگی؛ جس طرح نص قرآنی نے اسے بیان کیا ہے اور آپ ﷺ نے حضرت حبیب بن ابی سلمہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ تم اپنے مقتول کا وہی سامان لے سکتے ہو جو تمہارا امام تمہیں دیدے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ حدیث میں قانون بنانے کا بھی احتمال ہے اور بطور نفل دینے کا بھی احتمال ہے لہٰذا ہم حضرت حبیب کی حدیث سے اس روایت کو دوسرے معنی پر محمول کریں گے۔ اور نفع کی زیادتی جنس واحد میں معتبر نہیں ہے؛ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

سلب کا فقہی مفہوم

(وَالسَّلَبُ مَا عَلَى الْمَقْتُوْلِ مِنْ ثِيَابِهِ وَسِلَاحِهِ وَمَرْكَبِهِ، وَكَذَا مَا كَانَ عَلَى مَرْكَبِهِ مِنَ السَّرْجِ وَالْاٰلَةِ، وَكَذَا مَا مَعَهُ عَلَى الدَّابَّةِ مِنْ مَالِهِ فِي حَقِيْبَتِهِ اَوْ عَلَى وَسَطِهِ وَمَا عَدَا ذٰلِكَ

فَلَيْسَ بِسَلَبٍ) وَمَا كَانَ مَعَ غُلَامِهِ عَلٰى دَابَّةٍ أُخْرَى فَلَيْسَ بِسَلَبِهِ، ثُمَّ حُكْمُ التَّنْفِيلِ قَطْعُ حَقِّ الْبَاقِينَ، فَأَمَّا الْمِلْكُ فَإِنَّمَا يَثْبُتُ بَعْدَ الْإِحْرَازِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ لِمَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ، حَتّٰى لَوْ قَالَ الْإِمَامُ مَنْ أَصَابَ جَارِيَةً فَهِيَ لَهُ فَأَصَابَهَا مُسْلِمٌ وَاسْتَبْرَأَهَا لَمْ يَحِلَّ لَهُ وَطْؤُهَا، وَكَذَا لَا يَبِيعُهَا. وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَهُ أَنْ يَطَأَهَا وَيَبِيعَهَا، لِأَنَّ التَّنْفِيلَ يَثْبُتُ بِهِ الْمِلْكُ عِنْدَهُ كَمَا يَثْبُتُ بِالْقِسْمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَبِالشِّرَاءِ مِنَ الْحَرْبِيِّ، وَوُجُوبُ الضَّمَانِ بِالْإِتْلَافِ قَدْ قِيلَ عَلٰى هٰذَا الْاِخْتِلَافِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اور سلب وہ سامان ہے جو مقتول کے جسم پر ہوتا ہے یعنی اس کے کپڑے، اس کے ہتھیار اور اس کی سواری نیز وہ سامان جو اس کی سواری پر ہو جس کو زین اور لگام اور وہ مال جو اس کے ساتھ کسی تھیلے میں رکھ کر اس کی سواری پر لدا ہو وہ بھی سلب ہے۔ اس کے علاوہ سلب نہیں ہے۔ اور جو سامان اس کے غلام کے ساتھ دوسری سواری پر ہو وہ بھی اس کا سلب نہیں ہے۔

پھر زائد مال کا حکم یہ ہے کہ اس مال سے دیگر غازیوں کا حق منقطع ہو جاتا ہے مگر منفل لہ کے لیے دارالاسلام میں احراز کے بعد ہی ملکیت ثابت ہوتی ہے اس دلیل کے سبب سے جو اس سے پہلے گذر چکی ہے۔ حتی کہ جب امام نے یہ کہا کہ جو غازی کوئی لونڈی پائے وہ اسی کی ہے پھر کسی غازی نے ایک لونڈی پائی اور اس نے استبراء کرالیا تو اس غازی کے لیے نہ تو اس باندی سے وطی کرنا درست ہے اور نہ ہی اسے بیچنا جائز ہے یہ حکم حضرات شیخین کے نزدیک ہے۔ امام محمد نے فرمایا: اس کے لیے وطی کرنا بھی حلال ہے اور اسے فروخت کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ امام محمد کے نزدیک زائد مال سے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے جس طرح دارالحرب میں تقسیم کرنے اور حربی سے خریدنے کی صورت میں ثابت ہو جاتی ہے اور اتلاف کی سبب سے ضمان کا وجوب بھی اسی اختلاف پر ہے۔

بَابُ اسْتِيلَاءِ الْكُفَّارِ

﴿یہ باب استیلائے کفار کے بیان میں ہے﴾

باب استیلائے کفار کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب کفار پر ہمارے استیلاء یعنی غلبہ سے فارغ ہوئے ہیں' تو اب انہوں نے کفار کے غلبہ سے متعلق احکام کو شروع کیا ہے۔ اور اس باب کو سابقہ باب کے ساتھ ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہ اسی کا عکس ہے۔ تاکہ مختلف احکام خلقت کے اعتبار سے ابواب کی مطابقت میں شامل ہو جائیں۔ پس انہوں نے بعض کفار کا بعض پر استیلاء سے شروع کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کفار کا مسلمانوں پر غلبہ کو پسند نہیں کیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۲۰، بیروت)

اہل ترک کا روم پر غلبہ پانے کا بیان

(وَإِذَا غَلَبَ التُّرْكُ عَلَى الرُّومِ فَسَبَوْهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ مَلَكُوهَا) ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيلَاءَ قَدْ تَحَقَّقَ فِي مَالٍ مُبَاحٍ وَهُوَ السَّبَبُ عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (فَإِنْ غَلَبْنَا عَلَى التُّرْكِ حَلَّ لَنَا مَا نَجِدُهُ مِنْ ذَلِكَ) اعْتِبَارًا بِسَائِرِ أَمْلَاكِهِمْ .

(وَإِذَا غَلَبُوا عَلَى أَمْوَالِنَا وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ وَأَحْرَزُوهَا بِدَارِهِمْ مَلَكُوهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَمْلِكُونَهَا ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيلَاءَ مَحْظُورٌ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً وَالْمَحْظُورُ لَا يَنْتَهِضُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ قَاعِدَةِ الْخَصْمِ .

وَلَنَا أَنَّ الِاسْتِيلَاءَ وَرَدَ عَلَى مَالٍ مُبَاحٍ فَيَنْعَقِدُ سَبَبًا لِلْمِلْكِ دَفْعًا لِحَاجَةِ الْمُكَلَّفِ كَاسْتِيلَائِنَا عَلَى أَمْوَالِهِمْ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعِصْمَةَ تَثْبُتُ عَلَى مُنَافَاةِ الدَّلِيلِ ضَرُورَةَ تَمَكُّنِ الْمَالِكِ مِنَ الِانْتِفَاعِ، فَإِذَا زَالَتِ الْمُكْنَةُ عَادَ مُبَاحًا كَمَا كَانَ، غَيْرَ أَنَّ الِاسْتِيلَاءَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالْإِحْرَازِ بِالدَّارِ ؛ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الِاقْتِدَارِ عَلَى الْمَحَلِّ حَالًا وَمَآلًا، وَالْمَحْظُورُ لِغَيْرِهِ إِذَا صَلَحَ سَبَبًا لِكَرَامَةٍ تَفُوقُ الْمِلْكَ وَهُوَ الثَّوَابُ الْآجِلُ فَمَا ظَنُّكَ بِالْمِلْكِ الْعَاجِلِ؟

اور جب تاریوں نے روم پر غلبہ حاصل کر کے ان کو قید کر دیا ہے اور ان کے اموال لوٹ لیے تو وہ ان اموال کے

مالک ہوجائیں گے، کیونکہ مال مباح میں غلبہ ثابت ہوگیا ہے اور غلبہ ہی سبب ملک ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم اسے بیان کریں گے اور جب ہم ترکیوں پر غالب آجائیں تو ہمارے لیے وہ سب حلال ہوگا جو ہم ان سے حاصل کریں گے جیسا کہ ان کے جملہ املاک کا یہی حکم ہے۔ اور جب نعوذ باللہ وہ ہمارے اموال پر غالب ہوگئے اور انھیں اپنے ملک لے کر چلے گئے تو وہ اس کے مالک ہوجائیں گے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: مالک نہیں ہوں گے، کیونکہ (ہمارے اموال پر) کفار کا استیلا ممنوع ہے ابتدا بھی اور انتہا بھی اور ممنوع ملک کا سبب نہیں بن سکتا جس طرح علم الاصول میں معلوم ہو چکا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ مال مباح پر قبضہ ہوا ہے لہٰذا مکلّف کی دفعِ حاجت کے پیش نظر وہ استیلاء سبب ملک بن جائے گا' جس طرح ان کے اموال پر ہمارا قبضہ ہوتا ہے' تو ہم ان اموال کے مالک ہوجاتے ہیں۔ اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اموال کی عصمت اس لیے ثابت ہوتی ہے' تاکہ ملک نفع حاصل کرنے پر قادر ہوجائے مگر جب انتفاع کی قدرت ختم ہوگئی تو وہ مال حسب سابق مباح ہوجائے گا، تاہم احراز بالدار کے بغیر مکمل استیلاء ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ استیلاء حال اور مال دونوں میں مقبوضہ چیز میں تصرف پر قدرت کا نام ہے۔ اور ممنوع لغیرہ جب کسی ایسی کرامت کا سبب ہو جو ملکیت سے بھی بڑھ کر ہو یعنی اخروی ثواب تو ملک عاجل (دنیا منفعت) کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔

غلبہ کے سبب مسلمانوں کا اموال کے مالک ہونے کا بیان

(فَإِنْ ظَهَرَ عَلَيْهَا الْمُسْلِمُوْنَ فَوَجَدَهَا الْمَالِكُوْنَ قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَهِيَ لَهُمْ بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدُوهَا بَعْدَ الْقِسْمَةِ أَخَذُوهَا بِالْقِيمَةِ إِنْ أَحَبُّوا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِيهِ (إِنْ وَجَدْتَه قَبْلَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ لَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، وَإِنْ وَجَدْتَه بَعْدَ الْقِسْمَةِ فَهُوَ لَكَ بِالْقِيمَةِ) وَلِأَنَّ الْمَالِكَ الْقَدِيمَ زَالَ مِلْكُهُ بِغَيْرِ رِضَاهُ فَكَانَ لَهُ حَقُّ الْأَخْذِ نَظَرًا لَهُ، إِلَّا أَنَّ فِي الْأَخْذِ بَعْدَ الْقِسْمَةِ ضَرَرًا بِالْمَأْخُوذِ مِنْهُ بِإِزَالَةِ مِلْكِهِ الْخَاصِّ فَيَأْخُذُهُ بِالْقِيمَةِ؛ لِيَعْتَدِلَ النَّظَرُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ، وَالشَّرِكَةُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ عَامَّةٌ فَيَقِلُّ الضَّرَرُ فَيَأْخُذُهُ بِغَيْرِ قِيمَةٍ.

پھر جب مسلمان ان اموال پر غالب آجائیں اور تقسیم سے پہلے ان کے مالک ان اموال کو پالیں' تو وہ اموال بغیر عوض ان کے ہوں گے، اور جب تقسیم کے بعد مالکان وہ اموال پائیں' تو انھیں قیمت کے عوض لیں گے جب چاہیں، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب تقسیم سے پہلے تم نے اسے پالیا تو وہ بغیر قیمت تمہارا ہے اور جب تقسیم کے بعد تم نے اسے پایا تو وہ قیمت کے عوض تمہارا ہے۔ اور اس لیے کہ مالکِ قدیم کی ملکیت اس کی مرضی کے بغیر ختم ہوگئی ہے لہٰذا اس پر شفقت کے پیش نظر اسی کو لینے کا حق ہوگا تاہم تقسیم کے بعد لینے میں ماخوذ منہ کا نقصان ہے، کیونکہ اس میں اس کی ملکیت خاص کو زائل کرنا ہے لہٰذا مالکِ قدیم اسے قیمت کے عوض لے گا' تاکہ دونوں طرف شفقت ثابت ہوجائے۔ اور تقسیم سے پہلے اس مال میں تمام غازیوں کی شرکت ہے، لہٰذا اس صورت میں نقصان کم ہوگا اس لیے مالک بغیر قیمت کے اسے وصول کرلیا جائے گا۔

مسلمان تاجر کا دار الحرب میں مال خریدنے کا بیان

(وَاِنْ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِرٌ فَاشْتَرَی ذٰلِكَ وَاَخْرَجَهُ اِلٰی دَارِ الْاِسْلَامِ فَمَالِكُهُ الْاَوَّلُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهُ بِالثَّمَنِ الَّذِی اشْتَرَاهُ بِهِ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهُ) ؛ لِاَنَّهُ يَتَضَرَّرُ بِالْاَخْذِ مَجَّانًا ؛ اَلَا تَرَی اَنَّهُ قَدْ دَفَعَ الْعِوَضَ بِمُقَابَلَتِهِ فَكَانَ اعْتِدَالُ النَّظَرِ فِيمَا قُلْنَاهُ، وَلَوِ اشْتَرَاهُ بِعَرَضٍ يَاْخُذُهُ بِقِيمَةِ الْعَرَضِ، وَلَوْ وَهَبُوهُ لِمُسْلِمٍ يَاْخُذُهُ بِقِيمَتِهِ ؛ لِاَنَّهُ ثَبَتَ لَهُ مِلْكٌ خَاصٌّ فَلَا يُزَالُ اِلَّا بِالْقِيمَةِ، وَلَوْ كَانَ مَغْنُومًا وَهُوَ مِثْلِيٌّ يَاْخُذُهُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ وَلَا يَاْخُذُهُ بَعْدَهَا ؛ لِاَنَّ الْاَخْذَ بِالْمِثْلِ غَيْرُ مُفِيدٍ، وَكَذَا اِذَا كَانَ مَوْهُوبًا لَا يَاْخُذُهُ لِمَا بَيَّنَّا .
وَكَذَا اِذَا كَانَ مُشْتَرًى بِمِثْلِهِ قَدْرًا وَوَصْفًا .

اور جب کسی مسلمان تاجر نے دار الحرب جا کر وہ مال خرید لیا اور اسے دار الاسلام لے آیا تو اس کے مالکِ اول کو اختیار ہے جب چاہے تو اس ثمن کے عوض لے لے جس کے بدلے مشتری نے اسے خریدا ہے اور جب چاہے تو اسے چھوڑ دے، کیونکہ مفت لینے سے اس تاجر کو نقصان ہوگا کیا دکھتا نہیں کہ اس تاجر نے اس مال کے بدلے میں عوض دیا ہے لہٰذا شفقت اسی صورت میں ثابت ہوگی جو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور جب اس تاجر نے وہ مال کسی سامان کے عوض لیا ہو تو مالک سامان کی قیمت دے کر وہ مال لے گا۔ اور جب کفار نے کسی مسلمانوں کو وہ مال ہبہ کر دیا ہو تو مالک اس کی قیمت دے کر اسے لے گا، کیونکہ موہوب لہ کو خاص ملکیت حاصل ہوئی ہے لہٰذا قیمت کے بغیر وہ زائل نہیں ہوگی۔

اور جب وہ غنیمت میں حاصل کیا گیا ہو اور وہ مثلی ہو تو تقسیم سے پہلے مالک اول اسے لے سکتا ہے مگر تقسیم کے بعد نہیں لے سکتا، کیونکہ مثلی چیز لینا مفید نہیں ہے اسی طرح جب وہ چیز ہبہ کی گئی ہو تو بھی مالک اسے نہ لے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اسی طرح جب اس مالک کی چیز قدر اور وصف میں اس چیز کے برابر ہو جس کو تاجر نے خریدا ہے۔

مسلمان کے قیدی غلام کو خرید کر دار الاسلام میں لانے کا بیان

قَالَ : (فَاِنْ اَسَرُوا عَبْدًا فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ وَاَخْرَجَهُ اِلٰی دَارِ الْاِسْلَامِ فَفُقِئَتْ عَيْنُهُ وَاَخَذَ اَرْشَهَا فَاِنَّ الْمَوْلٰی يَاْخُذُهُ بِالثَّمَنِ الَّذِی اُخِذَ بِهِ مِنَ الْعَدُوِّ) اَمَّا الْاَخْذُ بِالثَّمَنِ فَلِمَا قُلْنَا (وَلَا يَاْخُذُ الْاَرْشَ) ؛ لِاَنَّ الْمِلْكَ فِيهِ صَحِيحٌ، فَلَوْ اَخَذَهُ اَخَذَهُ بِمِثْلِهِ وَهُوَ لَا يُفِيدُ وَلَا يُحَطُّ شَیْءٌ مِنَ الثَّمَنِ ؛ لِاَنَّ الْاَوْصَافَ لَا يُقَابِلُهَا شَیْءٌ مِنَ الثَّمَنِ، بِخِلَافِ الشُّفْعَةِ ؛ لِاَنَّ الصَّفْقَةَ لَمَّا تَحَوَّلَتْ اِلَی الشَّفِيعِ صَارَ الْمُشْتَرَی فِی يَدِ الْمُشْتَرِی بِمَنْزِلَةِ الْمُشْتَرَی شِرَاءً فَاسِدًا، وَالْاَوْصَافُ تُضْمَنُ فِيهِ كَمَا فِی الْغَصْبِ، اَمَّا هَاهُنَا الْمِلْكُ صَحِيحٌ فَافْتَرَقَا .

فرمایا: جب کفار نے کسی مسلمان کا غلام قید کرلیا پھر اسے کوئی شخص خرید کر دارالاسلام لے آیا اور اس کی آنکھ پھوڑ دی گئی اور مشتری نے اسی کا تاوان لے لیا تو آقا اس غلام کو اسی ثمن پر لے گا' جس ثمن پر مشتری نے دشمن سے وہ غلام خرید اتھا، رہا ثمن کے عوض لینا تو اسی دلیل کی سبب سے ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں اور آقا ارش نہیں لے گا' کیونکہ (بوقت ۵) اس غلام میں مشتری کی ملکیت صحیح تھی، اب جب آقا مشتری سے وہ تاوان لے گا' تو اس کا مثل دے کر لیگا۔ اور مثل دے کر لینا بے کار ہے۔ اور ثمن میں سے کچھ ساقط نہیں ہوگا' کیونکہ اوصاف کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا۔ برخلاف شفعہ کے، کیونکہ جب صفقہ بدل کر شفیع کی طرف چلا گیا تو خریدی ہوئی چیز مشتری کے قبضے میں شرائے فاسد کے درجے میں ہوگئی اور شرائے فاسد میں اوصاف کا بھی ضمان واجب ہوتا ہے' جس طرح غصب میں ہوتا ہے، رہا نزدیک کا مسئلہ تو نزدیک ملک صحیح ہے اس لیے دونوں مسئلوں میں فرق ہوگیا۔

کافر سے قیدی غلام کو خریدنے کا بیان

(وَإِنْ أَسَرُوا عَبْدًا فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَأَسَرُوهُ ثَانِيًا وَأَدْخَلُوهُ دَارَ الْحَرْبِ فَاشْتَرَاهُ رَجُلٌ آخَرُ بِأَلْفِ دِرْهَمٍ فَلَيْسَ لِلْمَوْلَى الْأَوَّلِ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنَ الثَّانِي بِالثَّمَنِ) ؛ لِأَنَّ الْأَسْرَ مَا وَرَدَ عَلَى مِلْكِهِ (وَلِلْمُشْتَرِي الْأَوَّلِ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنَ الثَّانِي بِالثَّمَنِ) ؛ لِأَنَّ الْأَسْرَ وَرَدَ عَلَى مِلْكِهِ (ثُمَّ يَأْخُذُهُ الْمَالِكُ الْقَدِيمُ بِأَلْفَيْنِ إِنْ شَاءَ) ؛ لِأَنَّهُ قَامَ عَلَيْهِ بِالثَّمَنَيْنِ فَيَأْخُذُهُ بِهِمَا، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْمَأْسُورُ مِنْهُ الثَّانِي غَائِبًا لَيْسَ لِلْأَوَّلِ أَنْ يَأْخُذَهُ اعْتِبَارًا بِحَالِ حَضْرَتِهِ (وَلَا يَمْلِكُ عَلَيْنَا أَهْلُ الْحَرْبِ بِالْغَلَبَةِ مُدَبَّرِينَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلَادِنَا وَمُكَاتَبِينَا وَأَحْرَارَنَا وَنَمْلِكُ عَلَيْهِمْ جَمِيعَ ذَلِكَ) ؛ لِأَنَّ السَّبَبَ إِنَّمَا يُفِيدُ الْمِلْكَ فِي مَحَلِّهِ، وَالْمَحَلُّ الْمَالُ الْمُبَاحُ، وَالْحُرُّ مَعْصُومٌ بِنَفْسِهِ، وَكَذَا مَنْ سِوَاهُ ؛ لِأَنَّهُ تَثْبُتُ الْحُرِّيَّةُ فِيهِ مِنْ وَجْهٍ، بِخِلَافِ رِقَابِهِمْ ؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ أَسْقَطَ عِصْمَتَهُمْ جَزَاءً عَلَى جِنَايَتِهِمْ وَجَعَلَهُمْ أَرِقَّاءَ وَلَا جِنَايَةَ مِنْ هَؤُلَاءِ .

اور جب کفار نے کسی غلام کو قیدی بنالیا پھر اس کو کسی مسلمان نے ایک ہزار درہم میں خریدا اس کے بعد کفار نے اسے دوبارہ قید کرلیا اور اسے دارالحرب لے کر چلے گئے پھر دوسرے شخص نے ایک ہزار درہم کے عوض اسے خرید لیا تو آقا اول کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص سے ثمن کے عوض لے لے، کیونکہ اس کی ملکیت پر گرفتاری واقع ہوئی ہے، پھر مالک اول جب چاہے تو اسے دو ہزار کے عوض لے لے، کیونکہ مشتری اول کو دو ہزار میں وہ غلام پڑا ہے لہٰذا مالک دو ہزار کے عوض اسے لے گا۔ اسی طرح جب مشتری اول غائب ہو تو مالک قدیم کو یہ حق نہیں ہوگا کہ مشتری ثانی سے اسے لے لے اس کی موجودگی پر قیاس کرتے ہوئے۔

کفار ہم پر غالب ہو کر ہمارے مدبر، مکاتب، امہات اولاد اور ہمارے آزاد لوگوں کے مالک نہیں ہو سکتے جب کہ ہم ان پر غالب ہو کر ان سب کے مالک بن سکتے ہیں، کیونکہ سبب ملک اپنے محل میں ملکیت کا فائدہ دیتا ہے اور محل مال مباح ہے اور آزاد بذات خود معصوم ہوتا ہے نیز مکاتب وغیرہ بھی معصوم ہیں کیونکہ ان میں من سبب حریت ثابت ہوتی ہے۔ برخلاف کفار کے کیونکہ

شریعت نے ان کی جنایت کا بدلہ دیتے ہوئے ان کی عصمت ساقط کردی ہے اور انہیں رقیق بنادیا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے کوئی جنایت نہیں ہے۔

بھاگے ہوئے مسلم غلام میں کفار اہل حرب کی ملکیت نہ ہونے کا بیان

(وَاِذَا اَبَقَ عَبْدٌ لِمُسْلِمٍ فَدَخَلَ اِلَيْهِمْ فَاَخَذُوْهُ لَمْ يَمْلِكُوْهُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا يَمْلِكُوْنَهُ) ؛ لِاَنَّ الْعِصْمَةَ لِحَقِّ الْمَالِكِ لِقِيَامِ يَدِهٖ وَقَدْ زَالَتْ، وَلِهٰذَا لَوْ اَخَذُوْهُ مِنْ دَارِ الْاِسْلَامِ مَلَكُوْهُ ۔ وَلَهٗ اَنَّهٗ ظَهَرَتْ يَدُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ بِالْخُرُوْجِ مِنْ دَارِنَا ؛ لِاَنَّ سُقُوْطَ اعْتِبَارِهٖ لِتَحَقُّقِ يَدِ الْمَوْلٰی عَلَيْهِ تَمْكِيْنًا لَهٗ مِنَ الْاِنْتِفَاعِ وَقَدْ زَالَتْ يَدُ الْمَوْلٰی فَظَهَرَتْ يَدُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ وَصَارَ مَعْصُوْمًا بِنَفْسِهٖ فَلَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلْمِلْكِ، بِخِلَافِ الْمُتَرَدِّدِ ؛ لِاَنَّ يَدَ الْمَوْلٰی بَاقِيَةٌ عَلَيْهِ لِقِيَامِ يَدِ اَهْلِ الدَّارِ فَمَنَعَ ظُهُوْرَ يَدِهٖ ۔

وَاِذَا لَمْ يَثْبُتِ الْمِلْكُ لَهُمْ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ يَاْخُذُهُ الْمَالِكُ الْقَدِيْمُ بِغَيْرِ شَیْءٍ مَوْهُوْبًا كَانَ اَوْ مُشْتَرًی اَوْ مَغْنُوْمًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ وَبَعْدَ الْقِسْمَةِ يُؤَدّٰی عِوَضُهٗ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ ؛ لِاَنَّهٗ لَا يُمْكِنُ اِعَادَةُ الْقِسْمَةِ لِتَفَرُّقِ الْغَانِمِيْنَ وَتَعَذُّرِ اجْتِمَاعِهِمْ وَلَيْسَ لَهٗ عَلَی الْمَالِكِ جُعْلُ الْاٰبِقِ ؛ لِاَنَّهٗ عَامِلٌ لِنَفْسِهٖ اِذْ فِیْ زَعْمِهٖ اَنَّهٗ مِلْكُهٗ ۔

اور جب کسی مسلمان کا کوئی مسلمان غلام بھاگ کر کفار کے پاس چلا گیا اور کفار نے اسے پکڑ لیا تو حضرت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ لوگ اس کے مالک نہیں ہوں گے۔ حضرت صاحبین فرمایا کہ مالک ہوجائیں گے، کیونکہ غلام پر اس کے مالک کا قبضہ ہوتا ہے اور حق مالک کی سبب سے وہ معصوم ہوتو ہے حالانکہ اس کے مالک کا قبضہ ختم ہو چکا ہے، اسی لیے جب کفار دارالاسلام سے اسے پکڑ کر لے جائیں تب بھی اس کے مالک ہوجائیں گے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ دارالاسلام سے اس غلام کے نکلنے کی سبب سے اس کی ذات پر اسے اختیار حاصل ہو گیا ہے، کیونکہ اس کے اختیارات کا سقوط اس پر آقا کا قبضہ ثابت ہونے کی سبب سے تھا، تاکہ آقا اس سے نفع حاصل کر سکے اور (پکڑے جانے سے) آقا کا قبضہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اس کے نفس پر اس غلام کا اپنا اختیار ظاہر ہوگا' اور وہ بذات خود معصوم ہوگا اور محل ملک نہیں رہے گا۔

بہ خلاف متردد کے، کیونکہ اس پر آقا کا قبضہ باقی ہے، اس لیے کہ اس پر دارالاسلام والوں کا قبضہ موجود ہے اور یہ قبضہ اس غلام کے اکتیار کے ظہار ہونے سے مانع ہے۔ اور جب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفار کے لیے ملکیت ثابت نہیں ہوئی تو اس کا مالک اسے مفت نہیں لے گا خواہ موہوب ہو یا خریدا ہوا ہو یا مال غنیمت کا ہو اور تقسیم سے پہلے ہو اور تقسیم کے بعد بیت المال سے اس کا عوض دیا جائے گا، کیونکہ غانمین کے متفرق ہونے اور ان کا اجتماع دشوار ہونے کی سبب سے تقسیم کا اعادہ ممکن نہیں ہے، اور اس

غلام کو لانے والے کے لیے اس کے مالک سے محنتانہ وصول کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی ذات کے لیے کام کرنے والا ہے،
اس لیے کہ اپنے گمان میں یہ شخص اس کا مالک ہے۔

بھاگنے والے اونٹ میں دارالحرب کفار کی ملکیت کا بیان

(وَإِنْ نَدَّ بَعِيْرٌ إِلَيْهِمْ فَأَخَذُوْهُ مَلَكُوْهُ) لِتَحَقُّقِ الْاِسْتِيْلَاءِ إِذْ لَا يَدَ لِلْعَجْمَاءِ لِتَظْهَرَ عِنْدَ الْخُرُوْجِ مِنْ دَارِنَا، بِخِلَافِ الْعَبْدِ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا. (وَإِنِ اشْتَرَاهُ رَجُلٌ وَأَدْخَلَهُ دَارَ الْإِسْلَامِ فَصَاحِبُهُ يَأْخُذُهُ بِالثَّمَنِ إِنْ شَاءَ) لِمَا بَيَّنَّا

(فَإِنْ أَبَقَ عَبْدٌ إِلَيْهِمْ وَذَهَبَ مَعَهُ بِفَرَسٍ وَمَتَاعٍ فَأَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ ذٰلِكَ كُلَّهُ وَاشْتَرٰى رَجُلٌ ذٰلِكَ كُلَّهُ، وَأَخْرَجَهُ إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّ الْمَوْلٰى يَأْخُذُ الْعَبْدَ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَالْفَرَسَ وَالْمَتَاعَ بِالثَّمَنِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: يَأْخُذُ الْعَبْدَ وَمَا مَعَهُ بِالثَّمَنِ إِنْ شَاءَ) اعْتِبَارًا لِحَالَةِ الْاِجْتِمَاعِ بِحَالَةِ الْاِنْفِرَادِ وَقَدْ بَيَّنَّا الْحُكْمَ فِيْ كُلِّ فَرْدٍ

اور جب کوئی اونٹ بدک کر کفاروں کے پاس چلا گیا اور کفار نے اسے پکڑ لیا تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے، کیونکہ قبضہ ثابت ہو چکا ہے اور ان جانوروں کے ذاتی اختیارات بھی نہیں ہوتے کہ دارالاسلام سے نکلتے وقت ان کا ظہور ہو۔ برخلاف غلام کے فیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور جب اسے کسی شخص نے کرید اور دارالاسالم لے آیا تو جب اس کا مالک چاہے تو ثمن کے عوض اسے لے لے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

جب ہمارا کوئی غلام باگ کر کفار کے پاس چلا گیا اور اپنے ساتھ گھوڑا اور سامان بھی لے گیا اور مشرکین نے ان سب کو پکڑ لیا اور ان سے کسی آدمی نے یہ ساری چیزیں خرید لیں اور انہیں دارالاسلام لے آیا تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک آقا غلام کو بلاعوض لے گا اور گھوڑے اور سامان کو ثمن دے کر لے گا۔ حضرت صاحبین فرمایا: آقا غلام اور اس کے ساتھ موجود سامان کو ثمن کے عوج لے گا حالت اجتماع کو حالت انفراد پر قیاس کرتے ہوئے اور ہم نے ہر ہر فرد کا حکم بیان کر دیا ہے۔

امن والے حربی کا مسلم غلام خریدنے کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِأَمَانٍ وَاشْتَرٰى عَبْدًا مُسْلِمًا وَأَدْخَلَهُ دَارَ الْحَرْبِ عَتَقَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ، وَقَالَا: لَا يُعْتَقُ) ؛ لِأَنَّ الْإِزَالَةَ كَانَتْ مُسْتَحَقَّةً بِطَرِيْقٍ مُعَيَّنٍ وَهُوَ الْبَيْعُ وَقَدِ انْقَطَعَتْ وِلَايَةُ الْجَبْرِ عَلَيْهِ فَبَقِيَ فِيْ يَدِهِ عَبْدًا .

وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنَّ تَخْلِيْصَ الْمُسْلِمِ عَنْ ذُلِّ الْكَافِرِ وَاجِبٌ، فَيُقَامُ الشَّرْطُ وَهُوَ تَبَايُنُ الدَّارَيْنِ مَقَامَ الْعِلَّةِ وَهُوَ الْإِعْتَاقُ تَخْلِيْصًا لَهُ، كَمَا يُقَامُ مُضِيُّ ثَلَاثِ حِيَضٍ مَقَامَ التَّفْرِيْقِ فِيْمَا إِذَا

نَسْلَمَةِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ فِي دَارِ الْحَرْبِ ۔

ترجمہ: جب کوئی حربی دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور اس نے کسی مسلمان غلام کو خریدا اور اسے دارالحرب لے گیا تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ غلام آزاد ہو جائے گا اور حضرات صاحبین کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا اس لیے کہ حربی کی ملکیت کو زائل کرنا ایک معین طریقہ یعنی بذریعہ بیع ممکن تھا حالانکہ اس پر جبر کی ولایت منقطع ہو چکی ہے لہٰذا وہ غلام اس کے قبضے میں بھی غلام ہی رہا۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کی ذلت سے نکالنا واجب ہے لہٰذا شرط یعنی تباین دارین کو علت یعنی اعتاق کے قائم مقام قرار دیا جائے گا تا کہ اس کو چھڑایا جا سکے جس طرح جب زوجین میں سے کوئی دارالحرب میں اسلام لے آئے تو تین حیض گزرنے کو تفریق کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے۔

حربی کے غلام کا مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آنے کا بیان

(وَاِذَا اَسْلَمَ عَبْدٌ لِحَرْبِيٍّ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا اَوْ ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ فَهُوَ حُرٌّ، وَكَذٰلِكَ اِذَا خَرَجَ عَبِيْدُهُمْ اِلٰى عَسْكَرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُمْ اَحْرَارٌ) لِمَا رُوِيَ (اَنَّ عَبِيْدًا مِنْ عَبِيْدِ الطَّائِفِ اَسْلَمُوْا وَخَرَجُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى بِعِتْقِهِمْ وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ) وَلِاَنَّهُ اَحْرَزَ نَفْسَهُ بِالْخُرُوْجِ اِلَيْنَا مُرَاغِمًا لِمَوْلَاهُ اَوْ بِالِالْتِحَاقِ بِمَنَعَةِ الْمُسْلِمِيْنَ، اِذَا ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ، وَاعْتِبَارُ يَدِهِ اَوْلٰى مِنِ اعْتِبَارِ يَدِ الْمُسْلِمِيْنَ؛ لِاَنَّهَا اَسْبَقُ ثُبُوْتًا عَلٰى نَفْسِهِ، فَالْحَاجَةُ فِيْ حَقِّهِ اِلٰى زِيَادَةِ تَوْكِيْدٍ وَفِيْ حَقِّهِمْ اِلٰى اِثْبَاتِ الْيَدِ ابْتِدَاءً فَلِهٰذَا كَانَ اَوْلٰى، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اور جب کسی حربی کا غلام مسلمان ہو کر دارالاسلام آ گیا یا دارالحرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا (اور وہ وہیں تھا) تو وہ آزاد ہے نیز جب ان کے غلام مسلمانوں کے لشکر سے آ ملے تو وہ سب آزاد ہوں گے۔ اس روایت کی سبب سے جو مروی ہے کہ غلامان طائف میں سے چند غلام اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کی آزادی کا فیصلہ فرما دیا اور یوں فرمایا یہ سب اللہ پاک کے آزادہ کردہ ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ اس غلام نے اپنے آقا کو چھوڑ کر ہمارے پاس سے وہ محفوظ ہو گیا اور اس کے قبضے کو معتبر ماننا اس پر مسلمانوں کے قبضے کو معتبر ماننے سے اولیٰ ہے، کیونکہ اس کی ذات پر اس کا قبضہ مقدم ہے، اس لیے اس کے قبضے کو مضبوط کرنے کی مزید ضرورت ہے اور مسلمانوں کا قبضہ ثابت کرنے کے حق میں تو کید کی ابتداء ہے لہٰذا اسی کا قبضہ بہتر ہوگا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ الْمُسْتَأْمَنِ

﴿یہ باب امن طلب کرنے کے بیان میں ہے﴾

باب مستأمن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: امن طلب کرنے والے باب کو باب استیلائے کفار کے بعد ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ استیلاء میں قہر اور غلبہ ہوتا ہے جبکہ امن بغیر کسی قہر وغلبہ کے ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی سبب کے پیش نظر قہر کے بعد امن کے باب کو بیان کیا ہے۔ اور مسلمان امن طلب کرنے والے کے باب کو مستأمن حربی کا مقدم کرنے کا سبب مسلمانوں کا شرف وبزرگی ہے۔
(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۶۲۲، حقانیہ ملتان)

باب مستأمن کے شرعی ماخذ کا بیان

وَإِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔(توبہ، ۶)

مشرک کو امان مانگنے پر امان دینا اور اسلام سمجھانا چاہئے:۔ یعنی اگر کوئی مشرک اس چار ماہ کی معینہ مدت کے اندر یا بعد میں پکڑ دھکڑ کے دوران یہ درخواست کرے کہ مجھے اسلام کی تعلیم پوری طرح سمجھا دو۔ تو اس کی اس درخواست کو رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے اپنے ہاں پناہ دو تاکہ دوسرا کوئی مسلمان بھی اس سے تعرض نہ کرے۔ پھر اسے اسلام کے اصول وارکان اور اس کے حقائق پوری طرح سمجھا دو۔ پھر بھی اگر وہ اسلام نہیں لاتا اور معاندانہ روش اختیار کرتا ہے تو وہیں اسے قتل نہ کردو بلکہ اسے اس کی حفاظت کے مقام پر پہنچا دو۔ پھر اس کے بعد تم اس سے وہی سلوک کر سکتے ہو جو دوسرے مشرکوں سے کرنا چاہیے۔ یہ رعایت اس لیے دی گئی کہ کسی مشرک کے لیے اتمام حجت کا عذر باقی نہ رہے۔

پناہ یا امان بھی دراصل ایفائے عہد ہی کی ایک قسم ہے جس میں پناہ لینے والے کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ پناہ دینے والا اس کی جان و مال کی دشمنوں سے حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اور وہ خود بھی اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔ مسلمانوں کا اس قسم کا ایفائے عہد یا امان کی پاسداری اس قدر زبان زد تھی کہ دشمن نے بعض دفعہ مسلمانوں کی کسی واقعہ سے لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی اور عظیم فائدے حاصل کیے اور مسلمان جو پناہ دے چکے تھے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ یہ امان مکر وفریب سے حاصل کی گئی ہے اپنا نقصان اٹھا کر بھی اس عہد کو پورا کیا۔

اوراس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر صرف ایک مسلمان خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یا عورت ہو کسی کو پناہ دے دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان بھی جائے گی۔ چنانچہ خوزستان (ایران) کی فتوحات کے سلسلہ میں ایک مقام شابور کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک دن شہر والوں نے خود شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور نہایت اطمینان سے اپنے کام کاج میں لگ گئے۔ مسلمانوں کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی۔ سبب پوچھا تو شہر والوں نے کہا: تم ہم کو جزیہ کی شرط پر ایمان دے چکے ہو۔ اب کیا جھگڑا رہا (واضح رہے کہ جزیہ کی شرط پر امان کا اصل وقت جنگ شروع ہونے سے پہلے ہے۔ دوران جنگ یا فتح کے بعد نہیں) سب کو حیرت تھی کہ امان کس نے دی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگوں سے چھپا کر امن کا رقعہ لکھ دیا ہے۔ ابوموسیٰ اسلامی سپہ سالار نے کہا: ایک غلام کی امان حجت نہیں ہوسکتی۔ شہر والے کہتے تھے کہ ہم آزاد غلام نہیں جانتے۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا گیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ "مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اور جس کو اس نے امان دی تمام مسلمان امان دے چکے۔ (الفاروق ص ۲۳۱)

اور عورت کی امان کے سلسلہ میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمایئے:۔ فتح مکہ کے موقعہ پر ام ہانی رسول اللہ کے پاس گئیں۔ اس وقت آپ پس پردہ غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے پوچھا" کون ہے؟ "ام ہانی کہنے لگیں" میں ام ہانی ہوں" پھر ام ہانی نے عرض کیا" اے اللہ کے رسول! میری ماں کے لڑکے (علیص) یہ کہتے ہیں کہ وہ ہبیرہ (ام ہانی کے خاوند کا نام) کے لڑکے کو قتل کر دیں گے جبکہ میں اسے پناہ دے چکی ہوں۔" آپ نے فرمایا" ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔

(بخاری کتاب الغسل۔ باب التستر فی الغسل)

مسلمانوں کی اس راستبازی اور ایفائے عہد کی بنا پر دشمن دھوکا دے کر بھی امان حاصل کر لیتے تھے۔ چنانچہ عراق وایران کی جنگوں میں خارق کے مقام پر سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح اور ایرانیوں کے سپہ سالار جاپان کی افواج کا مقابلہ ہوا۔ جاپان شکست کھا کر گرفتار ہوگیا۔ مگر جس مجاہد نے اسے گرفتار کیا تھا وہ اسے پہچانتا نہیں تھا۔ جاپان نے اس کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے عوض دو نوجوان غلام دینے کا وعدہ کر کے امان لے لی۔ اتنے میں کسی دوسرے نے اسے پہچان لیا اور پکڑ کر ابوعبیدہ کے پاس لے گئے۔ سیدنا ابوعبیدہ نے یہ صورت حال دیکھ کر فرمایا" اگرچہ ایسے دشمن کو چھوڑ دینا ہمارے حق میں بہت مضر ثابت ہوگا مگر ایک مسلمان اسے پناہ دے چکا ہے اس لیے بدعہدی جائز نہیں چنانچہ اس امان کی بنا پر اسے چھوڑ دیا گیا۔ (تاریخ اسلام۔ حمید الدین ص ۱۳۲)

اب اس کے مقابلہ میں عیسائی دنیا کی صلیبی جنگوں میں امان، کا قصہ بھی سن لیجئے۔ پہلی صلیبی جنگ کے بعد طرابلس کے مسلمان بادشاہ نے کاؤنٹ بوہیمانڈ کو پیغام بھیجا کہ وہ معاہدہ کرنے کو تیار ہے اور ساتھ ہی دس گھوڑے اور سونا بھی خیر سگالی کے طور پر بھیجا اور یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا تھا جب کاؤنٹ امان دے چکنے کے بعد پورے شہر کے زن ومرد کو موت کی گھاٹ اتار رہا تھا۔ بوہیمانڈ نے ترجمان کے ذریعہ مسلمان امیروں کو بتایا کہ اگر وہ صدر دروازے کے اوپر والے محل میں پناہ لے لیں تو ان کو، ان کی بیویوں اور ان کے بچوں کو پناہ دے دی جائے گی اور ان کا مال واپس کر دیا جائے گا۔ شہر کا ایک کونہ بھی مسلمانوں کی لاشوں سے خالی نہ تھا اور چلنا پھرنا دشوار ہوگیا تھا بوہیمانڈ نے جن کو پناہ دی تھی ان کا سونا چاندی اور زیورات ان سے لے لیے اور ان میں سے بعض کو تو مروا دیا اور باقی ماندہ کو انطاکیہ میں غلام بنا کر بیچ ڈالا گیا۔ (پہلی صلیبی جنگ ص ۴۵ بحوالہ جہاد از بریگیڈیئر گلزار احمد ص ۲۶۷)

مسلمان تاجر کے لئے دارالحرب میں عدم تعرض کا بیان

(وَاِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ تَاجِرًا فَلَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَتَعَرَّضَ لِشَيْءٍ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلَا مِنْ دِمَائِهِمْ) ؛ لِاَنَّهُ ضَمِنَ اَنْ لَا يَتَعَرَّضَ لَهُمْ بِالِاسْتِئْمَانِ، فَالتَّعَرُّضُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ غَدْرًا وَالْغَدْرُ حَرَامٌ، اِلَّا اِذَا غَدَرَ بِهِمْ مَلِكُهُمْ فَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ اَوْ حَبَسَهُمْ اَوْ فَعَلَ غَيْرُهُ بِعِلْمِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ ؛ لِاَنَّهُمْ هُمُ الَّذِيْنَ نَقَضُوا الْعَهْدَ بِخِلَافِ الْاَسِيْرِ ؛ لِاَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَاْمَنٍ فَيُبَاحُ لَهُ التَّعَرُّضُ، وَاِنْ اَطْلَقُوْهُ طَوْعًا (فَاِنْ غَدَرَ بِهِمْ) اَعْنِي التَّاجِرَ (فَاَخَذَ شَيْئًا وَخَرَجَ بِهِ) (مَلَكَهُ مِلْكًا مَحْظُوْرًا) لِوُرُوْدِ الِاسْتِيْلَاءِ عَلٰى مَالٍ مُبَاحٍ، اِلَّا اَنَّهُ حَصَلَ بِسَبَبِ الْغَدْرِ فَاَوْجَبَ ذٰلِكَ خُبْثًا فِيْهِ (فَيُؤْمَرُ بِالتَّصَدُّقِ بِهِ) وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ الْحَظْرَ لِغَيْرِهِ لَا يَمْنَعُ انْعِقَادَ السَّبَبِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ .

اور جب مسلمان تاجر بن کر دارالحرب میں داخل ہوا تو اس کے لیے کفار کے اموال اور دماء سے چھیڑ خانی کرنا حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ امان طلب کر کے اس بات کا ضامن ہوا ہے کہ وہ ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا لہٰذا اس کے بعد تعرض غدر ہوگا اور غدر حرام ہے، مگر جب کفار کا بادشاہ مسلمان تاجروں کے ساتھ غداری کر کے ان کے اموال لوٹ لے یا انہیں قید کر لے یا بادشاہ کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی یہ کام کرے اور بادشاہ کو معلوم ہو، مگر اس نے منع نہ کیا ہو، کیونکہ کفار ہی نے عہد توڑا ہے۔ برخلاف قیدی کے، کیونکہ وہ مستامن نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے تعرض کرنا مباح ہوگا' جب چہ کافروں نے اسے بخوشی رہا کر دیا ہو۔ اور جب مسلم تاجر نے کفار کے ساتھ غداری کی اور کچھ لوٹ لیا اور اسے لے کر دارالاسلام آگیا تو وہ ملک ممنوع کے طور پر اس کا مالک ہو جائے گا، کیونکہ مالِ مباح پر قبضہ ہوا ہے، مگر چوں کہ یہ غدر کی سبب سے حاصل ہوا ہے اس لیے اس نے اس میں خبث پیدا کر دیا لہٰذا اسے وہ مال صدرقہ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ یہ حکم اس سبب سے ہے کہ ممانعت لغیرہ انعقادِ سبب سے مانع نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

امان سے دارالحرب میں جانے والے مسلمان کے قرض لینے کا بیان

(وَاِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ بِاَمَانٍ فَاَدَانَهُ حَرْبِيٌّ اَوْ اَدَانَ هُوَ حَرْبِيًّا اَوْ غَصَبَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا وَاسْتَاْمَنَ الْحَرْبِيُّ لَمْ يُقْضَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ بِشَيْءٍ) اَمَّا الْاِدَانَةُ فَلِاَنَّ الْقَضَاءَ يَعْتَمِدُ الْوِلَايَةَ وَلَا وِلَايَةَ وَقْتَ الْاِدَانَةِ اَصْلًا وَلَا وَقْتَ الْقَضَاءِ عَلَى الْمُسْتَاْمَنِ ؛ لِاَنَّهُ مَا الْتَزَمَ حُكْمَ الْاِسْلَامِ فِيْمَا مَضٰى مِنْ اَفْعَالِهِ وَاِنَّمَا الْتَزَمَ ذٰلِكَ فِي الْمُسْتَقْبَلِ .

وَاَمَّا الْغَصْبُ فَلِاَنَّهٗ صَارَ مِلْكًا لِلَّذِیْ غَصَبَهٗ وَاسْتَوْلٰی عَلَیْهِ لِمُصَادَفَتِهٖ مَالًا غَیْرَ مَعْصُوْمٍ عَلٰی مَا بَیَّنَّاهُ، وَكَذٰلِكَ لَوْ كَانَا حَرْبِیَّیْنِ فَعَلَا ذٰلِكَ ثُمَّ خَرَجَا مُسْتَأْمَنَیْنِ لِمَا قُلْنَا (وَلَوْ خَرَجَا مُسْلِمَیْنِ قُضِیَ بِالدَّیْنِ بَیْنَهُمَا وَلَمْ یُقْضَ بِالْغَصْبِ) اَمَّا الْمُدَایَنَةُ فَلِاَنَّهَا وَقَعَتْ صَحِیْحَةً لِوُقُوْعِهَا بِالتَّرَاضِیْ، وَالْوِلَایَةُ ثَابِتَةٌ حَالَةَ الْقَضَاءِ لِالْتِزَامِهِمَا الْاَحْكَامَ بِالْاِسْلَامِ. وَاَمَّا الْغَصْبُ فَلِمَا بَیَّنَّا اَنَّهٗ مَلَكَهٗ وَلَا خُبْثَ فِیْ مِلْكِ الْحَرْبِیِّ حَتّٰی یُؤْمَرَ بِالرَّدِّ.

اور جب کوئی مسلمان دارالحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور کسی حربی نے اسے قرض دیدیا یا اس نے کسی حربی کو قرضہ دیدیا یا مسلمان یا حربی نے دوسرے کا مال غصب کرلیا پھر دارالاسلام آگیا اور حربی نے بھی امان طلب کرلیا تو ان میں سے کسی کے لیے بھی کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ رہی ادھار کی صورت تو اس سبب سے کہ قضائے قاضی کا مدار ولایت پر ہے اور قرض کا لین دین کرتے وقت ولایت بالکل معدوم ہے اور نہ ہی بوقت قضاء مستامن پر قاضی کو ولایت حاصل ہے، کیونکہ مستامن حربی نے اپنے پرانے افعال میں احکام اسلام کا التزام نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے یہ التزام تو آئندہ کے افعال میں کیا ہے۔ اور جہاں تک غصب کا سوال ہے تو اس سبب سے کہ شئی مغصوب کو غصب کر کے اس پر قبضہ کرلینے سے وہ چیز غاصب کی ملکیت ہوجاتی ہے، کیونکہ قبضہ اور غلبہ غیر معصوم (مباح) مال سے متصل ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔

اسی طرح جب دو حربیوں نے ایسے کیا پھر امان لے کر ہمارے پاس آئے اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کرچکے ہیں۔ اور جب وہ دونوں حربی مسلمان ہو کر دارالاسلام آئے تو ان کے مابین قرض کا فیصلہ کیا جائے گا اور غصب کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ رہا قرض کا معاملہ تو اس سبب سے اس کا فیصلہ ہوگا کہ قرض کا لین دین صحیح ہوا ہے کیونکہ یہ باہمی رضامندی سے انجام پذیر ہوا ہے اور بوقت قضاء قاضی کو ولایت حاصل تھی کیونکہ ان دونوں نے احکام اسلام کا التزام کیا تھا۔ رہا غصب کا مسئلہ تو اس دلیل کی سبب سے غصب کا فیصلہ نہیں ہوگا جو ہم بیان کرچکے ہیں یعنی غاصب شئی مغصوب کا مالک ہوچکا ہے اور حربی کی ملکیت میں کوئی خباثت نہیں ہوتی کہ اسے واپس کرنے کا حکم دیا جائے۔

مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آنے پر مال واپس کرنے کا بیان

(وَاِذَا دَخَلَ الْمُسْلِمُ دَارَ الْحَرْبِ بِاَمَانٍ فَغَصَبَ حَرْبِیًّا ثُمَّ خَرَجَا مُسْلِمَیْنِ اُمِرَ بِرَدِّ الْغَصْبِ وَلَمْ یُقْضَ عَلَیْهِ) اَمَّا عَدَمُ الْقَضَاءِ فَلِمَا بَیَّنَّا اَنَّهٗ مَلَكَهٗ، وَاَمَّا الْاَمْرُ بِالرَّدِّ وَمُرَادُهُ الْفَتْوٰی بِهٖ فَلِاَنَّهٗ فَسَدَ الْمِلْكُ لِمَا یُقَارِنُهٗ مِنَ الْمُحَرَّمِ وَهُوَ نَقْضُ الْعَهْدِ.

اور جب مسلمان امان لے کر دارالحرب گیا اور وہاں اس نے کسی حربی کا مال غصب کیا پھر وہ دونوں مسلمان ہو کر دارالاسلام آگئے تو غاصب کو مال مغصوب واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا، مگر قاضی اس کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ فیصلہ نہ کرنا تو اس دلیل کی سبب سے ہے جو ہم بیان کرچکے ہیں کہ غاصب مال مغصوب کا مالک ہوچکا ہے مگر اس سے واپس کرنے کے لیے اس سبب سے

کہا جائے گا کہ اس کی ملکیت فاسد ہوگئی ہے، کیونکہ وہ حرام سے ملنے والی ہے اور وہ حرام بدعہدی کرنا ہے۔

دو امان والے مسلمانوں کے آپس میں قتل پر دیت کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ مُسْلِمَانِ دَارَ الْحَرْبِ بِأَمَانٍ فَقَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ عَمْدًا أَوْ خَطَأً فَعَلَى الْقَاتِلِ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ وَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ فِي الْخَطَإِ) أَمَّا الْكَفَّارَةُ فَلِإِطْلَاقِ الْكِتَابِ، وَأَمَّا الدِّيَةُ فَلِأَنَّ الْعِصْمَةَ الثَّابِتَةَ بِالْإِحْرَازِ بِدَارِ الْإِسْلَامِ لَا تَبْطُلُ بِعَارِضِ الدُّخُولِ بِالْأَمَانِ، وَإِنَّمَا لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ ؛ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ إِلَّا بِمَنَعَةٍ، وَلَا مَنَعَةَ دُونَ الْإِمَامِ وَجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَمْ يُوجَدْ ذَلِكَ فِي دَارِ الْحَرْبِ، وَإِنَّمَا تَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ فِي الْعَمْدِ ؛ لِأَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ الْعَمْدَ ؛ وَفِي الْخَطَإِ لِأَنَّهُ لَا قُدْرَةَ لَهُمْ عَلَى الصِّيَانَةِ مَعَ تَبَايُنِ الدَّارَيْنِ وَالْوُجُوبُ عَلَيْهِمْ عَلَى اعْتِبَارِ تَرْكِهَا .

(وَإِنْ كَانَا أَسِيرَيْنِ فَقَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمٌ تَاجِرٌ أَسِيرًا) فَلَا شَيْءَ عَلَى الْقَاتِلِ إِلَّا الْكَفَّارَةُ فِي الْخَطَإِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : (فِي الْأَسِيرَيْنِ الدِّيَةُ فِي الْخَطَإِ وَالْعَمْدِ) ؛ لِأَنَّ الْعِصْمَةَ لَا تَبْطُلُ بِعَارِضِ الْأَسْرِ كَمَا لَا تَبْطُلُ بِعَارِضِ الِاسْتِئْمَانِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَامْتِنَاعُ الْقِصَاصِ ؛ لِعَدَمِ الْمَنَعَةِ وَيَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ لِمَا قُلْنَا .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ بِالْأَسْرِ صَارَ تَبَعًا لَهُمْ ؛ لِصَيْرُورَتِهِ مَقْهُورًا فِي أَيْدِيهِمْ، وَلِهَذَا يَصِيرُ مُقِيمًا بِإِقَامَتِهِمْ وَمُسَافِرًا بِسَفَرِهِمْ فَيَبْطُلُ بِهِ الْإِحْرَازُ أَصْلًا وَصَارَ كَالْمُسْلِمِ الَّذِي لَمْ يُهَاجِرْ إِلَيْنَا، وَخَصَّ الْخَطَأَ بِالْكَفَّارَةِ ؛ لِأَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ فِي الْعَمْدِ عِنْدَنَا .

اور جب دو مسلمان امان لے کر دارالحرب میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک نے عمداً یا خطأ اپنے ساتھی کو قتل کر دیا تو قاتل پر اس کے مال میں دیت واجب ہوگی اور قتلِ خطا میں اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ رہا کفارہ کا وجوب تو وہ کتاب اللہ کے اطلاق کی سبب سے ہے، اور دیت اس لیے واجب ہے کہ احراز بدارالاسلام سے ثابت ہونے والی عصمت امان لے کر عارضی دخول سے باطل نہیں ہوتی۔ اور قصاص اس لیے نہیں واجب ہے کہ طاقت وقوت کے بغیر قصاص کی وصولیابی ممکن نہیں ہے اور امام اور جماعت المسلمین کے بغیر طاقت وقوت حاصل نہیں ہوسکتی اور یہ چیز دارالحرب میں موجود نہیں ہے۔ اور عمد کی صورت میں قاتل پر اس کے مال میں اس لیے دیت واجب ہے کہ عاقلہ قتل عمد کی دیت نہیں دیتے۔ اور خطا کی صورت میں قاتل پر دیت کا وجوب اس لیے ہے کہ تباین دارین کے ہوتے ہوئے انہیں حفاظت پر قدرت نہیں ہوتی اور ان (عاقلہ) پر ترکِ صیانت ہی کی سبب سے دیت واجب ہوتی ہے۔

اور جب دارالحرب میں داخل ہونے والے دونوں مسلمان قیدی تھے اور ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا یا کسی مسلمان تاجر نے کسی مسلم قیدی کو قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ نہیں واجب ہے، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قتل خطا میں کفارہ واجب ہے، حضرت صاحبین فرمایا: دونوں قیدیوں میں دیت واجب ہوگی خواہ قتل عمد ہو یا خطا ہو، کیونکہ قید کے عارض سے عصمت ختم نہیں ہوتی جیسا کہ استیمان کے عارض سے ختم نہیں ہوتی۔ اس تفصیل کے مطابق جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور قصاص کا ممتنع ہونا طاقت نہ ہونے کی سبب سے ہے اور قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قیدی گرفتار ہونے کی سبب سے حربیوں کے تابع ہو گیا ہے' کیونکہ وہ ان کے قبضے میں مقہور ہے اسی لیے ان کی اقامت سے وہ مقیم ہوگا اور ان کی مسافرت سے مسافر ہوگا اور اس سبب سے بالکل احراز باطل ہو جائے گا' اور یہ اس مسلم کی طرح ہو گیا جس نے ہماری طرف ہجرت نہ کی ہو۔ اور امام قدوری نے خطا کو کفارہ کے ساتھ خاص کیا ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک عمد میں کفارہ نہیں ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل حربی مستأمن کے بیان میں ہے﴾

فصل حربی مستأمن کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ اختلاف مسائل کے سبب الگ ذکر کی گئی ہے اور اس کی فقہی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس سے پہلے مسلم مستامن اور اب حربی مستامن کے احکام کو بیان کیا جائے گا۔ اور یہ عام اصول ہے کہ اختلاف نوعیت کے سبب کسی بھی باب یا کتاب کے مسائل کو الگ ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ اس کو مذکورہ باب یا مذکورہ فصل کے ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں تا کہ مطابقت فقہی بھی باقی رہے اور مسائل کا امتیاز بھی واضح ہو جائے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۸، ص ۵۸، بیروت)

حربی مستأمن کے شرعی ماخذ کا بیان

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۔ (توبہ، ۷)

صلح حدیبیہ اور حلیف قبائل:۔ ان سے مراد وہ تین مشرک قبائل ہیں بنوخزاعہ، بنوکنانہ اور بنوضمرہ۔ جو صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کے حلیف بنے تھے۔ اور جب اعلان برأت ہوا تو ان سے معاہدہ کی میعاد میں ابھی نو مہینے باقی تھے۔ اس سورہ کی آیت نمبر ۴ کے مطابق اس مدت میں ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ نیز اس آیت کی رو سے اس بات کی بھی اجازت دے دی گئی کہ کوئی مشرک جب تک اپنے معاہدہ پر قائم رہتا ہے اس وقت تو تمہیں بہرحال قائم رہنا چاہیے اور اگر وہ اپنا عہد توڑتا ہے تو اس وقت تمہیں بھی مخالفانہ کارروائی کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر معاہدہ کی خلاف ورزی کی ابتداء تمہاری طرف سے بہرصورت نہیں ہونی چاہیے اور اس کی مثال معاہدہ یا صلح حدیبیہ ہے، جس کی رو سے طے پایا تھا کہ آئندہ مسلمان اور قریش مکہ آپس میں دس سال تک جنگ نہیں کریں گے اور جو قبائل مسلمانوں کے حلیف ہیں قریش ان پر بھی کوئی زیادتی نہ کریں گے اور جو قریش کے حلیف ہیں ان پر مسلمان کوئی زیادتی نہ کریں گے۔ اسی معاہدہ کی رو سے بنوخزاعہ تو مسلمانوں کے حلیف بنے اور بنوبکر قریش کے۔ اور بنوخزاعہ اور بنوبکر کی آپس میں لگتی تھی۔ صلح حدیبیہ کو ابھی سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ بنوخزاعہ اور بنوبکر کی آپس میں لڑائی ہوگئی اور قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنوبکر کو ہتھیار بھی مہیا کیے اور کھل کر ان کا ساتھ بھی دیا۔ اور بنوخزاعہ کی خوب پٹائی کی۔ بنوخزاعہ کا ایک وفد عمرو بن سالم کی سرکردگی میں مدینہ گیا۔ آپ سے فریاد کی اور کہا کہ قریش نے عہد توڑ ڈالا۔ آپ نے فرمایا: اچھا میں اب تمہاری مدد کرنے میں حق بجانب ہوں گا۔ قریش کی عہد شکنی دراصل مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ تاہم آپ نے قریش

کے سامنے تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک قبول کر لی جائے۔

حربی مستامن کو دار الاسلام میں سال بھر نہ ٹھہرنے دیا جائے

قَالَ: (وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ إِلَيْنَا مُسْتَأْمَنًا لَمْ يُمَكَّنْ أَنْ يُقِيمَ فِي دَارِنَا سَنَةً وَيَقُولُ لَهُ الْإِمَامُ: إِنْ أَقَمْتَ تَمَامَ السَّنَةِ وَضَعْتُ عَلَيْكَ الْجِزْيَةَ) وَالْأَصْلُ أَنَّ الْحَرْبِيَّ لَا يُمَكَّنُ مِنْ إِقَامَةٍ دَائِمَةٍ فِي دَارِنَا إِلَّا بِالِاسْتِرْقَاقِ أَوِ الْجِزْيَةِ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ عَيْنًا لَهُمْ وَعَوْنًا عَلَيْنَا فَتَلْتَحِقُ الْمَضَرَّةُ بِالْمُسْلِمِينَ، وَيُمَكَّنُ مِنَ الْإِقَامَةِ الْيَسِيرَةِ ؛ لِأَنَّ فِي مَنْعِهَا قَطْعَ الْمِيرَةِ وَالْجَلَبِ وَسَدَّ بَابِ التِّجَارَةِ، فَفَصَلْنَا بَيْنَهُمَا بِسَنَةٍ ؛ لِأَنَّهَا مُدَّةٌ تَجِبُ فِيهَا الْجِزْيَةُ فَتَكُونُ الْإِقَامَةُ لِمَصْلَحَةِ الْجِزْيَةِ، ثُمَّ إِنْ رَجَعَ بَعْدَ مَقَالَةِ الْإِمَامِ قَبْلَ تَمَامِ السَّنَةِ إِلَى وَطَنِهِ فَلَا سَبِيلَ عَلَيْهِ، وَإِذَا مَكَثَ سَنَةً فَهُوَ ذِمِّيٌّ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا أَقَامَ سَنَةً بَعْدَ تَقَدُّمِ الْإِمَامِ إِلَيْهِ صَارَ مُلْتَزِمًا الْجِزْيَةَ فَيَصِيرُ ذِمِّيًّا، وَلِلْإِمَامِ أَنْ يُؤَقِّتَ فِي ذَلِكَ مَا دُونَ السَّنَةِ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرَيْنِ (وَإِذَا أَقَامَهَا بَعْدَ مَقَالَةِ الْإِمَامِ يَصِيرُ ذِمِّيًّا) لِمَا قُلْنَا (ثُمَّ لَا يُتْرَكُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ) ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الذِّمَّةِ لَا يُنْقَضُ، كَيْفَ وَأَنَّ فِيهِ قَطْعَ الْجِزْيَةِ وَجَعْلَ وَلَدِهِ حَرْبًا عَلَيْنَا وَفِيهِ مَضَرَّةٌ بِالْمُسْلِمِينَ .

فرمایا اور جب کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام آئے تو دار الاسلام میں اسے ایک سال تک ٹھہرنے کا موقع نہ دیا جائے اور امام اس سے یہ کہہ دے جب تم سال بھر نزدیک رہو گے تو میں تم پر جزیہ مقرر کر دوں گا۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ غلام بنائے یا جزیہ مقرر کیے بغیر حربی کو دار الاسلام میں دائمی اقامت کا موقع نہیں دیا جائے گا، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ حربیوں کا جاسوس ہو جائے گا اور ہمارے خلاف ان کی اعانت کرے گا اور مسلمانوں کو اس سے نقصان ہوگا۔ ہاں اسے مختصر سی مدت کے لیے رہنے کا موقع دیا جائے گا، کیونکہ اس سے بھی منع کرنے میں غلہ کی آمد و رفت ختم ہو جائے گی اور تجارت کا دروازہ بند ہو جائے گا، لہٰذا ہم نے قلیل و کثیر کے درمیان ایک سال سے فاصلہ کر دیا ہے، کیونکہ یہ ایسی مدت ہے جس میں جزیہ واجب ہوتا ہے لہٰذا اس کی اقامت جزیہ کی مصلحت کے لیے ہوگی۔

اس کے بعد امام کی بات کے بعد جب ایک سال پورا ہونے سے پہلے وہ دار الحرب چلا جائے تو اس پر (وجوب جزیہ کی) کوئی راہ نہیں ہوگی اور جب وہ ایک سال ٹھہر گیا تو ذمی ہوگا، کیونکہ جب امام کے اس کو پہلے بتا دینے کے بعد وہ ایک سال ٹھہر گیا تو وہ خود ہی جزیہ لازم کرنے والا ہو گیا، اس لیے ذمی ہو جائے گا اور امام کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایک سال سے کم مثلاً مہینہ دو مہینہ کی مدت متعین کر دے اور جب امام کی بات کے بعد وہ سال بھر رہ گیا تو بھی ذمی ہو جائے گا اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں پھر اسے دار الحرب واپس جانے کے لیے نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ عقد ذمی کو توڑا نہیں جاتا اور کیوں کر اسے توڑا جا سکتا ہے جب کہ اس میں جزیہ کو ختم کرنے اور اس کی اولاد کو اپنے خلاف حربی بنانا لازم آتا ہے اور اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے۔

دار الاسلام میں آنے والے حربی کی خراجی زمین پر خراج کا بیان

(فَإِنْ دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِأَمَانٍ وَاشْتَرَى أَرْضَ خَرَاجٍ فَإِذَا وُضِعَ عَلَيْهِ الْخَرَاجُ فَهُوَ ذِمِّيٌّ) ؛ لِأَنَّ خَرَاجَ الْأَرْضِ بِمَنْزِلَةِ خَرَاجِ الرَّأْسِ، فَإِذَا الْتَزَمَهُ صَارَ مُلْتَزِمًا الْمَقَامَ فِي دَارِنَا، أَمَّا بِمُجَرَّدِ الشِّرَاءِ لَا يَصِيرُ ذِمِّيًّا ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يَشْتَرِيهَا لِلتِّجَارَةِ، وَإِذَا لَزِمَهُ خَرَاجُ الْأَرْضِ فَبَعْدَ ذَلِكَ تَلْزَمُهُ الْجِزْيَةُ لِسَنَةٍ مُسْتَقْبَلَةٍ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ ذِمِّيًّا بِلُزُومِ الْخَرَاجِ فَتُعْتَبَرُ الْمُدَّةُ مِنْ وَقْتِ وُجُوبِهِ .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ فَإِذَا وُضِعَ عَلَيْهِ الْخَرَاجُ فَهُوَ ذِمِّيٌّ تَصْرِيحٌ بِشَرْطِ الْوَضْعِ فَيَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ أَحْكَامٌ جَمَّةٌ فَلَا تَغْفُلْ عَنْهُ .

جب کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور اس نے کوئی خراجی زمین خریدی تو جب اس پر خراج لازم کیا جائے گا تب وہ ذمی ہوگا، کیونکہ زمین کا خراج خراجِ فرد کے درجے میں ہے اور جب اس نے خراج لازم کرلیا تو گویا اس نے دار الاسلام رہنے کو لازم کرلیا۔ اور محض زمین خریدنے سے وہ ذمی نہیں ہوگا، اس لیے کہ کبھی تجارت کے لیے بھی زمین خریدی جاتی ہے اور جب اس پر زمین کا خراج لازم ہوگیا تو اس کے بعد آئندہ سال کے لیے اس پر جزیہ لازم ہوگا، کیونکہ خراج لازم ہونے کے ساتھ وہ ذمی ہوگا لہٰذا اسی وقت سے اس کے ذمی ہونے کی مدت معتبر ہوگی اور جامع صغیر میں امام محمد کا یہ قول وضع خراج کے شرط ہونے کی صراحت ہے اور اس شرط پر اس کے بہت سے مسائل کی تخریج ہوگی لہٰذا اسے نہیں بھولنا چاہئے۔

حربیہ کا دار الاسلام میں آکر ذمیہ بننے کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَتْ حَرْبِيَّةٌ بِأَمَانٍ فَتَزَوَّجَتْ ذِمِّيًّا صَارَتْ ذِمِّيَّةً) ؛ لِأَنَّهَا الْتَزَمَتِ الْمُقَامَ تَبَعًا لِلزَّوْجِ (وَإِذَا دَخَلَ حَرْبِيٌّ بِأَمَانٍ فَتَزَوَّجَ ذِمِّيَّةً لَمْ يَصِرْ ذِمِّيًّا) ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَيَرْجِعُ إِلَى بَلَدِهِ فَلَمْ يَكُنْ مُلْتَزِمًا الْمُقَامَ .

اور جب کوئی حربیہ امان لے کر دار الاسلام آئی اور اس نے کسی ذمی سے نکاح کرلیا تو وہ ذمیہ ہوجائے گی، کیونکہ اپنے شوہر کے تابع ہوکر اس نے بھی دار الاسلام میں رہنے کا التزام کرلیا ہے اور جب کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور اس نے کسی ذمیہ سے نکاح کرلیا تو وہ ذمی نہیں ہوگا، کیونکہ اس حربی کے لیے اپنی بیوی کو طلاق سے کر اپنے ملک واپس جانا ممکن ہے تو وہ دار الاسلام میں رہنے کو لازم کرنے والا نہیں ہے۔

حربی کا امن کے بعد دار الحرب لوٹنے سے اباحت خون کا بیان

(وَلَوْ أَنَّ حَرْبِيًّا دَخَلَ دَارَنَا بِأَمَانٍ ثُمَّ عَادَ إِلَى دَارِ الْحَرْبِ وَتَرَكَ وَدِيعَةً عِنْدَ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ أَوْ

دَیْنًا فِی ذِمَّتِهِمْ فَقَدْ صَارَ دَمُهُ مُبَاحًا بِالْعَوْدِ) ؛ لِأَنَّهُ أَبْطَلَ أَمَانَهُ (وَمَا فِی دَارِ الْإِسْلَامِ مِنْ مَالِهِ عَلَى خَطَرٍ، فَإِنْ أُسِرَ أَوْ ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ فَقُتِلَ سَقَطَتْ دُيُونُهُ وَصَارَتْ الْوَدِيعَةُ فَيْئًا) أَمَّا الْوَدِيعَةُ فَلِأَنَّهَا فِي يَدِهِ تَقْدِيرًا ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمُودَعِ كَيَدِهِ فَيَصِيرُ فَيْئًا تَبَعًا لِنَفْسِهِ، وَأَمَّا الدَّيْنُ فَلِأَنَّ إِثْبَاتَ الْيَدِ عَلَيْهِ بِوَاسِطَةِ الْمُطَالَبَةِ وَقَدْ سَقَطَتْ، وَيَدُ مَنْ عَلَيْهِ أَسْبَقُ إِلَيْهِ مِنْ يَدِ الْعَامَّةِ فَيَخْتَصُّ بِهِ فَيَسْقُطُ (وَإِنْ قُتِلَ وَلَمْ يُظْهَرْ عَلَى الدَّارِ فَالْقَرْضُ وَالْوَدِيعَةُ لِوَرَثَتِهِ) وَكَذَلِكَ إِذَا مَاتَ ؛ لِأَنَّ نَفْسَهُ لَمْ تَصِرْ مَغْنُومَةً فَكَذَلِكَ مَالُهُ، وَهَذَا لِأَنَّ حُكْمَ الْأَمَانِ بَاقٍ فِي مَالِهِ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ أَوْ عَلَى وَرَثَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ ۔

اور جب کوئی حربی ہمارے ہاں امان لے کر آیا پھر دارالحرب کی جانب واپس چلا گیا اور کسی مسلمان یا ذمی کے پاس کوئی امانت چھوڑ گیا یا ان کے ذمے کوئی قرض چھوڑ گیا تو واپس ہونے کی سبب سے اس کا خون مباح ہو گیا، کیونکہ اس نے اپنا مال باطل کر دیا اور دارالاسلام میں اس کا جو کچھ مال ہے وہ متردد ہے چنانچہ جب وہ قید کر لیا گیا یا دارالحرب پر قبضہ ہو گیا پھر وہ شخص قتل کر دیا گیا تو اس کے دیون ساقط ہو جائیں گے اور اس کی امانت فئے ہو جائے گی، کیونکہ ودیعت تو تقدیراً اس کے قبضے میں ہے، اس لیے کہ مودع کا قبضہ اس کے قبضہ کی طرح ہے لہٰذا اس کے نفس کے تابع ہو کر ودیعت فئے ہو جائے گی۔ اور دین اس لیے ساقط ہوگا کہ اس پر حربی کا قبضہ مطالبہ کے ذریعے ثابت ہوگا حالانکہ حربی کے لیے حق مطالبہ ساقط ہو گیا ہے اور جو شخص اس پر قابض ہے اس کا قبضہ عوام کے قبضہ سے مقدم ہے اس لیے وہی شخص اس مال کے ساتھ مختص ہوگا۔

اور جب حربی قتل کر دیا گیا مگر دارالحرب پر قبضہ نہیں ہوا تو قرض اور ودیعت اس کے ورثاء کی میراث ہوگی اسی طرح جب وہ مر گیا تو بھی یہ چیزیں میراث ہوں گی، کیونکہ جب اس حربی کا نفس مال غنیمت نہیں ہوا تو اس کا مال بھی مغنوم نہیں ہوگا، یہ حکم اس سبب سے ہے کہ اس حربی کے مال میں امان کا حکم باقی ہے لہٰذا وہ مال اس پر لوٹایا جائے گا یا اس کے بعد اس کے ورثاء کو واپس کیا جائے گا۔

بغیر جنگ حاصل کردہ مال کے مصرف کا بیان

قَالَ: (وَمَا أَوْجَفَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِ أَهْلِ الْحَرْبِ بِغَيْرِ قِتَالٍ يُصْرَفُ فِي مَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ كَمَا يُصْرَفُ الْخَرَاجُ) قَالُوا: هُوَ مِثْلُ الْأَرَاضِي الَّتِي أَجْلَوْا أَهْلَهَا عَنْهَا وَالْجِزْيَةِ وَلَا خُمُسَ فِي ذَلِكَ ۔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: فِيهِمَا الْخُمُسُ اعْتِبَارًا بِالْغَنِيمَةِ ۔ وَلَنَا مَا رُوِيَ " أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَخَذَ الْجِزْيَةَ " وَكَذَا عُمَرُ وَمُعَاذٌ، وَوُضِعَ فِي بَيْتِ الْمَالِ وَلَمْ يُخَمَّسْ وَلِأَنَّهُ مَالٌ مَأْخُوذٌ بِقُوَّةِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ، بِخِلَافِ الْغَنِيمَةِ ؛ لِأَنَّهُ مَمْلُوكٌ بِمُبَاشَرَةِ الْغَانِمِينَ وَبِقُوَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَاسْتَحَقَّ الْخُمُسَ بِمَعْنًى وَاسْتَحَقَّهُ الْغَانِمُونَ بِمَعْنًى، وَفِي هَذَا السَّبَبُ وَاحِدٌ، وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ فَلَا مَعْنَى لِإِيجَابِ الْخُمُسِ ۔

فرمایا اور کفار کے وہ اموال جو جنگ کے بغیر محض پیش قدمی کر کے مسلمانوں نے حاصل کیا ہو انہیں مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جائے گا' جس طرح خراج صرف کیا جاتا ہے۔ حضرت مشائخ نے فرمایا: یہ اموال ان زمینوں کی طرح ہیں جہاں سے مجاہدین نے ان کے اہل کو نکال دیا ہو اور جزیہ کی طرح ہیں اور ان میں خمس نہیں۔ حضرت امام شافعی غنیمت پر قیاس کرتے ہوئے ہماری دلیل وہ روایت ہے' جو حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جزیہ لیا ہے نیز حضرت عمر اور حضرت معاذ نے بھی جزیہ لیا ہے اور اسے بیت المال میں رکھا گیا تھا اور خمس نہیں لیا گیا تھا۔ اور اس سبب سے کہ یہ ایسا مال ہے' جو جنگ کے بغیر مسلمانوں کی قوت کے بل پر حاصل کیا گیا ہے۔ برخلاف غنیمت کے، اس لیے کہ وہ غازیوں کی محنت اور مسلمانوں کی طاقت سے حاصل کیا جاتا ہے لہٰذا ایک معنی کی سبب سے بیت المال خمس کا مستحق ہے اور ایک دوسرے معنی کی سبب سے غانمین خمس کے مستحق ہیں۔ جب کہ اس مال میں سبب ایک ہے لہٰذا خمس واجب کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

حربی کے مال کے مال فئی ہونے کا بیان

(وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِأَمَانٍ وَلَهُ امْرَأَةٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَأَوْلَادٌ صِغَارٌ وَكِبَارٌ وَمَالٌ أَوْدَعَ بَعْضَهُ ذِمِّيًّا وَبَعْضَهُ حَرْبِيًّا وَبَعْضَهُ مُسْلِمًا فَأَسْلَمَ هَاهُنَا ثُمَّ ظُهِرَ عَلَى الدَّارِ فَذَلِكَ كُلُّهُ فَيْءٌ) أَمَّا الْمَرْأَةُ وَأَوْلَادُهُ الْكِبَارُ فَظَاهِرٌ ؛ لِأَنَّهُمْ حَرْبِيُّونَ كِبَارٌ وَلَيْسُوا بِأَتْبَاعٍ، وَكَذَلِكَ مَا فِي بَطْنِهَا لَوْ كَانَتْ حَامِلًا لِمَا قُلْنَا مِنْ قَبْلُ .

وَأَمَّا أَوْلَادُهُ الصِّغَارُ فَلِأَنَّ الصَّغِيرَ إِنَّمَا يَصِيرُ مُسْلِمًا تَبَعًا لِإِسْلَامِ أَبِيهِ إِذَا كَانَ فِي يَدِهِ وَتَحْتَ وِلَايَتِهِ، وَمَعَ تَبَايُنِ الدَّارَيْنِ لَا يَتَحَقَّقُ ذَلِكَ، وَكَذَا أَمْوَالُهُ لَا تَصِيرُ مُحْرَزَةً بِإِحْرَازِهِ نَفْسَهُ لِاخْتِلَافِ الدَّارَيْنِ فَيَبْقَى الْكُلُّ فَيْئًا وَغَنِيمَةً (وَإِنْ أَسْلَمَ فِي دَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ جَاءَ فَظُهِرَ عَلَى الدَّارِ فَأَوْلَادُهُ الصِّغَارُ أَحْرَارٌ مُسْلِمُونَ) تَبَعًا لِأَبِيهِمْ ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا تَحْتَ وِلَايَتِهِ حِينَ أَسْلَمَ إِذْ الدَّارُ وَاحِدَةٌ (وَمَا كَانَ مِنْ مَالٍ أَوْدَعَهُ مُسْلِمًا أَوْ ذِمِّيًّا فَهُوَ لَهُ) ؛ لِأَنَّهُ فِي يَدٍ مُحْتَرَمَةٍ وَيَدُهُ كَيَدِهِ (وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَيْءٌ) أَمَّا الْمَرْأَةُ وَأَوْلَادُهُ الْكِبَارُ فَلِمَا قُلْنَا .

وَأَمَّا الْمَالُ الَّذِي فِي يَدِ الْحَرْبِيِّ ؛ فَلِأَنَّهُ لَمْ يَصِرْ مَعْصُومًا ؛ لِأَنَّ يَدَ الْحَرْبِيِّ لَيْسَتْ يَدًا مُحْتَرَمَةً .

اور جب کوئی حربی امان لے کر دارالاسلام آیا اور دارالحرب میں اس کی بیوی ہے، اس کی چھوٹی بڑی اولاد ہے اور مال ہے' جس میں سے کچھ اس نے کسی ذمی کے پاس ودیعت رکھا ہے، کچھ مال کسی حربی کے پاس ہے اور کچھ مال کسی مسلمان کے پاس ودیعت رکھا ہے اور وہ حربی دارالاسلام آ کر مسلمان ہو گیا پھر دارالحرب پر قبضہ ہو گیا تو یہ ساری چیزیں فئے ہوں گے۔ رہا اس کی بیوی اور بڑی اولاد کا فئی ہونا تو ظاہر و باہر ہے، کیونکہ یہ سب بالغ حربی ہیں اور تابع نہیں ہیں نیز جب بیوی حاملہ ہے' تو جو بیوی کے

پیٹ میں حمل ہے وہ بھی فئی ہے اس دلیل کی سبب سے جو اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور اس کی چھوٹی اولاد اس سبب سے فئے ہوگی کہ صغیر اسی وقت اپنے باپ کے اسلام کے تابع ہو کر مسلمان ہوتا ہے جب وہ باپ کے قبضے اور اس کی ولایت میں ہو اور تباین دارین کے ہوتے ہوئے وہ صغیر باپ کے تابع نہیں ہو سکتا نیز اس کے اموال بھی اس کے اپنی ذات کو محرز کرنے سے محرز نہیں ہو سکتے، کیونکہ اختلاف دارین ہے لہٰذا سب کے سب فئے اور غنیمت ہو جائیں گے۔

اور جب حربی دارالحرب میں مسلمان ہو کر دارالاسلام آیا پھر دارالحرب پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو اس کی چھوٹی اولاد اپنے باپ کے تابع ہو کر آزاد اور مسلمان ہوگی، کیونکہ باپ کے مسلمان ہوتے وقت وہ سب اسی کی ولایت میں ہیں اس لیے کہ دار ایک ہے اور وہ مال جس کو اس نے مسلمان یا ذمی کے پاس ودیعت رکھا ہے وہ بھی اسی کا ہوگا' کیونکہ وہ مال قابل احترام قبضے میں ہے اور مسلمان یا ذمی کا قبضہ اس کے اپنے قبضے کی طرح ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ فئے ہوگا۔ رہی بیوی اور بالغ اولاد تو اس دلیل کی سبب سے فئے ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں اور وہاں وہ مال جو حربی کے قبضے میں ہے' تو اس سبب سے وہ فئے ہے کہ وہ مال محترم نہیں ہے، کیونکہ حربی کا قبضہ قابل احترام نہیں ہے۔

دارالحرب میں اسلام لانے والے کے قتل کا بیان

(وَاِذَا اَسْلَمَ الْحَرْبِیُّ فِی دَارِ الْحَرْبِ فَقَتَلَهُ مُسْلِمٌ عَمْدًا اَوْ خَطأً وَلَهُ وَرَثَةٌ مُسْلِمُوْنَ هُنَاكَ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ اِلَّا الْكَفَّارَةُ فِی الْخَطَأ) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ: تَجِبُ الدِّیَةُ فِی الْخَطَا وَالْقِصَاصُ فِی الْعَمْدِ؛ لِاَنَّهُ اَرَاقَ دَمًا مَعْصُوْمًا (لِوُجُودِ الْعَاصِمِ وَهُوَ الْاِسْلَامُ) لِكَوْنِهِ مُسْتَجْلِبًا لِلْكَرَامَةِ، وَهٰذَا؛ لِاَنَّ الْعِصْمَةَ اَصْلُهَا الْمُؤْثِمَةُ؛ لِحُصُولِ اَصْلِ الزَّجْرِ بِهَا وَهِیَ ثَابِتَةٌ اِجْمَاعًا، وَالْمُقَوِّمَةُ كَمَالٌ فِیهِ لِكَمَالِ الِامْتِنَاعِ بِهِ فَیَكُوْنُ وَصْفًا فِیهِ فَتَعَلَّقَ بِمَا عُلِّقَ بِهِ الْاَصْلُ.

وَلَنَا قَوْلُه تَعَالٰی (فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ) الْاٰیَةَ.

جَعَلَ التَّحْرِیرَ كُلَّ الْمُوجِبِ رُجُوعًا اِلٰی حَرْفِ الْفَاءِ اَوْ اِلٰی كَوْنِهِ كُلَّ الْمَذْكُورِ فَیَنْتَفِی غَیْرُهُ، وَلِاَنَّ الْعِصْمَةَ الْمُؤْثِمَةَ بِالْاٰدَمِیَّةِ لِاَنَّ الْاٰدَمِیَّ خُلِقَ مُتَحَمِّلًا اَعْبَاءَ التَّكْلِیفِ، وَالْقِیَامُ بِهَا بِحُرْمَةِ التَّعَرُّضِ، وَالْاَمْوَالُ تَابِعَةٌ لَهَا.

اَمَّا الْمُقَوِّمَةُ فَالْاَصْلُ فِیهَا الْاَمْوَالُ؛ لِاَنَّ التَّقَوُّمَ یُؤْذِنُ بِجَبْرِ الْفَائِتِ وَذٰلِكَ فِی الْاَمْوَالِ دُونَ النُّفُوسِ؛ لِاَنَّ مِنْ شَرْطِهِ التَّمَاثُلَ، وَهُوَ فِی الْمَالِ دُونَ النَّفْسِ فَكَانَتِ النُّفُوسُ تَابِعَةً، ثُمَّ الْعِصْمَةُ الْمُقَوِّمَةُ فِی الْاَمْوَالِ بِالْاِحْرَازِ بِالدَّارِ؛ لِاَنَّ الْعِزَّةَ بِالْمَنَعَةِ فَكَذٰلِكَ فِی النُّفُوسِ اِلَّا اَنَّ الشَّرْعَ اَسْقَطَ اعْتِبَارَ مَنَعَةِ الْكَفَرَةِ؛ لِمَا اَنَّهُ اَوْجَبَ اِبْطَالَهَا. وَالْمُرْتَدُّ وَالْمُسْتَاْمَنُ فِی دَارِنَا مِنْ اَهْلِ دَارِهِمْ حُكْمًا لِقَصْدِهِمَا الِانْتِقَالَ اِلَیْهَا.

اور جب کوئی دارالحرب میں اسلام لایا اور کسی مسلمان نے اسے عمداً یا خطاً قتل کر دیا اور دارالحرب میں اس کے مسلم ورثاء موجود ہوں تو قاتل پر قتل خطا میں کفارہ کے سوا کچھ نہیں واجب ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: قتل خطا میں دیت واجب ہے اور عمد میں قصاص، اس لیے کہ قاتل نے ایسا خون بہایا ہے جو عاصم یعنی اسلام کی سبب سے معصوم ہے کیونکہ اسلام کرامت و شرافت لے آتا ہے۔ یہ حکم اس سبب سے ہے کہ عصمت در حقیقت (قاتل کو) گنہ گار بنا دیتی ہے، اس لیے کہ عصمت سے زجر حاصل ہو جاتا ہے اور (مذکورہ نومسلم میں) یہ عصمت بالاتفاق ثابت ہے اور عصمت کا مقومہ ہونا زجر کا کمال ہے، کیونکہ اس کی سبب سے کمال امتناع حاصل ہوگا لہٰذا یہ کمال اس اصل میں وصف ہوگا لہٰذا جس چیز سے اصل متعلق ہے اسی سے وصف بھی متعلق ہوگا (یعنی اسلام سے دونوں متعلق ہوں گے)۔

ہماری دلیل اللہ تعالیٰ نے غلام آزاد کرنے کو پوری جزاء اور سزاء قرار دیا ہے حرف فاء کی طرف نظر کرتے ہوئے، یا اس لیے کہ جو مذکور ہے وہی پوری سزاء ہے، لہٰذا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ اور اس لیے کہ عصمت آدمی ہونے کی سبب سے گنہگار کرتی ہے، کیونکہ آدمی شریعت کے احکام بجالانے کے لیے پیدا ہی کیا گیا ہے اور چھیڑ خانی کا حرام ہونا بھی احکام بجالانے میں شامل ہے۔ رہے اموال تو وہ آدمیت کے تابع ہیں۔ اور عصمت اس لیے مقوم ہوتی ہے کہ اس میں اموال اصل ہوتے ہیں، کیونکہ متقوم ہونا فوت شدہ چیز کی تلافی کی خبر دیتا ہے اور یہ چیز اموال ہی میں ہوسکتی ہے، نفوس میں نہیں، اس لیے کہ جبر کے لیے تماثل شرط ہے اور یہ تماثل مال میں ہوسکتا ہے، نفوس میں نہیں ہوسکتا اس لیے (دیت میں) مال اصل ہے اور نفوس اموال کے تابع ہیں۔

پھر اموال کی عصمت مقومہ احراز بدارالاسلام سے ثابت ہوگی، کیونکہ عزت قوت سے حاصل ہوتی ہے اور نفوس کا بھی یہی حکم ہوگا، مگر شریعت نے کفار کی طاقت کا اعتبار ختم کر دیا ہے کیونکہ شریعت نے قوتِ کفار کا ابطال واجب کیا ہے۔ اور دارالاسلام کے مرتد اور مستامن حربیوں کے حکم میں ہیں، اس لیے کہ وہ دارالاسلام واپس جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

قتل خطاء میں وجوب دیت کا بیان

(وَمَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا خَطَأً لَا وَلِيَّ لَهُ أَوْ قَتَلَ حَرْبِيًّا دَخَلَ إِلَيْنَا بِأَمَانٍ فَأَسْلَمَ فَالدِّيَةُ عَلَى عَاقِلَتِهِ لِلْإِمَامِ وَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ) ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُومَةً خَطَأً فَتُعْتَبَرُ بِسَائِرِ النُّفُوسِ الْمَعْصُومَةِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ لِلْإِمَامِ أَنَّ حَقَّ الْأَخْذِ لَهُ ؛ لِأَنَّهُ لَا وَارِثَ لَهُ (وَإِنْ كَانَ عَمْدًا فَإِنْ شَاءَ الْإِمَامُ قَتَلَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الدِّيَةَ) ؛ لِأَنَّ النَّفْسَ مَعْصُومَةٌ، وَالْقَتْلَ عَمْدٌ، وَالْوَلِيَّ مَعْلُومٌ وَهُوَ الْعَامَّةُ أَوْ السُّلْطَانُ .

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ) وَقَوْلُهُ وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الدِّيَةَ مَعْنَاهُ بِطَرِيقِ الصُّلْحِ ؛ لِأَنَّ مُوجِبَ الْعَمْدِ وَهُوَ الْقَوَدُ عَيْنًا، وَهَذَا ؛ لِأَنَّ الدِّيَةَ أَنْفَعُ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ مِنْ الْقَوَدِ فَلِهَذَا كَانَ لَهُ وِلَايَةُ الصُّلْحِ عَلَى الْمَالِ (وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَعْفُوَ) ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لِلْعَامَّةِ

وَوِلَايَتُهُ نَظَرِيَّةٌ وَلَيْسَ مِنَ النَّظَرِ إِسْقَاطُ حَقِّهِمْ مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ .

جب کسی نے ایسے مسلمان کو خطاً قتل کیا جس کا کوئی ولی نہ ہو یا ایسے حربی کو قتل کیا جو امان لے کر دار الاسلام آیا ہو اور پھر مسلمان ہو گیا تو قاتل کے عاقلہ پر واجب ہے کہ امام کو مقتول کی دیت ادا کریں اور قاتل پر کفارہ ہوگا، کیونکہ اس نے نفس معصومہ کو خطاً قتل کیا ہے، لہٰذا اسے تمام نفوسِ معصومہ پر قیاس کیا جائے گا۔ اور ماتن کے قول للامام کا مطلب یہ ہے کہ دیت لینے کا حق اسی کو ہے، کیونکہ مقتول کا کوئی وارث نہیں ہے۔ اور جب قتل عمد ہو تو جب امام چاہے تو قاتل کو قتل کر دے اور جب چاہے تو اس سے دیت لے، کیونکہ نفس معصوم ہے، قتل عمد ہے اور ولی متعین ہے اور وہ عوام ہیں یا امام ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "جس کا کوئی ولی نہ ہو، بادشاہ اس کا ولی ہے، اور ماتن کے قول کا مطلب یہ ہے کہ امام مصلحت کے طریقے پر دیت لے سکتا ہے، کیونکہ قتل عمد کا موجب قصاص ہی ہے، مگر اس مسئلے میں دیت مسلمانوں کے لیے قصاص سے زیادہ نفع بخش ہے، اسی لیے امام کو مال کے عوض صلح کرنے کی ولایت حاصل ہوگی، مگر اسے معاف کرنے کا حق نہیں ہوگا' کیونکہ اصل حق تو عوام کا ہے اور امام کی ولایت مبنی بر شفقت ہوتی ہے حالانکہ بغیر عوض کے عوام کا حق ساقط کرنے میں کوئی شفقت نہیں ہے۔

بَابُ الْعُشْرِ وَالْخَرَاجِ

﴿یہ باب عشر وخراج کے بیان میں ہے﴾

باب عشر وخراج کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے قبل حربی مستامن کے ذمی ہونے سے متعلق مسائل کو بیان کیا ہے اور یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اس پر لازم ہونے والا خراج اور اس کے احکام کو بیان کریں گے۔ البتہ عشر میں عبادت کا مفہوم پایا جاتا ہے اس کو اس کو خراج سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ عشر کا لغوی معنی دسواں حصہ ہے' جبکہ خراج کا لغوی معنی ہے ہر وہ چیز جو زمین یا غلام کے سبب پیداوار سے نکالی جائے اور اس کو وصول کیا جائے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ٦، ص ٦٤٢، حقانیہ ملتان)

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک عشر کا حکم شرعی

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ سے اختلاف ہے' کیونکہ آپ کے نزدیک علی الاطلاق عشر واجب ہے اور آپ کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ

(البقرہ، ٢٦٧)

اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو۔ اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔ اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے۔ اور تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ہر اس چیز میں عشر یعنی دسواں حصہ نکالنا واجب ہے' جو زمین سے پیدا ہو خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو لیکن بانس، لکڑی اور گھاس میں عشر واجب نہیں ہے اس بارے میں حضرت امام صاحب کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ **ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر**۔ زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز میں دسواں حصہ نکالنا واجب ہے۔

زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہونے کے لیے کسی مقدار معین کی شرط نہیں ہے اسی طرح سال گزرنے کی بھی قید نہیں بلکہ جس قدر بار درواجب بھی پیداوار ہو گی اسی وقت دسواں حصہ نکالنا واجب ہو جائے گا دوسرے مالوں کے برخلاف کہ ان میں زکوٰۃ اسی وقت

واجب ہوتی ہے جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اور ان پر ایک سال پورا گزر جائے۔

زمین کی پیداوار پر عشر دینے میں فقہی بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس چیز کو آسمان نے یا چشموں نے سیراب کیا ہو یا خود زمین سرسبز وشاداب ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور جس زمین کو بیلوں یا اونٹوں کے ذریعے کنویں سے سیراب کیا گیا ہو تو اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ واجب ہے۔ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جو زمین بارش سے سیراب کی جاتی ہو یا چشموں، نہروں اور ندی نالوں کے ذریعے اس میں پانی آتا ہو تو ایسی زمین سے جو بھی غلہ وغیرہ پیدا ہوگا اس میں سے دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دینا واجب ہوگا۔

عشری اس زمین کو کہتے ہیں جس کو عاثور سیراب کیا جائے اور عاثور اس گڑھے کو کہتے ہیں جو زمین پر بطور تالاب کھودا جاتا ہے اس میں سے کھیتوں وغیرہ میں پانی لے جاتے ہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ عشری اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے قریب ہونے کی سبب سے ہمیشہ تروتازہ اور سرسبز وشاداب رہتی ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے انہیں ان کے والد نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ وہ زمین جس کو آسمان (بارش کا پانی) یا چشمہ سیراب کرتا ہو۔ یا وہ خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو تو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ لیا جائے اور وہ زمین جس کو کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو تو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے کہا: یہ حدیث یعنی عبداللہ بن عمر کی حدیث کہ جس کھیتی میں آسمان کا پانی دیا جائے دسواں حصہ ہے پہلی حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی کوئی مقدار مذکور نہیں ہے اور اس میں مذکور ہے۔ اور زیادتی قبول کی جاتی ہے۔ اور گول مول حدیث کا حکم صاف صاف حدیث کے موافق لیا جاتا ہے جب اس کا راوی ثقہ ہو۔ جس طرح فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی، لیکن بلال رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ آپ نے نماز (کعبہ میں) پڑھی تھی۔ اس موقع پر بھی بلال رضی اللہ عنہ کی بات قبول کی گئی اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑ دیا گیا۔

اصول حدیث میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ثقہ اور ضابط شخص کی زیادتی مقبول ہے۔ اسی بنا پر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا کون سا حصہ لیا جائے گا یعنی دسواں حصہ یا بیسواں حصہ اس حدیث یعنی ابن عمر کی حدیث میں زیادتی ہے، تو یہ زیادتی واجب القبول ہوگی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے یہ حدیث یعنی ابوسعید کی حدیث پہلی حدیث یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے، کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نصاب کی مقدار مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ لیے جانے کا اس میں ذکر ہے۔ خواہ پانچ وسق ہو یا اس سے کم ہو۔ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تفصیل ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ زیادتی ہے۔ اور زیادتی ثقہ اور معتبر راوی کی مقبول ہے۔

زمینی پیداوار میں قید وسق میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غلہ اور پھلوں کے نصاب عشر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک، امام

شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک پانچ وسق کو نصاب قرار دیا گیا ہے جبکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک وسق کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ زمینی پیداوار میں جس بھی پھل اور سبزیاں ہیں ان کی مقدار کے مطابق ان میں عشر یا نصف عشر دینا واجب ہے۔
(المغنی، ج ۲، ص ۲۹۰، بیروت)

عرب کی ساری زمین کے عشری ہونے کا بیان

قَالَ: (اَرْضُ الْعَرَبِ كُلُّهَا اَرْضُ عُشْرٍ، وَهِيَ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ اِلٰى اَقْصٰى حَجَرٍ بِالْيَمَنِ بِمَهْرَةَ اِلٰى حَدِّ الشَّامِ وَالسَّوَادُ اَرْضُ خَرَاجٍ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعُذَيْبِ اِلٰى عَقَبَةِ حُلْوَانَ، وَمِنَ الثَّعْلَبِيَّةِ وَيُقَالُ مِنَ الْعَلْثِ اِلٰى عَبَّادَانَ) ؛ لِاَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِينَ لَمْ يَاْخُذُوا الْخَرَاجَ مِنْ اَرَاضِي الْعَرَبِ، وَلِاَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْفَيْءِ فَلَا يَثْبُتُ فِي اَرَاضِيهِمْ كَمَا لَا يَثْبُتُ فِي رِقَابِهِمْ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ وَضْعَ الْخَرَاجِ مِنْ شَرْطِهِ اَنْ يُقَرَّ اَهْلُهَا عَلَى الْكُفْرِ كَمَا فِي سَوَادِ الْعِرَاقِ وَمُشْرِكُو الْعَرَبِ لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ اِلَّا الْاِسْلَامُ اَوْ السَّيْفُ، وَعُمَرُ حِينَ فَتَحَ السَّوَادَ وَضَعَ الْخَرَاجَ عَلَيْهَا بِمَحْضَرٍ مِنْ الصَّحَابَةِ، وَوَضَعَ عَلٰى مِصْرَ حِينَ افْتَتَحَهَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَكَذَا اجْتَمَعَتْ الصَّحَابَةُ عَلٰى وَضْعِ الْخَرَاجِ عَلَى الشَّامِ .

عرب کی پوری زمین عشری ہے جو عذیب سے لے کر شام کی سرحد تک یمن میں مہرہ پتھر کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور سواد عراق کی زمین خراجی ہے جو عذیب سے لے کر عقبہ حلوان تک ہے اور ثعلبہ یا علث سے لے کر عبادان تک ہے، اس لیے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے اور خلفائے راشدین نے عرب کی زمینوں سے خراج نہیں لیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ خراج فئے کے درجے میں ہے، لہٰذا جس طرح عرب والوں کی ذات میں خراج نہیں ہے اسی طرح ان کی زمینوں میں بھی خراج نہیں ہوگا۔ یہ حکم اس سبب سے ہے کہ خراج کی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ خراجی زمین والوں کو کفر پر باقی چھوڑ دیا جاتا ہے جیسا کہ سواد عراق میں ہوا ہے حالانکہ مشرکین عرب سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا تلوار سے فیصلہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سواد عراق کو فتح کیا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اس کے اہل پر خراج مقرر فرمایا تھا، اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کیا تو اس پر خراج مقرر فرمایا نیز ملک شام پر خراج مقرر کرنے کے حوالے سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہوئے تھے۔

اہلِ سواد کی زمینوں کا بیان

قَالَ: (وَاَرْضُ السَّوَادِ مَمْلُوكَةٌ لِاَهْلِهَا يَجُوزُ بَيْعُهُمْ لَهَا وَتَصَرُّفُهُمْ فِيهَا) ؛ لِاَنَّ الْاِمَامَ اِذَا فَتَحَ اَرْضًا عَنْوَةً وَقَهْرًا لَهُ اَنْ يُقِرَّ اَهْلَهَا عَلَيْهَا وَيَضَعَ عَلَيْهَا وَعَلٰى رُءُوسِهِمْ الْخَرَاجَ فَتَبْقَى الْاَرَاضِي مَمْلُوكَةً لِاَهْلِهَا وَقَدْ قَدَّمْنَاهُ مِنْ قَبْلُ .

فرمایا: سواد والوں کی زمین ان کی مملوکہ ہے حتی کہ ان کے لیے زمین کو فروخت کرنا اور اس میں تصرف کرنا سب جائز ہے، اس لیے کہ امام جب غلبہ اور زور سے کسی زمین کو فتح کرتا ہے تو اسے یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کے باشندوں کو وہیں رہنے دے اور اس زمین پر اور وہاں کے باشندوں پر خراج متعین کردے اور وہ زمین وہاں کے لوگوں کی مملوک رہیں۔ اور اس سے پہلے ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

غازیوں میں تقسیم کردہ زمین کے عشری ہونے کا بیان

قَالَ (: وَكُلُّ اَرْضٍ اَسْلَمَ اَهْلُهَا اَوْ فُتِحَتْ عَنْوَةً وَقُسِمَتْ بَيْنَ الْغَانِمِيْنَ فَهِيَ اَرْضُ عُشْرٍ) ؛ لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلَى ابْتِدَاءِ التَّوْظِيفِ عَلَى الْمُسْلِمِ وَالْعُشْرُ اَلْيَقُ بِهٖ لِمَا فِيهِ مِنْ مَعْنَى الْعِبَادَةِ، وَكَذَا هُوَ اَخَفُّ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ بِنَفْسِ الْخَارِجِ .

فرمایا: وہ زمین جس کے باشندے اسلام لے آئیں یا قہراً فتح کر کے اسے غازیوں میں تقسیم کردیا جائے تو وہ عشری زمین ہے، کیونکہ اس زمین میں ابتداء مسلمان پر وظیفہ مقرر کرنے کی حاجت ہے اور عشر مسلمان کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ اس میں عبادت کے معنی ہیں نیز وہ اخف بھی ہے اس لیے اس کا تعلق صرف پیداوار سے ہوتا ہے۔

فتح کردہ زمین کے عشری ہونے کا بیان

(وَكُلُّ اَرْضٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً فَاُقِرَّ اَهْلُهَا عَلَيْهَا فَهِيَ اَرْضُ خَرَاجٍ) وَكَذَا اِذَا صَالَحَهُمْ ؛ لِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلَى ابْتِدَاءِ التَّوْظِيفِ عَلَى الْكَافِرِ وَالْخَرَاجُ اَلْيَقُ بِهٖ، وَمَكَّةُ مَخْصُوصَةٌ مِنْ هٰذَا، فَاِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَهَا عَنْوَةً وَتَرَكَهَا لِاَهْلِهَا، وَلَمْ يُوَظِّفِ الْخَرَاجَ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ كُلُّ اَرْضٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً فَوَصَلَ اِلَيْهَا مَاءُ الْاَنْهَارِ فَهِيَ اَرْضُ خَرَاجٍ، وَمَا لَمْ يَصِلْ اِلَيْهَا مَاءُ الْاَنْهَارِ وَاسْتُخْرِجَ مِنْهَا عَيْنٌ فَهِيَ اَرْضُ عُشْرٍ) ؛ لِاَنَّ الْعُشْرَ يَتَعَلَّقُ بِالْاَرْضِ النَّامِيَةِ، وَنَمَاؤُهَا بِمَائِهَا فَيُعْتَبَرُ السَّقْيُ بِمَاءِ الْعُشْرِ اَوْ بِمَاءِ الْخَرَاجِ .

اور وہ زمین جو قہراً فتح کی گئی اور اس کے باشندوں کو وہیں رہنے دیا گیا تو وہ خراجی زمین ہے اسی طرح جب ان لوگوں سے صلح کی گئی ہو، کیونکہ نزدیک پہلے کافر پر لگان مقرر کرنے کی ضرورت ہے اور خراج کافر کے زیادہ لائق ہے۔ اور مکہ مکرمہ اس حکم سے الگ ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قہراً فتح کر کے اہل مکہ کو وہیں رہنے دیا تھا اور ان پر خراج نہیں مقرر کیا تھا۔

جامع صغیر میں ہے کہ جو زمین قہراً فتح کی گئی ہو اور وہاں نہروں کا پانی جاتا ہو وہ خراجی ہے اور جہاں نہروں کا پانی نہ جاتا ہو، بلکہ اسی جگہ چشمہ نکالا گیا ہو تو وہ عشری زمین ہے، کیونکہ عشر کا تعلق پیدا کرنے والی زمین سے ہوتا ہے اور زمین کی پیداوار اس کے پانی سے ہوتی ہے لہٰذا عشری یا خراجی پانی سے سیراب کرنے پر عشر یا خراج کا اعتبار ہوگا۔

مردہ زمین کوزندہ کرنے پر عشری یا خراجی ہونے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَوَاتًا فَهِيَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ مُعْتَبَرَةٌ بِحَيِّزِهَا، فَاِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ اَرْضِ الْخَرَاجِ) وَمَعْنَاهُ بِقُرْبِهِ (فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ)، وَاِنْ كَانَتْ مِنْ حَيِّزِ اَرْضِ الْعُشْرِ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ (وَالْبَصْرَةُ عِنْدَهُ عُشْرِيَّةٌ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ)؛ لِاَنَّ حَيِّزَ الشَّيْءِ يُعْطٰى لَهُ حُكْمُهُ، كَفِنَاءِ الدَّارِ يُعْطٰى لَهُ حُكْمُ الدَّارِ حَتّٰى يَجُوْزَ لِصَاحِبِهَا الْاِنْتِفَاعُ بِهِ.

وَكَذَا لَا يَجُوْزُ اَخْذُ مَا قَرُبَ مِنَ الْعَامِرِ، وَكَانَ الْقِيَاسُ فِي الْبَصْرَةِ اَنْ تَكُوْنَ خَرَاجِيَّةً؛ لِاَنَّهَا مِنْ حَيِّزِ اَرْضِ الْخَرَاجِ، اِلَّا اَنَّ الصَّحَابَةَ وَظَّفُوْا عَلَيْهَا الْعُشْرَ فَتُرِكَ الْقِيَاسُ لِاِجْمَاعِهِمْ (وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اِنْ اَحْيَاهَا بِبِئْرٍ حَفَرَهَا اَوْ بِعَيْنٍ اسْتَخْرَجَهَا اَوْ مَاءِ دِجْلَةَ اَوِ الْفُرَاتِ اَوِ الْاَنْهَارِ الْعِظَامِ الَّتِيْ لَا يَمْلِكُهَا اَحَدٌ فَهِيَ عُشْرِيَّةٌ) وَكَذَا اِنْ اَحْيَاهَا بِمَاءِ السَّمَاءِ (وَاِنْ اَحْيَاهَا بِمَاءِ الْاَنْهَارِ الَّتِيْ احْتَفَرَهَا الْاَعَاجِمُ) مِثْلَ نَهْرِ الْمَلِكِ وَنَهْرِ يَزْدَجْرِدَ (فَهِيَ خَرَاجِيَّةٌ) لِمَا ذَكَرْنَا مِنِ اعْتِبَارِ الْمَاءِ اِذْ هُوَ السَّبَبُ لِلنَّمَاءِ وَلِاَنَّهُ لَا يُمْكِنُ تَوْظِيْفُ الْخَرَاجِ اِبْتِدَاءً عَلَى الْمُسْلِمِ كَرْهًا فَيُعْتَبَرُ فِيْ ذٰلِكَ الْمَاءُ؛ لِاَنَّ السَّقْيَ بِمَاءِ الْخَرَاجِ دَلَالَةُ الْتِزَامِهِ.

فرمایا: جس نے کسی مردہ زمین کوزندہ کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسکے قرب پر اس کا اعتبار ہوگا چنانچہ جب وہ خراجی زمین سے قریب ہوگی تو خراجی ہوگی اور جب عشری زمین سے قریب ہوگی تو عشری ہوگی۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حضرات صحابہ کرام کے اجماع سے بصرہ کی ساری زمین عشری ہے، اس لیے کہ حیز شی کو شی کا حکم دیدیا جاتا ہے جس طرح فنائے دار کو دار کا حکم دیدیا گیا ہے حتی کہ صاحب دار کے لیے فنائے دار سے نفع اٹھانا جائز ہوتا ہے نیز آبادی کے قریب جو زمین ہوتی ہے اس لینا جائز نہیں ہوتا۔

اور بصرہ کے متعلق قیاس یہ تھا کہ وہ خراجی زمین ہو، اس لیے کہ وہ خراجی زمین کے قریب ہے مگر حضرات صحابہ کرام نے بصرہ پر عشر مقرر فرمایا تھا اس لیے ان کے اجماع کی سبب سے قیاس کو ترک کردیا گیا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کنواں کھود کر یا چشمہ نکال کر کسی نے ارض موات کو سیراب کیا یا دجلہ اور فرات کے پانی سے اوران بڑی نہروں کے پانی سے سینچا جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا تو وہ عشری ہوگی، نیز جب آسمانی پانی سے زندہ کیا تو بھی وہ عشری ہوگی۔ اور جب ان نہروں کے پانی سے سیراب جنہیں شاہانِ عجم نے کھودوایا ہے جس طرح نہر ملک اور نہر یزدجرد تو وہ خراجی زمین ہوگی، اس دلیل کی سبب سے جو پانی کو معتبر ماننے کے سلسلے میں ہم بیان کرچکے ہیں، اس لیے کہ پانی ہی نماء کا سبب ہے اور اس لیے کہ شروع سے ہی زبردستی کر کے مسلمان پر خراج لازم کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے اس سلسلے میں پانی کا اعتبار ہوگا، کیونکہ خراجی پانی سے کھینچنا خراج کے لازم ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خراج مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (: وَالْخَرَاجُ الَّذِي وَضَعَهُ عُمَرُ عَلَى أَهْلِ السَّوَادِ مِنْ كُلِّ جَرِيبٍ يَبْلُغُهُ الْمَاءُ قَفِيزٌ هَاشِمِيٌّ وَهُوَ الصَّاعُ وَدِرْهَمٌ، وَمِنْ جَرِيبِ الرَّطْبَةِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ وَمِنْ جَرِيبِ الْكَرْمِ الْمُتَّصِلِ وَالنَّخِيلِ الْمُتَّصِلِ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) وَهَذَا هُوَ الْمَنْقُولُ عَنْ عُمَرَ، فَإِنَّهُ بَعَثَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ حَتَّى يَمْسَحَ سَوَادَ الْعِرَاقِ، وَجَعَلَ حُذَيْفَةَ مُشْرِفًا عَلَيْهِ، فَمَسَحَ فَبَلَغَ سِتًّا وَثَلَاثِينَ أَلْفَ أَلْفِ جَرِيبٍ وَوَضَعَ عَلَى ذَلِكَ مَا قُلْنَا، وَكَانَ ذَلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنْ الصَّحَابَةِ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ فَكَانَ إجْمَاعًا مِنْهُمْ .

وَلِأَنَّ الْمُؤَنَ مُتَفَاوِتَةٌ فَالْكَرْمُ أَخَفُّهَا مُؤْنَةً وَالْمَزَارِعُ أَكْثَرُهَا مُؤْنَةً وَالرُّطَبُ بَيْنَهُمَا، وَالْوَظِيفَةُ تَتَفَاوَتُ بِتَفَاوُتِهَا فَجُعِلَ الْوَاجِبُ فِي الْكَرْمِ أَعْلَاهَا وَفِي الزَّرْعِ أَدْنَاهَا وَفِي الرَّطْبَةِ أَوْسَطَهَا .

قَالَ: (وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنْ الْأَصْنَافِ كَالزَّعْفَرَانِ وَالْبُسْتَانِ وَغَيْرِهِ يُوضَعُ عَلَيْهَا بِحَسَبِ الطَّاقَةِ) ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ تَوْظِيفُ عُمَرَ وَقَدْ اعْتَبَرَ الطَّاقَةَ فِي ذَلِكَ فَنَعْتَبِرُهَا فِيمَا لَا تَوْظِيفَ فِيهِ .

قَالُوا: وَنِهَايَةُ الطَّاقَةِ أَنْ يَبْلُغَ الْوَاجِبُ نِصْفَ الْخَارِجِ لَا يُزَادُ عَلَيْهِ ؛ لِأَنَّ التَّنْصِيفَ عَيْنُ الْإِنْصَافِ لِمَا كَانَ لَنَا أَنْ نُقَسِّمَ الْكُلَّ بَيْنَ الْغَانِمِينَ .

اور خراج وہ ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل سواد پر مقرر فرمایا تھا وہ اس طرح تھا کہ ہر وہ جریب رطبہ سے پانچ درہم خراج واجب تھا اور ملے ہوئے انگور اور ملی ہوئی کھجور کی جریب سے دس دراہم تھے یہی حضرت عمر سے منقول ہے چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف کو سواد عراق کی پیائش کے لیے بھیجا اور حضرت حذیفہ کو وہاں کا نگراں مقرر کیا اور جب حضرت عثمان نے سواد عراق کی پیائش کی تو وہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب نکلا اور ہمارے بتائے ہوئے حساب کے مطابق انہوں نے اس پر خراج مقرر کیا اور یہ کام حضرات صحابہ کرام کی موجودگی میں ان کی نکیر کے بغیر ہوا تھا اس لیے ان کی طرف سے اس پر اجماع ہوگیا۔

اور اس لیے کہ زراعتی امور میں محنت اور صرفہ متفاوت ہوتا ہے لہٰذا انگور میں مونت سب سے کم ہوتی ہے اور اناج کی کھیتی میں سب سے زیادہ ہوتی ہے اور کھیرے ککڑی کی کھیتی میں اسط درجے کی مونت ہوتی ہے اور مونت کے متفاوت ہونے سے محصول میں بھی فرق ہوتا ہے، اسی لیے انگور میں سب سے زیادہ محصول مقرر کیا گیا ہے اور اناج کی کھیتی میں سب سے کم محصول لازم کیا ہے اور طبہ میں اسط درجے کا محصول مقرر کیا گیا ہے۔

امام قدوری فرمایا: ان کے علاوہ کھیتی کی سب دوسری اقسام ہیں جس طرح زعفران کی کھیتی اور باغ وغیرہ تو ان پر طاقت کے بقدر محصول مقرر کیا جائے گا، کیونکہ ان میں حضرت عمر سے کوئی وظیفہ ثابت نہیں ہے اور حضرت عمر نے اس سلسلے میں طاقت کا اعتبار کیا

ہے، لہٰذا جن میں توظیف نہیں ہے وہاں ہم بھی زمین کی طاقت کا اعتبار کریں گے۔
حضرات مشائخ فرمایا طاقت کی انتہاء یہ ہے کہ واجب کردہ مقدار پیداوار کے نصف تک پہنچے اور اس سے زیادہ نہ ہونے پائے، کیونکہ نصف مقرر کرنے ہی عین انصاف ہے کیونکہ ہمیں یہ بھی حق تھا کہ ہم پوری زمین غازیوں میں تقسیم کر دیں۔

بستان کی تعریف کا بیان

وَالْبُسْتَانُ كُلُّ اَرْضٍ يَحُوطُهَا حَائِطٌ وَفِيهَا نَخِيلٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَاَشْجَارٌ اُخَرُ، وَفِي دِيَارِنَا وَظَّفُوا مِنَ الدَّرَاهِمِ فِي الْاَرَاضِي كُلِّهَا وَتُرِكَ كَذٰلِكَ ؛ لِاَنَّ التَّقْدِيرَ يَجِبُ اَنْ يَكُونَ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ كَانَ .

اور بستان ہر وہ زمین ہے جس کو چاروں طرف سے دیوار گھیرے ہو اور اس میں مختلف قسم کے درخت اور پیڑ ہوں۔ اور ہمارے علاقے میں تمام زمینوں میں دارہم سے وظیفہ لیا جاتا ہے اور اوپر بیان کردہ طریقہ متروک کر دیا گیا ہے، اس لیے جو مقدار مقرر ہے وہ یہ ہے کہ بقدر طاقت ہو خواہ کسی بھی جنس سے ہو۔

امام کا موصول کو کم کرنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ لَمْ تُطِقْ مَا وُضِعَ عَلَيْهَا نَقَصَهُمُ الْاِمَامُ) وَالنُّقْصَانُ عِنْدَ قِلَّةِ الرِّيعِ جَائِزٌ بِالْاِجْمَاعِ ؛ اَلَا تَرَى اِلَى قَوْلِ عُمَرَ: لَعَلَّكُمَا حَمَّلْتُمَا الْاَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ، فَقَالَا: لَا بَلْ حَمَّلْنَاهَا مَا تُطِيقُ، وَلَوْ زِدْنَا لَاَطَاقَتْ .وَهٰذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ النُّقْصَانِ،
وَاَمَّا الزِّيَادَةُ عِنْدَ زِيَادَةِ الرِّيعِ يَجُوزُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ اعْتِبَارًا بِالنُّقْصَانِ، وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لَا يَجُوزُ ؛ لِاَنَّ عُمَرَ لَمْ يَزِدْ حِينَ اُخْبِرَ بِزِيَادَةِ الطَّاقَةِ، (وَاِنْ غَلَبَ عَلَى اَرْضِ الْخَرَاجِ الْمَاءُ اَوْ انْقَطَعَ الْمَاءُ عَنْهَا اَوْ اصْطَلَمَ الزَّرْعَ آفَةٌ فَلَا خَرَاجَ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ فَاتَ التَّمَكُّنُ مِنَ الزِّرَاعَةِ، وَهُوَ النَّمَاءُ التَّقْدِيرِيُّ الْمُعْتَبَرُ فِي الْخَرَاجِ، وَفِيمَا اِذَا اصْطَلَمَ الزَّرْعَ آفَةٌ فَاتَ النَّمَاءُ التَّقْدِيرِيُّ فِي بَعْضِ الْحَوْلِ وَكَوْنُهُ نَامِيًا فِي جَمِيعِ الْحَوْلِ شَرْطٌ كَمَا فِي مَالِ الزَّكَاةِ اَوْ يُدَارُ الْحُكْمُ عَلَى الْحَقِيقَةِ عِنْدَ خُرُوجِ الْخَارِجِ .

فرمایا اور جب زمین پر لگایا گیا محصول زمین کی برداشت سے باہر ہو تو امام محصول کو کم کر دے۔ اور پیداوار کم ہونے کی صورت میں محصول کم کرنا بالاتفاق جائز ہے کیا تمہیں حضرت عمر کا وہ فرمان نظر نہیں آتا (جو انہوں نے حضرت حذیفہ اور حضرت عثمان بن حنیف کو جاری کیا تھا) شاید دونوں نے زمین پر اتنا محصول لگا دیا جو اس کی طاقت سے خارج ہے تو انہوں نے عرض کیا نہیں ہم نے تو اس کی طاقت کے مطابق محصول لگایا ہے اور جب اس سے زیادہ محصول لگا دیتے تو بھی زمین اسے برداشت کر لیتی۔ یہ

قول جواز نقصان کی دلیل ہے۔

پیداوار زیادہ ہونے کی صورت میں امام محمد کے نزدیک کمی پر قیاس کرتے ہوئے محصول میں اضافہ کرنا جائز ہے، مگر امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے، کیونکہ جب حضرت عمر کو پیداوار زیادہ ہونے کی خبر دی گئی تو انہوں نے محصول میں اضافہ نہیں فرمایا تھا۔ اور جب خراجی زمین میں بہت زیادہ پانی بھر گیا یا اس کا پانی خشک ہو گیا یا کسی آفت نے کھیتی کو تباہ و برباد کر دیا تو اس سے کچھ تباہ ہو جائے' تو نمائے تقدیری بعض سال میں فوت ہو گیا حالانکہ اس کا پورے سال نامی ہونا (واجب خراج کے لیے) شرط ہے' جس طرح کہ مال زکوۃ میں ہے۔ یا پیداوار ظاہر ہونے کی صورت میں حکم کا مدار حقیقی نما پر رکھا جائے گا۔

مالک کا زمین کو بیکار چھوڑنے کے باوجود خراج کا بیان

قَالَ (وَإِنْ عَطَّلَهَا صَاحِبُهَا فَعَلَيْهِ الْخَرَاجُ) ؛ لِأَنَّ التَّمَكُّنَ كَانَ ثَابِتًا وَهُوَ الَّذِي فَوَّتَهُ .

قَالُوا: مَنْ انْتَقَلَ إِلَى أَخَسِّ الْأَمْرَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَعَلَيْهِ خَرَاجُ الْأَعْلَى ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِي ضَيَّعَ الزِّيَادَةَ، وَهَذَا يُعْرَفُ وَلَا يُفْتَى بِهِ كَيْ لَا يَتَجَرَّأَ الظَّلَمَةُ عَلَى أَخْذِ أَمْوَالِ النَّاسِ .

فرمایا: اور جب مالک زمین کو بے کار چھوڑ دے تو اس پر خراج لازم ہوگا، کیونکہ اسے زراعت پر قدرت حاصل تھی اور اس نے (جان بوجھ کر) اسے فوت کر دیا۔ حضرات مشائخ نے فرمایا: جو شخص عذر کے بغیر دو امروں میں سے خسیس امر کی طرف مائل ہوا تو اس پر اعلی خراج لازم ہوگا، کیونکہ اس نے زیادہ کو ضائع کر دیا ہے۔ یہ صرف معلوم کرنے کے لیے ہے، فتوی کے لیے نہیں ہے۔ تاکہ ظالم حکام لوگوں کا مال لینے میں جرات نہ کر بیٹھیں۔

مسلمان ہونے کے باوجود وصول خراج کا بیان

(وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْخَرَاجِ أُخِذَ مِنْهُ الْخَرَاجُ عَلَى حَالِهِ) ؛ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْمُؤْنَةِ فَيُعْتَبَرُ مُؤْنَةً فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ فَأَمْكَنَ إِبْقَاؤُهُ عَلَى الْمُسْلِمِ (وَيَجُوزُ أَنْ يَشْتَرِيَ الْمُسْلِمُ أَرْضَ الْخَرَاجِ مِنْ الذِّمِّيِّ وَيُؤْخَذَ مِنْهُ الْخَرَاجُ لِمَا قُلْنَا)، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الصَّحَابَةَ اشْتَرَوْا أَرَاضِيَ الْخَرَاجِ وَكَانُوا يُؤَدُّونَ خَرَاجَهَا، فَدَلَّ عَلَى جَوَازِ الشِّرَاءِ وَأَخْذِ الْخَرَاجِ وَأَدَائِهِ لِلْمُسْلِمِ مِنْ غَيْرِ كَرَاهَةٍ (وَلَا عُشْرَ فِي الْخَارِجِ مِنْ أَرْضِ الْخَرَاجِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا ؛ لِأَنَّهُمَا حَقَّانِ مُخْتَلِفَانِ وَجَبَا فِي مَحَلَّيْنِ بِسَبَبَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ فَلَا يَتَنَافَيَانِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ فِي أَرْضِ مُسْلِمٍ)، وَلِأَنَّ أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ الْعَدْلِ وَالْجَوْرِ لَمْ يَجْمَعْ بَيْنَهُمَا، وَكَفَى بِإِجْمَاعِهِمْ حُجَّةً ؛ وَلِأَنَّ الْخَرَاجَ يَجِبُ فِي أَرْضٍ فُتِحَتْ عَنْوَةً قَهْرًا، وَالْعُشْرُ فِي أَرْضٍ أَسْلَمَ أَهْلُهَا طَوْعًا، وَالْوَصْفَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي

أَرْضٍ وَاحِدَةٍ، وَسَبَبُ الْحَقَّيْنِ وَاحِدٌ وَهُوَ الْأَرْضُ النَّامِيَةُ إِلَّا أَنَّهُ يُعْتَبَرُ فِي الْعُشْرِ تَحْقِيقًا وَفِي الْخَرَاجِ تَقْدِيرًا، وَلِهٰذَا يُضَافَانِ إِلَى الْأَرْضِ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الزَّكَاةُ مَعَ أَحَدِهِمَا.

اور اہل خراج میں سے جو شخص مسلمان ہو جائے اس سے بدستور خراج لیا جاتا رہے گا، اس لیے کہ خراج میں مونت کے معنی ہیں، لہٰذا حالت بقاء میں اسے مونت ہی مانا جائے گا اور مسلمان پر اس کو باقی رکھنا ممکن ہوگا۔

مسلمانوں کے لیے ذمی سے خراجی زمین خریدنا جائز ہے اور اس مسلمان سے خراج لیا جائے گا اس دلیل کی سبب سے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے خراجی زمین خریدی ہیں اور وہ حضرات ان کا خراج ادا کیا کرتے تھے۔ حضرات صحابہ کا فعل اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان کے لیے خراجی زمین خریدنا، اس سے خراج لینا اور اسے مسلمانوں کو دینا بلا کراہت جائز ہے۔ خراجی زمین کی کی پیداوار میں عشر نہیں ہے،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: عشر اور خراج دونوں لئے جائیں گے اس لیے کہ دونوں دو مختلف حق ہیں جو دو الگ الگ سبب سے دو محل میں واجب ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے کے منافی نہیں ہوں گے۔ ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ایک مسلمان کی زمین میں عشر اور خراج جمع نہیں ہو سکتے، اور اس لیے کہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی بھی امام نے (خواہ وہ عادل ہو یا ظالم) ان دونوں کو جمع نہیں کیا ہے، اور ان کا اجماع حجت کے لیے کافی ہے۔ اور اس لیے کہ خراج ایسی زمین میں واجب ہوتا ہے، جس کو قہراً فتح کیا گیا ہو اور عشر اس زمین میں واجب ہوتا ہے، جس کے اہل بخوشی اسلام لے آئے ہوں اور یہ دونوں وصف ایک زمین میں جمع نہیں ہو سکتے۔

اور دونوں حقوق کا سبب ایک ہے اور وہ ارض نامیہ ہے، مگر عشر میں یہ سبب حقیقتاً معتبر ہے اور خراج میں تقدیراً معتبر ہے، اسی لیے دونوں زمین کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اسی اختلاف پر عشر یا خراج کے ساتھ زکوۃ کا اجتماع ہے۔ اور ایک سال میں پیداوار مکرر ہونے سے خراج مکرر نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت عمر نے اسے مکرر مقرر نہیں کیا ہے۔ برخلاف عشر کے کیونکہ عشر اسی وقت ثابت ہوگا جب ہر پیداوار میں سے عشر لیا جائے گا۔

سب سے بڑا مسئلہ قتل وقصاص کا ہے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمیوں کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔یعنی اگر مسلمان ذمی کو عمداً قتل کرڈالے تو مسلمان بھی اس کے بدلے قتل کیا جائے گا' اور اگر غلطی سے قتل کردے تو جو خون بہا مسلمان کے قتل بالخطا سے لازم آتا ہے وہی ذمی کے قتل سے بھی لازم آئے گا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذمیوں کے لئے اور جو قواعد مقرر کئے وہ نہایت فیاضانہ قواعد ہیں۔وہ تجارت میں مسلمانوں کی طرح ہر قسم کی تجارت کرسکتے ہیں اوران سے اسی شرح سے ٹیکس لیا جائے گا' جس طرح مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔جزیہ جوان آزاد ہیں کی محافظت کا ٹیکس ہے اس کی شرح، حسب حیثیت قائم کی جائے گی۔مفلس شخص جزیہ سے بالکل معاف ہے' اگر کوئی شخص جزیہ کا باقی دار ہوکر مرجائے' تو جزیہ ساقط ہوجائے گا۔ذمیوں کے معاملات انہی کی شریعت کے موافق فیصل کئے جائیں گے۔یہاں تک کہ مثلاً اگر کسی مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا' تو اسلامی گورنمنٹ اس نکاح کو اس کی شریعت کے موافق صحیح تسلیم کرے گی۔ذمیوں کی شہادت ان کے باہمی مقدمات میں قبول ہوگی۔

اب اس کے مقابلے اور ائمہ کے مسائل دیکھو۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی مسلمان کو، گو بے جرم اور عمداً کسی ذمی کو قتل کیا ہو تاہم وہ قصاص سے بری رہے گا۔صرف دیت دینی ہوگی۔یعنی مالی معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔وہ بھی مسلمان کی دیت کی ایک ثلث اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصف۔تجارت میں یہ سختی ہے کہ ذمی اگر تجارت کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جائے' تو سال میں جتنی بار لے جائے ہر بار اس سے نیا ٹیکس لیا جائے گا۔جزیہ کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ کسی حال میں ایک اشرفی سے کم نہیں ہوسکتا اور بوڑھے، اندھے، اپاہج، مفلس، تارک الدنیا تک اس سے معاف نہیں ہوسکتا۔بلکہ امام شافعیؒ سے ایک روایت ہے کہ جو شخص مفلس ہونے کی سبب سے جزیہ نہیں ادا کرسکتا وہ اسلام کی عملداری میں نہ رہنے پائے۔

خراج جوان پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مقرر کیا گیا تھا اس پر اضافہ ہوسکتا ہے مگر کمی نہیں ہوسکتی۔ذمیوں کی شہادت گو فریقین مقدمہ ذمی ہوں کسی حال میں مقبول نہیں اس مسئلہ میں امام مالکؒ و امام شافعیؒ دونوں متفق الرائے ہیں۔ذمی اگر کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے یا کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو تو اسی وقت اس کے تمام حقوق باطل ہوجائیں گے اور وہ کافر حربی سمجھا جائے گا۔

یہ تمام احکام ایسے سخت ہیں کہ جن کا تحمل ایک ضعیف سے ضعیف محکوم قوم بھی نہیں کرسکتی۔اور یہی سبب ہے کہ امام شافعیؒ وغیرہ کا مذہب سلطنت کے ساتھ نہ نبھا سکا۔مصر میں بے شبہ ایک مدت تک گورنمنٹ کا مذہب شافعیؒ تھا لیکن اس کا یہ نتیجہ تھا کہ عیسائی اور یہودی قومیں اکثر بغاوت کرتی رہیں۔

جزیہ کی اقسام کا فقہی بیان

(وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ: جِزْيَةٌ تُوضَعُ بِالتَّرَاضِي وَالصُّلْحِ فَتَتَقَدَّرُ بِحَسَبِ مَا يَقَعُ عَلَيْهِ الِاتِّفَاقُ) كَمَا (صَالَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى أَلْفٍ وَمِائَتَيْ حُلَّةٍ)، وَلِأَنَّ الْمُوجِبَ هُوَ التَّرَاضِي فَلَا يَجُوزُ التَّعَدِّي إلَى غَيْرِ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ الِاتِّفَاقُ (وَجِزْيَةٌ يَبْتَدِئُ الْإِمَامُ

وَضَعَهَا إِذَا غَلَبَ الْإِمَامُ عَلَى الْكُفَّارِ، وَاَقَرَّهُمْ عَلٰى اَمْلَاكِهِمْ، فَيَضَعُ عَلَى الْغَنِيِّ الظَّاهِرِ الْغِنٰى فِي كُلِّ سَنَةٍ ثَمَانِيَةً وَاَرْبَعِينَ دِرْهَمًا يَاْخُذُ مِنْهُمْ فِي كُلِّ شَهْرٍ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ .

وَعَلٰى وَسَطِ الْحَالِ اَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ دِرْهَمًا فِي كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمَيْنِ، وَعَلَى الْفَقِيرِ الْمُعْتَمِلِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا فِي كُلِّ شَهْرٍ دِرْهَمًا) وَهٰذَا عِنْدَنَا .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَضَعُ عَلٰى كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا اَوْ مَا يَعْدِلُ الدِّينَارَ، وَالْغَنِيُّ وَالْفَقِيرُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ (لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِمُعَاذٍ خُذْ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ وَحَالِمَةٍ دِينَارًا اَوْ عِدْلَهُ مَعَافِرَ) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ .وَلِاَنَّ الْجِزْيَةَ اِنَّمَا وَجَبَتْ بَدَلًا عَنِ الْقَتْلِ حَتّٰى لَا تَجِبَ عَلٰى مَنْ لَا يَجُوزُ قَتْلُهُ بِسَبَبِ الْكُفْرِ كَالذَّرَارِيِّ وَالنِّسْوَانِ، وَهٰذَا الْمَعْنٰى يَنْتَظِمُ الْفَقِيرَ وَالْغَنِيَّ .

وَمَذْهَبُنَا مَنْقُولٌ عَنْ عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِمْ اَحَدٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ؛ وَلِاَنَّهُ وَجَبَ نُصْرَةً لِلْمُقَاتِلَةِ فَتَجِبُ عَلَى التَّفَاوُتِ بِمَنْزِلَةِ خَرَاجِ الْاَرْضِ، وَهٰذَا لِاَنَّهُ وَجَبَ بَدَلًا عَنِ النُّصْرَةِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَذٰلِكَ يَتَفَاوَتُ بِكَثْرَةِ الْوَفْرِ وَقِلَّتِهِ، فَكَذَا اُجْرَتُهُ هُوَ بَدَلُهُ، وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلٰى اَنَّهُ كَانَ ذٰلِكَ صُلْحًا، وَلِهٰذَا اَمَرَهُ بِالْاَخْذِ مِنَ الْحَالِمَةِ وَاِنْ كَانَتْ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا الْجِزْيَةُ .

جزیہ کی دو اقسام ہیں (۱) وہ جزیہ جو آپسی رضامندی اور صلح سے مقرر کی جائے لہٰذا اس کی مقدار وہی ہوگی جو اتفاق رائے سے طے ہوئی ہو جس طرح آپ ﷺ نے اہل نجران سے ۱۲۰۰/ جوڑوں پر صلح فرمائی تھی اور اس لیے کہ مال واجب کرنے والی چیز آپسی رضامندی ہے لہٰذا جس پر اتفاق ہوا ہے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲) اور دوسری قسم وہ ہے جس کو امام کفار پر غلبہ پا کر انہیں ان کی املاک پر برقرار رکھتے ہوئے ابتداءً ان پر مقرر کردے، لہٰذا جس مالدار کی مالداری ظاہر ہو اس پر ہر سال ۴۸ دراہم مقرر کردے اور ان سے ہر ماہ چار دراہم لے۔ اور اسط درجے والے پر ۲۴/ دراہم مقرر کردے اور ہر ماہ دو دو درہم لیتا رہے اور کھاتے پیتے فقیر پر ۱۲ دراہم مقرر کردے اور ہر ماہ ایک دراہم لے لیا کرے۔ یہ تفصیل ہمارے نزدیک ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: ہر بالغ پر ایک دینار یا اس کے مساوی مال مقرر کردے اور اس میں غنی اور فقیر دونوں برابر ہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا تھا کہ ہر بالغ اور بالغہ سے ایک دینار یا اس کے برابر معافر لینا اور یہ فرمان کسی تفصیل کے بغیر ہے۔ اور اس لیے کہ جزیہ قتل کے عوض واجب ہوتا ہے حتی کہ کفر کی سبب سے جس کا قتل جائز نہ ہو اس پر جزیہ واجب نہیں ہوتا جس طرح نابالغ بچے اور عورتیں۔ اور یہ معنی فقیر اور غنی دونوں کو شامل ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور مہاجرین وانصار میں سے کسی نے ان پر نکیر نہیں کی ہے اور اس لیے بھی کہ جزیہ مجاہدین کی نصرت کے لیے واجب کیا گیا ہے، لہٰذا خراج ارض کی طرح جزیہ بھی متفاوت ہو کر واجب ہوگا نیز اس لیے بھی کہ جزیہ جان و مال کی نصرت کے

بدلے واجب ہوا ہے اور یہ چیز مال کی کمی اور زیادتی سے متفاوت ہوتی ہے لہٰذا اس کا بدل بھی متفاوت ہوگا۔

اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث صلح پر محمول ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو بالغہ عورت سے بھی جزیہ لینے کا حکم دیا تھا جب کہ عورت سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔

اہل کتاب اور مجوس پر جزیہ مقرر کرنے کا بیان

قَالَ (وَتُوضَعُ الْجِزْيَةُ عَلٰى اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمَجُوسِ) لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (مِنَ الَّذِينَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ) الْآيَةَ، (وَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِزْيَةَ عَلَى الْمَجُوسِ).

قَالَ: (وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ مِنَ الْعَجَمِ) وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ. هُوَ يَقُولُ: اِنَّ الْقِتَالَ وَاجِبٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (وَقَاتِلُوهُمْ) اِلَّا اَنَّا عَرَفْنَا جَوَازَ تَرْكِهٖ فِي حَقِّ اَهْلِ الْكِتَابِ بِالْكِتَابِ وَفِي حَقِّ الْمَجُوسِ بِالْخَبَرِ فَبَقِيَ مَنْ وَرَاءَهُمْ عَلَى الْاَصْلِ.

وَلَنَا اَنَّهٗ يَجُوزُ اسْتِرْقَاقُهُمْ فَيَجُوزُ ضَرْبُ الْجِزْيَةِ عَلَيْهِمْ اِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَشْتَمِلُ عَلٰى سَلْبِ النَّفْسِ مِنْهُمْ فَاِنَّهٗ يَكْتَسِبُ وَيُؤَدِّي اِلَى الْمُسْلِمِينَ وَنَفَقَتُهٗ فِي كَسْبِهٖ، (وَاِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَهُمْ وَنِسَاؤُهُمْ وَصِبْيَانُهُمْ فَيْءٌ) ؛ لِجَوَازِ اسْتِرْقَاقِهِمْ (وَلَا تُوضَعُ عَلٰى عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ مِنَ الْعَرَبِ وَلَا الْمُرْتَدِّينَ) لِاَنَّ كُفْرَهُمَا قَدْ تَغَلَّظَ، اَمَّا مُشْرِكُو الْعَرَبِ فَلِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَشَاَ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ وَالْقُرْآنُ نَزَلَ بِلُغَتِهِمْ فَالْمُعْجِزَةُ فِي حَقِّهِمْ اَظْهَرُ.

وَاَمَّا الْمُرْتَدُّ ؛ فَلِاَنَّهٗ كَفَرَ بِرَبِّهٖ بَعْدَمَا هُدِيَ لِلْاِسْلَامِ وَوَقَفَ عَلٰى مَحَاسِنِهٖ فَلَا يُقْبَلُ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ اِلَّا الْاِسْلَامُ اَوِ السَّيْفُ زِيَادَةً فِي الْعُقُوبَةِ.

وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ يُسْتَرَقُّ مُشْرِكُو الْعَرَبِ، وَجَوَابُهٗ مَا قُلْنَا (وَاِذَا ظُهِرَ عَلَيْهِمْ فَنِسَاؤُهُمْ وَصِبْيَانُهُمْ فَيْءٌ) لِاَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَرَقَّ نِسْوَانَ بَنِي حَنِيفَةَ وَصِبْيَانَهُمْ لَمَّا ارْتَدُّوا وَقَسَّمَهُمْ بَيْنَ الْغَانِمِينَ (وَمَنْ لَمْ يُسْلِمْ مِنْ رِجَالِهِمْ قُتِلَ) لِمَا ذَكَرْنَا.

فرمایا: اہل کتاب اور مجوس پر بھی جزیہ مقرر کیا جائے گا، اس لیے کہ ارشاد خداوندی ہے اہل کتاب سے جنگ کرو نزدیک تک کہ وہ جزیہ دینے لگیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس پر جزیہ مقرر فرمایا ہے اور عجم کے بت پرستوں پر بھی جزیہ لازم کیا جائے گا، اس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے وہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرمان کی سبب سے جنگ کرنا واجب ہے مگر ہم نے اہل کتاب کے حق میں ترک جنگ کے جواز کو کتاب اللہ سے اور مجوس کے حق میں اس جواز کو حدیث رسول اللہ سے پہچان ہے لہٰذا ان

کے ماسواء کے حق میں حکم اپنی اصل (جنگ) پر باقی رہا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بت پرستوں کو غلام بنانا جائز ہے لہٰذا ان پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کام ان کی ذات چھینے پر مشتمل ہے اس لیے کہ کافر کما کر اپنی کمائی مسلمانوں کو دیتا ہے اور اس کی کمائی سے اس کا خرچ پورا ہوتا ہے۔

اور جب جزیہ لازم کرنے سے پہلے مجوس اور اہل کتاب وغیرہ مغلوب ہو جائیں، تو وہ ان کی عورتیں اور ان کے بچے سب فئے ہوں گے، کیونکہ انہیں غلام بنانا جائز ہے۔ اور عرب کے بت پرستوں پر اور مرتدین پر جزیہ نہیں مقرر کیا جائے گا، اس لیے کہ ان کا کفر سخت ہو گیا ہے۔ رہے مشرکین عرب تو آپ ﷺ ان کے مابین پلے بڑھے ہیں اور ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے، لہٰذا ان کے حق میں بہت سے معجزے ظاہر ہوئے۔ رہا مرتد تو اس سبب سے کہ وہ اسلام کی ہدایت پا کر اور اس کی خوبیوں سے واقف ہونے کے بعد اس نے اپنے رب کا انکار کیا ہے اس لیے ان دونوں فریق سے اسلام اور تلوار کے علاوہ تیسرے کوئی چیز مقبول نہیں ہوگی۔ تا کہ ان کی سزا بھی سخت ہوگی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشرکینِ عرب کو غلام بنایا جا سکتا ہے، مگر اس کا جواب وہی ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ اور جب ان پر غلبہ ہو گیا تو ان کی عورتیں اور ان کے بچے فئے ہوں گے، اس لیے کہ بنو حنیف جب مرتد ہو گئے تھے تو حضرت صدیق اکبر نے ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو غلام بنا لیا تھا اور انہیں غازیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور ان کے مردوں میں سے جو اسلام قبول نہیں کریں گے انہیں قتل کر دیا جائے گا، اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔

جن لوگوں پر جزیہ نہیں ہے

(وَلَا جِزْيَةَ عَلَى امْرَأَةٍ وَلَا صَبِيٍّ) لِأَنَّهَا وَجَبَتْ بَدَلًا عَنِ الْقَتْلِ أَوْ عَنِ الْقِتَالِ وَهُمَا لَا يُقْتَلَانِ وَلَا يُقَاتِلَانِ لِعَدَمِ الْأَهْلِيَّةِ. قَالَ (وَلَا زَمِنٍ وَلَا أَعْمَى) وَكَذَا الْمَفْلُوجُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيرُ لِمَا بَيَّنَّا. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ تَجِبُ إِذَا كَانَ لَهُ مَالٌ لِأَنَّهُ يُقْتَلُ فِي الْجُمْلَةِ إِذَا كَانَ لَهُ رَأْيٌ (وَلَا عَلَى فَقِيرٍ غَيْرِ مُعْتَمِلٍ) خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ. لَهُ إِطْلَاقُ حَدِيثِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

وَلَنَا أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُوَظِّفْهَا عَلَى فَقِيرٍ غَيْرِ مُعْتَمِلٍ وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَلِأَنَّ خَرَاجَ الْأَرْضِ لَا يُوَظَّفُ عَلَى أَرْضٍ لَا طَاقَةَ لَهَا فَكَذَا هٰذَا الْخَرَاجُ، وَالْحَدِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى الْمُعْتَمِلِ (وَلَا تُوضَعُ عَلَى الْمَمْلُوكِ وَالْمُكَاتَبِ وَالْمُدَبَّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ) لِأَنَّهُ بَدَلٌ عَنِ الْقَتْلِ فِي حَقِّهِمْ وَعَنِ النُّصْرَةِ فِي حَقِّنَا، وَعَلَى اعْتِبَارِ الثَّانِي لَا تَجِبُ فَلَا تَجِبُ بِالشَّكِّ (وَلَا يُؤَدِّي عَنْهُمْ مَوَالِيهِمْ) لِأَنَّهُمْ تَحَمَّلُوا الزِّيَادَةَ بِسَبَبِهِمْ (وَلَا تُوضَعُ عَلَى الرُّهْبَانِ الَّذِينَ لَا يُخَالِطُونَ النَّاسَ) كَذَا ذَكَرَ هٰهُنَا.

وَذَكَرَ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُوضَعُ عَلَيْهِمْ إِنْ كَانُوا يَقْدِرُونَ عَلَى الْعَمَلِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي

يُوْسُفَ ـ وَجْهُ الْوَضْعِ عَلَيْهِمْ اَنَّ الْقُدْرَةَ عَلَى الْعَمَلِ هُوَ الَّذِى ضَيَّعَهَا فَصَارَ كَتَعْطِيلِ الْاَرْضِ الْخَرَاجِيَّةِ .

وَوَجْهُ الْوَضْعِ عَنْهُمْ اَنَّهُ لَا قَتْلَ عَلَيْهِمْ اِذَا كَانُوا لَا يُخَالِطُونَ النَّاسَ، وَالْجِزْيَةُ فِى حَقِّهِمْ لِاِسْقَاطِ الْقَتْلِ، وَلَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْمُعْتَمِلُ صَحِيحًا وَيَكْتَفِىْ بِصِحَّتِهِ فِى اَكْثَرِ السَّنَةِ .

بچہ اور عورت پر جزیہ نہیں ہے، اس لیے کہ جزیہ قتل یا قتل کے عوض واجب ہوا ہے اور بچہ اور عورت نہ تو قتل کیے جا سکتے ہیں اور نہ ہی جنگ کر سکتے ہیں، کیونکہ ان میں اہلیت معدوم ہوتی ہے۔ فرمایا: لنجے اور اندھے نیز اپاہج اور شیخ کبیر پر بھی جزیہ نہیں مقرر کیا جائے گا اس دلیل کی سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ جب اس کے پاس مال ہو تو جزیہ واجب ہوگا اس لیے کہ جب وہ لڑائی میں مشورہ دے سکتا ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اور اس فقیر پر بھی جزیہ نہیں ہے جس کی آمدنی اس کے ذاتی خرچ سے کم ہو۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کی دلیل حضرت معاذ کی حدیث ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان نے فقیر غیر معتمل پر جزیہ مقرر نہیں کیا ہے اور یہ حضرات صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا ہے۔ اور اس لیے کہ زمین کا خراج اس زمین پر نہیں لگایا جاتا جو زمین برداشت کرنے کے قابل نہ ہو اس طرح کی تخراج بھی اس شخص پر لازم نہیں ہوگا جو اسے برداشت نہ کر سکتا ہو۔ اور حضرت معاذ کی حدیث فقیر معتمل پر محمول ہے۔ مملوک، مکاتب، مدبر اور ام ولد جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جزیہ ان کے حق میں قتل کا بدل ہے اور ہمارے حق نصرت کا عوض ہے، اور دوسرے کے اعتبار پر ان پر جزیہ واجب نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا شک کی سبب سے جزیہ واجب نہیں ہوگا، اور ان غلاموں کی طرف سے ان کے مولی جزیہ ادا نہیں کریں گے، اس لیے کہ ان غلاموں کی سبب سے ان کے مولی کو زیادہ کا تحمل کرنا ہوگا۔ اور ان راہبوں پر بھی جزیہ مقرر نہیں کیا جائے گا یہی امام ابو یوسف کا قول ہے۔

ان پر جزیہ مقرر کرنے کی سبب یہ ہے کہ اس نے خود ہی کام کرنے کی صلاحیت وقدرت ضائع کر دی ہے تو یہ خراجی زمین کو برباد کرنے کی طرح ہو گیا۔ اور ان پر جزیہ واجب نہ کرنے کی سبب یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے میل جول نہ کرتے ہوں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا اور ان کے حق میں اسقاط قتل ہی کی سبب سے جزیہ واجب ہوتا ہے۔ اور معتمل کا صحیح سلامت ہونا ضروری ہے اور سال کے اکثر حصے میں اس کے صحیح ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

قبول اسلام کے سبب سقوط جزیہ کا بیان

(وَمَنْ اَسْلَمَ وَعَلَيْهِ جِزْيَةٌ سَقَطَتْ عَنْهُ) وَكَذٰلِكَ اِذَا مَاتَ كَافِرًا خِلَافًا لِلشَّافِعِىِّ فِيْهِمَا . لَهُ اَنَّهَا وَجَبَتْ بَدَلًا عَنِ الْعِصْمَةِ اَوْ عَنِ السُّكْنٰى وَقَدْ وَصَلَ اِلَيْهِ الْمُعَوَّضُ فَلَا يَسْقُطُ عَنْهُ الْعِوَضُ بِهٰذَا الْعَارِضِ كَمَا فِى الْاُجْرَةِ وَالصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (لَيْسَ عَلٰى مُسْلِمٍ جِزْيَةٌ) وَلِاَنَّهَا وَجَبَتْ عُقُوبَةً عَلَى الْكُفْرِ

وَلِهٰذَا تُسَمّٰى جِزْيَةً وَهِيَ وَالْجَزَاءُ وَاحِدٌ، وَعُقُوبَةُ الْكُفْرِ تَسْقُطُ بِالْإِسْلَامِ وَلَا تُقَامُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَلِأَنَّ شَرْعَ الْعُقُوبَةِ فِي الدُّنْيَا لَا يَكُونُ إِلَّا لِدَفْعِ الشَّرِّ وَقَدْ انْدَفَعَ بِالْمَوْتِ وَالْإِسْلَامِ ؛ وَلِأَنَّهَا وَجَبَتْ بَدَلًا عَنِ النُّصْرَةِ فِي حَقِّنَا وَقَدْ قَدَرَ عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ .

وَالْعِصْمَةُ تَثْبُتُ بِكَوْنِهِ آدَمِيًّا وَالذِّمِّيُّ يَسْكُنُ مِلْكَ نَفْسِهِ فَلَا مَعْنَى لِإِيجَابِ بَدَلِ الْعِصْمَةِ وَالسُّكْنٰى .

اور جو شخص مسلمان ہوگیا اس حال میں کہ اس پر جزیہ لازم تھا تو جزیہ ساقط ہوجائے گا اسی طرح جب وہ کافر ہو کر مرا تو بھی جزیہ ساقط ہوجائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا دونوں صورتوں میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ تو جان کی حفاظت میں اور صلح عن دم العمد میں ہوتا ہے۔ ہماری دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے "مسلمان پر جزیہ نہیں ہے" اور اس لیے کہ جزیہ کفر پر باقی رہنے کی سزاء ہے اسی لیے اس کو جزیہ کہا جاتا ہے اور جزیہ اور جزاء دونوں ایک ہیں۔ اور کفر کی سزاء اسلام کی سبب سے ساقط ہوجاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی سزاء جاری نہیں کی جاتی۔ اور اسی لیے کہ جزیہ ہمارے حق میں بدل عن النصرۃ ہے اور اسلام لانے کے بعد وہ شخص بذات خود نصرت پر قادر ہوگیا ہے۔ اور عصمت تو اس کے آدمی ہونے کی سبب سے ثابت ہے۔ اور ذمی اپنے نفس کی ملکیت میں رہتا ہے، لہٰذا عصمت اور سکونت کے عوض جزیہ واجب کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

دو جزیوں میں تداخل کا بیان

(وَإِنِ اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْحَوْلَانِ تَدَاخَلَتْ . وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَمَنْ لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ خَرَاجُ رَأْسِهِ حَتّٰى مَضَتِ السَّنَةُ وَجَاءَتْ سَنَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُؤْخَذْ) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: يُؤْخَذُ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ (وَإِنْ مَاتَ عِنْدَ تَمَامِ السَّنَةِ لَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا، وَكَذٰلِكَ إِنْ مَاتَ فِي بَعْضِ السَّنَةِ) أَمَّا مَسْأَلَةُ الْمَوْتِ فَقَدْ ذَكَرْنَاهَا . وَقِيلَ خَرَاجُ الْأَرْضِ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ . وَقِيلَ لَا تَدَاخُلَ فِيهِ بِالِاتِّفَاقِ .

لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ أَنَّ الْخَرَاجَ وَجَبَ عِوَضًا، وَالْأَعْوَاضُ إِذَا اجْتَمَعَتْ وَأَمْكَنَ اسْتِيفَاؤُهَا تُسْتَوْفٰى، وَقَدْ أَمْكَنَ فِيمَا نَحْنُ فِيهِ بَعْدَ تَوَالِي السِّنِينَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا أَسْلَمَ ؛ لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ اسْتِيفَاؤُهُ .

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهَا وَجَبَتْ عُقُوبَةً عَلَى الْإِصْرَارِ عَلَى الْكُفْرِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَلِهٰذَا لَا يُقْبَلُ مِنْهُ لَوْ بَعَثَ عَلٰى يَدِ نَائِبِهِ فِي أَصَحِّ الرِّوَايَاتِ، بَلْ يُكَلَّفُ أَنْ يَأْتِيَ بِهِ بِنَفْسِهِ فَيُعْطِيَ قَائِمًا،

وَالقَابِضُ مِنهُ قَاعِدٌ.
وَفِي رِوَايَةٍ: يَأخُذُ بِتَلبِيبِهِ وَيَهُزُّهُ هَزًّا وَيَقُولُ: أَعطِ الجِزيَةَ يَا ذِمِّيُّ فَثَبَتَ أَنَّهُ عُقُوبَةٌ،
وَالعُقُوبَاتُ إِذَا اجتَمَعَت تَدَاخَلَت كَالحُدُودِ، وَلِأَنَّهَا وَجَبَت بَدَلًا عَنِ القَتلِ فِي حَقِّهِم وَعَنِ
النُّصرَةِ فِي حَقِّنَا كَمَا ذَكَرنَا، لَكِن فِي المُستَقبَلِ لَا فِي المَاضِي، لِأَنَّ القَتلَ إِنَّمَا يُستَوفَى
لِحِرَابٍ قَائِمٍ فِي الحَالِ لَا لِحِرَابٍ مَاضٍ، وَكَذَا النُّصرَةُ فِي المُستَقبَلِ، لِأَنَّ المَاضِيَ وَقَعَت
الغُنيَةُ عَنهُ.
ثُمَّ قَولُ مُحَمَّدٍ فِي الجِزيَةِ فِي الجَامِعِ الصَّغِيرِ وَجَاءَت سَنَةٌ أُخرَى، حَمَلَهُ بَعضُ المَشَايِخِ
عَلَى المُضِيِّ مَجَازًا، وَقَالَ: الوُجُوبُ بِآخِرِ السَّنَةِ، فَلَا بُدَّ مِنَ المُضِيِّ لِيَتَحَقَّقَ الِاجتِمَاعُ
فَتَتَدَاخَلَ. وَعِندَ البَعضِ هُوَ مُجرًى عَلَى حَقِيقَتِهِ،

اور جب کسی ذمی پر دو سال گذر جائیں تو وہ جزیوں میں تداخل ہو جائے گا۔ جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی ذمی سے
جزیہ نہ لیا گیا حتی کہ سال گذر گیا اور دوسرا سال آ گیا تو اس سے سال گذشتہ کا جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ یہ امام
ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ حضرات صاحبین فرمایا: اس سے سال گذشتہ کا بھی جزیہ لیا جائے گا یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی
قول ہے۔

اور جب سال پورا ہونے کے بعد وہ ذمی مر گیا تو کسی کے نزدیک بھی اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح جب سال
کے اندر مرا ہو۔ رہا موت کا مسئلہ تو ہم اسے بیان کر چکے ہیں اور کہا گیا کہ زمین کا خراج بھی اسی اختلاف پر ہے۔ اور دوسرا قول یہ
ہے کہ خراج ارض میں بالاتفاق تداخل نہیں ہوگا۔ مختلف فیہ مسئلے میں حضرات صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خراج عوض ہی ہوا کرتا
ہے اور اعواض جب جمع ہو جائیں اور ان کی وصولیابی ممکن ہو تو انہیں وصول کر لیا جائے گا۔ اور جس مسئلے میں ہم ہیں اس میں بھی
سال گذرنے کے بعد بھی وصولیابی ممکن ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب ذمی مسلمان ہو جائے، کیونکہ اس وقت استیفاء ناممکن
ہو جائے گا۔

حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ کفر پر مصر ہونے کی سبب سے بطور سزا مقرر ہوا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے
ہیں، اسی لیے جب ذمی اپنے نائب کے ہاتھ جزیہ بھیجے تو اصح الروایات میں اسے قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ بذات خود اسے لے کر
آنے کا مکلف بنایا جائے گا چنانچہ وہ لائے اور کھڑے ہو کر دے اور امام بیٹھ کر اس سے لے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام اس کے
سینے کے اوپری حصے کو پکڑ کر اسے حرکت دے اور یوں کہے اے ذمی مجھے جزیہ دے۔ ایک قول ہے عدو اللہ۔ تب معلوم ہوا کہ جزیہ
عقوبت ہے اور عقوبات جب جمع ہو جاتی ہیں تو ان میں تداخل ہو جاتا ہے جس طرح حدود میں تداخل ہو جاتا ہے۔
اور اس لیے کہ جزیہ ذمیوں کے حق میں قتل کا عوض ہے اور ہمارے حق میں نصرت کا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، مگر یہ مستقبل

کے لیے ہے ماضی کے لیے نہیں ہے، کیونکہ قتل اسی لڑائی کا وصول کی اجاتا ہے' جو فی الحال ہو رہی ہے نہ کہ گذشتہ لڑائی کا نیز نصرت بھی مستقبل سے متعلق ہے، اس لیے کہ ماضی سے تو استغناء ہو چکا ہوتا ہے، پھر جامع صغیر میں امام محمد کے قول وجائت کو بعض مشائخ نے دوسرا سال گذرنے پر محمول کیا ہے اور یوں فرمایا ہے: وجوبِ اداء تو آکر سال میں ہوتا ہے لہٰذا سال گذرنا ضروری ہے' تاکہ اجتماع ثابت ہو جائے اور تداخل ہو سکے۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک وہ حقیقت پر محمول ہے۔

ابتدائے سال میں وجوب جزیہ کا بیان

وَالْوُجُوبُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ بِاَوَّلِ الْحَوْلِ فَیَتَحَقَّقُ الِاجْتِمَاعُ بِمُجَرَّدِ الْمَجِیْءِ ۔وَالْاَصَحُّ اَنَّ الْوُجُوبَ عِنْدَنَا فِی ابْتِدَاءِ الْحَوْلِ، وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ فِی آخِرِهٖ اعْتِبَارًا بِالزَّکَاةِ ۔وَلَنَا اَنَّ مَا وَجَبَ بَدَلًا عَنْهُ لَا یَتَحَقَّقُ اِلَّا فِی الْمُسْتَقْبَلِ عَلٰی مَا قَرَّرْنَاهُ فَتَعَذَّرَ اِیجَابُهُ بَعْدَ مُضِیِّ الْحَوْلِ فَاَوْجَبْنَاهُ فِی اَوَّلِهٖ ۔

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک سال کے شروع میں وجوب ہو جاتا ہے لہٰذا دوسرا سال آتے ہی اجتماع ثابت ہو جائے گا' اور اصح یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ابتدائے سال میں وجوب ہوتا ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آخری سال میں وجوب ہوتا ہے زکوۃ پر قیاس کرتے ہوئے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو چیز قتل کے بدلے واجب ہوتی ہے وہ مستقبل ہی میں ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ہم اسے ثابت کر چکے ہیں لہٰذا سال گزرنے کے بعد اسے واجب کرنا ناممکن ہے اس لیے ہم نے ابتدائے سال میں اسے واجب کر دیا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل اہل ذمہ کے امور سکنہ کے بیان میں ہے﴾

فصل اہل ذمہ کے امور سکنہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب اہل ذمہ سے متعلق وہ احکام جو دارالاسلام میں ہوتے ہوئے لازم تھے ان کو بیان کردیا ہے تو اب انہوں نے ان امور کا بیان شروع کیا ہے جوان کے لئے جائز ہیں یا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ یعنی وہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے کن امور کو بجالائیں گے اور کن امور سے اجتناب ان کے لئے ضروری ہوگا اور وہ مسلمان حکومت کے معاہدہ جات کی رعایت کریں گے۔ لہٰذا احکام اہل ذمہ اوران پر واجب کردہ جزیہ اوراس کی وصولی کے بعدان احکام کو بیان کرنے کی فقہی مطابقت واضح ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ بتصرف، ج ۸، ص ۱۰۹، بیروت)

دارالاسلام میں بیعہ اور کنیسہ بنانے کی ممانعت کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ إِحْدَاثُ بِيعَةٍ وَلَا كَنِيسَةٍ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ) ؛ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا خِصَاءَ فِي الْإِسْلَامِ وَلَا كَنِيسَةَ) وَالْمُرَادُ إِحْدَاثُهَا (وَإِنْ انْهَدَمَتْ الْبِيَعُ وَالْكَنَائِسُ الْقَدِيمَةُ أَعَادُوهَا) لِأَنَّ الْأَبْنِيَةَ لَا تَبْقَى دَائِمًا، وَلَمَّا أَقَرَّهُمْ الْإِمَامُ فَقَدْ عَهِدَ إلَيْهِمْ الْإِعَادَةَ إلَّا أَنَّهُمْ لَا يُمَكَّنُونَ مِنْ نَقْلِهَا ؛ لِأَنَّهُ إحْدَاثٌ فِي الْحَقِيقَةِ، وَالصَّوْمَعَةُ لِلتَّخَلِّي فِيهَا بِمَنْزِلَةِ الْبِيعَةِ، بِخِلَافِ مَوْضِعِ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْتِ ؛ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلسُّكْنَى، وَهَذَا فِي الْأَمْصَارِ دُونَ الْقُرَى ؛ لِأَنَّ الْأَمْصَارَ هِيَ الَّتِي تُقَامُ فِيهَا الشَّعَائِرُ فَلَا تُعَارَضُ بِإِظْهَارِ مَا يُخَالِفُهَا .

وَقِيلَ فِي دِيَارِنَا يُمْنَعُونَ مِنْ ذَلِكَ فِي الْقُرَى أَيْضًا ؛ لِأَنَّ فِيهَا بَعْضَ الشَّعَائِرِ، وَالْمَرْوِيُّ عَنْ صَاحِبِ الْمَذْهَبِ فِي قُرَى الْكُوفَةِ لِأَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِهَا أَهْلُ الذِّمَّةِ .

وَفِي أَرْضِ الْعَرَبِ يُمْنَعُونَ مِنْ ذَلِكَ فِي أَمْصَارِهَا وَقُرَاهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا يَجْتَمِعُ دِينَانِ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ) .

دارالاسلام میں بیعہ اور کنیسہ بنانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اسلام میں خصی ہونا اور کنیسہ بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اس سے مراد از سرِ نو بنانا ہے۔ اور جب بیعہ اور پرانے کنیسہ منہدم ہو گئے ہوں، تو انہیں دوبارہ بنا سکتے

ہیں، کیونکہ عمارت ہمیشہ باقی نہیں رہتی اور جب امام نے ذمیوں کو (دارالاسلام میں) رہنے کا اختیار دیدیا ہے تو اس نے ان کی عبادت گاہ کو دوبارہ بنانے کا بھی عہد کرلیا ہے، مگر ذمیوں کو کنیسہ یا بیعہ منتقل کرنے کی قدرت نہیں دی جائے گی، اس لیے کہ نقل درحقیقت احداث ہے اور وہ صومعہ جو تخلیہ کے لیے ہوتا ہے وہ بیعہ کے درجے میں ہے۔ برخلاف گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ کے، کیونکہ یہ جگہ سکنی کے تابع ہوتی ہے اور یہ احکام شہروں کے ہیں، دیہات کے نہیں ہیں، کیونکہ شہروں میں شعائر قائم کیے جاتے ہیں لہٰذا دیہات میں کچھ کرنا ان شعائر کے مخالف نہیں ہوگا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہمارے علاقے میں دیہات میں بھی یہ کام کرنے سے انہیں روکا جائے گا، کیونکہ دیہات میں بھی کچھ شعائر ہوتے ہیں اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوفہ کے دیہات میں جائز ہے، کیونکہ وہاں کے اکثر باشندے ذمی ہیں اور سرزمین عرب کے شہروں اور دیہاتوں دونوں میں اس سے منع کیا جائے گا، اس لیے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جزیرۃ العرب میں دو دین اکٹھا نہیں ہوں گے"

اہل ذمہ سے مطالبہ امتیاز کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُؤْخَذُ اَهْلُ الذِّمَّةِ بِالتَّمَيُّزِ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ زِيِّهِمْ وَمَرَاكِبِهِمْ وَسُرُوْجِهِمْ وَقَلَانِسِهِمْ فَلَا يَرْكَبُوْنَ الْخَيْلَ وَلَا يَعْمَلُوْنَ بِالسِّلَاحِ . وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ: وَيُؤْخَذُ اَهْلُ الذِّمَّةِ بِاِظْهَارِ الْكُسْتِيجَاتِ وَالرُّكُوْبِ عَلَى السُّرُوْجِ الَّتِيْ هِيَ كَهَيْئَةِ الْاَكُفِ) وَاِنَّمَا يُؤْخَذُوْنَ بِذٰلِكَ اِظْهَارًا لِلصَّغَارِ عَلَيْهِمْ وَصِيَانَةً لِضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ ؛ وَلِاَنَّ الْمُسْلِمَ يُكْرَمُ، وَالذِّمِّيُّ يُهَانُ، وَلَا يُبْتَدَاُ بِالسَّلَامِ وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ الطَّرِيْقُ، فَلَوْ لَمْ تَكُنْ عَلَامَةٌ مُمَيِّزَةٌ فَلَعَلَّهُ يُعَامَلُ مُعَامَلَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ ؛ وَالْعَلَامَةُ يَجِبُ اَنْ تَكُوْنَ خَيْطًا غَلِيْظًا مِنَ الصُّوْفِ يَشُدُّهُ عَلٰى وَسَطِهِ دُوْنَ الزُّنَّارِ مِنَ الْاِبْرَيْسَمِ فَاِنَّهُ جَفَاءٌ فِيْ حَقِّ اَهْلِ الْاِسْلَامِ .

وَيَجِبُ اَنْ يَتَمَيَّزَ نِسَاؤُهُمْ عَنْ نِسَائِنَا فِي الطُّرُقَاتِ وَالْحَمَّامَاتِ، وَيُجْعَلُ عَلٰى دُوْرِهِمْ عَلَامَاتٌ كَيْ لَا يَقِفَ عَلَيْهَا سَائِلٌ يَدْعُوْ لَهُمْ بِالْمَغْفِرَةِ . قَالُوْا: الْاَحَقُّ اَنْ لَا يُتْرَكُوْا اَنْ يَرْكَبُوْا اِلَّا لِلضَّرُوْرَةِ . وَاِذَا رَكِبُوْا لِلضَّرُوْرَةِ فَلْيَنْزِلُوْا فِيْ مَجَامِعِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاِنْ لَزِمَتِ الضَّرُوْرَةُ اتَّخَذُوْا سُرُوْجًا بِالصِّفَةِ الَّتِيْ تَقَدَّمَتْ، وَيُمْنَعُوْنَ مِنْ لِبَاسٍ يَخْتَصُّ بِهِ اَهْلُ الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالشَّرَفِ .

فرمایا: ذمیوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنے لباس، اپنی سواریاں، اپنی زین اور اپنی ٹوپیوں میں مسلمانوں سے جداگانہ اور امتیاز پیدا کریں چنانچہ وہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں اور ہتھیار نہ لگائیں، جامع صغیر میں ہے کہ ذمیوں پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ وہ دھاگا باندھیں اور ان زینوں پر سوار ہوں جو خچروں اور گدھوں کے پالان کی طرح ہوتی ہیں اور ایسا اس لیے کیا جائے گا تا کہ ان کی ذلت ہو اور کم زور مسلمان ان سے محفوظ رہیں۔ اور اس لیے کہ مسلمان کا اکرام کیا جاتا ہے اور ذمی کی توہین کی جاتی ہے، اس کو

پہلے سلام نہیں کیا جاتا اور اس کا راستہ تنگ کر دیا جاتا ہے لہٰذا جب کوئی علامت ممیزہ نہیں ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ ذمی کے ساتھ بھی مسلمانوں جیسا برتاؤ کر دیا جائے حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔

اور علامت یہ ہے کہ اس کے پاس ان کا ایک موٹا تاگا ہو جس کو وہ اپنی کمر میں باندھے مگر یہ ریشمی زنار نہ ہو، اس لیے کہ زنار مسلمانوں کے حق میں ظلم ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ذمیوں کی عورتیں مسلمانوں کی عورتوں سے راستوں اور غسل خانہ میں الگ رہیں اور ان کے دروازوں پر نشانیاں بنا دی جائیں تاکہ کوئی سائل وہاں کھڑا ہو کر ان کے لیے دعائے مغفرت نہ کر سکے، حضرات مشائخ فرمایا: بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت انہیں سوار ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور جب بوقت ضرورت وہ سوار ہوں تو مسلمانوں کے مجمع پر اتر کر چلیں اور جب (مجمع کے پاس بھی سوار ہو کر چلنے کی) ضرورت ہو تو وہ پالان کی طرح زین بنالیں۔ اور انہیں ایسا لباس پہننے سے منع کیا جائے گا جو علماء، بزرگان دین اور شریفان قوم کے ساتھ مخصوص ہو۔

ذمی کا جزیہ سے انکار کرنے کا بیان

(وَمَنْ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ اَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا اَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يُنْتَقَضْ عَهْدُهُ) لِاَنَّ الْغَايَةَ الَّتِي يَنْتَهِي بِهَا الْقِتَالُ اِلْتِزَامُ الْجِزْيَةِ لَا اَدَاؤُهَا وَالْاِلْتِزَامُ بَاقٍ . وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: سَبُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ نَقْضًا ؛ لِاَنَّهُ يَنْقُضُ اِيمَانَهُ فَكَذَا يَنْقُضُ اَمَانَهُ اِذْ عَقْدُ الذِّمَّةِ خَلَفٌ عَنْهُ .

وَلَنَا اَنَّ سَبَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ مِنْهُ، وَالْكُفْرُ الْمُقَارِنُ لَا يَمْنَعُهُ فَالطَّارِءُ لَا يَرْفَعُهُ .

قَالَ (وَلَا يُنْقَضُ الْعَهْدُ اِلَّا اَنْ يَلْحَقَ بِدَارِ الْحَرْبِ اَوْ يَغْلِبُوا عَلٰى مَوْضِعٍ فَيُحَارِبُوْنَنَا) ؛ لِاَنَّهُمْ صَارُوا حَرْبًا عَلَيْنَا فَيَعْرٰى عَقْدُ الذِّمَّةِ عَنِ الْفَائِدَةِ وَهُوَ دَفْعُ شَرِّ الْحِرَابِ . (وَاِذَا نَقَضَ الذِّمِّيُّ الْعَهْدَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُرْتَدِّ) مَعْنَاهُ فِي الْحُكْمِ بِمَوْتِهِ بِاللِّحَاقِ ؛ لِاَنَّهُ الْتَحَقَ بِالْاَمْوَاتِ، وَكَذَا فِي حُكْمِ مَا حَمَلَهُ مِنْ مَالِهِ، اِلَّا اَنَّهُ لَوْ اُسِرَ يُسْتَرَقُّ بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ .

اور جو ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے یا کسی مسلمان کو قتل کر دے یا حضرت نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ جنگ کی آخری غایت یہ ہے کہ وہ ذمی جزیہ کو اپنے اوپر لازم کرلے اور اس کی ادائیگی آخری حد نہیں ہے اور اس کا التزام باقی ہے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا نقض عہد ہے، کیونکہ جب گالی بکنے والا مسلمان ہو تو اس کا ایمان ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح ذمی کا عہد بھی (سب وشتم سے) ختم ہو جائے گا اس لیے کہ عقد ذمہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو سب وشتم کرنا کفر ہے اور وہ کفر جو عقد ذمہ سے ملنے والا تھا وہ اس کے

ذمے ہونے سے مانع نہیں ہوا تو کفر طاری اس عہد اور عقد کو ختم بھی نہیں کرے گا۔

فرمایا: ذمی کا عہد نہیں ٹوٹے گا الا یہ کہ وہ دارالحرب چلا جائے یا ذمی کسی جگہ غالب اور اکٹھا ہو کر ہم مسلمانوں سے لڑائی کرنے لگیں، کیونکہ اس صورت میں وہ ہمارے خلاف لڑاکا بن جائیں گے اور عقد ذمہ فائدہ یعنی لڑائی کی برائی کے خاتمے سے خالی ہو جائے گا۔ اور جب ذمی اپنا عہد توڑ دے تو وہ مرتد کے درجے ہو جائے گا یعنی وہ مرتد کے حکم میں ہوگا کہ دارالحرب میں چلے جانے سے اس کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ مردوں سے مل گیا ہے، اسی طرح اپنے ساتھ جو وہ مال لے گیا ہے وہ بھی مال مرتد کے حکم میں ہوگا، مگر جب اسے گرفتار کر لیا گیا تو اسے غلام بنا لیا جائے گا۔ جبکہ مرتد میں ایسا نہیں ہے۔

فَصْلٌ

﴿ یہ فصل بنوتغلب نصاریٰ سے وصول کردہ مال کے بیان میں ہے ﴾

فصل نصاریٰ بنوتغلب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے بنوتغلب سے متعلق احکام کو الگ فصل میں ذکر کیا ہے اور یہ عین مناسبت کے موافق ہے کیونکہ بنوتغلب نصاریٰ سے متعلق احکام مخصوص ہیں۔ اور ان کی یہ تخصیص دیگر نصاریٰ سے مختلف ہے لہٰذا اختلاف کے سبب اس کو ایک الگ فصل میں ذکر کرنا ہی ضروری سمجھا گیا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۱۱۷، بیروت)

نصاریٰ بنوتغلب کے اموال سے جزیہ کی وصولی کا بیان

(وَنَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ يُؤْخَذُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضِعْفُ مَا يُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الزَّكَاةِ) ؛ لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَالَحَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ (وَيُؤْخَذُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْ صِبْيَانِهِمْ) لِاَنَّ الصُّلْحَ وَقَعَ عَلَى الصَّدَقَةِ الْمُضَاعَفَةِ، وَالصَّدَقَةُ تَجِبُ عَلَيْهِنَّ دُونَ الصِّبْيَانِ فَكَذَا الْمُضَاعَفُ .

وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُؤْخَذُ مِنْ نِسَائِهِمْ اَيْضًا، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ ؛ لِاَنَّهُ جِزْيَةٌ فِي الْحَقِيقَةِ عَلٰى مَا قَالَ عُمَرُ: هٰذِهِ جِزْيَةٌ فَسَمُّوهَا مَا شِئْتُمْ، وَلِهٰذَا تُصْرَفُ مَصَارِفَ الْجِزْيَةِ وَلَا جِزْيَةَ عَلَى النِّسْوَانِ .

وَلَنَا اَنَّهُ مَالٌ وَجَبَ بِهِ الصُّلْحُ، وَالْمَرْاَةُ مِنْ اَهْلِ وُجُوبِ مِثْلِهِ عَلَيْهَا وَالْمَصْرِفُ مَصَالِحُ الْمُسْلِمِينَ ؛ لِاَنَّهُ مَالُ بَيْتِ الْمَالِ وَذٰلِكَ لَا يَخْتَصُّ بِالْجِزْيَةِ ؛ اَلَا تَرَى اَنَّهُ لَا يُرَاعَى فِيهِ شَرَائِطُهَا

(وَيُوضَعُ عَلٰى مَوْلَى التَّغْلِبِيِّ الْخَرَاجُ) اَيِ الْجِزْيَةُ (وَخَرَاجُ الْاَرْضِ بِمَنْزِلَةِ مَوْلَى الْقُرَشِيِّ) وَقَالَ زُفَرُ: يُضَاعَفُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ) ؛ اَلَا تَرَى اَنَّ مَوْلَى الْهَاشِمِيِّ يَلْحَقُ بِهِ فِي حَقِّ حُرْمَةِ الصَّدَقَةِ .

وَلَنَا أَنَّ هٰذَا تَخْفِيْفٌ وَالْمَوْلٰى لَا يَلْحَقُ بِالْأَصْلِ فِيْهِ، وَلِهٰذَا تُوْضَعُ الْجِزْيَةُ عَلٰى مَوْلَى الْمُسْلِمِ إِذَا كَانَ نَصْرَانِيًّا، بِخِلَافِ حُرْمَةِ الصَّدَقَةِ لِأَنَّ الْحُرُمَاتِ تَثْبُتُ بِالشُّبُهَاتِ فَأُلْحِقَ الْمَوْلٰى بِالْهَاشِمِيِّ فِيْ حَقِّهِ، وَلَا يَلْزَمُ مَوْلَى الْغَنِيِّ حَيْثُ لَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ، لِأَنَّ الْغَنِيَّ مِنْ أَهْلِهَا، وَإِنَّمَا الْغِنٰى مَانِعٌ وَلَمْ يُوْجَدْ فِيْ حَقِّ الْمَوْلٰى، أَمَّا الْهَاشِمِيُّ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ لِهٰذِهِ الصِّلَةِ أَصْلًا لِأَنَّهُ صِيْنَ لِشَرَفِهِ وَكَرَامَتِهِ عَنْ أَوْسَاخِ النَّاسِ فَأُلْحِقَ بِهِ مَوْلَاهُ.

﴿ترجمہ﴾ اور نصاریٰ بنو تغلب کے اموال سے مسلمانوں سے لی جانے والی زکوٰۃ کا دوگنا مال لیا جائے گا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں اسی مقدار پر ان سے صلح کی تھی، ان کی عورتوں سے بھی لیا جائے گا، مگر ان کے بچوں سے نہیں لیا جائے گا، کیونکہ صلح صدقہ مضاعفہ پر واقع ہوئی ہے اور صدقہ عورتوں پر واجب ہے نہ کہ بچوں پر، لہٰذا مضاعف بھی عورتوں پر ہی واجب ہوگا۔ امام زفر فرمایا: ان کی عورتوں سے بھی نہیں لیا جائے گا یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے اس لیے کہ درحقیقت جزیہ ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: یہ جزیہ ہے لہٰذا تم چاہو اسے نام دیدو اسی لیے اس کو جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جاتا ہے اور عورتوں پر جزیہ نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ایسا مال ہے' جو صلح کی سبب سے واجب ہوتا ہے اور عورت اس بات کی اہل ہے کہ اس پر اس جیسا مال واجب کیا جائے۔ اور اس کا مصرف مصالح المسلمین ہیں اس لیے کہ یہ بیت المال کا مال ہے اور یہ مصرف جزیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، کیا دیکھتا نہیں کہ اس میں جزیہ کی شرطوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

اور تغلبی غلاموں پر خراج و جزیہ مقرر کیا جائے گا' اور یہ پر یہ تقرر قرشی غلاموں پر مقرر کردہ جزیہ و خراج کی طرح ہوگا' جبکہ حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان سے ڈبل لیا جائے گا' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کا آزاد کردہ غلام انہی میں سے ہوتا ہے۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ صدقہ کی حرمت میں ہاشمی کے غلام کو ہاشمی کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ سہولت ایسی ہے' جو آزاد کردہ غلام میں اصل کے ساتھ نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ جب مسلمان کا آزاد کردہ غلام نصرانی ہو تو اس پر بھی جزیہ مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ خلاف حرمت صدقہ کے کیونکہ حرمات شبہات سے ثابت ہو جاتی ہیں (قاعدہ فقہیہ) پس حرمت کے حق میں ہاشمی کے آقا کو اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا' اور اس سبب سے غنی کے آقا پر اعتراض نہ ہوگا' کیونکہ مالدار آدمی صدقہ لینے کا اہل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا غنی ہونا ہی صدقہ لینے سے روکنے والا ہے' جبکہ اس کے غلام میں یہ مانع نہیں ہے البتہ ہاشمی اس عطیہ کا حقدار نہیں ہے' کیونکہ اس کو اس کی شرافت و کرامت کے سبب لوگوں کی میل و کچیل سے دور کر دیا ہے۔ پس اس کے غلاموں کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

بنو تغلب کے اموال کے تصرف کا بیان

قَالَ: (وَمَا جَبَاهُ الْإِمَامُ مِنَ الْخَرَاجِ وَمِنْ أَمْوَالِ بَنِيْ تَغْلِبَ وَمَا أَهْدَاهُ أَهْلُ الْحَرْبِ إِلَى الْإِمَامِ

وَالْجِزْيَةُ يُصْرَفُ فِي مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ كَسَدِّ الثُّغُورِ وَبِنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالْجُسُورِ، وَيُعْطَى قُضَاةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَعُمَّالُهُمْ وَعُلَمَاؤُهُمْ مِنْهُ مَا يَكْفِيهِمْ، وَيُدْفَعُ مِنْهُ أَرْزَاقُ الْمُقَاتِلَةِ وَذَرَارِيهِمْ)، لِأَنَّهُ مَالُ بَيْتِ الْمَالِ فَإِنَّهُ وَصَلَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ وَهُوَ مُعَدٌّ لِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ وَهٰؤُلَاءِ عَمَلَتُهُمْ وَنَفَقَةُ الذَّرَارِيِّ عَلَى الْآبَاءِ، فَلَوْ لَمْ يُعْطَوْا كِفَايَتَهُمْ لَاحْتَاجُوا إِلَى الْاِكْتِسَابِ فَلَا يَتَفَرَّغُونَ لِلْقِتَالِ (وَمَنْ مَاتَ فِي نِصْفِ السَّنَةِ فَلَا شَيْءَ لَهُ مِنَ الْعَطَاءِ) لِأَنَّهُ نَوْعُ صِلَةٍ وَلَيْسَ بِدَيْنٍ؛ وَلِهٰذَا سُمِّيَ عَطَاءً فَلَا يُمْلَكُ قَبْلَ الْقَبْضِ وَيَسْقُطُ بِالْمَوْتِ، وَأَهْلُ الْعَطَاءِ فِي زَمَانِنَا مِثْلُ الْقَاضِي وَالْمُدَرِّسِ وَالْمُفْتِي، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ۔

فرمایا اور امام خراج سے اور بنو تغلب کے اموال سے جو مال جمع کرے اور وہ مال جس کو حربی لوگ امام کو ہدیہ کردیں اور جزیہ یہ سب امام مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرے جس طرح سرحدوں کو مضبوط کرنا، پل بنوانا، اور اس میں سے مسلمان قاضیوں، عاملوں اور عالموں کو اتنا مال دے جو ان کے لیے کافی ہو اور اسی مال سے مجاہدین اور ان کی اولاد کو روزینہ بھی دے اس لیے کہ یہ بیت المال کا مال ہے، کیونکہ بغیر جنگ کے یہ مال مسلمانوں کو ملا ہے اور بیت المال مسلمانوں کے مصالح کے لیے بنایا گیا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کے عامل ہیں اور اولاد کا خرچہ ان کے آباء پر ہوگا، اس لیے جب ان لوگوں کو بقدر کفایت مال نہ دیا گیا تو ان لوگوں کو کمانے کی ضرورت ہوگی اور وہ جنگ کے لیے فارغ نہیں ہوں گے۔

اور قاضی وغیرہ میں سے جو شخص درمیان سال میں مرگیا تو عطاء میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ عطاء ایک طرح کا صلہ ہے، قرض نہیں ہے اسی لیے اس کو عطاء کہا جاتا ہے لہٰذا قبضہ سے پہلے کوئی اس کا مالک نہیں ہوگا اور مستحق کی موت سے ساقط ہوجائے گا، ہمارے زمانے میں اہل عطاء یہ لوگ ہیں قاضی، مدرس اور مفتی صاحبان ہیں۔ اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

بَابُ اَحْكَامِ الْمُرْتَدِّيْنَ

﴿یہ باب مرتدوں کے احکام کے بیان میں ہے﴾

احکام مرتدین باب کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ جب کفر اصلی کے احکام سے فارغ ہوئے ہیں، تو اب انہوں نے کفر طاری کے احکام شروع کیے ہیں کیونکہ کفر طاری وجود اصلی کے بعد ہوتا ہے اور اس کی مناسبت واضح ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۱۲۳، بیروت)

مرتد کا فقہی مفہوم

ارتداد کا لغوی معنی لوٹ جانا اور بدل جانا ہے شرعی اصطلاح میں ارتداد کا مطلب ہے: دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لینا۔ یہ ارتداد قولی بھی ہوسکتا ہے اور فعلی بھی ہوتا ہے۔ مرتد وہ شخص ہے جو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لے۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے جو صحیح احادیث، تعامل صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

ارتداد کا مطلب ہے مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جانا۔ ارتداد قول سے بھی ہوسکتا ہے، فعل سے بھی، اعتقاد سے بھی اور شک سے بھی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے یا اس کی ربوبیت کا انکار کرتا ہے، یا اس کی وحدانیت، اس کی کسی صفت، اس کی نازل کی ہوئی کسی کتاب یا کسی رسول علیہ السلام کا انکار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول علیہ السلام کو گالی دیتا ہے، یا جن چیزوں کی حرمت پر امت کا اجماع ہے ان میں سے کسی کو حلال سمجھتا ہے، یا اسلام کے پانچ ارکان میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے یا اسلام کے کسی رکن کے وجوب میں، یا نبی کریم ﷺ یا کسی اور نبی کی نبوت میں یا قیامت میں شک کرتا ہے، یا کسی بت یا ستارے وغیرہ کو سجدہ کرتا ہے، تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

کافر، مرتد اور زندیق میں فرق کا بیان

جو لوگ اسلام کو مانتے ہی نہیں وہ تو کافر اصلی کہلاتے ہیں، جو لوگ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اس سے برگشتہ ہو جائیں وہ مرتد کہلاتے ہیں، اور جو لوگ دعویٰ اسلام کا کریں لیکن عقائد کفریہ رکھتے ہوں اور قرآن و حدیث کے نصوص میں تحریف کر کے انہیں اپنے عقائد کفریہ پر فٹ کرنے کی کوشش کریں انہیں زندیق کہا جاتا ہے۔

مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے اگر ان تین دنوں میں

وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے، جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے، البتہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔

زندیق کی سزا میں فقہی مذاہب اربعہ

زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہر حال واجب القتل ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کر لے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہر صورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

شبہہ ارتداد پر اسلام پیش کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا ارْتَدَّ الْمُسْلِمُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ عُرِضَ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ شُبْهَةٌ كُشِفَتْ عَنْهُ) لِأَنَّهُ عَسَاهُ اعْتَرَتْهُ شُبْهَةٌ فَتُزَاحُ، وَفِيهِ دَفْعُ شَرِّهِ بِأَحْسَنِ الْأَمْرَيْنِ، إِلَّا أَنَّ الْعَرْضَ عَلٰى مَا قَالُوا غَيْرُ وَاجِبٍ ؛ لِأَنَّ الدَّعْوَةَ بَلَغَتْهُ .قَالَ (وَيُحْبَسُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ أَسْلَمَ وَإِلَّا قُتِلَ .وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: الْمُرْتَدُّ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ فَإِنْ أَبٰى قُتِلَ) وَتَأْوِيلُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ يَسْتَمْهِلُ فَيُمْهَلُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لِأَنَّهَا مُدَّةٌ ضُرِبَتْ لِإِبْلَاءِ الْأَعْذَارِ .

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُؤَجِّلَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ طَلَبَ ذٰلِكَ أَوْ لَمْ يَطْلُبْ .وَعَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّ عَلَى الْإِمَامِ أَنْ يُؤَجِّلَهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَقْتُلَهُ قَبْلَ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّ ارْتِدَادَ الْمُسْلِمِ يَكُونُ عَنْ شُبْهَةٍ ظَاهِرًا فَلَا بُدَّ مِنْ مُدَّةٍ يُمْكِنُهُ التَّأَمُّلُ فَقَدَّرْنَاهَا بِالثَّلَاثَةِ .
وَلَنَا قَوْلُهُ تَعَالٰى (فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ) مِنْ غَيْرِ قَيْدِ الْإِمْهَالِ، وَكَذَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ) وَلِأَنَّهُ كَافِرٌ حَرْبِيٌّ بَلَغَتْهُ الدَّعْوَةُ فَيُقْتَلُ لِلْحَالِ مِنْ غَيْرِ اسْتِمْهَالٍ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ تَأْخِيرُ الْوَاجِبِ لِأَمْرٍ مَوْهُومٍ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ لِإِطْلَاقِ الدَّلَائِلِ .وَكَيْفِيَّةُ تَوْبَتِهِ أَنْ يَتَبَرَّأَ عَنِ الْأَدْيَانِ كُلِّهَا سِوَى الْإِسْلَامِ ؛ لِأَنَّهُ لَا دِينَ لَهُ، وَلَوْ تَبَرَّأَ

[illegible] لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ.

فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے اور جب اسے کوئی شبہہ ہو تو اس کو دور کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے اسے کوئی شبہہ ہو گیا ہو لہذا اسے ختم کر دیا جائے اگر ایسا کرنے میں دو طریقوں میں سے بہتر طریقہ پایا جائے شر دور کرنا، مگر حضرات مشائخ فرماتے ہیں اس پر اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ اسے اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے۔

فرمایا اور مرتد کو تین دنوں تک قید رکھا جائے جب وہ اسلام لے آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ جامع صغیر میں ہے مرتد خواہ آزاد ہو یا غلام اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور جب وہ انکار کر دے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور قول اول کی تاویل یہ ہے کہ جب مرتد مہلت مانگے تو اسے تین دن تک مہلت دی جائے گی، کیونکہ اعذار دور کرنے کے لیے یہی مدت متعین کی گئی ہے۔ حضرات شیخین سے مروی ہے کہ تین دنوں تک مرتد کی مہلت دینا مستحب ہے خواہ وہ مانگے یا نہ مانگے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام پر لازم ہے کہ وہ مرتد کو تین دنوں تک کی مہلت دے اور اس سے پہلے اسے قتل کرنا امام کے لیے حلال نہیں ہے، کیونکہ مسلم کا ارتداد بظاہر شبہہ کی سبب سے ہوتا ہے لہذا غور و فکر کرنے کے لیے کسی مدت کا ہونا ضروری ہے اور ہم نے تین دن سے اس کی تعیین کر دی ہے۔

ہماری دلیل حضرت نبی کا یہ ارشاد مقدس ہے اور اس میں امہال کی قید نہیں ہے اسی طرح آپ ﷺ کا یہ فرمان جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ اور اس لیے کہ مرتد کافر حربی ہو گیا ہے اور اسے اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے لہذا مہلت دیے بغیر اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا اور یہ حکم اس سبب سے ہے کہ امر موہوم کی سبب سے واجب کو موخر کرنا جائز نہیں ہے۔ اور دلائل کے مطلق ہونے کی سبب سے آزاد اور غلام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور مرتد کی توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ وہ تمام ادیان سے برائت کا اظہار کر دے اس لیے کہ فی الحال اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اور مرتد جس دین کی طرف مائل ہوا تھا جب اس سے براءت کر لیا تو کافی ہوگا اس لیے کہ مقصود حاصل ہو چکا ہے۔

مرتد کے قاتل پر عدم ضمان کا بیان

قَالَ (فَإِنْ قَتَلَهُ قَاتِلٌ قَبْلَ عَرْضِ الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ كُرِهَ، وَلَا شَيْءَ عَلَى الْقَاتِلِ) وَمَعْنَى الْكَرَاهِيَةِ هَاهُنَا تَرْكُ الْمُسْتَحَبِّ وَانْتِفَاءُ الضَّمَانِ؛ لِأَنَّ الْكُفْرَ مُبِيحٌ لِلْقَتْلِ، وَالْعَرْضُ بَعْدَ بُلُوغِ الدَّعْوَةِ غَيْرُ وَاجِبٍ.

(وَأَمَّا الْمُرْتَدَّةُ فَلَا تُقْتَلُ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تُقْتَلُ لِمَا رَوَيْنَا؛ وَلِأَنَّ رِدَّةَ الرَّجُلِ مُبِيحَةٌ لِلْقَتْلِ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ جِنَايَةٌ مُغَلَّظَةٌ فَتُنَاطُ بِهَا عُقُوبَةٌ مُغَلَّظَةٌ وَرِدَّةُ الْمَرْأَةِ تُشَارِكُهَا فِيهَا فَتُشَارِكُهَا فِي مُوجِبِهَا.

وَلَنَا (اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَهَی عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ)، وَلِاَنَّ الْاَصْلَ تَاْخِیرُ الْاَجْزِيَةِ اِلَی دَارِ الْاٰخِرَةِ اِذْ تَعْجِیلُهَا یُخِلُّ بِمَعْنَی الْاِبْتِلَاءِ، وَاِنَّمَا عُدِلَ عَنْهُ دَفْعًا لِشَرٍّ نَاجِزٍ وَهُوَ الْحِرَابُ، وَلَا یَتَوَجَّهُ ذٰلِكَ مِنَ النِّسَاءِ؛ لِعَدَمِ صَلَاحِيَةِ الْبِنْيَةِ، بِخِلَافِ الرِّجَالِ فَصَارَتِ الْمُرْتَدَّةُ كَالْاَصْلِيَّةِ قَالَ (وَلٰكِنْ تُحْبَسُ حَتّٰی تُسْلِمَ)؛ لِاَنَّهَا امْتَنَعَتْ عَنْ اِيفَاءِ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰی بَعْدَ الْاِقْرَارِ فَتُجْبَرُ عَلٰی اِيفَائِهِ بِالْحَبْسِ كَمَا فِی حُقُوقِ الْعِبَادِ (وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیرِ: وَتُجْبَرُ الْمَرْاَةُ عَلَی الْاِسْلَامِ حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً .وَالْاَمَةُ یُجْبِرُهَا مَوْلَاهَا) اَمَّا الْجَبْرُ فَلِمَا ذَكَرْنَا، وَمِنَ الْمَوْلٰی؛ لِمَا فِیهِ مِنَ الْجَمْعِ بَیْنَ الْحَقَّیْنِ، وَیُرْوٰی تُضْرَبُ فِی كُلِّ اَیَّامٍ مُبَالَغَةً فِی الْحَمْلِ عَلَی الْاِسْلَامِ .

فرمایا اور جب مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے کسی قاتل نے اسے قتل کر دیا تو یہ مکروہ ہے مگر قاتل پر کوئی ضمان نہیں ہوگا اور نزدیک کراہیت ترکِ مستحب اور انتفائے ضمان کے معنی میں ہے، کیونکہ کفر قتل کو مباح کر دیتا ہے اور دعوت اسلام پہنچنے کے بعد اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے، اور مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: اسے بھی قتل کیا جائے گا اس حدیث کی سبب سے جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ مرد کا ارتداد جنایت مغلظہ ہونے کی سبب سے قتل کو مبیح کرتا ہے لہٰذا اس سے سخت سزا بھی متعلق ہوگی اور عورت مرتد ہو کر اس جرم میں شریک ہے لہٰذا وہ اس کی سزا میں بھی شریک ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ دار آخرت کے لیے سزاؤں کو موخر کرنا اصل ہے، کیونکہ جلدی سزا دینے سے ابتلاء اور آزمائش میں خلل ہوتا ہے، مگر اس اصل سے اس مقصد سے اعراض کر لیا جاتا ہے' تا کہ فی الحال پیدا ہونے والا شر یعنی لڑائی ختم ہو جائے اور عورتوں سے لڑائی متوقع نہیں ہے' کیونکہ ان میں جنگ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ برخلاف مردوں کے لہٰذا مرتدہ کافرہ اصلیہ کی طرح ہوگئی۔

فرمایا اور مرتدہ کو قید کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئے، کیونکہ وہ حقوق اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے سے رُک گئی ہے، لہٰذا قید کے ذریعے ان حقوق کو پورا کرنے کے لیے اس پر جبر کیا جائے گا' جس طرح حقوق العباد میں ہوتا ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ مرتدہ عورت کو اسلام لانے کے لیے مجبور کیا جائے گا خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو اور باندی پر اس کا آقا بھی جبر کرے گا۔ رہا جبر تو اس سبب سے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور آقا اس لیے جبر کرے گا' تا کہ اس میں دونوں حق جمع ہو جائیں۔ اور مروی ہے کہ باندی کو ہر روز مارا جائے تا کہ اسلام پر آمادہ کرنے میں مبالغہ ہو۔

ارتداد کے سبب زوال ملکیت زوال موقوف کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

قَالَ (وَیَزُولُ مِلْكُ الْمُرْتَدِّ عَنْ اَمْوَالِهِ بِرِدَّتِهِ زَوَالًا مُرَاعًی، فَاِنْ اَسْلَمَ عَادَتْ عَلٰی حَالِهَا، قَالُوا: هٰذَا عِنْدَ اَبِی حَنِیفَةَ، وَعِنْدَهُمَا لَا یَزُولُ مِلْكُهُ)؛ لِاَنَّهُ مُكَلَّفٌ مُحْتَاجٌ، فَاِلٰی اَنْ یُقْتَلَ

يَبْقَى مِلْكُهُ كَالْمَحْكُومِ عَلَيْهِ بِالرَّجْمِ وَالْقِصَاصِ.

وَلَهُ أَنَّهُ حَرْبِيٌّ مَقْهُورٌ تَحْتَ أَيْدِينَا حَتَّى يُقْتَلَ، وَلَا قَتْلَ إِلَّا بِالْحِرَابِ، وَهٰذَا يُوجِبُ زَوَالَ مِلْكِهِ وَمَالِكِيَّتِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ مَدْعُوٌّ إِلَى الْإِسْلَامِ بِالْإِجْبَارِ عَلَيْهِ وَيُرْجَى عَوْدُهُ إِلَيْهِ فَتَوَقَّفْنَا فِي أَمْرِهِ، فَإِنْ أَسْلَمَ جُعِلَ الْعَارِضُ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ فِي حَقِّ هٰذَا الْحُكْمِ وَصَارَ كَأَنْ لَمْ يَزَلْ مُسْلِمًا وَلَمْ يَعْمَلِ السَّبَبُ، وَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ عَلَى رِدَّتِهِ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ وَحُكِمَ بِلَحَاقِهِ اسْتَقَرَّ كُفْرُهُ فَيَعْمَلُ السَّبَبُ عَمَلَهُ وَزَالَ مِلْكُهُ.

فرمایا اور مرتد کے ارتداد کی سبب سے اس کے اموال سے زوال موقف کی طرح ملکیت زائل ہو جاتی ہے چنانچہ جب وہ اسلام لے آتا ہے تو ملکیت بحال ہو جاتی ہے۔ حضرات مشائخ فرمایا: یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک مرتد کی ملکیت زائل نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ مکلف اور محتاج ہوتا ہے لہٰذا اس کے قتل کیے جانے تک اس کی ملکیت باقی رہتی ہے جس طرح وہ شخص جس پر رجم یا قصاص کا فیصلہ کیا گیا ہو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ مرتد ایک حربی ہے جو ہمارے ہاتھوں مغلوب ہے نزدیک تک کہ اسے قتل کر دیا جائے اور لڑائی کے بغیر قتل نہیں ہوتا اور اس کا حربی ہونا ہی اس کی ملکیت اور مالکیت کے زوال کا سبب ہے، تاہم اس پر جبر کر کیا سے اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس کا اسلام کی طرف واپس آنا متوقع ہے، اس لیے ہم نے اس کے معاملے میں توقف کر دیا۔ اب جب وہ اسلام لے آتا ہے تو مذکورہ عارض (ارتداد) کو زوال ملک کے حق میں معدوم سمجھا جائے گا اور وہ ایسا ہو جائے گا گویا ہمیشہ وہ مسلمان ہی تھا اور اس نے زوال ملک کا سبب اختیار ہی نہیں کیا۔ اور جب وہ مر گیا یا بحالت ارتداد قتل کر دیا گیا یا دار الحرب چلا گیا اور اس کے دار الحرب چلے جانے کا فیصلہ کر دیا گیا تو اس کا کفر پختہ ہو جائے گا لہٰذا سبب (ارتداد) اپنا دکھائے گا اور اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔

مرتد کی ردت والی کمائی کا ورثاء کی طرف منتقل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ عَلَى رِدَّتِهِ انْتَقَلَ مَا اكْتَسَبَهُ فِي إِسْلَامِهِ إِلَى وَرَثَتِهِ الْمُسْلِمِينَ، وَكَانَ مَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ فَيْئًا) وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: كِلَاهُمَا لِوَرَثَتِهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: كِلَاهُمَا فَيْءٌ؛ لِأَنَّهُ مَاتَ كَافِرًا وَالْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ، ثُمَّ هُوَ مَالُ حَرْبِيٍّ لَا أَمَانَ لَهُ فَيَكُونُ فَيْئًا.

وَلَهُمَا أَنَّ مِلْكَهُ فِي الْكَسْبَيْنِ بَعْدَ الرِّدَّةِ بَاقٍ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَيَنْتَقِلُ بِمَوْتِهِ إِلَى وَرَثَتِهِ وَيَسْتَنِدُ إِلَى مَا قُبَيْلَ رِدَّتِهِ إِذِ الرِّدَّةُ سَبَبُ الْمَوْتِ فَيَكُونُ تَوْرِيثَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ.

وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُمْكِنُ الْإِسْنَادُ فِي كَسْبِ الْإِسْلَامِ لِوُجُودِهِ قَبْلَ الرِّدَّةِ، وَلَا يُمْكِنُ الْإِسْنَادُ فِي كَسْبِ الرِّدَّةِ لِعَدَمِهِ قَبْلَهَا وَمِنْ شَرْطِهِ وُجُودُهُ، ثُمَّ إِنَّمَا يَرِثُهُ مَنْ كَانَ وَارِثًا لَهُ حَالَةَ الرِّدَّةِ وَبَقِيَ وَارِثًا إِلَى وَقْتِ مَوْتِهِ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ اعْتِبَارًا لِلْإِسْتِنَادِ.

وَعَنْهُ أَنَّهُ يَرِثُهُ مَنْ كَانَ وَارِثًا لَهُ عِنْدَ الرِّدَّةِ، وَلَا يَبْطُلُ اسْتِحْقَاقُهُ بِمَوْتِهِ بَلْ يَخْلُفُهُ وَارِثُهُ ؛ لِأَنَّ الرِّدَّةَ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ.

وَعَنْهُ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ وُجُودُ الْوَارِثِ عِنْدَ الْمَوْتِ لِأَنَّ الْحَادِثَ بَعْدَ انْعِقَادِ السَّبَبِ قَبْلَ تَمَامِهِ كَالْحَادِثِ قَبْلَ انْعِقَادِهِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ الْحَادِثِ مِنَ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ.

فرمایا اور جب مرتد مرگیا اپنی ردت پر قتل کردیا گیا تو اس کی حالتِ اسلام کی کمائی اس کے مسلمان ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گی اور وہ مال جو اس نے ردت کی حالت میں کمایا ہو، وہ فئے ہوجائے گا، یہ حکم حضرت حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔ حضرات صاحبین فرمایا: دونوں مال اس کے ورثاء کا ہوگا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: دونوں مال فئے ہوں گے، کیونکہ وہ کافر ہوکر مرا ہے اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا پھر وہ ایسے حربی کا مال ہے، جس کو امان نہیں حاصل ہے اس لیے یہ مال فئے ہوگا۔ حضرات صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ارتداد کے بعد بھی دونوں کمائی میں اس کی ملکیت باقی ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں لہٰذا اس کی موت کے بعد وہ مال اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوجائے گا' اور یہ انتقال اس کے مرتد ہونے سے کچھ دیر پہلے ہوگا، کیونکہ ردت ہی اس کی موت کا سبب ہے لہٰذا یہ مسلمان کا مسلمان سے وراثت حاصل کرنا ہوگا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اسلام والی کمائی میں استناد ممکن ہے' کیونکہ یہ کمائی ارتداد سے پہلے کی ہے، مگر ردت والی کمائی میں استناد ممکن نہیں ہے، کیونکہ ردت سے پہلے یہ کمائی معدوم ہے حالانکہ استناد کے لیے ردت سے پہلے کسب کا موجود ہونا شرط ہے پھر وہی شخص اس کا وارث ہوگا' جو بحالت ردت اس کا وارث تھا اور اس کی موت تک اس کا وارث باقی رہا تھا۔ یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے' جو استناد کے لئے اعتبار پر مبنی ہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ جو شخص بوقت ردت اس کا وارث تھا وہی اس کا وارث ہوگا' اور اس وارث کی موت سے اس کا استحقاق باطل نہیں ہوگا بلکہ وارث کا وارث اس کا نائب ہوگا، کیونکہ ردت موت کے درجے میں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے تیسری روایت یہ ہے کہ مرتد کی موت کے وقت وارث کا وجود معتبر ہے، اس لیے کہ انعقاد سبب کے بعد اس کے مکمل ہونے سے پہلے پیدا ہونے والا وارث انعقاد سبب سے پہلے پیدا ہونے والے کی طرح ہے' جس طرح مبیعہ باندی پر قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والا لڑکا۔

ارتداد میں مرنے والے کی معتدہ بیوی کی وراثت کا بیان

وَتَرِثُهُ امْرَأَتُهُ الْمُسْلِمَةُ إِذَا مَاتَ أَوْ قُتِلَ عَلَى رِدَّتِهِ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ فَارًّا، وَإِنْ كَانَ

صَحِیحًا وَقْتَ الرِّدَّةِ .

وَالْمُرْتَدَّةُ كَسْبُهَا لِوَرَثَتِهَا ؛ لِأَنَّهُ لَا حِرَابَ مِنْهَا فَلَمْ يُوجَدْ سَبَبُ الْفَيْءِ، بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَرِثُهَا زَوْجُهَا الْمُسْلِمُ إِنِ ارْتَدَّتْ وَهِيَ مَرِيضَةٌ لِقَصْدِهَا إِبْطَالَ حَقِّهِ، وَإِنْ كَانَتْ صَحِيحَةً لَا يَرِثُهَا ؛ لِأَنَّهَا لَا تُقْتَلُ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ حَقُّهُ بِمَالِهَا بِالرِّدَّةِ، بِخِلَافِ الْمُرْتَدِّ .

اور جب مرتد اپنی ردت پر مرگیا یا قتل کر دیا گیا اور اس کی مسلمان بیوی اس کی عدت میں ہو تو وہ اس مرتد کی وارث ہوگی، اس لیے کہ یہ شخص فارغ ہوگیا ہے جبکہ بوقت ردت صحیح تھا، اور مرتدہ عورت کی کمائی اس کے ورثاء کی ہوگی کیونکہ اس کی طرف سے جنگ نہیں ہوتی، لہٰذا فئے کا سبب نہیں پایا گیا، برخلاف مرتد کے حضرت امام اعظم رٹائٹنڈ کے نزدیک، اور جب کوئی عورت مرتد ہوئی اور وہ مریض ہو تو اس کا مسلمان شوہر اس کا وارث ہوگا، کیونکہ بیوی نے اس کے حق کو باطل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور جب وہ تندرست ہو تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا، اس لیے کہ عورت قتل نہیں کی جائے گی، لہٰذا اس کے مرتد ہونے سے اس کے مال سے شوہر کا حق متعلق نہیں ہوا، برخلاف مرتد کے، کیونکہ اس میں ایسا نہیں ہے۔

مرتد اور مرتدہ کا دارالحرب میں جانے کا بیان

قَالَ: (وَإِنْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ مُرْتَدًّا وَحَكَمَ الْحَاكِمُ بِلَحَاقِهِ عَتَقَ مُدَبَّرُوهُ وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ وَحَلَّتِ الدُّيُونُ الَّتِي عَلَيْهِ وَنُقِلَ مَا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ الْإِسْلَامِ إِلَى وَرَثَتِهِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ) .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَبْقَى مَالُهُ مَوْقُوفًا كَمَا كَانَ ؛ لِأَنَّهُ نَوْعُ غَيْبَةٍ فَأَشْبَهَ الْغَيْبَةَ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ .

وَلَنَا أَنَّهُ بِاللَّحَاقِ صَارَ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَهُمْ أَمْوَاتٌ فِي حَقِّ أَحْكَامِ الْإِسْلَامِ لِانْقِطَاعِ وِلَايَةِ الْإِلْزَامِ كَمَا هِيَ مُنْقَطِعَةٌ عَنِ الْمَوْتٰى فَصَارَ كَالْمَوْتِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَسْتَقِرُّ لَحَاقُهُ إِلَّا بِقَضَاءِ الْقَاضِي لِاحْتِمَالِ الْعَوْدِ إِلَيْنَا فَلَا بُدَّ مِنَ الْقَضَاءِ، وَإِذَا تَقَرَّرَ مَوْتُهُ ثَبَتَتِ الْأَحْكَامُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِهِ وَهِيَ مَا ذَكَرْنَاهَا كَمَا فِي الْمَوْتِ الْحَقِيقِيِّ، ثُمَّ يُعْتَبَرُ كَوْنُهُ وَارِثًا عِنْدَ لَحَاقِهِ فِي قَوْلِ مُحَمَّدٍ ؛ لِأَنَّ اللَّحَاقَ هُوَ السَّبَبُ وَالْقَضَاءُ لِتَقَرُّرِهِ بِقَطْعِ الِاحْتِمَالِ، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: وَقْتَ الْقَضَاءِ ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ مَوْتًا بِالْقَضَاءِ، وَالْمُرْتَدَّةُ إِذَا لَحِقَتْ بِدَارِ الْحَرْبِ فَهِيَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ .

فرمایا: اور جب کوئی بندہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا جائے اور اس کے دار الحرب جانے کا فیصلہ حاکم نے کر دیا ہے تو اس کے سب مدبر اور امہات اولاد آزاد ہو جائیں گے اور اس کے میعادی قرضوں کی ادائیگی بھی طور پر واجب ہو جائے گی اور حالت اسلام میں کی جانے والی کمائی اس کے مسلم وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا مال حسب سابق موقوف ہوگا' کیونکہ اس کا دارالحرب میں جانا غیب ہونا ہے اور اس کی یہ غیوبت دارالاسلام کے مشابہ ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل حرب سے ملنے کے سبب یہ بندہ مرتد ہو چکا ہے۔ اور اسلام کے مطابق اہل حرب مردہ ہیں کیونکہ ان سے ولایت لزوم ختم ہو چکا ہے' جس طرح مردوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ پس مرتد مردہ کی طرح ہو جائے گا ہاں یہ الحاق قاضی کے فیصلے کے بغیر پختہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا ہماری طرف آنے کا احتمال ہے لہٰذا فیصلے کے طور پر الحاق لازمی ہے۔

اور جب اس کا مردہ ہونا پکا ہو چکا ہے' تو اس کے احکام بھی مردوں والے ہوں گے یعنی وہی حکم جو ہم نے بیان کر دیا ہے' جس طرح حقیقی مردے میں ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے دارالحرب چلے جانے کے سبب وارث ہونے کا اعتبار کیا جائے گا' کیونکہ اس کا وہاں پہنچنا میراث کا سبب ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فیصلے کے وقت ہی اس کے مورث ہونے کا اعتبار کیا جائے گا' اور جب کوئی عورت مرتد ہو کر دارالحرب میں گئی تو بھی مسئلہ اسی اختلاف کے مطابق ہوگا۔

مرتد کے حالت اسلام والے قرضوں کی ادائیگی کا بیان

(وَتُقْضَى الدُّيُونُ الَّتِي لَزِمَتْهُ فِي حَالِ الْإِسْلَامِ مِمَّا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ الْإِسْلَامِ، وَمَا لَزِمَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ مِنَ الدُّيُونِ يُقْضَى مِمَّا اكْتَسَبَهُ فِي حَالِ رِدَّتِهِ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللّٰهُ: هٰذِهِ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَعَنْهُ اَنَّهُ يُبْدَأُ بِكَسْبِ الْإِسْلَامِ، وَاِنْ لَمْ يَفِ بِذٰلِكَ يُقْضَى مِنْ كَسْبِ الرِّدَّةِ وَعَنْهُ عَلٰى عَكْسِهِ .وَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ الْمُسْتَحَقَّ بِالسَّبَبَيْنِ مُخْتَلِفٌ . وَحُصُولُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْكَسْبَيْنِ بِاعْتِبَارِ السَّبَبِ الَّذِي وَجَبَ بِهِ الدَّيْنُ فَيُقْضَى كُلُّ دَيْنٍ مِنَ الْكَسْبِ الْمُكْتَسَبِ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ لِيَكُونَ الْغُرْمُ بِالْغُنْمِ .

وَجْهُ الثَّانِي اَنَّ كَسْبَ الْإِسْلَامِ مِلْكُهُ حَتّٰى يَخْلُفَهُ الْوَارِثُ فِيهِ، وَمِنْ شَرْطِ هٰذِهِ الْخِلَافَةِ الْفَرَاغُ عَنْ حَقِّ الْمُوَرِّثِ فَيُقَدَّمُ بِالدَّيْنِ عَلَيْهِ، اَمَّا كَسْبُ الرِّدَّةِ فَلَيْسَ بِمَمْلُوكٍ لَهُ ؛ لِبُطْلَانِ اَهْلِيَّةِ الْمِلْكِ بِالرِّدَّةِ عِنْدَهُ فَلَا يُقْضَى دَيْنُهُ مِنْهُ اِلَّا اِذَا تَعَذَّرَ قَضَاؤُهُ مِنْ مَحَلٍّ آخَرَ فَحِينَئِذٍ يُقْضَى مِنْهُ، كَالذِّمِّيِّ اِذَا مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ يَكُونُ مَالُهُ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ يُقْضَى مِنْهُ كَذٰلِكَ هَاهُنَا .

وَجْهُ الثَّالِثِ اَنَّ كَسْبَ الْإِسْلَامِ حَقُّ الْوَرَثَةِ وَكَسْبَ الرِّدَّةِ خَالِصُ حَقِّهِ، فَكَانَ قَضَاءُ الدَّيْنِ

مِنْهُ اَوْلٰى اِلَّا اِذَا تَعَذَّرَ بِاَنْ لَمْ يَفِ بِهٖ فَحِيْنَئِذٍ يُقْضٰى مِنْ كَسْبِ الْاِسْلَامِ تَقْدِيْمًا لِحَقِّهٖ.
وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: تُقْضٰى دُيُوْنُهٗ مِنَ الْكَسْبَيْنِ؛ لِاَنَّهُمَا جَمِيْعًا مِلْكُهٗ حَتّٰى يَجْرِيَ الْاِرْثُ فِيْهِمَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور اسلام کی حالت میں مرتد کے جتنے بھی قرض لازم ہوئے ہیں ان کو حالت اسلام والی کمائی کے ساتھ ادا کیا جائے گا اور جو ارتداد کی حالت میں اس پر لازم ہوئے ہیں ان کو ارتداد کی حالت والی کمائی سے ادا کیا جائے گا۔

بندہ ضعیف (مصنف رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جبکہ ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ پہلے اسلام والی کمائی سے شروع کیا جائے گا اور قرضوں کی ادائیگی کے لئے یہ کمائی کافی نہ ہو تو پھر حالت ارتداد والی کمائی سے ادائیگی کی جائے گی۔ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اسی کے برعکس بھی روایت کی گئی ہے۔

پہلی روایت کی دلیل یہ ہے کہ اس پر واجب ہونے قرض دو الگ اسباب کی سبب سے مختلف ہیں اور دونوں کی طرح کی کمائی اسی سبب سے حاصل کی گئی ہے جس کمائی کے سبب اس پر قرض لازم ہوا ہے۔ پس ہر قرض اسی حالت کی کمائی سے ادا کیا جائے گا جس حالت کی کمائی میں وہ واجب ہوا تھا۔ تاکہ نفع کے بدلے میں نقصان اور ضمان واجب ہو۔ دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کی کمائی اس بندے کی ملکیت ہے یہاں تک کہ اس کا وارث اس میں اسی کا نائب ہوگا اور وارث کے نائب ہونے کے لئے حق مورث سے فراغت شرط ہے پس اس قرض کو میراث پر مقدم کیا جائے گا۔ البتہ حالت ارتداد والی کمائی ہے تو وہ مرتد کی ملکیت نہیں ہے کیونکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نزدیک ردت ملکیت کی اہلیت کو باطل کرنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) پس اس کمائی سے اس کا قرض ادا نہیں کیا جائے گا۔

البتہ جب اسلام والی کمائی سے اس کی ادائیگی ناممکن ہو جائے تو تب حالت ارتداد والی کمائی سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا جس طرح کوئی ذمی شخص فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو اس کا مال عام مسلمانوں کا ہوگا اور جب ان پر قرض ہو تو اس مال سے ادا کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف تیسری روایت بیان کردہ کی دلیل یہ ہے اسلام والی کمائی وارثوں کا حق ہے جبکہ ارتداد والی کمائی اس کا اپنا حق ہے پس اس کمائی سے اس کا قرض ادا کرنا افضل ہے۔ البتہ جب اس سے ادائیگی ناممکن ہو جائے اس طرح وہ کافی نہ ہو تو تب وقت اسلام والی کمائی سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی میراث سے مقدم ہے۔

صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا: اس کے قرض کو دونوں کمائیوں سے ادا کیا جائے گا کیونکہ دونوں اس کی ملکیت ہیں یہاں تک ان دونوں میں اس کی میراث جاری ہوگی۔ اور اللہ ہی سب زیادہ جاننے والا ہے۔

حالت ردت میں خرید و فروخت کے احکام

قَالَ: (وَمَا بَاعَهٗ اَوِ اشْتَرَاهُ اَوْ اَعْتَقَهٗ اَوْ وَهَبَهٗ اَوْ رَهَنَهٗ اَوْ تَصَرَّفَ فِيْهِ مِنْ اَمْوَالِهٖ فِيْ حَالِ رِدَّتِهٖ

فَهُوَ مَوْقُوفٌ، فَإِنْ أَسْلَمَ صَحَّتْ عُقُودُهُ، وَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتْ)
وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: يَجُوزُ مَا صَنَعَ فِي الْوَجْهَيْنِ .اعْلَمْ أَنَّ
تَصَرُّفَاتِ الْمُرْتَدِّ عَلَى أَقْسَامٍ: نَافِذٌ بِالِاتِّفَاقِ كَالِاسْتِيلَادِ وَالطَّلَاقِ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى حَقِيقَةِ
الْمِلْكِ وَتَمَامِ الْوِلَايَةِ .وَبَاطِلٌ بِالِاتِّفَاقِ كَالنِّكَاحِ وَالذَّبِيحَةِ ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَمِدُ الْمِلَّةَ وَلَا مِلَّةَ
لَهُ .وَمَوْقُوفٌ بِالِاتِّفَاقِ كَالْمُفَاوَضَةِ ؛ لِأَنَّهَا تَعْتَمِدُ الْمُسَاوَاةَ وَلَا مُسَاوَاةَ بَيْنَ الْمُسْلِمِ
وَالْمُرْتَدِّ مَا لَمْ يُسْلِمْ .وَمُخْتَلَفٌ فِي تَوَقُّفِهِ وَهُوَ مَا عَدَدْنَاهُ .
لَهُمَا أَنَّ الصِّحَّةَ تَعْتَمِدُ الْأَهْلِيَّةَ وَالنَّفَاذَ يَعْتَمِدُ الْمِلْكَ، وَلَا خَفَاءَ فِي وُجُودِ الْأَهْلِيَّةِ لِكَوْنِهِ
مُخَاطَبًا، وَكَذَا الْمِلْكُ لِقِيَامِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ، وَلِهٰذَا لَوْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ بَعْدَ
الرِّدَّةِ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ امْرَأَةٍ مُسْلِمَةٍ يَرِثُهُ وَلَوْ مَاتَ وَلَدُهُ بَعْدَ الرِّدَّةِ قَبْلَ الْمَوْتِ لَا يَرِثُهُ فَتَصِحُّ
تَصَرُّفَاتُهُ .
إِلَّا أَنَّ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ تَصِحُّ كَمَا تَصِحُّ مِنَ الصَّحِيحِ ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ عَوْدُهُ إِلَى الْإِسْلَامِ، إِذْ
الشُّبْهَةُ تُزَاحُ فَلَا يُقْتَلُ وَصَارَ كَالْمُرْتَدَّةِ .
وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ تَصِحُّ كَمَا تَصِحُّ مِنَ الْمَرِيضِ ؛ لِأَنَّ مَنْ انْتَحَلَ إِلَى نِحْلَةٍ لَا سِيَّمَا مُعْرِضًا عَمَّا
نَشَأَ عَلَيْهِ قَلَّمَا يَتْرُكُهُ فَيُفْضِي إِلَى الْقَتْلِ ظَاهِرًا، بِخِلَافِ الْمُرْتَدَّةِ ؛ لِأَنَّهَا لَا تُقْتَلُ .
وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ حَرْبِيٌّ مَقْهُورٌ تَحْتَ أَيْدِينَا عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ فِي تَوَقُّفِ الْمِلْكِ وَتَوَقُّفُ
التَّصَرُّفَاتِ بِنَاءٌ عَلَيْهِ، وَصَارَ كَالْحَرْبِيِّ يَدْخُلُ دَارَنَا بِغَيْرِ أَمَانٍ فَيُؤْخَذُ وَيُقْهَرُ وَتَتَوَقَّفُ
تَصَرُّفَاتُهُ ؛ لِتَوَقُّفِ حَالِهِ، فَكَذَا الْمُرْتَدُّ، وَاسْتِحْقَاقُهُ الْقَتْلَ لِبُطْلَانِ سَبَبِ الْعِصْمَةِ فِي
الْفَصْلَيْنِ فَأَوْجَبَ خَلَلًا فِي الْأَهْلِيَّةِ، بِخِلَافِ الزَّانِي وَقَاتِلِ الْعَمْدِ ؛ لِأَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ فِي ذٰلِكَ
جَزَاءٌ عَلَى الْجِنَايَةِ .وَبِخِلَافِ الْمَرْأَةِ ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ حَرْبِيَّةً ؛ وَلِهٰذَا لَا تُقْتَلُ

فرمایا: اور جب مرتد نے حالت ارتداد میں خرید وفروخت کی یا غلام آزاد کیا یا اس نے ہبہ کیا یا اس نے کسی چیز کو رہن رکھ دیا اور یا پھر اس نے اپنے اموال میں کوئی تصرف کیا' تو اس کا تصرف موقوف ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر وہ اسلام لے آئے تو وہ سارے عقود درست ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ فوت ہو جائے یا قتل کیا جائے یا وہ دارالحرب میں چلا گیا تو اس کے سارے عقود باطل ہو جائیں گے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی حکم ہے' جبکہ صاحبین نے کہا: اس کے تصرفات دونوں صورتوں میں جائز ہیں۔
جاننا چاہیے کہ تصرفات مرتد کی اقسام کے ہیں (۱) وہ تصرفات جو بہ اتفاق نافذ ہوتے ہیں جس طرح ام ولد بنانا ہے اور طلاق

دیتا ہے کیونکہ یہ تصرفات ملکیت کے حقیقی ہونے اور ولایت کے مکمل ہونے کے محتاج نہیں ہوتے۔

(۲) دوسرے وہ تصرفات جو بہ اتفاق باطل ہوتے ہیں جس طرح نکاح اور ذبیحہ ہے۔ کیونکہ ان کے صحیح ہونے کا دارومدار ملت پر ہے۔

(۳) وہ تصرفات جو بہ اتفاق موقوف ہیں جس طرح شرکت مفاوضہ ہے کیونکہ شرکت مفاوضہ کا دارومدار مساوات پر ہوتا ہے جبکہ مسلمان اور مرتد کے درمیان مساوات معدوم ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ مسلمان نہ ہو جائے۔

(۴) وہ تصرفات جن کے موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور یہ وہی تصرفات ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ان تصرفات کے صحیح ہونے کا دارومدار متصرف کے اہل ہونے پر ہے اور ان کے نفاذ کا دارومدار ان کی ملکیت پر ہے اور ان کی اہلیت میں کچھ پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ متصرف احکام شرعیہ کا مخاطب ہے۔ اور اس میں ملکیت بھی موجود ہے کیونکہ اس کے مرنے سے پہلے تک اس کی ملکیت اس میں موجود ہے جس طرح ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اسی طرح اگر اس شخص کے مرتد ہونے کے بعد چھ ماہ میں کوئی بچہ اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہوا تو وہ اسی مرتد کا وارث ہوگا اور اگر مرتد کے ارتداد کے بعد مرتد کی موت سے پہلے اس کا بچہ فوت ہو گیا تب بھی وہ مرتد کا وارث ہوگا پس موت سے قبل ہونے والے تصرفات صحیح ہوں گے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے یہ سارے تصرفات اسی طرح صحیح ہوں گے جس طرح تندرست شخص کے تصرفات صحیح ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کا اسلام کی جانب آنا ظاہر ہے اور اس کو جو اشتباہ ہوا ہے اس کو دور کر دیا جائے گا اور مرتدہ عورت کی طرح اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے تصرفات اسی طرح صحیح ہوں گے جس طرح کسی مریض کے تصرفات صحیح ہوتے ہیں کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے تو وہ خاص طور پر اس صورت میں ہے کہ جب اس نے مذہب سے اعراض کرتے ہوئے کوئی نیا مذہب بنایا ہے جس پر وہ پیدا ہوا تھا تو وہ اس کو کم ہی چھوڑنے والا ہے اور وہ بہ ظاہر قتل کر دیا جاتا ہے بہ خلاف مرتدہ کے کیونکہ اس کو قتل نہیں کیا جاتا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ حربی ہے اور ہمارے ہاتھوں میں مغلوب ہوا ہے لہٰذا جس طرح اس کی ملکیت موقوف رہنے کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں اور تصرفات کا موقوف ہونا یہ ملکیت کے موقوف ہونے پر مبنی ہے اور یہ مرتد اس حربی کی طرح ہو جائے گا جس بغیر کسی امان کے دارالاسلام میں آ گیا ہو اور اس کو گرفتار کرتے ہوئے مقہور کر دیا گیا ہو تو اس کے تصرفات موقوف کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ اس کی حالت موقوف ہوتی ہے اور یہ حالت مرتد کی ہوتی ہے۔ اور ان دونوں احوال سبب عصمت کے باطل ہونے کے سبب مرتد قتل کا مستحق ہوتا ہے اور اس کی اہلیت میں خلل انداز ہونے والی چیز بھی یہی ہے۔ بہ خلاف زانی اور قتل عمد کرنے والے کے کیونکہ ان میں قتل کی سزا کا مستحق ہونا بطور سزائے جنایت ہوتا ہے بہ خلاف عورت کے کیونکہ عورت جنگ کرنے والی نہیں ہوتی اسی سبب سے اس کو قتل نہیں کیا جاتا۔

دارالحرب کے بعد مرتد کے مسلمان ہونے کا بیان

(فَإِنْ عَادَ الْمُرْتَدُّ بَعْدَ الْحُكْمِ بِلَحَاقِهِ بِدَارِ الْحَرْبِ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ مُسْلِمًا فَمَا وَجَدَهُ فِي يَدِ وَرَثَتِهِ مِنْ مَالِهِ بِعَيْنِهِ أَخَذَهُ) ؛ لِأَنَّ الْوَارِثَ إِنَّمَا يَخْلُفُهُ فِيهِ لِاسْتِغْنَائِهِ، وَإِذَا عَادَ مُسْلِمًا احْتَاجَ إِلَيْهِ فَيُقَدَّمُ عَلَيْهِ ؛ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَزَالَهُ الْوَارِثُ عَنْ مِلْكِهِ، وَبِخِلَافِ أُمَّهَاتِ أَوْلَادِهِ وَمُدَبَّرِيهِ ؛ لِأَنَّ الْقَضَاءَ قَدْ صَحَّ بِدَلِيلٍ مُصَحِّحٍ فَلَا يُنْقَضُ، وَلَوْ جَاءَ مُسْلِمًا قَبْلَ أَنْ يَقْضِيَ الْقَاضِي بِذَلِكَ فَكَأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ مُسْلِمًا لِمَا ذَكَرْنَا .

اس کے بعد جب دارالحرب میں چلے جانے کے فیصلے کے بعد مرتد مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آ گیا اور اس نے اپنا من وعن کسی وارث کے پاس پایا تو وہ اس کو حاصل کرلے گا۔ کیونکہ وارث اس کے مال کا وارث تب ہی ہوگا' جب مرتد اس سے فارغ ہو چکا ہے مگر جب وہ مسلمان ہوکر واپس آ گیا ہے' تو اس کی مال کی بھی ضرورت ہے پس وہ وارث سے مقدم ہوگا بہ خلاف اس صورت کے کہ جب وارث نے اس مال کو اپنی ملکیت سے نکال دیا ہو اور اسی طرح بہ خلاف امہات اولا داور مدبرین کے کیونکہ ان کے بارے میں دلیل صحیح سے فیصلہ ہو چکا ہے پس اب وہ فیصلہ ختم نہیں ہو سکتا اور جب قاضی کے دارالحرب میں جانے کے اور فیصلہ کرنے سے پہلے ہی وہ مسلمان ہوکر دارالاسلام میں واپس آ گیا ہے' تو وہ اسی طرح ہوگا' جس طرح وہ ہمیشہ مسلمان ہی تھا یعنی اس کی ہر قسم کی ملکیت واثاثہ جات اسی کے ہوں گے۔ جس طرح طرح ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

مرتد کا نصرانیہ باندی سے وطی کرنے کا بیان

وَإِذَا وَطِئَ الْمُرْتَدُّ جَارِيَةً نَصْرَانِيَّةً كَانَتْ لَهُ فِي حَالَةِ الْإِسْلَامِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَكْثَرَ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ ارْتَدَّ فَادَّعَاهُ فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ وَالْوَلَدُ حُرٌّ وَهُوَ ابْنُهُ وَلَا يَرِثُهُ، وَإِنْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ مُسْلِمَةً وَرِثَهُ الِابْنُ إِنْ مَاتَ عَلَى الرِّدَّةِ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ) أَمَّا صِحَّةُ الِاسْتِيلَادِ فَلِمَا قُلْنَا، وَأَمَّا الْإِرْثُ فَلِأَنَّ الْأُمَّ إِذَا كَانَتْ نَصْرَانِيَّةً وَالْوَلَدُ تَبَعٌ لَهُ لِقُرْبِهِ إِلَى الْإِسْلَامِ لِلْجَبْرِ عَلَيْهِ فَصَارَ فِي حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدُّ لَا يَرِثُ الْمُرْتَدَّ، أَمَّا إِذَا كَانَتْ مُسْلِمَةً فَالْوَلَدُ مُسْلِمٌ تَبَعًا لَهَا ؛ لِأَنَّهَا خَيْرُهُمَا دِينًا وَالْمُسْلِمُ يَرِثُ الْمُرْتَدَّ .(وَإِذَا لَحِقَ الْمُرْتَدُّ بِمَالِهِ بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ ظُهِرَ عَلَى ذَلِكَ الْمَالِ فَهُوَ فَيْءٌ، فَإِنْ لَحِقَ ثُمَّ رَجَعَ وَأَخَذَ مَالًا وَأَلْحَقَهُ بِدَارِ الْحَرْبِ فَظُهِرَ عَلَى ذَلِكَ الْمَالِ فَوَجَدَتْهُ الْوَرَثَةُ قَبْلَ الْقِسْمَةِ رُدَّ عَلَيْهِمْ) ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ مَالٌ لَمْ يَجْرِ فِيهِ الْإِرْثُ، وَالثَّانِيَ انْتَقَلَ إِلَى الْوَرَثَةِ بِقَضَاءِ الْقَاضِي بِلَحَاقِهِ فَكَانَ الْوَارِثُ مَالِكًا قَدِيمًا .

اور جب کسی مرتد نے نصرانیہ باندی سے وطی کی جو حالت اسلام میں اس کی باندی تھی اس کے بعد اس نے اس کے

الْكَسْبَانِ جَمِيعًا مَالُهُ ؛ لِنُفُوذِ تَصَرُّفَاتِهِ فِي الْحَالَيْنِ، وَلِهٰذَا يَجْرِي الْإِرْثُ فِيهِمَا عِنْدَهُمَا .وَعِنْدَهُ مَالُهُ الْمُكْتَسَبُ فِي الْإِسْلَامِ ؛ لِنَفَاذِ تَصَرُّفِهِ فِيهِ دُونَ الْمَكْسُوبِ فِي الرِّدَّةِ ؛ لِتَوَقُّفِ تَصَرُّفِهِ، وَلِهٰذَا كَانَ الْأَوَّلُ مِيرَاثًا عَنْهُ، وَالثَّانِي فَيْئًا عِنْدَهُ .

اور جب کسی مرتد نے غلطی کے طور پر کسی بندے کو قتل کر دیا اس کے بعد وہ دارالحرب میں چلا گیا ہے یا اس نے ارتداد کی حالت میں قتل کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دیت صرف اس مال سے دی جائے گی جس اس نے اسلام کی حالت میں کمایا ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک دیت اس کے پورے مال سے دینا ہوگی جو اس نے حالت اسلام وارتداد میں کمایا ہے کیونکہ عاقلہ مرتد کی دیت دینے والی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی مدد معدوم ہو جاتی ہے۔ پس اسی کے مال دیت دی جائے گی۔

صاحبین کے نزدیک دونوں حالت کی کمائی میں اسی کا مال ہے کیونکہ دونوں احوال میں اس کے تصرفات نافذ ہونے والے ہیں اسی دلیل کے سبب صاحبین نے دونوں طرح کی کمائی میں وراثت کو جاری کیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا مال وہی ہے جو اس نے اسلام کی حالت میں کمایا ہے پس آپ کے نزدیک تصرفات اسی میں نافذ ہوں گے جبکہ ارتداد والی حالت والے مال میں تصرفات نافذ نہ ہوں گے۔ کیونکہ اس کمائی میں اس کا تصرف موقوف ہوتا ہے اسی لئے امام صاحب کے نزدیک اسلام کی حالت والی کمائی میراث بنتی ہے۔ اور دوسرا مال یعنی حالت ارتداد والا تو مال فئے بنتا ہے۔

مرتد کا کسی شخص کے ہاتھ کو کاٹنے کا بیان

وَإِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْمُسْلِمِ عَمْدًا فَارْتَدَّ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ عَلَى رِدَّتِهِ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ لَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ ثُمَّ جَاءَ مُسْلِمًا فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَى الْقَاطِعِ نِصْفُ الدِّيَةِ فِي مَالِهِ لِلْوَرَثَةِ) أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ السِّرَايَةَ حَلَّتْ مَحَلًّا غَيْرَ مَعْصُومٍ فَأُهْدِرَتْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْمُرْتَدِّ ثُمَّ أَسْلَمَ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ ؛ لِأَنَّ الْإِهْدَارَ لَا يَلْحَقُهُ الِاعْتِبَارُ، أَمَّا الْمُعْتَبَرُ قَدْ يُهْدَرُ بِالْإِبْرَاءِ فَكَذَا بِالرِّدَّةِ .

وَأَمَّا الثَّانِي وَهُوَ مَا إِذَا لَحِقَ وَمَعْنَاهُ إِذَا قُضِيَ بِلَحَاقِهِ فَلِأَنَّهُ صَارَ مَيِّتًا تَقْدِيرًا، وَالْمَوْتُ يَقْطَعُ السِّرَايَةَ، وَإِسْلَامُهُ حَيَاةٌ حَادِثَةٌ فِي التَّقْدِيرِ فَلَا يَعُودُ حُكْمُ الْجِنَايَةِ الْأُولَى، فَإِذَا لَمْ يَقْضِ الْقَاضِي بِلَحَاقِهِ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الَّذِي نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى .

اور جب کسی مرتد نے کسی مسلمان شخص کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے بعد وہ مرتد ہو گیا، اس کے بعد اسی کاٹنے کے سبب حالت ارتداد میں وہ مر گیا یا پھر وہ دارالحرب میں چلا گیا ہے اور اسکے بعد مسلمان ہو کر واپس آ گیا اور اسی زخم سے مر گیا ہے تو قاطع

کے مال میں سے نصف دیت واجب ہو جائے گی جو میت کے ورثاء کو دی جائے گی۔

البتہ پہلی حالت میں جس کی دلیل یہ ہے کہ قطع ایسے محل میں سرایت کر چکا ہے' جو حفاظت کے قابل نہیں رہا ہے لہٰذا اس کا خون ضائع ہو جائے گا۔ بہ خلاف اس حالت کے کہ جب مرتد کا ہاتھ کاٹا جائے پھر وہ مسلمان ہو کر اسی قطع کے سبب فوت ہو جائے' تو قاطع پر کچھ واجب نہ ہو گا' کیونکہ اہدار کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور جب معتبر قصاص معاف کرنے سے ختم ہو جاتا ہے' تو پھر ارتداد سے بھی قصاص ساقط ہو جاتا ہے (قاعدہ فقہیہ)

البتہ دوسری حالت کہ جب وہ دارالحرب میں چلا گیا ہے اور قاضی نے بھی اس کے چلے جانے کا فیصلہ کر دیا ہے' تو اس کا قصاص اس سبب سے ساقط ہو جائے گا' اور تقدیری طور موت ہو چکا ہے اور موت زخم کے اثر کو سرایت سے روکنے والی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) جبکہ اس کا اسلام لانا یہ معنوی طور پر ایک نئی زندگی ہے پس پہلی حالت میں جنایت کا حکم لوٹنے والا نہیں ہے اور اگر قاضی نے جانے دارالحرب جانے والا فیصلہ نہیں کیا ہے' تو اس کا اختلاف اسی مسئلہ پر ہے' جس کو ہم آئندہ ان شاءاللہ تعالیٰ بیان کر دیں گے۔

مرتد قاطع کے دارالحرب نہ جانے پر پوری دیت کا بیان

قَالَ (فَإِنْ لَمْ يَلْحَقْ وَاَسْلَمَ ثُمَّ مَاتَ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ كَامِلَةً) وَهٰذَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَاَبِىْ يُوْسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ: فِىْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ نِصْفُ الدِّيَةِ ؛ لِاَنَّ اعْتِرَاضَ الرِّدَّةِ اَهْدَرَ السِّرَايَةَ فَلَا يَنْقَلِبُ بِالْإِسْلَامِ إِلَى الضَّمَانِ، كَمَا إِذَا قَطَعَ يَدَ مُرْتَدٍّ فَاَسْلَمَ .

وَلَهُمَا اَنَّ الْجِنَايَةَ وَرَدَتْ عَلٰى مَحَلٍّ مَعْصُوْمٍ وَتَمَّتْ فِيْهِ فَيَجِبُ ضَمَانُ النَّفْسِ، كَمَا إِذَا لَمْ تَتَخَلَّلِ الرِّدَّةُ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِقِيَامِ الْعِصْمَةِ فِىْ حَالِ بَقَاءِ الْجِنَايَةِ، وَإِنَّمَا الْمُعْتَبَرُ قِيَامُهَا فِىْ حَالِ انْعِقَادِ السَّبَبِ وَفِىْ حَالِ ثُبُوْتِ الْحُكْمِ، وَحَالَةُ الْبَقَاءِ بِمَعْزِلٍ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ، وَصَارَ كَقِيَامِ الْمِلْكِ فِىْ حَالِ بَقَاءِ الْيَمِيْنِ .

فرمایا: اور جب مرتد دارالحرب میں نہ گیا بلکہ وہ اسلام لے آیا تو قاطع پر پوری دیت واجب ہو گی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے۔

حضرت امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہما اللہ نے فرمایا: یہ تمام احوال میں نصف دیت ہی واجب ہو گی کیونکہ ارتداد نے سرایت کو باطل کر دیا ہے پس اسلام لانے سے یہ اہدار (ضائع ہونا) ضمان میں تبدیل نہ ہو گا' جس جب کسی مرتد نے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ دیا ہے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا ہے۔

شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جنایت محل محترم میں واقع ہوئی ہے اور اسی میں مکمل ہوئی ہے پس ضمان نفس واجب ہو گا' جس طرح جب ارتداد خلل ڈالنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جنایت باقی رہنے کی حالت میں عصمت واحترام محل کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) بلکہ انعقاد سبب اور ثبوت حکم کے وقت عصمت کی موجودگی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور بقاء کی حالت ان سے جدا ہے اور یہ اسی

طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی نے بقائے یمین کی حالت میں ملکیت کا قیام کرلیا ہو۔

مکاتب کے مرتد ہو کر دارالحرب میں جانے کا بیان

(وَاِذَا ارْتَدَّ الْمُكَاتَبُ وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ وَاكْتَسَبَ مَالًا فَأُخِذَ بِمَالِهِ وَاَبَى اَنْ يُسْلِمَ فَقُتِلَ فَاِنَّهُ يُوَفَّى مَوْلَاهُ مُكَاتَبَتَهُ وَمَا بَقِيَ فَلِوَرَثَتِهِ) وَهٰذَا ظَاهِرٌ عَلٰى اَصْلِهِمَا ؛ لِاَنَّ كَسْبَ الرِّدَّةِ مِلْكُهُ اِذَا كَانَ حُرًّا، فَكَذَا اِذَا كَانَ مُكَاتَبًا .

وَاَمَّا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَلِاَنَّ الْمُكَاتَبَ اِنَّمَا يَمْلِكُ اَكْسَابَهُ بِالْكِتَابَةِ، وَالْكِتَابَةُ لَا تَتَوَقَّفُ بِالرِّدَّةِ فَكَذَا اَكْسَابُهُ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّهُ لَا يَتَوَقَّفُ تَصَرُّفُهُ بِالْاَقْوٰى وَهُوَ الرِّقُّ، فَكَذَا بِالْاَدْنٰى بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى .

اور جب کوئی مکاتب مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا ہے اور اس نے مال کمایا ہے اس کے بعد وہ اپنے مال سمیت پکڑ لیا گیا ہے اور وہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے۔ لہٰذا وہ قتل کر دیا گیا ہے' تو اس کے مال سے اس کے آقا کی مکاتبت کو پورا کیا جائے گا۔ اور جو بچ جائے گا وہ اس کے ورثاء کا ہوگا۔ یہ مسئلہ صاحبین کی دلیل کے مطابق تو ظاہر ہے' کیونکہ مرتد جب آزاد ہو اس کی کمائی صاحبین کے نزدیک اسی کی ملکیت میں ہوتی ہے پس اگر وہ مکاتب ہے' تو تب بھی اس کی کمائی اس کی ملکیت میں ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں پر یہ حکم اس سبب سے ہے کہ کتابت کے عقد کے سبب مکاتب اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے اور اس کے مرتد ہونے سے کتابت موقوف ہونے والی نہیں ہے پس اس کی کمائی بھی موقوف نہ ہوگی کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ تصرف قوی یعنی رقیت کے سبب باطل نہیں ہوا۔ پس وہ کم تر کے سبب سے بدرجہ اولیٰ باطل ہونے والا نہیں ہے۔

شوہر وزسبب دونوں کا مرتد ہو کر دارالحرب جانے کا بیان

(وَاِذَا ارْتَدَّ الرَّجُلُ وَامْرَاَتُهُ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ وَلَحِقَا بِدَارِ الْحَرْبِ فَحَبِلَتْ الْمَرْاَةُ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَوَلَدَتْ وَلَدًا وَوُلِدَ لِوَلَدِهِمَا وَلَدٌ فَظُهِرَ عَلَيْهِمْ جَمِيْعًا فَالْوَلَدَانِ فَيْءٌ) ؛ لِاَنَّ الْمُرْتَدَّةَ تُسْتَرَقُّ فَيَتْبَعُهَا وَلَدُهَا، وَيُجْبَرُ الْوَلَدُ الْاَوَّلُ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَلَا يُجْبَرُ وَلَدُ الْوَلَدِ .وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اَنَّهُ يُجْبَرُ تَبَعًا لِلْجَدِّ، وَاَصْلُهُ التَّبَعِيَّةُ فِي الْاِسْلَامِ وَهِيَ رَابِعَةُ اَرْبَعِ مَسَائِلَ كُلُّهَا عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ .وَالثَّانِيَةُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ .وَالثَّالِثَةُ جَرُّ الْوَلَاءِ .وَالْاُخْرٰى الْوَصِيَّةُ لِلْقَرَابَةِ .

اور جب شوہر اور زسبب دونوں نعوذ باللہ مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے گئے اور وہاں عورت حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک بچے کو جنم دیا اور اس کے بعد ان کے لڑکے کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس کے بعد مسلمانوں نے غلبہ پایا تو وہ دونوں لڑکے فئے کے حکم میں ہوں گے کیونکہ مرتدہ کو رقیق بنایا جائے گا پس اسکا لڑکا اس کے تابع ہو جائے گا' اور پہلے لڑکے کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا جائے گا' جبکہ ان کے پوتے کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔

حضرت امام حسن بن زیاد نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ دادا کے تابع کرتے ہوئے اس کو بھی مجبور کیا جائے گا اور اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ اسلام لانے کے لئے تابع ہونا درست ہوتا ہے اور یہ مسئلہ ان چار میں سے چوتھا ہے جن میں ہر مسئلہ کے بارے میں ۲،۲، روایات ہیں۔ دوسرا مسئلہ صدقہ فطر ہے۔ تیسرا مسئلہ ولایت کا جاری ہوتا ہے۔ اور چوتھا یعنی آخری قرابت دار کے لئے وصیت کرنے کا مسئلہ ہے۔

غیر عاقل بچے کے اسلام وارتداد میں مذاہب فقہاء

قَالَ (وَارْتِدَادُ الصَّبِيِّ الَّذِي يَعْقِلُ ارْتِدَادٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَيُجْبَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَا يُقْتَلُ، وَإِسْلَامُهُ إِسْلَامٌ لَا يَرِثُ أَبَوَيْهِ إِنْ كَانَا كَافِرَيْنِ .وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: ارْتِدَادُهُ لَيْسَ بِارْتِدَادٍ وَإِسْلَامُهُ إِسْلَامٌ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: إِسْلَامُهُ لَيْسَ بِإِسْلَامٍ وَارْتِدَادُهُ لَيْسَ بِارْتِدَادٍ .

لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ أَنَّهُ تَبَعٌ لِأَبَوَيْهِ فِيهِ فَلَا يُجْعَلُ أَصْلًا .وَلِأَنَّهُ يَلْزَمُهُ أَحْكَامًا تَشُوبُهَا الْمَضَرَّةُ فَلَا يُؤَهَّلُ لَهُ .

وَلَنَا فِيهِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْلَمَ فِي صِبَاهُ، وَصَحَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْلَامَهُ، وَافْتِخَارُهُ بِذَلِكَ مَشْهُورٌ .وَلِأَنَّهُ أَتَى بِحَقِيقَةِ الْإِسْلَامِ وَهِيَ التَّصْدِيقُ وَالْإِقْرَارُ مَعَهُ ؛ لِأَنَّ الْإِقْرَارَ عَنْ طَوْعٍ دَلِيلٌ عَلَى الِاعْتِقَادِ عَلَى مَا عُرِفَ وَالْحَقَائِقُ لَا تُرَدُّ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ سَعَادَةٌ أَبَدِيَّةٌ وَنَجَاةٌ عُقْبَاوِيَّةٌ، وَهِيَ مِنْ أَجَلِّ الْمَنَافِعِ وَهُوَ الْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ، ثُمَّ يُبْتَنَى عَلَيْهِ غَيْرُهَا فَلَا يُبَالِي بِشَوْبِهِ .

وَلَهُمْ فِي الرِّدَّةِ أَنَّهَا مَضَرَّةٌ مَحْضَةٌ، بِخِلَافِ الْإِسْلَامِ عَلَى أَصْلِ أَبِي يُوسُفَ ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ أَعْلَى الْمَنَافِعِ عَلَى مَا مَرَّ .وَلِأَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ فِيهَا أَنَّهَا مَوْجُودَةٌ حَقِيقَةً، وَلَا مَرَدَّ لِلْحَقِيقَةِ كَمَا قُلْنَا فِي الْإِسْلَامِ، إلَّا أَنَّهُ يُجْبَرُ عَلَى الْإِسْلَامِ لِمَا فِيهِ مِنْ النَّفْعِ لَهُ، وَلَا يُقْتَلُ ؛ لِأَنَّهُ عُقُوبَةٌ، وَالْعُقُوبَاتُ مَوْضُوعَةٌ عَنْ الصِّبْيَانِ مَرْحَمَةً عَلَيْهِمْ .وَهَذَا فِي الصَّبِيِّ الَّذِي يَعْقِلُ .

فرمایا: طرفین کے نزدیک نابالغ سمجھدار بچے کے ارتداد کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا مگر اس کو قتل نہ کیا جائے گا اور اس کے اسلام قبول کرنے کا اعتبار بھی کرلیا جائے گا اسی دلیل کے سبب کہ جب اس کے والدین کافر ہوں تو وہ ان کا وارث نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے مرتد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جبکہ اس کا مسلمان ہونے کا اعتبار کیا

جائے گا۔
حضرت امام شافعی اور حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: کہ اس کا مسلمان ہونا اور مرتد ہونا کسی کا بھی اعتبار نہیں کیا جائے گا
اسلام میں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں وہ اپنے والدین کے تابع ہے۔ پس مسلمان ہونے میں اس کو اصل قرار نہیں دیا جاسکتا
کیونکہ اس کو مسلمان تسلیم کر لینے سے اس پر بعض ایسے احکام لازم ہوں گے جن سے اس کا نقصان ہے کیونکہ وہ اسلام لانے کی
البیت رکھنے والا نہیں ہے۔
اسلام لانے کے بارے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بچپن میں اسلام کو قبول کیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کے اسلام کو باقی رکھا اور صحیح تسلیم کر لیا اور اس پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فخر مشہور ہے کیونکہ بچے کے اسلام کا اعتبار کیا جاتا
ہے۔ لہٰذا وہ بھی اسلام کی حقیقت کو بجالانے والا ہے یعنی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے والا ہے کیونکہ خوشی سے اقرار
کرنا یہ اس کے اعتقاد کی دلیل ہے جس طرح بتایا جاچکا ہے اور حقائق کو مٹایا نہیں جاسکتا۔ جبکہ اسلام کے بارے میں دائمی سعادت
اور آخرت کی نجات یہی اسلام کا اصلی حکم ہے اور دوسری تمام اشیاء اسی پر مبنی ہیں پس نقصان کی کوئی پرواہ نہ کی جائے گی
اور ارتداد کے بارے میں مذکورہ فقہاء کی دلیل کہ یہ صرف نقصان ہی نقصان ہے بہ خلاف اسلام کے جس پر امام ابو یوسف
رحمۃ اللہ علیہ کی اصل ہے کیونکہ اس سے منافع بڑے منسلک ہوتے ہیں جس طرح بیان کیا جاچکا ہے۔
ارتداد کے بارے میں طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس کا پایا بطور حقیقت کے ہے جس کو رد نہیں کیا جاسکتا جس طرح ہم اسلام
کے بارے میں بیان کر چکے ہیں۔ مگر اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اس میں فائدہ موجود ہے اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا
کیونکہ قتل سزاء ہے اور کرم کے سبب بچوں سے سزاؤں کو اٹھالیا گیا ہے اور یہ حکم اس بچے کے بارے میں ہے جو سمجھ دار ہے جبکہ ناسمجھ
بچوں کا ارتداد بھی صحیح نہیں ہے اور پاگل اور ناسمجھ بے ہوش کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

بَابُ الْبُغَاةِ

﴿یہ باب باغیوں کے بیان میں ہے﴾

باب بغات کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مصنف علیہ الرحمہ نے باب بغات کو مرتدین کے باب سے مؤخر ذکر کیا ہے کیونکہ بغاوت کو وجود قلیل ہے اور بغات باغ کی جمع ہے جس طرح قاض کی جمع قضاۃ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۱۵۰، بیروت)

بغاوت کی لغوی تعریف

بغاوت البغی سے مشتق ہے اور البغی لغوی طور پر کبھی طلب کے لئے آتا ہے اور کبھی تعدی (ظلم وزیادتی) کے لئے۔ اصطلاحِ فقہاء میں بغاوت سے مراد ایسی حکومت کے احکام کو نہ ماننا اور اس کے خلاف مسلح خروج کرنا ہے جس کا حق حکمرانی قانون کے مطابق قائم ہوا ہو۔ (لسان العرب (مادة بغی)، 14:75-78)

بغی کا مادہ ب، غ اور ی ہے اور اس کی اصل دو چیزیں ہیں۔ پہلا معنی کسی چیز کا طلب کرنا ہے جبکہ دوسرے معنی کے مطابق یہ فساد کی ایک قسم ہے۔ دوسرے معنی کی مثال دیتے ہوئے اہل زبان کا کہنا ہے: بغی الجرح، زخم فساد کی حد تک بڑھ گیا یعنی بہت زیادہ خراب ہو گیا۔ اسی سے اس نوعیت کے دیگر الفاظ مشتق ہوتے ہیں مثلاً بَغِیٌ بری عورت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ شرم وحیا کی حدیں پھلانگ کر بدکاری کی مرتکب ہوتی ہے۔ اور اس مادے سے بَغِی کا معنی ایک انسان کی طرف سے دوسرے پر ظلم وزیادتی ہے۔ جب بغاوت کسی شخص کی عادت بن جائے تو اس سے فساد خود بخود جنم لیتا ہے؛ اور (اسی لیے) بغی ظلم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی (م 970ھ) بغاوت کی تعریف میں لکھتے ہیں: البغاۃ باغی کی جمع ہے۔ بغی علی الناس کا معنی ہے: اس نے لوگوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے۔ بغی کا معنی یہ بھی ہے کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اور اسی سے فرقہ باغیہ ہے کیونکہ وہ راہ راست سے ہٹ گیا ہے۔ اور فئۃ باغیۃ کا معنی مسلم ریاست 2)) کی اتھارٹی تسلیم نہ کرنے والا گروہ ہے۔

(البحر الرائق، 5:150)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لغت کی رو سے بغی کا معنی ہے: طلب کرنا مثلاً ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبْغِ میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے اور عرف میں اس سے مراد ناجائز ظلم وستم کرنا ہے۔ (درمختار، ج ۴، ص ۲۶۱، بیروت)

مسلمانوں کے گروہ کا غلبہ پانے کا بیان

(وَإِذَا تَغَلَّبَ قَوْمٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى بَلَدٍ وَخَرَجُوا مِنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ دَعَاهُمْ إِلَى الْعَوْدِ إِلَى الْجَمَاعَةِ وَكَشَفَ عَنْ شُبْهَتِهِمْ) ؛ لِأَنَّ عَلِيًّا فَعَلَ كَذٰلِكَ بِأَهْلِ حَرُوْرَاءَ قَبْلَ قِتَالِهِمْ، وَلِأَنَّهُ أَهْوَنُ الْأَمْرَيْنِ ، وَلَعَلَّ الشَّرَّ يَنْدَفِعُ بِهِ فَيُبْدَأُ بِهِ .(وَلَا يَبْدَأُ بِقِتَالٍ حَتّٰى يَبْدَءُوْهُ، فَإِنْ بَدَءُوْهُ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُفَرِّقَ جَمْعَهُمْ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: هٰكَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُوْرِيُّ فِي مُخْتَصَرِهِ .

جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ جمالے اور مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کر دے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ انہیں اپنی عمل داری میں آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل حروراء کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ایسا ہی کیا تھا کیونکہ یہ دو کاموں (جنگ اور مذاکرات) میں سے آسان کام ہے اور اس لئے بھی کہ شاید فتنہ اس سے ختم ہو جائے۔ سو اسی سے آغاز کیا جائے اور جنگ کی ابتداء نہ کی جائے یہاں تک کہ وہ اس میں پہل کریں۔ پس اگر وہ جنگ میں پہل کرتے ہوئے ہتھیار اٹھالیں تو ان کے ساتھ خوب لڑائی کرو یہاں تک کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور ان کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔ صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: صاحب قدوری نے اپنی مختصر میں یہی ذکر کیا ہے۔

باغیوں سے جنگ کرنے میں فقہی اختلاف کا بیان

وَذَكَرَ الْإِمَامُ الْمَعْرُوفُ بِخُوَاهَرْ زَادَهْ أَنَّ عِنْدَنَا يَجُوزُ أَنْ يَبْدَأَ بِقِتَالِهِمْ إِذَا تَعَسْكَرُوا وَاجْتَمَعُوا ، وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ حَتّٰى يَبْدَءُوا بِالْقِتَالِ حَقِيقَةً ؛ لِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ قَتْلُ الْمُسْلِمِ إِلَّا دَفْعًا وَهُمْ مُسْلِمُوْنَ، بِخِلَافِ الْكَافِرِ ؛ لِأَنَّ نَفْسَ الْكُفْرِ مُبِيحٌ عِنْدَهُ .

وَلَنَا أَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى الدَّلِيلِ وَهُوَ الِاجْتِمَاعُ وَالِامْتِنَاعُ، وَهٰذَا ؛ لِأَنَّهُ لَوِ انْتَظَرَ الْإِمَامُ حَقِيقَةَ قِتَالِهِمْ رُبَّمَا لَا يُمْكِنُهُ الدَّفْعُ فَيُدَارُ عَلَى الدَّلِيلِ ضَرُوْرَةَ دَفْعِ شَرِّهِمْ، وَإِذَا بَلَغَهُ أَنَّهُمْ يَشْتَرُوْنَ السِّلَاحَ وَيَتَأَهَّبُوْنَ لِلْقِتَالِ يَنْبَغِي أَنْ يَأْخُذَهُمْ وَيَحْبِسَهُمْ حَتّٰى يُقْلِعُوا عَنْ ذٰلِكَ وَيُحْدِثُوا تَوْبَةً دَفْعًا لِلشَّرِّ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ .

وَالْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ مِنْ لُزُوْمِ الْبَيْتِ مَحْمُوْلٌ عَلٰى حَالِ عَدَمِ الْإِمَامِ، أَمَّا إِعَانَةُ الْإِمَامِ الْحَقِّ فَمِنَ الْوَاجِبِ عِنْدَ الْغَنَاءِ وَالْقُدْرَةِ .

فقہ کے امام جو خواہر زادہ کے نام سے معروف ہیں انہوں نے فرمایا: جب باغی کوئی اپنا لشکر بنائیں اور جنگ کے لئے ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو امام کے لئے ان سے جنگ کرنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے ان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ یقینی طور پر پہلے حملہ کریں کیونکہ مسلمانوں کو قتل

کرنا جائز نہیں ہے جبکہ دفاع کے لئے جائز ہے اور باغی بھی (نہ جاننے والے لوگ ان میں سے بعض) مسلمان ہیں۔ بہ خلاف کافر کے کیونکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نفس کفر جنگ کو مباح کرنے والا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حکم کا دار و مدار دلیل پر ہوگا اور یہاں پر ان کا اکٹھا ہونا اور امام کی اطاعت سے انکار کرنا ہی دلیل ہے کیونکہ جب امام حقیقت میں جنگ کرنے کا انتظار کرے گا تو اس طرح کبھی بھی نہ ہو سکے گا اور نہ ہی امام کے لئے دفاع کرنا ممکن ہو گا۔ پس ان لوگوں کے شر کو دور کرنے کے لئے یہاں حکم کا دار و مدار دلیل کے مطابق ہوگا۔ اور جب امام کو یہ خبر پہنچی کہ بغاوت کرنے والے اسلحہ خرید کر جنگ کی تیاری کر رہے ہیں تو امام کو چاہے کہ ان کو گرفتار کر قید میں ڈال دے حتیٰ کہ وہ لوگ اس سے باز آ جائیں اور توبہ کریں یہاں تک کہ حتیٰ الامکان شر دور ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے جو یہ روایت مشہور ہے کہ عام فتنے کے وقت گھروں میں بیٹھ جانا چاہے یہ اس روایت کا محل یہ ہے کہ جب امام نہ ہو جبکہ امام برحق کی مدد کرنا اور حتیٰ الامکان طاقت وقدرت سے ضروری ہے۔

باغیوں کے مددگاروں کے قتل کا بیان

(فَإِنْ كَانَتْ لَهُمْ فِئَةٌ أُجْهِزَ عَلَى جَرِيحِهِمْ وَأُتْبِعَ مُوَلِّيهِمْ) دَفْعًا لِشَرِّهِمْ كَيْ لَا يَلْحَقُوا بِهِمْ (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِئَةٌ لَمْ يُجْهَزْ عَلَى جَرِيحِهِمْ وَلَمْ يُتْبَعْ مُوَلِّيهِمْ) لِانْدِفَاعِ الشَّرِّ دُونَهُ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوزُ ذَلِكَ فِي الْحَالَيْنِ؛ لِأَنَّ الْقِتَالَ إِذَا تَرَكُوهُ لَمْ يَبْقَ قَتْلُهُمْ دَفْعًا. وَجَوَابُهُ مَا ذَكَرْنَاهُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ دَلِيلُهُ لَا حَقِيقَتُهُ.

اور جب ان باغیوں کی کوئی جماعت مدد کرنے والی ہو تو ان کے زخمیوں کو بھی قتل کر دیا جائے گا اور ان میں سے بھاگنے والوں کو پیچھا کرتے ہوئے ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا تا کہ فساد کو ختم کیا جائے کیونکہ وہ بھاگنے والے باغیوں سے نہ مل سکیں۔ اور جب ان کی مددگار کوئی جماعت نہ ہو تو پھر ان کے زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے بھاگنے والوں کا پیچھا کیا جائے گا کیونکہ اس عمل کے بغیر ہی ان کا فساد دور ہو چکا ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: دونوں احوال میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جب باغیوں نے جب جنگ کرنا ترک کر دی ہے تو ان کا قتل کرنا دفاع کے طور پر نہ ہوگا اور اس کا جواب وہی ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہاں جنگ کی دلیل کا اعتبار کیا گیا ہے حقیقت جنگ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

باغیوں کی اولاد کو قید نہ کرنے کا بیان

(وَلَا يُسْبَى لَهُمْ ذُرِّيَّةٌ وَلَا يُقَسَّمُ لَهُمْ مَالٌ) لِقَوْلِ عَلِيٍّ يَوْمَ الْجَمَلِ: وَلَا يُقْتَلُ أَسِيرٌ وَلَا يُكْشَفُ سِتْرٌ وَلَا يُؤْخَذُ مَالٌ، وَهُوَ الْقُدْوَةُ فِي هَذَا الْبَابِ. وَقَوْلُهُ فِي الْأَسِيرِ تَأْوِيلُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِئَةٌ، فَإِنْ كَانَتْ يَقْتُلُ الْإِمَامُ الْأَسِيرَ، وَإِنْ شَاءَ حَبَسَهُ لِمَا ذَكَرْنَا، وَلِأَنَّهُمْ مُسْلِمُونَ

وَالْاِسْلَامُ يَعْصِمُ النَّفْسَ وَالْمَالَ

اور باغیوں کی اولاد کی قیدی نہیں بنایا جائے گا اور ان کے اموال کو بھی تقسیم نہیں کیا جائے گا کیونکہ جنگ جمل کے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے قیدیوں میں سے کسی قیدی نہ بنایا جائے اور نہ ہی کسی عورت کی بے عزتی اور نہ پردہ دری کی جائے اور ان کا مال بھی نہ لوٹا جائے اور اس باب میں ہمارے رہنما وہی (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) ہیں۔ اور قیدی کے بارے کے فرمان کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب ان کے لئے کوئی حمایتی جماعت نہ ہو اور جب ان کی کوئی حمایتی جماعت ہے تو پھر امام قیدی کو قتل کر دے یا وہ چاہے تو اس کو قیدی بنا کر رکھے کیونکہ یہ لوگ مسلمان ہیں (بہ ظاہر) اور اسلام جان و مال کی حفاظت کرنے والا ہے۔

باغیوں سے اسلحہ چھیننے کا بیان

(وَلَا بَاْسَ بِاَنْ يُقَاتِلُوا بِسِلَاحِهِمْ اِنِ احْتَاجَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَيْهِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوْزُ، وَالْكُرَاعُ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ. لَهٗ اَنَّهٗ مَالُ مُسْلِمٍ فَلَا يَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ اِلَّا بِرِضَاهُ. وَلَنَا اَنَّ عَلِيًّا قَسَّمَ السِّلَاحَ فِيْمَا بَيْنَ اَصْحَابِهٖ بِالْبَصْرَةِ وَكَانَتْ قِسْمَتُهٗ لِلْحَاجَةِ لَا لِلتَّمْلِيْكِ، وَلِاَنَّ لِلْاِمَامِ اَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ فِيْ مَالِ الْعَادِلِ عِنْدَ الْحَاجَةِ، فَفِيْ مَالِ الْبَاغِيْ اَوْلٰى وَالْمَعْنٰى فِيْهِ اِلْحَاقُ الضَّرَرِ الْاَدْنٰى لِدَفْعِ الْاَعْلٰى.

اور جب مسلمانوں کو ضرورت ہو تو باغیوں سے اسلحہ چھین کر اسی اسلحہ کے ساتھ وہ باغیوں سے جنگ کریں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس طرح جائز نہیں ہے اور ان کے اونٹوں کو استعمال کرنے بھی اسی طرح کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں احوال میں اس طرح کرنا جائز نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مسلمان کا مال ہے پس اس کی رضامندی کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں مجاہدین کے درمیان مال تقسیم کیا ہے۔ اور یہ تقسیم ضرورت کے طور پر تھی مالک بنانے کی غرض سے نہ تھی کیونکہ ضرورت کے وقت عادل کے مال سے بھی اس طرح کی مالی تقسیم امام کے لئے جائز ہے۔ پس باغی کے مال میں بدرجہ اولیٰ امام کو اختیار ہو گا۔ اور اس کی دلیل وہی ہے کہ بڑے نقصان سے بچنے کے لئے چھوٹے نقصان کو برداشت کیا جاتا ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

باغیوں کے اموال روکنے کا بیان

(وَيَحْبِسُ الْاِمَامُ اَمْوَالَهُمْ فَلَا يَرُدُّهَا عَلَيْهِمْ وَلَا يَقْسِمُهَا حَتّٰى يَتُوْبُوْا فَيَرُدَّهَا عَلَيْهِمْ) اَمَّا عَدَمُ الْقِسْمَةِ فَلِمَا بَيَّنَّاهُ.

وَاَمَّا الْحَبْسُ فَلِدَفْعِ شَرِّهِمْ بِكَسْرِ شَوْكَتِهِمْ وَلِهٰذَا يَحْبِسُهَا عَنْهُمْ، وَاِنْ كَانَ لَا يَحْتَاجُ اِلَيْهَا، اِلَّا اَنَّهُ يَبِيعُ الْكُرَاعَ ؛ لِاَنَّ حَبْسَ الثَّمَنِ اَنْظَرُ وَاَيْسَرُ، وَاَمَّا الرَّدُّ بَعْدَ التَّوْبَةِ فَلِانْدِفَاعِ الضَّرُورَةِ وَلَا اسْتِغْنَامَ فِيهَا ۔

اور امام ان کے مالوں کو روک لے پس وہ ان کو واپس نہ کرے اور نہ ہی مالوں کو تقسیم کرے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلیں، تو امام ان کے مالوں کو انہیں واپس کرے گا مالوں کو تقسیم نہ کرنے کی دلیل کو ہم بیان کر چکے ہیں اور ان کے سامان وغیرہ کو روکنے کی دلیل یہ ہے کہ ان کی ہیبت کو ختم کرتے ہوئے ان کے فساد سے حفاظت میں آیا جائے لہٰذا امام ان کا ساز و سامان روک لے اگرچہ خود انہیں اس مال کی ضرورت نہ بھی ہو مگر وہ اونٹوں کو بیچ کر ان کی قیمت محفوظ کر لے کیونکہ قیمت کو روکنا زیادہ آسان ہے اور جب وہ توبہ کرلیں، تو ان کے سامان ان کو واپس کر دیئے جائیں گے کیونکہ اب ضرورت ختم ہو چکی ہے اور ان کے مالوں کو غنیمت بھی نہیں بنایا گیا ہے پس ان کو واپس کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باغیوں کے وصول کردہ عشر وخراج کے عدم اعتبار کا بیان

قَالَ: (وَمَا جَبَاهُ اَهْلُ الْبَغْيِ مِنَ الْبِلَادِ الَّتِي غَلَبُوا عَلَيْهَا مِنَ الْخَرَاجِ وَالْعُشْرِ لَمْ يَأْخُذْهُ الْإِمَامُ ثَانِيًا) ؛ لِاَنَّ وِلَايَةَ الْاَخْذِ لَهُ بِاعْتِبَارِ الْحِمَايَةِ وَلَمْ يَحْمِهِمْ (فَاِنْ كَانُوا صَرَفُوهُ فِي حَقِّهِ اَجْزَاَ مَنْ اُخِذَ مِنْهُ) لِوُصُولِ الْحَقِّ اِلٰى مُسْتَحِقِّهِ (وَاِنْ لَمْ يَكُونُوا صَرَفُوهُ فِي حَقِّهِ فَعَلٰى اَهْلِهِ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اَنْ يُعِيدُوا ذٰلِكَ) ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَصِلْ اِلٰى مُسْتَحِقِّهِ ۔

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: قَالُوا الْاِعَادَةُ عَلَيْهِمْ فِي الْخَرَاجِ ؛ لِاَنَّهُمْ مُقَاتِلَةٌ فَكَانُوا مَصَارِفَ، وَاِنْ كَانُوا اَغْنِيَاءَ، وَفِي الْعُشْرِ اِنْ كَانُوا فُقَرَاءَ، فَكَذٰلِكَ ؛ لِاَنَّهُ حَقُّ الْفُقَرَاءِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الزَّكَاةِ ۔ وَفِي الْمُسْتَقْبَلِ يَأْخُذُهُ الْاِمَامُ ؛ لِاَنَّهُ يَحْمِيهِمْ فِيهِ ؛ لِظُهُورِ وِلَايَتِهِ ۔

فرمایا: اور اہل بغات نے جن علاقوں پر غلبہ کرتے ہوئے مسلمانوں سے خراج وعشر جمع کیا، تو امام ان سے دوبارہ نہ لے کیونکہ امام کے لئے وصول کرنے کی ولایت حفاظت کے سبب سے تھی جبکہ امام ان کی حفاظت تو کر نہیں سکا۔ اور جب اہل بغات نے ان کے مالوں کے ان کے مصرف میں خرچ کیا، تو دیئے گئے مال کفایت کرنے والے ہوں گے کیونکہ حق اپنے مستحق تک پہنچ چکا ہے اور جب باغیوں نے ان کے مالوں کو مصرف میں خرچ نہ کیا، تو ہر صاحب مال کے لئے جو اس پر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے وہ دینا لازم ہوگا۔ کیونکہ اس کا پہلا مال اپنے مستحق تک نہیں پہنچا۔

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشائخ فقہاء نے فرمایا: خراج میں ان پر لوٹانا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مصرف میں مجاہدین بھی ہوتے ہیں پس دینے والے ہی خراج کے مصارف ہوں گے۔ خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں اور جب وہ فقیر ہوں، تو عشر میں بھی یہی حکم ہوگا، کیونکہ عشر تو فقراء کا حق ہے اس لئے آنے والے وقت میں امام کی ولایت ظاہر ہوگی اور وہ ان کی مدد کرے گا۔

باغی کے قتل کے ہدر ہونے کا بیان

(وَمَنْ قَتَلَ رَجُلًا وَهُمَا مِنْ عَسْكَرِ اَهْلِ الْبَغْيِ ثُمَّ ظُهِرَ عَلَيْهِمْ فَلَيْسَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ) لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِاِمَامِ الْعَدْلِ حِيْنَ الْقَتْلِ فَلَمْ يَنْعَقِدْ مُوْجِبًا كَالْقَتْلِ فِي دَارِ الْحَرْبِ .

(وَاِنْ غَلَبُوْا عَلٰى مِصْرٍ فَقَتَلَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْمِصْرِ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْمِصْرِ عَمْدًا ثُمَّ ظُهِرَ عَلَى الْمِصْرِ فَاِنَّهُ يُقْتَصُّ مِنْهُ) وَتَاْوِيْلُهُ اِذَا لَمْ يَجْرِ عَلٰى اَهْلِهِ اَحْكَامُهُمْ وَاُزْعِجُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ، وَفِي ذٰلِكَ لَمْ تَنْقَطِعْ وِلَايَةُ الْاِمَامِ فَيَجِبُ الْقِصَاصُ .

اور جب اہل بغات کے لشکر میں کسی نے دوسرے باغی کو قتل کر دیا اور اس پر مسلمانوں نے غلبہ پایا تو قاتل پر کچھ واجب نہ ہوگا' کیونکہ قتل کے وقت ان پر امام کی ولایت نہ تھی پس یہ قتل قصاص کو واجب کرنے والا نہ ہوگا' جس طرح دار الحرب کا قتل ہوتا ہے۔

اور جب اہل بغات نے کسی شہر پر غلبہ پایا اس کے اس شہر میں سے کسی شہری نے دوسرے شہری کو ارادے سے قتل کر دیا اس کے بعد اس شہر پر مسلمانوں نے غلبہ پایا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا' اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب اس شہر پر بغاوت کا حکم جاری نہ ہوا تھا اور اس سے پہلے ہی وہ وہاں بھگا دیے گئے' تو اس طرح امام کی ولایت ختم نہیں ہوتی تھی لہٰذا قصاص واجب ہوگا۔

قاتل کا مقتول سے وراثت پانے کا بیان

(وَاِذَا قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْعَدْلِ بَاغِيًا فَاِنَّهُ يَرِثُهُ، فَاِنْ قَتَلَهُ الْبَاغِي وَقَالَ قَدْ كُنْتُ عَلٰى حَقٍّ وَاَنَا الْاٰنَ عَلٰى حَقٍّ وَرِثَهُ، وَاِنْ قَالَ قَتَلْتُه وَاَنَا اَعْلَمُ اَنِّي عَلَى الْبَاطِلِ لَمْ يَرِثْهُ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ) وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يَرِثُ الْبَاغِي فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ .

وَاَصْلُهُ اَنَّ الْعَادِلَ اِذَا اَتْلَفَ نَفْسَ الْبَاغِي اَوْ مَالَهُ لَا يَضْمَنُ وَلَا يَاْثَمُ؛ لِاَنَّهُ مَاْمُوْرٌ بِقِتَالِهِمْ دَفْعًا لِشَرِّهِمْ، وَالْبَاغِي اِذَا قَتَلَ الْعَادِلَ لَا يَجِبُ الضَّمَانُ عِنْدَنَا وَيَاْثَمُ .وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي الْقَدِيْمِ: اِنَّهُ يَجِبُ، وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ اِذَا تَابَ الْمُرْتَدُّ، وَقَدْ اَتْلَفَ نَفْسًا اَوْ مَالًا .

لَهُ اَنَّهُ اَتْلَفَ مَالًا مَعْصُوْمًا اَوْ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُوْمَةً فَيَجِبُ الضَّمَانُ اعْتِبَارًا بِمَا قَبْلَ الْمَنَعَةِ .وَلَنَا اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ، رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ .وَلِاَنَّهُ اَتْلَفَ عَنْ تَاْوِيْلٍ فَاسِدٍ، وَالْفَاسِدُ مِنْهُ مُلْحَقٌ بِالصَّحِيْحِ اِذَا ضُمَّتْ اِلَيْهِ الْمَنَعَةُ فِي حَقِّ الدَّفْعِ كَمَا فِي مَنَعَةِ اَهْلِ الْحَرْبِ وَتَاْوِيْلِهِمْ، وَهٰذَا ؛لِاَنَّ الْاَحْكَامَ لَا بُدَّ فِيْهَا مِنَ الْاِلْزَامِ اَوِ الْاِلْتِزَامِ، وَلَا الْتِزَامَ لِاعْتِقَادِ الْاِبَاحَةِ عَنْ تَاْوِيْلٍ، وَلَا اِلْزَامَ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ لِوُجُوْدِ الْمَنَعَةِ، وَالْوِلَايَةُ بَاقِيَةٌ قَبْلَ الْمَنَعَةِ وَعِنْدَ عَدَمِ التَّاْوِيْلِ ثَبَتَ الْاِلْتِزَامُ

اعتقادًا، بخلاف الإثم؛ لأنه لا منعة في حق الشارع، إذا ثبت هذا فنقول: قتل العادل الباغي قتل بحق فلا يمنع الإرث.

ولأبي يوسف رحمه الله في قتل الباغي العادل أن التأويل الفاسد إنما يعتبر في حق الدفع والحاجة ههنا إلى استحقاق الإرث فلا يكون التأويل معتبرًا في حق الإرث.

ولهما فيه أن الحاجة إلى دفع الحرمان أيضًا، إذ القرابة سبب الإرث فيعتبر الفاسد فيه، إلا أن من شرطه بقاءه على ديانته، فإذا قال: كنت على الباطل لم يوجد الدافع فوجب الضمان.

اور جب اہل عدل میں سے کسی شخص نے کسی باغی بندے کو قتل کر دیا ہے تب بھی قاتل مقتول کا وارث ہوگا اور جب باغی کسی عادل کو قتل کرے اور وہ اس طرح کہے کہ میں حق پر تھا اور میں ابھی بھی حق پر ہوں، تو وہ مقتول کا وارث ہوگا اور جب اس طرح کہا کہ جب میں نے اس کو قتل کیا ہے میں اس وقت جانتا تھا کہ میں حق پر نہیں تھا تو وہ مقتول کا وارث نہ ہوگا طرفین کے نزدیک یہی حکم ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دونوں حالتوں میں باغی عادل مقتول کو وارث نہیں بن سکے گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب عادل آدمی باغی کی جان یا پھر اس کے مال کو ہلاک کرے گا، تو وہ ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ گناہگار ہوگا، کیونکہ فساد کو ختم کرنے کے لئے عادل کو بغات کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر باغی کسی عادل کو قتل کرتا ہے، تو ہمارے نزدیک ضمان نہ ہوگا البتہ وہ گناہگار ہوگا، اور امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے کہ ضمان واجب ہو جائے گا۔ اور یہ مسئلہ اسی اختلاف پر ہے۔ کہ جب مرتد نے توبہ کر لی ہو جبکہ اس نے حالت ارتداد میں کسی جان یا مال کو ہلاک کیا ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے محفوظ مال یا محفوظ جان کو ہلاک کیا ہے لہٰذا ضمان اس پر واجب ہو جائے کیونکہ انہوں نے حصول طاقت سے پہلی والی حالت اس کو قیاس کیا ہے۔

ہماری دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بارے میں اجماع ہے۔ کہ جب باغی کے ساتھ کوئی طاقت موجود ہو تو ضمان کو ختم کرنے کے لئے فاسد توجیہ بھی صحیح کے ساتھ ملحق ہونے والی ہے، جس طرح اہل حرب کی قوت اور ان کی توجیہ کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب ہے کہ احکام شرع کے کے لئے الزام یا التزام ضروری ہے (قاعدہ فقہیہ) جبکہ باغی التزام کرنے والا نہیں ہے اسی سبب سے وہ اہل عدل کی جان و مال کو مباح سمجھنے والا ہے اور باغی پر امام کی جانب سے بھی کوئی حکم لازم ہونے والا نہیں ہے، کیونکہ اس پر امام کی ولایت نہیں ہے، کیونکہ اسے قوت حاصل ہے، جبکہ طاقت سے قبل ولایت حاصل رہتی ہے۔

تاویل نہ ہونے کی حالت میں اعتقادی طور پر التزام ثابت ہو جائے گا بہ خلاف گناہ کے کیونکہ شریعت کے حق میں طاقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ عادل شخص کا باغی کو قتل کرنا برحق ہے پس یہ قتل وارثت کے مانع نہ ہو

۴۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اس مسئلہ میں کہ جب باغی عادل شخص کو قتل کرے یہ ہے کہ فاسد تاویل ضمان کو ختم کرنے میں اعتبار کر لی جاتی ہے حالانکہ یہاں وراثت کے حق کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے پس وراثت کے حق میں فاسد توجیہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

طرفین رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں حرمان کو ختم کرنے کی ضرورت ہے' کیونکہ قرابت وارثت کا سبب ہے پس حرمان کو ختم کرنے کے لئے فاسد توجیہ کا اعتبار کیا جائے گا مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اپنی دیانتداری پر باقی رہنے والی ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ جب اس نے کہا ہے: میں باطل پر تھا تو وہ فاسد دفع کرنے والا نہ ہوا لہٰذا اس پر ضمان واجب ہو گیا ہے۔

اہل فتنہ سے اسلحہ کی بیع کی کراہت کا بیان

قَالَ (وَيُكْرَهُ بَيْعُ السِّلَاحِ مِنْ اَهْلِ الْفِتْنَةِ وَفِي عَسَاكِرِهِمْ) ؛ لِاَنَّهُ اِعَانَةٌ عَلَى الْمَعْصِيَةِ (وَلَيْسَ بِبَيْعِهِ بِالْكُوفَةِ مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ اَهْلِ الْفِتْنَةِ بَاْسٌ) ؛ لِاَنَّ الْغَلَبَةَ فِي الْاَمْصَارِ لِاَهْلِ الصَّلَاحِ، وَاِنَّمَا يُكْرَهُ بَيْعُ نَفْسِ السِّلَاحِ لَا بَيْعُ مَا لَا يُقَاتَلُ بِهِ اِلَّا بِصَنْعَةٍ، اَلَا تَرَى اَنَّهُ يُكْرَهُ بَيْعُ الْمَعَازِفِ وَلَا يُكْرَهُ بَيْعُ الْخَشَبِ، وَعَلَى هٰذَا الْخَمْرُ مَعَ الْعِنَبِ.

فرمایا: اور اہل فتنہ اور ان کے لشکر سے اسلحہ کی بیع مکروہ ہے' کیونکہ اس طرح معصیت کی مدد ہے۔ اور اہل کوفہ میں اہل کوفہ کی بیع جبکہ وہ انہیں اہل فتنہ میں کوئی جانتا ہی نہ ہو تو بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ شہروں میں بہت سے اسلحہ والے ہوتے ہیں اور اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے اور اس چیز کی فروخت مکروہ نہیں ہے' جس میں کاری گری کے بغیر جنگ ممکن نہ ہو۔ کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ طنبور کو بیچنا مکروہ ہے' جبکہ اس کی لکڑی بیچنا مکروہ نہیں ہے اسی حکم کے مطابق شراب اور انگور کی فروخت کا مسئلہ ہے۔

كِتَابُ اللَّقِيطِ

﴿یہ کتاب لقیط کے بیان میں ہے﴾

کتاب لقیط کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں التقاط کا ذکر کتاب الجہاد کے بعد اس سبب سے ہے کہ اس میں اٹھانے والے کے سبب سے ہلاک ہونے والی جان کو بچانا ہے۔ جہاد میں چونکہ اہل اسلام کی عزت وشان اور ان کو جانوں کا تحفظ ہے اسی طرح لقیط کے سبب بھی انسانی جان کی حفاظت ہے پس اس مطابقت کے پیش نظر کتاب اللقیط کو کتاب الجہاد کے بعد ذکر کیا ہے۔

اور اس کی فقہی مطابقت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جس طرح جہاد میں مشقت اٹھانا پڑتی ہے اسی طرح لقیط اٹھانے اور اس کے بعد اس کی پرورش ونگرانی کرنے کے سبب بھی مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، بتصرف، ج ۸، ص ۱۰۵، بیروت)

لقیط کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عرف شرع میں لقیط اس بچہ کو کہتے ہیں جس کو اس کے گھر والے نے اپنی تنگدستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ (الدرالمختار، کتاب اللقیط)

لقیط لام کے پیش اور قاف کے زیر کے ساتھ یعنی لقط بھی منقول ہے اور قاف کے جزم کے ساتھ یعنی لقطہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں قاف کے زبر کے ساتھ یعنی لقطہ مشہور ہے۔

لقیط (یعنی بے وارث بچہ) اگر کہیں پڑا ہوا ملے تو اسے اٹھالینا مستحب ہے اور اگر اس کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو پھر اسے اٹھانا واجب ہوگا۔ ایسا بچہ جب تک مملوک غلام ہونا ثابت نہ ہو حر (یعنی آزاد ہے) لقیط کا نفقہ اور اس کا خون بہا بیت المال کے ذمہ ہوگا۔ اسی طرح اس کی میراث بھی بیت المال کی تحویل میں رہے گی۔ جس شخص نے لقیط کو اٹھالیا ہے اس سے کسی اور کو لینے کا اختیار نہیں ہوگا اگر کسی شخص نے یہ دعوی کیا کہ یہ میرا بچہ ہے' تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائیگا۔ اور اگر دو آدمی ایک ساتھ اس کا دعوی کریں' تو اس کو لینے کا زیادہ حقدار وہ شخص ہوگا جو اس بچہ کے بدن میں کوئی علامت بتائے اور دیکھنے میں وہ علامت موجود پائی جائے مثلاً وہ یہ بتائے کہ اس کی پیٹھ پر مسہ ہے اور پھر جب دیکھا جائے' تو اس کی پیٹھ پر مسہ موجود ہو۔

لقیط کا نام رکھنے کا بیان

اللَّقِيطُ سُمِّيَ بِهِ بِاعْتِبَارِ مَآلِهِ لِمَا أَنَّهُ يُلْقَطُ . وَالِالْتِقَاطُ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِحْيَائِهِ، وَإِنْ غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ ضَيَاعُهُ فَوَاجِبٌ . قَالَ (اللَّقِيطُ حُرٌّ) ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي بَنِي آدَمَ إِنَّمَا هُوَ

الْحُرِّيَّةُ، وَكَذَا الدَّارُ دَارُ الْاَحْرَارِ ؛ وَلِاَنَّ الْحُكْمَ لِلْغَالِبِ .

لقیط کا نام لقیط اس کے انجام کے سبب سے رکھا گیا ہے' کیونکہ اس کو اٹھایا جاتا ہے اور اس کا اٹھانا مستحب ہے' کیونکہ اس میں لقیط کی زندگی ہے اور جب دیکھنے والے کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ ضائع ہو جائے گا' تو اب اس کو اٹھانا واجب ہے۔ فرمایا: لقیط آزاد ہوتا ہے' کیونکہ بنی آدم میں اصل آزادی ہے' کیونکہ دارالاسلام بھی آزاد لوگوں کا ملک ہے' کیونکہ حکم غالب پر مرتب ہوا کرتا ہے۔

لقیط کے اخراجات کا بیت المال سے ہونے کا بیان

(وَنَفَقَتُهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ) هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ، وَلِاَنَّهُ مُسْلِمٌ عَاجِزٌ عَنِ التَّكَسُّبِ، وَلَا مَالَ لَهُ وَلَا قَرَابَةَ فَاَشْبَهَ الْمُقْعَدَ الَّذِي لَا مَالَ لَهُ وَلَا قَرَابَةَ ؛ وَلِاَنَّ مِيرَاثَهُ لِبَيْتِ الْمَالِ، وَالْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ وَلِهٰذَا كَانَتْ جِنَايَتُهُ فِيهِ .

وَالْمُلْتَقِطُ مُتَبَرِّعٌ فِي الْاِنْفَاقِ عَلَيْهِ ؛ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ اِلَّا اَنْ يَاْمُرَهُ الْقَاضِي بِهِ لِيَكُونَ دَيْنًا عَلَيْهِ لِعُمُومِ الْوِلَايَةِ .

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ لقیط کا نفقہ بیت سے دیا جائے گا۔ کیونکہ لقیط ایسا مسلمان ہے' جو کمانے سے عاجز ہے اور اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے اور اسکی کوئی قرابت بھی نہیں ہے پس لقیط اس اپاہج کی طرح ہو جائے گا' جس کے پاس مال نہ ہو۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ لقیط کی وارثت بیت المال کی ہوتی ہے اور جو نفع لینے والا ہے وہی ضمان بھی ادا کرے گا۔ (قاعدہ فقہیہ) لہٰذا لقیط کی جنایت کا ضمان بھی بیت المال میں سے واجب ہے۔ البتہ لقیط پر خرچ کرنے والا محسن ہے' کیونکہ لقیط پر خرچ کرنے والے کو اس پر ولایت حاصل نہیں ہوتی حتیٰ کہ قاضی اس پر خرچ کرنے کا حکم جاری کر دے تا کہ خرچ کرنا اس پر بطور قرض ہو جائے کیونکہ قاضی کو عموم ولایت حاصل ہے۔

لقیط کو اٹھانے والے ہی کے استحقاق کا بیان

قَالَ (فَاِنِ الْتَقَطَهُ رَجُلٌ لَمْ يَكُنْ لِغَيْرِهِ اَنْ يَاْخُذَهُ مِنْهُ) ؛ لِاَنَّهُ ثَبَتَ حَقُّ الْحِفْظِ لَهُ لِسَبْقِ يَدِهِ (فَاِنِ ادَّعَى مُدَّعٍ اَنَّهُ ابْنُهُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ) .مَعْنَاهُ: اِذَا لَمْ يَدَّعِ الْمُلْتَقِطُ نَسَبَهُ وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ .وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يُقْبَلَ قَوْلُهُ ؛ لِاَنَّهُ يَتَضَمَّنُ اِبْطَالَ حَقِّ الْمُلْتَقِطِ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّهُ اِقْرَارٌ لِلصَّبِيِّ بِمَا يَنْفَعُهُ ؛ لِاَنَّهُ يَتَشَرَّفُ بِالنَّسَبِ وَيُعَيَّرُ بِعَدَمِهِ .ثُمَّ قِيلَ يَصِحُّ فِي حَقِّهِ دُونَ اِبْطَالِ يَدِ الْمُلْتَقِطِ .وَقِيلَ يُبْتَنَى عَلَيْهِ بُطْلَانُ يَدِهِ، وَلَوْ ادَّعَاهُ الْمُلْتَقِطُ قِيلَ يَصِحُّ قِيَاسًا وَاسْتِحْسَانًا، وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ عَلَى الْقِيَاسِ وَالْاِسْتِحْسَانِ وَقَدْ عُرِفَ فِي

الْاَصْلِ .

فرمایا: اور جب کسی شخص نے لقیط کو اٹھایا تو دوسرے آدمی کے لئے حق نہیں ہے کہ وہ اٹھانے والے سے لقیط کو لے۔ کیونکہ اٹھانے میں سبقت کرنے کے سبب اسی کو حق حفاظت مل چکا ہے ہاں جب کسی بندے نے یہ دعویٰ کر دیا کہ لقیط تو میرا بیٹا ہے تو اس کے قول کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے ثبوت نسب کا دعویٰ خواہ نہ کیا ہو۔ اور یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مدعی کا دعویٰ قبول نہ کیا جائے کیونکہ اس دعویٰ سے ملتقط کے حق کا بطلان لازم آ رہا ہے۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ بچے کے حق میں اس کا اقرار کرنا ایسا عمل ہے جو بچے کے لئے فائدے مند ہے کیونکہ ثبوت نسب سے وہ شریف کہلائے گا اور نسب نہ ہونے کے سبب اسے شرمندگی ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دعویٰ صرف ثبوت نسب میں درست ہوگا جبکہ ملتقط کے دعویٰ کو باطل کرنے میں اسکا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ملتقط کے قبضے کا باطل ہونا بھی اس دلیل پر مبنی ہے اور جب ملتقط دعویٰ کرے تو ایک قول کے مطابق قیاس واستحسان دونوں کے اعتبار سے درست ہوگا جبکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی بطور استحسان درست ہوگا قیاس کے اعتبار سے درست نہ ہوگا اور مبسوط میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

لقیط کے بارے میں دو آدمیوں کے دعویٰ کرنے کا بیان

(وَإِنْ ادَّعَاهُ اثْنَانِ وَوَصَفَ اَحَدُهُمَا عَلَامَةً فِي جَسَدِهِ فَهُوَ اَوْلَى بِهِ) ؛ لِاَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهُ لِمُوَافَقَةِ الْعَلَامَةِ كَلَامَهُ، وَإِنْ لَمْ يَصِفْ اَحَدُهُمَا عَلَامَةً فَهُوَ ابْنُهُمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فِي السَّبَبِ .وَلَوْ سَبَقَتْ دَعْوَةُ اَحَدِهِمَا فَهُوَ ابْنُهُ ؛ لِاَنَّهُ ثَبَتَ فِي زَمَانٍ لَا مُنَازِعَ لَهُ فِيهِ إِلَّا إِذَا اَقَامَ الْآخَرُ الْبَيِّنَةَ ؛ لِاَنَّ الْبَيِّنَةَ اَقْوَى .

اور جب لقیط کے بارے میں دو بندوں نے دعویٰ کر دیا اور ان میں سے ایک مدعی نے علامت کو بیان کر دیا جو اس کے جسم میں تھی تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔ کیونکہ ظاہری حالت اس کے حق کی گواہ ہے۔ (قاعدہ فقہیہ) اور علامت سے اس کا کلام واضح ہے۔ اور جب ان میں سے کسی ایک نے علامت کو بیان نہ کیا تو وہ لقیط دونوں کا بیٹا ہوگا کیونکہ دعویٰ کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور جب ان میں سے ایک نے پہلے دعویٰ کیا تو مقدم والے کا بیٹا ہوگا کیونکہ اس کا حق ایسے وقت میں ثابت ہوا ہے جب اس کے ساتھ کوئی جھگڑنے والا نہیں تھا۔ ہاں جب دوسرا آدمی کوئی گواہ پیش کر دے کیونکہ شہادت زیادہ قوی ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے شہر میں لقیط کے پائے جانے کا بیان

(وَإِذَا وُجِدَ فِي مِصْرٍ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ اَوْ فِي قَرْيَةٍ مِنْ قُرَاهُمْ فَادَّعَى ذِمِّيٌّ اَنَّهُ ابْنُهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَكَانَ مُسْلِمًا) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ ؛ لِاَنَّ دَعْوَاهُ تَضَمَّنَ النَّسَبَ وَهُوَ نَافِعٌ لِلصَّغِيرِ، وَإِبْطَالَ الْإِسْلَامِ الثَّابِتِ بِالدَّارِ وَهُوَ يَضُرُّهُ فَصَحَّتْ دَعْوَتُهُ فِيمَا يَنْفَعُهُ دُونَ مَا يَضُرُّهُ .

(وَإِنْ وُجِدَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى أَهْلِ الذِّمَّةِ أَوْ فِي بِيعَةٍ أَوْ كَنِيسَةٍ كَانَ ذِمِّيًّا) وَهٰذَا الْجَوَابُ فِيمَا إِذَا كَانَ الْوَاجِدُ ذِمِّيًّا رِوَايَةً وَاحِدَةً، وَإِنْ كَانَ الْوَاجِدُ مُسْلِمًا فِي هٰذَا الْمَكَانِ أَوْ ذِمِّيًّا فِي مَكَانِ الْمُسْلِمِينَ اخْتَلَفَتِ الرِّوَايَةُ فِيهِ، فَفِي رِوَايَةِ كِتَابِ اللَّقِيطِ اُعْتُبِرَ الْمَكَانُ لِسَبْقِهِ، وَفِي كِتَابِ الدَّعْوٰى فِي بَعْضِ النُّسَخِ اُعْتُبِرَ الْوَاجِدُ وَهُوَ رِوَايَةُ ابْنِ سِمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ لِقُوَّةِ الْيَدِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ تَبَعِيَّةَ الْأَبَوَيْنِ فَوْقَ تَبَعِيَّةِ الدَّارِ حَتّٰى إِذَا سُبِيَ مَعَ الصَّغِيرِ أَحَدُهُمَا يُعْتَبَرُ كَافِرًا، وَفِي بَعْضِ نُسَخِهِ اُعْتُبِرَ الْإِسْلَامُ نَظَرًا لِلصَّغِيرِ .

اور جب مسلمانوں کے شہروں میں سے کسی شہر میں لقیط پایا گیا یا بستیوں میں سے کسی بستی میں لقیط پایا گیا اور ایک ذمی شخص نے یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ اسکا بیٹا ہے تو اس بچے کا نسب ذمی سے ثابت ہو جائے گا اور وہ مسلمان ہوگا اور یہی استحسان ہے کیونکہ ذمی کا دعویٰ ثبوت نسب میں حکم کو لازم کرنے والا ہے اور یہ چیز اس بچے کے فائدے کی ہے لیکن یہی دعویٰ دارالاسلام کے سبب ثابت ہونے والے لقیط کے اسلام کو باطل کرنے کو لازم ہوگا۔ حالانکہ اسلام کو باطل کرنا زیادہ نقصان دہ ہے پس جو چیز بچے کے لئے نفع مند ہے اس میں اس کا دعویٰ درست ہوگا اور جو چیز اس بچے کے لئے نقصان دہ ہو وہ اس میں دعویٰ درست نہ ہوگا۔

اور جب لقیط اہل ذمہ کے دیہاتوں میں کسی دیہات میں یا بیعہ یا کنیسہ میں پایا گیا تو وہ ذمی ہوگا اور یہ حکم تب ہوگا جب اس کو اٹھانے والا ذمی ہو۔ اور جب اہل ذمہ کے علاقے میں لقیط کو کسی مسلمان نے پایا ہے یا مسلمانوں کے علاقوں میں کسی ذمی نے اسے پایا ہے تو اسکے بارے میں اختلاف روایات ہے۔

کتاب لقیط کی روایت کے مطابق اس میں مکان کا اعتبار ہے کیونکہ مکان مقدم ہے جبکہ مبسوط کے بعض نسخہ جات میں کتاب دعویٰ کی روایت میں یہ ہے کہ پانے والا کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور محمد بن سماعہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت کیا ہے کیونکہ قبضہ مضبوط ہوتا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ والدین کے تابع ہونے کا حکم گھر کے تابع ہونے سے بلند ہے یہاں تک کہ جب والدین کے ساتھ کوئی بچہ قید کیا گیا ہو تو وہ بچہ کافر ہی شمار کیا جاتا ہے۔ اور مبسوط کے بعض نسخہ جات میں ہے بچے پر رحمت کے سبب اسلام کا اعتبار کیا جائے گا۔

لقیط کے غلام ہونے کے دعویٰ کرنے کا بیان

(وَمَنِ ادَّعٰى أَنَّ اللَّقِيطَ عَبْدُهُ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ)؛ لِأَنَّهُ حُرٌّ ظَاهِرًا إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ أَنَّهُ عَبْدُهُ (فَإِنِ ادَّعٰى عَبْدٌ أَنَّهُ ابْنُهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ)؛ لِأَنَّهُ يَنْفَعُهُ (وَكَانَ حُرًّا)؛ لِأَنَّ الْمَمْلُوكَ قَدْ تَلِدُ لَهُ الْحُرَّةُ فَلَا تَبْطُلُ الْحُرِّيَّةُ الظَّاهِرَةُ بِالشَّكِّ (وَالْحُرُّ فِي دَعْوَتِهِ اللَّقِيطَ أَوْلٰى مِنَ الْعَبْدِ، وَالْمُسْلِمُ أَوْلٰى مِنَ الذِّمِّيِّ) تَرْجِيحًا لِمَا هُوَ الْأَنْظَرُ فِي حَقِّهِ .

اور جب کسی شخص نے لقیط کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا غلام ہے تو اس کا یہ دعویٰ قبول کیا جائے گا کیونکہ

ظاہری حالت کے مطابق وہ آزاد ہے ہاں جب وہ شخص کوئی شہادت قائم کردے کہ وہ اس کا غلام ہے۔ پس جب کسی غلام نے لقیط کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ اسکا بیٹا ہے تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا' کیونکہ اس کے لئے اسی میں فائدہ ہے اور وہ آزاد ہوگا' کیونکہ آزاد عورت غلام کے لئے بھی بچہ کر سکتی ہے پس شک کے سبب اس کی ظاہری آزادی باطل نہ ہوگی اور اس طرح لقیط کے بارے میں غلام دعویٰ کرنے میں آزاد کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوگا۔ اور مسلمان ذمی سے زیادہ افضل ہے' کیونکہ اس میں ترجیح اس چیز کو دی گئی ہے کہ جس میں بچے کو زیادہ فائدہ ہو۔

لقیط کے ساتھ مال ہونے کا بیان

وَاِنْ وُجِدَ مَعَ اللَّقِيطِ مَالٌ مَشْدُودٌ عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُ) اعْتِبَارًا لِلظَّاهِرِ وَكَذَا اِذَا كَانَ مَشْدُودًا عَلٰى دَابَّةٍ وَهُوَ عَلَيْهَا لِمَا ذَكَرْنَا ثُمَّ يَصْرِفُهُ الْوَاجِدُ اِلَيْهِ بِاَمْرِ الْقَاضِي ؛ لِاَنَّهُ مَالٌ ضَائِعٌ وَلِلْقَاضِي وِلَايَةُ صَرْفِ مِثْلِهِ اِلَيْهِ .

وَقِيلَ يَصْرِفُهُ بِغَيْرِ اَمْرِ الْقَاضِي ؛ لِاَنَّهُ لِلَّقِيطِ ظَاهِرًا (وَلَهُ وِلَايَةُ الْاِنْفَاقِ وَشِرَاءُ مَا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ) كَالطَّعَامِ وَالْكِسْوَةِ ؛ لِاَنَّهُ مِنَ الْاِنْفَاقِ .

(وَلَا يَجُوزُ تَزْوِيجُ الْمُلْتَقِطِ) لِانْعِدَامِ سَبَبِ الْوِلَايَةِ مِنَ الْقَرَابَةِ وَالْمِلْكِ وَالسَّلْطَنَةِ .

اور جب کسی لقیط کے ساتھ مال بھی پایا گیا تو ظاہری حالت کے اعتبار سے وہ مال بھی اسی کا ہوگا۔ اور اسی طرح جب وہ کسی مال کی سواری کے ساتھ ہو اور اسی پر لقیط ہو تب بھی وہ مال اس لقیط کا ہوگا اسی کی دلیل وہی ہے' جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

قاضی کے حکم کے مطابق لقیط کو پانے والا وہ مال لقیط پر خرچ کرے گا' کیونکہ یہ ضائع ہونے والا مال ہے اور قاضی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس طرح کا مال لقیط پر خرچ کرے جبکہ دوسرے قول کے مطابق لقیط کو پانے والا قاضی کے حکم کے بغیر بھی اس مال کو لقیط پر خرچ کر سکتا ہے' کیونکہ ظاہری طور پر وہ مال لقیط ہی کا ہے۔

اٹھانے والے کو لقیط پر خرچ کرنے اور اس کی ضروریات زندگی کی اشیاء خریدنے کا حق حاصل ہے' جس طرح کھانا اور کپڑا وغیرہ ہے' کیونکہ یہ اس کے لئے اخراجات میں سے ہے ہاں البتہ اس کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ولایت کے سبب یعنی قرابت، ملکیت اٹھانے والے کے حق میں ثابت نہیں ہے۔

لقیط کے مال میں تجارتی تصرف کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَلَا تَصَرُّفُهُ فِي مَالِ الْمُلْتَقِطِ) اعْتِبَارًا بِالْاُمِّ، وَهٰذَا ؛ لِاَنَّ وِلَايَةَ التَّصَرُّفِ لِتَثْمِيرِ الْمَالِ وَذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ بِالرَّاْيِ الْكَامِلِ وَالشَّفَقَةِ الْوَافِرَةِ وَالْمَوْجُودُ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَحَدُهُمَا .

قَالَ: (وَيَجُوزُ اَنْ يَقْبِضَ لَهُ الْهِبَةَ) ؛ لِاَنَّهُ نَفْعٌ مَحْضٌ وَلِهٰذَا يَمْلِكُهُ الصَّغِيرُ بِنَفْسِهِ اِذَا كَانَ عَاقِلًا وَتَمْلِكُهُ الْاُمُّ وَوَصِيُّهَا .قَالَ (وَيُسَلِّمُهُ فِي صِنَاعَةٍ) ؛ لِاَنَّهُ مِنْ بَابِ تَثْقِيفِهِ وَحِفْظِ حَالِهِ

قَالَ (وَيُؤَاجِرُهُ) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: وَهٰذَا رِوَايَةُ الْقُدُورِيِّ فِي مُخْتَصَرِهِ، وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: لَا يَجُوزُ أَنْ يُؤَاجِرَهُ، ذَكَرَهُ فِي الْكَرَاهِيَةِ وَهُوَ الْأَصَحُّ. وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّهُ يَرْجِعُ إِلَى تَثْقِيفِهِ. وَوَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ إِتْلَافَ مَنَافِعِهِ فَأَشْبَهَ الْعَمَّ. بِخِلَافِ الْأُمِّ؛ لِأَنَّهَا تَمْلِكُهُ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ فِي الْكَرَاهِيَةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

فرمایا: لقیط کے مال میں اٹھانے والے کے لئے تصرف جائز نہیں ہے' کیونکہ اس کی ماں پر قیاس کیا جائے گا' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تصرف کی ولایت مال کو بڑھانے کی غرض سے ہوتی ہے۔ اور یہ کامل رائے اور کثیر شفقت سے ثابت ہوا کرتی ہے۔ اور یہ ان دونوں یعنی اٹھانے والے اور ماں میں سے ہر ایک میں ایک ہی چیز موجود ہے۔

فرمایا: اٹھانے والے کے لئے لقیط کے لئے ہبہ پر قبضہ کرنا جائز ہے اس لئے ہبہ میں صرف فائدہ ہے' کیونکہ جب چھوٹا عقل مند ہو تو وہ بہ ذات خود ہبہ پر قبضہ کرنے کا مالک ہوگا' اور اس کی ماں اور اس کی ماں کو وصیت کرنے والا بھی اس کے مالک ہیں۔

فرمایا: لقیط کو کسی ہنر سکھانے میں لگانے کا اختیار اٹھانے والے کو ہے' کیونکہ اس میں اسی کے لئے بہتری اور اس کی حالت کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور اٹھانے والا اس کو اجرت بھی دے سکتا ہے۔

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مختصر القدوری میں امام قدوری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے' جبکہ جامع صغیر میں ہے اٹھانے والے کے لئے لقیط کو اجرت دینا جائز نہیں ہے۔ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب کراہیت میں اس کو بیان کیا ہے۔ زیادہ صحیح یہی ہے' جبکہ اس سے پہلے کی دلیل یہ ہے کہ اجرت دینے سے بھی اس کے حق میں بھلائی ہے۔ جامع صغیر میں دلیل یہ ہے کہ وہ اٹھانے والے کے فائدے کو ضائع کرنے کا مالک نہیں ہے پس وہ صغیر کے چچا کے مشابہ ہو جائے گا بہ خلاف ماں کے کیونکہ ماں اس کی مالک ہوتی ہے جس کو ہم ان شاء اللہ کتاب کراہیت میں بیان کریں گے۔

كِتَابُ اللُّقَطَةِ

﴿یہ کتاب لقطہ کے بیان میں ہے﴾

کتاب لقطہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: لقطہ اور لقیط دونوں الفاظ اعتبار لفظ ومعنی کے اعتبار سے قریب ہیں۔ اور لقیط کو آدم علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے تا کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہو جائے۔ اور کتاب لقیط کو مقدم کرنے کا سبب اولا د آدم علیہ السلام کے شرف وبزرگی ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۲۰۰، بیروت)

لقطہ کا فقہی مفہوم

لفظ لقطہ کا مصدر لقط ہے، جس کے معنی چن لینا، زمین پر سے اٹھا لینا، سینا، رفو کرنا، انتخاب کرنا، چونچ سے اٹھانا ہے۔ اسی سے لفظ ملاقطہ اور التقاط ہیں۔ جن کے معانی برابر ہوتا ہیں۔ اور تلقط اور التقاط کے معنی ادھر ادھر سے جمع کرنا چننا ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں یہ لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جن کی تشریحات اپنے اپنے مقامات پر ہوں گی۔

لقطہ لام کے پیش اور قاف کے زیر کے ساتھ یعنی لقطہ بھی منقول ہے اور قاف کے جزم کے ساتھ یعنی لقطہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں قاف کے زبر کے ساتھ یعنی لقطہ مشہور ہے۔

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو راستہ میں گری ہوئی مل جائے اور اس شخص کو بھی لقطہ کہتے ہیں جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو اور اگر راستے میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اسے لقیط کہتے ہیں۔ (تاج العروس ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ خیریہ مصر)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

لفظ لقطہ لام کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے مگر محدثین اور لغت والوں کے ہاں فتحہ کے ساتھ ہی مشہور ہے۔ عرب کی زبانوں سے ایسا ہی سنا گیا ہے۔ لغت میں لقطہ کسی گری پڑی چیز کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں ایسی چیز جو پڑی ہوئی پائے جائے اور وہ کسی بھی آدمی کے حق ضائع سے متعلق ہو اور پانے والا اس کے مالک کو نہ پائے۔ اور لفظ التقاط میں امانت اور روایت کے معانی بھی مشتمل ہیں۔ اس لیے کہ ملتقط امین ہے اس مال کا جو اس نے پایا ہے اور شرعا وہ اس مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، جس طرح بچے کے مال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور اس میں اکتساب کے معانی بھی ہیں کہ پہچوانے کے بعد اگر اس کا مالک نہ ملے تو اس چیز میں اس کا حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔ (التعریف، از امام قسطلانی)

لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہیں (مثلاً راستہ وغیرہ میں) گری پڑی پائی جائے اور اس کے مالک کا کوئی علم نہ ہو۔ اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز پائی جائے تو اسے (یعنی لقطہ کو) اٹھالینا مستحب ہے جبکہ اپنے نفس پر یہ اعتماد ہو کہ اس چیز کی تشہیر کرا کرا سے اس کے مالک کے حوالے کر دیا جائے گا اگر اپنے نفس پر یہ اعمادنہ ہو تو پھر اسے وہیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے لیکن اگر یہ خوف ہو کہ اس چیز کو یوں ہی پڑا رہنے دیا گیا تو یہ ضائع ہو جائے گی تو اس صورت میں اسے اٹھالینا واجب ہوگا اگر دیکھنے والا اسے نہ اٹھائے گا اور وہ چیز ضائع ہو جائے گی تو وہ گنہگار ہوگا یہ لقطہ کا اصولی حکم ہے اب اس کے چند تفصیلی مسائل ملاحظہ کیجئے۔

لقطہ کے امانت ہونے کا بیان

قَالَ (اللُّقَطَةُ اَمَانَةٌ اِذَا اَشْهَدَ الْمُلْتَقِطُ اَنَّهُ يَاْخُذُهَا لِيَحْفَظَهَا وَيَرُدَّهَا عَلٰى صَاحِبِهَا) لِاَنَّ الْاَخْذَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ مَاْذُوْنٌ فِيْهِ شَرْعًا بَلْ هُوَ الْاَفْضَلُ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ الْوَاجِبُ اِذَا خَافَ الضَّيَاعَ عَلٰى مَا قَالُوا، وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ لَا تَكُوْنُ مَضْمُوْنَةً عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ اِذَا تَصَادَقَا اَنَّهُ اَخَذَهَا لِلْمَالِكِ لِاَنَّ تَصَادُقَهُمَا حُجَّةٌ فِيْ حَقِّهِمَا فَصَارَ كَالْبَيِّنَةِ، وَلَوْ اَقَرَّ اَنَّهُ اَخَذَهَا لِنَفْسِهِ يَضْمَنُ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهُ اَخَذَ مَالَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ وَبِغَيْرِ اِذْنِ الشَّرْعِ، وَاِنْ لَمْ يَشْهَدِ الشُّهُوْدُ عَلَيْهِ وَقَالَ الْاٰخِذُ اَخَذْتُهُ لِلْمَالِكِ وَكَذَّبَهُ الْمَالِكُ يَضْمَنُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ .

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ: لَا يَضْمَنُ وَالْقَوْلُ قَوْلُهُ لِاَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهُ لِاخْتِيَارِهِ الْحِسْبَةَ دُوْنَ الْمَعْصِيَةِ، وَلَهُمَا اَنَّهُ اَقَرَّ بِسَبَبِ الضَّمَانِ وَهُوَ اَخْذُ مَالِ الْغَيْرِ وَادَّعٰى مَا يُبَرِّئُهُ وَهُوَ الْاَخْذُ لِمَالِكِهِ وَفِيْهِ وَقَعَ الشَّكُّ فَلَا يَبْرَاُ، وَمَا ذُكِرَ مِنَ الظَّاهِرِ يُعَارِضُهُ مِثْلُهُ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنْ يَكُوْنَ الْمُتَصَرِّفُ عَامِلًا لِنَفْسِهِ وَيَكْفِيْهِ فِي الْاِشْهَادِ اَنْ يَقُوْلَ مَنْ سَمِعْتُمُوْهُ يَنْشُدُ لُقَطَةً فَدُلُّوْهُ عَلَيَّ وَاحِدَةً كَانَتِ اللُّقَطَةُ اَوْ اَكْثَرَ لِاَنَّهُ اسْمُ جِنْسٍ .

فرمایا: لقطہ امانت ہے۔ جب وہ اس پر گواہ بنائے کہ وہ اس کو حفاظت اور مالک کو واپس کرنے کی غرض سے اٹھانے والا ہے' کیونکہ اس ارادے سے اٹھانے کی شرعی طور پر اجازت ہے۔ بلکہ اکثر عام فقہاء کے نزدیک افضل ہے اور جب اس مال کی ہلاکت کا خوف ہو تو اس کو اٹھانا واجب ہے' جس طرح مشائخ نے فرمایا ہے اور جب اس طرح حالت ہو تو لقطہ اٹھانے والے مضمون ہو جائے گا' اور اسی طرح جب مالک اور اٹھانے والے نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس نے وہ لقطہ مالک کے لئے اٹھایا تھا کیونکہ ان دونوں کا اتفاق کرنا ہی ان کے لئے دلیل ہے پس یہ گواہی کی طرح ہو جائے گا۔

اور جب اٹھانے والے نے یہ اقرار کیا کہ اس نے اپنے لئے اٹھایا تھا تو بہ اتفاق وہ ضامن ہوگا' کیونکہ اس نے دوسرے کے مال کو اجازت شرعیہ کے بغیر اٹھایا ہے۔ اور جب اٹھانے والے نے اٹھانے کے وقت اس پر کوئی گواہ نہ بنایا اور پھر کہنے لگا کہ میں نے اس کو مالک کے لئے اٹھایا تھا اور مالک اس کو جھٹلانے والا ہے' تو طرفین کے نزدیک وہ ضامن ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: وہ ضامن نہ ہوگا' کیونکہ اٹھانے والے کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ حالت ظاہری اس کے حق میں گواہ ہے حالانکہ اس نے ایک نیک کام کیا ہے' جو کسی طرح بھی گناہ نہیں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ضمان کے سبب کا خود اقرار کیا ہے اور وہ دوسرے کا مال لینا ہے اور اس نے اس طرح کا دعویٰ بھی کیا ہے' جو اس کو ضمان سے بری کرے یعنی صاحب مال کا مال لینے سے اس بات میں شک پیدا ہو چکا ہے پس وہ ضمان سے بری نہ ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جو ظاہری حالت کا ذکر کیا حالانکہ یہ ظاہری حالت اس کے خلاف بھی تو ہے' کیونکہ ظاہری طور پر انسان اپنی ذات کے لئے کام کرنے والا ہے۔ اور اٹھانے والے کی شہادت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس طرح کہے کہ تم لوگ جس بندے کو لقطہ تلاش کرتے پاؤ اس کو میرا نام بتانا خواہ وہ لقطہ ایک ہو یا دو ہوں کیونکہ وہ اسم جنس ہے۔

لقطہ کی قیمت و مقدار و تشہیر میں فقہی بیان

قَالَ (فَإِنْ كَانَتْ اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ عَرَّفَهَا اَيَّامًا، وَإِنْ كَانَتْ عَشَرَةً فَصَاعِدًا عَرَّفَهَا حَوْلًا) قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: وَهٰذِهِ رِوَايَةٌ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ. وَقَوْلُهُ اَيَّامًا مَعْنَاهُ عَلٰى حَسَبِ مَا يَرَى. وَقَدَّرَهُ مُحَمَّدٌ فِي الْاَصْلِ بِالْحَوْلِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ بَيْنَ الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ الْتَقَطَ شَيْئًا فَلْيُعَرِّفْهُ سَنَةً مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ).

وَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ التَّقْدِيرَ بِالْحَوْلِ وَرَدَ فِي لُقَطَةٍ كَانَتْ مِائَةَ دِينَارٍ تُسَاوِي اَلْفَ دِرْهَمٍ، وَالْعَشَرَةُ وَمَا فَوْقَهَا فِي مَعْنَى الْاَلْفِ فِي تَعَلُّقِ الْقَطْعِ بِهِ فِي السَّرِقَةِ وَتَعَلُّقِ اسْتِحْلَالِ الْفَرْجِ بِهِ وَلَيْسَتْ فِي مَعْنَاهَا فِي حَقِّ تَعَلُّقِ الزَّكَاةِ، فَاَوْجَبْنَا التَّعْرِيفَ بِالْحَوْلِ احْتِيَاطًا، وَمَا دُونَ الْعَشَرَةِ لَيْسَ فِي مَعْنَى الْاَلْفِ بِوَجْهٍ مَا فَفَوَّضْنَا اِلٰى رَاْيِ الْمُبْتَلٰى بِهِ وَقِيلَ الصَّحِيحُ اَنَّ شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْمَقَادِيرِ لَيْسَ بِلَازِمٍ، وَيُفَوَّضُ اِلٰى رَاْيِ الْمُلْتَقِطِ يُعَرِّفُهَا اِلٰى اَنْ يَغْلِبَ عَلٰى ظَنِّهِ اَنَّ صَاحِبَهَا لَا يَطْلُبُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا، وَاِنْ كَانَتْ اللُّقَطَةُ شَيْئًا لَا يَبْقٰى عَرَّفَهُ حَتّٰى اِذَا خَافَ اَنْ يَفْسُدَ تَصَدَّقَ بِهِ، وَيَنْبَغِي اَنْ يُعَرِّفَهَا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي اَصَابَهَا.

وَفِي الْجَامِعِ: فَاِنَّ ذٰلِكَ اَقْرَبُ اِلَى الْوُصُولِ اِلٰى صَاحِبِهَا، وَاِنْ كَانَتْ اللُّقَطَةُ شَيْئًا يُعْلَمُ اَنَّ صَاحِبَهَا لَا يَطْلُبُهَا كَالنَّوَاةِ وَقُشُورِ الرُّمَّانِ يَكُونُ اِلْقَاؤُهُ اِبَاحَةً حَتّٰى جَازَ الِانْتِفَاعُ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَعْرِيفٍ وَلٰكِنَّهُ مُبْقًى عَلٰى مِلْكِ مَالِكِهِ لِاَنَّ التَّمْلِيكَ مِنَ الْمَجْهُولِ لَا يَصِحُّ.

فرمایا: اور جب لقطہ کی قیمت دس دراہم سے تھوڑی ہو تو اٹھانے والا چند ایام تک اس کا اعلان کرائے اور جب وہ دس

دراہم یا اس سے بھی زائد مالیت کا ہو تو سال بھر اس کا اعلان کرائے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا: یہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے۔ امام قدوری علیہ الرحمہ کے قول "ایاما" کا معنی یہ ہے کہ اٹھانے والا امام کی رائے کے مطابق اعلان کرائے۔ اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ مبسوط میں ایک سے اس کا اندازہ کیا ہے' جبکہ قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گری پڑی چیز اٹھائے اس کو چاہیے کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرائے۔ یہ ارشاد گرامی بغیر کسی تفصیل کے بیان ہوا ہے۔

دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک سال کا اندازہ ایسے لقطہ کے بارے میں جو سو دینار ایک ہزار دراہم کے برابر تھا اور دس دراہم اور اس سے بھی زائد دراہم ہزار کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ چوری کی حالت میں حد سرقہ انہیں سے متعلق ہے۔ اور اسی سے عورت کی شرمگاہ کو حلال کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی سبب سے دس دراہم یا اس سے زائد وجوب زکوٰۃ کے حق میں ہزار دراہم کے حکم میں نہیں ہیں۔ پس ہم نے بطور احتیاط ایک سال تک کی پہچان کرانے کو واجب قرار دیا ہے' جبکہ دس دراہم سے تھوڑا ہونے کی صورت میں وہ کسی طرح ہزار دراہم کے حکم میں نہ ہوگا پس اس کو ہم نے رائے عامہ کے حوالے کر دیا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق ان مقادیر میں سے کسی بھی مقدار کا کوئی اعتبار لازمی وضروری نہیں ہے۔ پس اس کو اٹھانے والے کی رائے کے حوالے کر دیا جائے گا کہ وہ اتنے دنوں تک اس کی پہچان کرائے کہ جب اس کا غالب گمان ہو جائے کہ اب لقطہ والا اس کو تلاش نہیں کرے گا اس کے بعد لقطہ اٹھانے والا اس کو صدقہ کرے۔

اور جب لقطہ کوئی مضبوط چیز نہ ہو تو اٹھانے والا اس کا اعلان کرائے اور جب اس کو خطرہ ہو یہ خراب ہو جائے گی' تو وہ اس کو صدقہ کر دے۔

اور لقطہ کی تشہیر اسی جگہ کرانا مناسب ہے جہاں سے اس نے اس کو اٹھایا ہے اور اسی طرح لوگوں کے اجتماع کی جگہ بھی اس کی تشہیر کرائے کیونکہ اس طرح مالک کو لقطہ مل جانے کا زیادہ چانس ہے۔

اور جب لقطہ کوئی ایسی معمولی چیز کا ہے' جس کے بارے میں اس کو معلوم ہوا کہ مالک اس کو تلاش ہی نہ کرے گا' جس طرح کھجور کی گٹھلی ہے اور انار کے چھلکے ہیں' تو یہ القائے اباحت (اباحت کی طرف منتقل ہونے کا سبب) کا سبب ہوگا یہاں تک کہ بغیر کسی اعلان کے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ البتہ لقطہ اپنی مالک کی ملکیت پر قائم رہے گا' کیونکہ مجہول بندے کی طرف سے ملکیت کا پایا جانا درست نہیں ہے۔

لقطہ کے مالک کے نہ آنے پر صدقہ کرنے کا بیان

قَالَ (فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا تَصَدَّقَ بِهَا) إِيصَالًا لِلْحَقِّ إِلَى الْمُسْتَحِقِّ وَهُوَ وَاجِبٌ بِقَدْرِ الْإِمْكَانِ، وَذَلِكَ بِإِيصَالِ عَيْنِهَا عِنْدَ الظَّفَرِ بِصَاحِبِهَا وَإِيصَالِ الْعِوَضِ وَهُوَ الثَّوَابُ عَلَى اعْتِبَارِ إِجَازَةِ التَّصَدُّقِ بِهَا، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا رَجَاءَ الظَّفَرِ بِصَاحِبِهَا قَالَ

(فَإِنْ) (جَاءَ صَاحِبُهَا) يَعْنِي بَعْدَمَا تَصَدَّقَ بِهَا (فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَمْضَى الصَّدَقَةَ) وَلَهُ ثَوَابُهَا لِأَنَّ التَّصَدُّقَ وَإِنْ حَصَلَ بِإِذْنِ الشَّرْعِ لَمْ يَحْصُلْ بِإِذْنِهِ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إِجَازَتِهِ، وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ لِلْفَقِيرِ قَبْلَ الْإِجَازَةِ فَلَا يَتَوَقَّفُ عَلَى قِيَامِ الْمَحَلِّ، بِخِلَافِ بَيْعِ الْفُضُولِيِّ لِثُبُوتِهِ بَعْدَ الْإِجَازَةِ فِيهِ (وَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْمُلْتَقِطَ لِأَنَّهُ سَلَّمَ مَالَهُ إِلَى غَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ) إِلَّا أَنَّهُ بِإِبَاحَةٍ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ، وَهَذَا لَا يُنَافِي الضَّمَانَ حَقًّا لِلْعَبْدِ كَمَا فِي تَنَاوُلِ مَالِ الْغَيْرِ حَالَةَ الْمَخْمَصَةِ، وَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْمِسْكِينَ إِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ لِأَنَّهُ قَبَضَ مَالَهُ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، وَإِنْ كَانَ قَائِمًا أَخَذَهُ لِأَنَّهُ وَجَدَ عَيْنَ مَالِهِ .

فرمایا: اور اگر اس لقطہ کا مالک آجائے تو ٹھیک ہے نہیں تو صدقہ کردے۔ تاکہ حق اپنے حقدار تک پہنچ جائے اور یہ عمل ممکن حد تک واجب ہے یعنی جب اس کا مالک آجائے تو لقطہ کا عین اس کو واپس کرے۔ اور جب وہ نہ ملے تو پھر اس عین کا بدلہ یعنی ثواب پہنچادے۔ اس ارادے کے ساتھ کہ اس مالک اس کو صدقہ کرنے کی اجازت دیدیگا۔ اور اگر اٹھانے والا چاہے تو اس کے مالک کے آنے تک اس کو روک رکھے۔

اس کے بعد اگر اس نے صدقہ کردیا پھر مالک آگیا تو اب مالک کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس صدقے کو ہی نافذ رہنے دے اور اس کا ثواب حاصل کرے کیونکہ خواہ وہ صدقہ اجازت شرعیہ کے ساتھ ہوا ہے لیکن اس میں اس کی اجازت تو شامل نہیں ہے لہٰذا اس کا نفاذ اسکی اجازت پر موقوف ہوگا ہاں البتہ اس کی اجازت سے پہلے فقیر کی ملکیت ثابت ہوجائے گی کیونکہ ملکیت کا ثبوت محل صدقہ کے قیام پر موقوف نہیں ہوا کرتا۔ بہ خلاف فضولی کی بیع کے کیونکہ اس میں اجازت کے بعد ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

اور اگر مالک چاہے تو اٹھانے والے کو ضامن بنائے کیونکہ اٹھانے والے نے اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال دوسرے کو دیا ہے۔ خواہ اس کو اجازت شرعیہ مل چکی ہے مگر یہی اباحت بندے کے حق میں ضمان کو روکنے والی نہیں ہے، جس طرح مخمصہ کی حالت میں دوسرے کا مال کھانا ضمان کو روکنے والا نہیں ہے۔

اور اگر مالک چاہے تو اس مسکین کو ضامن بنائے جبکہ لقطہ اس کے ہاں ہلاک ہوگیا ہو۔ کیونکہ مسکین نے مالک کی اجازت کے بغیر اس مال پر قبضہ کیا ہے اور اگر لقطہ موجود ہو تو مالک اس کو پکڑ لے۔ کیونکہ اس کو اصلی صورت میں اپنا مال مل گیا ہے۔

اونٹ، بکری اور گائے کو بطور لقطہ اٹھانے کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ الِالْتِقَاطُ فِي الشَّاةِ وَالْبَقَرِ وَالْبَعِيرِ) وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ: إِذَا وُجِدَ الْبَعِيرُ وَالْبَقَرُ فِي الصَّحْرَاءِ فَالتَّرْكُ أَفْضَلُ ,وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْفَرَسُ .

لَهُمَا أَنَّ الْأَصْلَ فِي أَخْذِ مَالِ الْغَيْرِ الْحُرْمَةُ وَالْإِبَاحَةُ مَخَافَةَ الضَّيَاعِ، وَإِذَا كَانَ مَعَهَا مَا تَدْفَعُ عَنْ نَفْسِهَا يَقِلُّ الضَّيَاعُ وَلَكِنَّهُ يُتَوَهَّمُ فَيَقْضِي بِالْكَرَاهَةِ وَالنَّدْبُ إِلَى التَّرْكِ .

وَلَنَا اَنَّهَا لُقَطَةٌ يُتَوَهَّمُ ضَيَاعُهَا فَيُسْتَحَبُّ اَخْذُهَا وَتَعْرِيفُهَا صِيَانَةً لِاَمْوَالِ النَّاسِ كَمَا فِي الشَّاةِ (فَاِنْ اَنْفَقَ الْمُلْتَقِطُ عَلَيْهَا بِغَيْرِ اِذْنِ الْحَاكِمِ فَهُوَ مُتَبَرِّعٌ) لِقُصُورِ وِلَايَتِهِ عَنْ ذِمَّةِ الْمَالِكِ، وَاِنْ اَنْفَقَ بِاَمْرِهِ كَانَ ذٰلِكَ دَيْنًا عَلٰى صَاحِبِهَا لِاَنَّ لِلْقَاضِي وِلَايَةً فِي مَالِ الْغَائِبِ نَظَرًا لَهُ وَقَدْ يَكُوْنُ النَّظَرُ فِي الْاِنْفَاقِ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ (وَاِذَا رُفِعَ ذٰلِكَ اِلَى الْحَاكِمِ نَظَرَ فِيهِ، فَاِنْ كَانَ لِلْبَهِيمَةِ مَنْفَعَةٌ آجَرَهَا وَاَنْفَقَ عَلَيْهَا مِنْ اُجْرَتِهَا) لِاَنَّ فِيهِ اِبْقَاءَ الْعَيْنِ عَلٰى مِلْكِهِ مِنْ غَيْرِ اِلْزَامِ الدَّيْنِ عَلَيْهِ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْعَبْدِ الْاٰبِقِ (وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا مَنْفَعَةٌ وَخَافَ اَنْ تَسْتَغْرِقَ النَّفَقَةُ قِيمَتَهَا بَاعَهَا وَاَمَرَ بِحِفْظِ ثَمَنِهَا) اِبْقَاءً لَهُ مَعْنًى عِنْدَ تَعَذُّرِ اِبْقَائِهِ صُورَةً (وَاِنْ كَانَ الْاَصْلَحُ الْاِنْفَاقَ عَلَيْهَا اَذِنَ فِي ذٰلِكَ وَجَعَلَ النَّفَقَةَ دَيْنًا عَلٰى مَالِكِهَا) لِاَنَّهُ نُصِبَ نَاظِرًا وَفِي هٰذَا نَظَرٌ مِنَ الْجَانِبَيْنِ، قَالُوْا: اِنَّمَا يَاْمُرُ بِالْاِنْفَاقِ يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ عَلٰى قَدْرِ مَا يَرٰى رَجَاءَ اَنْ يَظْهَرَ مَالِكُهَا، فَاِذَا لَمْ يَظْهَرْ يَاْمُرُ بِبَيْعِهَا لِاَنَّ دَارَّةَ النَّفَقَةِ مُسْتَاْصِلَةٌ فَلَا نَظَرَ فِي الْاِنْفَاقِ مُدَّةً مَدِيدَةً ۔

فرمایا: بکری، اونٹ اور گائے کو بطور لقطہ اٹھانا جائز ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا: جب وہ اونٹ اور گائے کو جنگل میں پائے تو ان کو نہ اٹھانا افضل ہے اور گھوڑے کا لقطہ بھی اسی اختلاف کے مطابق ہے۔ ان ائمہ فقہ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کا مال لینے میں اصل حرمت ہے اور اباحت ضائع ہونے کے خطرے سے ثابت ہوتی ہے اور جب لقطہ کے پاس خود ہی اتنی طاقت ہو کہ وہ اپنا دفاع کر سکتا ہے تو ضائع ہونے کا خطرہ ختم ہو جائے گا۔ مگر ضائع ہونے کے وہم دور کرنے کے لئے ہم ان کے پکڑنے کو مکروہ قرار دیں گے پس نہ پکڑنا افضل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے اونٹ اور گائے بھی لقطہ ہیں اور ان کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی موجود ہے پس لوگوں کے اموال کے تحفظ کی خاطر ان میں سے ہر ایک کو پکڑ کر اس کی تشہیر کرانا مستحب ہے اور بکری میں بھی یہی حکم ہے۔ اس کے بعد جب لقطہ اٹھانے والے نے قاضی کے حکم کے بغیر ہی اس پر کچھ خرچ کیا تو وہ احسان ہوگا کیونکہ مالک پر اس کوئی کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں ہے۔ اور جب اٹھانے والے قاضی کے حکم سے خرچ تو اب یہ صاحب لقطہ والے پر قرض ہوگا کیونکہ رحمدلی کے سبب قاضی کو غائب کے مال پر ولایت حاصل ہے۔ اور کبھی خرچ کرنے میں رحمدلی پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح ہم ان شاء اللہ اس کو بیان کریں گے۔

اور اگر یہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا ہے تو قاضی اس میں غور و فکر کرے اگر اس جانور سے کسی قسم کی کوئی آمدنی حاصل ہو سکتی ہے تو وہ اس کو اجرت پر دیدے۔ اور اس کی اجرت اسی پر خرچ کرتا رہے کیونکہ اس طرح مالک پر قرض قائم کیے بغیر اس کی ملکیت میں اصلی چیز کا باقی رہنا ممکن ہے اور اسی طرح بھاگنے والے غلام کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

اور جب اس جانور سے آمدنی متوقع نہ ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ خرچ اس کی قیمت کو گھیر لے گا تو قاضی اس کو بیچ کر اس کی قیمت کی

حفاظت کا حکم دے گا۔ تا کہ اس کے مال کو باقی رکھنا بطور صورت ناممکن ہونے کے سبب بطور معنی اس کو باقی رکھا جائے۔ اور جب خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے تو قاضی جانور پر خرچ کرنے کا حکم دے۔ اور خرچ کو مالک پر قرض بنادے گا' کیونکہ کا تقرر رحم لی کے سبب سے ہے اور اس طرح کرنے میں دونوں کی طرف رحمت ہے۔

مشائخ فقہاء نے فرمایا: قاضی دو یا تین دنوں تک خرچ کرنے کا حکم دے گا اس خیال کے ساتھ کہ اس کا مالک ظاہر ہو جائے مگر جب اس کا مالک ظاہر نہ ہو تو وہ اس کو فروخت کرنے کا حکم دے کیونکہ مستقل طور پر خرچہ دینے سے جانور کو تباہ کرنا ہے پس طویل مدت تک خرچہ دینے میں کوئی رحم لی نہیں ہے۔

لقطہ میں گواہی کی شرط کا بیان

قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَفِي الْاَصْلِ شَرَطَ اِقَامَةِ الْبَيِّنَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ لِاَنَّهُ يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ غَصْبًا فِي يَدِهٖ فَلَا يَاْمُرُ فِيهِ بِالْاِنْفَاقِ وَاِنَّمَا يَاْمُرُ بِهٖ فِي الْوَدِيعَةِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَيِّنَةِ لِكَشْفِ الْحَالِ وَلَيْسَتْ الْبَيِّنَةُ تُقَامُ لِلْقَضَاءِ .

وَاِنْ قَالَ لَا بَيِّنَةَ لِي بِقَوْلِ الْقَاضِي لَهُ اَنْفِقْ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فِيمَا قُلْتَ حَتّٰى تَرْجِعَ عَلَى الْمَالِكِ اِنْ كَانَ صَادِقًا، وَلَا يَرْجِعُ اِنْ كَانَ غَاصِبًا .

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ وَجَعَلَ النَّفَقَةَ دَيْنًا عَلٰى صَاحِبِهَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّهُ اِنَّمَا يَرْجِعُ عَلَى الْمَالِكِ بَعْدَ مَا حَضَرَ وَلَمْ تُبَعِ اللُّقَطَةُ اِذَا شَرَطَ الْقَاضِي الرُّجُوعَ عَلَى الْمَالِكِ، وَهٰذِهٖ رِوَايَةٌ وَهُوَ الْاَصَحُّ .

صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے مبسوط میں گواہی کی شرط بیان کی ہے اور یہی صحیح ہے' کیونکہ ممکن ہے لقطہ اٹھانے والے کے حق میں غصب ہو اور قاضی غصب میں خرچ کا حکم نہ دے گا۔ کیونکہ یہ حکم قاضی کی ودیعت میں دیا جاتا ہے پس اس صورت میں وضاحت کے طور شہادت کا ہونا ضروری ہے' جبکہ قاضی کے فیصلے کے لئے گواہی پیش نہیں کی جائے گی اگر چہ وہ کہہ دے کہ میرے پاس گواہ نہیں ہے' تو قاضی اس سے کہے' اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو اس کا چارہ ڈالا کرو حتیٰ کہ مالک کو واپس کر دو اور جب اٹھانے والا غصب ہو تو مالک اس کو واپس نہیں لے سکا گا۔

اور قدوری میں امام قدوری علیہ الرحمہ کا یہ قول "" اس بات کی طرف اشارہ کرنے والا ہے کہ اٹھانے والا مالک کے آنے کے بعد اسی وقت اس سے خرچ شدہ رقم واپس لے گا' جبکہ لقطہ فروخت نہ کیا گیا ہو اور قاضی نے مالک سے واپس لینے کی شرط لگائی ہو اور روایت یہ زیادہ صحیح ہے۔

خرچہ کی ادائیگی تک لقطہ روکنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا حَضَرَ) يَعْنِي الْمَالِكُ فَلِلْمُلْتَقِطِ اَنْ يَمْنَعَهَا مِنْهُ حَتّٰى يُحْضِرَ النَّفَقَةَ) لِاَنَّهُ حَيٌّ

بِنَفَقَتِهِ فَصَارَ كَأَنَّهُ اسْتَفَادَ الْمِلْكَ مِنْ جِهَتِهِ فَأَشْبَهَ الْمَبِيعَ ، وَأَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ رَادُّ الْآبِقِ فَإِنَّ لَهُ الْحَبْسَ لِاسْتِيفَاءِ الْجُعْلِ لِمَا ذَكَرْنَا، ثُمَّ لَا يَسْقُطُ دَيْنُ النَّفَقَةِ بِهَلَاكِهِ فِي يَدِ الْمُلْتَقِطِ قَبْلَ الْحَبْسِ، وَيَسْقُطُ إِذَا هَلَكَ بَعْدَ الْحَبْسِ لِأَنَّهُ يَصِيرُ بِالْحَبْسِ شَبِيهَ الرَّهْنِ .

فرمایا: اور جب مالک آ گیا تو لقطہ اٹھانے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ لقطہ جانور مالک کو دینے سے روک لے حتیٰ کہ مالک اس کو خرچہ کی رقم ادا کر دے۔ کیونکہ اٹھانے والے کے خرچ کے سبب ہی وہ جانور زندہ رہا ہے تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح اٹھانے والا مالک کی طرف ملکیت والا بنا ہے پس یہ مبیع کے مشابہ ہو جائے گا' اور بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے والا بھی اسی کے قریب مشابہ ہے لہٰذا اس کو بھی اپنا خرچہ وصول کرنے تک روکنے کا حق حاصل ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اگر اٹھانے والے کے قبضے سے لقطہ کا جانور ہلاک ہو گیا ہے' تو قرض والا خرچ ساقط نہ ہوگا' اور اگر روکنے کے بعد ہلاک ہوا تو قرض ساقط ہو جائے گا' کیونکہ حبس کے سبب یہ رہن کے مشابہ ہو جائے گا۔

حل وحرم کے لقطہ کا بیان

قَالَ (وَلُقَطَةُ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ سَوَاءٌ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ التَّعْرِيفُ فِي لُقَطَةِ الْحَرَمِ إِلَى أَنْ يَجِيءَ صَاحِبُهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحَرَمِ (وَلَا يَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ) وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً) مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَلِأَنَّهَا لُقَطَةٌ، وَفِي التَّصَدُّقِ بَعْدَ مُدَّةِ التَّعْرِيفِ إِبْقَاءُ مِلْكِ الْمَالِكِ مِنْ وَجْهٍ فَيَمْلِكُهُ كَمَا فِي سَائِرِهَا، وَتَأْوِيلُ مَا رُوِيَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ الِالْتِقَاطُ إِلَّا لِلتَّعْرِيفِ، وَالتَّخْصِيصُ بِالْحَرَمِ لِبَيَانِ أَنَّهُ لَا يَسْقُطُ التَّعْرِيفُ فِيهِ لِمَكَانِ أَنَّهُ لِلْغُرَبَاءِ ظَاهِرًا .

فرمایا: اور حل وحرام کا لقطہ برابر ہے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: حرم کے لقطہ کی تشہیر واجب ہے حتیٰ کہ اس کا مالک آ جائے کیونکہ حرم کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حرم کا لقطہ اسی شخص کے لئے حلال ہے' جو اس کا اعلان کرائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اس کے برتن اور بندھن کو محفوظ رکھو اس کے بعد سال بھر اس کا اعلان کراؤ۔ یہ ارشاد گرامی بغیر کسی تفصیل کے روایت کیا گیا ہے' کیونکہ یہ بھی لقطہ ہے اور اعلان کرانے کی مدت کے بعد اس کو صدقہ کرنا یہ ایک طرح مالک کی طرف سے ملکیت کی بقاء ہے یعنی اٹھانے والا بھی ایک طرح کا مالک ہو جائے گا' جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اعلان کرانے کے لئے حرم کا لقطہ اٹھانا حلال ہے اور حرم کی تخصیص اس سبب سے ہے کہ وہ واضح ہو جائے کیونکہ وہاں پر بھی لقطہ کی تشہیر ساقط نہیں ہوتی اسی دلیل کے سبب کہ حرم عام طور پر مسافروں کی جگہ ہے۔

لقطہ حوالے کرنے میں گواہی کا بیان

(وَإِذَا حَضَرَ رَجُلٌ فَادَّعَى اللُّقَطَةَ لَمْ تُدْفَعْ إِلَيْهِ حَتَّى يُقِيمَ الْبَيِّنَةَ . فَإِنْ أَعْطَى عَلَامَتَهَا حَلَّ

لِلْمُلْتَقِطِ اَنْ يَدْفَعَهَا اِلَيْهِ وَلَا يُجْبَرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِي الْقَضَاءِ) .

وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: يُجْبَرُ، وَالْعَلَامَةُ مِثْلُ اَنْ يُسَمِّيَ وَزْنَ الدَّرَاهِمِ وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا .

لَهُمَا اَنَّ صَاحِبَ الْيَدِ يُنَازِعُهُ فِي الْيَدِ وَلَا يُنَازِعُهُ فِي الْمِلْكِ، فَيُشْتَرَطُ الْوَصْفُ لِوُجُودِ الْمُنَازَعَةِ مِنْ وَجْهٍ، وَلَا تُشْتَرَطُ اِقَامَةُ الْبَيِّنَةِ لِعَدَمِ الْمُنَازَعَةِ مِنْ وَجْهٍ .

وَلَنَا اَنَّ الْيَدَ حَقٌّ مَقْصُودٌ كَالْمِلْكِ فَلَا يُسْتَحَقُّ اِلَّا بِحُجَّةٍ وَهُوَ الْبَيِّنَةُ اعْتِبَارًا بِالْمِلْكِ اِلَّا اَنَّهُ يَحِلُّ لَهُ الدَّفْعُ عِنْدَ اِصَابَةِ الْعَلَامَةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَدَدَهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ) وَهٰذَا لِلْاِبَاحَةِ عَمَلًا بِالْمَشْهُورِ وَهُوَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي) اَلْحَدِيثَ وَيَاْخُذُ مِنْهُ كَفِيلًا اِذَا كَانَ يَدْفَعُهُ اِلَيْهِ اسْتِيثَاقًا، وَهٰذَا بِلَا خِلَافٍ، لِاَنَّهُ يَاْخُذُ الْكَفِيلَ لِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ التَّكْفِيلِ لِوَارِثٍ غَائِبٍ عِنْدَهُ .

اور جب کوئی بندہ حاکم کے پاس گیا اور اس نے لقطہ کا دعویٰ کر دیا تو جب تک وہ گواہ پیش نہ کرے اس وقت تک اسے لقطہ نہیں دیا جائے گا ہاں جب وہ کوئی علامت بیان کر دے تو اٹھانے والے کے لئے اس کا لقطہ دینا حلال ہے' لیکن فیصلے کے طور پر اٹھانے والے کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا: اس کو مجبور کیا جائے گا۔ اور علامت یہ ہے کہ وہ دراہم کا وزن، ان کی تعداد، اس بندھن اور اس کا برتن بیان کرے۔ ان ائمہ فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اٹھانے والا قبضہ سے متعلق مالک سے جھگڑا کرنے والا ہے مگر ملکیت کے بارے میں جھگڑا کرنے والا نہیں ہے پس اس میں لقطہ کا وصف بیان کرنا شرط ہوگا' کیونکہ اس میں ایک طرح جھگڑا موجود ہے' جبکہ گواہ پیش کرنا شرط نہ ہوگا' کیونکہ ایک طرح سے جھگڑا نہیں ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ ملکیت کی طرح قبضہ میں حق حاصل کرنا مقصد ہے پس اس کو ملکیت پر قیاس کرتے ہوئے بغیر کسی دلیل کے یعنی گواہ پیش کیے بغیر وہ اس کا حقدار نہ ہوگا البتہ علامت بیان کرنے کی حالت میں اٹھانے والے کے لئے لقطہ دینا حلال ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اس کا مالک آجائے' تو وہ لقطہ کی تھیلی اور اس کی تعداد بیان کر دے تو اٹھانے والا لقطہ مالک کے حوالے کر دے۔ یہ حکم اباحت کے طور پر ہے' جبکہ حدیث مشہور پر عمل کرتے ہوئے اور وہ حدیث مشہور یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدعی پر گواہ پیش کرنا ضروری ہے اور اٹھانے والا جب مالک کو دینے لگے تو بہ طور ضامن ایک کفیل سے پکڑے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اٹھانے والا اپنی ذات کے لئے کفیل طلب کرنے والا ہے۔ بہ خلاف امام اعظم کے کیونکہ ان کے نزدیک غائب وارث کا کفیل لینا صحیح نہیں ہے۔

لقطہ کوغنی پر صدقہ کرنے کی ممانعت کا بیان

وَاِذَا صَدَّقَ قِيلَ لَا يُجْبَرُ عَلَى الدَّفْعِ كَالْوَكِيلِ بِقَبْضِ الْوَدِيعَةِ اِذَا صَدَّقَهُ. وَقِيلَ يُجْبَرُ لِاَنَّ الْمَالِكَ هَاهُنَا غَيْرُ ظَاهِرٍ وَالْمُودِعُ مَالِكٌ ظَاهِرًا، وَلَا يَتَصَدَّقُ بِاللُّقَطَةِ عَلَى غَنِيٍّ لِاَنَّ الْمَامُورَ بِهِ هُوَ التَّصَدُّقُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (فَاِنْ لَمْ يَاْتِ) يَعْنِي صَاحِبَهَا، (فَلْيَتَصَدَّقْ بِهِ) وَالصَّدَقَةُ لَا تَكُوْنُ عَلَى غَنِيٍّ فَاَشْبَهَ الصَّدَقَةَ الْمَفْرُوضَةَ

اور جب اٹھانے والے نے مالک کی تصدیق کر دی تو ایک قول کے مطابق مالک کو دینے مجبور نہیں کیا جائے گا' جس طرح قبضہ والی ودیعت میں وکیل ہے' جبکہ مودع اس کی تصدیق کر دے۔ اور دوسرا قول یہ ہے اس کو دینے مجبور کیا جائے گا' کیونکہ یہاں مالک ظاہر تو ہے نہیں۔ حالانکہ امانت کا مالک ظاہر ہوتا ہے۔

اور اٹھانے والا شخص مالدار پر صدقہ نہ کرے کیونکہ صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب لقطہ کا مالک نہ آئے' تو اٹھانے والے کو چاہیے کہ وہ اس کو صدقہ کر دے اور غنی پر صدقہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ صدقہ فرضیہ یعنی زکوۃ کے مشابہ ہو جائے گا۔

لقطہ اٹھانے والا مالدار ہو تو عدم انتفاع کا بیان

(وَاِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ غَنِيًّا لَمْ يَجُزْ لَهُ اَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوْزُ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ اُبَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَاِلَّا فَانْتَفِعْ بِهَا) وَكَانَ مِنَ الْمَيَاسِيرِ، وَلِاَنَّهُ اِنَّمَا يُبَاحُ لِلْفَقِيرِ حَمْلًا لَهُ عَلَى رَفْعِهَا صِيَانَةً لَهَا وَالْغَنِيُّ يُشَارِكُهُ فِيهِ.

وَلَنَا مَالُ الْغَيْرِ فَلَا يُبَاحُ الِانْتِفَاعُ بِهِ اِلَّا بِرِضَاهُ لِاِطْلَاقِ النُّصُوصِ وَالْاِبَاحَةُ لِلْفَقِيرِ لِمَا رَوَيْنَاهُ، اَوْ بِالْاِجْمَاعِ فَيَبْقَى مَا وَرَاءَهُ عَلَى الْاَصْلِ، وَالْغَنِيُّ مَحْمُولٌ عَلَى الْاَخْذِ لِاحْتِمَالِ افْتِقَارِهِ فِي مُدَّةِ التَّعْرِيفِ، وَالْفَقِيرُ قَدْ يَتَوَانَى لِاحْتِمَالِ اسْتِغْنَائِهِ فِيهَا وَانْتِفَاعُ اُبَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ بِاِذْنِ الْاِمَامِ وَهُوَ جَائِزٌ بِاِذْنِهِ (وَاِنْ كَانَ الْمُلْتَقِطُ فَقِيرًا فَلَا بَاْسَ بِاَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا) لِمَا فِيهِ مِنْ تَحْقِيقِ النَّظَرِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ وَلِهٰذَا جَازَ الدَّفْعُ اِلَى فَقِيرٍ غَيْرِهِ (وَكَذَا اِذَا كَانَ الْفَقِيرُ اَبَاهُ اَوْ ابْنَهُ اَوْ زَوْجَتَهُ وَاِنْ كَانَ هُوَ غَنِيًّا) لِمَا ذَكَرْنَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اور اگر لقطہ اٹھانے والا غنی ہو تو اس کے لئے لقطہ سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جائز ہے' کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر لقطہ کا مالک آ جائے' تو لقطہ اس کو دے دو ورنہ

خود اس نے فائدہ اٹھاؤ۔ اور حضرت ابی رضی اللہ عنہ مالداروں میں سے تھے۔ کیونکہ فقیر کے لئے لقطہ اسی سبب سے مباح ہوتا ہے کہ اس کو اٹھا کر اسکی حفاظت کرتا ہے اور اس حکم میں غنی بھی شامل ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ تو دوسرے آدمی کا مال ہے پس اس کی رضامندی کے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس بارے میں نصوص علی الاطلاق ہیں۔ اور فقیر کے لئے اباحت حدیث کی اسی دلیل سے ہے' جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ یا اجماع کے سبب سے ہے پس اس کے سوا حکم میں اصل ممانعت ہے' جو باقی رہے گی۔

اور غنی کو اس کے اٹھانے پر تیار کیا گیا ہے' کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اعلان میں مدت میں وہ فقیر ہو جائے اور کبھی فقیر بھی حفاظت سستی کرنے والا ہے' کیونکہ ممکن ہے وہ اس وقت میں غنی ہو جائے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا فائدہ اٹھانا امام کی اجازت کے ساتھ تھا۔ اور امام کی اجازت کے ساتھ فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

اور جب اٹھانے والا فقیر ہو تو اس کے لئے لقطہ سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ اس میں دونوں اطراف سے رحمت ہے۔ اسی دلیل کے سبب اٹھانے والے کے سوا دوسرے کو دینا جائز ہے' اگرچہ اٹھانے والا غنی ہو اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

كِتَابُ الْاِبَاقِ

﴿یہ کتاب اباق کے بیان میں ہے﴾

کتاب اباق کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: صاحب نہایہ علیہ الرحمہ نے کہا ہے: لقیط، لقطہ، اباق اور مفقود یہ ایسی کتابیں جو ایک دوسرے ملتی جلتی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں زوال وہلاکت کا اندیشہ ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۲۳۵، بیروت)

بھگوڑے غلام کو پکڑنے کا بیان

(الْاٰبِقُ اَخْذُهُ اَفْضَلُ فِي حَقِّ مَنْ يَقْوٰى عَلَيْهِ) لِمَا فِيهِ مِنْ اِحْيَائِهِ، وَاَمَّا الضَّالُّ فَقَدْ قِيلَ كَذٰلِكَ، وَقَدْ قِيلَ تَرْكُهُ اَفْضَلُ لِاَنَّهُ لَا يَبْرَحُ مَكَانَهُ فَيَجِدُهُ الْمَالِكُ وَلَا كَذٰلِكَ الْاٰبِقُ ثُمَّ آخِذُ الْاٰبِقِ يَاْتِي بِهِ اِلَى السُّلْطَانِ لِاَنَّهُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى حِفْظِهِ بِنَفْسِهِ، بِخِلَافِ اللُّقَطَةِ، ثُمَّ اِذَا رُفِعَ الْاٰبِقُ اِلَيْهِ يَحْبِسُهُ، وَلَوْ رُفِعَ الضَّالُّ لَا يَحْبِسُهُ لِاَنَّهُ لَا يُؤْمَنُ عَلَى الْاٰبِقِ الْاِبَاقُ ثَانِيًا، بِخِلَافِ الضَّالِّ

جس شخص بھاگے ہوئے غلام کو پکڑنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے اس کو پکڑنا افضل ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے آقا کے حق کی بقاء ہے اور ایک قول کے مطابق بھٹکے ہوئے غلام کا بھی یہی حکم ہے' جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ گمراہ غلام کو نہ پکڑنا افضل ہے' کیونکہ وہ اپنے مقام سے زیادہ دور نہ جائے گا' اور اس کو مالک آسانی سے تلاش کر لے گا' جبکہ آبق کی حالت اس طرح نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آبق کو پکڑ کر وہ بادشاہ کے پاس لائے کیونکہ بہ ذات خود پکڑنے والے کو اس کی حفاظت پر قدرت نہیں ہوتی بہ خلاف لقطہ کے۔ اس کے بعد جب آبق بادشاہ کے پاس لایا جائے' تو وہ اس کا قید کر دے جبکہ بھٹکے ہوئے غلام کو لایا جائے' تو بادشاہ اس کو قید نہ کرے کیونکہ آبق کا دوبارہ بھاگنے کا خطرہ ہے' جو کہ بھٹکے ہوئے غلام میں نہیں ہے۔

آبق کو پکڑنے والے کی محنت ادا کرنے کا بیان

قَالَ (وَمَنْ رَدَّ الْاٰبِقَ عَلٰى مَوْلَاهُ مِنْ مَسِيرَةِ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا فَلَهُ عَلَيْهِ جُعْلُهُ اَرْبَعُونَ دِرْهَمًا، وَاِنْ رَدَّهُ لِاَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ فَبِحِسَابِهِ) وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ. وَالْقِيَاسُ اَنْ لَا يَكُونَ لَهُ شَيْءٌ اِلَّا بِالشَّرْطِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِمَنَافِعِهِ فَاَشْبَهَ الْعَبْدَ الضَّالَّ.

وَلَنَا اَنَّ الصَّحَابَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اتَّفَقُوا عَلٰى وُجُوْبِ اَصْلِ الْجُعْلِ، اِلَّا اَنَّ مِنْهُمْ مَنْ اَوْجَبَ اَرْبَعِيْنَ وَمِنْهُمْ مَنْ اَوْجَبَ مَا دُوْنَهَا، فَاَوْجَبْنَا الْاَرْبَعِيْنَ فِى مَسِيْرَةِ السَّفَرِ وَمَا دُوْنَهَا فِيْمَا دُوْنَهُ تَوْفِيْقًا وَتَلْفِيْقًا بَيْنَهُمَا، وَلِاَنَّ اِيْجَابَ الْجُعْلِ اَصْلُهُ حَامِلٌ عَلَى الرَّدِّ اِذِ الْحِسْبَةُ نَادِرَةٌ فَتَحْصُلُ صِيَانَةُ اَمْوَالِ النَّاسِ وَالتَّقْدِيْرُ بِالسَّمْعِ وَلَا سَمْعَ فِى الضَّالِّ فَامْتَنَعَ، وَلِاَنَّ الْحَاجَةَ اِلٰى صِيَانَةِ الضَّالِّ دُوْنَهَا اِلٰى صِيَانَةِ الْاٰبِقِ لِاَنَّهُ لَا يَتَوَارٰى وَالْاٰبِقُ يَخْتَفِيْ، وَيُقَدَّرُ الرَّضْخُ فِى الرَّدِّ عَمَّا دُوْنَ السَّفَرِ بِاصْطِلَاحِهِمَا اَوْ يُفَوَّضُ اِلٰى رَاْيِ الْقَاضِيْ وَقِيْلَ تُقَسَّمُ الْاَرْبَعُوْنَ عَلَى الْاَيَّامِ الثَّلَاثَةِ اِذْ هِيَ اَقَلُّ مُدَّةِ السَّفَرِ .

فرمایا: اور جس شخص نے تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت سے آبق کو پکڑ کر اس کے آقا کے پاس لائے تو لانے والے کے لئے آقا پر چالیس دراہم بطور محنت دینا واجب ہے۔ اور اگر وہ اس مسافت سے کم سے لے کر آیا ہے تو پھر اسی حساب دینا ہوگا اور یہ حکم استحسان کے طور پر ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ شرط کے بغیر لانے والے کے لئے کچھ نہ دینا ہوگا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے کیونکہ لانے والا اس کے فائدے کے ساتھ احسان کرنے والا ہے۔ پس یہ بھٹکے ہوئے غلام کی طرح ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصل خرچ دینے کے وجوب پر متفق ہیں جبکہ ان میں سے بعض حضرات نے چالیس دراہم کو واجب قرار دیا ہے اور بعض نے اس سے کم واجب قرار دیا ہے پس دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے مسافت سفر میں ہم چالیس کو واجب کیا اور تھوڑے میں تھوڑے کو واجب کیا ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ دینے کا وجوب انسان کو لانے پر تیار کرنے کی غرض سے ہے کیونکہ اجر کی غرض سے ایسا ہونا شاذ و نادر ہوتا ہے پس دینے کے سبب سے ہی لوگوں کے اموال کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور مال کا اندازہ سماعت پر موقوف ہے جبکہ بھٹکے ہوئے کے بارے میں کوئی سماع ہی نہیں ہے پس بھٹکے ہوئے میں یہ اندازہ ممتنع ہوگا کیونکہ بھٹکے ہوئے کو پالینا بھاگے ہوئے کو پالینے سے آسان ہے۔ کیونکہ بھٹکا ہوا غلام چھپتا نہیں ہے جبکہ بھاگنے والا غلام چھپ جاتا ہے۔ اور جب مدت سفر سے تھوڑی واپس لائے تو مالک اور لانے کے اتفاق سے عطیہ مقرر ہوگا یا اس کی تعیین قاضی کے حوالے کردی جائے گی اور ایک قول یہ ہے چالیس دراہم کو تین دراہم پر تقسیم کیا جائے گا کیونکہ تین دن کم از کم سفر کی مدت ہے۔

آبق غلام کی قیمت چالیس دراہم ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهُ اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يُقْضٰى لَهُ بِقِيْمَتِهِ اِلَّا دِرْهَمًا) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ: لَهُ اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا، لِاَنَّ التَّقْدِيْرَ بِهَا ثَبَتَ بِالنَّصِّ فَلَا يَنْقُصُ عَنْهَا وَلِهٰذَا لَا يَجُوْزُ الصُّلْحُ عَلَى الزِّيَادَةِ، بِخِلَافِ الصُّلْحِ عَلَى الْاَقَلِّ لِاَنَّهُ

حَطَّ مِنْهُ. وَمُحَمَّدٌ أَنَّ الْمَقْصُودَ حَمْلُ الْغَيْرِ عَلَى الرَّدِّ لِيَحْيَا مَالُ الْمَالِكِ فَيَنْقُصُ دِرْهَمٌ لِيَسْلَمَ لَهُ شَيْءٌ تَحْقِيقًا لِلْفَائِدَةِ، وَأُمُّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرِ فِي هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْقِنِّ إِذَا كَانَ الرَّدُّ فِي حَيَاةِ الْمَوْلَى لِمَا فِيهِ مِنْ إِحْيَاءِ مِلْكِهِ ؛ وَلَوْ رَدَّ بَعْدَ مَمَاتِهِ لَا جُعْلَ فِيهِمَا لِأَنَّهُمَا يُعْتَقَانِ بِالْمَوْتِ بِخِلَافِ الْقِنِّ، وَلَوْ كَانَ الرَّادُّ أَبَا الْمَوْلَى أَوِ ابْنَهُ وَهُوَ فِي عِيَالِهِ أَوْ أَحَدَ الزَّوْجَيْنِ عَلَى الْآخَرِ فَلَا جُعْلَ لِأَنَّ هٰؤُلَاءِ يَتَبَرَّعُونَ بِالرَّدِّ عَادَةً وَلَا يَتَنَاوَلُهُمْ إِطْلَاقُ الْكِتَابِ.

فرمایا: اور جب آبق غلام کی قیمت چالیس دراہم سے تھوڑی ہو تو لانے والے کو اتنا لیس دراہم ملیں گے۔ صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو چالیس دراہم ہی دیئے جائیں گے۔ کیونکہ چالیس کا ثبوت نص سے ہے پس اس سے کم نہ کیا جائے گا' کیونکہ چالیس سے زائد پر صلح جائز نہیں ہے بہ خلاف تھوڑے پر صلح کرنے کیونکہ یہ لانے والے کی طرف سے درہم کو تھوڑا کر دیا جائے گا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ دینے کا مقصد دوسرے کو واپس لانے پر تیار کرنا ہے' کیونکہ مالک کا مال باقی رہ جائے۔ اور ایک درہم اس لئے کم کیا ہے کہ مالک کو بھی اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ اسی سبب سے کہ اس میں مالک کی ملکیت کا احیاء ہے اور جب آبق کو مالک کی موت کے بعد واپس لایا گیا تو مدبر اور ام ولد میں جعل یعنی دینے کا حکم نہ ہوگا' کیونکہ آقا کی موت کے سبب وہ دونوں آزاد ہو جائیں گے' جبکہ عام غلام میں ایسا نہیں ہے۔ اور جب واپس لانے والا آقا کا باپ یا بیٹا ہو اور اسی آقا کے ماتحت رہنے والا ہو یا شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک لانے والا ہے' تو ان تمام صورتوں جعل یعنی دینے کا حکم نہیں ہے' کیونکہ یہ لوگ عام طور پر احسان میں لانے والے ہیں اور کتاب میں مطلق ان کو شامل ہونے والا نہیں ہے۔

لانے والے سے غلام کے بھاگ جانے کا بیان

قَالَ (وَإِنْ أَبَقَ مِنَ الَّذِي رَدَّهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ لَكِنَّ هٰذَا إِذَا أَشْهَدَ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي اللُّقَطَةِ. قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذُكِرَ فِي بَعْضِ النُّسَخِ أَنَّهُ لَا شَيْءَ لَهُ، وَهُوَ صَحِيحٌ أَيْضًا لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَائِعِ مِنَ الْمَالِكِ، وَلِهٰذَا كَانَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَ الْآبِقَ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ الْجُعْلَ بِمَنْزِلَةِ الْبَائِعِ بِحَبْسِ الْمَبِيعِ لِاسْتِيفَاءِ الثَّمَنِ، وَكَذَا إِذَا مَاتَ فِي يَدِهِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا قُلْنَا.

قَالَ (وَلَوْ أَعْتَقَهُ الْمَوْلَى كَمَا لَقِيَهُ صَارَ قَابِضًا بِالْإِعْتَاقِ) كَمَا فِي الْعَبْدِ الْمُشْتَرَى، وَكَانَ إِذَا بَاعَهُ مِنَ الرَّادِّ لِسَلَامَةِ الْبَدَلِ لَهُ، وَالرَّادُّ وَإِنْ كَانَ لَهُ حُكْمُ الْبَيْعِ. لَكِنَّهُ بَيْعٌ مِنْ وَجْهٍ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ النَّهْيِ الْوَارِدِ عَنْ بَيْعِ مَا لَمْ يُقْبَضْ فَجَازَ.

فرمایا: اور جب غلام لانے والے سے بھاگ جائے' تو لانے والے پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگا' کیونکہ آبق غلام اس کے قبضے میں امانت ہے البتہ یہ حکم اس وقت ہوگا' جب لانے والے نے گواہ بنالیا ہے اور اس کو ہم کتاب لقطہ میں بیان کر چکے ہیں۔

صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام قدوری کی قدوری کے بعض نسخہ جات میں جو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ لانے والے کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ بھی درست ہوگا' کیونکہ لانے والا مالک کے ہاتھ میں بیچنے والے کے حکم میں ہوگا' کیونکہ دینے میں وصول کرنے سے قبل اس کو آبق غلام کو روکنے کا حق حاصل ہے' جس طرح بیچنے والا ثمن پوری کرنے کے لئے مبیع کو روک لیتا ہے اور جب غلام لانے والے کے قبضے میں فوت ہو جائے تب بھی لانے والے پر کوئی ضمان نہ ہوگا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

فرمایا: اور جب آقا آبق کو دیکھتے ہی اس کو آزاد کر دے تو اعتاق کے سبب وہ قابض شمار ہو جائے گا' جس طرح مشتری کے غلام میں ہوتا ہے اسی جب آقا لانے والے سے اس غلام کو بیچ دے۔ کیونکہ اس کے پاس بدل محفوظ ہے اور واپس کرنا اگر چہ بیع کے حکم میں ہے مگر یہ ایک طرح کی بیع ہی ہے پس یہ ان کے تحت داخل نہ ہوگا' جو حکم کسی چیز پر قبضہ کیے بغیر اس کو بیچنے کی ممانعت کے بارے میں بیان ہوا ہے' کیونکہ یہ صورت جائز ہو جائے گی۔

آبق غلام کی واپسی پر گواہ بنانے کا بیان

قَالَ (وَيَنْبَغِي إِذَا اَخَذَهُ اَنْ يُشْهِدَ اَنَّهُ يَاْخُذُهُ لِيَرُدَّهُ) فَالْإِشْهَادُ حَتْمٌ فِيهِ عَلَيْهِ عَلَى قَوْلِ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، حَتَّى لَوْ رَدَّهُ مَنْ لَمْ يُشْهِدْ وَقْتَ الْاَخْذِ لَا جُعْلَ لَهُ عِنْدَهُمَا لِاَنَّ تَرْكَ الْإِشْهَادِ اَمَارَةُ اَنَّهُ اَخَذَهُ لِنَفْسِهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا اشْتَرَاهُ مِنَ الْاٰخِذِ اَوْ اتَّهَبَهُ اَوْ وَرِثَهُ فَرَدَّهُ عَلَى مَوْلَاهُ لَا جُعْلَ لَهُ لِاَنَّهُ رَدَّهُ لِنَفْسِهِ، إِلَّا إِذَا اَشْهَدَ اَنَّهُ اشْتَرَاهُ لِيَرُدَّهُ فَيَكُونُ لَهُ الْجُعْلُ وَهُوَ مُتَبَرِّعٌ فِي اَدَاءِ الثَّمَنِ

فرمایا: اور جب کوئی شخص آبق غلام کو پکڑ کر لائے' تو اس کے لئے مناسب یہ ہوگا کہ وہ اس پر گواہ بنائے۔ کہ وہ اس کو واپس کرنے کی غرض سے پکڑنے والا ہے۔ پس طرفین کے نزدیک پکڑنے کے لئے گواہ بنانا ضروری ہے یہاں تک کہ جب کوئی شخص واپس کرے جس نے پکڑتے وقت گواہ نہ بنایا ہو تو طرفین کے نزدیک وہ جعل یعنی کچھ لینے کا حقدار نہ ہوگا' کیونکہ گواہ نہ بنانا اس بات کی دلیل ہے اس نے اپنی خاطر پکڑا ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح کسی شخص نے پکڑنے والے سے وہ غلام خرید لیا یا ہبہ یا وراثت میں لیا ہے یا اس کے بعد اس کے مالک کو واپس کیا ہے لہٰذا اس کے لئے جعل یعنی کچھ محنت نہ ملے گی۔ کیونکہ اس نے یہ کام اپنے لئے کیا تھا مگر جب مشتری نے اس بات کا گواہ بنایا کہ اس نے مالک کو واپس کرنے کے لئے اس غلام کو خریدا ہے' تو اس کو جعل یعنی کچھ ملے گا' اور ثمن کی ادائیگی میں وہ احسان کرنے والا ہے۔

آبق غلام کے رہن ہونے کا بیان

(وَإِنْ كَانَ الْاٰبِقُ رَهْنًا فَالْجُعْلُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ) لِاَنَّهُ اَحْيَا مَالِيَّتَهُ بِالرَّدِّ وَهِيَ حَقُّهُ، إِذْ الِاسْتِيفَاءُ مِنْهَا وَالْجُعْلُ بِمُقَابَلَةِ إِحْيَاءِ الْمَالِيَّةِ فَيَكُونُ عَلَيْهِ، وَالرَّدُّ فِي حَيَاةِ الرَّاهِنِ وَبَعْدَهُ سَوَاءٌ، لِاَنَّ الرَّهْنَ لَا يَبْطُلُ بِالْمَوْتِ، وَهٰذَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ اَوْ اَقَلَّ مِنْهُ، فَإِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ

فَبِقَدْرِ الدَّيْنِ عَلَيْهِ وَالْبَاقِي عَلَى الرَّاهِنِ لِاَنَّ حَقَّهُ بِالْقَدْرِ الْمَضْمُوْنِ فَصَارَ كَثَمَنِ الدَّوَاءِ وَتَخْلِيصِهِ عَنِ الْجِنَايَةِ بِالْفِدَاءِ، وَاِنْ كَانَ مَدْيُوْنًا فَعَلَى الْمَوْلٰى اِنِ اخْتَارَ قَضَاءَ الدَّيْنِ، وَاِنْ بِيعَ بُدِءَ بِالْجُعْلِ وَالْبَاقِي لِلْغُرَمَاءِ لِاَنَّهُ مُؤْنَةُ الْمِلْكِ وَالْمِلْكُ فِيهِ كَالْمَوْقُوْفِ فَتَجِبُ عَلٰى مَنْ يَسْتَقِرُّ لَهُ، وَاِنْ كَانَ جَانِيًا فَعَلَى الْمَوْلٰى اِنِ اخْتَارَ الْفِدَاءَ لِعَوْدِ الْمَنْفَعَةِ اِلَيْهِ، وَعَلَى الْاَوْلِيَاءِ اِنِ اخْتَارَ الدَّفْعَ لِعَوْدِهَا اِلَيْهِمْ، وَاِنْ كَانَ مَوْهُوْبًا فَعَلَى الْمَوْهُوْبِ لَهُ، وَاِنْ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِي هِبَتِهِ بَعْدَ الرَّدِّ لِاَنَّ الْمَنْفَعَةَ لِلْوَاهِبِ مَا حَصَلَتْ بِالرَّدِّ بَلْ بِتَرْكِ الْمَوْهُوْبِ لَهُ التَّصَرُّفَ فِيهِ بَعْدَ الرَّدِّ، وَاِنْ كَانَ لِصَبِيٍّ فَالْجُعْلُ فِي مَالِهِ لِاَنَّهُ مُؤْنَةُ مِلْكِهِ، وَاِنْ رَدَّهُ وَصِيُّهُ فَلَا جُعْلَ لَهُ لِاَنَّهُ هُوَ الَّذِي يَتَوَلَّى الرَّدَّ فِيهِ .

اور جب آبق غلام رہن ہے تو جعل یعنی کچھ دینا مرتہن پر ہوگا' کیونکہ لانے والے نے واپس کر کے مرتہن کی مالیت کو قائم کیا ہے۔ اور مالیت مرتہن کا حق ہے۔ کیونکہ اسی مالیت سے مرتہن کو حق دیا جائے گا' اور جعل مالیت کو زندہ کرنے کی خاطر دیا جاتا ہے پس یہ جعل مرتہن پر ہوگا۔ اور راہن کی زندگی اور اس کے بعد دونوں میں واپس کرنا برابر ہے' کیونکہ راہن کی موت کے سبب رہن باطل نہ ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مرہون غلام کی قیمت قرض کے برابر یا اس سے تھوڑی اور جب اس کی قیمت قرض سے زیادہ ہو تو قرض کی مقدار کے مطابق جعل مرتہن پر ہوگا۔ اور باقی راہن پر ہوگا۔ کیونکہ مرتہن کا حق ضمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے پس یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح دوا کی قیمت اور اس کو جنایت سے پاک کرنے کا فدیہ ہے۔

اور جب وہ غلام مدیون ہے اور آقا قرض کی ادائیگی پر راضی ہے' تو اسی پر جعل ہے اور جب غلام کو بیچ دیا گیا تو جعل کو پہلے ادا کیا جائے گا۔ اور بقیہ بچی ہوئی قیمت قرض خواہوں کو ملے گی کیونکہ جعل ملکیت کا تصرف ہے۔ اور اس غلام میں ملکیت موقوف ہے پس جس کے لئے ملکیت پکی ہے جعل بھی اسی پر واجب ہوگا۔

اور جب آبق غلام نے جنایت کی تو آقا پر جعل ہوگا اگر وہ اس کو فدیے میں دینے کو اختیار کرے کیونکہ لوٹانے کا فائدہ اسی کی جانب لوٹنے والا ہے اور جب آقا نے جنایت میں غلام دینا پسند کیا' تو مقتول کے اولیاء پر جعل ہوگا' کیونکہ اب فائدہ ان کی جانب لوٹنے والا ہے اور جب آبق غلام ہبہ کیا ہے' تو موہوب لہ پر اس کا جعل ہوگا اگر چہ لانے والے کے بعد واہب نے اپنا ہبہ واپس لیا ہے' کیونکہ لانے والے کو کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ اس کو نفع اس وقت ہوگا' جب موہوب لہ واپسی کے بعد اس میں تصرف چھوڑ دے۔

اور جب آبق غلام کسی بچے کا ہے' تو جعل بھی اس بچے کے مال سے ہوگا' کیونکہ جعل اسی کی ملکیت سے صرف ہونے والا ہے اور جب بچے کا وصی اس کو واپس کرنے والا ہے' تو وصی کے لئے جعل نہ ہوگا' کیونکہ غلام کی واپسی بھی تو وصی کی ذمہ داری ہے۔

كِتَابُ الْمَفْقُوْدِ

﴿یہ کتاب مفقود آدمی کے بیان میں ہے﴾

کتاب مفقود کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے کتاب لقیط ولقطہ کے بیان کے سبب اس کی فقہی مطابقت تو واضح ہے۔ کیونکہ مفقود آدمی کا بیان یہاں سے ہونا مناسب تھا۔ اور مفقود فقد سے مشتق ہے لغت میں اس کو اضداد کہتے ہیں جس طرح کہا جاتا ہے کہ'' فَقَدْتُ الشَّیْءَ ''یعنی چیز گم ہوگئی ہے اور اسی طرح و فقدتہ یعنی وہ مل گئی ہے اور مفقود میں یہ دونوں معانی ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اہل سے گم ہو چکا ہے اور وہ یعنی اس کے گھر والے اس کی تلاش میں ہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۸، ص ۹۰، بیروت)

کتاب المفقود کے شرعی ماخذ کا بیان

امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مفقود کی عورت جب تک بیان نہ آ جائے (یعنی اُس کی موت یا طلاق نہ معلوم ہو) اُسی کی عورت ہے۔ ("سنن الدار قطنی"، کتاب النکاح، رقم الحدیث، ۳۸۰۶)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مفقود کی عورت کے متعلق فرمایا: وہ ایک عورت ہے جو مصیبت میں مبتلا کی گئی، اُس کو صبر کرنا چاہیے، جب تک موت یا طلاق کی خبر نہ آئے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث، ۱۲۳۲۸)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے، کہ اُس کو ہمیشہ انتظار کرنا چاہیے اور ابوقلابہ و جابر بن یزید و شعبی و ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ (فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۹۲)

غائب شخص کے اموال کی حفاظت کا بیان

(إِذَا غَابَ الرَّجُلُ فَلَمْ يُعْرَفْ لَهُ مَوْضِعٌ وَلَا يُعْلَمُ أَحَيٌّ هُوَ أَمْ مَيِّتٌ نَصَبَ الْقَاضِي مَنْ يَحْفَظُ مَالَهُ وَيَقُومُ عَلَيْهِ وَيَسْتَوْفِي حَقَّهُ) لِأَنَّ الْقَاضِيَ نُصِبَ نَاظِرًا لِكُلِّ عَاجِزٍ عَنْ النَّظَرِ لِنَفْسِهِ وَالْمَفْقُودُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَصَارَ كَالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ، وَفِي نَصْبِ الْحَافِظِ لِمَالِهِ وَالْقَائِمِ عَلَيْهِ نَظَرٌ لَهُ .

وَقَوْلُهُ يَسْتَوْفِي حَقَّهُ لِإِخْفَاءِ أَنَّهُ يَقْبِضُ غَلَّاتِهِ وَالدَّيْنَ الَّذِي أَقَرَّ بِهِ غَرِيمٌ مِنْ غُرَمَائِهِ لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ، وَيُخَاصِمُ فِي دَيْنٍ وَجَبَ بِعَقْدِهِ لِأَنَّهُ أَصِيلٌ فِي حُقُوقِهِ، وَلَا يُخَاصِمُ فِي الَّذِي تَوَلَّاهُ الْمَفْقُودُ وَلَا فِي نَصِيبٍ لَهُ فِي عَقَارٍ أَوْ عُرُوضٍ فِي يَدِ رَجُلٍ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالِكٍ وَلَا نَائِبٍ عَنْهُ إِنَّمَا هُوَ وَكِيلٌ بِالْقَبْضِ مِنْ جِهَةِ الْقَاضِي وَأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ الْخُصُومَةَ بِلَا خِلَافٍ، إِنَّمَا الْخِلَافُ فِي الْوَكِيلِ بِالْقَبْضِ مِنْ جِهَةِ الْمَالِكِ فِي الدَّيْنِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَتَضَمَّنُ الْحُكْمُ بِهِ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا رَآهُ الْقَاضِي وَقَضَى بِهِ لِأَنَّهُ مُجْتَهَدٌ فِيهِ، ثُمَّ مَا كَانَ يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ يَبِيعُهُ الْقَاضِي لِأَنَّهُ تَعَذَّرَ عَلَيْهِ حِفْظُ صُورَتِهِ وَمَعْنَاهُ فَيَنْظُرُ لَهُ بِحِفْظِ الْمَعْنَى (وَلَا يَبِيعُ مَا لَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ فِي نَفَقَةٍ وَلَا غَيْرِهَا) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى الْغَائِبِ إِلَّا فِي حِفْظِ مَالِهِ فَلَا يَسُوغُ لَهُ تَرْكُ حِفْظِ الصُّورَةِ وَهُوَ مُمْكِنٌ .

اور جب کوئی شخص غائب ہوا اور اس کے رہنے کی جگہ کا پتہ نہ ہوا اور نہ ہی یہ علم کہ وہ زندہ یا فوت ہو چکا ہے' تو قاضی ایک بندے کو مقرر کرے گا' جو اس کے مال کی حفاظت کریگا اور اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اور اس کے حق وصول کرے۔ کیونکہ قاضی کو ہر فرد کے لئے بطور نگران مقرر کیا گیا ہے۔ اور جو شخص اپنی ضرورت کی اشیاء کی دیکھ بھال سے بے بس ہو مفقود میں ایسی ہی باتیں موجود ہیں۔ پس مفقود، بچے اور پاگل کی طرح ہو جائے گا۔ اس کے مال کی خاطر نگران ومتولی کو مقرر کرنا اس کے لئے احسان ہے اور ماتن کا قول کہ وہ اس کا حق وصول کرے اسی بات کی توضیح کرنے والا ہے اور وہی نگران مفقود کے غلہ جات پر قبضہ کرے اور اس قرض پر بھی قبضہ کرے جس کے بارے میں مفقود کے قرض خواہوں میں سے کوئی اقرار کرنے والا ہے' کیونکہ یہ بھی تحفظ میں داخل ہے اور یہ نگران ایسے قرض کے بارے میں بھی جھگڑا کرے گا' جو خود اس کے عقد کے سبب واجب ہوا ہے۔ کیونکہ نگران اپنے حقوق میں اصلی ذمہ دار ہے اور قرض میں جھگڑا نہیں کر سکے گا' جو مفقود کے سبب پیدا ہوا ہے اور نگران حضرات زمین میں مفقود کا حصہ یا کسی بندے کے پاس موجود اس کے سامان وغیرہ میں جھگڑا نہیں کر سکتے' کیونکہ نگران نہ تو اس کا مالک ہے اور نہ ہی مفقود کی جانب سے اس کا نائب ہے پس وہ صرف قاضی کی جانب قبضے والا وکیل ہے اور قاضی کے وکیل بہ قبض کا بغیر کسی اختلاف خصومت کا مالک نہیں بنے گا۔

اختلاف تو اصل وکیل میں ہے' جو مالک کی جانب سے قرض پر قبضہ کرنے کا وکیل ہے اور جب معاملہ ہی اس طرح کا ہے' تو اس کا حکم قضائی طور پر غائب کو شامل ہوگا حالانکہ قضاء علی غائب جائز نہیں ہے مگر جب قاضی کی رائے میں یہ درست معلوم ہوا اور اس کا حکم دینے والا قاضی ہے' تو درست ہے' کیونکہ قاضی اس میں اجتہاد کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ چیزیں جن کے خراب ہونے کا خطرہ ہو ان کو قاضی فروخت کردے کیونکہ بطور صورت ان کی حفاظت کرنا ناممکن ہے۔ پس ان کی حفاظت معنوی طور کرنا ہوگی اور جس چیز کے خراب ہونے کا خطرہ ہی نہ ہو تو اس کو نفقہ وغیرہ میں فروخت نہیں کیا

جائے گا اس لئے غائب پر اس کے مال کی حفاظت کی ولایت قاضی کو حاصل ہے پس قاضی کو تحفظ ترک کرنا جائز نہیں کیونکہ تحفظ ممکن ہے۔

غائب کے مال سے بیوی واولاد پر خرچ کرنے کا بیان

قَالَ (وَيُنْفِقُ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَاَوْلَادِهٖ مِنْ مَالِهٖ) وَلَيْسَ هٰذَا الْحُكْمُ مَقْصُوْرًا عَلَى الْاَوْلَادِ بَلْ يَعُمُّ جَمِيْعَ قَرَابَةِ الْوِلَادِ .

وَالْاَصْلُ اَنَّ كُلَّ مَنْ يَسْتَحِقُّ النَّفَقَةَ فِيْ مَالِهٖ حَالَ حَضْرَتِهٖ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِيْ يُنْفِقُ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ عِنْدَ غَيْبَتِهٖ لِاَنَّ الْقَضَاءَ حِيْنَئِذٍ يَكُوْنُ اِعَانَةً، وَكُلُّ مَنْ لَا يَسْتَحِقُّهَا فِيْ حَضْرَتِهٖ اِلَّا بِالْقَضَاءِ لَا يُنْفِقُ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ فِيْ غَيْبَتِهٖ لِاَنَّ النَّفَقَةَ حِيْنَئِذٍ تَجِبُ بِالْقَضَاءِ وَالْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ مُمْتَنِعٌ، فَمِنَ الْاَوَّلِ الْاَوْلَادُ الصِّغَارُ وَالْاِنَاثُ مِنَ الْكِبَارِ وَالزَّمِنِيُّ مِنَ الذُّكُوْرِ الْكِبَارِ، وَمِنَ الثَّانِي الْاَخُ وَالْاُخْتُ وَالْخَالُ وَالْخَالَةُ .

وَقَوْلُهٗ مِنْ مَالِهٖ مُرَادُهُ الدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيْرُ لِاَنَّ حَقَّهُمْ فِي الْمَطْعُوْمِ وَالْمَلْبُوْسِ فَاِذَا لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِيْ مَالِهٖ يَحْتَاجُ اِلَى الْقَضَاءِ بِالْقِيْمَةِ وَهِيَ النَّقْدَانِ وَالتِّبْرُ بِمَنْزِلَتِهِمَا فِيْ هٰذَا الْحُكْمِ لِاَنَّهٗ يَصْلُحُ قِيْمَةً كَالْمَضْرُوْبِ، وَهٰذَا اِذَا كَانَتْ فِيْ يَدِ الْقَاضِيْ، فَاِنْ كَانَتْ وَدِيْعَةً اَوْ دَيْنًا يُنْفِقُ عَلَيْهِمْ مِنْهُمَا اِذَا كَانَ الْمُوْدَعُ وَالْمَدْيُوْنُ مُقِرَّيْنِ بِالدَّيْنِ الْوَدِيْعَةِ وَالنِّكَاحِ وَالنَّسَبِ، وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَكُوْنَا ظَاهِرَيْنِ عِنْدَ الْقَاضِيْ، فَاِنْ كَانَا ظَاهِرَيْنِ فَلَا حَاجَةَ اِلَى الْاِقْرَارِ، وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا ظَاهِرَ الْوَدِيْعَةِ وَالدَّيْنِ اَوِ النِّكَاحِ وَالنَّسَبِ يُشْتَرَطُ الْاِقْرَارُ بِمَا لَيْسَ بِظَاهِرٍ هٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ .

فَاِنْ دَفَعَ الْمُوْدَعُ بِنَفْسِهٖ اَوْ مَنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ بِغَيْرِ اَمْرِ الْقَاضِيْ يَضْمَنُ الْمُوْدَعُ وَلَا يَبْرَأُ الْمَدْيُوْنُ لِاَنَّهٗ مَا اَدّٰى اِلٰى صَاحِبِ الْحَقِّ وَلَا اِلٰى نَائِبِهٖ، بِخِلَافِ مَا اِذَا دَفَعَ بِاَمْرِ الْقَاضِيْ لِاَنَّ الْقَاضِيْ نَائِبٌ عَنْهُ، وَاِنْ كَانَ الْمُوْدَعُ وَالْمَدْيُوْنُ جَاحِدَيْنِ اَصْلًا اَوْ كَانَا جَاحِدَيْنِ الزَّوْجِيَّةَ وَالنَّسَبَ لَمْ يَنْتَصِبْ اَحَدٌ مِنْ مُسْتَحِقِّي النَّفَقَةِ خَصْمًا فِيْ ذٰلِكَ لِاَنَّ مَا يَدَّعِيْهِ لِلْغَائِبِ لَمْ يَتَعَيَّنْ سَبَبًا لِثُبُوْتِ حَقِّهٖ وَهُوَ النَّفَقَةُ، لِاَنَّهَا كَمَا تَجِبُ فِيْ هٰذَا الْمَالِ تَجِبُ فِيْ مَالٍ آخَرَ لِلْمَفْقُوْدِ .

فرمایا: نگران مفقود کے مال سے اس کی بیوی اور اولاد پر خرچ کرے اور یہ حکم صرف اولاد پر انحصار کرنے والا نہیں ہے

بلکہ سب پیدائشی قریبی رشتہ داروں کے لئے عام ہے اور قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو مفقود کی موجودگی میں قاضی کے حکم کے بغیر اس کے مال سے خرچہ لینے والا تھا اور وہ غائب کے غائب ہونے کے بعد بھی اسی کے مال سے خرچہ لینے والا ہوگا۔ کیونکہ اس حالت میں قاضی کا فیصلہ صرف مدد کے لئے ہے اور جو لوگ قاضی کے فیصلے کے بغیر مستحق نہ تھے یہ نگران غائب کی عدم موجودگی میں ان نفقہ نہ دے گا' کیونکہ اس وقت نفقہ کا وجوب قاضی کے فیصلے کے ساتھ ہوا ہے حالانکہ قضاء علی غائب منع ہے۔

پہلی قسم میں سے نابالغ لڑکے اور بالغہ لڑکیاں اور بالغ معذور بچے ہیں اور دوسری قسم میں سے بھائی، بہن، ماموں اور خالہ ہیں اور امام قدوری علیہ الرحمہ کے فرمان "مالہ" سے دراہم و دنانیر مراد ہیں کیونکہ حقداروں کا حق کھانے پینے اور کپڑے میں ہے۔

اور جب مفقود کے مال میں کھانے کی اشیاء اور پہننے کا لباس ہی نہ ہو تو قیمت دینے کا فیصلہ کیا جائے گا' اور دراہم و دنانیر ہیں اور سکے کے ڈھلے ہوئے نہ ہونے میں وہ دراہم و دنانیر کے حکم میں ہوگا' کیونکہ ڈھلے ہوئے سکے کی طرح وہ بھی سکہ بن سکتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے' جب یہ مال قاضی کے پاس ہو مگر جب مفقود کا مال ودیعت یا کسی اور سبب سے دوسرے کے پاس بطور قرض ہو تو اب اگر مودع اور مقروض ودیعت قرض کا اقرار کریں۔

مفقود کی بیوی اور اس کے بچوں کا نکاح اور نسب کا اقرار کر رہے ہوں' تو مذکورہ دونوں اموال میں سے ان کو خرچہ دیا جائے گا مگر یہ بھی اسی حالت میں ہوگا' جب ودیعت اور نکاح وغیرہ قاضی کے پاس ظاہر نہ ہوں اور جب یہ ظاہر ہوں' تو ان کے اقرار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور جب ان میں سے ایک ظاہر ہو گیا تو ظاہر نہ ہونے والے کے لئے اقرار شرط ہوگا صحیح روایت یہی ہے۔ لہٰذا جب مودع یا مدیون نے قاضی کے حکم کے بغیر ان کو مال دے دیا تو مودع ضامن ہوگا' اور مدیون قرض سے بری نہ ہوگا' کیونکہ اس نے قرض خواہ کو قرض نہیں کیا اور نہ ہی اس کے نائب کو دیا ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب اس نے قاضی کے حکم سے دیا ہے' کیونکہ مفقود کا نائب قاضی ہے۔

اور جب مودع اور مدیون قرض اور ودیعت کا انکار کریں' یا وہ زوجیت اور نسب کا انکار کریں' تو نفقہ کے حقداروں میں سے کوئی بھی جھگڑا نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ خصم غائب کے لئے جس چیز کا دعویٰ کرے گا وہ اس کے حق نفقہ ثابت کرنے کے لئے نہ ہوگا' کیونکہ جس طرح مال میں قرض اور ودیعت کا خرچہ واجب ہو سکتا ہے اسی طرح دوسرے کے مال میں بھی واجب ہو سکتا ہے۔

مفقود شوہر بیوی کی تفریق کا بیان

قَالَ (وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ) وَقَالَ مَالِكٌ: إِذَا مَضَى أَرْبَعُ سِنِينَ يُفَرِّقُ الْقَاضِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ وَتَعْتَدُّ عِدَّةَ الْوَفَاةِ ثُمَّ تَتَزَوَّجُ مَنْ شَاءَتْ لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هٰكَذَا قَضَى فِي الَّذِي اسْتَهْوَاهُ الْجِنُّ بِالْمَدِينَةِ وَكَفَى بِهِ إِمَامًا، وَلِأَنَّهُ مَنَعَ حَقَّهَا بِالْغَيْبَةِ فَيُفَرِّقُ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا بَعْدَ مُضِيِّ مُدَّةٍ اعْتِبَارًا بِالْإِيلَاءِ وَالْعُنَّةِ، وَبَعْدَ هٰذَا الِاعْتِبَارِ أَخَذَ الْمِقْدَارَ مِنْهُمَا الْأَرْبَعَ مِنَ

الْإِيلَاءِ وَالسِّنِينَ مِنَ الْعُنَّةِ عَمَلًا بِالشَّبَهَيْنِ .

وَلَنَا قَوْلُهُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَةِ الْمَفْقُودِ أَنَّهَا امْرَأَتُهُ حَتّٰى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ) .وَقَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيهَا: هِيَ امْرَأَةٌ أُبْتُلِيَتْ فَلْتَصْبِرْ حَتّٰى يَسْتَبِينَ مَوْتٌ أَوْ طَلَاقٌ خَرَجَ بَيَانًا لِلْبَيَانِ الْمَذْكُورِ فِي الْمَرْفُوعِ، وَلِأَنَّ النِّكَاحَ عُرِفَ ثُبُوتُهُ وَالْغَيْبَةُ لَا تُوجِبُ الْفُرْقَةَ وَالْمَوْتُ فِي حَيِّزِ الِاحْتِمَالِ فَلَا يُزَالُ النِّكَاحُ بِالشَّكِّ، وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَجَعَ إِلٰى قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْإِيلَاءِ لِأَنَّهُ كَانَ طَلَاقًا مُعَجَّلًا فَاعْتُبِرَ فِي الشَّرْعِ مُؤَجَّلًا فَكَانَ مُوجِبًا لِلْفُرْقَةِ، وَلَا بِالْعُنَّةِ لِأَنَّ الْغَيْبَةَ تَعْقُبُ الْأَوْبَةَ، وَالْعُنَّةُ قَلَّمَا تَنْحَلُّ بَعْدَ اسْتِمْرَارِهَا سَنَةً .

فرمایا: مفقود اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہ کرائی جائے گی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب چار سال گزر جائیں قاضی ان میں تفریق کرائے۔ اور وہ عورت عدت وفات گزارنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے کیونکہ مدینہ منورہ میں جس شخص کو جن اٹھا کر لے گئے تھے اس کے بارے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا تھا اور ان کا رہنما ہونا کافی ہے' کیونکہ غائب شخص نے غائب ہو کر بیوی کے حق کو روک رکھا ہے پس ایک مدت کے بعد قاضی ان کے درمیان تفریق کرادے گا' جس طرح ایلاء اور عنین میں ہوتا ہے اور اس قیاس کے بعد آقا اور عنین سے یہ اندازہ سمجھا گیا ہے پس ایلاء سے چار لیا گیا ہے اور عنین سے سال اور یہ چار سال مدت بنادی گئی ہے' تاکہ دونوں مشابہات پر عمل کیا جائے۔

ہماری دلیل مفقود کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب تک کوئی تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک یہ عورت مفقود کی بیوی رہے گی۔ اور مفقود شوہر بیوی کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک عورت ہے وہ مصیبت میں مبتلاء کی گئی ہے اس کو چاہیے کہ وہ صبر کرے۔ حتیٰ کہ اس کے شوہر کی موت یا اس کی جانب سے طلاق کا حکم واضح ہو جائے۔ حدیث مرفوع میں بیان ہونے حکم کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بطور بیان ہے' کیونکہ نکاح یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے پس غائب ہونا فرقت کی موجب نہ ہوگی' جبکہ مفقود کی موت میں احتمال ہے۔ پس شک کے سبب نکاح زائل نہ ہوگا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کرلیا تھا اور ایلاء پر اس کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ دور جاہلیت میں ایلاء طلاق معجل تھی جبکہ شریعت نے اس کو موجل بنادیا ہے پس یہ ایلاء موجب فرقت ہوا اور عنین پر بھی اس کو قیاس نہ کیا جائے گا' کیونکہ غائب ہونے میں رجعت اور واپسی کی امید باقی ہے' جبکہ عنین بیماری جب سال بھر رہی ہے' تو اس کے درست ہونے کی امید ختم ہو چکی ہے۔

۱۲۰ سال یوم پیدائش پر گزریں' تو موت کا فیصلہ کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا تَمَّ لَهُ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ سَنَةً مِنْ يَوْمِ وُلِدَ حَكَمْنَا بِمَوْتِهِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَهٰذِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: وَفِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ يُقَدَّرُ بِمَوْتِ الْأَقْرَانِ، وَفِي الْمَرْوِيِّ عَنْ

أَبِي يُوسُفَ بِمِائَةِ سَنَةٍ، وَقَدَّرَهُ بَعْضُهُمْ بِتِسْعِينَ، وَالْأَقْيَسُ أَنْ لَا يُقَدَّرَ بِشَيْءٍ. وَالْأَرْفَقُ أَنْ يُقَدَّرَ بِتِسْعِينَ، وَإِذَا حُكِمَ بِمَوْتِهِ اعْتَدَّتْ امْرَأَتُهُ عِدَّةَ الْوَفَاةِ مِنْ ذَلِكَ الْوَقْتِ (وَيُقَسَّمُ مَالُهُ بَيْنَ وَرَثَتِهِ الْمَوْجُودِينَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ) كَأَنَّهُ مَاتَ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ مُعَايَنَةً إذْ الْحُكْمِيُّ مُعْتَبَرٌ بِالْحَقِيقِيِّ (وَمَنْ مَاتَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَرِثْ مِنْهُ) لِأَنَّهُ لَمْ يُحْكَمْ بِمَوْتِهِ فِيهَا فَصَارَ كَمَا إذَا كَانَتْ حَيَاتُهُ مَعْلُومَةً (وَلَا يَرِثُ الْمَفْقُودُ أَحَدًا مَاتَ فِي حَالِ فَقْدِهِ) لِأَنَّ بَقَاءَهُ حَيًّا فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ بِاسْتِصْحَابِ الْحَالِ وَهُوَ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً فِي الِاسْتِحْقَاقِ

فرمایا: حضرت امام حسن نے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جب یوم پیدائش سے مفقود کو ۱۲۰ سال گزر جائیں' تو ہم اس کی موت کا فیصلہ کریں گے۔اور ظاہر مذہب کے مطابق اس کے ہم لوگوں کی موت سے اس کا اندازہ لگایا جائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سو سال کی روایت بیان کی گئی ہے اور بعض فقہاء ۹۰ سال کا اندازہ لگاتے ہیں اور افضل قیاس یہ ہے کہ کسی طرح کی بھی مدت سے اندازہ نہ لگایا جائے

اور مفقود کی موت کا فیصلہ کر دیا جائے' تو اسکی بیوی عدت وفات گزارے اور اس وقت مفقود کے موجودہ ورثاء کے درمیان مال تقسیم کر دیا جائے لہٰذا یہ ایسا ہی ہوگا' جس طرح مفقود ان کی نگاہوں کے سامنے فوت ہوا ہے' کیونکہ موت حکمی کو موت حقیقی پر قیاس کیا گیا ہے اور جو بندہ اس سے پہلے فوت ہو چکا ہے وہ مفقود کا وارث نہ ہوگا' کیونکہ مدت فقدان میں مفقود کی موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح اس کی زندگی معلوم ہے۔اور اسی طرح مفقود بھی اپنے مورث کا وارث نہ ہوگا' جو بندہ اس کے غائب ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے' کیونکہ استصحاب حال کی دلیل کے سبب مفقود اس وقت زندہ ہے اور استصحاب استحقاق کے لئے دلیل بننے والا نہیں ہے۔

مفقود کے موصی کے مرنے پر وصیت مفقود کی عدم صحت کا بیان

(وَكَذَلِكَ لَوْ أَوْصَى لِلْمَفْقُودِ وَمَاتَ الْمُوصِي) ثُمَّ الْأَصْلُ أَنَّهُ لَوْ كَانَ مَعَ الْمَفْقُودِ وَارِثٌ لَا يُحْجَبُ بِهِ وَلَكِنَّهُ يَنْتَقِصُ حَقُّهُ بِهِ يُعْطَى أَقَلَّ النَّصِيبَيْنِ وَيُوقَفُ الْبَاقِي وَإِنْ كَانَ مَعَهُ وَارِثٌ يُحْجَبُ بِهِ لَا يُعْطَى أَصْلًا .بَيَانُهُ: رَجُلٌ مَاتَ عَنْ ابْنَتَيْنِ وَابْنٍ مَفْقُودٍ وَابْنِ ابْنٍ وَبِنْتِ ابْنٍ وَالْمَالُ فِي يَدِ الْأَجْنَبِيِّ وَتَصَادَقُوا عَلَى فَقْدِ الِابْنِ وَطَلَبَتْ الِابْنَتَانِ الْمِيرَاثَ تُعْطَيَانِ النِّصْفَ لِأَنَّهُ مُتَيَقَّنٌ بِهِ وَيُوقَفُ النِّصْفُ الْآخَرُ وَلَا يُعْطَى وَلَدَ الِابْنِ لِأَنَّهُمْ يُحْجَبُونَ بِالْمَفْقُودِ، وَلَوْ كَانَ حَيًّا فَلَا يَسْتَحِقُّونَ الْمِيرَاثَ بِالشَّكِّ (وَلَا يُنْزَعُ مِنْ يَدِ الْأَجْنَبِيِّ إلَّا إذَا ظَهَرَتْ مِنْهُ

خِيَانَةٌ) وَنَظِيرُ هٰذَا الْحَمْلُ فَإِنَّهُ يُوقَفُ لَهُ مِيرَاثُ ابْنٍ وَاحِدٍ عَلٰى مَا عَلَيْهِ الْفَتْوٰى، وَلَوْ كَانَ مَعَهُ وَارِثٌ آخَرُ إِنْ كَانَ لَا يَسْقُطُ بِحَالٍ وَلَا يَتَغَيَّرُ بِالْحَمْلِ يُعْطٰى كُلَّ نَصِيبِهٖ، وَإِنْ كَانَ مِمَّنْ يَسْقُطُ بِالْحَمْلِ لَا يُعْطٰى، وَإِنْ كَانَ مِمَّنْ يَتَغَيَّرُ بِهٖ يُعْطَى الْاَقَلَّ لِلتَّيَقُّنِ بِهٖ كَمَا فِي الْمَفْقُودِ وَقَدْ شَرَحْنَاهُ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهٰى بِاَتَمَّ مِنْ هٰذَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔

اور اسی طرح جب کسی مفقود کے لئے کوئی وصیت کی گئی تھی کہ اس کا موصی فوت ہو گیا تو وصیت درست نہ ہوگی ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب مفقود کے ساتھ اس کا کوئی ایسا وارث ہے' تو مفقود کے سبب سے وارثت سے محروم نہ ہوتا ہو مگر اس کے سبب سے اس کا حصہ تھوڑا بنتا ہے' جس طرح اس کی بہن ہے' تو اس وارث کو دونوں حصوں میں سے کم دیا جائے گا' اور بقیہ رکھ لیا جائے گا' اور جب مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اس کے سبب محروم بن جاتا ہے' جس طرح اس کا بیٹا اور اس کی بیٹی ہے' تو اس وارث کو وراثت نہ دی جائے گی ۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ جب ایک بندے کی دو بیٹیاں (۱) ابن مفقود (۲) پوتا اور ایک (۱) پوتی چھوڑ کر فوت ہوا ہے اور اس کا مال کسی غیر شخص کے پاس ہے اور ان لوگوں نے میت کے لڑکے کی گمشدگی پر اتفاق کر لیا ہے اور اس کی دونوں لڑکیوں نے میراث کا مطالبہ کیا' تو ان کو پورے مال کا نصف دیا جائے گا' کیونکہ نصف یقینی ہے اور دوسرا نصف روک لیا جائے گا' اور مفقود کے بچوں کو کچھ نہ دیا جائے گا' کیونکہ وہ مفقود کے سبب سے محروم ہو جائیں گے ۔ کیونکہ جب مفقود زندہ ہوتا پس شک کے سبب میراث میں ان کا حق نہ ہوگا ۔

اور وہ مال اجنبی شخص سے لیا نہیں جائے گا ہاں جب اس کی جانب سے خیانت کا اندیشہ ظاہر ہو اور مفقود کی مثال حمل ہے' جس طرح حمل کے لئے ایک لڑکے کی میراث کو روک لیا جاتا ہے' جس طرح اس پر فتویٰ ہے اور جب حمل کے ساتھ دوسرا وارث بھی ہو جو کسی حالت میں بھی ساقط ہونے والا نہ ہو اور حمل کے سبب اس کے حصے میں کوئی تبدیلی بھی نہ آتی ہو تو اس کو اس کا پورا حصہ دیا جائے گا ۔

اور جب حمل کے ساتھ دوسرا وارث بھی ہے' تو اس کا اس کا پورا حصہ دیا جائے گا اور جب حمل کے ساتھ کوئی ایسا وارث ہے' جس کا حصہ کے حمل کے سبب ساقط ہونے والا ہے' تو اس کو کچھ نہ دیا جائے گا' اور جب ایسا وارث ہے کہ جس کا حصہ حمل کے سبب سے کم ہونے والا ہے یا زیادہ ہونے والا ہے' تو اس کو کم دیا جائے جائے گا' کیونکہ تھوڑا یقینی ہے اور مفقود میں اسی طرح ہوتا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ''کفایہ منتہی'' میں اس مسئلہ کو اس سے بھی زیادہ تفصیل کے بیان کیا ہے ۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے ۔

كِتَابُ الشِّرْكَةِ

﴿یہ کتاب شرکت کے بیان میں ہے﴾

کتاب شرکت کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کتاب شرکت کی فقہی مطابقت سابقہ ابواب کے ساتھ اس طرح ہے کہ مفقود کے ساتھ شرکت کی مناسبت خاص ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ مفقود کے مال سے اس کی وراثت دوسرے کے حصے میں مکس ہونے والی ہے۔ اور دو اموال میں یہ اختلاط اسی طرح ہے جس طرح شرکت میں ہوا کرتا ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۹۲، بیروت)

شرکت کا فقہی مفہوم

لغت میں شرکت کے معنی ہیں ملانا لیکن اصطلاح شریعت میں شرکت کہتے ہیں دو آدمیوں کے درمیان ایک ایسا مثلاً تجارتی عقد و معاملہ ہونا جس میں وہ اصل اور نفع دونوں میں شریک ہوں۔

شراکت، (partnership) کاروبار کی ایسی تنظیم جس میں دو یا زیادہ اشخاص (شراکت دار) بہ حیثیت مجموعی کاروبار کرتے ہیں۔ شراکت دار (مالکان) مقررہ شرائط اور معاہدے کے مطابق ایک خاص نسبت سے زمین، محنت اور سرمایہ فراہم کرتے ہیں اور باہمی طور پر کاروبار کے انتظامی امور سنبھالتے ہیں۔ نفع یا نقصان حصص کے تناسب سے تقسیم ہوتا ہے۔

شرکت کے ثبوت میں شرعی ماخذ کا بیان

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دو شریکوں (کے درمیان) میں تیسرا رہتا ہوں جب تک کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کی خیانت نہ کرے پس جب ان میں سے کوئی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1607)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مکہ سے مہاجرین مدینہ آئے تو انصار یعنی مدینہ کے لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے کھجوروں کے درختوں کو ہمارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں درختوں کو تقسیم نہیں کروں گا تم ہی لوگ ہماری یعنی مہاجرین کی طرف سے بھی محنت کر لیا کرو ہم پیداوار میں تمہارے شریک رہیں گے۔ انصار نے کہا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو بسر وچشم قبول کرتے ہیں۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 150)

شرکت کے جواز واقسام کا بیان

(الشِّرْكَةُ جَائِزَةٌ) (لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثَ وَالنَّاسُ يَتَعَامَلُونَ بِهَا فَقَرَّرَهُمْ عَلَيْهِ)،

قَالَ (الشِّرْكَةُ ضَرْبَانِ: شِرْكَةُ أَمْلَاكٍ، وَشِرْكَةُ عُقُودٍ. فَشِرْكَةُ الْأَمْلَاكِ: الْعَيْنُ يَرِثُهَا رَجُلَانِ أَوْ يَشْتَرِيَانِهَا فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي نَصِيبِ الْآخَرِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَكُلٌّ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ كَالْأَجْنَبِيِّ) وَهَذِهِ الشِّرْكَةُ تَتَحَقَّقُ فِي غَيْرِ الْمَذْكُورِ فِي الْكِتَابِ كَمَا إِذَا اتَّهَبَ رَجُلَانِ عَيْنًا أَوْ مَلَكَاهَا بِالِاسْتِيلَاءِ أَوْ اخْتَلَطَ مَالُهُمَا مِنْ غَيْرِ صُنْعِ أَحَدِهِمَا أَوْ بِخَلْطِهِمَا خَلْطًا يَمْنَعُ التَّمْيِيزَ رَأْسًا أَوْ إِلَّا بِحَرَجٍ، وَيَجُوزُ بَيْعُ أَحَدِهِمَا نَصِيبَهُ مِنْ شَرِيكِهِ فِي جَمِيعِ الصُّوَرِ وَمِنْ غَيْرِ شَرِيكِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ إِلَّا فِي صُورَةِ الْخَلْطِ وَالِاخْتِلَاطِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِإِذْنِهِ، وَقَدْ بَيَّنَّا الْفَرْقَ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى

شرکت کا عقد جائز ہے کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس لوگوں عقد شرکت کرتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو اسی پر قائم رکھا ہے۔

فرمایا: شرکت کی دو اقسام ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔ شرکت املاک ایسے معین مال میں ہوتی ہے جس میں دو وارث ہوں یا دونوں اس کو خریدیں پس دونوں میں سے کسی ایک کے لئے دوسرے کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنے ساتھی کے لئے غیر کی طرح ہوگا اور یہ شرکت قدوری میں بیان کردہ مال کے سوا میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

جس طرح جب دو بندوں نے کسی عین کا ہبہ قبول کر لیا یا طاقت کے سبب کسی عین کے وہ دونوں مالک بن گئے یا ان میں سے کسی کے تصرف میں بغیر ان کو مال مل گیا یا ان دونوں نے اپنے اموال کو اس طرح ملایا جلایا کہ اس کو الگ کرنا ناممکن ہو گیا یا ممکن تو ہے لیکن پریشانی کے بعد ہے۔

ان تمام صورتوں میں دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے شریک سے اپنا حصہ فروخت کرنا جائز ہے اور شریک کی اجازت کے بغیر اس کے سوا سے جائز ہے جبکہ مکسنگ کی صورت شریک کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور کفایہ منتہی میں ہم نے اس کے فرق کو بیان کر دیا ہے۔

شرکت عقود کا فقہی بیان

(وَالضَّرْبُ الثَّانِي: شِرْكَةُ الْعُقُودِ، وَرُكْنُهَا الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ، وَهُوَ أَنْ يَقُولَ أَحَدُهُمَا شَارَكْتُكَ فِي كَذَا وَكَذَا وَيَقُولُ الْآخَرُ قَبِلْتُ) وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ التَّصَرُّفُ الْمَعْقُودُ عَلَيْهِ

عَقْدَ الشِّرْكَةِ قَابِلًا لِلْوَكَالَةِ لِيَكُوْنَ مَا يُسْتَفَادُ بِالتَّصَرُّفِ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا فَيَتَحَقَّقُ حُكْمُهُ الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ

اور دوسری قسم شرکت عقود ہے جس کا رکن ایجاب وقبول ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص کہے میں نے تم سے فلاں فلاں اشیاء میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کرلیا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت منعقد ہوا ہے وہ وکالت کے قابل ہوتا کہ تصرف سے حاصل کیا جانے والا مال ان کے درمیان مشترک ہو اور عقد شرکت کا مقصد حاصل ہو جائے۔

عقد شرکت کی اقسام اربعہ کا بیان

(ثُمَّ هِيَ اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ: مُفَاوَضَةٌ، وَعِنَانٌ، وَشِرْكَةُ الصَّنَائِعِ، وَشِرْكَةُ الْوُجُوهِ. فَاَمَّا شِرْكَةُ الْمُفَاوَضَةِ فَهِيَ اَنْ يَشْتَرِكَ الرَّجُلَانِ فَيَتَسَاوَيَانِ فِي مَالِهِمَا وَتَصَرُّفِهِمَا وَدَيْنِهِمَا) لِاَنَّهَا شِرْكَةٌ عَامَّةٌ فِي جَمِيعِ التِّجَارَاتِ يُفَوِّضُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَمْرَ الشِّرْكَةِ اِلٰى صَاحِبِهِ عَلَى الْاِطْلَاقِ اِذْ هِيَ مِنَ الْمُسَاوَاةِ، قَالَ قَائِلُهُمْ: لَا يُصْلِحُ النَّاسَ فَوْضٰى لَا سُرَاةَ لَهُمْ وَلَا سُرَاةَ اِذَا جُهَّالُهُمْ سَادُوا اَيْ مُتَسَاوِيِيْنَ .

فَلَا بُدَّ مِنْ تَحْقِيقِ الْمُسَاوَاةِ ابْتِدَاءً وَانْتِهَاءً وَذٰلِكَ فِي الْمَالِ، وَالْمُرَادُ بِهِ مَا تَصِحُّ الشِّرْكَةُ فِيهِ، وَلَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِيمَا لَا يَصِحُّ الشِّرْكَةُ فِيهِ، وَكَذَا فِي التَّصَرُّفِ، لِاَنَّهُ لَوْ مَلَكَ اَحَدُهُمَا تَصَرُّفًا لَا يَمْلِكُ الْاٰخَرُ لَفَاتَ التَّسَاوِي، وَكَذٰلِكَ فِي الدَّيْنِ لِمَا نُبَيِّنُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَهٰذِهِ الشِّرْكَةُ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا اسْتِحْسَانًا .

وَفِي الْقِيَاسِ لَا تَجُوزُ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ .وَقَالَ مَالِكٌ: لَا اَعْرِفُ مَا الْمُفَاوَضَةُ .وَجْهُ الْقِيَاسِ اَنَّهَا تَضَمَّنَتْ الْوَكَالَةَ بِمَجْهُولِ الْجِنْسِ وَالْكَفَالَةَ بِمَجْهُولٍ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بِانْفِرَادِهِ فَاسِدٌ .

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَاوِضُوا فَاِنَّهُ اَعْظَمُ لِلْبَرَكَةِ) وَكَذَا النَّاسُ يُعَامِلُونَهَا مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ وَبِهِ يُتْرَكُ الْقِيَاسُ وَالْجَهَالَةُ مُتَحَمَّلَةٌ تَبَعًا كَمَا فِي الْمُضَارَبَةِ وَلَا تَنْعَقِدُ اِلَّا بِلَفْظَةِ الْمُفَاوَضَةِ لِبُعْدِ شَرَائِطِهَا عَنْ عِلْمِ الْعَوَامِّ، حَتّٰى لَوْ بَيَّنَا جَمِيعَ مَا تَقْتَضِيهِ تَجُوزُ لِاَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْمَعْنٰى .

پھر شرکت عقد کی چار قسمیں ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع (۴) اور شرکت وجوہ

شرکت مفاوضہ تو یہ ہے کہ دو بندے آپس میں شرکت کو قبول کریں اور وہ دونوں مال کے تصرف میں اور قرض میں برابر ہوں کیونکہ یہ شرکت تمام تجارات میں عام ہے اور ہر شریک مطلق طور پر اپنے ساتھی شریک کے حوالے کرنے والا ہے' کیونکہ مفاوضہ مساوات کے حکم میں ہے ایک شاعر کہتا ہے اور جب ان لوگوں کا کوئی سردار نہ ہو اور وہ سب برابر و مساوی ہوں اور جب جاہل لوگ سردار ہو جائیں' تو کوئی حقیقی سردار نہ ہوگا' اور فوضا سے مراد مساوی ہونا ہے پس ابتداء و انتہاء دونوں میں مساوات کا ہونا ضروری ہے اور یہ مساوات ایسے مال میں ہوگی' جس میں شرکت درست ہوگی۔

اور جس میں مال میں شرکت درست نہ ہو اس میں تفاضل کا کوئی اعتبار نہ ہوگا ہاں تصرف میں بھی مساوات ضروری ہیں کیونکہ جب کوئی ایک شخص تصرف کا مالک ہوگا' تو اس وقت دوسرا مالک نہ ہوگا' جس کے سبب برابری ختم ہو جائے گی۔

اسی طرح قرض کے لین دین میں بھی برابری ضروری ہے اسی کے دلیل کے سبب جس کو ہم ان شاء اللہ بیان کریں گے۔ اور شرکت بطور استحسان جائز ہے' جبکہ قیاس کے طور پر جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے' جبکہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں مفاوضہ کو جانتا ہی نہیں ہوں۔ قیاس کی دلیل یہ ہے کہ عقد شرکت مجہول جنس وکالت اور مجہول کفالت دونوں کو لازم کرنے والا ہے حالانکہ اس طرح کی وکالت و کفالت منفرد طور پر فاسد ہیں۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عقد مفاوضہ کیا کرو کیونکہ اس میں برکت ہے ہاں لوگ بغیر کسی روک ٹوک کے مفاوضہ کا عقد کرتے رہے ہیں اور ایسے تعامل کے سبب قیاس کو ترک کر دیا جائے گا جبکہ وکالت و کفالت میں جہالت کو برداشت کیا جائے گا' جس طرح مضاربت میں برداشت کی جاتی ہے۔

شرکت مفاوضہ لفظ مفاوضہ سے منعقد ہو جاتی ہے' کیونکہ اس کی شرائط عوامی ذہنوں سے دور ہیں جبکہ ضروری شرائط کی توضیح کی جائے' تو جائز ہے' کیونکہ معنی ہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

عقد مفاوضہ کے جواز کا بیان

قَالَ (فَتَجُوزُ بَيْنَ الْحُرَّيْنِ الْكَبِيرَيْنِ مُسْلِمَيْنِ اَوْ ذِمِّيَّيْنِ لِتَحَقُّقِ التَّسَاوِي، وَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا كِتَابِيًّا وَالْاٰخَرُ مَجُوسِيًّا تَجُوزُ اَيْضًا) لِمَا قُلْنَا (وَلَا تَجُوزُ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ وَلَا بَيْنَ الصَّبِيِّ وَالْبَالِغِ (لِانْعِدَامِ الْمُسَاوَاةِ، لِاَنَّ الْحُرَّ الْبَالِغَ يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ وَالْكَفَالَةَ، وَالْمَمْلُوكُ لَا يَمْلِكُ وَاحِدًا مِنْهُمَا اِلَّا بِاِذْنِ الْمَوْلَى، وَالصَّبِيُّ لَا يَمْلِكُ الْكَفَالَةَ وَلَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ اِلَّا بِاِذْنِ الْوَلِيِّ .

قَالَ (وَلَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ) وَهٰذَا قَوْلُ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ .وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: يَجُوزُ لِلتَّسَاوِي بَيْنَهُمَا فِي الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ، وَلَا مُعْتَبَرَ بِزِيَادَةِ تَصَرُّفٍ يَمْلِكُهُ اَحَدُهُمَا

كَالْمُفَاوَضَةِ بَيْنَ الشَّفْعَوِيِّ وَالْحَنَفِيِّ فَإِنَّهَا جَائِزَةٌ ۔
وَيَتَفَاوَتَانِ فِي التَّصَرُّفِ فِي مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ، إِلَّا أَنَّهُ يُكْرَهُ لِأَنَّ الذِّمِّيَّ لَا يَهْتَدِي إِلَى الْجَائِزِ مِنَ الْعُقُودِ ۔ وَلَهُمَا أَنَّهُ لَا تَسَاوِي فِي التَّصَرُّفِ، فَإِنَّ الذِّمِّيَّ لَوِ اشْتَرَى بِرَأْسِ الْمَالِ خُمُورًا أَوْ خَنَازِيرَ صَحَّ، وَلَوِ اشْتَرَاهَا مُسْلِمٌ لَا يَصِحُّ

فرمایا: مفاوضہ کا عقد دو بالغ آزاد مسلمانوں یا اہل ذمہ میں جائز ہے۔ کیونکہ مساوات موجود ہیں۔ اور جب ان میں سے ایک کتابی اور دوسرا مجوسی ہے تو بھی جائز ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور آزاد، غلام میں اور بچے اور بالغ میں عقد مفاوضہ جائز نہیں ہے کیونکہ برابری نہیں ہے کیونکہ آزاد اور بالغ تصرف اور کفالت میں مالک ہیں جبکہ غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر ان میں سے کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے اور بچہ بھی کفالت کا مالک نہیں ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر وہ تصرف کا مالک بھی نہیں ہے۔

فرمایا: مسلمان اور کافر درمیان عقد مفاوضہ جائز نہیں ہے یہ طرفین کا قول ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز ہے کیونکہ ان کے درمیان وکالت وکفالت برابر ہیں اور ان میں تصرف کی زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جس کا ان میں سے ایک مالک ہو جس طرح حنفی اور شافعی کے درمیان مفاوضہ جائز ہے اگرچہ تصرف میں ترک تسمیہ میں ان کا اختلاف ہے مگر یہ مکروہ ہے کیونکہ ذمی کو جائز عقود کا راستہ ملنے والا نہیں ہے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ تصرف میں برابری ضروری نہیں ہے کیونکہ جب ذمی نے اصل سے شراب وخنزیر کو خریدا تو صحیح ہے اور جب کوئی مسلمان خریدے تو صحیح نہیں ہے۔

دو غلاموں، دو بچوں کے درمیان عقد مفاوضہ کا بیان

(وَلَا يَجُوزُ بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ وَلَا بَيْنَ الصَّبِيَّيْنِ وَلَا بَيْنَ الْمُكَاتَبَيْنِ) لِانْعِدَامِ صِحَّةِ الْكَفَالَةِ، وَفِي كُلِّ مَوْضِعٍ لَمْ تَصِحَّ الْمُفَاوَضَةُ لِفَقْدِ شَرْطِهَا، وَلَا يُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي الْعِنَانِ كَانَ عِنَانًا لِاسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْعِنَانِ، إِذْ هُوَ قَدْ يَكُونُ خَاصًّا وَقَدْ يَكُونُ عَامًّا ۔

دو غلاموں، دو بچوں اور دو مکاتبوں کے درمیان مفاوضہ کا عقد جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی کفالت معدوم ہے اور ان کے ہاں ہر مقام پر مفقود شرط کے سبب مفاوضہ درست نہ ہوگا اور جب وہ عنان میں نہ ہو تو وہ عقد عنان بن جائے گا کیونکہ اس میں عنان کی شرائط بھی جمع ہیں کیونکہ شرکت عنان کبھی عام ہوتی ہے اور کبھی خاص ہوتی ہے۔

وکالت وکفالت پر عقد مفاوضہ کے منعقد ہونے کا بیان

قَالَ (وَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ وَالْكَفَالَةِ) أَمَّا الْوَكَالَةُ فَلِتَحَقُّقِ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الشَّرِكَةُ فِي الْمَالِ

عَلٰی مَا بَیَّنَّاہُ، وَاَمَّا الْکَفَالَۃُ: فَلِتَحَقُّقِ الْمُسَاوَاۃِ فِیْمَا ھُوَ مِنْ مُوَاجِبِ التِّجَارَاتِ وَھُوَ تَوَجُّہُ الْمُطَالَبَۃِ نَحْوَھُمَا جَمِیْعًا۔

قَالَ (وَمَا یَشْتَرِیْہِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا یَکُوْنُ عَلَی الشِّرْکَۃِ اِلَّا طَعَامَ اَھْلِہٖ وَکِسْوَتَھُمْ) وَکَذَا کِسْوَتُہٗ، وَکَذَا الْاِدَامُ لِاَنَّ مُقْتَضَی الْعَقْدِ الْمُسَاوَاۃُ، وَکُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا قَائِمٌ مَقَامَ صَاحِبِہٖ فِی التَّصَرُّفِ، وَکَانَ شِرَاءُ اَحَدِھِمَا کَشِرَائِھِمَا، اِلَّا مَا اسْتَثْنَاہُ فِی الْکِتَابِ، وَھُوَ اسْتِحْسَانٌ لِاَنَّہٗ مُسْتَثْنًی عَنِ الْمُفَاوَضَۃِ لِلضَّرُوْرَۃِ، فَاِنَّ الْحَاجَۃَ الرَّاتِبَۃَ مَعْلُوْمَۃُ الْوُقُوْعِ، وَلَا یُمْکِنُ اِیْجَابُہٗ عَلٰی صَاحِبِہٖ وَلَا التَّصَرُّفُ مِنْ مَالِہٖ، وَلَا بُدَّ مِنَ الشِّرَاءِ فَیَخْتَصُّ بِہٖ ضَرُوْرَۃً۔

وَالْقِیَاسُ اَنْ یَکُوْنَ عَلَی الشِّرْکَۃِ لِمَا بَیَّنَّا (وَلِلْبَائِعِ اَنْ یَاْخُذَ بِالثَّمَنِ اَیَّھُمَا شَاءَ) الْمُشْتَرِیْ بِالْاَصَالَۃِ وَصَاحِبُہٗ بِالْکَفَالَۃِ، وَیَرْجِعُ الْکَفِیْلُ عَلَی الْمُشْتَرِیْ بِحِصَّتِہٖ مِمَّا اَدّٰی لِاَنَّہٗ قَضٰی دَیْنًا عَلَیْہِ مِنْ مَالٍ مُشْتَرَکٍ بَیْنَھُمَا۔

فرمایا: وکالت اور کفالت پر عقد مفاوضہ منعقد ہوجاتا ہے وکالت پر منعقد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وکالت اس کا مقصد یعنی شرکت مال میں ہوتا ہے، جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں اور کفالہ میں اس لئے منعقد ہوتا ہے کہ تجارات کے لوازمات میں برابری ثابت ہوجائے۔ اور ان دونوں مطالبہ برابر ہو۔

فرمایا: اور ان دونوں میں سے جو بھی کوئی چیز خریدے گا وہ ان میں مشترک ہوگی سوائے اس کے گھر والوں کے کھانے، ان کے لباس اور سالن کے کیونکہ عقد برابری کا تقاضہ کرنے والا ہے اور دونوں شرکاء میں سے ہر ایک کا تصرف اپنے ساتھی کے قائم مقام ہے اور ایک کی خریداری دونوں کی خریداری کے قائم مقام ہے سوائے ان اشیاء کے جن کا کتاب میں استثنیٰ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہی استحسان ہے، کیونکہ ضرورت کے سبب ان چیزوں کا استثنیٰ کیا گیا ہے۔ اس لئے روزمرہ کی ضرورت معلوم ہوا کرتی ہے۔

اور اس کو اپنے شریک پر لازم کرنا اور اس کے مال سے پورا کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ان میں خریداری ضروری ہے لہٰذا ضرورت کے سبب وہ خاص ہوگی جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ بھی مشترکہ ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور بیچنے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس سے چاہے قیمت کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ وہ مشتری سے اصیل ہونے کے سبب سے اور بیچنے والا سے کفیل ہونے کے سبب سے مطالبہ کرسکتا ہے۔ اور کفیل مشتری کی جانب سے دی ہوئی چیز قیمت کے حصے کے مطابق وصول کرے گا، کیونکہ کفیل نے مال مشترک سے مشتری کا قرض (قیمت) ادا کی ہے۔

شرکت کے سبب ضمانت ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا یَلْزَمُ کُلَّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا مِنَ الدُّیُوْنِ بَدَلًا عَمَّا یَصِحُّ فِیْہِ الْاِشْتِرَاکُ فَالْاٰخَرُ ضَامِنٌ لَہٗ) تَحْقِیْقًا لِلْمُسَاوَاۃِ، فَمِمَّا یَصِحُّ الْاِشْتِرَاکُ فِیْہِ الشِّرَاءُ وَالْبَیْعُ وَالْاِسْتِئْجَارُ، وَمِنَ الْقِسْمِ الْاٰخَرِ

الْجِنَايَةَ وَالنِّكَاحَ وَالْخُلْعَ وَالصُّلْحَ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَعَنِ النَّفَقَةِ .

قَالَ (وَلَوْ كَفَلَ اَحَدُهُمَا بِمَالٍ عَنْ اَجْنَبِيٍّ لَزِمَ صَاحِبَهُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لَا يَلْزَمُهُ) لِاَنَّهُ تَبَرُّعٌ، وَلِهٰذَا لَا يَصِحُّ مِنَ الصَّبِيِّ وَالْعَبْدِ الْمَاْذُونِ وَالْمُكَاتَبِ، وَلَوْ صَدَرَ مِنَ الْمَرِيضِ يَصِحُّ مِنَ الثُّلُثِ وَصَارَ كَالْاِقْرَاضِ وَالْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ تَبَرُّعٌ اِبْتِدَاءً وَمُعَاوَضَةٌ بَقَاءً لِاَنَّهُ يَسْتَوْجِبُ الضَّمَانَ بِمَا يُؤَدِّي عَلَى الْمَكْفُولِ عَنْهُ اِذَا كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِاَمْرِهِ، فَبِالنَّظَرِ اِلَى الْبَقَاءِ تَتَضَمَّنُهُ الْمُفَاوَضَةُ، وَبِالنَّظَرِ اِلَى الْاِبْتِدَاءِ لَمْ تَصِحَّ مِمَّنْ ذَكَرَهُ وَتَصِحُّ مِنَ الثُّلُثِ مِنَ الْمَرِيضِ، بِخِلَافِ الْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ لِاَنَّهَا تَبَرُّعٌ اِبْتِدَاءً وَاِنْتِهَاءً . وَاَمَّا الْاِقْرَاضُ فَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ يَلْزَمُ صَاحِبَهُ، وَلَوْ سُلِّمَ فَهُوَ اِعَارَةٌ فَيَكُونُ لِمِثْلِهَا حُكْمُ عَيْنِهَا لَا حُكْمُ الْبَدَلِ حَتّٰى لَا يَصِحَّ فِيهِ الْاَجَلُ فَلَا يَتَحَقَّقُ مُعَاوَضَةً، وَلَوْ كَانَتِ الْكَفَالَةُ بِغَيْرِ اَمْرِهِ لَمْ تَلْزَمْ صَاحِبَهُ فِي الصَّحِيحِ لِانْعِدَامِ مَعْنَى الْمُفَاوَضَةِ . وَمُطْلَقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ مَحْمُولٌ عَلَى الْمُقَيَّدِ، وَضَمَانُ الْغَصْبِ وَالْاِسْتِهْلَاكِ بِمَنْزِلَةِ الْكَفَالَةِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ لِاَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ اِنْتِهَاءً .

فرمایا: جس مال میں شرکت درست ہو اسی کے بدلے ان میں سے ہر ایک پر جو قرض لازم ہوا ہے دوسرا ساتھی بھی اس کا ضامن ہوگا تا کہ برابری ثابت ہو جائے اور وہ عقود جن میں شرکت درست ہے وہ یہ ہیں، شراء، بیع، استیجار اور دوسری قسم میں سے جنایت ہے، نکاح، خلع، دم عمد اور نفقہ پر صلح کرنا ہے۔

فرمایا: حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس دوسرے ساتھی پر وہ مال لازم ہے اور جب دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے اجنبی کی جانب سے مال کی کفالت کر لے جبکہ صاحبین نے کہا: ساتھی پر لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ احسان ہے۔ کیونکہ اجنبی کا ماذون غلام اور مکاتب کی جانب سے کفالہ صحیح نہیں ہے۔ اور جب مریض نے کفالہ کیا' تو تہائی مال سے درست ہوگا' اور یہ قرض دینے اور جان کا کفالہ کرنے کی طرح ہو جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ کفالت ابتدائی طور پر احسان ہے اور بقاء کے اعتبار سے مفاوضہ ہے' کیونکہ جب کفالہ مکفول عنہ کے حکم سے ہوا ہے' تو مکفول عنہ پر اس کی جانب سے ادا کردہ رقم کا ضمان واجب ہوگا پس بقاء کی جانب نظر کرتے ہوئے اس کو مفاوضہ میں شامل کریں گے اور اس کا ابتدائی معاملہ احسان کی جانب نظر کرتے ہوئے یہ بچے اور غلام کی جانب سے درست نہ ہوگا' جبکہ مریض کے تہائی مال سے درست ہوگا۔ بہ خلاف کفالہ بہ نفس کے کیونکہ وہ ابتداء وانتہاء کے اعتبار سے احسان ہے۔

البتہ قرض کی ادائیگی کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ بھی دوسرے ساتھی پر لازم ہوگا اور جب یہ تسلیم کیا

جائے کہ دوسرے ساتھی پر لازم نہ ہوگا' تو اس میں اعارہ ہے اور اس طرح اس کی مثل کو عین کا حکم ہوگا بدل کا حکم نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کی میعاد بھی درست نہیں ہے اور اس طرح مفاوضہ ثابت نہ ہو سکے گا۔

اور جب یہ کفالہ مکفول عنہ کے حکم کے بغیر ہے' تو قول صحیح کے مطابق کفیل کے ساتھی پر لازم نہ ہوگا' کیونکہ اس میں مفاوضہ کا معنی نہیں پایا جا رہا۔ جبکہ جامع صغیر میں بیان کردہ مطلق حکم کو مقید پر محمول کیا گیا ہے اور غصب وہلاک کرنے کا ضمان بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفالہ کے مرتبے میں ہے' کیونکہ وہ انتہائی طور پر معاوضہ ہے۔

کسی ایک کو ہبہ کے سبب مفاوضہ کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَاِنْ وَرِثَ اَحَدُهُمَا مَا لَا يَصِحُّ فِيهِ الشِّرْكَةُ اَوْ وَهَبَ لَهُ وَوَصَلَ اِلٰى يَدِهِ بَطَلَتِ الْمُفَاوَضَةُ وَصَارَتْ عِنَانًا) لِفَوَاتِ الْمُسَاوَاةِ فِيمَا يَصْلُحُ رَاْسَ الْمَالِ اِذْ هِيَ شَرْطٌ فِيهِ ابْتِدَاءً وَبَقَاءً، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاٰخَرَ لَا يُشَارِكُهُ فِيمَا اَصَابَهُ لِانْعِدَامِ السَّبَبِ فِي حَقِّهِ، اِلَّا اَنَّهَا تَنْقَلِبُ عِنَانًا لِلْاِمْكَانِ، فَاِنَّ الْمُسَاوَاةَ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيهِ، وَلِدَوَامِهِ حُكْمَ الْاِبْتِدَاءِ لِكَوْنِهِ غَيْرَ لَازِمٍ (وَاِنْ وَرِثَ اَحَدُهُمَا عَرَضًا فَهُوَ لَهُ وَلَا تَفْسُدُ الْمُفَاوَضَةُ) وَكَذَا الْعَقَارُ لِاَنَّهُ لَا تَصِحُّ فِيهِ الشِّرْكَةُ فَلَا تُشْتَرَطُ الْمُسَاوَاةُ فِيهِ.

فرمایا: جب دونوں عقد مفاوضہ والوں میں سے کسی ایک کو اس طرح کا مال مل گیا جس میں شرکت درست ہے یا کسی کو ہبہ کا مال ملا ہے اور وہ مال اس کے پاس پہنچ گیا ہے' تو مفاوضہ باطل ہو جائے گا' اور یہ شرکت عنان بن جائے گی کیونکہ راس المال میں برابری ختم ہو چکی ہے' جبکہ اس عقد میں ابتدائی وانتہائی طور برابری ضروری ہے۔

اور اس کے باطل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جس شریک کو یہ مال مل گیا ہے اس میں دوسرا شریک بطور شریک نہ ہوگا' کیونکہ اس کے حق میں شرکت کا سبب معدوم ہے۔ پس یہ شرکت، شرکت عنان بن جائے گی کیونکہ عنان میں برابری شرط نہیں ہے اور اس کے دوام کو ابتداء کا حکم حاصل ہے' کیونکہ عنان غیر لازم عقد ہے اور جب دونوں شرکاء میں سے کوئی کسی سامان کا وارث بنا ہے' تو وہ اسی کا ہوگا' اور عقد مفاوضہ فاسد نہ ہوگا' اور عقار کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ اس میں بھی شرکت درست نہیں ہے پس اس میں برابری بھی شرط نہ ہوگی۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل شرکت میں رأس المال بننے کے بیان میں ہے﴾

فصل شرکت میں رأس المال بننے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب شرکت مفاوضہ کے انعقاد کی بحث بیان کردی گئی ہے تو یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایسی شرکت جس میں عقد درست ہو اس کو بیان کر رہے ہیں جو اس کے سواہے۔ لہٰذا اس کی فقہی مطابقت اپنی حد کے مطابق درست ہے اور اس کا بیان شرکت مفاوضہ کے بعد ہی آنا چاہیے تھا۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹ص ۵۰، بیروت)

شرکت مفاوضہ کی انعقادی اجناس کا بیان

(وَلَا تَنْعَقِدُ الشَّرِكَةُ إلَّا بِالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْفُلُوسِ النَّافِقَةِ) وَقَالَ مَالِكٌ: تَجُوزُ بِالْعُرُوضِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ أَيْضًا إذَا كَانَ الْجِنْسُ وَاحِدًا ؛ لِأَنَّهَا عُقِدَتْ عَلَى رَأْسِ مَالٍ مَعْلُومٍ فَأَشْبَهَ النُّقُودَ، بِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ لِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَاهَا لِمَا فِيهَا مِنْ رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ .فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَوْرِدِ الشَّرْعِ .

وَلَنَا أَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ ؛ لِأَنَّهُ إذَا بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا رَأْسَ مَالِهِ وَتَفَاضَلَ الثَّمَنَانِ فَمَا يَسْتَحِقُّهُ أَحَدُهُمَا مِنْ الزِّيَادَةِ فِي مَالِ صَاحِبِهِ رِبْحُ مَا لَمْ يَمْلِكْ وَمَا لَمْ يَضْمَنْ، بِخِلَافِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ لِأَنَّ ثَمَنَ مَا يَشْتَرِيهِ فِي ذِمَّتِهِ إذْ هِيَ لَا تَتَعَيَّنُ فَكَانَ رِبْحَ مَا يَضْمَنُ، وَلِأَنَّ أَوَّلَ التَّصَرُّفِ فِي الْعُرُوضِ الْبَيْعُ وَفِي النُّقُودِ الشِّرَاءُ، وَبَيْعُ أَحَدِهِمَا مَالَهُ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْآخَرُ شَرِيكًا فِي ثَمَنِهِ لَا يَجُوزُ، وَشِرَاءُ أَحَدِهِمَا شَيْئًا بِمَالِهِ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْمَبِيعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ جَائِزٌ .

وَأَمَّا الْفُلُوسُ النَّافِقَةُ فَلِأَنَّهَا تَرُوجُ رَوَاجَ الْأَثْمَانِ فَالْتَحَقَتْ بِهَا .قَالُوا: هَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ لِأَنَّهَا مُلْحَقَةٌ بِالنُّقُودِ عِنْدَهُ حَتَّى لَا تَتَعَيَّنَ بِالتَّعْيِينِ، وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ بِأَعْيَانِهَا عَلَى مَا عُرِفَ، أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى لَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَالْمُضَارَبَةُ بِهَا

لِاَنَّ ثُمْنِيَّتَهَا تَتَبَدَّلُ سَاعَةً فَسَاعَةً وَتَصِيرُ سِلْعَةً ۔

وَرُوِيَ عَنْ اَبِي يُوسُفَ مِثْلُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ، وَالْاَوَّلُ اَقْيَسُ وَاَظْهَرُ، وَعَنْ اَبِي حَنِيفَةَ صِحَّةُ الْمُضَارَبَةِ بِهَا ۔

فرمایا: اور شرکت مفاوضہ دراہم ودنانیر اور رائج شدہ وقتی سکوں سے منعقد ہو جاتی ہے' جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سامان اور تولی جانے والی اور وزن کی جانے والی چیزیں جب ایک جنس سے ہوں' تو ان میں شرکت مفاوضہ منعقد ہو جاتی ہے' کیونکہ ایسی شرکت معلوم اور معین رأس المال پر منعقد ہوئی ہے پس یہ اشیاء نقدیوں کے مشابہ ہو جائیں گی۔ بہ خلاف مضاربت کے کیونکہ قیاس اس کا انکار کرنے والا ہے۔ اور کیونکہ اس میں ایسے مال سے نفع لیا جاتا ہے' جس میں ضمان نہیں ہے پس مضاربت کے جواز کا حکم شریعت کے بیان کردہ مورد تک رہے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ سامان میں شرکت کا عقد ایسے مال سے فائدہ اٹھانے کا سبب ہے' جس میں ضمان نہیں ہے' کیونکہ جب دونوں شرکاء میں سے ہر ایک شریک اپنا راس المال بیچ دے اور دونوں کی قیمت میں کمی وبیشی بھی ہو تو اب ان میں سے ہر ایک شریک اپنے ساتھی کے مال میں جس میں زیادتی کا وہ حقدار ہے ایسے مال نفع اٹھانے والا ہے' جو نہ مملوک ہے اور نہ ضمان والا ہے بہ خلاف دراہم ودنانیر کے کیونکہ خریدی گئی چیز کی قیمت مشتری کے ذمہ پر ہوتی ہے' کیونکہ قیمتیں معین نہیں ہوا کرتیں پس یہ ایسے مال کا فائدہ ہو جائے گا' جس میں ضمان ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ سامان میں پہلا تصرف بیع ہے' جبکہ نقدی میں پہلا تصرف خریداری ہے اور جب دونوں شرکاء میں سے ہر ایک شریک اس شرط پر اپنا مال بیچے کہ دوسرا شریک قیمت میں اس کا شریک بنے یہ جائز نہیں ہے اور جب دونوں شرکاء میں سے ہر ایک اس شرط پر کوئی چیز خریدے کہ مبیع اس کے درمیان' اور اس کے ساتھی کے درمیان مشترکہ ہوگی' تو اس طرح کرنا جائز ہے۔

البتہ رائج سکے یہ ثمنوں کی طرح چلنے والے ہیں پس ان کو اثمان کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا۔ مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے: یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک فلوس کو نقدی کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ معین کرنے سے بھی معین نہ ہوں گے اور ان میں سے معین کردہ کو ایک معین کردہ کے بدلے میں بیچنا جائز نہیں ہے' کیونکہ ساعت بہ ساعت ان کی قیمت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ سامان بن جانے والے ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان ہی کی طرح روایت کی گئی ہے' جبکہ پہلا قول زیادہ ظاہر اور قیاس کی مطابقت کرنے والا ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فلوس کے بدلے مضاربت درست ہے۔

جن اموال میں شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے

قَالَ (وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ بِمَا سِوَى ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَتَعَامَلَ النَّاسُ بِالتِّبْرِ) وَالنُّقْرَةُ فَتَصِحُّ الشَّرِكَةُ بِهِمَا، هٰكَذَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ (وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَلَا تَكُونُ الْمُفَاوَضَةُ بِمَثَاقِيلِ ذَهَبٍ اَوْ

فِضَّةٍ) وَمُرَادُهُ التِّبْرُ، فَعَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ التِّبْرُ سِلْعَةٌ تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ فَلَا تَصْلُحُ رَأْسَ الْمَالِ فِي الْمُضَارَبَاتِ وَالشَّرِكَاتِ .

وَذَكَرَ فِي كِتَابِ الصَّرْفِ أَنَّ النُّقْرَةَ لَا تَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ حَتّٰى لَا يَنْفَسِخَ الْعَقْدُ بِهَا بِهَلَاكِهِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَعَلٰى تِلْكَ الرِّوَايَةِ تَصْلُحُ رَأْسَ الْمَالِ فِيهِمَا، وَهٰذَا لِمَا عُرِفَ أَنَّهُمَا خُلِقَا ثَمَنَيْنِ فِي الْأَصْلِ، إِلَّا أَنَّ الْأَوَّلَ أَصَحُّ ؛ لِأَنَّهَا وَإِنْ خُلِقَتْ لِلتِّجَارَةِ فِي الْأَصْلِ لٰكِنَّ الثَّمَنِيَّةَ تَخْتَصُّ بِالضَّرْبِ الْمَخْصُوصِ ؛ لِأَنَّ عِنْدَ ذٰلِكَ لَا تُصْرَفُ إِلٰى شَيْءٍ آخَرَ ظَاهِرًا إِلَّا أَنْ يَجْرِيَ التَّعَامُلُ بِاسْتِعْمَالِهِمَا ثَمَنًا فَنُزِّلَ التَّعَامُلُ بِمَنْزِلَةِ الضَّرْبِ فَيَكُونُ ثَمَنًا وَيَصْلُحُ رَأْسُ الْمَالِ .

فرمایا: مذکورہ اموال کے علاوہ میں شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے لیکن جب لوگ سونے کی ڈلی پگھلائے بغیر لائیں اور پگھلائی ہوئی چاندی سے شرکت کا عقد کریں تو ان دونوں سے بھی شرکت درست ہوگی اور قدوری میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

جامع صغیر میں ہے سونے اور چاندی کے مثاقیل سے شرکت مفاوضہ کا انعقاد نہیں ہوتا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ڈلی ہے پس اس روایت کے مطابق تبر ایک سامان ہے جو معین کرنے سے معین ہونے والا ہے جبکہ یہ عقد شرکت مفاوضہ اور مضاربت میں راس المال بننے کے قابل نہیں ہے۔

جامع صغیر کی کتاب الصرف میں یہ ذکر کیا گیا ہے نقرہ معین نہیں ہوتا یہاں تک اس کو حوالے کرنے سے پہلے ہلاک ہونے سے عقد فسخ نہ ہوگا تو اس روایت کے مطابق تبر اور نقرہ دونوں شرکت و مضاربت میں راس المال بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سونا چاندی اصل ثمن کے لئے بنائے گئے ہیں۔ مگر خاص طور پر ان کی ڈھلائی کے سبب ان کی قیمت خاص ہو جاتی ہے کیونکہ ان کو ظاہری طور کسی دوسرے کام کے لئے بنایا جاتا ہے۔ البتہ جب غیر مضروب ہونے کی حالت میں ان کو بطور ثمن استعمال کرنا عرف بن جائے تو اس تعامل کو ڈھلائی کے قائم مقام کر دیا جائے گا پس یہ ثمن بن جائیں گے اور راس المال ہونے کے قابل بن جائیں گے۔

شرکت مفاوضہ میں اعتبار کردہ اشیاء کا بیان

ثُمَّ قَوْلُهُ وَلَا تَجُوزُ بِمَا سِوٰى ذٰلِكَ يَتَنَاوَلُ الْمَكِيلَ وَالْمَوْزُونَ وَالْعَدَدِيَّ الْمُتَقَارِبَ، وَلَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَنَا قَبْلَ الْخَلْطِ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا رِبْحُ مَتَاعِهِ وَعَلَيْهِ وَضِيعَتُهُ، وَإِنْ خَلَطَا ثُمَّ اشْتَرَكَا فَكَذٰلِكَ فِي قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ، وَالشَّرِكَةُ شَرِكَةُ مِلْكٍ لَا شَرِكَةُ عَقْدٍ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ تَصِحُّ شَرِكَةُ الْعَقْدِ . وَثَمَرَةُ الِاخْتِلَافِ تَظْهَرُ عِنْدَ التَّسَاوِي فِي الْمَالَيْنِ وَاشْتِرَاطِ التَّفَاضُلِ فِي الرِّبْحِ، فَظَاهِرُ الرِّوَايَةِ مَا قَالَهُ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لِأَنَّهُ يَتَعَيَّنُ

بِالتَّعْيِينِ بَعْدَ الْخَلْطِ كَمَا تَعَيَّنَ قَبْلَهُ . وَلِمُحَمَّدٍ أَنَّهَا ثَمَنٌ مِنْ وَجْهٍ حَتَّى جَازَ الْبَيْعُ بِهَا دَيْنًا فِي الذِّمَّةِ . وَمَبِيعٌ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَتَعَيَّنُ بِالتَّعْيِينِ، فَعَمِلْنَا بِالشَّبَهَيْنِ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْحَالَيْنِ، بِخِلَافِ الْعُرُوضِ ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ ثَمَنًا بِحَالٍ

اس کے بعد امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ ان کے سوا شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے اور یہ قول تولی جانے والی چیزیں، وزن کی جانے والے چیزیں اور عددی متقارب کو شامل ہے اور ملانے سے قبل اس میں ہمارے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور جب شرکاء میں سے ہر ایک کے لئے انہی کے سامان کا فائدہ ہے اور اسی کے مطابق نقصان کا بھی انحصار ہوگا اور جب دونوں نے مال کو مکس کرنے کے بعد عقد شرکت کیا ہے تو اب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسی طرح حکم ہے اور ایسی شرکت ملک کی شرکت ہو جائے گی جبکہ شرکت عقد نہ ہوگی۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرکت عقد درست ہوگا اور اختلاف کا نتیجہ دونوں اموال میں برابری کے وقت اور فائدے میں کمی وبیشی کی شرط لگانے کے وقت ظاہر ہو جائے گا اور ظاہر الروایت وہی ہے جس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کیونکہ مکسنگ کے بعد یہ مال معین کرنے سے معین ہو جاتا ہے جس طرح مکس کرنے سے قبل معین ہوتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مکیل وموزون ایک طرح سے ثمن ہے یہاں تک کہ اس کے بدلے میں قرض رکھ کر بیچ کرنا جائز ہے اور یہ چیزیں ایک طرح کی مبیع بھی ہیں۔ اسی سبب سے کہ معین کرنے سے معین ہو جاتی ہیں پس دونوں اجانب کی طرف اضافت کرتے ہوئے ہم نے دونوں مشابہتوں پر عمل کر دیا ہے۔ جبکہ عروض میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ثمن حال نہیں ہیں۔

مکیلی وموزونی میں اختلاف جنس کا بیان

وَلَوِ اخْتَلَفَا جِنْسًا كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّيْتِ وَالسَّمْنِ فَخَلَطَا لَا تَنْعَقِدُ الشَّرِكَةُ بِهَا بِالِاتِّفَاقِ . وَالْفَرْقُ لِمُحَمَّدٍ أَنَّ الْمَخْلُوطَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ مِنْ ذَوَاتِ الْأَمْثَالِ، وَمِنْ جِنْسَيْنِ مِنْ ذَوَاتِ الْقِيَمِ فَتَتَمَكَّنُ الْجَهَالَةُ كَمَا فِي الْعُرُوضِ، وَإِذَا لَمْ تَصِحَّ الشَّرِكَةُ فَحُكْمُ الْخَلْطِ قَدْ بَيَّنَّاهُ فِي كِتَابِ الْقَضَاءِ .

اور جب تولی جانے والی اور وزنی کی جانے والی اشیاء کی جنس مختلف ہو جائے جس طرح گندم، جو، روغن، زیتون اور گھی ہے پھر ان دونوں نے ان کو مکس کر دیا ہے تو ان سے با اتفاق شرکت کا عقد منعقد نہ ہوگا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فرق کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی جنس کی مکس شدہ چیزیں ذوات الامثال میں سے ہیں اور دو اجناس کی مکس چیزیں ذوات القیم میں سے ہوتی ہیں پس سامان کی مانند ان میں بھی جہالت پیدا ہو چکی ہے لہٰذا شرکت درست نہ ہو گی اور اس میں مکسنگ کا حکم ہم کتاب القضاء میں بیان کر چکے ہیں۔

شرکت بہ عروض کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَرَادَ الشَّرِكَةَ بِالْعُرُوضِ بَاعَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفَ مَالِهِ بِنِصْفِ مَالِ الْاٰخَرِ، ثُمَّ عَقَدَ الشَّرِكَةَ) قَالَ (وَهٰذِهِ الشَّرِكَةُ مِلْكٌ) لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الْعُرُوضَ لَا تَصْلُحُ رَأْسَ مَالِ الشَّرِكَةِ، وَتَاْوِيلُهُ اِذَا كَانَ قِيمَةُ مَتَاعِهِمَا عَلَى السَّوَاءِ، وَلَوْ كَانَ بَيْنَهُمَا تَفَاوُتٌ يَبِيعُ صَاحِبُ الْاَقَلِّ بِقَدْرِ مَا تَثْبُتُ بِهِ الشَّرِكَةُ.

فرمایا: اور جب کوئی شخص شرکت بہ عروض کا معاملہ کرنا چاہے تو ہر شخص اپنا نصف مال دوسرے کے آدھے مال سے بیچ دے اس کے بعد شرکت کرے۔ اور یہی شرکت ملک ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں کہ عروض شرکت کا راس المال نہیں بن سکتے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ان کے سامان کی قیمت برابر ہو جائے اور جب قیمت میں کمی یا زیادتی ہو تو تھوڑی مقدار والا اپنا سامان بیچ دے جس سے شرکت ثابت ہو جائے گی۔

شرکت عنان کا فقہی بیان

قَالَ (وَاَمَّا شَرِكَةُ الْعِنَانِ فَتَنْعَقِدُ عَلَى الْوَكَالَةِ دُونَ الْكَفَالَةِ، وَهِيَ اَنْ يَشْتَرِكَ اثْنَانِ فِي نَوْعِ بُرٍّ اَوْ طَعَامٍ، اَوْ يَشْتَرِكَانِ فِي عُمُومِ التِّجَارَاتِ وَلَا يَذْكُرَانِ الْكَفَالَةَ)، وَانْعِقَادُهُ عَلَى الْوَكَالَةِ لِتَحَقُّقِ مَقْصُودِهِ كَمَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا تَنْعَقِدُ عَلَى الْكَفَالَةِ؛ لِاَنَّ اللَّفْظَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْاَعْرَاضِ يُقَالُ عَنَّ لَهُ: اَيْ عَرَضَ، وَهٰذَا لَا يُنْبِئُ عَنِ الْكَفَالَةِ وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ لَا يَثْبُتُ بِخِلَافِ مُقْتَضَى اللَّفْظِ. (وَيَصِحُّ التَّفَاضُلُ فِي الْمَالِ) لِلْحَاجَةِ اِلَيْهِ وَلَيْسَ مِنْ قَضِيَّةِ اللَّفْظِ الْمُسَاوَاةُ.

فرمایا: بہر حال شرکت عنان وکالت پر منعقد ہو جاتی ہے جبکہ کفالت پر منعقد نہیں ہوتی اور اس کی مثال یہ ہے کہ دو بندے کسی قسم کے کپڑے یا غلہ میں شرکت کریں یا عام تجارت میں شرکت کریں اور وہ کفالہ کا ذکر نہ کریں اور شرکت یہ قسم وکالت پر اس لئے منعقد ہوتی ہے کیونکہ اسی سے اسکا مقصد حاصل ہوتا ہے جس طرح ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اور یہ شرکت کفالہ پر منعقد نہیں ہوتی کیونکہ عنان کا لفظ اعراض سے مشتق ہوا ہے لہٰذا کہا جاتا ہے کہ عن لہ اس نے اعراض کیا اور معنی کفالت میں ظاہر ہونے والے نہیں ہیں اور کسی لفظ کے تقاضہ کے خلاف حکم ثابت نہیں ہوا کرتا اور جب کسی شریک کے مال میں کمی یا زیادتی درست ہے کیونکہ وہ اس کی ضرورت ہے اور برابری کا لفظ عنان کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے۔

دونوں شرکاء کا مال میں برابر ہونے کا بیان

(وَيَصِحُّ اَنْ يَتَسَاوَيَا فِي الْمَالِ وَيَتَفَاضَلَا فِي الرِّبْحِ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا تَجُوزُ لِاَنَّ التَّفَاضُلَ فِيهِ يُؤَدِّي اِلَى رِبْحِ مَا لَمْ يُضْمَنْ، فَاِنَّ الْمَالَ اِذَا كَانَ نِصْفَيْنِ وَالرِّبْحَ اَثْلَاثًا فَصَاحِبُ

الرِّبَاقِيَةِ يَسْتَحِقُّهَا بِلَا ضَمَانٍ، إِذِ الضَّمَانُ بِقَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ، وَلِأَنَّ الشَّرِكَةَ عِنْدَهُمَا فِي الرِّبْحِ لِلشَّرِكَةِ فِي الْأَصْلِ، وَلِهٰذَا يَشْتَرِطَانِ الْخَلْطَ، فَصَارَ رِبْحُ الْمَالِ بِمَنْزِلَةِ نَمَاءِ الْأَعْيَانِ فَيَسْتَحِقُّ بِقَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْأَصْلِ.

وَلَنَا قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (الرِّبْحُ عَلٰى مَا شَرَطَا، وَالْوَضِيعَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَالَيْنِ) وَلَمْ يَفْصِلْ، وَلِأَنَّ الرِّبْحَ كَمَا يُسْتَحَقُّ بِالْمَالِ يُسْتَحَقُّ بِالْعَمَلِ كَمَا فِي الْمُضَارَبَةِ؛ وَقَدْ يَكُونُ أَحَدُهُمَا أَحْذَقَ وَأَهْدٰى وَأَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقْوٰى فَلَا يَرْضٰى بِالْمُسَاوَاةِ فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ إِلَى التَّفَاضُلِ، بِخِلَافِ اشْتِرَاطِ جَمِيعِ الرِّبْحِ لِأَحَدِهِمَا لِأَنَّهُ يَخْرُجُ الْعَقْدُ بِهِ مِنَ الشَّرِكَةِ وَمِنَ الْمُضَارَبَةِ أَيْضًا إِلٰى قَرْضٍ بِاشْتِرَاطِهِ لِلْعَامِلِ أَوْ إِلٰى بِضَاعَةٍ بِاشْتِرَاطِهِ لِرَبِّ الْمَالِ، وَهٰذَا الْعَقْدُ يُشْبِهُ الْمُضَارَبَةَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ يَعْمَلُ فِي مَالِ الشَّرِيكِ، وَيُشْبِهُ الشَّرِكَةَ اسْمًا وَعَمَلًا فَإِنَّهُمَا يَعْمَلَانِ فَعَمِلْنَا بِشَبَهِ الْمُضَارَبَةِ.

وَقُلْنَا: يَصِحُّ اشْتِرَاطُ الرِّبْحِ مِنْ غَيْرِ ضَمَانٍ وَيُشْبِهُ الشَّرِكَةَ حَتّٰى لَا تَبْطُلُ بِاشْتِرَاطِ الْعَمَلِ عَلَيْهِمَا.

اور دونوں شرکاء جب مال میں برابر ہوں، تو یہ بھی صحیح ہے۔ اور نفع میں ان کے ہاں کی وبیشی ہو۔ حضرت امام زفر اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: جائز نہیں ہے، کیونکہ نفع میں زیادتی ایسے سود کی طرف لے جانے والی ہے، جس میں ضمان نہیں ہے پس جب مال نصف نصف ہو اور نفع دو ثلث اور ایک ثلث ہے، تو زیادہ بغیر کسی ضمان کے اس کا حقدار نہیں ہے۔ حالانکہ راس المال کے مطابق ضمان واجب ہے، کیونکہ امام زفر اور امام شافعی کے نزدیک نفع کی شرکت اصل یعنی راس المال کی شرکت کے سبب ہوتا ہے پس دونوں ائمہ مکسنگ کی شرط لگاتے ہیں پس مال کا نفع اصل میں زیادتی کی طرح ہو جائے گا پس ہر شریک اپنے مال کی مقدار کے برابر نفع کا حقدار ہوتا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: نفع دونوں شرکاء کی شرط کے مطابق ہوگا، اور نقصان اموال کی مقدار کے مطابق ہوگا، اور آپ ﷺ نے برابری اور زیادتی میں کوئی فرق بیان نہیں فرمایا۔ کیونکہ جس طرح شریک مال کے سبب سے فائدے کا حقدار ٹھہرتا ہے اسی طرح کام کرنے کے سبب بھی فائدے کا حقدار بنتا ہے۔ جس طرح مضاربت میں ہوتا ہے اور کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ دونوں شرکاء میں سے ایک کام کرنے میں زیادہ ماہر اور ہوشیار و چالاک ہوتا ہے اسی سبب سے وہ برابر نفع لینے پر راضی نہ ہوگا پس زیادتی کی ضرورت ہوگی۔ بہ خلاف اس کے کہ جب ان میں سے ایک مکمل نفع کی شرط لگائے کیونکہ ایسی شرط کے سبب وہ عقد شرکت و مضاربت ہونے سے خارج ہو جائے گا۔ اور جب عامل کے لئے نفع کی شرط لگائی تو یہ قرض ہو جائے گا، اور جب اس نے رب المال کے لئے مکمل نفع کی شرط لگائی تو یہ عقد جمع پونجی اور سرمایہ بن جائے گا۔

اور یہ عقد مضاربت کے مشابہ ہے اس دلیل کے سبب سے کہ ایک شریک دوسرے شریک کے مال سے کام کرنے والا ہے اور یہ نام اور کام کے ذریعے شرکت کے مشابہ ہے کیونکہ دونوں کام آنے والے ہیں۔ پس ہم نے مضاربت کی مشابہت کے سبب اس پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ بغیر ضمان کے نفع کی شرط درست ہے اور شرکت کی مشابہت ہم عمل کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ دونوں شرکاء عمل کی شرط لگانے سے یہ عقد باطل نہ ہوگا۔

شرکت عنان کے فقہی احکام کا بیان

قَالَ (وَيَجُوْزُ اَنْ يَعْقِدَهَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِبَعْضِ مَالِهِ دُوْنَ الْبَعْضِ) لِاَنَّ الْمُسَاوَاةَ فِي الْمَالِ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيْهِ اِذِ اللَّفْظُ لَا يَقْتَضِيْهِ (وَلَا يَصِحُّ اِلَّا بِمَا بَيَّنَّا) اَنَّ الْمُفَاوَضَةَ تَصِحُّ بِهٖ لِلْوَجْهِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ (وَيَجُوْزُ اَنْ يَشْتَرِكَا وَمِنْ جِهَةِ اَحَدِهِمَا دَنَانِيْرُ وَمِنَ الْاٰخَرِ دَرَاهِمُ، وَكَذَا مِنْ اَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ بِيْضٌ وَمِنَ الْاٰخَرِ سُوْدٌ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا يَجُوْزُ، وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى اشْتِرَاطِ الْخَلْطِ وَعَدَمِهٖ فَاِنَّ عِنْدَهُمَا شَرْطٌ وَلَا يَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ فِيْ مُخْتَلِفِي الْجِنْسِ، وَسَنُبَيِّنُهٗ مِنْ بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

قَالَ (وَمَا اشْتَرَاهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِلشَّرِكَةِ طُوْلِبَ بِثَمَنِهٖ دُوْنَ الْاٰخَرِ لِمَا بَيَّنَّا) اَنَّهٗ يَتَضَمَّنُ الْوَكَالَةَ دُوْنَ الْكَفَالَةِ، وَالْوَكِيْلُ هُوَ الْاَصْلُ فِي الْحُقُوْقِ ۔

قَالَ (ثُمَّ يَرْجِعُ عَلٰى شَرِيْكِهٖ بِحِصَّتِهٖ مِنْهُ) مَعْنَاهُ اِذَا اَدّٰى مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ ؛ لِاَنَّهٗ وَكِيْلٌ مِنْ جِهَتِهٖ فِيْ حِصَّتِهٖ فَاِذَا نَقَدَ مِنْ مَالِ نَفْسِهٖ رَجَعَ عَلَيْهِ، فَاِنْ كَانَ لَا يَعْرِفُ ذٰلِكَ اِلَّا بِقَوْلِهٖ فَعَلَيْهِ الْحُجَّةُ ؛ لِاَنَّهٗ يَدَّعِيْ وُجُوْبَ الْمَالِ فِيْ ذِمَّةِ الْاٰخَرِ وَهُوَ يُنْكِرُ، وَالْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ مَعَ يَمِيْنِهٖ

فرمایا: ہر شرکت کرنے والے بندے کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے مال میں سے کچھ شرکت پر لگائے اور کچھ نہ لگائے کیونکہ عنان میں مال میں برابری شرط نہیں ہے کیونکہ عنان کا لفظ برابری کا تقاضہ کرنے والا نہیں ہے اور شرکت عنان انہی اشیاء میں درست ہوگی جن میں شرکت مفاوضہ درست ہوتی ہے اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور شرکت عنان میں یہ بھی جائز ہے۔ کہ ایک شرکت والے کی جانب سے دنانیر ہوں اور دوسرے کی جانب سے دراہم ہوں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ان میں سے ایک کی جانب سے سفید دراہم ہوں اور دوسرے کی جانب سے سیاہ دراہم ہوں۔

حضرت امام زفر اور حضرت شافعی علیہما الرحمہ نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے۔ اور ان کا یہ اختلاف مال کو مکس کرنے کی شرائط لگانے یا نہ لگانے پر ہے۔ پس ان کے نزدیک مکس کرنا شرط ہے کیونکہ اختلاف جنس میں مکسنگ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ اور اس کو ہم بعد میں ان شاء اللہ بیان کر دیں گے۔

اور جب شرکاء میں سے ہر ایک شرکت کے لئے کوئی چیز خریدے گا تو اسی سے اس کی قیمت کا مطالبہ کیا جائے گا دوسرے سے

مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ یہ عقد صرف وکالت کو لازم کرنے والا ہے کفالت کو لازم کرنے والا نہیں ہے اور حقوق کے مطالبہ میں اصل وکیل ہوا کرتا ہے اس کے بعد مشتری اس کے حصے کے مطابق وہ قیمت واپس لے یعنی جس وقت اس نے اپنا مال ادا کر دیا ہے کیونکہ دوسرے شریک کی جانب سے اس کے حصہ کا یہ شخص وکیل ہے پس جب اس نے اپنے مال سے اس کی جانب کچھ ادا کیا ہے تو اب وہی اس سے واپس لے گا۔ اور جب خریداری ایسی ہے کہ صرف مشتری کی بات سے اس کا علم ہے تو اس پر گواہ پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ مشتری دوسرے شخص کی ذمہ داری پر وجوب مال کا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ وہ انکار کرنے والا ہے اور انکار کرنے والی کی بات کا اعتبار قسم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہلاکت مال کے سبب شرکت کے باطل ہونے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا هَلَكَ مَالُ الشَّرِكَةِ أَوْ أَحَدُ الْمَالَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَشْتَرِيَا شَيْئًا بَطَلَتِ الشَّرِكَةُ) لِأَنَّ الْمَعْقُودَ عَلَيْهِ فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ الْمَالُ، فَإِنَّهُ يَتَعَيَّنُ فِيهِ كَمَا فِي الْهِبَةِ وَالْوَصِيَّةِ، وَبِهَلَاكِ الْمَعْقُودِ عَلَيْهِ يَبْطُلُ الْعَقْدُ كَمَا فِي الْبَيْعِ، بِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ وَالْوَكَالَةِ الْمُفْرَدَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَعَيَّنُ الثَّمَنَانِ فِيهِمَا بِالتَّعْيِينِ، وَإِنَّمَا يَتَعَيَّنَانِ بِالْقَبْضِ عَلَى مَا عُرِفَ، وَهَذَا ظَاهِرٌ فِيمَا إِذَا هَلَكَ الْمَالَانِ، وَكَذَا إِذَا هَلَكَ أَحَدُهُمَا؛ لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِشَرِكَةِ صَاحِبِهِ فِي مَالِهِ إِلَّا لِيُشْرِكَهُ فِي مَالِهِ، فَإِذَا فَاتَ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِشَرِكَتِهِ فَيَبْطُلُ الْعَقْدُ لِعَدَمِ فَائِدَتِهِ، وَأَيُّهُمَا هَلَكَ هَلَكَ مِنْ مَالِ صَاحِبِهِ؛ إِنْ هَلَكَ فِي يَدِهِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا إِذَا كَانَ هَلَكَ فِي يَدِ الْآخَرِ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْخَلْطِ حَيْثُ يَهْلِكُ عَلَى الشَّرِكَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَمَيَّزُ فَيُجْعَلُ الْهَالِكُ مِنَ الْمَالَيْنِ.

فرمایا: جب شرکت کے مال سے کوئی چیز خریدنے سے قبل شرکت کا سارا مال ہلاک ہو گیا ہے یا کسی ایک شریک کا مال ہلاک ہوا ہے تو شرکت باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ شرکت کے عقد میں مال معقود علیہ ہوا کرتا ہے اور وہ مال اس عقد میں معین ہوتا ہے جس طرح ہبہ اور وصیت میں معین ہوتا ہے اور معقود علیہ کے ہلاک ہونے کے سبب عقد باطل ہو جائے گا، جس طرح بیع میں ہوتا ہے بہ خلاف مضاربت و وکالت منفردہ کے کیونکہ ان دونوں میں معین کرنے کے سبب ثمن معین نہیں ہوتی بلکہ قبضہ کے سبب ثمن معین ہوتے ہیں جس طرح معلوم کیا جا چکا ہے۔

اور جب دونوں اموال کے ہلاک ہونے کے سبب شرکت کا باطل ہونے واضح ہو چکا ہے کیونکہ شرکت تو ایک کے مال کے ہلاک ہونے کے سبب بھی باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شریک کا مال ہلاک نہیں ہوا ہے وہ اپنے ساتھ شریک کو اسی مال میں شریک رہنے پر راضی ہوا ہے اور وہ شریک اس کو بھی اپنے مال میں شامل کرلے مگر جب اس کا شریک ہی فوت ہو گیا ہے تو یہ شریک اپنے مال میں اس کی شرکت پر راضی نہ ہوگا، کیونکہ اس طرح عقد باطل ہو جائے گا، کیونکہ اس میں صحیح رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اور دونوں اموال میں سے جو مال بھی ہلاک ہوا ہے جب وہ مالک کے قبضہ میں ہلاک ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا' اور اسی طرح جب دوسرے کے قبضہ میں ہلاک ہوا ہے تب بھی وہ ضامن نہ ہوگا' کیونکہ یہ مال اس کے پاس امانت ہے بہ خلاف مکس کرنے کے کیونکہ اس حالت میں ہلاک شرکت پر ہی ہے' کیونکہ مکس کرنے کے بعد فرق کرنا ممکن نہیں ہے پس ہلاکت کا اعتبار دونوں اموال میں کیا جائے گا۔

کسی ایک کی خرید سے پہلے مال کے ہلاک ہونے کا بیان

(وَإِنْ اشْتَرَى اَحَدُهُمَا بِمَالِهِ وَهَلَكَ مَالُ الْاٰخَرِ قَبْلَ الشِّرَاءِ فَالْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا عَلٰى مَا شَرَطَا) لِاَنَّ الْمِلْكَ حِينَ وَقَعَ وَقَعَ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا لِقِيَامِ الشَّرِكَةِ وَقْتَ الشِّرَاءِ فَلَا يَتَغَيَّرُ الْحُكْمُ بِهَلَاكِ مَالِ الْاٰخَرِ بَعْدَ ذٰلِكَ، ثُمَّ الشَّرِكَةُ شَرِكَةُ عَقْدٍ عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلَافًا لِلْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ، حَتّٰى اِنَّ اَيَّهُمَا بَاعَ جَازَ بَيْعُهُ ؛ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ قَدْ تَمَّتْ فِي الْمُشْتَرَى فَلَا يُنْتَقَضُ بِهَلَاكِ الْمَالِ بَعْدَ تَمَامِهَا .

اور جب دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے اپنے مال سے کسی چیز کو خرید ااور دوسرے کے خریدنے سے پہلے اس کا مال ہلاک ہو گیا ہے' تو وہ خرید شدہ چیز ان درمیان شرائط کے مطابق مشترک ہوگی کیونکہ جب مشتری میں ملکیت واقع ہوئی ہے' تو بقائے شرکت کے سبب وہ مشترکہ ہی واقع ہوئی ہے پس خریدنے کے بعد دوسرے کا مال ہلاک ہونے کے سبب حکم نہ بدلے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ شرکت عقد ہوگا' جبکہ حسن بن زیاد علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہاں تک جب ان میں سے کسی ایک نے مشتری کو بیچ دیا تو جائز ہے' کیونکہ مشتری میں شرکت مکمل ہو چکی ہے۔ پس شرکت مکمل ہونے کے بعد وہ ہلاکت مال سبب ختم نہ ہوگی۔

مشتری کا شریک سے مقدار حصہ قیمت وصول کرنے کا بیان

قَالَ (وَيَرْجِعُ عَلٰى شَرِيكِهِ بِحِصَّةٍ مِنْ ثَمَنِهِ) لِاَنَّهُ اشْتَرَى نِصْفَهُ بِوَكَالَتِهِ وَنَقَدَ الثَّمَنَ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ، هٰذَا اِذَا اشْتَرَى اَحَدُهُمَا بِاَحَدِ الْمَالَيْنِ اَوَّلًا ثُمَّ هَلَكَ مَالُ الْاٰخَرِ .

اَمَّا اِذَا هَلَكَ مَالُ اَحَدِهِمَا ثُمَّ اشْتَرَى الْاٰخَرُ بِمَالِ الْاٰخَرِ، اِنْ صَرَّحَا بِالْوَكَالَةِ فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ فَالْمُشْتَرَى مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمَا عَلٰى مَا شَرَطَا ؛ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ اِنْ بَطَلَتْ فَالْوَكَالَةُ الْمُصَرَّحُ بِهَا قَائِمَةٌ فَكَانَ مُشْتَرَكًا بِحُكْمِ الْوَكَالَةِ، وَيَكُونُ شَرِكَةَ مِلْكٍ وَيَرْجِعُ عَلٰى شَرِيكِهِ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ لِمَا بَيَّنَّاهُ، وَاِنْ ذَكَرَا مُجَرَّدَ الشَّرِكَةِ وَلَمْ يَنُصَّا عَلَى الْوَكَالَةِ فِيهَا كَانَ الْمُشْتَرَى لِلَّذِي اشْتَرَاهُ خَاصَّةً ؛ لِاَنَّ الْوُقُوعَ عَلَى الشَّرِكَةِ حُكْمُ الْوَكَالَةِ الَّتِي تَضَمَّنَتْهَا

الشَّرِكَةُ، فَإِذَا بَطَلَتْ يَبْطُلُ مَا فِي ضِمْنِهَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا صَرَّحَ بِالْوَكَالَةِ لِأَنَّهَا مَقْصُودَةٌ۔

فرمایا: اور مشتری اپنے شریک سے اس کے حصے کے برابر قیمت واپس لے کیونکہ اس نے اس شریک کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے اس چیز کا نصف خریدا ہے۔ اور اپنے مال سے نقد قیمت ادا کی ہے اور ہم تو اس کو بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے ایک سال پہلے کوئی چیز خریدی ہے تو جب ان دونوں نے شرکت کے عقد میں وکالت کی تصریح کی ہے تو خرید شدہ چیز ان دونوں کے درمیان شرط کے مطابق ہوگی۔ اگر چہ شرکت باطل ہو چکی ہے مگر ذکر کردہ وکالت تو موجود ہے اور یہ شرکت بھی شرکت ملک ہو جائے گی اور مشتری اپنے شریک سے اس کے حصے کے مطابق قیمت واپس لے گا اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب دونوں نے صرف شرکت کا ذکر کیا ہے اور اس میں وکالت کی وضاحت نہیں کی ہے تو خریدی ہوئی چیز صرف مشتری کی ہوگی۔ کیونکہ خریدی ہوئی چیز اسی وقت شرکت پر ہوگی جب شرکت کا عقد وکالت کو لازم کرنے والا ہو۔ (قاعدہ فقہیہ) مگر جب شرکت ہی باطل ہو چکی ہے تو جو چیز اس کے ضمن میں ہے وہ بھی باطل ہو جائے گی۔ (قاعدہ فقہیہ) بہ خلاف اس حالت کے کہ جب وکالت کی وضاحت کر دی تھی کیونکہ اب وکالت ہی مقصود بن گئی ہے۔

مال مخلوط نہ ہونے پر جواز شرکت کا بیان

قَالَ (وَتَجُوزُ الشَّرِكَةُ وَإِنْ لَمْ يَخْلِطَا الْمَالَ) وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا تَجُوزُ لِأَنَّ الرِّبْحَ فَرْعُ الْمَالِ، وَلَا يَقَعُ الْفَرْعُ عَلَى الشَّرِكَةِ إِلَّا بَعْدَ الشَّرِكَةِ فِي الْأَصْلِ وَأَنَّهُ بِالْخَلْطِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَحَلَّ هُوَ الْمَالُ وَلِهَذَا يُضَافُ إِلَيْهِ، وَيُشْتَرَطُ تَعْيِينُ رَأْسِ الْمَالِ، بِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ؛ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرِكَةٍ، وَإِنَّمَا هُوَ يَعْمَلُ لِرَبِّ الْمَالِ فَيَسْتَحِقُّ الرِّبْحَ عِمَالَةً عَلَى عَمَلِهِ، أَمَّا هُنَا بِخِلَافِهِ، وَهَذَا أَصْلٌ كَبِيرٌ لَهُمَا حَتَّى يُعْتَبَرُ اتِّحَادُ الْجِنْسِ.

وَيُشْتَرَطُ الْخَلْطُ وَلَا يَجُوزُ التَّفَاضُلُ فِي الرِّبْحِ مَعَ التَّسَاوِي فِي الْمَالِ .وَلَا تَجُوزُ شَرِكَةُ التَّقَبُّلِ وَالْأَعْمَالِ لِانْعِدَامِ الْمَالِ.

وَلَنَا أَنَّ الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ مُسْتَنِدَةٌ إِلَى الْعَقْدِ دُونَ الْمَالِ؛ لِأَنَّ الْعَقْدَ يُسَمَّى شَرِكَةً فَلَا بُدَّ مِنْ تَحَقُّقِ مَعْنَى هَذَا الِاسْمِ فِيهِ فَلَمْ يَكُنْ الْخَلْطُ شَرْطًا، وَلِأَنَّ الدَّرَاهِمَ وَالدَّنَانِيرَ لَا يَتَعَيَّنَانِ فَلَا يُسْتَفَادُ الرِّبْحُ بِرَأْسِ الْمَالِ، وَإِنَّمَا يُسْتَفَادُ بِالتَّصَرُّفِ لِأَنَّهُ فِي النِّصْفِ أَصِيلٌ وَفِي النِّصْفِ وَكِيلٌ.

وَإِذَا تَحَقَّقَتْ الشَّرِكَةُ فِي التَّصَرُّفِ بِدُونِ الْخَلْطِ تَحَقَّقَتْ فِي الْمُسْتَفَادِ بِهِ وَهُوَ الرِّبْحُ

بِدُونِهِ، وَصَارَ كَالْمُضَارَبَةِ فَلَا يُشْتَرَطُ اتِّحَادُ الْجِنْسِ وَالتَّسَاوِي فِي الرِّبْحِ، وَتَصِحُّ شَرِكَةُ التَّقَبُّلِ.

فرمایا: شرکت جائز ہے خواہ شرکاء کے مال میں مکسنگ نہ ہوئی ہو جبکہ امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کے نزدیک ایسی شرکت جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نفع مال کی فرع ہے اور اصل میں شرکت کرنا بغیر فرع کے مشترک نہ ہوگا۔ اور اصل میں شرکت مکس کرنے سے ہوگی۔ اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے مال ہی شرکت کا محل ہے' کیونکہ عقد کو مال کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اور اس میں راس المال کو معین کرنا ضروری ہے بہ خلاف مضاربت کے کیونکہ اس میں شرکت نہیں ہوتی۔ اور مضارب رب المال کے لئے کام نہیں کرتا اور اس کے بعد اپنے کام کی اجرت پاتا ہے' جبکہ یہاں اس کے خلاف صورت حال ہے اور یہی دلیل ان ائمہ فقہاء کی مضبوط دلیل ہے یہاں تک کہ اتحاد جنس ضروری ہے اور مکسنگ (ملانا) شرط ہے۔ اور مال میں برابری کے ہوتے ہوئے نفع میں کمی وبیشی کرنا جائز نہیں ہے اور مال نہ ہونے کے سبب شرکت کو قبول کرنا اور اعمال درست نہیں ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نفع کی شرکت یہ عقد کی جانب منسوب ہے مال کی جانب اس کی اضافت نہیں ہے' کیونکہ عقد ہی کو شرکت کہا جاتا ہے پس عقد میں اس کے نام کا ہونا ضروری ہے' کیونکہ یہ ملانا شرط نہیں ہے' کیونکہ اسی سبب سے دراہم و دنانیر معین نہیں ہوتے پس راس المال سے نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا نفع تصرف سے حاصل ہونے والا ہے' کیونکہ ہر ایک شریک آدھے مال میں اصیل ہے اور آدھے میں وکیل ہے اور جب مکسنگ کے بغیر تصرف میں شرکت پائی جائے' تو ملانے کے بغیر نفع میں شرکت ثابت ہو جائے گی اور یہ مضاربت کی طرح ہو جائے گا۔ پس جنس کا متحد ہونا اور نفع میں برابر ہونا شرط نہ ہوگا' اور شرکت تقبل درست ہے۔

نفع کے لئے تعین کی شرط سے فساد شرکت کا بیان

قَالَ (وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ إِذَا شُرِطَ لِأَحَدِهِمَا دَرَاهِمُ مُسَمَّاةٌ مِنَ الرِّبْحِ) لِأَنَّهُ شَرْطٌ يُوجِبُ انْقِطَاعَ الشَّرِكَةِ فَعَسَاهُ لَا يُخْرِجُ إِلَّا قَدْرَ الْمُسَمَّى لِأَحَدِهِمَا، وَنَظِيرُهُ فِي الْمُزَارَعَةِ.

قَالَ (وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُتَفَاوِضَيْنِ وَشَرِيكَيِ الْعِنَانِ أَنْ يُبْضِعَ الْمَالَ) لِأَنَّهُ مُعْتَادٌ فِي عَقْدِ الشَّرِكَةِ، وَلِأَنَّ لَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ عَلَى الْعَمَلِ، وَالتَّحْصِيلُ بِغَيْرِ عِوَضٍ دُونَهُ فَيَمْلِكُهُ، وَكَذَا لَهُ أَنْ يُودِعَهُ لِأَنَّهُ مُعْتَادٌ وَلَا يَجِدُ التَّاجِرُ مِنْهُ بُدًّا.

قَالَ (وَيَدْفَعُهُ مُضَارَبَةً)؛ لِأَنَّهَا دُونَ الشَّرِكَةِ فَتَتَضَمَّنُهَا. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ نَوْعُ شَرِكَةٍ، وَالْأَصَحُّ هُوَ الْأَوَّلُ، وَهُوَ رِوَايَةُ الْأَصْلِ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ غَيْرُ مَقْصُودَةٍ، وَإِنَّمَا الْمَقْصُودُ تَحْصِيلُ الرِّبْحِ كَمَا إِذَا اسْتَأْجَرَهُ بِأَجْرٍ بَلْ أَوْلَى؛ لِأَنَّهُ تَحْصِيلٌ بِدُونِ ضَمَانٍ فِي ذِمَّتِهِ، بِخِلَافِ الشَّرِكَةِ حَيْثُ لَا يَمْلِكُهَا لِأَنَّ الشَّيْءَ لَا يَسْتَتْبِعُ مِثْلَهُ.

قَالَ (وَيُوَكِّلُ مَنْ يَتَصَرَّفُ فِيهِ) لِأَنَّ التَّوْكِيلَ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مِنْ تَوَابِعِ التِّجَارَةِ وَالشَّرِكَةُ

انْعَقَدَتْ لِلتِّجَارَةِ، بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ حَيْثُ لَا يَمْلِكُ اَنْ يُوَكِّلَ غَيْرَهُ لِاَنَّهُ عَقْدٌ خَاصٌّ طُلِبَ مِنْهُ تَحْصِيلَ الْعَيْنِ فَلَا يَسْتَتْبِعُ مِثْلَهُ قَالَ (وَيَدُهُ فِي الْمَالِ يَدُ اَمَانَةٍ) لِاَنَّهُ قَبَضَ الْمَالَ بِاِذْنِ الْمَالِكِ لَا عَلٰى وَجْهِ الْبَدَلِ وَالْوَثِيقَةِ فَصَارَ كَالْوَدِيعَةِ

فرمایا: جب دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے نفع کے لئے کچھ معین کر دیا اور اس میں خاص دراہم کی شرط لگا دی تو شرکت کا عقد درست نہ ہوگا' کیونکہ یہ اس طرح کی شرط ہے۔ جو شرکت کو ختم کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے اتنے ہی دراہم کا نفع ہو جو ایک شریک کے لئے معین کئے گئے ہیں۔ اور اس کی مثال مزارعت میں پائی جاتی ہے۔

فرمایا: شرکت عنان اور مفاوضہ کرنے والے دونوں شرکاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا مال تجارت دے دیں کیونکہ عقد شرکت میں مال کو تجارت پر دینا معتاد ہے۔ کیونکہ شریک کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ کام کی غرض سے کسی مزدور کو اجرت پر رکھ لے اور بدلے کے بغیر کام کرنے والا ملنا یہ شاذ و نادر ہے۔ پس شریک اس کا مالک ہوگا' اور شریک کا مال امانت کے طور پر دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایسا معتاد ہے' جس سے تاجر بچنے والا نہیں ہے۔ شریک کو مضاربت پر مال دینے کا حق بھی ہے' کیونکہ مضاربت شرکت سے تھوڑے درجے کی ہے۔ اور شرکت مضاربت کو شامل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مضاربت پر دینے کا حق نہیں ہے' کیونکہ مضاربت بھی ایک طرح کی شرکت ہے اور پہلا قول درست ہے اور یہ مبسوط کی روایت ہے' کیونکہ مضاربت سے شرکت کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا' بلکہ نفع حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے' جس طرح اجرت پر مزدور کو رکھ لینا ہے۔ ہاں مضاربت بدرجہ اولیٰ جائز ہے' کیونکہ اس میں اپنے ذمہ پر کچھ لازم کئے بغیر نفع حاصل کرنا ہے بہ خلاف اس شرکت کے کیونکہ شریک اس کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا کوئی چیز بھی اپنی جیسی چیز کے تابع ہو کر ثابت نہیں ہوا کرتی۔ (قاعدہ فقہیہ)

فرمایا: ہر شرکت والا اپنے مال کے تصرف میں اپنا وکیل بنا سکتا ہے' کیونکہ خرید و فروخت کے لئے وکیل بنانا تجارت کے اصولوں میں سے ہے۔ اور شرکت کا عقد تجارت کی غرض سے منعقد ہونے والا ہے بہ خلاف وکیل شراء کے کیونکہ اس میں دوسرے کو وکیل بنانے کا مالک نہیں ہے' کیونکہ وہ خاص عقد ہے۔ جس عین کو حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی چیز بھی اپنی جیسی چیز کے تابع ہو کر ثابت نہیں ہوا کرتی۔

فرمایا: ہر شرکت والے کے قبضے میں دوسرے کا مال امانت ہے' کیونکہ جب ایک شریک مالک کی اجازت کے بغیر بدل اور بغیر وثوق کے اس کے مال پر قبضہ کرتا ہے' تو یہ ودیعت کی طرح ہو جائے گا۔

شرکت صنائع

﴿یہاں شرکت صنائع کا بیان ہوگا﴾

شرکت صنائع کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شرکت بہ عمل اور اسی کو شرکت بالابدان اور شرکت تقبل و شرکت صنائع بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دو کاریگر لوگوں کے یہاں سے کام لائیں اور شرکت میں کام کریں اور جو کچھ مزدوری لے آپس میں بانٹ لیں۔
(درمختار، کتاب شرکت، ج ۶، ص ۴۹۶)

شرکت صنائع کے احکام کا بیان

قَالَ (وَاَمَّا شَرِكَةُ الصَّنَائِعِ) وَتُسَمّٰى شَرِكَةَ التَّقَبُّلِ (كَالْخَيَّاطِينَ وَالصَّبَّاغِينَ يَشْتَرِكَانِ عَلٰى اَنْ يَتَقَبَّلَا الْاَعْمَالَ وَيَكُونَ الْكَسْبُ بَيْنَهُمَا فَيَجُوزُ ذٰلِكَ) وَهٰذَا عِنْدَنَا .وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا تَجُوزُ لِاَنَّ هٰذِهِ شَرِكَةٌ لَا تُفِيدُ مَقْصُودَهَا وَهُوَ التَّثْمِيرُ ؛ لِاَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ رَاْسِ الْمَالِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الشَّرِكَةَ فِي الرِّبْحِ تُبْتَنَى عَلَى الشَّرِكَةِ فِي الْمَالِ عَلٰى اَصْلِهِمَا عَلٰى مَا قَرَّرْنَاهُ .
وَلَنَا اَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ التَّحْصِيلُ وَهُوَ مُمْكِنٌ بِالتَّوْكِيلِ، لِاَنَّهُ لَمَّا كَانَ وَكِيلًا فِي النِّصْفِ اَصِيلًا فِي النِّصْفِ تَحَقَّقَتْ الشَّرِكَةُ فِي الْمَالِ الْمُسْتَفَادِ
وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ اتِّحَادُ الْعَمَلِ وَالْمَكَانِ خِلَافًا لِمَالِكٍ وَزُفَرَ فِيهِمَا ؛ لِاَنَّ الْمَعْنَى الْمُجَوِّزَ لِلشَّرِكَةِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَاهُ لَا يَتَفَاوَتُ

فرمایا: شرکت صنائع جس شرکت تقبل بھی کہا جاتا ہے' جس طرح دو درزیوں اور رنگ کرنے والوں نے اس بات پر شرکت کی کہ وہ دونوں کام کریں گے اور کمائی ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔ تو یہ جائز ہے۔ اور یہ حکم ہمارے نزدیک ہے، حضرت امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ ایک اس قسم کی شرکت ہے' جس سے مقصد حاصل ہونے والا نہیں ہے۔ یعنی مال کا بڑھ جانا ہے' کیونکہ اس میں راس المال کا ہونا ضروری ہے اور یہ حکم اس دلیل کے سبب سے ہے ان ائمہ فقہاء کے نزدیک نفع میں شرکت مال میں شرکت پر مبنی ہے' جس طرح ہم بیان کر آئے ہیں۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ اس عقد شرکت سے مقصود مال کا حصول ہے اور یہ مقصود توکیل سے ممکن ہے' کیونکہ جب ہر ایک نصف

میں وکیل اور نصف میں اصیل ہے تو بڑھنے والے مال میں شرکت ثابت ہو جائے گی۔ اور اس میں کام ومقام کا ایک ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ اور ان دونوں میں امام مالک اور امام زفر رحمہما اللہ کا اختلاف ہے کیونکہ شرکت کو جائز قرار دینے والا حصول نفع میں کوئی فرق نہیں ہے۔

کام کرنے میں شرکاء کی شرط کا بیان

(وَلَوْ شَرَطَا الْعَمَلَ نِصْفَيْنِ وَالْمَالَ اَثْلَاثًا جَازَ) وَفِي الْقِيَاسِ: لَا يَجُوزُ؛ لِاَنَّ الضَّمَانَ بِقَدْرِ الْعَمَلِ، فَالزِّيَادَةُ عَلَيْهِ رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ فَلَمْ يَجُزِ الْعَقْدُ لِتَادِيَتِهِ اِلَيْهِ، وَصَارَ كَشَرِكَةِ الْوُجُوهِ، وَلَكِنَّا نَقُولُ: مَا يَاْخُذُهُ لَا يَاْخُذُهُ رِبْحًا لِاَنَّ الرِّبْحَ عِنْدَ اتِّحَادِ الْجِنْسِ، وَقَدِ اخْتَلَفَ لِاَنَّ رَاْسَ الْمَالِ عَمَلٌ وَالرِّبْحَ مَالٌ فَكَانَ بَدَلَ الْعَمَلِ وَالْعَمَلُ يَتَقَوَّمُ بِالتَّقْوِيمِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ مَا قُوِّمَ بِهِ فَلَا يَحْرُمُ، بِخِلَافِ شَرِكَةِ الْوُجُوهِ؛ لِاَنَّ جِنْسَ الْمَالِ مُتَّفِقٌ وَالرِّبْحُ يَتَحَقَّقُ فِي الْجِنْسِ الْمُتَّفِقِ، وَرِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ لَا يَجُوزُ اِلَّا فِي الْمُضَارَبَةِ.

اور جب دونوں نے نصف نصف کام کرنے کی شرط لگائی اور نفع میں دو ثلث کی شرط لگائی تو جائز ہے مگر قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے اس لئے ضمان کام کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے پس کام سے زائد نفع ایسا ہوگا' جس میں ضمان لازم نہ ہوگا لہٰذا یہ عقد جائز نہ ہوگا ہاں البتہ یہ عقد نفع کی جانب لے جانے والا ہے پس یہ شرکت وجوہ کی طرح ہو جائے گا۔ جبکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ زیادہ لینے والا نفع کے طور پر نہیں ہے بلکہ وہ نفع متحد بہ جنس ہونے کے سبب سے ہے حالانکہ یہاں اصل اور نفع مختلف ہیں کیونکہ یہاں راس المال کام ہے اور نفع مال ہے پس اس نے جو لیا ہے وہ کام کا بدلہ لیا ہے اور تقویم کے سبب عمل مضبوط ہوا کرتا ہے پس جس مقدار سے اس کی قیمت لگائی گئی ہے وہی مقدار ثابت کی جائے گی اور اس پر زیادتی حرام نہ ہوگی۔ جبکہ شرکت وجوہ میں ایسا نہیں ہے کیونکہ مال کی جنس متفق ہے اور متفق جنس میں نفع ثابت ہے اور وہ نفع جس پر ضمان نہیں ہوتا وہ صرف مضاربت میں جائز ہے۔

شریک کے قبول عمل کے سبب لزوم حکم کا بیان

قَالَ (وَمَا يَتَقَبَّلُهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الْعَمَلِ يَلْزَمُهُ وَيَلْزَمُ شَرِيكَهُ) حَتّٰى اِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُطَالَبُ بِالْعَمَلِ وَيُطَالِبُ بِالْاَجْرِ (وَيَبْرَاُ الدَّافِعُ بِالدَّفْعِ اِلَيْهِ) وَهٰذَا ظَاهِرٌ فِي الْمُفَاوَضَةِ وَفِي غَيْرِهَا اسْتِحْسَانٌ.

وَالْقِيَاسُ خِلَافُ ذٰلِكَ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ وَقَعَتْ مُطْلَقَةً وَالْكَفَالَةُ مُقْتَضَى الْمُفَاوَضَةِ.

وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ اَنَّ هٰذِهِ الشَّرِكَةَ (مُقْتَضِيَةٌ لِلضَّمَانِ)؛ اَلَا تَرَى اَنَّ مَا يَتَقَبَّلُهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنَ الْعَمَلِ مَضْمُونٌ عَلَى الْاٰخَرِ، وَلِهٰذَا يَسْتَحِقُّ الْاَجْرَ بِسَبَبِ نَفَاذِ تَقَبُّلِهِ عَلَيْهِ فَجَرَى

مَجْرَى الْمُفَاوَضَةِ فِي ضَمَانِ الْعَمَلِ وَاقْتِضَاءِ الْبَدَلِ .

فرمایا: اور شرکاء میں سے ہر شریک جو عمل بھی قبول کرے گا وہی عمل اس پر اور اس کے شریک پر لازم ہو جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک سے کام کا مطالبہ کیا جائے گا' اور ہر شریک اجرت کا مطالبہ کرے گا۔ اور اجرت دینے والا ایک شریک کو دینے سے بری الذمہ ہو جائے گا مفاوضہ میں یہ ظاہر ہے اور مفاوضہ کے سوا میں یہ بطور استحسان جائز ہے' جبکہ قیاس اس کے خلاف ہے' کیونکہ شرکت مطلق طور پر واقع ہوئی تھی۔ کفالت مفاوضہ کا تقاضہ کرنے والی ہے اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ یہ شرکت ضمان کا تقاضہ کرتی ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر ایک شریک جس کام کو بھی قبول کرتا ہے پس کام ضمان اور اجرت کے مطالبے میں یہ مفاوضہ والے عقد کے قائم مقام ہو جائے گا۔

شرکت وجوہ کا فقہی بیان

قَالَ (وَأَمَّا شَرِكَةُ الْوُجُوهِ فَالرَّجُلَانِ يَشْتَرِكَانِ وَلَا مَالَ لَهُمَا عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَا بِوُجُوهِهِمَا وَيَبِيعَا فَتَصِحُّ الشَّرِكَةُ عَلَى هٰذَا) سُمِّيَتْ بِهِ لِأَنَّهُ لَا يَشْتَرِي بِالنَّسِيئَةِ إِلَّا مَنْ كَانَ لَهُ وَجَاهَةٌ عِنْدَ النَّاسِ، وَإِنَّمَا تَصِحُّ مُفَاوَضَةً لِأَنَّهُ يُمْكِنُ تَحْقِيقُ الْكَفَالَةِ وَالْوَكَالَةِ فِي الْأَبْدَالِ، وَإِذَا أُطْلِقَتْ تَكُونُ عِنَانًا لِأَنَّ مُطْلَقَهُ يَنْصَرِفُ إِلَيْهِ وَهِيَ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ، وَالْوَجْهُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ مَا قَدَّمْنَاهُ فِي شَرِكَةِ التَّقَبُّلِ .

شرکت وجوہ یہ ہے کہ ایسے دو آدمی جن کے پاس اپنا کوئی سرمایہ اور مال نہ ہو اس شرط پر مشترک کاروبار کریں کہ دونوں اپنی اپنی حیثیت اور اپنے اپنے اعتبار پر قرض سامان لا کر فروخت کریں گے۔ تو یہ شرکت درست ہو جائے گی اور اس کو شرکت وجوہ کیونکہ تے ہیں کہ اس میں وہی شخص ادھار خریدے گا' جس کا لوگوں میں اچھا وقار ہوگا' اور یہ شرکت مفاوضہ کے طور پر اس لئے درست ہے۔ کہ ابدال یعنی اثمان میں کفالت و وکالت کو ثابت کرنا ممکن ہے۔

اور جب اس شرکت کو مطلق رکھا جائے' تو یہی شرکت عنان بن جائے گی کیونکہ مطلق شرکت عنان کی جانب لوٹنے والی ہے اور ہمارے نزدیک یہ شرکت جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے دونوں فقہاء کے دلائل ہم نے شرکت تقبل میں بیان کر دیئے ہیں۔

وکالت، ولایت کے بغیر عدم تصرف کا بیان

قَالَ (وَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَكِيلُ الْآخَرِ فِيمَا يَشْتَرِيهِ) لِأَنَّ التَّصَرُّفَ عَلَى الْغَيْرِ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِوَكَالَةٍ أَوْ بِوِلَايَةٍ وَلَا وِلَايَةَ فَتَتَعَيَّنُ الْوَكَالَةُ (فَإِنْ شَرَطَا أَنَّ الْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَالرِّبْحَ كَذٰلِكَ يَجُوزُ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَتَفَاضَلَا فِيهِ، وَإِنْ شَرَطَا أَنْ يَكُونَ الْمُشْتَرَى بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا

فَالرِّبْحُ كَذٰلِكَ)، وَهٰذَا لِاَنَّ الرِّبْحَ لَا يُسْتَحَقُّ اِلَّا بِالْمَالِ اَوْ الْعَمَلِ اَوْ بِالضَّمَانِ فَرَبُّ الْمَالِ يَسْتَحِقُّهُ بِالْمَالِ، وَالْمُضَارِبُ يَسْتَحِقُّهُ بِالْعَمَلِ، وَالْاُسْتَاذُ الَّذِي يُلْقِي الْعَمَلَ عَلَى التِّلْمِيذِ بِالنِّصْفِ بِالضَّمَانِ، وَلَا يُسْتَحَقُّ بِمَا سِوَاهَا ؛ اَلَا تَرَى اَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ تَصَرَّفْ فِي مَالِكَ عَلٰى اَنَّ لِي رِبْحَهُ لَمْ يَجُزْ لِعَدَمِ هٰذِهِ الْمَعَانِي .

وَاسْتِحْقَاقُ الرِّبْحِ فِي شَرِكَةِ الْوُجُوهِ بِالضَّمَانِ عَلٰى مَا بَيَّنَّا وَالضَّمَانُ عَلٰى قَدْرِ الْمِلْكِ فِي الْمُشْتَرٰى وَكَانَ الرِّبْحُ الزَّائِدُ عَلَيْهِ رِبْحَ مَا لَمْ يُضْمَنْ فَلَا يَصِحُّ اشْتِرَاطُهُ اِلَّا فِي الْمُضَارَبَةِ وَالْوُجُوهُ لَيْسَتْ فِي مَعْنَاهَا، بِخِلَافِ الْعِنَانِ ؛ لِاَنَّهُ فِي مَعْنَاهَا مِنْ حَيْثُ اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَعْمَلُ فِي مَالِ صَاحِبِهٖ فَيُلْحَقُ بِهَا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ .

فرمایا: جب دونوں شرکاء میں سے ہر ایک جو کچھ بھی خرید لائے گا اس میں وہ دوسرے کے لئے وکیل بن جائے گا۔ کیونکہ وکالت یا ولایت کے بغیر تصرف جائز نہیں ہوتا اور یہاں ولایت تو ہے نہیں پس وکالت معین ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب ان دونوں نے یہ شرط بیان کی کہ خریدی ہوئی چیز ان کے درمیان نصف نصف ہوگی اور نفع بھی نصف نصف ہوگا۔ تو اس طرح کرنا جائز ہے مگر اس میں کمی وبیشی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

اور جب انہوں نے یہ شرط بیان کی کہ خریدی ہوئی چیز ان کے درمیان نصف نصف ہوگی' تو منافع پر بھی اسی طرح ہوگا' کیونکہ منافع کا حق یا مال کے سبب سے ہوتا ہے یا پھر کام کرنے کے سبب سے ہوتا ہے یا ضمان کے سبب سے ہوتا ہے۔ لہٰذا رب المال کے سبب بھی منافع کا حقدار بنتا ہے اور مضارب کام کرنے کے سبب منافع کا حقدار بنتا ہے۔

اور وہ استاذ محترم جو نصف وغیرہ کی شرط کے ساتھ اپنے طالب علم کو کسی کام پر لگائے' تو وہ ضمان کے سبب حق منافع ہوگا۔ ان احوال کے سوا میں منافع کا حق نہیں ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ جب کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اپنے مال میں تجارت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا منافع میرے لئے ہوگا' تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی اسباب ہی نہیں ہیں۔ اور شرکت وجوہ میں منافع کا سبب ضمان ہوا کرتا ہے۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور ضمان خریدی ہوئی چیز میں ملکیت کی مقدار کے مطابق ثابت ہوتی ہے اور جو منافع اس سے زیادہ ہوتا ہے اس میں ضمان نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا مضارب کے علاوہ میں منافع کی شرط بغیر ضمان صحیح نہیں ہے۔ اور شرکت وجوہ مضارب کے حکم میں نہیں ہے۔ بہ خلاف عنان کے کیونکہ وہ مضارب کے حکم میں ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک ساتھی اپنے مال سے کام کرنے والا ہے پس عنان کو مضاربت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ فِی الشَّرِکَةِ الْفَاسِدَةِ

﴿یہ فصل شرکت فاسدہ کے بیان میں ہے﴾

فصل شرکت فاسدہ کی فقہی مطابقت کا بیان

اس سے پہلے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت کے احکام کو بیان کیا ہے۔ جن کی تکمیل سے حکم ثابت ہوتا ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے بعد ہی اس کا نقض پایا جاتا ہے۔ کیونکہ نقض کسی بھی عدم چیز پر وارد نہیں ہوتا۔ لہٰذا مصنف نے وجود شئی کو ثابت کرنے کے لئے پہلے شرکت کے احکام کو ذکر کیا اور ان کے بعد ان کے مفاسد کو بیان کیا ہے۔

اس کی دوسری سبب یہ ہے کہ شرکت اپنے ثبوت حکم میں ارکان کی محتاج ہے کیونکہ کوئی چیز ارکان کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی اس لئے شرکت کے احکام کو مقدم ذکر کرنا ضروری تھا' جبکہ نواقض ہمیشہ بعض میں وارد ہوتے ہیں۔

اس کی تیسری سبب یہ ہے کہ مفاسد شرکت، شرکت کے عوارض ہیں جبکہ شرکت ان کی ذات ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ عوارض ہمیشہ ذات سے مؤخر ہوتے ہیں۔

وہ اشیاء جن میں شرکت جائز نہیں ہے

(وَلَا تَجُوزُ الشَّرِكَةُ فِي الِاحْتِطَابِ وَالِاصْطِيَادِ، وَمَا اصْطَادَهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَوْ احْتَطَبَهُ فَهُوَ لَهُ دُونَ صَاحِبِهِ)، وَعَلَى هٰذَا الِاشْتِرَاكُ فِي اَخْذِ كُلِّ شَيْءٍ مُبَاحٍ ؛ لِاَنَّ الشَّرِكَةَ مُتَضَمِّنَةٌ مَعْنَى الْوَكَالَةِ، وَالتَّوْكِيلُ فِي اَخْذِ الْمَالِ الْمُبَاحِ بَاطِلٌ لِاَنَّ اَمْرَ الْمُوَكِّلِ بِهِ غَيْرُ صَحِيحٍ، وَالْوَكِيلُ يَمْلِكُهُ بِدُونِ اَمْرِهِ فَلَا يَصْلُحُ نَائِبًا عَنْهُ، وَاِنَّمَا يَثْبُتُ الْمِلْكُ لَهُمَا بِالْاَخْذِ وَاِحْرَازِ الْمُبَاحِ، فَاِنْ اَخَذَاهُ مَعًا فَهُوَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ، وَاِنْ اَخَذَهُ اَحَدُهُمَا وَلَمْ يَعْمَلْ الْاٰخَرُ شَيْئًا فَهُوَ لِلْعَامِلِ، وَاِنْ عَمِلَ اَحَدُهُمَا وَاَعَانَهُ الْاٰخَرُ فِي عَمَلِهِ بِاَنْ قَلَعَهُ اَحَدُهُمَا وَجَمَعَهُ الْاٰخَرُ، اَوْ قَلَعَهُ وَجَمَعَهُ وَحَمَلَهُ الْاٰخَرُ فَلِلْمُعِينِ اَجْرُ الْمِثْلِ بَالِغًا مَا بَلَغَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ .وَعِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لَا يُجَاوَزُ بِهِ نِصْفُ ثَمَنِ ذٰلِكَ، وَقَدْ عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ .

ایندھن کو جمع کرنے اور شکار کرنے میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جو شخص جتنا شکار کرے گا یا جس قدر لکڑیوں کو جمع کرے گا وہی اس کے لئے ہوگا اس میں ساتھی کا حصہ نہ ہوگا' اور ہر قسم کی جائز چیز کے حصول میں اشتراک کا بھی

حکم ہے' کیونکہ شرکت وکالت کے حکم کو لازم کرنے والی ہے اور مال مباح کے لینے میں وکیل بنانا باطل ہے لہٰذا موکل یہ کو حکم دینا ہی درست نہ ہوگا' اور وکیل موکل کے حکم کے بغیر بھی لے سکتا ہے پس وہ موکل کا نائب بننے کے قابل نہ رہا اور جائز اشیاء کو لینے اور جمع کرنے کے سبب ان میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

اور جب ان دونوں ایک ساتھ ہی چیز کو حاصل کیا' تو وہ دونوں میں آدھی آدھی ہوگی کیونکہ دونوں کے لئے حق کا سبب برابر ہے اور جب ان دونوں میں سے کسی ایک نے کوئی چیز لی اور دوسرے نے کوئی کام کر دیا ہے' تو وہ چیز عامل کی ہوگی اور جب ایک نے کوئی کام کیا اور دوسرے نے کام میں اس کی مدد کی ہے مثال کے طور ایک نے درخت کو کاٹا ہے اور دوسرے نے اس کو اکٹھا کیا ہے یا ایک اکھاڑ کر جمع کر دیا اور دوسرے نے اس کو لادا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نزدیک مدد کرنے والے کو مثلی اجرت ملے گی وہ جتنی بھی ہوگی۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کو اس چیز کی نصف قیمت سے زیادہ اجرت نہ مل سکے گی اور یہ اختلاف یہاں نہایت واضح ہو چکا ہے۔

خچر و مشکیزے والے کی شراکت کا بیان

قَالَ (وَإِذَا اشْتَرَكَا وَلِأَحَدِهِمَا بَغْلٌ وَلِلْآخَرِ رَاوِيَةٌ يَسْتَقِي عَلَيْهَا الْمَاءَ فَالْكَسْبُ بَيْنَهُمَا لَمْ تَصِحَّ الشَّرِكَةُ، وَالْكَسْبُ كُلُّهُ لِلَّذِي اسْتَقَى، وَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الرَّاوِيَةِ إِنْ كَانَ الْعَامِلُ صَاحِبَ الْبَغْلِ، وَإِنْ كَانَ صَاحِبَ الرَّاوِيَةِ فَعَلَيْهِ أَجْرُ مِثْلِ الْبَغْلِ) أَمَّا فَسَادُ الشَّرِكَةِ فَلِانْعِقَادِهَا عَلَى إِحْرَازِ الْمُبَاحِ وَهُوَ الْمَاءُ، وَأَمَّا وُجُوبُ الْأَجْرِ فَلِأَنَّ الْمُبَاحَ إِذَا صَارَ مِلْكًا لِلْمُحْرِزِ وَهُوَ الْمُسْتَقِي، وَقَدْ اسْتَوْفَى مَنَافِعَ مِلْكِ الْغَيْرِ وَهُوَ الْبَغْلُ أَوْ الرَّاوِيَةُ بِعَقْدٍ فَاسِدٍ فَيَلْزَمُهُ أَجْرُهُ

فرمایا: اور جب ایسے دو بندوں نے شرکت کی کہ ان میں سے ایک کے پاس خچر ہے اور دوسرے کے پاس مشکیزہ ہے اور اس میں پانی بھر کر خچر پر لادا جائے اور اس کو لوگوں میں فروخت کیا جائے۔ اور حاصل ہونے آمدنی دونوں میں مشترک ہو تو یہ ایسی شرکت صحیح نہ ہوگی اور مکمل آمدنی پانی بھرنے والے کے لئے ہوگی اور اس پر اس مشکیزے کی اجرت مثلی واجب ہوگی اور جب خچر والے نے پانی بھرا اور مشکیزے والے نے بھی پانی بھرا ہے' تو اس پر خچر کی مثلی اجرت واجب ہو جائے گی۔

البتہ شرکت کا فساد اس سبب سے ہے کہ یہ مال مباح میں شرکت ہے' جو پانی کے احراز پر منعقد ہوئی ہے اور وجوب اجرت اس سبب سے ہے کہ مال مباح جب محرز یعنی بھرنے والے کا مملوک ہو چکا ہے' تو یہ عقد فاسد دوسرے کی ملکیت سے نفع حاصل کرنے والا ہوگا' اور وہ خچر یا مشکیزہ ہے۔ کیونکہ اس پر اجرت لازم ہو چکی ہے۔

شرکت فاسدہ میں نفع مال کے تابع ہوتا ہے

(وَكُلُّ شَرِكَةٍ فَاسِدَةٍ فَالرِّبْحُ فِيهِمَا عَلَى قَدْرِ الْمَالِ، وَيَبْطُلُ شَرْطُ التَّفَاضُلِ) لِأَنَّ الرِّبْحَ فِيهِ

تَابِعٌ لِلْمَالِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ، كَمَا أَنَّ الرِّيعَ تَابِعٌ لِلْبَذْرِ فِي الزِّرَاعَةِ، وَالزِّيَادَةُ إِنَّمَا تُسْتَحَقُّ بِالتَّسْمِيَةِ، وَقَدْ فَسَدَتْ فَبَقِيَ الِاسْتِحْقَاقُ عَلَى قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ

اور شرکت فاسدہ میں نفع مال کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے اور زیادتی کی شرط باطل ہوتی ہے' کیونکہ شرکت فاسدہ میں نفع مال کے تابع ہوتا ہے۔ پس نفع مال ہی کے مطابق مقرر ہوگا' جس طرح زراعت میں پیداوار بیج کے تابع ہوتی ہے اور زیادتی ذکر کرنے کے سبب سے معین ہوتی ہے حالانکہ شرکت فاسد ہو چکی ہے پس راس المال کی مقدار کے برابر حق باقی رہتا ہے۔

موت وارتداد کے سبب شرکت کے فساد کا بیان

(وَإِذَا مَاتَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ أَوْ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِدَارِ الْحَرْبِ بَطَلَتْ الشَّرِكَةُ) لِأَنَّهَا تَتَضَمَّنُ الْوَكَالَةَ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا لِتَتَحَقَّقَ الشَّرِكَةُ عَلَى مَا مَرَّ، وَالْوَكَالَةُ تَبْطُلُ بِالْمَوْتِ، وَكَذَا بِالِالْتِحَاقِ مُرْتَدًّا إِذَا قَضَى الْقَاضِي بِلَحَاقِهِ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْمَوْتِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا عَلِمَ الشَّرِيكُ بِمَوْتِ صَاحِبِهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ؛ لِأَنَّهُ عَزْلٌ حُكْمِيٌّ، وَإِذَا بَطَلَتْ الْوَكَالَةُ بَطَلَتْ الشَّرِكَةُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا فَسَخَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ الشَّرِكَةَ وَمَالُ الشَّرِكَةِ دَرَاهِمُ وَدَنَانِيرُ حَيْثُ يَتَوَقَّفُ عَلَى عِلْمِ الْآخَرِ لِأَنَّهُ عَزْلٌ قَصْدِيٌّ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اور جب دونوں شرکاء میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے یا مرتد ہو ہو دارالحرب میں چلا جائے' تو شرکت فاسد ہو جائے گی کیونکہ شرکت وکالت کو لازم کرنے والی ہے اور یہاں وکالت ممکن نہیں ہے کہ شرکت کو ثابت کیا جائے جس طرح پہلے گزر چکا ہے' کیونکہ موت اور مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے جانے کے سبب وکالت باطل ہو جاتی ہے ہاں البتہ اس شرط کے ساتھ کہ جب قاضی نے اس کو دارالحرب میں جانے سے روک دینے کا فیصلہ کر دیا ہو' کیونکہ دارالحرب میں جانا موت کی طرح ہے' جس طرح ہم اس سے پہلے اس کو بیان کر چکے ہیں۔

البتہ اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے کہ شریک اپنے ساتھی کی موت کو جانتا ہے یا نہیں جانتا کیونکہ یہ حکمی دوری ہے اور اب جب وکالت باطل ہوگئی تو شرکت بھی باطل ہو جائے گی بہ خلاف اس مسئلہ کے کہ جب دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے شرکت کو فسخ کر دیا ہے' تو وہ دوسرے کے جاننے پر موقوف رہے گا۔ کیونکہ یہ عزل ارادی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مال شریک میں تصرف کے بیان میں ہے﴾

فصل تصرف مال شریک کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اس فصل میں مصنف علیہ الرحمہ نے شرکت کے وہ مسائل بیان کیے ہیں جو احکام شرکت سے بعید ہیں لیکن وہ شرکت کے ہی قبیل سے ہیں اور وہ احکام تجارت میں سے نہیں ہیں پس ان مسائل کی فصل کو ان کی حد کے مطابق اس فصل میں مؤخر کیا ہے۔ (اور عام فقہ کی اردو کتب میں ایسے مسائل کو شرکت کے مسائل متفرقہ کہا جاتا ہے)۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۶۸، بیروت)

شریک کے مال سے زکوٰۃ ادا کرنے کی ممانعت کا بیان

وَلَيْسَ لِاَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ اَنْ يُؤَدِّيَ زَكَاةَ مَالِ الْآخَرِ اِلَّا بِاِذْنِهِ، لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ التِّجَارَةِ، فَاِنْ اَذِنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ اَنْ يُؤَدِّيَ زَكَاتَهُ .فَاِنْ اَدّٰى كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَالثَّانِي ضَامِنٌ عَلِمَ بِاَدَاءِ الْاَوَّلِ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ .

وَقَالَا: لَا يَضْمَنُ اِذَا لَمْ يَعْلَمْ وَهٰذَا اِذَا اَدَّيَا عَلَى التَّعَاقُبِ، اَمَّا اِذَا اَدَّيَا مَعًا ضَمِنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نَصِيبَ صَاحِبِهِ .وَعَلٰى هٰذَا الِاخْتِلَافِ الْمَاْمُورُ بِاَدَاءِ الزَّكَاةِ اِذَا تَصَدَّقَ عَلَى الْفَقِيرِ بَعْدَمَا اَدَّى الْاٰمِرُ بِنَفْسِهِ .

لَهُمَا اَنَّهُ مَاْمُورٌ بِالتَّمْلِيكِ مِنْ الْفَقِيرِ، وَقَدْ اَتٰى بِهِ فَلَا يَضْمَنُ لِلْمُوَكِّلِ، وَهٰذَا لِاَنَّ فِي وُسْعِهِ التَّمْلِيكَ لَا وُقُوعَهُ زَكَاةً لِتَعَلُّقِهِ بِنِيَّةِ الْمُوَكِّلِ، وَاِنَّمَا يُطْلَبُ مِنْهُ مَا فِي وُسْعِهِ وَصَارَ كَالْمَاْمُورِ بِذَبْحِ دَمِ الْاِحْصَارِ اِذَا ذَبَحَ بَعْدَمَا زَالَ الْاِحْصَارُ وَحَجَّ الْاٰمِرُ لَمْ يَضْمَنْ الْمَاْمُورُ عَلِمَ اَوْ لَا .

وَلِاَبِي حَنِيفَةَ اَنَّهُ مَاْمُورٌ بِاَدَاءِ الزَّكَاةِ وَالْمُؤَدّٰى لَمْ يَقَعْ زَكَاةً فَصَارَ مُخَالِفًا، وَهٰذَا لِاَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ الْاَمْرِ اِخْرَاجُ نَفْسِهِ عَنْ عُهْدَةِ الْوَاجِبِ ؛لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّهُ لَا يَلْتَزِمُ الضَّرَرَ اِلَّا لِدَفْعِ الضَّرَرِ، وَهٰذَا الْمَقْصُودُ حَصَلَ بِاَدَائِهِ وَعَرَّى اَدَاءَ الْمَاْمُورِ عَنْهُ فَصَارَ مَعْزُولًا عَلِمَ اَوْ لَمْ يَعْلَمْ ؛لِاَنَّهُ عَزْلٌ حُكْمِيٌّ .وَاَمَّا دَمُ الْاِحْصَارِ فَقَدْ قِيلَ هُوَ عَلٰى هٰذَا الِاخْتِلَافِ، وَقِيلَ

بَيْنَهُمَا فَرْقٌ .وَوَجْهُهُ اَنَّ الدَّمَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُمْكِنُهُ اَنْ يَصْبِرَ حَتّٰى يَزُولَ الْإِحْصَارُ .وَفِي مَسْأَلَتِنَا الْاَدَاءُ وَاجِبٌ فَاعْتُبِرَ الْإِسْقَاطُ مَقْصُودًا فِيهِ دُونَ دَمِ الْإِحْصَارِ .

اور دونوں شرکاء میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ یہ جنس تجارت میں سے نہیں ہے ہاں البتہ جب ہر ایک شریک نے اپنے ساتھی کو زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے' تو پھر جب ان میں سے ایک زکوٰۃ دے گا' تو دوسرا ضامن ہوگا اگر چہ وہ پہلے کی ادائیگی کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین نے فرمایا: جب دوسرے کو معلوم نہ ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا' اور یہ حکم اس وقت ہوگا' جب انہوں نے یکے بعد دیگرے ادا کی ہو اور جب انہوں نے ایک ساتھ ادا کی تو ان میں سے ہر ایک دوسرے ساتھی کے حصے کا ضامن ہوگا۔ اور اسی اختلاف پر وہ شخص بھی ہے' جس کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب حکم دینے والے نے بہ ذات خود ادا کرنے کے بعد اس نے بھی فقیر کو صدقہ کر دیا ہے' تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ ضامن ہوگا۔

صاحبین کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوگا' اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اس بندے کو تو فقیر کو مالک بنانے کا حکم دیا گیا تھا جو اس نے پورا کر دیا ہے پس وہ مؤکل کے لئے ضامن نہ ہوگا' کیونکہ اس کی حیثیت میں صرف مالک بنانا تھا زکوٰۃ واقع کرنا نہ تھا۔ کیونکہ اس کا تعلق مؤکل کی نیت کے ساتھ ہے اور انسان سے وہی چیز طلب کی جاتی ہے' جو اس کی پہنچ میں ہو۔

اور یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح دم احصار میں ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے احصار ختم ہونے کے بعد اور حاکم کے حج کرنے کے بعد اس نے ذبح کیا ہے' تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا اگر چہ انحصار کے ختم ہونے کا علم اس کو ہے یا نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ وکیل کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس نے اسی پر عمل کیا ہے پس وہ زکوٰۃ واقع نہ ہوئی تو وکیل حکم دینے والے کی مخالفت کرنے والا ہوا اور یہ اسی دلیل کے سبب ہے کہ وکیل بنانے سے مؤکل کا مقصد اپنے آپ کو واجب کی ادائیگی سے بری الذمہ کرنا ہے' کیونکہ ظاہر یہی تھا۔ کیونکہ نقصان کو دور کرنے کے لئے نقصان برداشت کیا جاتا ہے (قاعدہ فقہیہ) اور یہ مقصد خود مؤکل کی ادائیگی کے سبب حاصل ہو چکا ہے اور جس کو حکم دیا گیا ہے وہ اس مقصد سے محروم ہے۔ پس وہ معزول ہو جائے گا اگر چہ اس کو مؤکل کی ادائیگی کا علم یا نہ ہو۔ اور کیونکہ عزل بھی حکمی ہے۔

البتہ دم احصار ایک قول کے مطابق تو وہ بھی اسی اختلاف پر ہے اور دوسرے قول کے مطابق فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ احصار والے پر قربانی واجب نہیں ہے' کیونکہ اس کے لئے صبر کرنا ممکن ہے حتیٰ کہ احصار ختم ہو جائے جبکہ اس مسئلہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے۔ پس اس میں اسقاط مقصد ہے لہٰذا اس کا اعتبار کیا جائے گا' جبکہ دم احصار میں اسقاط مقصود نہیں ہے۔

شریک کی اجازت کے سبب مال میں تصرف کرنے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا اَذِنَ اَحَدُ الْمُتَفَاوِضَيْنِ لِصَاحِبِهِ اَنْ يَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَيَطَاَهَا فَفَعَلَ فَهِيَ لَهُ بِغَيْرِ شَيْءٍ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا : يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِنِصْفِ الثَّمَنِ) لِاَنَّهُ اَدّٰى دَيْنًا عَلَيْهِ خَاصَّةً مِنْ مَالٍ

مُشْتَرَكٍ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ بِنَصِيْبِهٖ كَمَا فِي شِرَاءِ الطَّعَامِ وَالْكِسْوَةِ (وَهٰذَا) لِاَنَّ الْمِلْكَ وَاقِعٌ لَهٗ خَاصَّةً وَالثَّمَنُ بِمُقَابَلَةِ الْمِلْكِ ۔

وَلَهٗ اَنَّ الْجَارِيَةَ دَخَلَتْ فِي الشَّرِكَةِ عَلَى الْبَتَاتِ جَرْيًا عَلٰى مُقْتَضَى الشَّرِكَةِ اِذْ هُمَا لَا يَمْلِكَانِ تَغْيِيْرَهٗ فَاَشْبَهَ حَالَ عَدَمِ الْاِذْنِ، غَيْرَ اَنَّ الْاِذْنَ يَتَضَمَّنُ هِبَةَ نَصِيْبِهٖ مِنْهُ ؛ لِاَنَّ الْوَطْءَ لَا يَحِلُّ اِلَّا بِالْمِلْكِ، وَلَا وَجْهَ اِلٰى اِثْبَاتِهٖ بِالْبَيْعِ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهٗ مُخَالِفٌ مُقْتَضَى الشَّرِكَةِ فَاَثْبَتْنَاهُ بِالْهِبَةِ الثَّابِتَةِ فِي ضِمْنِ الْاِذْنِ، بِخِلَافِ الطَّعَامِ وَالْكِسْوَةِ ؛ لِاَنَّ ذٰلِكَ مُسْتَثْنًى عَنْهَا لِلضَّرُوْرَةِ فَيَقَعُ الْمِلْكُ لَهٗ خَاصَّةً بِنَفْسِ الْعَقْدِ فَكَانَ مُؤَدِّيًا دَيْنًا عَلَيْهِ مِنْ مَالِ الشَّرِكَةِ ۔ وَفِي مَسْاَلَتِنَا قَضٰى دَيْنًا عَلَيْهِمَا لِمَا بَيَّنَّا (وَلِلْبَائِعِ اَنْ يَّاْخُذَ بِالثَّمَنِ اَيَّهُمَا شَاءَ) بِالْاِتِّفَاقِ لِاَنَّهٗ دَيْنٌ وَجَبَ بِسَبَبِ التِّجَارَةِ، وَالْمُفَاوَضَةُ تَضَمَّنَتِ الْكَفَالَةَ فَصَارَ كَالطَّعَامِ وَالْكِسْوَةِ ۔

فرمایا: جب شرکت مفاوضہ کرنے والوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کو یہ اجازت دی کہ ایک باندی خریدے اور اس سے وطی کرے لہٰذا اس نے اسی طرح کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ باندی ضمان وعوض کے بغیر اسی کی ہو جائے گی۔

صاحبین نے فرمایا: اجازت دینے والا آدھی قیمت لے گا' کیونکہ مشتری نے مال مشترک میں سے ایسا قرض ادا کیا ہے' جو صرف اسی پر واجب تھا۔ پس اس کا ساتھی اس سے اپنا حصہ واپس لے گا' جس اہل وعیال کے لئے غلہ وکپڑے خریدنے میں ہوا کرتا ہے اور یہ اس دلیل کے سبب سے ہے کہ ملکیت تو صرف مشتری کو حاصل ہے اور قیمت ملکیت ہی کے مقابلے میں واجب ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ شرکت کے تقاضہ پر عمل کرتے ہوئے وہ باندی یقینی طور پر مشترکہ طور پر مملوک ہوئی ہے کیونکہ شرکت کے تقاضے کو دونوں شرکاء نہیں بدل سکتے تو یہ عدم اجازت کے مشابہ ہو جائے گا۔ جبکہ اجازت دینا اذن شدہ کو اپنا حصہ ہبہ کرنے کو لازم کرنے والا ہے' کیونکہ ملکیت کے بغیر وطی حلال نہیں ہوتی' جبکہ بیع کے ذریعے ملکیت ثابت ہونے کا کوئی معاملہ ہی نہیں ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور یہ شرکت کے تقاضے کے خلاف ہے پس ہم نے اجازت کے ضمن میں ثابت ہونے والے ہبہ کے ذریعے ملکیت کو ثابت کر دیا ہے بہ خلاف کھانے اور پہننے کے کیونکہ وہ ضرورت کی سبب سے شرکت سے مستثنیٰ ہیں۔

پس ان میں نفس عقد ہی سے مشتری کے لئے ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ اور مشتری مال شرکت سے ہی اپنا قرض ادا کرنے والا ہے اور اسی مسئلہ میں مشتری نے ایسا قرض ادا کیا ہے' جو ان دونوں پر لازم تھا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور بیچنے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دونوں میں سے جس سے چاہے ثمن کا مطالبہ کر سکتا ہے' کیونکہ یہ قیمت ایسا قرض ہے' جو تجارت کی سبب سے واجب ہوا ہے۔ کیونکہ کفالہ مفاوضہ کو لازم کرنے والی ہے پس یہ کھانے و پہننے کی طرح ہو جائے گا۔

کِتَابُ الوَقفِ

﴿یہ کتاب وقف کے بیان میں ہے﴾

کتاب وقف کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: شرکت کے بعد وقف کی فقہی مطابقت یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں ایسے مال سے فائدہ حاصل کرنا ہے' جو اصل مال سے زائد ہو اور وقف مصدر ہے' جس طرح "وقفت الدابۃ"

شمس الائمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: غیر کی ملکیت سے مملوک کو روکنا ہے۔ اور اس کا سبب کامیابی حاصل کرنا ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ واقف آزاد، بالغ، عاقل اور اس محل کا غیر منقول ہونا ہے اور اس کا رکن یہ ہے کہ یہ زمین صدقہ کے طور پر مساکین کے لئے وقف ہے (عنایہ شرح الہدایہ، ج۔۸، ص،۴۳۲، بیروت)

کتاب الوقف کے شرعی ماخذ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے' تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔
(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1730)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس جیسا مال مجھے کبھی نہیں ملا اور میرے نزدیک وہ سب سے محبوب چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے پاس روک رکھو اور اس کی پیداوار صدقہ کردو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس شرط پر وقف کیا کہ اس کی ملکیت نہ فروخت کی جائے نہ خریدی جائے اور نہ میراث بنے اور نہ ہبہ کی جائے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے فقراء اور رشتہ داروں اور آزاد کرنے میں اور اللہ کے راستے میں اور مہمانوں میں صدقہ کردیا اور جو اس کا منتظم ہو وہ اس میں سے نیکی کے ساتھ کھائے یا اپنے دوستوں کو جمع کیے بغیر کھلائے راوی نے کہا میں نے یہ حدیث جب محمد بن سیرین کے سامنے بیان کی تو جب میں غیر متمول فیہ میں پہنچا تو محمد رحمۃ اللہ علیہ نے غَیۡرَ مُتَأَثِّلٍ فرمایا ابن عون نے کہا مجھے اس نے خبر دی جس نے یہ کتاب پڑھی کہ اس میں غَیۡرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1731)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خیبر کی کچھ زمین کہ جس میں کھجوریں پیدا ہوتی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کے حصے کے طور پر ملی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خیبر میں اپنے حصے کی ایک زمین پائی ہے کہ اس سے زیادہ بہتر و عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ اس زمین کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں دیدوں اس لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرمایئے (کہ میں اس بارے میں کیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہی چاہتے ہو تو اصل زمین کو وقف کردو اور اس سے جو کچھ پیدا ہو اسے بطور صدقہ تقسیم کردو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ خدا کی راہ میں دیدیا یعنی اسے وقف کردیا کہ اصل زمین کو نہ تو فروخت کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور نہ اسے کسی کی میراث قرار دی جائے اور اس کی پیداوار کو بطور صدقہ اس طرح صرف کیا جائے کہ اس سے فقیروں قرابتداروں کو نفع پہنچایا جائے غلاموں کی مدد کی جائے یعنی جس طرح مکاتب کو زکوٰۃ دیدی جاتی ہے تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنے مالک کو بدل کتابت دے کر آزاد ہو جائے اسی طرح اس زمین کی پیداوار سے بھی مکاتب کی اعانت کی جائے اللہ کی راہ میں یعنی غازیوں اور حاجیوں پر خرچ کیا جائے مسافروں کی ضرورتیں پوری کی جائیں باوجودیکہ وہ اپنے وطن میں مال و زر کے مالک ہوں) اور مہمانوں کی مہمانداری کی جائے۔

اور اس زمین کا متولی بھی بقدر حاجت اس میں سے کھائے یا اپنے اہل و عیال کو کہ جو مستطیع نہ ہونے کی سبب سے اس کے زیر کفالت ہوں کھلائے تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے جبکہ وہ متولی اس وقف کی آمدنی سے مالدار نہ بنے یعنی جو شخص اس زمین کی دیکھ بھال کرنے اور اس کی پیداوار کو مذکورہ بالا لوگوں پر خرچ کرنے کی ذمہ داری پر بطور متولی معمور کیا جائے اگر وہ بھی اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے اس زمین کی پیداوار اور آمدنی میں سے کچھ لے لیا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں البتہ اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اس زمین کے ذریعے مالدار و متمول بن جائے چنانچہ ابن سیرین نے غیر متمول کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ وہ متولی اس زمین کو اپنے لئے مال و زر جمع کرنے کا ذریعہ نہ بنا جائے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم، حدیث نمبر 225)

یہ حدیث وقف کے صحیح ہونے کی دلیل ہے چنانچہ تمام مسلمانوں کا بالاتفاق یہ مسلک ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کوئی جائیداد مثلا زمین و مکان وغیرہ کسی نیک مقصد اور اچھے کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی راہ میں وقف کر دیتا ہے تو یہ جائز ہے اور وہ وقف کرنیوالا بیشمار اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے نیز یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وقف جائیداد نہ فروخت کی جاسکتی ہے اور نہ ہبہ ہوسکتی ہے اور نہ کسی کی میراث بن سکتی ہے۔ یہ حدیث وقف کو بھی ظاہر کرتی ہے کیونکہ وقف ایک صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب وقف کرنیوالے کو برابر ملتا رہتا ہے۔

خیبر ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ سے تقریبا ۶۰ میل شمال میں ایک حرے کے درمیان واقع ہے اس علاقے میں کھجور وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس بستی پر مسلمانوں نے عنوۃ یعنی بزور طاقت فتح اور غلبہ حاصل کیا تھا اسی موقع پر غانمین یعنی مال غنیمت لینے والے اس کی زمین و باغات کے مالک قرار پائے اور انہوں نے اسے آپس میں تقسیم کیا جس کا ایک

حصہ حضرت عمر فاروق کو بھی ملا اپنے اسی حصے کی زمین کو انہوں نے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا
شرح السنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وقف کرنیوالے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے اس وقف سے بقدر ضرورت نفع حاصل کرے بایں طور کہ اس آمدنی کا کچھ حصہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات زندگی پر خرچ کرے یا اس سے فائدہ اٹھائے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر کے مذکورہ وقف نامہ کی شرائط کی گویا توثیق فرما کر وقف کی آمدنی میں سے بقدر ضرورت حصہ اس شخص کے لئے مباح قرار دیا جو اس کا متولی ہو اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وقف کرنیوالا اپنے وقف کا متولی ہوتا ہے۔

نیز اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر یہ فرمایا: ایسا کوئی شخص ہے جو بیر رومہ مدینہ کا ایک کنواں جو ایک یہودی کی ملکیت تھا) خریدے جو شخص اس کنویں کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا تو اس کنویں میں اس شخص کا ڈول مسلمانوں کے ڈول کی طرح ہوگا یعنی جس طرح عام مسلمان اس کنویں سے پانی حاصل کریں گے اسی طرح وہ شخص بھی اس سے پانی حاصل کرتا رہے گا چنانچہ حضرت عثمان غنی نے اس کنویں کو خرید لیا اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

وقف کے صحیح ہونے میں فقہاء احناف کا اختلاف

قَالَ اَبُو حَنِيفَةَ: لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنِ الْوَقْفِ اِلَّا اَنْ يَحْكُمَ بِهِ الْحَاكِمُ اَوْ يُعَلِّقَهُ بِمَوْتِهِ فَيَقُولَ اِذَا مِتُّ فَقَدْ وَقَفْتُ دَارِي عَلَى كَذَا .وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ (يَزُولُ مِلْكُهُ بِمُجَرَّدِ الْقَوْلِ .وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَزُولُ حَتَّى يَجْعَلَ لِلْوَقْفِ وَلِيًّا وَيُسَلِّمَهُ اِلَيْهِ) قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: الْوَقْفُ لُغَةً .هُوَ الْحَبْسُ تَقُولُ وَقَفْتُ الدَّابَّةَ وَاَوْقَفْتُهَا بِمَعْنًى .وَهُوَ فِي الشَّرْعِ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ: حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى مِلْكِ الْوَاقِفِ وَالتَّصَدُّقُ بِالْمَنْفَعَةِ بِمَنْزِلَةِ الْعَارِيَةِ .

ثُمَّ قِيلَ الْمَنْفَعَةُ مَعْدُومَةٌ فَالتَّصَدُّقُ بِالْمَعْدُومِ لَا يَصِحُّ، فَلَا يَجُوزُ الْوَقْفُ اَصْلًا عِنْدَهُ، وَهُوَ الْمَلْفُوظُ فِي الْاَصْلِ .وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ جَائِزٌ عِنْدَهُ اِلَّا اَنَّهُ غَيْرُ لَازِمٍ بِمَنْزِلَةِ الْعَارِيَةِ، وَعِنْدَهُمَا حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى حُكْمِ مُلْكِ اللّٰهِ تَعَالَى فَيَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ عَنْهُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهٍ تَعُودُ مَنْفَعَتُهُ اِلَى الْعِبَادِ فَيَلْزَمُ وَلَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ .وَاللَّفْظُ يَنْتَظِمُهُمَا وَالتَّرْجِيحُ بِالدَّلِيلِ .

لَهُمَا (قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ اَرَادَ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِاَرْضٍ لَهُ تُدْعَى ثَمْغًا: تَصَدَّقْ بِاَصْلِهَا لَا يُبَاعُ وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ) " وَلِاَنَّ الْحَاجَةَ مَاسَّةٌ اِلَى اَنْ يَلْزَمَ الْوَقْفُ مِنْهُ لِيَصِلَ ثَوَابُهُ اِلَيْهِ عَلَى الدَّوَامِ، وَقَدْ اَمْكَنَ دَفْعُ حَاجَتِهِ بِاِسْقَاطِ الْمِلْكِ وَجَعْلِهِ

لِلّٰهِ تَعَالٰی اِذْ لَهٗ نَظِیْرٌ فِی الشَّرْعِ وَهُوَ الْمَسْجِدُ فَیُجْعَلُ کَذٰلِكَ .

وَلِاَبِیْ حَنِیْفَةَ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (لَا حَبْسَ عَنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰی) " وَعَنْ شُرَیْحٍ: جَاءَ مُحَمَّدٌ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِبَیْعِ الْحَبِیْسِ لِاَنَّ الْمِلْكَ بَاقٍ فِیْهِ بِدَلِیْلِ اَنَّهٗ یَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ زِرَاعَةً وَسُکْنٰی وَغَیْرَ ذٰلِكَ وَالْمِلْكُ فِیْهِ لِلْوَاقِفِ ؛ اَلَا تَرٰی اَنَّ لَهٗ وِلَایَةَ التَّصَرُّفِ فِیْهِ بِصَرْفِ غَلَّاتِهٖ اِلٰی مَصَارِفِهَا وَنَصْبِ الْقَوَّامِ فِیْهَا اِلَّا اَنَّهٗ یَتَصَدَّقُ بِمَنَافِعِهٖ فَصَارَ شَبِیْهَ الْعَارِیَّةِ، وَلِاَنَّهٗ یَحْتَاجُ اِلَی التَّصَدُّقِ بِالْغَلَّةِ دَائِمًا وَلَا تَصَدُّقَ عَنْهُ اِلَّا بِالْبَقَاءِ عَلٰی مِلْکِهٖ، وَلِاَنَّهٗ لَا یُمْکِنُ اَنْ یُزَالَ مِلْکُهٗ، لَا اِلٰی مَالِكٍ لِاَنَّهٗ غَیْرُ مَشْرُوْعٍ مَعَ بَقَائِهٖ کَالسَّائِبَةِ .بِخِلَافِ الْاِعْتَاقِ لِاَنَّهٗ اِتْلَافٌ، وَبِخِلَافِ الْمَسْجِدِ لِاَنَّهٗ جُعِلَ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلِهٰذَا لَا یَجُوْزُ الْاِنْتِفَاعُ بِهٖ، وَهٰهُنَا لَمْ یَنْقَطِعْ حَقُّ الْعَبْدِ عَنْهُ فَلَمْ یَصِرْ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی .قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ فِی الْکِتَابِ: لَا یَزُوْلُ مِلْكُ الْوَاقِفِ اِلَّا اَنْ یَحْکُمَ بِهِ الْحَاکِمُ اَوْ یُعَلِّقَهٗ بِمَوْتِهٖ، وَهٰذَا فِیْ حُکْمِ الْحَاکِمِ صَحِیْحٌ ؛ لِاَنَّهٗ قَضَاءٌ فِیْ مُجْتَهَدٍ فِیْهِ، اَمَّا فِیْ تَعْلِیْقِهٖ بِالْمَوْتِ فَالصَّحِیْحُ اَنَّهٗ لَا یَزُوْلُ مِلْکُهٗ اِلَّا اَنَّهٗ تَصَدَّقَ بِمَنَافِعِهٖ مُؤَبَّدًا فَیَصِیْرُ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِیَّةِ بِالْمَنَافِعِ مُؤَبَّدًا فَیَلْزَمُ، وَالْمُرَادُ بِالْحَاکِمِ الْمَوْلٰی، فَاَمَّا الْمُحَکَّمُ فَفِیْهِ اخْتِلَافُ الْمَشَایِخِ .

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقف سے وقف کی ملکیت ختم نہیں ہوتی یہاں تک کہ حاکم اس کے ختم ہونے کا حکم جاری کردے۔ یا پھر وقف کرنے والا اس کو اپنی موت سے معلق کرتے ہوئے اس طرح کہہ دے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا گھر فلاں شخص کے لئے وقف ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وقف کرتے ہی اس کو ملکیت ختم ہو جائے گی جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تک وقف کرنے والا کسی متولی بنا کر اس کے سپرد نہ کرے گا اس وقت ملکیت ختم نہ ہوگی۔

وقف کا لغوی معنی ہے روکنا۔ لہٰذا " وَقَفْتَ الدَّابَّةَ وَاَوْقَفْتُهَا " دونوں کا ایک ہی معنی ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وقف کا شرعی معنی یہ ہے کہ کسی عین چیز کو واقف کی ملکیت سے روک کر اس کے منافع کو صدقہ کرنا وقف ہے جس طرح عاریت میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے منفعت معدوم ہوتی ہے اور معدوم کا صدقہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ پس امام صاحب کے نزدیک وقف کرنا صحیح نہ ہوا اسی طرح مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ زیادہ صحیح یہ ہے وقف امام صاحب کے نزدیک بھی صحیح ہے مگر ضروری نہیں ہے جس طرح عاریت جائز ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

صاحبین کے نزدیک شرعی وقف کا معنی یہ ہے کہ کسی عین مال کو اللہ کی ملکیت پر روک رکھنا پس وقف شدہ چیز کی ملکیت وقف کرنے والے سے ختم ہو کر اللہ کی منتقل ہو جاتی ہے اس سبب کے ساتھ کہ اس کا نفع لوگوں کی طرف لوٹنے والا ہے۔ پس ان ائمہ کے

نزدیک وقف لازم ہو جائے گا، جس طرح بیچنا، ہبہ کرنا اور وراثت میں دینا درست نہ ہوگا، اور وقف کا لفظ دونوں معانی کو شامل ہے، جبکہ ترجیح دلیل کی بنیاد پر ہوگی۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے مقام پر واقع ایک ثمغ نامی شخص نے اپنی زمین کو صدقہ کرنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس زمین کی اصل صدقہ کر دو تا کہ اس کو دوبارہ فروخت نہ کیا جائے اور نہ ہی وراثت میں جائے اور نہ ہی ہبہ کی جا سکے۔ کیونکہ بھی وقف کرنے والے کو وقف لازم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تا کہ اس کو ہمیشہ اجر ملتا رہے۔ اور اس کی ذات سے ملکیت کو ختم کرتے ہوئے اللہ کی ملکیت کو ثابت کرنا اس ضرورت کے تحت ممکن بھی ہے، کیونکہ شریعت میں اس کی مثال مسجد کی شکل میں موجود ہے پس اسی طرح کیا جائے گا۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارکہ ہے کہ اللہ کے فرائض میں سے کسی بھی چیز میں روکنا نہیں ہے۔

حضرت شریح سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر حبس کو بیچ دیا تھا کیونکہ موقوف چیز میں واقف کی ملکیت باقی رہتی ہے اسی دلیل کے سبب کہ کاشتکاری اور رہائش کے اعتبار سے واقف کے لئے وقف شدہ میں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اور اس کی ملکیت واقف ہی کی رہے گی۔ کیا آپ غور و فکر نہیں کرتے کہ واقف کو موقوف زمین کی آمدنی ان کے مصارف میں صرف کرنے کا حق حاصل ہے اور اوقاف کے مصارف کے لئے ناظم مقرر کرنے کا اختیار ہے البتہ واقف وقف کے منافع کو صدقہ کرتا ہے پس یہ عاریت کے مشابہ ہو جائے گا۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ وقف کرنے والا وقف کی آمدنی ہمیشہ صدقہ کرنے کا ضرورت مند ہوا کرتا ہے، جبکہ وقف سے اس کی ملکیت نہ ہونے کے سبب وہ صدقہ کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور اسی طرح بغیر کسی مالک کے ملکیت کا زوال بھی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا باقی ہونا اور اس کا مالک نہ ہو تو اس طرح مشروع ہی نہیں ہے۔ جس طرح سانڈ وغیرہ کو چھوڑنا جائز نہیں ہے بہ خلاف اعتاق کے کیونکہ اتلاف ہے۔ بہ خلاف مسجد کے کیونکہ مسجد اللہ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، جب تک وقف چیز سے واقف کا حق ختم نہ ہو جائے پس وقف اللہ کے لئے نہ ہوا۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول'': لَا يَزُولُ مِلْكُ الْوَاقِفِ إِلَّا أَنْ يَحْكُمَ بِهِ الْحَاكِمُ أَوْ يُعَلِّقَهُ بِمَوْتِهِ، یہ حاکم کے لئے درست ہے، کیونکہ یہ اختلافی مسئلہ کا فیصلہ ہے البتہ موت پر معلق کرنے کی صورت میں یہ صحیح ہے کہ واقف کی ملکیت ختم نہ ہوگی، جبکہ اس نے ہمیشہ کے لئے اس کا نفع صدقہ کر دیا ہے پس یہ ہمیشہ کے لئے صدقہ وصیت کے مرتبے میں ہو جائے گا پس اس صورت میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی لازم ہو جائے گا۔ اور حاکم سے مراد وہ بندہ ہے، جس کو بادشاہ کی جانب سے فیصلہ کرنے کا حق دیا گیا ہو البتہ وہ حاکم جس کو لوگوں نے منتخب کیا ہے، تو اس کے بارے میں مشائخ فقہاء کا اختلاف ہے۔

مریض کا حالت مرض میں وقف کرنے کا بیان

وَلَوْ وَقَفَ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ قَالَ الطَّحَاوِيُّ: هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَصِيَّةِ بَعْدَ الْمَوْتِ .وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا

يَلْزَمُهُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ، وَعِنْدَهُمَا يَلْزَمُهُ اِلَّا اَنَّهُ يُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ وَالْوَقْفُ فِى الصِّحَّةِ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ، وَاِذَا كَانَ الْمِلْكُ يَزُوْلُ عِنْدَهُمَا يَزُوْلُ بِالْقَوْلِ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ بِمَنْزِلَةِ الْإِعْتَاقِ لِاَنَّهُ اِسْقَاطُ الْمِلْكِ ۔

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا بُدَّ مِنَ التَّسْلِيْمِ اِلَى الْمُتَوَلِّىْ لِاَنَّهُ حَقُّ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَاِنَّمَا يَثْبُتُ فِيْهِ فِىْ ضِمْنِ التَّسْلِيْمِ اِلَى الْعَبْدِ لِاَنَّ التَّمْلِيْكَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ مَالِكُ الْاَشْيَاءِ لَا يَتَحَقَّقُ مَقْصُوْدًا، وَقَدْ يَكُوْنُ تَبَعًا لِغَيْرِهٖ فَيَاْخُذُ حُكْمَهُ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ ۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا اور جب مریض مرض الموت میں وقف کیا ہے' تو یہ موت کے بعد وصیت کرنے کی طرح ہو جائے گا' جبکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ وقف لازم نہیں ہے' جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ وقف لازم ہے۔ البتہ اس کا اعتبار تہائی سے کیا جائے گا' جبکہ حالت صحت کا وقف پورے مال میں نافذ ہوا کرتا ہے۔ صاحبین کے نزدیک ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف وقفت (میں نے وقف کیا) کہنے سے ہی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔

کیونکہ اعتاق کی طرح یہ ملکیت کو ساقط کرنے والا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ملکیت کے ختم ہونے کے لئے متولی کے ہاں سپرد کرنا لازم ہے۔ کیونکہ وقف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور بندے کی جانب سے ضمنی طور پر اس میں اللہ کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے' کیونکہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے۔ لہٰذا اس ذات کا بطور ارادہ مالک بنانا درست نہیں ہے۔ پس بندے کے ذریعے سے اللہ کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ اور اس میں تملیک کا حکم ہوگا' جس طرح صدقہ اور زکوٰۃ میں تملیک کا حکم ہوا کرتا ہے۔

موقوف کا واقف کی ملکیت سے نکل جانے کا بیان

قَالَ (وَاِذَا صَحَّ الْوَقْفُ عَلٰى اخْتِلَافِهِمْ) وَفِىْ بَعْضِ النُّسَخِ: وَاِذَا اُسْتُحِقَّ مَكَانَ قَوْلِهٖ اِذَا صَحَّ (خَرَجَ مِنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ وَلَمْ يَدْخُلْ فِىْ مِلْكِ الْمَوْقُوْفِ عَلَيْهِ) لِاَنَّهُ لَوْ دَخَلَ فِىْ مِلْكِ الْمَوْقُوْفِ عَلَيْهِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ بَلْ يَنْفُذُ بَيْعُهُ كَسَائِرِ اَمْلَاكِهٖ، وَلِاَنَّهُ لَوْ مَلَكَهُ لَمَا انْتَقَلَ عَنْهُ بِشَرْطِ الْمَالِكِ الْاَوَّلِ كَسَائِرِ اَمْلَاكِهٖ ۔

قَالَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَوْلُهُ خَرَجَ عَنْ مِلْكِ الْوَاقِفِ يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ قَوْلُهُمَا عَلَى الْوَجْهِ الَّذِىْ سَبَقَ تَقْرِيْرُهُ ۔

فرمایا: جب اختلاف فقہاء کے باوجود وقف درست ہے' تو موقوف چیز واقف کی ملکیت سے نکل جائے گی مگر وہ

موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ جب وہ موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل ہوگئی تو اس پر موقوف نہ رہے گا البتہ اس میں بیع نافذ ہو جائے گی۔ جس طرح دوسری املاک میں نافذ ہوا کرتی ہے کیونکہ جب موقوف علیہ وقف کا مالک بن جائے تو پہلے مالک وہ وقف شرط کے سبب موقوف علیہ کی طرف منتقل نہ ہوتا جس طرح اس کی دوسری املاک منتقل نہیں ہوتیں۔ مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول واقف کی ملکیت سے خارج ہونا یہ صاحبین کے موقف کے مطابق درست معلوم ہوتا ہے۔ اسی اختلاف کے سبب جس کی تقریر پہلے ذکر کردی گئی ہے۔

مشترکہ چیز کے وقف کا بیان

قَالَ (وَوَقْفُ الْمُشَاعِ جَائِزٌ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ) لِاَنَّ الْقِسْمَةَ مِنْ تَمَامِ الْقَبْضِ وَالْقَبْضُ عِنْدَهُ لَيْسَ بِشَرْطٍ فَكَذَا تَتِمَّتُهُ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّ اَصْلَ الْقَبْضِ عِنْدَهُ شَرْطٌ فَكَذَا مَا يَتِمُّ بِهِ، وَهٰذَا فِيْمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ، وَاَمَّا فِيْمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ فَيَجُوْزُ مَعَ الشُّيُوْعِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ اَيْضًا لِاَنَّهُ يُعْتَبَرُ بِالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ الْمُنَفَّذَةِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ وَالْمَقْبَرَةِ، فَاِنَّهُ لَا يَتِمُّ مَعَ الشُّيُوْعِ فِيْمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اَيْضًا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ، لِاَنَّ بَقَاءَ الشَّرِكَةِ يَمْنَعُ الْخُلُوْصَ لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَلِاَنَّ الْمُهَايَاةَ فِيْهِمَا فِيْ غَايَةِ الْقُبْحِ بِاَنْ يُقْبَرَ فِيْهِ الْمَوْتٰى سَنَةً، وَيُزْرَعَ سَنَةً وَيُصَلّٰى فِيْهِ فِيْ وَقْتٍ وَيُتَّخَذَ اِصْطَبْلًا فِيْ وَقْتٍ، بِخِلَافِ الْوَقْفِ لِاِمْكَانِ الْاِسْتِغْلَالِ وَقِسْمَةِ الْغَلَّةِ .

فرمایا: حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشترکہ چیز کا وقف جائز ہے کیونکہ تقسیم کرنا یہ قبضہ مکمل ہونے میں سے ہے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشاع پر قبضہ شرط نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لوازمات ضروری ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مشاع کا وقف جائز نہیں ہے کیونکہ یہاں اصل میں قبضہ شرط ہے پس اس کو پورا کرنے والی چیز پر بھی قبضہ شرط ہوگا۔ اور یہ اختلاف اس چیز کے بارے میں جو تقسیم کے لائق ہو مگر جب جو چیز تقسیم کے قابل ہی نہیں ہے اس میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مشاع کا وقف جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے اس میں حوالے کردہ ہبہ اور صدقہ پر قیاس کیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسجد اور قبرستان کا استثنیٰ کیا گیا ہے کیونکہ وہ تقسیم کے قابل نہیں ہیں اور ان کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مشاع کے جواز کے باوجود وقف جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شرکت کا باقی رکھنا یہ اللہ کے لئے خاص کرنے کو مانع ہے۔ کیونکہ مسجد و مقبرہ میں مہایات کا معین نہایت بری بات ہے کیونکہ ایک سال میں مردوں کا دفن کیا جائے اور ایک سال اس میں زراعت کی جائے اور ایک وقت اس میں نماز پڑھی جائے اور دوسرے وقت میں اس کو اصطبل بنا دیا جائے۔ یہ خلاف وقف کے کیونکہ اس میں کرایہ اور غلہ کی تقسیم ممکن ہے۔

وقف کے بعد حقدار کے حصے کا بیان

وَلَوْ وَقَفَهُ الْكُلَّ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ جُزْءٌ مِنْهُ بَطَلَ فِي الْبَاقِي عِنْدَ مُحَمَّدٍ لِاَنَّ الشُّيُوعَ مُقَارِنٌ كَمَا فِي الْهِبَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا رَجَعَ الْوَاهِبُ فِي الْبَعْضِ اَوْ رَجَعَ الْوَارِثُ فِي الثُّلُثَيْنِ بَعْدَ مَوْتِ الْمَرِيضِ وَقَدْ وَهَبَهُ اَوْ اَوْقَفَهُ فِي مَرَضِهِ وَفِي الْمَالِ ضِيقٌ، لِاَنَّ الشُّيُوعَ فِي ذٰلِكَ طَارِئٌ. وَلَوْ اُسْتُحِقَّ جُزْءٌ مُمَيَّزٌ بِعَيْنِهِ لَمْ يَبْطُلْ فِي الْبَاقِي لِعَدَمِ الشُّيُوعِ وَلِهٰذَا جَازَ فِي الِابْتِدَاءِ، وَعَلٰى هٰذَا الْهِبَةُ وَالصَّدَقَةُ الْمَمْلُوكَةُ.

اور جب کسی شخص نے ایک مکمل چیز وقف کردی اس کے بعد اس کے ایک حصے کا کوئی حقدار نکل آیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باقی میں بھی وقف باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ مشاع ملا ہوا تھا جس طرح ہبہ میں ہوتا ہے بہ خلاف اس صورت کے کہ جب ہبہ کرنے والا کچھ حصہ واپس لے یا مریض کی موت کے بعد ورثاء نے دو تہائی واپس لیا ہے حالانکہ مریض نے مرض الموت میں پوری زمین ہبہ یا وقف کی تھی۔ اور مال میں تنگی ہوگئی ہے' کیونکہ اس کا شیوع طاری ہے اور جب حقدار کسی ایسے حصے کا حقدار بنا جو معین اور علیحدہ ہے' تو بقیہ وقف باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ شیوع نہیں ہے۔ کیونکہ ابتدائی طور بھی اس کا وقف جائز ہے اور ہبہ اور ملکیت والے صدقے کا حکم بھی اسی طرح ہے۔

وقف کرتے ہوئے مصرف بیان کرنے کا حکم

قَالَ: وَلَا يَتِمُّ الْوَقْفُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ حَتّٰى يَجْعَلَ آخِرَهُ بِجِهَةٍ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدًا. وَقَالَ اَبُو يُوسُفَ: إِذَا سَمّٰى فِيهِ جِهَةً تَنْقَطِعُ جَازَ وَصَارَ بَعْدَهَا لِلْفُقَرَاءِ وَاِنْ لَمْ يُسَمِّهِمْ. لَهُمَا اَنَّ مُوجَبَ الْوَقْفِ زَوَالُ الْمِلْكِ بِدُونِ التَّمْلِيكِ وَاَنَّهُ يَتَاَبَّدُ كَالْعِتْقِ، فَإِذَا كَانَتِ الْجِهَةُ يُتَوَهَّمُ انْقِطَاعُهَا لَا يَتَوَفَّرُ عَلَيْهِ مُقْتَضَاهُ، فَلِهٰذَا كَانَ التَّوْقِيتُ مُبْطِلًا لَهُ كَالتَّوْقِيتِ فِي الْبَيْعِ. وَلِاَبِي يُوسُفَ اَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ التَّقَرُّبُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ مُوَفَّرٌ عَلَيْهِ، لِاَنَّ التَّقَرُّبَ تَارَةً يَكُونُ فِي الصَّرْفِ إِلٰى جِهَةٍ تَنْقَطِعُ وَمَرَّةً بِالصَّرْفِ إِلٰى جِهَةٍ تَتَاَبَّدُ فَيَصِحُّ فِي الْوَجْهَيْنِ وَقِيلَ إِنَّ التَّابِيدَ شَرْطٌ بِالْإِجْمَاعِ، إِلَّا اَنَّ عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لَا يُشْتَرَطُ ذِكْرُ التَّابِيدِ لِاَنَّ لَفْظَةَ الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ مُنْبِئَةٌ عَنْهُ لِمَا بَيَّنَّا اَنَّهُ إِزَالَةُ الْمِلْكِ بِدُونِ التَّمْلِيكِ كَالْعِتْقِ، وَلِهٰذَا قَالَ فِي الْكِتَابِ فِي بَيَانِ قَوْلِهِ وَصَارَ بَعْدَهَا لِلْفُقَرَاءِ وَاِنْ لَمْ يُسَمِّهِمْ، وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ ذِكْرُ التَّابِيدِ شَرْطٌ لِاَنَّ هٰذَا صَدَقَةٌ بِالْمَنْفَعَةِ اَوْ بِالْغَلَّةِ، وَذٰلِكَ قَدْ يَكُونُ مُوَقَّتًا وَقَدْ يَكُونُ مُؤَبَّدًا فَمُطْلَقُهُ لَا يَنْصَرِفُ إِلَى التَّابِيدِ فَلَا بُدَّ مِنَ التَّنْصِيصِ.

فرمایا: طرفین کے نزدیک وقف اسی وقت مکمل ہوگا جب اس کے آخر میں یہ بتادیا جائے کہ اس کا معرف یہ ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب اس کا مصرف معین ہو چکا ہے جو ختم نہ ہونے والا ہے تو یہ جائز ہے اور اس کے بعد وقف فقراء کے لئے ہوگا۔ اگر چہ وقف کرنے والا ان کا تعین نہ بھی کرے۔

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ وقف کو واجب کرنے والا زوال ملکیت ہے خواہ ملکیت زائل ہو یا نہ ہو زوال ملک میں تابید ہوا کرتی ہے جس طرح عتق میں تابید ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب اس کا مصرف ایسا ہے جس کے ختم ہونے کا وہم ہو تو اس سے بھی وقف کا مقصد کما حقہ پورا نہ ہوگا پس توقیت اس کو باطل کرنے والی ہے جس طرح بیع کی توقیت اس کو باطل کرنے والی ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ وقف کا مقصد صرف اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ اور یہ مقصد صرف وقف سے ہی پورا ہونے والا ہے کیونکہ یہ قرب کبھی ختم ہونے والے مصرف سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ہمیشہ مصرف میں وقف کرنے سے بھی قرب حاصل ہو جاتا ہے پس دونوں صورتوں میں وقف درست ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تابید با اتفاق شرط ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تابید کی شرط ذکر کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ لفظ وقف اور صدقہ تابید کی خبر دینے والے ہیں۔ اسی دلیل کے سبب جس ہم بیان کر چکے ہیں۔ کیونکہ وقف بغیر تملیک کے ازالہ ملکیت ہے جس طرح عتق ہے اسی لئے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ قول ذکر کرنے کے بعد کہا ہے "" اور صحیح بھی یہی ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تابید کی شرط کا ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ نفع یا آمدنی کا صدقہ ہے اور کبھی یہ موقت ہوا کرتا ہے اور کبھی موبد ہوا کرتا ہے کیونکہ مطلق وقف تابید کی طرف لوٹنے والا نہیں ہے پس تابید کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔

غیر منقولہ جائیداد کے وقف کا بیان

قَالَ (وَيَجُوزُ وَقْفُ الْعَقَارِ) لِأَنَّ جَمَاعَةً مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَقَفُوهُ (وَلَا يَجُوزُ وَقْفُ مَا يُنْقَلُ وَيُحَوَّلُ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَهٰذَا عَلَى الْإِرْسَالِ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: إِذَا وَقَفَ ضَيْعَةً بِبَقَرِهَا وَأُكْرَتِهَا وَهُمْ عَبِيدُهُ جَازَ) وَكَذَا سَائِرُ آلَاتِ الْحِرَاسَةِ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لِلْأَرْضِ فِي تَحْصِيلِ مَا هُوَ الْمَقْصُودُ، وَقَدْ يَثْبُتُ مِنَ الْحُكْمِ تَبَعًا مَا لَا يَثْبُتُ مَقْصُودًا كَالشُّرْبِ فِي الْبَيْعِ وَالْبِنَاءِ فِي الْوَقْفِ، وَمُحَمَّدٌ مَعَهُ فِيهِ، لِأَنَّهُ لَمَّا جَازَ إِفْرَادُ بَعْضِ الْمَنْقُولِ بِالْوَقْفِ عِنْدَهُ فَلَأَنْ يَجُوزَ الْوَقْفُ فِيهِ تَبَعًا أَوْلَى ۔

فرمایا: اور غیر منقولہ جائیداد کا وقف جائز ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ایسا وقف کیا ہے جبکہ منتقل ہو جانے والی اشیاء کا وقف جائز نہیں ہے صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مطلق طور پر وقف ناجائز ہونے کا قول حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب کوئی شخص ہل چلانے والے بیل اور بمع کاشت کار اپنا کھیت وقف کرے اور وہ کاشت کار وقف کرنے والا غلام ہو تو یہ وقف جائز ہے اور کاشتکاری کے دوسرے آلات کا حکم بھی اسی طرح ہے کیونکہ یہ مقصود یعنی غلے کے تابع ہیں اور کئی اشیاء تابع ہو کر ثابت ہوا کرتی ہیں جبکہ مقصود بن کر ثابت نہیں ہوتیں جس طرح زمین بیچنے میں اس کا کھال داخل ہے اور زمین کے وقف میں اس کی عمارت داخل ہو جاتی ہے۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے کیونکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ منقول جائیداد کا اکیلے وقف جب جائز ہے تو غیر منقولہ کے تابع ہو کر بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا۔

ہتھیار اور گھوڑے کو اللہ کی راہ میں وقف کرنے کا بیان

(وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَجُوزُ حَبْسُ الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ) وَمَعْنَاهُ وَقْفُهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَأَبُو يُوسُفَ مَعَهُ فِيهِ عَلَى مَا قَالُوا، وَهُوَ اسْتِحْسَانٌ .وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ لِمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ .

وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ الْآثَارُ الْمَشْهُورَةُ فِيهِ: مِنْهَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدْ حَبَسَ أَدْرُعًا وَأَفْرَاسًا لَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَطَلْحَةُ حَبَسَ دُرُوعَهُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالَى) " وَيُرْوَى أَكْرَاعَهُ .وَالْكُرَاعُ: الْخَيْلُ .

وَيَدْخُلُ فِي حُكْمِهِ الْإِبِلُ ؛لِأَنَّ الْعَرَبَ يُجَاهِدُونَ عَلَيْهَا، وَكَذَا السِّلَاحُ يُحْمَلُ عَلَيْهَا وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يَجُوزُ وَقْفُ مَا فِيهِ تَعَامُلٌ مِنْ الْمَنْقُولَاتِ كَالْفَأْسِ وَالْمَرِّ وَالْقَدُومِ وَالْمِنْشَارِ وَالْجِنَازَةِ وَثِيَابِهَا وَالْقُدُورِ وَالْمَرَاجِلِ وَالْمَصَاحِفِ .

وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا يَجُوزُ ؛لِأَنَّ الْقِيَاسَ إنَّمَا يُتْرَكُ بِالنَّصِّ، وَالنَّصُّ وَرَدَ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ فَيُقْتَصَرُ عَلَيْهِ .وَمُحَمَّدٌ يَقُولُ: الْقِيَاسُ قَدْ يُتْرَكُ بِالتَّعَامُلِ كَمَا فِي الِاسْتِصْنَاعِ، وَقَدْ وُجِدَ التَّعَامُلُ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ .

وَعَنْ نُصَيْرِ بْنِ يَحْيَى أَنَّهُ وَقَفَ كُتُبَهُ إلْحَاقًا لَهَا بِالْمَصَاحِفِ، وَهَذَا صَحِيحٌ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ يُمْسَكُ لِلدِّينِ تَعْلِيمًا وَتَعَلُّمًا وَقِرَاءَةً، وَأَكْثَرُ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ، وَمَا لَا تَعَامُلَ فِيهِ لَا يَجُوزُ عِنْدَنَا وَقْفُهُ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: كُلُّ مَا يُمْكِنُ الِانْتِفَاعُ بِهِ مَعَ بَقَاءِ أَصْلِهِ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ يَجُوزُ وَقْفُهُ ؛لِأَنَّهُ يُمْكِنُ الِانْتِفَاعُ بِهِ، فَأَشْبَهَ الْعَقَارَ وَالْكُرَاعَ وَالسِّلَاحَ .

وَلَنَا أَنَّ الْوَقْفَ فِيهِ لَا يَتَأَبَّدُ، وَلَا بُدَّ مِنْهُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَصَارَ كَالدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ، بِخِلَافِ

الْعَقَارِ، وَلَا مُعَارِضَ مِنْ حَيْثُ السَّمْعُ وَلَا مِنْ حَيْثُ التَّعَامُلُ فَبَقِيَ عَلَى اَصْلِ الْقِيَاسِ. وَهٰذَا لِاَنَّ الْعَقَارَ يَتَاَبَّدُ، وَالْجِهَادُ سَنَامُ الدِّينِ، فَكَانَ مَعْنَى الْقُرْبَةِ فِيهِمَا اَقْوٰى فَلَا يَكُونُ غَيْرُهُمَا فِي مَعْنَاهُمَا.

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا: گھوڑے اور ہتھیار کو اللہ کی راہ میں وقف کرنا جائز ہے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرح مشائخ فقہاء نے فرمایا ہے اور یہ استحسان ہے جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان وقف درست نہ ہو اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

استحسان کی دلیل یہ ہے کہ وہ آثار جو اس کے جائز ہونے میں نقل کیے گئے ہیں وہ مشہور ہیں اور ان میں سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خالد نے اپنی زر ہیں اور گھوڑے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے اور طلحہ نے اپنی زر ہیں اور گھوڑے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق ''واکراعہ'' بھی ہے اور کراع سے گھوڑا مراد ہے۔ اور انٹ بھی گھوڑے کے حکم میں ہے کیونکہ عرب انٹوں سے بھی جہاد کرتے تھے اور ان پر سامان لادا کرتے تھے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ جن منقولی جائیدادوں کے لین دین کرنے کا رواج ہے۔ ان میں وقف جائز ہے جس طرح کہلاڑی، پھوڑا اور بسولا، آرہ، تابوت اور اسکے کپڑے کی ہانڈیاں اور پیتل کی پتیلیاں اور کلام مجید ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ نص کے سبب قیاس کو ترک کردیں گے اور نص صرف الکراع اور السلاح کے بارے میں وارد ہوئی ہے پس اس کا انحصار اسی میں ہوگا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا: کبھی کبھی ترک قیاس تعامل کے سبب ہوا کرتا ہے جس طرح استصناع میں ہوا کرتا ہے اور ان اشیاء کے وقف میں تعامل (لوگوں کا رواج) جاری ہے۔

نصیر بن یحیی سے روایت ہے کہ قرآن مجید پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے اپنی کتابیں وقف کردی تھیں اور یہ صحیح ہے کیونکہ دینی کتب اور مصحف یہ علم حاصل کرنے اور سکھانے کے لئے وقف کی جاتی ہیں۔ اور شہروں کے اکثر فقہاء امام محمد رحمۃ اللہ کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ اور جن منقولات کا لین دین کرنے میں تعامل نہیں ہے ہمارے نزدیک ان کا وقف جائز نہیں ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: جس چیز کی اصل کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا ممکن ہو اور اس کی بیع کرنا جائز ہو تو اس کو وقف کرنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ پس یہ عقار، کراع اور سلاح کے مشابہ ہو جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کا وقف ہمیشہ نہیں ہوا کرتا، اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس یہ دراہم و دنانیر کے مشابہ ہو جائے گا بہ خلاف عقار کے کیونکہ اس میں ایسا نہیں ہے۔ اور یہاں کوئی حدیث، اثر اور تعامل بھی معارضہ کرنے والا نہیں ہے پس حکم قیاس پر باقی رہے گا اور یہ حکم اس دلیل کے سبب ہے کہ عقار ہمیشہ باقی رہتے ہیں جبکہ جہاد دین کا اعلیٰ رکن ہے پس گھوڑا اور اسلحہ میں قربت کا معنی زیادہ قریب ہے اور ان کے سوا دوسری اشیاء میں یہ معنی نہیں ہے۔

وقف کو بیچنے کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَاِذَا صَحَّ الْوَقْفُ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَلَا تَمْلِيكُهُ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَشَاعًا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ فَيَطْلُبُ الشَّرِيكُ الْقِسْمَةَ فَيَصِحُّ مُقَاسَمَتُهُ) أَمَّا امْتِنَاعُ التَّمْلِيكِ فَلِمَا بَيَّنَّا .

وَأَمَّا جَوَازُ الْقِسْمَةِ فَلِأَنَّهَا تَمْيِيزٌ وَإِفْرَازٌ، غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ الْغَالِبَ فِي غَيْرِ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ مَعْنَى الْمُبَادَلَةِ، إِلَّا أَنَّ فِي الْوَقْفِ جَعَلْنَا الْغَالِبَ مَعْنَى الْإِفْرَازِ نَظَرًا لِلْوَقْفِ فَلَمْ تَكُنْ بَيْعًا وَتَمْلِيكًا ؛ ثُمَّ إِنْ وَقَفَ نَصِيبَهُ مِنْ عَقَارٍ مُشْتَرَكٍ فَهُوَ الَّذِي يُقَاسِمُ شَرِيكَهُ ؛ لِأَنَّ الْوِلَايَةَ لِلْوَاقِفِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ إِلَى وَصِيِّهِ، وَإِنْ وَقَفَ نِصْفَ عَقَارٍ خَالِصٍ لَهُ فَالَّذِي يُقَاسِمُهُ الْقَاضِي أَوْ يَبِيعُ نَصِيبَهُ الْبَاقِي مِنْ رَجُلٍ، ثُمَّ يُقَاسِمُهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ يَشْتَرِي ذَلِكَ مِنْهُ لِأَنَّ الْوَاحِدَ لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُقَاسِمًا وَمُقَاسَمًا، وَلَوْ كَانَ فِي الْقِسْمَةِ فَضْلُ دَرَاهِمَ إِنْ أَعْطَى الْوَاقِفُ لَا يَجُوزُ لِامْتِنَاعِ بَيْعِ الْوَقْفِ، وَإِنْ أَعْطَى الْوَاقِفَ جَازَ وَيَكُونُ بِقَدْرِ الدَّرَاهِمِ شِرَاءً

فرمایا: اور جب وقف لازم ہو جائے تو اس کو بیچنا یا کسی کی ملکیت میں دینا جائز نہیں ہے البتہ یہ کہ جب وہ وقف مشاع ہو تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے شریک کے حصے پر اس کی تقسیم درست ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور تقسیم کرنے کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ تقسیم کرنے سے علیحدگی اور فرق ہو جاتا ہے۔ اور اس سے زیادہ زیادہ یہی لازم آئے گا کہ تولی جانے والی اور وزنی کی جانے والی چیزوں کے سوا میں مبادلہ کا حکم غالب آئے گا پس ہم نے وقف کرنے پر مہربانی کے سبب وقف میں افراز کا معنی غالب کر دیا ہے تاکہ یہ بیع اور تملیک نہ بنے۔

اس کے بعد جب مشترکہ عقار سے کسی نے اپنا حصہ وقف کر دیا ہے تو وقف کرنے والا ہی اپنے شریک سے اپنا حصہ الگ کر کرلے۔ کیونکہ وقف پر ولایت واقف کی ہوتی ہے اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے ولی کو ملے گی۔ اور جب کسی نے خاص زمین کا آدھا حصہ وقف کیا تو قاضی اس سے تقسیم کرائے گا یا پھر وہ بقیہ ماندہ حصہ کسی کو بیچ دے تو مشتری اس سے تقسیم کرائے گا اور اس کے بعد واقف مشتری سے خریدے گا کیونکہ ایک ہی بندے کا مقاسم اور مقاسم ہونا جائز نہ ہوگا۔

اور جب تقسیم میں کچھ دراہم زیادہ ہوں تو وہ دراہم مشتری واقف کو دے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وقف کردہ چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ اور جب واقف نے مشتری کو دے دیا ہے تو جائز ہے اور دراہم کے مطابق شراء ہوگا۔

وقف کی آمدنی کے مصرف کا بیان

قَالَ (وَالْوَاجِبُ أَنْ يُبْتَدَأَ مِنِ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ بِعِمَارَتِهِ شَرَطَ ذَلِكَ الْوَاقِفُ أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْ) لِأَنَّ قَصْدَ الْوَاقِفِ صَرْفُ الْغَلَّةِ مُؤَبَّدًا، وَلَا تَبْقَى دَائِمَةً إِلَّا بِالْعِمَارَةِ فَيَثْبُتُ شَرْطُ الْعِمَارَةِ اقْتِضَاءً وَلِأَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ وَصَارَ كَنَفَقَةِ الْعَبْدِ الْمُوصَى بِخِدْمَتِهِ، فَإِنَّهَا عَلَى الْمُوصَى لَهُ بِهَا .

ثُمَّ اِنْ كَانَ الْوَقْفُ عَلَى الْفُقَرَاءِ لَا يَظْفَرُ بِهِمْ، وَاَقْرَبُ اَمْوَالِهِمْ هٰذِهِ الْغَلَّةُ فَتَجِبُ فِيهَا .

وَلَوْ كَانَ الْوَقْفُ عَلٰى رَجُلٍ بِعَيْنِهِ وَآخِرُهُ لِلْفُقَرَاءِ فَهُوَ فِي مَالِهِ: اَيَّ مَالٍ شَاءَ فِي حَالِ حَيَاتِهِ . وَلَا يُؤْخَذُ مِنَ الْغَلَّةِ؛ لِاَنَّهُ مُعَيَّنٌ يُمْكِنُ مُطَالَبَتُهُ، وَاِنَّمَا يَسْتَحِقُّ الْعِمَارَةَ عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا يَبْقَى الْمَوْقُوفُ عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي وَقَفَهُ، وَاِنْ خَرِبَ يَبْنِي عَلٰى ذٰلِكَ الْوَصْفِ ؛ لِاَنَّهَا بِصِفَتِهَا صَارَتْ غَلَّتُهَا مَصْرُوفَةً اِلَى الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ .

فَاَمَّا الزِّيَادَةُ عَلٰى ذٰلِكَ فَلَيْسَتْ بِمُسْتَحَقَّةٍ عَلَيْهِ وَالْغَلَّةُ مُسْتَحَقَّةٌ فَلَا يَجُوزُ صَرْفُهَا اِلٰى شَيْءٍ آخَرَ اِلَّا بِرِضَاهُ، وَلَوْ كَانَ الْوَقْفُ عَلَى الْفُقَرَاءِ فَكَذٰلِكَ عِنْدَ الْبَعْضِ، وَعِنْدَ الْاٰخَرِينَ يَجُوزُ ذٰلِكَ، وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ لِاَنَّ الصَّرْفَ اِلَى الْعِمَارَةِ ضَرُورَةُ اِبْقَاءِ الْوَقْفِ وَلَا ضَرُورَةَ فِي الزِّيَادَةِ

فرمایا: وقف کی آمدنی کو سب سے پہلے اس کی تعمیر پر لگایا جائے گا۔ اگر چہ واقف نے اس کی شرط لگائی ہو نہ لگائی ہو۔ کیونکہ واقف کا مقصد اس کی آمدنی کو ہمیشہ رکھنا ہے اور عمارت کے سبب ہی اس کی آمدنی کو ہیشگی ملے گی۔ پس تقاضہ کے مطابق تعمیر کیا جانا شرط ہے۔ کیونکہ منافع کے مطابق خرچ کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہو جائے گا۔ جس طرح خدمت کے لئے وصیت کردہ غلام کا خرچہ وصیت شدہ پر واجب ہے۔ اسکے بعد جب وقف فقراء کے لئے ہے اور ان پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور ان کے مالوں میں وقف کی آمدنی زیادہ آسانی سے حاصل ہونے والی ہے' تو تعمیر کرنا واجب ہے۔

اور جب کسی معین بندے کے لئے وقف کیا ہے' جبکہ بعد میں وہی فقراء کے لئے ہو گیا ہے' تو وقف کی تعمیر اسی بندے کے مال سے واجب ہوگی۔ اگر چہ وہ جس مال سے چاہے اپنی زندگی میں تعمیر کرے۔ اور تعمیر کا خرچہ صرف وقف سے نہ لیا جائے گا' کیونکہ وقف تو ایک معین آدمی پر ہے۔ اور اس سے تعمیر کا مطالبہ کرنا بھی ممکن ہے۔

وقف کی تعمیر اتنی ہی ضروری ہے جتنی تعمیر میں وہ اس حالت رہے' جو واقف کے وقف کرتے وقت اس کی تھی۔ اور جب وہ خراب ہو جائے' تو اس پر اتنا ہی بنا دیا جائے گا' کیونکہ اسی وصف کے مطابق اس کی آمدنی موقوف علیہ پر خرچ کرنے کے سبب وقف کی گئی تھی۔ لہٰذا اس زائد تعمیر موقوف علیہ پر واجب نہ ہوگی۔ اور موقوف علیہ ہی اس کی آمدنی کا حقدار ہے' کیونکہ اس کی رضامندی کے سوا اس کی آمدنی کو دوسرے کے سپرد کرنا جائز نہیں ہے اور جب وقف فقراء پر کیا جائے' تو بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک حکم اسی طرح ہے اور دیگر بعض مشائخ فقہاء کے نزدیک زیادہ تعمیر کرنا جائز ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ تعمیر پر آمدنی کو خرچ کرنا وقف کو باقی رکھنے کی ضرورت پر ہوا کرتا ہے اور اس میں کسی قسم کی زیادتی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

گھر کو اولاد کے لئے وقف کرنے کا بیان

قَالَ (فَاِنْ وَقَفَ دَارًا عَلٰى سُكْنٰى وَلَدِهِ فَالْعِمَارَةُ عَلٰى مَنْ لَهُ السُّكْنٰى) لِاَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ عَلٰى مَا مَرَّ فَصَارَ كَنَفَقَةِ الْعَبْدِ الْمُوصٰى بِخِدْمَتِهِ (فَاِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ، اَوْ كَانَ فَقِيرًا آجَرَهَا

الْحَاكِمُ وَعَمَّرَهَا بِأُجْرَتِهَا، وَإِذَا عَمَّرَهَا رَدَّهَا إِلَى مَنْ لَهُ السُّكْنَى) لِأَنَّ فِي ذَلِكَ رِعَايَةَ الْحَقَّيْنِ حَقِّ الْوَاقِفِ وَحَقِّ صَاحِبِ السُّكْنَى، لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يُعَمِّرْهَا تَفُوتُ السُّكْنَى أَصْلًا، وَالْأَوَّلُ أَوْلَى، وَلَا يُجْبَرُ الْمُمْتَنِعُ عَلَى الْعِمَارَةِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِتْلَافِ مَالِهِ فَأَشْبَهَ امْتِنَاعَ صَاحِبِ الْبَذْرِ فِي الْمُزَارَعَةِ فَلَا يَكُونُ امْتِنَاعُهُ رِضًا مِنْهُ بِبُطْلَانِ حَقِّهِ لِأَنَّهُ فِي حَيِّزِ التَّرَدُّدِ، وَلَا تَصِحُّ إِجَارَةُ مَنْ لَهُ السُّكْنَى لِأَنَّهُ غَيْرُ مَالِكٍ .

فرمایا: اور جب کسی وقف کرنے والے نے اپنا گھر اپنی اولاد کی رہائش کے لئے وقف کیا ہے' تو اس گھر کی تعمیر اسی پر ضروری ہوگی جو اس میں رہنے والا ہے' کیونکہ آمدنی ضمان کے بدلے میں ہوتی ہے۔ جس طرح گزر چکا ہے۔ تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح جب کسی خدمت کے لئے غلام کی وصیت کی تو اس غلام کا خرچہ خدمت لینے والے پر ہوگا۔

اس کے بعد جب موقوف علیہ کی تعمیر رک جائے یا وہ شخص فقیر ہو جائے' تو حاکم اس کو اجرت دیکر اس کی اجرت سے تعمیر کرائے گا' اور تعمیر کے بعد وہ اسی رہنے والے کو واپس کر دے گا۔ کیونکہ اس طرح کرنے میں واقف اور رہنے والا دونوں کے حق میں فائدہ ہے' کیونکہ اگر حاکم نے اس کو تعمیر نہ کرایا تو وہ بالکل رہائش گر کر ختم ہو جائے گی۔ پس تعمیر کرانا اولیٰ ہے۔ ہاں البتہ تعمیر کا انکار کرنے والے پر زبردستی نہ کی جائے گی۔ کیونکہ اس طرح کرنے میں مال کی بربادی لازم آنے والی ہے۔ تو یہ کاشتکاری میں صاحب بذر کے امتناع کے مشابہ ہو جائے گا پس اس کا انکار کرنا اس کے اپنے ہی حق کو باطل کرنے پر عدم رضامندی ہے۔ کیونکہ وہ شک میں گھومنے وللا ہے اور جو اس میں رہنے والا ہے اس کے لئے کرائے پر دینا جائز صحیح نہیں ہے' کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہے۔

وقف شدہ عمارت کے منہدم ہونے کا بیان

قَالَ (وَمَا انْهَدَمَ مِنْ بِنَاءِ الْوَقْفِ وَآلَتِهِ) صَرَفَهُ الْحَاكِمُ فِي عِمَارَةِ الْوَقْفِ إِنِ احْتَاجَ إِلَيْهِ، وَإِنِ اسْتَغْنَى عَنْهُ أَمْسَكَهُ حَتَّى يَحْتَاجَ إِلَى عِمَارَتِهِ فَيَصْرِفَهُ فِيهِمَا ؛ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْعِمَارَةِ لِيَبْقَى عَلَى التَّأْبِيدِ فَيَحْصُلَ مَقْصُودُ الْوَاقِفِ .

فَإِنْ مَسَّتِ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ فِي الْحَالِ صَرَفَهَا فِيهَا، وَإِلَّا أَمْسَكَهَا حَتَّى لَا يَتَعَذَّرَ عَلَيْهِ ذَلِكَ أَوَانَ الْحَاجَةِ فَيَبْطُلُ الْمَقْصُودُ، وَإِنْ تَعَذَّرَ إِعَادَةُ عَيْنِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ بِيعَ وَصُرِفَ ثَمَنُهُ إِلَى الْمَرَمَّةِ صَرْفًا لِلْبَدَلِ إِلَى مَصْرِفِ الْمُبْدَلِ (وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَقْسِمَهُ) يَعْنِي النَّقْضَ (بَيْنَ مُسْتَحِقِّي الْوَقْفِ) لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنَ الْعَيْنِ وَلَا حَقَّ لِلْمَوْقُوفِ عَلَيْهِمْ فِيهِ: وَإِنَّمَا حَقُّهُمْ فِي الْمَنَافِعِ، وَالْعَيْنُ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا يُصْرَفُ إِلَيْهِمْ غَيْرَ حَقِّهِمْ .

فرمایا: اور جب وقف کی عمارت گر جائے اور اس کے حصوں میں سے کچھ ٹوٹ پھوٹ جائیں' تو اب اگر ان کی ضرورت ہے یہ حاکم اس سامان وقف کو تعمیر پر لگائے گا' اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو حاکم اس کو روک دے حتیٰ کہ اس کی بنانے کی

ضرورت پیش آئے۔ اور اس کے بعد وہ اس کو بنانے میں صرف کرے گا۔ کیونکہ وقف کے دوام میں عمارت ضروری ہے' تا کہ واقف کا مقصد حاصل ہو جائے۔

اس کے بعد جب اس کی فوری طور پر ضرورت ہو تو اس کے بنانے میں لگائے ورنہ اس کو روک دے تا کہ مشکل وقت میں پریشانی نہ ہو اور مقصود باطل ہو جائے۔

اور جب من وعن اس کو وہاں لگانا ممکن نہ ہو تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت اس کی مرمت میں لگائے تا کہ مبدل کی جگہ بدل کام آ جائے۔ اور ٹوٹے ہوئے سامان کو وقف کے حقداروں پر خرچ جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ سامان عین وقف کا حصہ ہے اور اس میں موقوف علیہم کا کوئی حق نہیں ہے' کیونکہ ان کا حق نفع میں ہے اور عین کا حق اللہ تعالیٰ کا ہے پس ان کو دوسرے کا حق نہیں دیا جائے گا۔

واقف کا وقف کی آمدنی اپنے لئے خاص کرنے کا بیان

قَالَ (وَإِذَا جَعَلَ الْوَاقِفُ غَلَّةَ الْوَقْفِ لِنَفْسِهِ أَوْ جَعَلَ الْوِلَايَةَ إِلَيْهِ جَازَ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ) قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَرَ فَصْلَيْنِ شَرْطَ الْغَلَّةِ لِنَفْسِهِ وَجَعْلَ الْوِلَايَةِ إِلَيْهِ .

أَمَّا الْأَوَّلُ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ، وَلَا يَجُوزُ عَلَى قِيَاسِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ قَوْلُ هِلَالٍ الرَّازِيِّ وَبِهِ قَالَ الشَّافِعِيُّ .وَقِيلَ إِنَّ الِاخْتِلَافَ بَيْنَهُمَا بِنَاءً عَلَى الِاخْتِلَافِ فِي اشْتِرَاطِ الْقَبْضِ وَالْإِفْرَازِ .

وَقِيلَ هِيَ مَسْأَلَةٌ مُبْتَدَأَةٌ، وَالْخِلَافُ فِيمَا إِذَا شَرَطَ الْبَعْضَ لِنَفْسِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ لِلْفُقَرَاءِ، وَفِيمَا إِذَا شَرَطَ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ مَوْتِهِ لِلْفُقَرَاءِ سَوَاءٌ ؛ وَلَوْ وَقَفَ وَشَرَطَ الْبَعْضَ أَوْ الْكُلَّ لِأُمَّهَاتِ أَوْلَادِهِ وَمُدَبَّرِيهِ مَا دَامُوا أَحْيَاءً ، فَإِذَا مَاتُوا فَهُوَ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ، فَقَدْ قِيلَ يَجُوزُ بِالِاتِّفَاقِ، وَقَدْ قِيلَ هُوَ عَلَى الْخِلَافِ أَيْضًا وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ اشْتِرَاطَهُ لَهُمْ فِي حَيَاتِهِ كَاشْتِرَاطِهِ لِنَفْسِهِ .

وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْوَقْفَ تَبَرُّعٌ عَلَى وَجْهِ التَّمْلِيكِ بِالطَّرِيقِ الَّذِي قَدَّمْنَاهُ، فَاشْتِرَاطُهُ الْبَعْضَ أَوْ الْكُلَّ لِنَفْسِهِ يُبْطِلُهُ ؛ لِأَنَّ التَّمْلِيكَ مِنْ نَفْسِهِ لَا يَتَحَقَّقُ فَصَارَ كَالصَّدَقَةِ الْمُنَفَّذَةِ، وَشَرْطَ بَعْضِ بُقْعَةِ الْمَسْجِدِ لِنَفْسِهِ .

وَلِأَبِي يُوسُفَ مَا رُوِيَ (أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ صَدَقَتِهِ) " وَالْمُرَادُ مِنْهَا صَدَقَتُهُ الْمَوْقُوفَةُ، وَلَا يَحِلُّ الْأَكْلُ مِنْهَا إِلَّا بِالشَّرْطِ، فَدَلَّ عَلَى صِحَّتِهِ، وَلِأَنَّ الْوَقْفَ إِزَالَةُ الْمِلْكِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهِ الْقُرْبَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، فَإِذَا شَرَطَ الْبَعْضَ أَوْ الْكُلَّ

لِنَفْسِهِ، فَقَدْ جَعَلَ مَا صَارَ مَمْلُوكًا لِلّٰهِ تَعَالٰى لِنَفْسِهِ لَا أَنَّهُ يَجْعَلُ مِلْكَ نَفْسِهِ لِنَفْسِهِ، وَهٰذَا جَائِزٌ، كَمَا إِذَا بَنٰى خَانًا أَوْ سِقَايَةً أَوْجَعَلَ أَرْضَهُ مَقْبَرَةً، وَشَرَطَ أَنْ يَنْزِلَهُ أَوْ يَشْرَبَ مِنْهُ أَوْ يُدْفَنَ فِيهِ، وَلِأَنَّ مَقْصُودَهُ الْقُرْبَةُ وَفِي الصَّرْفِ إِلٰى نَفْسِهِ ذٰلِكَ، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى نَفْسِهِ صَدَقَةٌ) " .

فرمایا: اور جب وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی اپنے لئے وقف کرلی یا اس نے وقف کی ولایت کو اپنے لئے خاص کرلیا ہے' تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ صاحب ہدایہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام قدوری رضی اللہ عنہ نے اس میں دو مسائل کو ذکر کیا ہے۔ (۱) اپنے لئے پیداوار کی شرط بیان کردینا (۲) ولایت کو اپنے لئے خاص کرلینا۔ پہلی شرط کے مطابق تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول قیاس کے مطابق جائز نہیں ہے۔ ہلال رازی اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی طرح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان فقہاء کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس اختلاف پر مبنی ہے' جس میں متولی کا قبضہ ہونے کی شرط لگانے اور افراز کو متعلق کرنے میں ان کا اختلاف ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جدید اور مستقل مسئلہ ہے' کیونکہ وہ اگرچہ اپنے زندگی میں کچھ آمدنی اپنے لئے خاص کرکے موت کے بعد فقراء کے لئے وقف کردے۔ دونوں صورتوں میں یہ مسئلہ صاحبین کے درمیان اختلاف والا ہے۔

اور جب کسی نے وقف کرکے یہ شرط بیان کی کہ کچھ آمدنی یا مکمل آمدنی اس کی امہات اولاد اور اس کے مدبر غلاموں کے لئے ہوگی اور جب تک وہ زندہ ہیں اور ان کے فوت ہونے کے بعد وہ فقراء اور مسکینوں کے لئے وقف ہے' تو ایک قول کے مطابق یہ باتفاق جائز ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس میں بھی اختلاف ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے جب واقف نے اپنی زندگی میں امہات اولاد وغیرہ کے شرط بیان کرنے والا ہے' تو اس کی اپنی ذات کی طرح ہوجائے گا۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی دلیل یہ ہے کہ وقف کرنا اصل میں قرب کی نیت کے ساتھ بطور احسان مالک بنانا ہے پس بعض یا کل کی شرط کے ساتھ اپنے آمدنی کو خاص کرنا یہ وقف کو باطل کرے گا۔ کیونکہ اپنی ذات کے لئے اپنے ہی مال کا مالک بنانا ثابت نہیں ہے' کیونکہ یہ نافذ شدہ صدقہ اور مسجد کے بعض حصے کو اپنے لئے لینے کی شرط کی مانند ہوجائے گا۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی دلیل وہ حدیث ہے' جس اس طرح روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صدقہ کے مال سے تناول فرمالیا کرتے تھے۔ اور اس سے وقف مراد ہے۔ حالانکہ شرط کے بغیر وقف کے مال سے کھانا جائز نہیں ہے پس یہ حدیث شرط کے درست ہونے کی دلیل ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے وقف کرنے سے ملکیت ختم ہوجاتی ہے' جس کا نام وقف ہے۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کرچکے ہیں۔

اور جب واقف بعض آمدنی یا مکمل آمدنی میں اپنے لئے شرط لگائے' تو جو چیز اللہ کے مملوک ہوچکی تھی اس کو اس نے اپنے خاص کیا ہے۔ اور یہ جائز ہے' جس طرح کسی نے سرائے خانہ یا سبیل بنایا اور اپنی زمین میں قبرستان بنایا ہے' تو اب وہ سرائے خانہ میں ٹھہرنے اور سبیل سے پانی پینے اور قبرستان میں دفن ہونے کی شرط لگائے' تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ وقف والے کا مقصد اللہ

کا قرب ہے۔ اور اپنی ذات پر خرچ کے سبب بھی اس کو مقصد حاصل ہونے والا ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کا اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

وقف شدہ زمین کو دوسری زمین سے بدلنے کا بیان

وَلَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ اَنْ يَسْتَبْدِلَ بِهٖ اَرْضًا اُخْرٰى اِذَا شَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْوَقْفُ جَائِزٌ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ .وَلَوْ شَرَطَ الْخِيَارَ لِنَفْسِهٖ فِى الْوَقْفِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ جَازَ الْوَقْفُ وَالشَّرْطُ عِنْدَ اَبِىْ يُوْسُفَ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ الْوَقْفُ بَاطِلٌ، وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا وَاَمَّا فَصْلُ الْوِلَايَةِ فَقَدْ نَصَّ فِيْهِ عَلٰى قَوْلِ اَبِىْ يُوْسُفَ، وَهُوَ قَوْلُ هِلَالٍ اَيْضًا وَهُوَ ظَاهِرُ الْمَذْهَبِ .وَذَكَرَ هِلَالٌ فِىْ وَقْفِهٖ وَقَالَ اَقْوَامٌ: اِنْ شَرَطَ الْوَاقِفُ الْوِلَايَةَ لِنَفْسِهٖ كَانَتْ لَهٗ وِلَايَةٌ، وَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ لَمْ تَكُنْ لَهٗ وِلَايَةٌ .

قَالَ مَشَايِخُنَا: الْاَشْبَهُ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ، لِاَنَّ مِنْ اَصْلِهٖ اَنَّ التَّسْلِيْمَ اِلَى الْقَيِّمِ شَرْطٌ لِصِحَّةِ الْوَقْفِ، فَاِذَا سَلَّمَ لَمْ يَبْقَ لَهٗ وِلَايَةٌ فِيْهِ .

وَلَنَا اَنَّ الْمُتَوَلِّىْ اِنَّمَا يَسْتَفِيْدُ الْوِلَايَةَ مِنْ جِهَتِهٖ بِشَرْطِهٖ فَيَسْتَحِيْلُ اَنْ لَا يَكُوْنَ لَهُ الْوِلَايَةُ وَغَيْرُهٗ يَسْتَفِيْدُ الْوِلَايَةَ مِنْهُ، وَلِاَنَّهٗ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلٰى هٰذَا الْوَقْفِ فَيَكُوْنُ اَوْلٰى بِوِلَايَتِهٖ، كَمَنْ اتَّخَذَ مَسْجِدًا يَكُوْنُ اَوْلٰى بِعِمَارَتِهٖ وَنَصْبِ الْمُؤَذِّنِ فِيْهِ، وَكَمَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا كَانَ الْوَلَاءُ لَهٗ لِاَنَّهٗ اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَيْهِ .

وَلَوْ اَنَّ الْوَاقِفَ شَرَطَ وِلَايَتَهٗ لِنَفْسِهٖ وَكَانَ الْوَاقِفُ غَيْرَ مَاْمُوْنٍ عَلَى الْوَقْفِ فَلِلْقَاضِىْ اَنْ يَنْزِعَهَا مِنْ يَدِهٖ نَظَرًا لِلْفُقَرَاءِ، كَمَا لَهٗ اَنْ يُخْرِجَ الْوَصِىَّ نَظَرًا لِلصِّغَارِ، وَكَذَا اِذَا شَرَطَ اَنْ لَيْسَ لِلسُّلْطَانِ وَلَا لِقَاضٍ اَنْ يُخْرِجَهَا مِنْ يَدِهٖ وَيُوَلِّيَهَا غَيْرَهٗ لِاَنَّهٗ شَرْطٌ مُخَالِفٌ لِحُكْمِ الشَّرْعِ فَبَطَلَ

اور جب وقف کرنے والے نے یہ شرط لگائی کہ وہ جب چاہے گا وقف شدہ زمین کو دوسری زمین کے ساتھ بدل دے گا۔ تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے' لیکن شرط باطل ہے۔ اور جب وقف کرنے والے اپنے لئے تین دن کی شرط لگائی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف اور شرط دونوں جائز ہیں' جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف باطل ہے اور یہ اختلاف بھی اسی اختلاف پر مبنی ہے۔ جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور ولایت کی وضاحت یہ ہے کہ امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تصریح کر دی ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور ہلال رازی کا قول بھی اسی طرح ہے اور ظاہر مذہب بھی اسی طرح ہے۔

فقیہ ہلال رازی نے اپنی کتاب الوقف میں لکھا ہے کہ بعض مشائخ فقہاء کا قول ہے کہ جب واقف نے اپنے لئے وقف کی شرط بیان کی تو ولایت اسی کے لئے ہو جائے گی۔ اور جب اس نے شرط نہ بیان کی تو ولایت نہ ہوگی۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا: کہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے' کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز موقوف کو متولی کے سپرد کرنا وقف کے صحیح ہونے کی شرط ہے اور جب واقف نے وقف کو متولی کے حوالے کر دیا ہے' تو ولایت اس میں ختم ہو جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ متولی بھی واقف کی جانب سے ولایت حاصل کرنے والا ہے اور یہ تو ناممکن ہے کہ خود واقف کو ولایت حاصل نہ ہو اور دوسرا اس سے ولایت حاصل کرنے والا ہو کیونکہ اس وقف کا سب زیادہ قریبی واقف ہی تو ہے پس اس کی ولایت کا زیادہ حقدار بھی وہی ہوگا۔

اور جب کسی شخص نے مسجد بنائی تو وہی اس کی تعمیر کرنے اور اس میں مؤذن مقرر کرنے کا زیادہ حقدار ہے' جس طرح کسی نے غلام آزاد کیا' تو اسکا ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے' کیونکہ آزاد کرنے والا ہی اس آزاد کا زیادہ قریبی ہے۔

اور جب واقف نے اپنے لئے ولایت کی شرط بیان کر دی جبکہ وقف کے بارے میں وہ قابل اعتماد نہ ہو تو قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ فقراء کے حال پر مہربانی کرتے ہوئے اس سے ولایت چھین لے جس طرح قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچوں پر مہربانی کے سبب وصی کو وصایت سے فارغ کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب واقف نے یہ شرط بیان کی کہ بادشاہ و قاضی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ وقف کو واقف کے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو اس کا متولی بنادیں گے کیونکہ ایسی شرط شریعت کے حکم کے خلاف ہے پس یہ شرط خود بہ خود باطل ہو جائے گی۔

فَصْلٌ

﴿یہ فصل مسجد کے وقف کے بیان میں ہے﴾

فصل وقف مسجد کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یہ فصل مسجد کے احکام کے بیان میں ہے اور اس سے پہلے فصل میں ایسے احکام بیان کیے گئے ہیں جو اس کے احکام سے مختلف ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے وقف میں امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک متولی کو تسلیم کی کوئی شرط نہیں ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک شیوع منع ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک واقف کی ملکیت سے خروج ہے اگرچہ حاکم نے اس کا فیصلہ نہ کیا ہو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے وقف میں مسجد میں فرق کیا ہے۔ وقف کا حکم یہ ہے کہ جب تک حاکم حکم نہ دے یا وہ موت کے بعد موصی بہ کی طرف مضاف نہ ہو جس کی طرف اس نے لوٹنا ہے جبکہ مسجد اس کی جانب لوٹنے والی نہیں ہے نہ اس کی بیع ہے اور نہ اس سے وراثت ہے۔ بیشک وقف میں دو معانی جمع ہو گئے ہیں۔ (۱) حبس (۲) صدقہ۔ پس وہ کہے گا میں نے وقف کیا ہے تو پس وہ اپنی ملکیت کے عین کو وقف کرنے والا ہے۔ اور جب اس نے یہ کہا کہ میں نے اپنی زمین سے مسجد بنائی تو اس کی ملکیت اس میں کچھ باقی نہ رہے گی۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۹، ص ۵۰، بیروت)

مسجد بنانے سے زوال ملکیت کا بیان

(وَإِذَا بَنَى مَسْجِدًا لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْهُ حَتَّى يُفْرِزَهُ عَنْ مِلْكِهِ بِطَرِيقِهِ وَيَأْذَنَ لِلنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِذَا صَلَّى فِيهِ وَاحِدٌ زَالَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مِلْكِهِ) أَمَّا الْإِفْرَازُ فَلِأَنَّهُ لَا يَخْلُصُ لِلَّهِ تَعَالَى إلَّا بِهِ، وَأَمَّا الصَّلَاةُ فِيهِ فَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ التَّسْلِيمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، وَيُشْتَرَطُ تَسْلِيمُ نَوْعِهِ، وَذَلِكَ فِي الْمَسْجِدِ بِالصَّلَاةِ فِيهِ، أَوْ لِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْقَبْضُ فَقَامَ تَحَقُّقُ الْمَقْصُودِ مَقَامَهُ ثُمَّ يُكْتَفَى بِصَلَاةِ الْوَاحِدِ فِيهِ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَكَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّ فِعْلَ الْجِنْسِ مُتَعَذِّرٌ فَيُشْتَرَطُ أَدْنَاهُ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ يُشْتَرَطُ الصَّلَاةُ بِالْجَمَاعَةِ؛ لِأَنَّ الْمَسْجِدَ بُنِيَ لِذَلِكَ فِي الْغَالِبِ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَزُولُ مِلْكُهُ بِقَوْلِهِ جَعَلْته مَسْجِدًا) لِأَنَّ التَّسْلِيمَ عِنْدَهُ لَيْسَ بِشَرْطٍ؛ لِأَنَّهُ إسْقَاطٌ

لِيمْلِكَ الْعَبْدِ فَيَصِيرُ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰى بِسُقُوطِ حَقِّ الْعَبْدِ وَصَارَ كَالْإِعْتَاقِ، وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ

ترجمہ: اور جب کسی نے مسجد بنائی تو اس کی ملکیت اس مسجد سے اس وقت ختم ہو جائے گی جب اس نے مسجد کا راستہ نکال کر اپنی ملکیت سے الگ کر دیا ہے اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دینے والا ہے۔ اور جب اس میں ایک آدمی نے نماز پڑھ لی ہے تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس مسجد سے اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور افراز اسی لئے لازمی ہے کہ اس کے بغیر وہ خاص اللہ کے لئے نہ ہوگا' اور اس میں نماز پڑھنا اس لئے ضروری ہے' کیونکہ طرف کے نزدیک وقف کے صحیح ہونے کے لئے حوالے کر دینا شرط ہے۔ اور وقف میں جس طرح حوالے کرنا ضروری ہے اسی طرح اس میں تسلیم بھی شرط ہے اور مسجد کی تسلیم اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دینا ہے۔ یا اس طرح کہا جائے گا کہ جب مسجد پر بطور حقیقت قبضہ ناممکن ہے' تو اس کے مقصد کو بجالانا یہ اس کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا۔

طرفین کی ایک روایت کے مطابق تسلیم کے لئے ایک شخص کا نماز پڑھنا بھی کافی ہے' کیونکہ پوری جنس کا عمل ناممکن ہے پس جنس کا کم تر فرد کی شرط کافی ہوگی۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ نماز باجماعت شرط ہے' کیونکہ عام طور پر مسجد نماز کی جماعت کے لئے بنائی جاتی ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بنانے والے' جب یہ کہا کہ میں نے اس کو مسجد بنایا تو اس سے ہی اس کی ملکیت ختم ہو جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک تسلیم کی شرط نہیں ہے' کیونکہ بندے سے اس کے حق کا اسقاط ہے' جو بندے سے ساقط ہوتے ہی اللہ کے لئے ہو جائے گا۔ جس طرح اعتاق میں ہوتا ہے۔ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسجد والی زمین کی ملکیت ہونے کا بیان

قَالَ: وَمَنْ جَعَلَ مَسْجِدًا تَحْتَهُ سِرْدَابٌ اَوْ فَوْقَهُ بَيْتٌ وَجَعَلَ بَابَ الْمَسْجِدِ اِلَى الطَّرِيقِ، وَعَزَلَهُ عَنْ مِلْكِهِ فَلَهُ اَنْ يَبِيعَهُ، وَاِنْ مَاتَ يُورَثُ عَنْهُ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَخْلُصْ لِلّٰهِ تَعَالٰى لِبَقَاءِ حَقِّ الْعَبْدِ مُتَعَلِّقًا بِهِ، وَلَوْ كَانَ السِّرْدَابُ لِمَصَالِحِ الْمَسْجِدِ جَازَ كَمَا فِي مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: اِذَا جَعَلَ السُّفْلَ مَسْجِدًا وَعَلٰى ظَهْرِهِ مَسْكَنٌ فَهُوَ مَسْجِدٌ؛ لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مِمَّا يَتَاَبَّدُ، وَذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ فِي السُّفْلِ دُونَ الْعُلْوِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ عَلٰى عَكْسِ هٰذَا؛ لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مُعَظَّمٌ، وَاِذَا كَانَ فَوْقَهُ مَسْكَنٌ اَوْ مُسْتَغَلٌّ يَتَعَذَّرُ تَعْظِيمُهُ. وَعَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهُ جَوَّزَ فِي الْوَجْهَيْنِ حِينَ قَدِمَ بَغْدَادَ وَرَاَى ضِيقَ الْمَنَازِلِ فَكَاَنَّهُ اعْتَبَرَ الضَّرُورَةَ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهُ حِينَ دَخَلَ الرَّيَّ اَجَازَ ذٰلِكَ كُلَّهُ لِمَا قُلْنَا.

فرمایا: اور جب کسی بندے نے مسجد کو ایسی جگہ پر بنایا ہے' جس کے نیچے تہہ خانہ ہے یا اس کے اوپر مکان ہے' جبکہ مسجد کا دروازہ بڑے راستے کی جانب بنایا ہے۔ اور اس کو اپنی ملکیت سے الگ کر دیا ہے' تو وہ مسجد نہ ہوگی بلکہ اس کو بیچنے کا حق حاصل ہو

گا اور جب وہ فوت ہو جائے' تو اس کی میراث بن جائے گی کیونکہ یہ اللہ کے لئے خاص نہ ہوئی تھی کیونکہ اس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے۔ ہاں البتہ جب تہہ خانہ مسجد ہی کی مصلحت کے لئے بنا ہوا ہے' تو پھر وقف جائز ہے۔ جس طرح مسجد بیت المقدس ہے۔

حضرت حسن بن زیاد نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب کسی نے نچلے حصے کو مسجد بنایا اور مسجد کے اوپر رہائش کے لئے مکان ہے' تو بھی وہ مسجد ہے' کیونکہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہوا کرتی ہے اور یہ حکم نچلے حصے میں پایا جاتا ہے اوپر والے میں نہیں ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے اسی برعکس روایت کی گئی ہے اس لئے مسجد قابل ادب ہے اور جب اس کے اوپر رہائش کے لئے مکان ہوگا یا کرایہ لینے کی غرض کوئی چیز ہے' تو اس کی تعظیم نہ ممکن ہو جائے گی۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دونوں صورتوں کو جائز قرار ہے' کیونکہ جب وہ بغداد گئے اور وہاں پر انہوں نے جگہ تنگ دیکھی تو انہوں کے ضرورت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب وہ رے کے شہر میں گئے' تو انہوں نے ضرورت کے تحت ان سب کو جائز قرار دیا ہے۔

گھر میں مسجد بنانے کا بیان

قَالَ (وَكَذٰلِكَ اِنْ اتَّخَذَ وَسَطَ دَارِهٖ مَسْجِدًا وَّاَذِنَ لِلنَّاسِ بِالدُّخُولِ فِيهِ) يَعْنِي لَهٗ اَنْ يَبِيعَهٗ وَيُورَثُ عَنْهُ ؛ لِاَنَّ الْمَسْجِدَ مَا لَا يَكُوْنُ لِاَحَدٍ فِيهِ حَقُّ الْمَنْعِ، وَاِذَا كَانَ مِلْكُهٗ مُحِيطًا بِجَوَانِبِهٖ كَانَ لَهٗ حَقُّ الْمَنْعِ فَلَمْ يَصِرْ مَسْجِدًا، وَلِاَنَّهٗ اَبْقَى الطَّرِيقَ لِنَفْسِهٖ فَلَمْ يَخْلُصْ لِلّٰهِ تَعَالٰى (وَعَنْ مُحَمَّدٍ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ) اعْتَبَرَهٗ مَسْجِدًا، وَهٰكَذَا عَنْ اَبِي يُوسُفَ اَنَّهٗ يَصِيرُ مَسْجِدًا ؛ لِاَنَّهٗ لَمَّا رَضِيَ بِكَوْنِهٖ مَسْجِدًا وَلَا يَصِيرُ مَسْجِدًا اِلَّا بِالطَّرِيقِ دَخَلَ فِيهِ الطَّرِيقُ وَصَارَ مُسْتَحَقًّا كَمَا يَدْخُلُ فِي الْاِجَارَةِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ ۔

اور فرمایا: جب کسی نے اپنے مکان کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو اس میں آنے کی اجازت دیدی تب بھی حکم اسی طرح ہوگا۔ یعنی اس کے لئے اس کو بیچنے کا حق ہے۔ اور اس کی موت کے بعد وارثوں کی ہو جائے گی کیونکہ وہ جگہ مسجد کہلانے والی ہے' جس میں کسی کو روکنے کا حق حاصل نہیں ہے اور جب مسجد کی چاروں اطراف میں مالک کی ملکیت باقی ہو تو اس کو منع کرنے کا حق حاصل ہے' کیونکہ وہ جگہ مسجد نہیں ہے' کیونکہ مالک نے راستہ اپنے لئے باقی رکھ لیا ہے۔ پس وہ مسجد خاص اللہ کے لئے نہ ہوئی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ اس کو نہ بیچ سکتا ہے اور نہ ہی وراثت میں دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کو ہبہ کر سکتا ہے۔ پس آپ اس کو مسجد تسلیم کر لیا ہے۔

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے کہ وہ مسجد ہو جائے گی کیونکہ جب وقف کرنے والا اس کے مسجد ہونے پر راضی ہے' تو راستہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا' کیونکہ راستے کے بغیر مسجد کس طرح ہو سکتی ہے۔ پس وہ راستہ بھی مسجد

کا بن جائے گا۔ جس طرح کرائے پر دینے سے راستے کی وضاحت کے بغیر وہ اس میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

مسجد والی جگہ کی بیع ووراثت کی ممانعت کا بیان

قَالَ (وَمَنْ اتَّخَذَ اَرْضَهُ مَسْجِدًا لَمْ يَكُنْ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِيهِ وَلَا يَبِيعَهُ وَلَا يُورَثُ عَنْهُ) لِاَنَّهُ تَجَرَّدَ عَنْ حَقِّ الْعِبَادِ وَصَارَ خَالِصًا لِلّٰهِ، وَهٰذَا لِاَنَّ الْاَشْيَاءَ كُلَّهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَاِذَا اَسْقَطَ الْعَبْدُ مَا ثَبَتَ لَهُ مِنَ الْحَقِّ رَجَعَ اِلٰى اَصْلِهِ فَانْقَطَعَ تَصَرُّفُهُ عَنْهُ كَمَا فِي الْاِعْتَاقِ ۔

وَلَوْ خَرِبَ مَا حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَاسْتُغْنِيَ عَنْهُ يَبْقٰى مَسْجِدًا عِنْدَ اَبِي يُوسُفَ لِاَنَّهُ اِسْقَاطٌ مِنْهُ فَلَا يَعُودُ اِلٰى مِلْكِهِ، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ يَعُودُ اِلٰى مِلْكِ الْبَانِي، اَوْ اِلٰى وَارِثِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ ؛ لِاَنَّهُ عَيَّنَهُ لِنَوْعِ قُرْبَةٍ، وَقَدْ انْقَطَعَتْ فَصَارَ كَحَصِيرِ الْمَسْجِدِ وَحَشِيشِهِ اِذَا اسْتُغْنِيَ عَنْهُ، اِلَّا اَنَّ اَبَا يُوسُفَ يَقُولُ فِي الْحَصِيرِ وَالْحَشِيشِ اِنَّهُ يُنْقَلُ اِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ ۔

فرمایا: اور جب کسی شخص نے اپنی زمین میں مسجد بنائی تو اس کے لئے یہ حق نہیں ہے کہ وہ جگہ واپس لے یا اس کو بیچ دے اور وہ جگہ اس کے لئے میراث بھی نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ جگہ بندوں کے حق سے نکل کر اللہ کے خاص ہو چکی ہے اور یہ حکم اسی دلیل کے سبب ہے کہ تمام چیزیں اللہ کے لئے ہیں اور جب بندے نے وہ حق ساقط کر دیا ہے جو اس کو ملا تھا تو وہ حق اپنی اصلیت کی جانب لوٹ کر آنے والا ہے۔ لہٰذا اس سے بندے کا تصرف ختم ہو جائے گا' جس طرح آزاد کرنے میں ہوتا ہے۔ اور جب مسجد کے گردونواح کی جگہ ویران ہو جائے اور وہاں کی ضرورت ختم ہو جائے تب بھی امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ جگہ مسجد ہی رہے گی۔ کیونکہ وہ جگہ بندے کی جانب سے ساقط ہو چکی ہے۔ پس وہ اس کی ملکیت میں دوبارہ نہ جائے گی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بنانے والے کی موت کے بعد وہ اس کے وارث کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گی۔ کیونکہ بنانے والے نے اس کو عبادت کے لئے بنایا تھا اور اب وہ عبادت ختم ہو چکی ہے' تو یہ اسی طرح ہو جائے گا' جس طرح مسجد کی چٹائی اور گھاس ہے' جب ان کی ضرورت ختم ہو جائے جبکہ چٹائی اور گھاس کے بارے میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے: ان کو دوسرے مسجد میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

وقف کردہ مختلف اشیاء کا بیان

قَالَ (وَمَنْ بَنٰى سِقَايَةً لِلْمُسْلِمِينَ اَوْ خَانًا يَسْكُنُهُ بَنُو السَّبِيلِ اَوْ رِبَاطًا اَوْ جَعَلَ اَرْضَهُ مَقْبَرَةً لَمْ يَزُلْ مِلْكُهُ عَنْ ذٰلِكَ حَتّٰى يَحْكُمَ بِهِ الْحَاكِمُ عِنْدَ اَبِي حَنِيفَةَ) ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَنْقَطِعْ عَنْ حَقِّ الْعَبْدِ ؛ اَلَا تَرٰى اَنَّ لَهُ اَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ فَيَسْكُنَ فِي الْخَانِ وَيَنْزِلَ فِي الرِّبَاطِ وَيَشْرَبَ مِنَ السِّقَايَةِ، وَيُدْفَنَ فِي الْمَقْبَرَةِ فَيُشْتَرَطُ حُكْمُ الْحَاكِمِ اَوْ الْاِضَافَةُ اِلٰى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ كَمَا فِي الْوَقْفِ عَلَى الْفُقَرَاءِ، بِخِلَافِ الْمَسْجِدِ ؛ لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ لَهُ حَقُّ الْاِنْتِفَاعِ بِهِ فَخَلَصَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ غَيْرِ

حُكْمِ الْحَاكِمِ (وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَزُولُ مِلْكُهُ بِالْقَوْلِ) كَمَا هُوَ أَصْلُهُ، إِذِ التَّسْلِيمُ عِنْدَهُ لَيْسَ بِشَرْطٍ وَالْوَقْفُ لَازِمٌ .

وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ إِذَا اسْتَقَى النَّاسُ مِنَ السِّقَايَةِ وَسَكَنُوا الْخَانَ وَالرِّبَاطَ وَدُفِنُوا فِي الْمَقْبَرَةِ زَالَ الْمِلْكُ ؛ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ عِنْدَهُ شَرْطٌ وَالشَّرْطُ تَسْلِيمُ نَوْعِهِ، وَذَلِكَ بِمَا ذَكَرْنَاهُ . وَيُكْتَفَى بِالْوَاحِدِ لِتَعَذُّرِ فِعْلِ الْجِنْسِ كُلِّهِ، وَعَلَى هَذَا الْبِئْرُ الْمَوْقُوفَةُ وَالْحَوْضُ، وَلَوْ سَلَّمَ إِلَى الْمُتَوَلِّي صَحَّ التَّسْلِيمُ فِي هَذِهِ الْوُجُوهِ كُلِّهَا ؛ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنِ الْمَوْقُوفِ عَلَيْهِ، وَفِعْلُ النَّائِبِ كَفِعْلِ الْمَنُوبِ عَنْهُ، وَأَمَّا فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ قِيلَ لَا يَكُونُ تَسْلِيمًا ؛ لِأَنَّهُ لَا تَدْبِيرَ لِلْمُتَوَلِّي فِيهِ، وَقِيلَ يَكُونُ تَسْلِيمًا ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى مَنْ يَكْنُسُهُ وَيُغْلِقُ بَابَهُ، فَإِذَا سَلَّمَ إِلَيْهِ صَحَّ التَّسْلِيمُ، وَالْمَقْبَرَةُ فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ الْمَسْجِدِ عَلَى مَا قِيلَ ؛ لِأَنَّهُ لَا مُتَوَلِّيَ لَهُ عُرْفًا . وَقِيلَ هِيَ بِمَنْزِلَةِ السِّقَايَةِ وَالْخَانِ فَيَصِحُّ التَّسْلِيمُ إِلَى الْمُتَوَلِّي ؛ لِأَنَّهُ لَوْ نَصَبَ الْمُتَوَلِّيَ يَصِحُّ، وَإِنْ كَانَ بِخِلَافِ الْعَادَةِ،

فرمایا: اور جب کسی شخص نے پانی پینے کے لئے مسلمانوں کے لئے کوئی سبیل بنادی یا مسافروں کی رہائش کے لئے کوئی مسافر خانہ تعمیر کروایا ہے یا گھوڑے باندھنے کی جگہ بنوادی یا اس نے اپنی زمین کو قبرستان بنایا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مذکورہ اشیاء اس وقت بنانے والے کی ملکیت میں رہیں گی جب تک حاکم ان کا فیصلہ نہ کرے گا۔ کیونکہ ابھی تک اس بندے کا حق ان سے ختم نہیں ہوا ہے کیا آپ غور وفکر نہیں کرتے کہ بنانے والے ان اشیاء سے نفع اٹھانے حق رکھتا ہے۔ پس وہ مسافر خانہ میں رہ سکتا ہے رباط میں ٹھہر سکتا ہے اور سبیل سے پانی بھی پی سکتا ہے اور قبرستان میں اس کو دفن بھی کیا جاسکتا ہے۔ پس حاکم کا فیصلہ کرنا یا وقف کرنے والا کا اپنی موت کے بعد کی حالت کی جانب منسوب کرنا شرط ہے' جس طرح فقراء والے وقف پر ہوا کرتا ہے۔ بہ خلاف مسجد کے کیونکہ مسجد سے وقف کرنے والے کو نفع اٹھانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور حاکم کے حکم کے بغیر بھی وہ اللہ کے لئے خاص ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کرنے والے کے قول سے ملکیت ختم ہو جاتی ہے' جس طرح ان کی اصل ہے' کیونکہ ان کے متولی کو سپرد کرنے کی شرط بھی نہیں ہے اور اس کے سوا بھی وقف لازم ہو جاتا ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب لوگ سبیل سے پانی پی لیں اور مسافر خانہ اور رباط میں ٹھہر جائیں اور مردوں کو قبرستان میں دفن کر دیا جائے' تو وقف کرنے والے کی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک متولی کو تسلیم شرط ہے اور ہر چیز کے حال کے مطابق تسلیم کی شرط ہوگی' جبکہ مذکورہ صورتوں میں وہ شرط پائی جارہی ہے' جبکہ ثبوت تسلیم کے لئے ایک آدمی کا عمل بھی کافی ہے۔ کیونکہ پوری جنس کا عمل ناممکن ہے۔ اور وقف کیا ہوا کنواں اور حوض کا اختلاف بھی اسی طرح ہے۔

اور جب وقف کرنے والے نے وقف شدہ چیز کو متولی کے حوالے کر دیا ہے' تو ان تمام احوال میں تسلیم درست ہو جائے گی اس

لئے متولی ان لوگوں کا نائب ہوتا ہے جن کے لئے وقف کیا جاتا ہے۔ اور نائب کا عمل اصل کے قائم مقام ہوتا ہے۔

البتہ مسجد کے معاملے میں ایک قول یہ ہے کہ متولی کو سپرد کرنے سے تسلیم ثابت نہ ہوگی کیونکہ متولی کا عمل دخل مسجد میں نہیں ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق تسلیم درست ہو جائے گی کیونکہ مسجد ایسے شخص کی ضرورت ہے' جو اس کی صفائی کرے اور اس کا دروازہ بند کرے پس جب وقف کرنے والے متولی کے سپرد کرتا ہے' تو یہ تسلیم کرنا درست ہو جائے گا۔

تسلیم کے مسئلہ میں قبرستان مسجد کے حکم میں ہے' جس طرح کہا گیا ہے کہ عرف کے مطابق قبرستان کا کوئی متولی نہیں ہوا کرتا جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ قبرستان، مسافر خانہ اور سبیل کے حکم میں ہے اور ان کو متولی کے سپرد کرنا درست ہے' کیونکہ جب وقف کرنے والا قبرستان کے لئے متولی مقرر کرے تو یہ درست ہوگا۔ اگر چہ یہ عرف کے خلاف ہے۔

مکہ مکرمہ میں گھر حجاج کے لئے وقف کرنے کا بیان

وَلَوْ جَعَلَ دَارًا لَهُ بِمَكَّةَ سُكْنَى لِحَاجِّ بَيْتِ اللّٰهِ وَالْمُعْتَمِرِينَ، اَوْ جَعَلَ دَارَهُ فِي غَيْرِ مَكَّةَ سُكْنَى لِلْمَسَاكِينِ، اَوْ جَعَلَهَا فِي ثَغْرٍ مِنَ الثُّغُورِ سُكْنَى لِلْغُزَاةِ وَالْمُرَابِطِينَ . اَوْ جَعَلَ غَلَّةَ اَرْضِهِ لِلْغُزَاةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَدَفَعَ ذٰلِكَ اِلٰى وَالٍ يَقُومُ عَلَيْهِ فَهُوَ جَائِزٌ، وَلَا رُجُوعَ فِيهِ لِمَا بَيَّنَّا اِلَّا اَنَّ فِي الْغَلَّةِ تَحِلُّ لِلْفُقَرَاءِ دُونَ الْاَغْنِيَاءِ، وَفِيمَا سِوَاهُ مِنْ سُكْنَى الْخَانِ وَالِاسْتِقَاءِ مِنَ الْبِئْرِ وَالسِّقَايَةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ يَسْتَوِي فِيهِ الْغَنِيُّ وَالْفَقِيرُ، وَالْفَارِقُ هُوَ الْعُرْفُ فِي الْفَصْلَيْنِ . فَاِنَّ اَهْلَ الْعُرْفِ يُرِيدُونَ بِذٰلِكَ فِي الْغَلَّةِ الْفُقَرَاءَ، وَفِي غَيْرِهَا التَّسْوِيَةَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ، وَلِاَنَّ الْحَاجَةَ تَشْمَلُ الْغَنِيَّ وَالْفَقِيرَ فِي الشُّرْبِ وَالنُّزُولِ . وَالْغَنِيُّ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى صَرْفِ هٰذَا الْغَلَّةِ لِغِنَاهُ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ .

اور جب کسی بندے نے حج وعمرہ کرنے والوں کے لئے مکہ مکرمہ میں اپنا گھر بطور رہائش بنا دیا ہے اور مکہ کے سوا میں اپنے گھر کو مسکینوں کے لئے وقف کر دیا ہے یا اس نے کسی سرحد پر موجود اپنے گھر کو اللہ کی راہ میں غازیوں اور چھاؤنی میں رہنے والوں کے لئے وقف کر دیا ہے یا پھر اس نے اپنی زمین کی آمدنی مجاہدوں کے لئے وقف کر دی ہے اور پھر اس کو کسی ناظم یا نگران کے حوالے کرے تو یہ جائز ہے۔ اور اس میں وہ رجوع نہیں کر سکے گا۔ اسی دلیل کے سبب جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ البتہ آمدنی صرف فقراء کے لئے حلال ہے امراء کے لئے حلال نہیں ہے' جبکہ اس کے سوا یعنی مسافر خانہ اور کنوئیں اور سبیل سے پانی پینے میں امیر وفقیر دونوں برابر ہیں۔ اور دونوں احوال میں فرق عرف عام کے مطابق کیا جائے گا۔

ہاں غلہ وقف کرنے کی صورت میں یہ اہل عرف کے نزدیک فقراء کے لئے ہے' جبکہ غلہ کے سوا میں فقراء وامراء کو برابر حقدار سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ پینے اور ٹھہرنے کی ضرورت غنی اور فقیر دونوں میں عام ہے ہاں البتہ غنی اپنے مال کے سبب اس آمدنی کو استعمال کرنے میں ضرورت مند نہ ہوگا۔ اور اللہ ہی سب زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔